

(اُردو)

حیاۃ الصحابہ رض

تالیف

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی

مترجم

حضرت مولانا محمد احسان الحق





بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک ضروری گزارش!

معزز قارئینِ کرام! اس کتاب کو عام قاری کے مطالعہ، اُمتِ مسلمہ کی راہنمائی اور ثوابِ دارین کے خاطر پاکستان ورچوئل لائبریری پر شائع کر رہا ہوں۔ اگر آپ کو میری یہ کاوش پسند آئی ہے یا آپ کو اس کتاب کے مطالعے سے کوئی راہنمائی ملی ہے تو برائے مہربانی میرے اور میرے والدین کی بخشش کے لئے اللہ رب العزت سے دُعا ضرور کیجئے گا۔ شکریہ

طالبِ دُعا سعید خان

ایڈمن پاکستان ورچوئل لائبریری

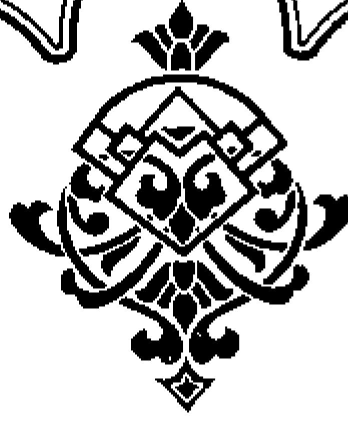
جدید نظر ثانی شدہ ایڈیشن

حیاۃ الصحابہؓ (اردو)

جلد سوم

تصنیف: حضرت محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ: حضرت مولانا محمد احسان الحق

مکتبۃ الحسن
33 - حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور



نام کتاب	حیاۃ الصحابہؓ (سوم)
تصنیف	حضرت محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ	حضرت مولانا محمد احسان الحق
باہتمام	عبدالقدیر
ضخامت	۷۹۲

مکتبۃ الحسن

33 - حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

کتاب حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم

حصہ سوم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح غیب پر ایمان لایا کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ کی بتائی ہوئی خبروں کے مقابلہ میں فانی لذتوں، انسانی مشاہدوں، وقتی محسوسات اور مادی تجربوں کو چھوڑ دیتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا انھوں نے غیبی امور کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا اور اپنے مشاہدات کو وہ جھٹلا دیا کرتے تھے۔

ایمان کی عظمت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ حضور ﷺ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے اور چند ساتھیوں سمیت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ہمارے ساتھ تھے، حضورؐ ہمارے درمیان میں سے اٹھ کر چلے گئے، آپ کو واپس آنے میں کافی دیر ہوگئی، ہمیں اس بات کا ڈر ہوا کہ ہم حضورؐ کے ساتھ نہیں ہیں، آپؐ اکیلے گئے ہیں، کہیں اس اکیلے پن میں آپ کو کسی دشمن کی طرف سے کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے، اس وجہ سے ہم سب گھبرا کر کھڑے ہوگئے۔ سب سے پہلے میں گھبرا کر اٹھا اور حضورؐ کو تلاش کرنے نکلا۔ چلتے چلتے انصار کے قبیلہ بنو نجار کے ایک باغ کے پاس پہنچا اور میں نے اس باغ کا چکر لگایا تا کہ مجھے باغ کا کوئی دروازہ مل جائے لیکن مجھے کوئی دروازہ نہ ملا۔ پھر مجھے ایک نالی نظر آئی جو باہر کے ایک کنویں سے باغ کے اندر جارہی تھی، میں سمٹ (اس نالی سے) اندر چلا گیا تو دیکھا کہ حضورؐ وہاں موجود تھے، حضورؐ نے فرمایا تم ابو ہریرہ ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ! حضورؐ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ میں نے

عرض کیا آپ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے پھر اٹھ کر چلے گئے پھر کافی دیر گزر گئی لیکن آپ واپس نہ آئے۔ ہمیں اس بات کا ڈر ہوا کہ آپ اکیلے ہیں، ہم میں سے کوئی آپ کے ساتھ نہیں تو اس اکیلے پن میں آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچا دے، اس خیال سے ہم سب گھبرا گئے، سب سے پہلے میں گھبرا کر وہاں سے اٹھا اور آپ کو ڈھونڈنے لگ گیا، ڈھونڈتے ڈھونڈتے میں اس باغ تک پہنچ گیا (باغ کا دروازہ مجھے ملا نہیں اس لئے) میں لومڑی کی طرح سکڑ کر (نالی سے) اندر آ گیا ہوں اور وہ تمام لوگ میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں حضورؐ نے مجھے اپنے دو جوتے (نشانی کے طور پر) دے کر فرمایا میرے یہ دونوں جوتے لے جاؤ اور اس باغ کے باہر تمہیں جو یہ گواہی دیتا ہوا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ دل سے اس پر یقین کر رہا ہو اسے جنت کی بشارت دے دینا۔ مجھے سب سے پہلے حضرت عمرؓ ملے۔ انھوں نے پوچھا اے ابو ہریرہ یہ جوتے کیا ہیں میں نے کہا یہ دونوں جوتے حضورؐ کے ہیں جنہیں دے کر حضورؐ نے مجھے بھیجا ہے کہ مجھے جو بھی یہ گواہی دیتا ہوا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور دل سے اس پر یقین کر رہا ہو میں اسے جنت کی بشارت دے دوں۔ حضرت عمرؓ نے میرے سینے پر (اس زور سے) مارا کہ میں سرین کے بل زمین پر گر پڑا اور حضرت عمرؓ نے کہا اے ابو ہریرہ! واپس جاؤ میں حضورؐ کی خدمت میں واپس گیا اور رو کر فریاد کرنے لگا حضرت عمرؓ میرے پیچھے پیچھے آ رہے تھے حضورؐ نے فرمایا اے ابو ہریرہ تمھیں کیا ہوا۔ میں نے عرض کیا مجھے حضرت عمرؓ باہر ملے تھے جو بشارت دے کر آپ نے مجھے بھیجا تھا وہ میں نے انہیں سنائی تو انھوں نے میرے سینے پر اس زور سے دو ہتھڑ مارا کہ میں سرین کے بل گر گیا اور انھوں نے مجھ سے کہا واپس چلے جاؤ (اتنے میں حضرت عمرؓ بھی وہاں پہنچ گئے) حضورؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا اے عمر! تم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا آپؐ نے اپنے دو جوتے دے کر حضرت ابو ہریرہؓ کو اس لئے بھیجا ہے کہ انہیں جو آدمی اس بات کی گواہی دیتا ہوا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ دل سے اس کا یقین کر رہا ہو تو یہ اسے جنت کی بشارت دے دیں، حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا آپ ایسا نہ کریں کیونکہ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ لوگ اس بشارت کو سن کر اسی پر بھروسہ کر لیں گے اور (مزید نیک عمل کرنے چھوڑ دیں گے) آپ لوگوں کو عمل کرنے دیں، اس پر حضورؐ نے فرمایا اچھا انہیں عمل کرنے دو۔[۱]

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں باہر نکلا تو دیکھا کہ حضورؐ اکیلے جا رہے ہیں آپؐ کے ساتھ کوئی نہیں ہے، میں نے اپنے دل میں کہا شاید آپؐ کے ساتھ چلنے سے آپ کو ناگواری ہو، اس لئے میں ذرا فاصلے سے ایسی جگہ چلنے لگا جہاں چاند کی روشنی نہیں پڑ رہی

۱۔ اخرجه مسلم كذافي جمع الفوائد (ج ۱ ص ۷)

تھی۔ اتنے میں حضورؐ نے مڑ کر مجھے دیکھا اور فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ مجھے آپ پر قربان کرے میں ابوذر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوذر! ادھر آؤ، میں کچھ دیر آپؐ کے ساتھ چلا پھر آپؐ نے فرمایا زیادہ مال والے قیامت کے دن کم ثواب والے ہوں گے البتہ جس کو اللہ نے خوب مال دیا اور اس نے دائیں بائیں آگے پیچھے مال خوب لٹایا اور نیکی کے کاموں میں خوب خرچ کیا تو وہ مالدار بھی قیامت کے دن زیادہ اجر و ثواب والا ہوگا۔ پھر حضور کے ساتھ تھوڑی دیر اور چلا۔ اس کے بعد آپؐ نے مجھ سے فرمایا تم یہاں بیٹھ جاؤ اور حضورؐ نے مجھے ایک وسیع ہموار میدان میں بٹھا دیا جس کے اردگرد چھری پتھر تھے۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا میرے واپس آنے تک یہیں بیٹھے رہنا۔ یہ فرما کر حضورؐ نے ایک پتھریلے میدان میں چلنا شروع کر دیا اور چلتے چلتے اتنی دور چلے گئے کہ مجھے نظر نہیں آرہے تھے، پھر کافی دیر کے بعد آپؐ واپس آئے تو میں نے دور سے سنا کہ آپؐ فرما رہے تھے اگر چہ وہ زنا کرے اور چوری کرے۔ جب آپؐ میرے پاس پہنچ گئے تو مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے آپؐ سے پوچھا اے اللہ کے نبی! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے آپ اس پتھریلے میدان میں کس سے باتیں کر رہے تھے، مجھے تو آپ کی باتوں کا جواب دیتا ہوا کوئی سنائی نہ دیا؟ حضورؐ نے فرمایا یہ جبرائیل علیہ السلام تھے جو اس پتھریلے میدان کے کنارے میں میرے سامنے آئے تھے اور انھوں نے کہا تھا آپ اپنی امت کو یہ خوشخبری سنا دیں کہ جو اس حال میں مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے کہا اے جبرائیل! اگر چہ وہ زنا کرے اور چوری کرے حضرت جبرائیل نے عرض کیا جی ہاں (حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر چہ وہ چوری کرے اور زنا کرے۔ حضورؐ نے فرمایا جی ہاں! اگر چہ وہ شراب پیئے[۱]۔ بخاری مسلم اور ترمذی کی اس جیسی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے چوتھی مرتبہ میں فرمایا چاہے ابوذر کی ناک خاک میں مل جائے۔ (یعنی ایسا ہی ہوگا اگر چہ ابوذر کی رائے یہ ہے کہ ایسا نہ ہو)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک بوڑھے دیہاتی تھے جنہیں علقمہ بن علاثہ کہا جاتا تھا، انھوں نے ایک مرتبہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں بہت بوڑھا ہوں، اب اس عمر میں قرآن نہیں سیکھ سکتا، لیکن میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور مجھے اس کا پکا یقین ہے، جب وہ بڑے میاں چلے گئے تو حضورؐ نے فرمایا یہ آدمی بڑا سمجھدار ہے یا فرمایا تمہارا یہ ساتھی بڑا سمجھدار ہے[۲]۔

۱۔ اخرجه الشيخان كذافي جمع الفوائد (ج ۱ ص ۷) ۲۔ اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۱ ص ۷۰) و اخرجه الخرائطي في مكارم الاخلاق والدارقطني في الافراد من حديث انس واسناده ضعيف جدا كمافي الاصابة (ج ۲ ص ۵۰۳)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ جو آدمی بھی اسے سچے دل سے کہے گا وہ آگ پر ضرور حرام ہو جائے گا۔ اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں آپ کو بتاؤں وہ کلمہ کون سا ہے؟ یہ وہ کلمہ اخلاص ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کو جمائے رکھا، اور یہ وہ تقویٰ والا کلمہ ہے جس کی حضورؐ نے اپنے چچا ابو طالب کو مرتے وقت بہت ترغیب دی تھی، یعنی اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔[1]

حضرت یعلیٰ بن شداد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت شداد رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ واقعہ سنایا اس وقت حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بھی اس مجلس میں موجود تھے اور وہ میرے والد کی تصدیق کر رہے تھے، میرے والد نے فرمایا کہ ایک دن ہم لوگ نبی کریمؐ کے پاس تھے، آپؐ نے فرمایا کیا تم میں کوئی اجنبی یعنی اہل کتاب (یہود) میں سے ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! پھر حضورؐ نے فرمایا دروازہ بند کر دو (ہم نے دروازہ بند کر دیا) پھر حضورؐ نے فرمایا اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ اور لا الہ الا اللہ کہو، چنانچہ ہم نے کچھ دیر اپنے ہاتھ اٹھائے رکھے (حضورؐ نے بھی ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے) پھر حضورؐ نے اپنے ہاتھ نیچے کئے (اور ہم نے بھی نیچے کئے) پھر آپؐ نے فرمایا الحمد للہ۔ اے اللہ! تو نے مجھے یہ کلمہ دے کر بھیجا اور اس (پر ایمان لانے) کا حکم دیا اور اس پر جنت کا تو نے وعدہ فرمایا اور تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ پھر فرمایا غور سے سنو، تمہیں بشارت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔[2]

حضرت رفاعہ جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ واپس آ رہے تھے۔ جب ہم کدید یا قدید مقام پر پہنچے تو کچھ لوگ آپؐ سے اپنے گھر والوں کے پاس جانے کی اجازت مانگنے لگے۔ حضورؐ ان کو اجازت دینے لگے۔ پھر کھڑے ہو کر حضورؐ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ان کو درخت کا وہ حصہ جو رسول اللہؐ کے قریب ہے دوسرے حصے سے زیادہ ناپسند ہے۔ بس اس بات کے سنتے ہی سب رونے لگے۔ کوئی ایسا نظر نہیں آ رہا تھا جو رو نہ رہا ہو، ایک آدمی نے کہا اس کے بعد جو اجازت مانگے گا وہ یقیناً بڑا نادان ہوگا، حضورؐ نے پھر اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور خیر کی بات کی اور فرمایا میں اللہ کے ہاں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ جو بندہ اس حال میں مرے گا کہ وہ اس بات کی سچے دل سے گواہی دے رہا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور پھر وہ ٹھیک ٹھیک چلتا رہے تو وہ ضرور جنت میں داخل

---

[1] اخرجہ احمد کذافی المجمع (ج ۱ ص ۱۵) واخرجہ ایضا ابویعلی وابن خزیمۃ وابن حبان والبیھقی وغیرھم کمافی الکنز (ج ۱ ص ۷۳)
[2] اخرجہ احمد قال الھیثمی (ج ۱ ص ۱۹) رواہ احمد والطبرانی والبزار و رجالہ موثقون۔ انتھی۔

ہوگا اور میرے رب عزوجل نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار آدمی جنت میں حساب کتاب اور عذاب کے بغیر داخل کرے گا اور مجھے امید ہے کہ آپ لوگ اور آپ لوگوں کے نیک ماں باپ اور نیک بیوی بچے جنت میں پہلے اپنے ٹھکانوں میں پہنچ جائیں گے پھر وہ ستر ہزار جنت میں داخل ہوں گے۔[1] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ اس کے بعد آپ سے جو اجازت مانگے گا وہ یقیناً بڑا نادان ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا اے فلاں! تم نے ایسے اور ایسے کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں! میں نے ایسے نہیں کیا، چونکہ حضورؐ کو معلوم تھا کہ اس نے یہ کام کیا ہے، اس لئے آپؐ نے اس سے کئی مرتبہ پوچھا (لیکن ہر مرتبہ وہ یہی جواب دیتا رہا) حضورؐ نے فرمایا چونکہ تم لا الہ الا اللہ کی تصدیق کر رہے ہو اس وجہ سے تمہارے اس گناہ کو مٹا دیا گیا۔[2] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا تمہارے لا الہ الا اللہ کی تصدیق کرنے کی وجہ سے تمہارے جھوٹ کا کفارہ ہو گیا۔[3]

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ایک آدمی نے جھوٹی قسم کھائی اور یوں کہا کہ اس اللہ کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں تو (جھوٹی قسم کھانے کا) گناہ معاف کر دیا گیا (کیونکہ اس نے قسم کے ساتھ **لا الہ الا ھو** کے الفاظ بھی کہہ دیئے تو ان الفاظ کی برکت سے وہ گناہ معاف ہو گیا)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جہنمی لوگ جب جہنم میں اکٹھے ہو جائیں گے اور ان کے ساتھ کچھ قبلہ کو ماننے والے یعنی کچھ مسلمان بھی ہوں گے تو وہ کافر مسلمانوں سے کہیں گے کہ کیا تم لوگ مسلمان نہیں تھے؟ وہ مسلمان جواب دیں گے کیوں نہیں، ہم تو مسلمان تھے، کفار کہیں گے تمہارے اسلام کا تمہیں کیا فائدہ ہوا؟ تم بھی ہمارے ساتھ جہنم میں آ گئے، مسلمان جواب میں کہیں گے ہمارے کچھ گناہ تھے جن کی وجہ سے ہم پکڑے گئے اور جہنم میں ڈال دیئے گئے، مسلمانوں کے اس جواب کو اللہ تعالیٰ سنیں گے اور (فرشتوں کو) حکم دیں گے، چنانچہ جہنم میں جتنے قبلہ کو ماننے والے مسلمان ہوں گے وہ سب اس میں سے نکال دیئے جائیں

---

۱ ۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۱ ص ۲۰) رواه احمد وعند ابن ماجه بعضه و رجاله موثقون. اه واخرجه ايضا الدارمي وابن خزيمة وابن حبان والطبراني بطوله كمافي الكنز (ج ۵ ص ۲۸۷)

۲ ۔ اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۱ ص ۸۳) رواه البزار وابويعلى بنحوه الا انه قال كفر الله عنك كذبك بتصديقك بلا اله الا الله ورجالهما رجال الصحيح. انتهى وقال في هامشه عن ابن حجر قلت فيه الحارث بن عبيد ابو قدامة وهو كثير المناكير وهذا منها وقد ذكر البزار انه تفرد به. انتهى

۳ ۔ عند الطبراني قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۸۳) ورجاله رجال الصحيح.

گے۔ جب جہنم میں باقی رہ جانے والے کافر یہ منظر دیکھیں گے تو وہ کہیں گے اے کاش! ہم بھی مسلمان ہوتے تو جیسے یہ نکل گئے ہم بھی جہنم سے نکل جاتے۔ پھر حضورؐ نے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھ کر یہ آیات پڑھیں: الٓرٰ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ ۝ رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ (سورۃ الحجر آیت۔ ۱۔۲) ترجمہ: الٓر یہ آیتیں ہیں ایک کامل کتاب اور قرآن واضح کی۔ کافر لوگ بار بار تمنا کریں گے کیا خوب ہوتا اگر وہ مسلمان ہوتے۔[۱] حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ والوں میں سے کچھ لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں چلے جائیں گے تو لات اور عزیٰ (بتوں) کو ماننے والے ان سے کہیں گے کہ جب تم بھی ہمارے ساتھ جہنم کی آگ میں ہو تو لا الٰہ الا اللہ کہنے کا تمہیں کیا فائدہ ہوا؟ اس پر اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں کے حق میں غصہ آجائے گا تو اللہ تعالیٰ انہیں وہاں سے نکال کر نہر حیات میں ڈال دیں گے جس سے ان کے جسم جہنم کی جلن سے ایسے صاف ہو جائیں گے جیسے کہ چاند گرہن سے نکل کر صاف ہو جاتا ہے اور جنت میں داخل ہو جائیں گے اور جنت میں یہ لوگ جہنمی کے نام سے پکارے جائیں گے۔[۲] ایک روایت میں یہ ہے کہ چونکہ ان کے چہروں میں کچھ سیاہی ہوگی، اس لئے یہ لوگ جنت میں جہنمی کے نام سے پکارے جائیں گے وہ عرض کریں گے اے رب! تو ہمارا یہ نام ختم کر دے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت کی نہر میں نہانے کا حکم دیں گے وہ اس نہر میں نہائیں گے تو (وہ سیاہی چلی جائے گی اور) ان کا یہ نام ختم ہو جائے گا۔[۳]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا اسلام بھی ایسے پرانا ہو جائے گا جیسے کپڑے کے نقش و نگار پرانے ہو جاتے ہیں۔ کسی کو معلوم نہ ہوگا کہ روزہ، صدقہ اور قربانی کیا چیز ہے؟ اللہ کی کتاب یعنی قرآن پر ایک رات ایسی آئے گی کہ اس کی ایک آیت بھی زمین پر باقی نہ رہے گی۔ (فرشتہ ساری زمین سے سارا قرآن اٹھا کر لے جائے گا) اور لوگوں کی مختلف جماعتیں باقی رہ جائیں گی جن کے بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں کہیں گی ہم نے اپنے آباء و اجداد کو اس کلمہ لا الٰہ الا اللہ پر پایا تھا۔ ہم بھی یہی کلمہ پڑھتے ہیں۔ حضرت صلہ (راوی) نے پوچھا کہ جب وہ لوگ یہ نہیں جانتے ہوں گے کہ روزہ، صدقہ اور قربانی کیا چیز ہے تو لا الٰہ الا اللہ پڑھنے سے انہیں کیا فائدہ ہوگا؟ حضرت حذیفہؓ نے ان سے اعراض فرمالیا، حضرت صلہ نے دوبارہ پوچھا تو حضرت حذیفہؓ نے پھر اعراض فرمالیا۔ جب تیسری مرتبہ پوچھا تو حضرت حذیفہؓ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے صلہ! یہ کلمہ انہیں آگ سے نجات دے گا، یہ کلمہ انہیں آگ سے نجات دے گا،

۱۔ اخرجه الطبرانی و رواه ابن ابی حاتم نحوه وفيه البسملة عوض الاستعاذه

۲۔ عندا لطبرانی و اخرجه الطبرانی ايضاعن ابی سعيد الخدریؓ بسياق آخر نحوه

۳۔ كذافی التفسير ابن كثير (ج ۲ ص ۵۴۶)

یہ کلمہ انہیں آگ سے نجات دے گا۔[۱]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب سے زیادہ معاملہ صاف رکھنے والا اور اللہ کو سب سے زیادہ جاننے والا وہ آدمی ہے جو لا الہ الا اللہ والوں سے سب سے زیادہ محبت کرنے والا اور ان کی سب سے زیادہ تعظیم کرنے والا ہو۔[۲]

حضرت سالم بن ابی الجعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو کسی نے بتایا کہ حضرت ابوسعد بن منبہ نے سو غلام آزاد کئے ہیں، حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا ایک آدمی کے مال میں سے سو غلام بہت زیادہ ہیں لیکن اگر تم کہو تو میں تمہیں اس سے بھی زیادہ فضیلت والے (اعمال) بتادوں۔ ایک تو وہ ایمان جو دن رات ہر وقت دل سے چمٹا ہوا ہو اور دوسرے یہ کہ ہر وقت تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے۔[۳]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے تمہاری روزی کو تمہارے درمیان تقسیم کیا ہے، اسی طرح اخلاق کو بھی تمہارے درمیان تقسیم کیا ہے اور اللہ تعالیٰ مال تو اسے بھی دے دیتے ہیں جس سے محبت ہو اور اسے بھی دے دیتے ہیں جس سے محبت نہ ہو لیکن ایمان صرف اسے ہی دیتے ہیں جس سے محبت ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو اسے ایمان دے دیتے ہیں، لہٰذا جو بخل کی وجہ سے مال نہ خرچ کرسکتا ہو اور بزدلی کی وجہ سے دشمن سے جہاد نہ کرسکتا ہو اور راتوں کو محنت نہ کرسکتا ہو اسے چاہیے کہ وہ لا الـٰه الا اللّٰه واللہ اکبر والحمدللہ وسبحان اللہ کثرت سے کہا کرے۔[۴]

ایمان کی مجلسیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ جب حضورؐ کے کسی صحابیؓ سے ملتے تو اس سے کہتے آؤ تھوڑی دیر اپنے رب پر ایمان کو تازہ کریں۔ ایک دن انھوں نے یہ بات ایک آدمی سے کہی اسے غصہ آگیا اور اس نے جا کر حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو نہیں دیکھا کہ وہ آپ کے ایمان کو چھوڑ

۱۔ اخرجه الحاكم (ج ۴ص ۵۴۵) عن ربعی قال الحاكم هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه وقال الذهبی علی شرط مسلم ۲۔ اخرجه ابونعيم في الحلية كذافي الكنز (ج ۱ ص ۷۶) ۳۔ اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۱۹) و اخرجه ابن ابی الدنيا موقوفا باسناد حسن عن سالم بن ابی الجعد قال قيل لابی الدرداء ان رجلا اعتق فذكر نحوه كمافي الترغيب (ج ۳ ص ۵۵) ۴۔ اخرجه الطبرانی قال الهيثمی (ج ۱۰ ص ۹۰) رواه الطبرانی موقوفا ورجاله رجال الصحيح. انتهى وقال المنذری فی الترغيب (ج ۲ ص ۹۵) رواته ثقات وليس فی اصلی رفعه. انتهى

کر ایک گھڑی کا ایمان اختیار کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ ابن رواحہ پر رحم فرمائے یہ ان مجلسوں کو پسند کرتے ہیں جن پر فرشتے فخر کرتے ہیں۔[1] حضرت عطاء بن یسارؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے اپنے ایک ساتھی سے کہا آؤ ہم ایک گھڑی اپنا ایمان تازہ کرلیں۔ اس نے کہا کیا ہم پہلے سے مومن نہیں ہیں؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا، ہیں لیکن ہم اللہ کا ذکر کریں گے تو اس سے ہمارا ایمان بڑھ جائے گا۔[2] حضرت شریح بن عبداللہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اپنے کسی ساتھی کا ہاتھ پکڑ کر کہتے، آؤ ہمارے ساتھ کچھ دیر رہو تا کہ ہم ایمان تازہ کرلیں اور ذکر کی مجلس میں (اللہ کی ذات وصفات کا آپس میں ذکر کرنے) بیٹھ جائیں۔[3]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کرتے، آؤ ہم کچھ دیر اپنا ایمان تازہ کرلیں کیونکہ دل اس ہانڈی سے بھی جلدی پلٹ جاتا ہے جو خوب زور شور سے ابل رہی ہو۔[4] حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن رواحہؓ مجھ سے ملتے تو مجھے کہتے، اے عویمر! ذرا بیٹھ جاؤ کچھ دیر (ایمان کا) مذاکرہ کرلیں، چنانچہ ہم بیٹھ کر مذاکرہ کرلیتے پھر مجھ سے فرماتے یہ ایمان کی مجلس ہے۔ ایمان تمہارے کرتے کی طرح ہے جسے تم نے پہنا ہوا ہوتا ہے پھر تم اسے اتار لیتے ہو۔ اتارا ہوا ہوتا ہے پھر تم اسے پہن لیتے ہو اور دل اس ہانڈی سے بھی جلدی پلٹ جاتا ہے۔ جو خوب زور شور سے ابل رہی ہو۔[5]

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اپنے ساتھیوں میں سے ایک دو کا ہاتھ پکڑ لیتے اور فرماتے ہمارے ساتھ کچھ دیر رہو تا کہ ہم اپنا ایمان بڑھالیں اور پھر ہم اللہ تعالیٰ (کی ذات وصفات) کا ذکر کرتے۔[6]

حضرت اسود بن ہلالؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت معاذؓ کے ساتھ چل رہے تھے کہ اتنے میں انھوں نے فرمایا آؤ کچھ دیر بیٹھ کر ایمان تازہ کرلیں۔[7]

ایمان تازہ کرنا

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا اپنا ایمان تازہ کرتے رہو۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! ہم اپنا ایمان کیسے تازہ کریں؟ آپؐ نے فرمایا لا الہ الا اللہ کثرت سے کہا کرو۔[8]

۱؎ اخرجه احمد باسناد حسن كذافي الترغيب (ج ۳ ص ٦۳) وقال الحافظ ابن كثير في البداية (ج ۳ص ۲۵۸) هذا حديث غريب جدا . ۲؎ قاله البيهقي باسناده ۳؎ قدروى الحافظ ابو القاسم اللالكائي و هذا مرسل من هذين الوجهين انتهى ۴؎ اخرجه الطيالسي ۵؎ عند ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۱ ص ۱۰۱) ٦؎ اخرجه ابن ابي شيبه و اللالكائي في السنه كذافي الكنز (ج ۱۰ ص ۲۰۷) ۷؎ اخرجه ابو نعيم في الحليه (ج ۱ ص ۲۳۵)

۸؎ اخرجه احمد والطبراني قال الهيثمي (ج ۱ ص ۸۲) رجال احمد ثقات وقال المنذري في الترغيب (ج ۳ ص ۷۵) اسناد احمد حسن

اللہ اور رسول کی بات کو سچا ماننا اور اس کے مقابلہ میں انسانی تجربات اور اپنے مشاہدات کو غلط سمجھنا

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے بھائی کو دست آرہے ہیں، حضورؐ نے فرمایا اسے شہد پلاؤ (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شہد میں لوگوں کے لئے شفا ہے) وہ آدمی گیا اور اس نے جا کر اپنے بھائی کو شہد پلایا اور پھر آکر عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اسے شہد پلایا اس سے تو دست اور زیادہ آنے لگے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا جاؤ اور اسے شہد پلاؤ۔ اس نے جا کر شہد پلایا اور پھر آکر عرض کیا یا رسول اللہ! اس کو تو دست اور زیادہ آنے لگے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ سچ فرماتے ہیں اور تمہارے بھائی کا پیٹ غلط کہتا ہے۔ جاؤ اسے شہد پلاؤ۔ اب جا کر اس نے بھائی کو شہد پلایا تو وہ ٹھیک ہو گیا۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عبداللہؓ جب ضرورت پوری کر کے گھر واپس آتے اور دروازے پر پہنچتے تو کھنکارتے اور تھوکتے تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ اچانک اندر آئیں اور ہمیں کسی نامناسب حالت میں دیکھ لیں، چنانچہ وہ ایک دن آئے اور انھوں نے کھنکارا اس وقت میرے پاس ایک بوڑھی عورت تھی جو پت کا منتر پڑھ کر مجھ پر دم کر رہی تھی، میں نے اسے پلنگ کے نیچے چھپا دیا۔ حضرت عبداللہ اندر آکر میرے پاس بیٹھ گئے۔ ان کو میری گردن میں ایک دھاگہ نظر آیا۔ انھوں نے کہا یہ دھاگہ کیسا ہے؟ میں نے کہا اس پر منتر پڑھ کر کسی نے مجھے دیا ہے۔ انھوں نے دھاگہ پکڑ کر کاٹ دیا اور فرمایا عبداللہ کے گھر والوں کو شرک کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ منتر تعویذ اور گنڈا یہ سب شرک ہے۔ (بشرطیکہ ان چیزوں کو ہی خود اثر کرنے والا سمجھے) میں نے ان سے کہا آپ یہ کیسے کہہ رہے ہیں؟ میری آنکھ دکھنے آتی تھی میں فلاں یہودی کے پاس جایا کرتی تھی وہ دم کیا کرتا تھا۔ جب بھی وہ دم کرتا میری آنکھ ٹھیک ہو جاتی۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا یہ سب کچھ شیطان کی طرف سے تھا۔ شیطان تمہاری آنکھ پر ہاتھ سے کوچا مارتا تھا (جس سے آنکھ دکھنے لگ جاتی تھی) جب وہ یہودی دم کرتا تو وہ اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لیتا (جس سے آنکھ ٹھیک ہو جاتی) تمہیں یہ کافی تھا کہ تم اس موقع پر یہ دعا پڑھ لیتیں جو کہ حضورؐ پڑھا کرتے تھے: اذهب الباس رب الناس اشف انت الشافی لا شفاء الا شفاءك شفاء لا يغادر سقما۔[2]

۱۔ اخرجه الشيخان كذافي التفسير لابن كثير (ج ۲ ص ۵۷۵)

۲۔ اخرجه احمد كذافي التفسير لابن كثير (ج ۲ ص ۴۹۴)

حضرت عکرمہؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن رواحہؓ اپنی بیوی کے پہلو میں لیٹے ہوئے تھے ان کی باندی گھر کے کونے میں (سو رہی) تھی۔ یہ اٹھ کر اس کے پاس چلے گئے اور اس میں مشغول ہو گئے۔ ان کی بیوی گھبرا کر اٹھی اور ان کو بستر پر نہ پایا تو وہ اٹھ کر باہر چلی گئی اور انہیں باندی میں مشغول دیکھا۔ وہ اندر واپس آئی اور چھری لے کر باہر نکلی اتنے میں یہ فارغ ہو کر کھڑے ہو چکے تھے اور اپنی بیوی کو راستے میں ملے۔ بیوی نے چھری اٹھائی ہوئی تھی۔ انھوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ بیوی نے کہا ہاں کیا بات ہے؟ اگر میں تمہیں وہاں پالیتی جہاں میں نے تمہیں دیکھا تھا تو میں تمہارے کندھوں کے درمیان یہ چھری گھونپ دیتی۔ حضرت ابن رواحہؓ نے کہا تم نے مجھے کہاں دیکھا تھا انھوں نے کہا میں نے تمہیں باندی کے پاس دیکھا تھا۔ حضرت ابن رواحہؓ نے کہا تم نے مجھے وہاں نہیں دیکھا تھا (میں باندی کے پاس نہیں گیا۔ میں نے اس کے ساتھ کچھ نہیں کیا۔ اگر میں نے اس کے ساتھ کچھ کیا ہوتا تو میں جنبی ہوتا) اور حضورؐ نے حالت جنابت میں قرآن پڑھنے سے ہمیں منع فرمایا ہے (اور میں ابھی قرآن پڑھ کر تمہیں سنا دیتا ہوں) ان کی بیوی نے کہا اچھا قرآن پڑھو۔ انھوں نے یہ اشعار (اس طرح سے) پڑھے (کہ ان کی بیوی قرآن سمجھتی رہی۔ (محبت بڑھانے کے لئے میاں بیوی کا آپس میں جھوٹ بولنا جائز ہے)۔

اتانا رسول اللّٰہ یتلو کتابہ ۔۔۔ کما لاح مشھور من الفجر ساطع

ہمارے پاس اللہ کے رسول آئے جو اللہ کی ایسی کتاب پڑھتے ہیں جو کہ روشن اور چمکدار صبح کی طرح چمکتی ہے۔

اتی بالھدی بعد العمی فقلوبنا ۔۔۔ بہ موقنات ان ماقال واقع

آپ لوگوں کے اندھے پن کے بعد ہدایت لے کر آئے اور ہمارے دلوں کو یقین ہے کہ آپؐ نے جو کچھ کہا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ اذا ستثقلت بالمشرکین المضاجع

جب مشرکین بستروں پر گہری نیند سو رہے ہوتے ہیں اس وقت آپؐ عبادت میں ساری رات گزار دیتے ہیں، اور آپؐ کا پہلو بستر سے دور رہتا ہے۔

یہ اشعار سن کر ان کی بیوی نے کہا میں اللہ پر ایمان لاتی ہوں اور میں اپنی نگاہ کو غلط قرار دیتی ہوں۔ پھر صبح کو حضرت ابن رواحہؓ نے حضورؐ کی خدمت میں جا کر یہ واقعہ سنایا تو حضورؐ اتنا ہنسے کہ آپؐ کے دندان مبارک نظر آنے لگے۔[1]

---

[1] اخرجہ الدار قطنی (ص ۴۴) و اخرجہ الدار قطنی (ص ۴۵) ایضا من طریق آخر عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال دخل عبداللہ بن رواحۃ رضی اللہ عنہ فذکرہ نحوہ فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی ان یقرا احدنا القرآن وھو جنب قال فی التعلیق المغنی (ص ۴۵) فیہ سلمۃ بن بھرام وثقہ ابن معین و ابوزرعۃ وضعفہ ابوداؤد انتھی۔

حضرت حبیب بن ابی ثابتؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو وائلؒ سے کچھ پوچھنے گیا۔ انھوں نے کہا ہم جنگ صفین میں تھے تو ایک آدمی نے کہا کیا آپؓ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی کتاب کی طرف بلائے جا رہے ہیں؟ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں (میں نے انہیں دیکھا ہے) حضرت سہل بن حنیفؓ نے (اس آدمی کو) کہا، اپنے آپ کو قصوروار ٹھہراؤ کیونکہ ہم نے صلح حدیبیہ کے دن جس دن حضورؐ اور مشرکوں کے درمیان صلح ہوئی تھی یہ دیکھا تھا کہ اگر ہم لڑنا مفید سمجھتے تو ہم مشرکوں سے لڑ سکتے تھے (لیکن ہم نے مفید نہ سمجھا صلح کے بعد) حضرت عمرؓ نے (حضورؐ کی خدمت میں) عرض کیا کیا ہم حق پر اور یہ مشرک باطل پر نہیں ہیں؟ کیا ہمارے شہید جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں جائیں گے؟ اور ابھی اللہ نے ہمارے درمیان فیصلہ نہیں فرمایا تو ہم واپس کیوں جا رہے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا اے ابن خطاب! میں اللہ کا رسول ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ ہرگز ضائع نہیں ہونے دیں گے (اس سے حضرت عمرؓ کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا بلکہ) وہ غصہ میں بھرے سیدھے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا، اے ابوبکر! کیا ہم حق پر اور یہ مشرک باطل پر نہیں؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اے ابن خطاب! یہ اللہ کے رسولؐ ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز ضائع نہیں ہونے دیں گے پھر سورت الفتح نازل ہوئی۔[۱] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت سہل بن حنیفؓ نے کہا اے لوگو! اپنی رائے کو ناقص سمجھو میں نے حضرت ابو جندلؓ (کے مشرکوں کی طرف واپس کئے جانے) کے دن دیکھا (کہ جب حضورؐ نے انہیں مشرکوں کی طرف واپس کرنے کو مان لیا تو مجھے اس سے اتنی زیادہ گرانی ہوئی) کہ حضورؐ کی بات ۔ بہ انکار کی اگر مجھ میں طاقت ہوتی تو اس دن میں ضرور انکار کر دیتا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب سورت فتح نازل ہوئی تو حضورؐ نے حضرت عمر بن خطابؓ کو بلایا اور انہیں سورت فتح پڑھ کر سنائی۔[۲] اور دعوت الی اللہ کے باب میں صلح حدیبیہ کے قصہ میں بخاری کی لمبی حدیث گزر چکی ہے جسے حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت مروان رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابو جندلؓ نے کہا اے مسلمانو! میں تو مسلمان ہو کر آیا تھا اور اب مجھے مشرکوں کی طرف واپس کیا جا رہا ہے کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ میں کتنی مصیبتیں اٹھا رہا ہوں؟ اور واقعی انہیں اللہ کی خاطر سخت مصیبتیں پہنچائی گئی تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ کیا آپؐ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا، ہوں۔ پھر میں نے کہا کہ کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں نے عرض کیا پھر ہم کیوں اتنا دب کر صلح کریں؟ آپؐ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں، اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا اور وہی میرا مددگار ہے۔

---

۱ ۔ اخرجه البخاری فی التفسیر وقدرواه البخاری ایضا فی مواضع اخر و مسلم والنسائی من طرق اخر عن سهل بن حنیف به ۲ ۔ کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۲۰۰)

میں نے کہا کیا آپؐ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جا کر اس کا طواف کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں میں نے کہا تھا لیکن کیا میں نے تم کو یہ بھی کہا تھا کہ ہم اسی سال بیت اللہ جائیں گے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا تم بیت اللہ ضرور جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکرؓ کے پاس گیا اور ان سے کہا اے ابوبکر! کیا یہ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ انھوں نے کہا، ہیں۔ میں نے کہا کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ انھوں نے کہا، تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں نے کہا پھر ہم کیوں اتنا دب کر صلح کریں؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اے آدمی! وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتے اور اللہ ان کا مددگار ہے تم ان کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھو۔ اللہ کی قسم! وہ حق پر ہیں، میں نے کہا کیا انھوں نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جا کر اس کا طواف کریں گے؟ انھوں نے کہا، ہاں۔ انھوں نے کہا تھا لیکن کیا انھوں نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ جاؤ گے؟ میں نے کہا، نہیں۔ انھوں نے کہا تم بیت اللہ ضرور جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں نے اپنی اس گستاخی کی معافی کے لئے بہت سے اعمال خیر کئے۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ سے واپسی پر نبی کریمؐ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَاتَأَخَّرَ (سورت فتح آیت ۲) ترجمہ "تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے" حضورؐ نے فرمایا آج مجھ پر ایک آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے روئے زمین کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر حضورؐ نے صحابہ کو یہ آیت سنائی۔ صحابہ نے کہا اے اللہ کے نبی! آپکو یہ خوشخبری مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمائیں گے لیکن یہ نہ پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ کیا معاملہ فرمائیں گے؟ اس پر حضورؐ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ سے لے کر فوزاً عظیما تک (سورۃ فتح آیت ۵) ترجمہ تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسی بہشت میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ کو رہیں گے اور تاکہ ان کے گناہ دور کر دے اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ سے واپسی میں یہ آیت حضورؐ پر نازل ہوئی اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا (سورۃ فتح آیت ۱) ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی۔ "حضورؐ کے صحابہؓ کو (بیت اللہ کے قریب پہنچ کر) عمرہ کرنے سے روک دیا گیا تھا اور حضورؐ اور صحابہؓ نے حدیبیہ میں قربانی کے جانور ذبح کر دیئے تھے اور سب پر بہت زیادہ رنج و غم طاری تھا۔ حضورؐ نے فرمایا مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے اور پھر

---

[1] اخرجه احمد و اخرجه الشيخان عن انس كمافي التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۱۸۳)

حضورؐ نے یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۝ لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ سے لے کر عزیزا ۝ تک۔ حضورؐ کے صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! آپ کو مبارک ہو۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔[1]

حضرت مجمع بن جاریہ انصاریؓ پورا قرآن پڑھے ہوئے قاریوں میں سے تھے وہ فرماتے ہیں کہ ہم صلح حدیبیہ کے وقت موجود تھے جب ہم وہاں سے واپس ہوئے تو لوگ اونٹوں کو دوڑا رہے تھے کچھ لوگوں نے دوسروں سے پوچھا کہ ان لوگوں کو کیا ہوا؟ (یہ اونٹ اتنے تیز کیوں دوڑا رہے ہیں) ان لوگوں نے بتایا کہ حضورؐ پر وحی نازل ہوئی ہے تو ہم بھی ان لوگوں کے ساتھ سواریاں تیز دوڑانے لگے۔ جب حضورؐ کے پاس پہنچے تو حضورؐ کراع الغمیم مقام کے نزدیک اپنی سواری پر تشریف فرما تھے۔ آہستہ آہستہ لوگ آپؐ کے پاس جمع ہوگئے۔ پھر آپؐ نے اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا پڑھ کر سنائی۔ حضورؐ کے پاس صحابہ میں سے ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ فتح تھی؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے یہ یقیناً زبردست فتح تھی۔ آگے اور بھی حدیث ہے۔[2]

حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ تم لوگ فتح مکہ کو بڑی فتح سمجھتے ہو۔ فتح مکہ بھی بڑی فتح ہے لیکن ہم صلح حدیبیہ کے دن جو بیعت الرضوان ہوئی تھی اسے سب سے بڑی فتح سمجھتے ہیں۔ آگے اور بھی حدیث ہے۔[3] حضرت جابرؓ فرماتے ہیں ہم بڑی فتح صرف صلح حدیبیہ کو ہی شمار کرتے تھے۔

حضرت قیس بن حجاجؒ اپنے ایک استاد سے نقل کرتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے مصر فتح کر لیا اور مصری مہینوں میں سے بونہ نامی مہینہ شروع ہو گیا تو مسلمانوں کے امیر حضرت عمرو بن عاصؓ کے پاس مصر والے آئے اور انھوں نے کہا اے امیر صاحب! ہمارے اس دریائے نیل کے جاری رہنے کے لئے ایک پرانی رسم ہے وہ رسم ہم ادا نہ کریں تو دریائے نیل کا پانی خشک ہو جاتا ہے۔ حضرت عمروؓ نے فرمایا وہ رسم کیا ہے؟ مصر والوں نے کہا وہ رسم یہ ہے جب اس (بونہ) مہینے کی بارہ تاریخ ہو جاتی ہے تو ہم ایک کنواری لڑکی کو تلاش کرتے ہیں جو اپنے ماں باپ کے پاس رہتی ہو۔ اس کے ماں باپ کو (بہت سا مال دے کر) راضی کرتے ہیں۔ پھر اس لڑکی کو سب سے عمدہ زیور اور کپڑے پہناتے ہیں اور پھر اسے دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ حضرت عمروؓ نے ان سے فرمایا یہ کام اسلام میں نہیں ہو سکتا۔ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام غلط کاموں کو ختم کر دیتا ہے۔ وہ مصری لوگ بونہ مہینے میں وہاں ہی رہے دریائے نیل میں پانی بالکل نہیں تھا۔ بالآخر

۱۔ عند ابن جریر (ج ۲۶ ص ۴۴) ۲۔ اخرجه احمد ورواه ابوداؤد فی الجهاد کمافی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۱۸۳) ۳۔ اخرجه البخاری کمافی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۱۸۲) واخرجه ابن جریر فی تفسیره (ج ۲۶ ص ۴۴) عن البراء نحوه

مصریوں نے مصر چھوڑ کر جانے کا ارادہ کر لیا۔ حضرت عمروؓ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خط میں یہ ساری تفصیل لکھ کر بھیجی حضرت عمرؓ نے جواب میں یہ لکھا کہ تم نے جو کیا وہ بالکل ٹھیک ہے اور میں اس خط کے ساتھ ایک پرچہ بھیج رہا ہوں اسے دریائے نیل میں ڈال دو۔ پھر آگے اور حدیث بھی ہے جیسے کہ تائیدات غیبیہ کے باب میں دریاؤں کے مسخر ہونے کے ذیل میں آئے گی۔ اس کے آخر میں یہ ہے کہ حضرت عمروؓ نے وہ پرچہ دریائے نیل میں ڈال دیا۔ (یہ جمعہ کا دن تھا) ہفتہ کے دن صبح کو لوگوں نے جا کر دیکھا تو وہ حیران رہ گئے کہ ایک ہی رات میں اللہ تعالیٰ نے دریائے نیل میں سولہ ہاتھ پانی چڑھا دیا تھا اور یوں اللہ تعالیٰ نے مصر والوں کو اس غلط رسم کو ختم کرا دیا۔ اور آج تک وہ رسم ختم ہے (اس کے بغیر ہی دریائے نیل میں مسلسل پانی چل رہا ہے۔) [1]

حضرت سہم بن منجابؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت علاء بن حضرمیؓ کے ساتھ ایک غزوے میں گئے ہم چلتے چلتے دارین (جزیرے) کے پاس پہنچ گئے۔ ہمارے اور دارین والوں کے درمیان سمندر تھا۔ حضرت علاءؓ نے یہ دعا مانگی یا علیم یا حلیم یا علی یا عظیم ! ہم تیرے بندے ہیں اور تیرے راستہ میں ہیں تیرے دشمن سے جنگ کرنے آئے ہیں۔ اے اللہ! دشمن تک پہنچنے کا ہمارے لئے راستہ بنا دے۔ اس کے بعد حضرت علاءؓ ہمیں لے کر سمندر میں اتر گئے اور ہم بھی ان کے ساتھ گھس گئے لیکن سمندر کا پانی ہماری زین کے نمدوں تک بھی نہیں پہنچا اور ہم لوگ ان تک پہنچ گئے۔ [2] حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی اس جیسی حدیث منقول ہے۔ اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ کسریٰ کے گورنر ابن مکعبر نے جب ہمیں (یوں سمندر پر چل کر آتے ہوئے) دیکھا تو اس نے کہا نہیں اللہ کی قسم! ہم ان لوگوں سے نہیں لڑ سکتے (ان کے ساتھ اللہ کی غیبی مدد ہے)۔ پھر وہ کشتی میں بیٹھ کر فارس چلا گیا۔ [3] اور عنقریب جنگ قادسیہ کے دن حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے دریائے دجلہ پار کرنے کے بارے میں احادیث آئیں گی اور ان میں حضرت حجر بن عدیؓ کا یہ قول بھی آئے گا کہ آپ لوگوں کو پار کر کے دشمن تک پہنچنے سے صرف پانی کی یہ بوند یعنی دریائے دجلہ روک رہا ہے پھر یہ آیت پڑھی: وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتَابًا مُّؤَجَّلًا ۔ (سورۃ آل عمران آیت ۱۴۵) ترجمہ ''اور کسی شخص کو موت آنا ممکن نہیں بدون حکم اللہ تعالیٰ کے، اس طور سے کہ اس کی معیاد معین لکھی ہوئی رہتی ہے'' پھر حضرت حجر بن عدیؓ نے اپنا گھوڑا دریائے دجلہ میں ڈال دیا۔ جب انہوں نے ڈالا تو تمام لوگوں نے اپنے جانور دریا میں ڈال دیئے۔ جب دشمن کے

۱۔ اخرجه الحافظ ابو القاسم اللالكائي في السنة و اخرجه ايضا ابن عساكر و ابو الشيخ وغيرهما ۲۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۷) ۳۔ اخرجه ابو نعيم ايضا (ج ۱ ص ۸) و اخرجه ابو نعيم في الدلائل (ص ۲۰۸) عن ابي هريرةؓ والطبراني عنه وابن ابي الدنيا عن سهم بن منجاب والبيهقي عن انس رضي الله عنه كما ستاتي احاديث هولاء في تسخير البحار

لوگوں نے ان کو (یوں دریا پر چل کر) آتے ہوئے دیکھا تو وہ کہنے لگے "دیو آگئے، دیو آگئے، "اور دشمن کے لوگ (آخرکار) بھاگ گئے۔ [1]

حضرت معاویہ بن حرملؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ (مدینہ منورہ کے پتھریلے میدان) حرہ میں آگ نکلی تو حضرت عمرؓ حضرت تمیمؓ کے پاس گئے اور ان سے فرمایا کہ اٹھو اور اس آگ کا انتظام کرو۔ حضرت تمیمؓ نے کہا اے امیر المومنین! میں کون ہوں؟ میں کیا ہوں؟ (تواضع کرنے لگے) حضرت عمرؓ ان پر اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت تمیمؓ کھڑے ہو گئے اور دونوں آگ کی طرف چل پڑے اور میں ان کے پیچھے چلنے لگا۔ وہاں پہنچ کر حضرت تمیمؓ آگ کو اپنے ہاتھ سے دھکا دیتے رہے کہ وہ آگ (اس) گھاٹی میں داخل ہو گئی (جس میں سے نکل کر آئی تھی) اور آگ کے پیچھے حضرت تمیمؓ بھی گھاٹی کے اندر چلے گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ جس نے یہ منظر نہیں دیکھا وہ دیکھنے والے کے برابر نہیں ہو سکتا (کیونکہ اسے دیکھ کر ایمان تازہ ہو گیا ہے) [2]

بحرین کے ایک صاحب ابو سکینہؒ نبی کریم ﷺ کے ایک صحابیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے خندق کھودنے کا حکم دیا تو (خندق کھودتے ہوئے) صحابہؓ کے سامنے ایک چٹان آگئی جس نے صحابہؓ کو خندق کھودنے سے روک دیا۔ حضورؐ خندق کے ایک کنارے پر چادر رکھ کر کھڑے ہوئے اور کدال لے کر یہ آیت پڑھی: وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلمتہ وھو السمیع العلیم (سورۃ انعام آیت ۱۱۵) ترجمہ "اور آپ کے رب کا کلام واقفیت اور اعتدال کے اعتبار سے کامل ہے۔ اس کے کلام کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ خوب سن رہے ہیں خوب جان رہے ہیں۔" اور آپؐ نے زور سے کدال چٹان پر ماری اس سے چٹان کا تہائی حصہ ٹوٹ کر گر پڑا۔ حضرت سلمان فارسیؓ کھڑے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ حضور ﷺ کے کدال مارنے کے ساتھ ایک چمک ظاہر ہوئی پھر آپؐ نے دوبارہ وہی آیت پڑھ کر کدال ماری تو چٹان کا دوسرا تہائی حصہ بھی ٹوٹ کر گر پڑا اور پھر دوبارہ ایک چمک ظاہر ہوئی جسے حضرت سلمانؓ نے دیکھا حضور ﷺ نے تیسری مرتبہ وہی آیت پڑھ کر کدال ماری تو چٹان کا آخری تیسرا حصہ بھی ٹوٹ کر گر پڑا پھر حضور ﷺ خندق سے باہر تشریف لائے اور اپنی چادر لے کر بیٹھ گئے۔ حضرت سلمانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے دیکھا کہ آپ جب بھی چٹان پر چوٹ مارتے تو اس کے ساتھ ایک چمک ظاہر ہوتی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے سلمان! کیا تم نے اسے دیکھ لیا؟ حضرت سلمانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، ہاں میں نے اسے دیکھا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب میں نے پہلی دفعہ چوٹ ماری تھی تو اس وقت کسریٰ کا شہر مدائن اور

---

[1] اخرجه ابن ابی حاتم عن حبیب بن ظبیان   [2] اخرجه ابو نعیم فی الدلائل ص ۲۱۲ و اخرجه البیهقی والبغوی کذا فی سیاتی فی التائیدات الغیبیة فی اطاعة النیران

اس کے آس پاس کے علاقے اور بہت سارے شہر میرے سامنے ظاہر کر دیئے گئے جنہیں میں نے دیکھا۔ وہاں جو صحابہؓ اس وقت موجود تھے انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اللہ سے یہ دعا کریں کہ وہ یہ تمام شہر فتح کر کے ہمیں دے دے اور ان کی اولاد کو ہمارے لئے مال غنیمت بنا دے اور ان کے شہروں کو ہمارے ہاتھوں اجاڑ دے؛ چنانچہ آپؐ نے یہ دعا فرمائی اور فرمایا پھر میں نے دوسری مرتبہ چوٹ ماری تو قیصر کے شہر اور آس پاس کے علاقے میرے سامنے ظاہر کر دیئے گئے جنہیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اللہ سے یہ دعا کریں کہ وہ یہ تمام علاقے فتح کر کے ہمیں دے دے اور ان کی اولاد کو ہمارے لئے مال غنیمت بنا دے اور ان کے شہروں کو ہمارے ہاتھوں اجاڑ دے، چنانچہ آپؐ نے یہ دعا فرمائی اور فرمایا پھر میں نے تیسری مرتبہ چوٹ ماری تو حبشہ کے شہر اور اس کے آس پاس کے علاقے میرے سامنے ظاہر کیئے گئے جنہیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا پھر حضور ﷺ نے فرمایا جب تک حبشہ والے تمہیں چھوڑے رکھیں تم بھی انہیں چھوڑے رکھو اور جب تک ترک تمہیں چھوڑے رکھیں تم بھی انہیں چھوڑے رکھو۔ یہ حکم شروع میں تھا بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ (اور ہر ملک میں جانے کا حکم آ گیا) [1] حضرت عمرو بن عوف مزنیؓ ایک حدیث ذکر فرماتے ہیں جسمیں یہ مضمون ہے کہ پھر حضور ﷺ تشریف لائے اور حضرت سلمانؓ سے کدال لے کر اس زور سے ماری کہ چٹان ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور اس میں سے ایک روشنی نکلی جس سے سارا مدینہ روشن ہو گیا اور ایسے لگا کہ جیسے اندھیری رات میں چراغ جل رہا، حضور اکرمؐ نے ایسے تکبیر کہی جیسے دشمن پر فتح کے وقت کہی جاتی ہے اور مسلمانوں نے بھی تکبیر کہی اور حضورؐ نے دوبارہ کدال ماری تو پھر ایسے ہی ہوا۔ حضورؐ نے تیسری مرتبہ کدال ماری تو پھر ایسے ہی ہوا۔ پھر حضرت سلمانؓ اور مسلمانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا۔ اور اس روشنی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا حضور ﷺ نے فرمایا پہلی چوٹ لگانے سے میرے سامنے حیرہ مقام کے محل اور کسریٰ کا مدائن ایسے روشن ہو گیا جیسے کتے کے نوکدار دانت چمکتے ہیں اور حضرت جبرائیلؑ نے مجھے بتایا کہ میری امت ان پر غلبہ حاصل کرے گی اور دوسری چوٹ لگانے سے روم کے سرخ محل ایسے روشن ہو گئے جیسے کہ کتے کے نوکدار دانت چمکتے ہیں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ میری امت ان پر غلبہ حاصل کرے گی اور تیسری مرتبہ چوٹ لگانے سے صنعا کے محل ایسے روشن ہو گئے جیسے کہ کتے کے نوکدار دانت چمکتے ہیں۔ اور حضرت جبرائیلؑ نے مجھے بتایا کہ میری امت ان پر غلبہ حاصل کرلے گی، اس لئے تم سب خوشخبری حاصل کرو یہ سن کر تمام مسلمان بہت خوش ہوئے اور انھوں نے کہا الحمدللہ سچا وعدہ ہے اور جب کفار کی جماعتیں خندق پر پہنچیں تو مسلمانوں نے کہا یہ تو وہ ہو رہا

---

[1] اخرجه النسائي قال ابن كثير في البداية (ج ۳ص ۱۰۲) هكذا رواه النسائي مطولا وانما روى منه ابو داؤد دعوانا لله ماد عوكم واتر كوا الترك ماتر كو كم. انتهى

ہے جس کی ہمیں اللہ اور اس کے رسولؐ نے خبر دی تھی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا تھا (اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اس واقعہ نے مسلمانوں کے ایمان اور اطاعت کو اور بڑھادیا اور منافقوں نے کہا تمہارے رسول تمہیں یہ بتا رہے ہیں کہ وہ یثرب یعنی مدینہ سے ہی حیرہ کے محل اور کسریٰ کا مدائن دیکھ رہے ہیں اور وہ فتح ہو کر تمہیں ملیں گے اور تمہارا حال یہ ہے کہ تم لوگ خندق کھودرہے ہو اور تم لوگ تو میدان میں ان کے سامنے جا ہی نہیں سکتے۔ اس پر منافقوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا (سورۃ احزاب آیت ۱۲) ترجمہ: ''اور جبکہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یوں کہہ رہے تھے کہ ہم سے تو اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے محض دھوکہ ہی کا وعدہ کر رکھا ہے۔[1]

تائیدات غیبیہ کے باب میں غزوات میں کھانے کی برکت کے عنوان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک لمبی حدیث آرہی ہے جس میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا مجھے چھوڑو، سب سے پہلے میں اس پتھر پر چوٹ ماروں گا، چنانچہ آپؐ نے بسم اللہ پڑھی اور اس پتھر پر ایسی چوٹ ماری جس سے اس کا ایک تہائی حصہ ٹوٹ کر گر گیا اور آپؐ نے فرمایا، اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! روم کے محلات! آپؐ نے پھر اس پر ایسی چوٹ ماری جس سے ایک اور ٹکڑا ٹوٹ کر گر پڑا آپؐ نے فرمایا اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! فارس کے محلات! اس پر منافقوں نے کہا کہ ہم تو (اپنی جان بچانے کے لئے) اپنے اردگرد خندق کھودرہے ہیں اور یہ ہم سے فارس اور روم کے محلات کا وعدہ کر رہے ہیں۔[2]

اور عنقریب تائیدات غیبیہ کے باب میں زہر کے اثر نہ ہونے کے عنوان میں یہ مضمون آئے گا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے زہر پیا اور فرمایا کوئی انسان اپنے وقت سے پہلے نہیں مر سکتا اور یہ بھی آئے گا کہ عمروؓ نے کہا اے عربوں کی جماعت! جب تک تمہارے طبقہ (صحابہؓ) کا ایک فرد بھی باقی رہے گا تم جس کام یا ملک کا ارادہ کرو گے اس کے مالک بن جاؤ گے اور یہ بھی آئے گا کہ عمروؓ نے حیرہ والوں سے کہا میں نے آج جیسا واضح دلیل والا دن کبھی نہیں دیکھا اور نصرت خداوندی کے اسباب کے باب میں آئے گا کہ حضرت ثابت بن اقرمؓ نے کہا اے ابوہریرہ! ایسے لگ رہا ہے کہ آپ دشمن کی بہت زیادہ فوجیں دیکھ رہے ہیں (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے کہا جی ہاں۔ حضرت ثابت نے کہا آپ ہمارے ساتھ جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے (اللہ کی طرف سے) ہماری مدد تعداد کی کثرت کی وجہ سے نہیں ہوتی (وہ تو ایمان و اعمال اور داعیانہ جذبات کی وجہ سے ہوتی ہے) اور یہ بھی آئے گا کہ ایک آدمی نے حضرت خالدؓ

---

[1] اخرجه ابن جرير قال ابن كثير في البداية (ج ۴ ص ۱۰۰) وهذا حديث غريب

[2] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۶ ص ۱۳۲) رجاله رجال الصحيح غير عبدالله بن احمد بن حنبل ونعيم العنبري و هما ثقتان انتهى.

سے کہا آج رومی کتنے زیادہ اور مسلمان کتنے کم ہیں۔ حضرت خالدؓ نے کہا نہیں رومی کتنے کم اور مسلمان کتنے زیادہ ہیں۔ لشکر نصرت خداوندی سے زیادہ ہوتے ہیں اور نصرت خداوندی سے محروم ہوں تو کم ہو جاتے ہیں۔ کثرت اور قلت کا دار و مدار انسانوں کی تعداد پر نہیں ہے اللہ کی قسم! میری تمنا ہے کہ میرا اشقر نامی گھوڑا تندرست ہو جائے اور رومیوں کی تعداد دگنی ہو جائے اور یہ بھی آئے گا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا: امابعد! تمہارا خط میرے پاس آیا جس میں تم نے لکھا ہے کہ رومیوں کے لشکر بہت زیادہ جمع ہو گئے ہیں۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے ساتھ ہماری مدد سامان کی کثرت اور لشکروں کی کثرت کی وجہ سے نہیں کی تھی۔ ہم حضورؐ کے ساتھ غزوے میں جایا کرتے تھے اور ہمارے ساتھ صرف دو گھوڑے ہوتے تھے اور بعض غزوات میں اونٹ اتنے کم ہوتے تھے کہ ہم باری باری ان پر سوار ہوتے تھے۔ اور جنگ احد کے دن ہم حضورؐ کے ساتھ تھے، ہمارے پاس صرف ایک گھوڑا تھا جس پر حضورؐ سوار تھے اور اللہ تعالیٰ ہمارے تمام مخالفوں کے خلاف ہماری پشت پناہی کرتے تھے اور پہلے یہ بھی گزر چکا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بڑے سخت حالات کے باوجود حضرت اسامہؓ کا لشکر روانہ فرمایا تھا، ہر طرف سے عرب ان پر ٹوٹ پڑے تھے (چند قبائل کے سوا) سارے عرب والے مرتد ہو گئے تھے اور نفاق ظاہر ہو گیا تھا اور یہودیت اور نصرانیت گردن اٹھانے لگی تھی اور چونکہ حضورؐ کے حادثہ انتقال کا صدمہ تازہ تھا اور صحابہؓ کی تعداد کم اور دشمن کی تعداد زیادہ تھی اس وجہ سے صحابہؓ کی حالت اس بکری جیسی تھی جو سخت سردی والی رات میں بارش میں بھیگ گئی ہو اور صحابہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ حضرت اسامہؓ کے لشکر کو روک لیں لیکن حضرت ابوبکرؓ چونکہ صحابہؓ میں سب سے زیادہ سمجھدار اور دور اندیش تھے اس وجہ سے انھوں نے کہا کیا میں اس لشکر کو روک لوں جسے رسول اللہؐ نے بھیجا؟ اگر میں ایسا کروں تو یہ میری بہت بڑی جسارت ہوگی۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے سارے عرب مجھ پر ٹوٹ پڑیں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں اس لشکر کو جانے سے روک دوں جسے حضورؐ نے روانہ فرمایا تھا، اے اسامہ! تم اپنے لشکر کو لے کر وہاں جاؤ جہاں جانے کا تمہیں حکم ہوا تھا اور فلسطین کے جس علاقہ میں جا کر لڑنے کا حضورؐ نے تمہیں حکم دیا تھا وہاں جا کر اہل موتہ سے لڑو، تم جنہیں یہاں چھوڑ کر جا رہے ہو اللہ ان کے لئے کافی ہے۔ اور غزوہ موتہ کے دن کے بیان میں یہ گزر چکا ہے کہ جب دشمن کی تعداد دو لاکھ ہو گئی تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے میری قوم! اللہ کی قسم! جس شہادت کو تم پسند نہیں کر رہے ہو (حقیقت میں) تم اسی کی تلاش میں نکلے ہو۔ ہم لوگوں سے جنگ تعداد، طاقت اور کثرت کی بنیاد پر نہیں کرتے بلکہ ہم تو لوگوں سے جنگ اس دین کی بنیاد پر کرتے ہیں جس کے ذریعے اللہ نے ہمیں عزت عطا فرمائی ہے، لہٰذا چلو دو کامیابیوں میں سے ایک

کامیابی تو ضرور ملے گی یا تو دشمن پر غلبہ یا اللہ کے راستہ کی شہادت۔ اس پر لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! ابن رواحہؓ نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔ اس بارے میں صحابہؓ کے کتنے قصے اس کتاب میں جگہ جگہ موجود ہیں بلکہ احادیث غزوات اور سیرت کی کتابوں میں بھی کثرت سے موجود ہیں، لہٰذا انہیں دوبارہ ذکر کر کے ہم اس کتاب کو مزید لمبا نہیں کرنا چاہتے۔

ایمان کی حقیقت اور اس کا کمال

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضورؐ مسجد میں تشریف لے گئے تو وہاں حضرت حارث بن مالکؓ سو رہے تھے۔ حضورؐ نے ان کو پاؤں سے ہلایا اور فرمایا اپنا سر اٹھاؤ۔ انھوں نے سر اٹھا کر کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا، اے حارث بن مالک! تم نے کس حال میں صبح کی؟ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے پکا سچا مومن ہونے کی حالت میں صبح کی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہر حق بات کی کوئی حقیقت ہوا کرتی ہے جو تم کہہ رہے ہو اس کی حقیقت کیا ہے؟ حضرت حارثؓ نے عرض کیا میں نے اپنے آپ کو دنیا سے ہٹا لیا اور دن کو میں پیاسا رہتا ہوں یعنی روزہ رکھتا ہوں اور رات کو جاگتا ہوں اور مجھے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے میں اپنے رب کے عرش کو دیکھ رہا ہوں اور جنت والوں کو جنت میں ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور جہنم والوں کو ایک دوسرے پر بھونکتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارا دل نورانی بنا دیا ہے اور تم نے (ایمان کی حقیقت کو) پہچان لیا ہے، لہٰذا تم اس (ایمانی کیفیت) پر پکے رہو۔[1] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا تم نے (حقیقت کو) دیکھ لیا ہے اب اس کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ پھر حضورؐ نے فرمایا، اس بندے کے دل میں اللہ نے ایمان کو روشن کیا ہے۔ انھوں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! آپ میرے لئے اللہ سے شہادت کی دعا فرما دیں۔ حضورؐ نے دعا فرما دی، چنانچہ ایک دن اعلان ہوا کہ اے اللہ کے سوارو! (گھوڑوں پر) سوار ہو جاؤ۔ اس پر یہی سب سے پہلے سوار ہوئے اور یہی سب سے پہلے شہید ہوئے۔[2]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضورؐ تشریف لے جا رہے تھے کہ سامنے سے ایک انصاری نوجوان آئے۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا اے حارث! تم نے کس حال میں صبح کی؟ انھوں نے عرض کیا میں نے اللہ پر پختہ ایمان لانے کی حالت میں صبح کی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا تم دیکھ لو، کیا کہہ رہے ہو؟ کیونکہ ہر قول کی حقیقت ہوا کرتی ہے۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے

---

[1] اخرجه ابن عساكر و اخرجه العسكرى فى الامثال عن انس نحوه الا انه سماه حارثة بن النعمان . [2] كذافى منتخب الكنز (ج ۵ ص ۱۲۰)

اپنا دل دنیا سے ہٹالیا ہے پھر آگے عسکری جیسی حدیث ذکر کی ہے اور مزید کچھ اور مضمون بھی ہے۔[1] اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہر قول کی کوئی حقیقت ہوا کرتی ہے تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟[2]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے کس حال میں صبح کی؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا میں نے آپ پر ایمان لانے کی حالت میں صبح کی، حضورؐ نے فرمایا ہر بات کی سچائی کی کوئی دلیل ہوتی ہے اور ہر حق بات کی ایک حقیقت ہوتی ہے تمہاری بات کی سچائی کی کیا دلیل ہے؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! جب بھی صبح ہوتی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں شام نہیں کرسکوں گا اور جب بھی شام ہوتی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں صبح نہیں کرسکوں گا اور جب بھی کوئی قدم اٹھاتا ہوں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ میں دوسرا قدم نہیں اٹھاسکوں گا اور گویا کہ میں ان تمام امتوں کی طرف دیکھ رہا ہوں جو گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوئی ہیں اور انہیں ان کے اعمال نامے کی طرف بلایا جارہا ہے اور ان کے ساتھ ان کے نبی بھی ہیں۔ اور ان کے ساتھ وہ بت بھی ہیں جن کی وہ اللہ کے علاوہ عبادت کیا کرتے تھے اور گویا کہ میں جہنم والوں کی سزا اور جنت والوں کے اجر و ثواب کو دیکھ رہا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے (ایمان کی حقیقت) پہچان لی، اب اسی پر جمے رہنا۔[3] اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف دعوت دینے کے باب میں حضرت سوید بن حارث رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث گزرچکی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی قوم کے سات آدمیوں کا وفد لے کر حضورؐ کی خدمت میں گیا۔ جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپؐ سے گفتگو کی تو آپ کو ہمارا انداز گفتگو اور انداز نشست و برخاست اور لباس پسند آیا۔ آپؐ نے فرمایا تم کون لوگ ہو؟ ہم نے عرض کیا مومن ہیں۔ اس پر آپ مسکرانے لگے اور فرمایا ہر بات کی ایک حقیقت اور نشانی ہوا کرتی

۱۔ اخرجه ابن النجار كما في المنتخب (ج ۵ ص ۱۶۱) و اخرجه ابن المبارك في الزهد عن صالح بن مسمار نحو ما بن ابن عساكر ۲۔ قال الحافظ في الاصابه (ج ۱ ص ۲۸۹) وهو مفصل و كذا اخرجه عبدالرزاق عن صالح بن مسمار و جعفر بن برقان و اخرجه في التفسير عن يزيد السلمي و جاء موصولا فذكر حديث انس المذكور وقال اخرجه الطبراني وابن منده و رواه البيهقي في الشعب من طريق يوسف بن عطية الصفار وهو ضعيف جدا وقال البيهقي هذا منكر و قد خبط فيه يوسف فقال مرة الحارث وقال مرة حارثه وقال ابن صاعد هذا الحديث لايثبت موصولا. انتهى مختصرا و اخرجه البزار عن انس قال الهيثمي (ج ۱ ص ۵۷) وفيه يوسف بن عطية لايحتج به والطبراني عن الحارث بن مالك الانصاری انه مر بالنبيؐ فقال (كيف اصبحت يا حارثه؟ فذكر نحو حديث ابن عساكر قال الهيثمي (ج ۱ ص ۵۷) وفيه ابن لهيعة وفيه من يحتاج الى الكشف عنه. ۳۔ اخرجه ابونعيمؒ في الحلية (ج ۱ ص ۲۴۲)

ہے۔ تمہارے اس قول اور ایمان کی کیا حقیقت اور نشانی ہے؟ حضرت سویدؓ فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا پندرہ خصلتیں ہیں ان میں سے پانچ خصلتیں تو وہ ہیں جن کے بارے میں آپ کے قاصدوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان پر ایمان لائیں اور ان میں سے پانچ خصلتیں وہ ہیں جن کے بارے میں آپ کے قاصدوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان پر عمل کریں اور ان میں سے پانچ خصلتیں وہ ہیں جن کو ہم نے زمانہ جاہلیت میں اختیار کیا تھا اور ہم اب تک ان پر قائم ہیں لیکن اگر ان میں سے کسی کو آپ ناگوار سمجھیں تو ہم اسے چھوڑ دیں گے، پھر آگے اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لانے اور ارکان اسلام اور اخلاق طیبہ کے بارے میں حدیث ذکر کی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نبی کریمؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں قبیلہ بنو حارثہ کے حضرت حرملہ بن زید انصاریؓ آئے اور انھوں نے حضورؐ کے سامنے بیٹھ کر ہاتھ سے زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ! ایمان یہاں پر ہے اور سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا، اور یہاں نفاق ہے اور یہ دل اللہ کا ذکر بہت کم کرتا ہے۔ حضورؐ خاموش رہے، حضرت حرملہؓ نے اپنی بات پھر دہرائی۔ حضورؐ نے حضرت حرملہ کی زبان کا کنارہ پکڑ کر کہا اے اللہ! اس کی زبان کو سچ بولنے والا اور اس کے دل کو شکر کرنے والا بنا دے اور اسے میری محبت نصیب فرما اور جو مجھ سے محبت کرے اس کی محبت بھی اسے نصیب فرما اور اس کے معاملے کو خیر کی طرف موڑ دے۔ حضرت حرملہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے بہت سے بھائی منافق ہیں۔ میں ان کا سردار تھا۔ کیا میں آپ کو ان کے نام نہ بتاؤں؟ حضورؐ نے فرمایا جو بھی ہمارے پاس اس طرح آئے گا جس طرح تم ہمارے پاس آئے ہم اس کے لئے ایسے ہی استغفار کریں گے جیسے ہم نے تمہارے لئے کیا اور جو نفاق پر ہی ڈٹا رہے گا تو اللہ اس سے خود ہی نبٹ لیں گے۔[1]

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر ایمان لانا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے ایک آدمی کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔ وہ جب بھی اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتا تو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ضرور پڑھتا۔ جب وہ لوگ واپس آئے تو انھوں نے حضورؐ سے اس کا تذکرہ کیا۔ حضورؐ نے فرمایا اس سے پوچھو وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ ان لوگوں نے اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ چونکہ اس سورت میں رحمٰن کی صفات کا تذکرہ ہے اس

۱۔ اخرجه ابو نعيم كذافي الكنز (ج ۲ ص ۲۵۰) واخرجه ابن الطبراني واسناده لاباس به اخرجه ابن مندة ايضا وينافي فوائد هشام بن عمار رواية احمد بن سليمان من حديث ابي الدرداء رضي الله عنه نحوه كذافي الاصابة (ج ۱ ص ۳۲۰)

لئے اس کا پڑھنا مجھے بہت پسند ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اسے بتادو کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتے ہیں۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک یہودی عالم نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا محمدؐ! یا کہا یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو ایک انگلی پر، زمینوں کو دوسری انگلی پر رکھا، پہاڑوں، درختوں، پانی اور گیلی مٹی کو تیسری انگلی پر اور باقی ساری مخلوق کو چوتھی انگلی پر رکھا اور اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو ہلا کر فرماتے ہیں کہ میں ہی بادشاہ ہوں۔ حضورؐ اس یہودی عالم کی اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے اتنا ہنسے کہ آپؐ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ پھر آپؐ نے یہ آیت آخر تک پڑھی وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (سورت زمر آیت ۶۷) ترجمہ "اور (افسوس ہے کہ) ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کچھ عظمت نہ کی، جیسی عظمت کرنا چاہئے تھی، حالانکہ (اس کی وہ شان ہے کہ) ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور تمام آسمان لپٹے ہوں گے اس کے داہنے ہاتھ میں۔ وہ پاک اور برتر ہے ان کے شرک سے۔[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ سے کسی نے پوچھا کہ قیامت کے دن کافر کو کیسے منہ کے بل اٹھایا جائے گا؟ حضورؐ نے فرمایا جس ذات نے اسے دنیا میں پاؤں کے بل چلایا وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ اسے قیامت کے دن منہ کے بل چلائے۔[3]

حضرت حذیفہ بن اسیدؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر (اپنی قوم سے) کہا اے بنو غفار! تم بات کیا کرو اور قسم نہ کھایا کرو کیونکہ صادق مصدوق (یعنی جو خود بھی سچ بولتے تھے اور ان سے فرشتہ بھی سچ بات آکر کہتا تھا یعنی حضورؐ) نے مجھے یہ بتایا ہے کہ (قیامت کے دن) لوگوں کو تین جماعتوں میں اٹھایا جائے گا۔ ایک جماعت تو سوار ہوگی اور یہ لوگ کھاتے پیتے اور کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے اور ایک جماعت پیدل بھاگ رہی ہوگی اور ایک جماعت کو فرشتے منہ کے بل گھسیٹ کر (جہنم کی) آگ کے پاس جمع کر رہے ہوں گے ان میں سے ایک آدمی نے پوچھا کہ دو جماعتوں کو تو ہم نے پہچان لیا ہے لیکن جو لوگ پیدل بھاگ رہے ہوں گے ان کا یہ حال کیوں ہوگا؟ حضرت ابوذرؓ نے کہا اللہ تعالیٰ سواری پر آفت ڈال دیں گے اور ایک سواری بھی باقی نہ رہے گی۔ یہاں تک کہ ایک آدمی کے پاس ایک پسندیدہ باغ ہوگا وہ

۱۔ اخرجہ البیہقی فی الاسماء والصفات (ص ۲۰۸) و اخرجہ الشیخان عن عائشۃ کما قال البیہقی۔ ۲۔ اخرجہ البیہقی فی الاسماء و الصفات (ص ۳۳۵) و اخرجہ الشیخان فی صحیحیہما کما قال البیہقی ۳۔ اخرجہ البیہقی فی الاسماء والصفات (ص ۳۵۶) و اخرجہ الشیخان و احمد و النسائی و ابن ابی حاتم والحاکم وغیرہم نحوہ عن انس کما فی الکنز (ج ۷ ص ۲۲۸)

یہ باغ دے کر پالان والی بوڑھی اونٹنی لینا چاہے گا لیکن وہ بھی اسے نہ مل سکے گی۔[1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ماں جائے بھائی حضرت طفیل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ نصاریٰ کی ایک جماعت سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے کہا اگر تم لوگ یہ دعویٰ نہ کرو کہ حضرت مسیح (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں تو تم لوگ بہت اچھے ہو۔ انھوں نے کہا اگر تم لوگ یہ نہ کہو کہ جیسے اللہ نے چاہا اور جیسے محمد (ﷺ) نے چاہا تو تم لوگ بھی بہت اچھے ہو جاؤ۔ پھر میری یہودیوں کی ایک جماعت سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے کہا اگر تم لوگ یہ دعویٰ نہ کرو کہ حضرت عزیر (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں تو تم لوگ بہت اچھے ہو۔ انھوں نے کہا تم لوگ بھی تو یہ کہتے ہو کہ جیسے اللہ نے چاہا اور جیسے محمد (ﷺ) نے چاہا۔ میں نے نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ خواب سنایا۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے یہ خواب کسی کو بتایا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! پھر حضورؐ نے اللہ کی حمد وثنا بیان فرما کر ارشاد فرمایا تمہارے بھائی نے وہ خواب دیکھا جس کا مضمون تم تک پہنچ چکا ہے، لہٰذا تم لوگ یہ نہ کہا کرو بلکہ یہ کہا کرو جیسے اللہ وحدہ لاشریک لہ نے چاہا۔[2]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے خواب میں دیکھا کہ اہل کتاب میں سے ایک آدمی اسے ملا جس نے کہا تم لوگ اگر شرک نہ کرتے اور جیسے اللہ اور محمدؐ نے چاہا نہ کہتے تو تم لوگ بہت اچھے ہوتے۔ اس آدمی نے اس خواب کا ذکر حضورؐ سے کیا۔ حضورؐ نے فرمایا آپ لوگوں کی یہ بات مجھے بھی پسند نہیں۔ اس لئے آئندہ آپ لوگ یوں کہا کریں جیسے اللہ نے چاہا پھر جیسے فلاں نے چاہا یعنی اللہ اور رسول دونوں کو ایک جملہ میں اکٹھا ملا کر نہ لاؤ بلکہ الگ الگ جملوں میں لے کر آؤ۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ ایک آدمی حاضر خدمت ہو کر حضورؐ سے کسی کام کے بارے میں بات کرنے لگا اور بات کرتے کرتے اس نے یوں کہہ دیا جیسے اللہ اور آپؐ چاہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم نے مجھے اللہ کے برابر بنا دیا ہے؟ بلکہ یوں کہو جیسے اکیلا اللہ چاہے۔[4]

حضرت اوزاعی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک یہودی نے آکر حضورؐ سے مشیت کے بارے میں پوچھا (کہ کس کے چاہنے سے کام ہوتا ہے) حضورؐ نے فرمایا کام تو اللہ ہی کے چاہنے سے

۱ـ اخرجه احمد كذافي التفسير لابن كثير (ج ۳ ص ۶۵) و اخرجه الحاكم (ج ۴ ص ۵۶۳) عن حذيفة عن ابى ذر نحوه وقال هذا حديث صحيح الاسناد والى الوليد بن جميع ولم يخرجاه وقال الذهبي الوليد قدروى له مسلم متابعة واحتج به النسائي. ۲ـ اخرجه البيهقي في الاسماء والصفات (ص ۱۱۰) ۳ـ عند البيهقي ايضا ۴ـ اخرجه البيهقي في الاسماء والصفات (۱۱۰)

ہوتا ہے۔اس یہودی نے کہا کہ میں کھڑا ہونا چاہتا ہوں (تو کھڑا ہو جاتا ہوں یعنی میرے چاہنے سے ہوا) حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بھی تمہارے کھڑے ہونے کو چاہ لیا تھا (اس لئے تم کھڑے ہو سکے) پھر اس یہودی نے کہا میں بیٹھنا چاہتا ہوں (تو بیٹھ جاتا ہوں) حضورؐ نے فرمایا اللہ نے بھی تمہارے بیٹھنے کو چاہ لیا تھا۔اس یہودی نے کہا میں کھجور کے اس درخت کو کاٹنا چاہتا ہوں (تو کاٹ لیتا ہوں) حضورؐ نے فرمایا اللہ نے چاہ لیا تھا کہ تم اس درخت کو کاٹ لو۔اس یہودی نے کہا میں اس درخت کو باقی رکھنا چاہتا ہوں (تو وہ باقی رہ جاتا ہے) حضورؐ نے فرمایا اللہ نے چاہ لیا تھا کہ تم اسے باقی رکھو۔حضرت اوزاعی کہتے ہیں کہ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام حضورؐ کے پاس آئے اور عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ دلیل سمجھائی جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سمجھائی تھی یہی مضمون لے کر قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔مَاقَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْتَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِىَ الْفَاسِقِيْنَ (سورۃ حشر آیت ۵) ترجمہ ”جو کھجوروں کے درخت کے تنے تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا ہو سو (دونوں باتیں) اللہ ہی کے حکم (اور رضا) کے موافق ہیں اور تا کہ کافروں کو ذلیل کرے۔“[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ حدیبیہ سے واپس آرہے تھے تو آپؐ نے رات کے آخری حصہ میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور فرمایا ہمارا پہرہ کون دے گا؟ میں نے عرض کیا میں۔حضورؐ نے فرمایا تم۔تم تو سوتے رہ جاؤ گے۔پھر حضورؐ نے فرمایا، اچھا تم ہی پہرہ دو، چنانچہ میں پہرہ دینے لگا۔جب صبح صادق ہونے لگی تو حضورؐ کی بات پوری ہوگئی اور مجھے نیند آگئی اور جب سورج کی گرمی ہماری پشت پر پڑی تب ہماری آنکھ کھلی، چنانچہ حضورؐ اٹھے اور ایسے موقع پر جو کیا کرتے تھے وہ کیا۔پھر آپؐ نے صبح کی نماز پڑھائی۔پھر فرمایا اگر اللہ چاہتے تو تم یوں سوتے نہ رہ جاتے اور تمہاری نماز قضا نہ ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ تمہارے بعد آنے والوں میں سے کوئی سوتا رہ جائے یا نماز پڑھنا بھول جائے تو اس کے لئے عملی نمونہ سامنے آجائے۔[2]

حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ وضو والے برتن کی حدیث میں اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا (کہ نماز قضا ہو جانے کے موقع پر) جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تمہاری روحوں کو قبض فرما لیا اور جب چاہا واپس کر دیا۔پھر صحابہؓ نے سورج کی روشنی کے سفید ہونے تک (وضو استنجا وغیرہ کی) اپنی ضروریات پوری کیں پھر کھڑے ہو کر حضورؐ نے نماز پڑھائی۔[3]

حضرت طارق بن شہابؓ کہتے ہیں کہ ایک یہودی نے آکر حضرت عمر بن خطابؓ سے

۱۔ اخرجه البيهقي في الاسماء والصفات (ص ۱۱۱) قال البيهقي هذا وان كان مرسلا فما قبله من الموصولات في معناه يوكده . انتهى ۲۔ اخرجه البيهقي في الاسماء والصفات (ص ۱۰۹)
۳۔ عند البيهقي ايضا و اخرجه البخاري في الصحيح بهذا الاسناد كما قال البيهقي

پوچھا کہ ذرا یہ تو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وجنۃ عرضھا السمٰوٰت والارض (سورت آل عمران آیت ۱۳۳) ترجمہ "اور جنت جس کی وسعت ایسی ہے جیسے سب آسمان اور زمین۔" (جب سب جگہ جنت ہوگئی) تو پھر جہنم کہاں ہے؟ حضرت عمرؓ نے حضرت محمدؐ کے صحابہؓ سے فرمایا کہ اسے جواب دو لیکن ان میں سے کسی کے پاس اس کا جواب نہیں تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ذرا تم یہ بتاؤ کہ جب رات آکر ساری زمین پر چھا جاتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے؟ اس یہودی نے کہا جہاں اللہ چاہتے ہیں وہاں چلا جاتا ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسے ہی جہنم بھی وہاں ہے جہاں اللہ چاہتا ہے۔ اس پر اس یہودی نے کہا کہ اے امیر المومنین! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب میں بھی اسی طرح ہے جیسے آپ نے فرمایا۔[1]

حضرت جعفر بن محمدؒ اپنے والد (حضرت محمدؒ) سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو بتایا گیا کہ یہاں ایک آدمی ہے جو مشیت اور ارادے کے بارے میں باتیں کرتا ہے تو حضرت علیؓ نے اس سے فرمایا اے اللہ کے بندے! اللہ نے جیسے چاہا تمہیں ویسے پیدا کیا یا جیسے تم نے چاہا (تمہیں ویسے پیدا کیا)؟ اس نے کہا نہیں بلکہ جیسے اللہ نے چاہا ویسے پیدا کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا جب وہ چاہتا ہے تمہیں بیمار کرتا ہے یا جب تم چاہتے ہو؟ اس نے کہا نہیں بلکہ جب وہ چاہتا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا پھر جب وہ چاہتا ہے تمہیں شفا دیتا ہے یا جب تم چاہتے ہو؟ اس نے کہا نہیں بلکہ جب وہ چاہتا ہے حضرت علیؓ نے فرمایا جہاں تم چاہتے ہو اللہ تمہیں وہاں داخل کرے گا یا جہاں وہ چاہتا ہے؟ اس نے کہا جہاں وہ چاہتا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! اگر تم اس کے علاوہ کچھ اور کہتے تو میں تمہارے اس دو آنکھوں والے سر کو تلوار سے اڑا دیتا۔[2]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں تو ہماری بڑی عجیب ایمانی حالت ہوتی ہے لیکن جب ہم آپ سے جدا ہو جاتے ہیں تو وہ حالت نہیں رہتی۔ نبی کریمؐ نے فرمایا تمہارا اپنے رب کے ساتھ کیا معاملہ ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہم تنہائی میں بھی اور لوگوں کے سامنے بھی اللہ ہی کو اپنا رب سمجھتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا، پھر یہ نفاق نہیں ہے۔[3]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے آکر نبی کریمؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! قیامت کے دن مخلوق کا حساب کون لے گا؟ حضورؐ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ۔ اس دیہاتی نے کہا رب کعبہ کی قسم! پھر تو ہم نجات پا گئے۔ حضورؐ نے فرمایا اے دیہاتی! کیسے؟ اس نے عرض کیا

۱؎ اخرجه عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن خسرو وهو لفظه کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۲۷۷)   ۲؎ اخرجه ابن ابی حاتم کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۲۱۱)

۳؎ اخرجه البزار فی مسنده کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۲۹۷)

کیونکہ کریم ذات جب کسی پر قابو پالیتی ہے تو معاف کر دیتی ہے۔[۱]

حضرت سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت معاذؓ کو قبیلہ بنو کلاب میں صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ انھوں نے (وہاں جا کر صدقات وصول کر کے) ان ہی میں تقسیم کر دیئے اور (اپنے لئے) کوئی چیز نہ چھوڑی اور اپنا جو ٹاٹ لے کر گئے تھے اسے ہی اپنی گردن پر رکھے ہوئے واپس آئے تو ان کی بیوی نے ان سے پوچھا کہ صدقات وصول کرنے والے اپنے گھر والوں کے لئے جو ہدیئے لایا کرتے ہیں اور آپ بھی وہ لائے ہیں، وہ کہاں ہیں؟ حضرت معاذؓ نے کہا میرے ساتھ (مجھے) دبا کر رکھنے والا ایک نگران تھا (اس لئے ہدیئے نہیں لا سکا) ان کی بیوی نے کہا حضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ کے ہاں تو آپ امین تھے، حضرت عمرؓ نے آپ کے ساتھ دبا کر رکھنے والا ایک نگران بھیج دیا (وہ آپ کو امین نہیں سمجھتے) ان کی بیوی نے اپنے خاندان کی عورتوں میں اس کا بڑا شور مچایا اور حضرت عمرؓ کی شکایت کی جب حضرت عمرؓ کو یہ خبر پہنچی تو انھوں نے حضرت معاذؓ کو بلا کر پوچھا کیا میں نے تمہارے ساتھ کوئی نگران بھیجا تھا؟ حضرت معاذؓ نے کہا مجھے اپنی بیوی سے معذرت کرنے کے لئے اور کوئی بہانہ نہ ملا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ ہنسے اور انہیں کوئی چیز دی اور فرمایا (یہ دے کر) اسے راضی کر لو۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ نگران سے حضرت معاذؓ کی مراد اللہ تعالیٰ ہیں۔[۲]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام آوازوں کو سن لیتا ہے۔ ایک عورت اپنا جھگڑا لے کر حضورؐ کے پاس آئی اور حضورؐ سے باتیں کرنے لگی، حالانکہ میں کمرے کے ایک کونے میں تھی لیکن مجھے اس کی بات سنائی نہیں دے رہی تھی (اور اللہ تعالیٰ نے اس کی آواز سن لی) پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجھا آخر تک (سورت مجادلہ آیت ۱) ترجمہ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپؐ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی اور (اپنے رنج وغم کی) اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا (اور) اللہ (تو) سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''[۳]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں بابرکت ہے وہ ذات جو ہر چیز کو سن لیتی ہے، میں حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ کی بات سن رہی تھی لیکن کبھی ان کی آواز مجھے آتی تھی اور کبھی نہیں آتی تھی۔ وہ نبی کریمؐ سے اپنے خاوند کی شکایت یوں کر رہی تھیں کہ یا رسول اللہ! میرے خاوند نے میرا سارا مال کھالیا

۱۔ اخرجه ابن النجار کذافی الکنز (ج ۷ ص ۲۷۰)

۲۔ اخرجه عبدالرزاق والمحاملی فی امالیه کذافی الکنز (ج ۷ ص ۸۷)

۳۔ اخرجه الامام احمد و هکذا رواه البخاری فی کتاب التوحید تعلیقا کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۳۱۸) واخرجه البیهقی فی الاسماء والصفات (ص ۱۳۶)

اور میری جوانی ختم کردی اور میرے پیٹ سے اس کے بہت سے بچے پیدا ہوئے یہاں تک کہ جب میری عمر زیادہ ہوگئی اور میرے بچے ہونے بند ہوگئے تو اس نے مجھ سے ظہار کرلیا (ظہار طلاق کی ایک قسم ہے)۔ اے اللہ! میں تجھ سے اس کی شکایت کرتی ہوں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت خولہؓ ابھی وہاں سے اٹھی نہیں تھیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا والی آیت لے کر آگئے حضرت خولہؓ کے خاوند حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ تھے۔[1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا اے لوگو! اگر محمد تمہارے معبود تھے جن کی تم عبادت کرتے تھے تو سن لو ان کا انتقال ہو چکا اور اگر تمہارا معبود وہ ہے جو آسمان میں ہے تو پھر تمہارے معبود کا انتقال نہیں ہوا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیت پڑھی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (سورۃ آل عمران آیت ۱۴۴) ترجمہ ”محمد نرے رسول ہی تو ہیں آپ ﷺ سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔“[2] صحابہ کرامؓ کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کے باب میں حضرت ابوبکرؓ کا خطبہ گزر چکا ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو اتنی عمر عطا فرمائی اور ان کو اتنا عرصہ دنیا میں باقی رکھا کہ اس عرصہ میں آپ ﷺ نے اللہ کے دین کو قائم کردیا۔ اللہ کے حکم کو غالب کردیا۔ اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا پھر آپ کو اللہ نے اسی حالت پر وفات دی اور محمد ﷺ تمہیں ایک (صاف اور کھلے) راستے پر چھوڑ کر گئے ہیں۔ اب جو بھی ہلاک ہوگا وہ اسلام کی واضح دلیلوں اور کفر و شرک سے) شفاء دینے والے قرآن کو دیکھ کر ہی ہوگا۔ جس آدمی کے رب اللہ تعالیٰ ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہیں جن پر موت نہیں آ سکتی اور جو حضرت محمد ﷺ کی عبادت کیا کرتا تھا اور ان کو معبود کا درجہ دیا کرتا تھا تو (وہ سن لے کہ) اس کا معبود مر گیا، لہٰذا اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور اپنے دین کو مضبوط پکڑ لو اور اپنے رب پر توکل کرو کیونکہ اللہ کا دین موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کی بات پوری ہے اور جو اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا اللہ اس کی مدد فرمائیں گے اور اپنے دین کو عزت عطا فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب ہمارے پاس ہے جو کہ نور اور شفاء ہے اس کتاب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو ہدایت عطا فرمائی اور اس کتاب میں اللہ کی حلال اور حرام کردہ چیزیں مذکور ہیں۔ اللہ کی قسم! اللہ کی مخلوق میں سے جو بھی ہمارے اوپر لشکر لائے گا ہم اس کی پرواہ نہیں کریں گے۔ بیشک اللہ کی تلواریں سُتی ہوئی ہیں اور ہم نے ابھی ان کو رکھا نہیں اور جو ہماری

---

[1] فی روایۃ لابن ابی حاتم کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۳۱۸)

[2] اخرجہ البخاری فی تاریخہ و عثمان الداری فی الرد علی الجہمیۃ و الاصبہانی فی الحجۃ قال ابن کثیر رجال اسنادہ ثقات کذافی الکنز (ج ۴ ص ۵۱)

مخالفت کرے گا ہم اس سے جہاد کریں گے جیسے کہ ہم حضورؐ کے ساتھ مل کر جہاد کیا کرتے تھے۔ یہ حدیث بیہقی نے حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت کی ہے۔

حضرت علقمہؒ اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عائشہؓ کے گھر آئی اور حضور ﷺ کے حجرے (جسمیں حضورؐ دفن ہیں اس) کے پاس نماز پڑھنے لگی۔ وہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھی۔ جب سجدے میں گئی تو اس نے سجدے سے سر نہ اٹھایا بلکہ اسی حال میں مرگئی۔ حضرت عائشہؓ نے (اس کے یوں اچانک مرجانے پر) فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور (میرے بھائی) عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ (کی اچانک موت) کے مسئلہ میں مجھے کے عورت اس قصہ سے بڑی عبرت ملی۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ دوپہر کو اپنی جگہ سوئے ہوئے تھے۔ جب لوگ انہیں جگانے لگے تو دیکھا کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے (چنانچہ ان کو جلدی سے غسل دے کر دفن کردیا گیا) اس سے میرے دل میں یہ خیال بیٹھ گیا کہ ان کے ساتھ شرارت کی گئی ہے اور وہ زندہ تھے لیکن جلدی میں انہیں دفن کردیا گیا ہے۔ اب میں نے اس عورت کو یوں ایک دم مرتے دیکھا اس سے مجھے بڑی عبرت ہوئی اور حضرت عبدالرحمٰنؓ کے بارے میں جو میرا غلط خیال تھا، وہ جاتا رہا۔[1]

فرشتوں پر ایمان لانا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ نے پانی کے خزانے پر فرشتہ مقرر فرما رکھا ہے اس) فرشتے کے ہاتھوں میں ایک پیمانہ ہے اور اس پیمانے میں سے گزر کر ہی پانی کا ہر قطرہ زمین پر آتا ہے لیکن حضرت نوحؑ (کے طوفان) والے دن ایسا نہ ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے براہ راست پانی کو حکم دیا اور پانی کو سنبھالنے والے فرشتوں کو حکم نہ دیا جس پر وہ فرشتے پانی کو روکتے رہ گئے لیکن پانی نہ رکا بلکہ فرشتوں پر زور کر کے چل پڑا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: انا لما طغی الماء (سورۃ حاقہ آیت ۱۱) ترجمہ "جبکہ (نوح علیہ السلام کے وقت میں) پانی کو طغیانی ہوئی۔" اس فرمان کا مطلب یہی ہے کہ پانی (اللہ کا فرمانبردار تھا لیکن) فرشتوں پر سرکش ہوگیا تھا اور (اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے ہوا کے خزانے پر فرشتہ مقرر کر رکھا ہے) اس کے ہاتھ میں ایک پیمانہ ہے ہوا اس میں سے گزر کر زمین پر آتی ہے لیکن قوم عاد (کی ہلاکت) والے دن ایسا نہ ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو براہ راست (چلنے کا) حکم دیا اور ہوا کو سنبھالنے والے فرشتوں کو حکم نہ دیا اس پر وہ فرشتے ہوا کو روکتے رہ گئے لیکن ہوا زور کر کے چل پڑی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان بریح صرصر عاتیۃ (سورۃ حاقہ آیت ۶) ترجمہ "ایک تیز و تند ہوا" وہ ہوا ان فرشتوں کی نافرمان ہوگئی تھی (اور اللہ کی فرمانبردار تھی)۔[2]

حضرت سلمانؓ کی بیوی حضرت بقیرہؓ فرماتی ہیں جب حضرت سلمانؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو

۱۔ اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۴۷۶)   ۲۔ اخرجہ ابن جریر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۷۳)

انہوں نے مجھے بلایا اس وقت وہ اپنے ایک بالا خانے میں تھے جس کے چار دروازے تھے اور مجھ سے کہا اے بقیرہ! ان دروازوں کو کھول دو کیونکہ آج میرے پاس کچھ ملنے والے آئیں گے اور مجھے معلوم نہیں کہ وہ کون سے دروازے سے میرے پاس آئیں گے پھر اپنا مشک منگوا کر مجھ سے کہا اسے ایک چھوٹے برتن میں پانی میں گھول کر لاؤ۔ میں گھول کر لے آئی تو مجھ سے کہا کہ یہ مشک والا پانی میرے بستر کے چاروں طرف چھڑک دو پھر نیچے چلی جاؤ اور وہاں تھوڑی دیر ٹھہری رہو پھر جب تم اوپر آؤ گی تو تم میرے بستر پر (کوئی چیز) دیکھو گی (چنانچہ میں نے ایسے ہی کیا اور) جب میں اوپر آئی تو دیکھا کہ ان کی روح پرواز کر چکی ہے اور وہ ایسے لگ رہے ہیں کہ جیسے وہ اپنے بستر پر سو رہے ہوں ۱؎ حضرت شعبیؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت سلمانؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے اپنی گھر والی سے کہا میں نے جو مشک والی تھیلی تمہیں چھپا کر رکھنے کے لئے دی تھی وہ لے آؤ۔ وہ کہتی ہیں میں مشک کی وہ تھیلی لے آئی۔ انہوں نے کہا ایک پیالے میں پانی لے آؤ (میں پیالے میں پانی لے آئی) انہوں نے اس میں مشک ڈال کر اسے اپنے ہاتھ سے گھولا۔ پھر کہا اسے میرے چاروں طرف چھڑک دو کیونکہ میرے پاس اللہ کی ایسی مخلوق آنے والی ہے جو خوشبو تو سونگھ لیتی ہے لیکن کھانا نہیں کھاتی پھر تم دروازہ بند کر کے نیچے اتر جاؤ۔ ان کی گھر والی کہتی ہیں کہ میں نے پانی چھڑکا اور نیچے آ گئی اور تھوڑی دیر ہی بیٹھی تھی کہ میں نے آہٹ سنی۔ میں اوپر گئی تو دیکھا کہ ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ ۲؎ ابن سعد ہی میں حضرت عطاء بن سائبؒ کی روایت ہے جس میں یہ قصہ مختصر طور سے ہے، اس میں یہ مضمون ہے کہ حضرت سلمانؓ نے فرمایا آج رات میرے پاس فرشتے آئیں گے جو خوشبو تو سونگھ لیتے ہیں لیکن کھانا نہیں کھاتے اور اسی طرح کے اور قصے تائیدات غیبیہ کے باب میں فرشتوں کے ذریعہ مدد کے ذیل میں انشاء اللہ تعالےٰ آئیں گے۔

تقدیر پر ایمان لانا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو انصار کے ایک بچے کے جنازے کے لئے بلایا گیا۔ میں نے کہا اس بچے کو خوشخبری ہو یہ جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے اور اس نے کوئی گناہ نہیں کیا اور نہ گناہ کا زمانہ اس نے پایا (یعنی بالغ نہیں ہوا) حضورؐ نے فرمایا اے عائشہؓ! تم جو کچھ کہہ رہی ہو حق اس کے علاوہ کچھ اور ہے۔ اللہ نے جنت کو پیدا فرمایا اور جنت کے لئے کچھ لوگ پیدا فرمائے اور ان کے جنت میں جانے کا فیصلہ اللہ نے اس وقت کیا جبکہ وہ اپنے باپ کی پشتوں میں تھے اور اللہ نے جہنم کی آگ کو پیدا کیا اور اس میں جانے کے لئے کچھ لوگوں کو پیدا کیا اور اللہ نے ان کے لئے جہنم کا فیصلہ اس وقت کیا جبکہ وہ اپنے باپ کی پشتوں میں تھے۔ ۳؎

۱؎ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۹۲) ۲؎ عند ابن سعد ایضا (ج ۴ ص ۹۲)

۳؎ اخرجه مسلم كذا في التفسير لابن كثير (ج ۲ ص ۲۶۸)

حضرت ولید بن عبادہؓ کہتے ہیں کہ میں (اپنے والد) حضرت عبادہؓ کی خدمت میں گیا۔ وہ بیمار تھے۔ میرا اندازہ یہ تھا کہ ان کا اس بیماری میں انتقال ہو جائے گا۔ میں نے عرض کیا اے ابا جان! ذرا کوشش فرما کر مجھے وصیت فرما دیں۔ انہوں نے فرمایا مجھے بٹھا دو۔ جب لوگوں نے انہیں بٹھا دیا تو انہوں نے فرمایا اے میرے بیٹے! تم ایمان کا ذائقہ اس وقت چکھ سکو گے اور اللہ کے علم کی حقیقت کے حق تک اس وقت پہنچ سکو گے جب تم اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لے آؤ گے۔ میں نے عرض کیا اے ابا جان! مجھے یہ کیسے پتہ چلے گا کہ کونسی تقدیر اچھی ہے اور کونسی بری ہے؟ انہوں نے فرمایا تم یہ سمجھ لو کہ جو اچھائی یا برائی تمہیں نہیں پہنچی وہ تمہیں پہنچنے والی نہیں تھی اور جو تمہیں پہنچی ہے وہ تمہیں چھوڑنے والی نہیں تھی۔ اے میرے بیٹے! میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم پیدا فرمایا پھر اس سے فرمایا لکھ! چنانچہ اس نے اسی وقت وہ سب کچھ لکھ دیا جو قیامت تک ہونے والا ہے۔ اے میرے بیٹے! اگر تم اس حال پر مرے کہ تمہارے دل میں یہ یقین نہ ہوا تو جہنم کی آگ میں داخل ہو جاؤ گے۔[1]

حضرت ابونضرہؒ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ میں سے ایک آدمی جن کو ابو عبداللہؓ کہا جاتا تھا وہ بیمار تھے ان کے ساتھی ان کی عیادت کرنے آئے تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں۔ ساتھیوں نے ان سے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا آپ سے نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ اپنی مونچھوں کو کتراؤ اور پھر اسی پر جمے رہو۔ یہاں تک کہ تم مجھ سے (قیامت کے دن) آملو؟ اس میں آپ کے ایمان پر خاتمہ کی اور قیامت کے دن حضورؐ سے ملاقات کی بشارت ہے) انہوں نے کہا ہاں حضورؐ نے یہ فرمایا تھا لیکن میں نے حضور کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (انسانوں کی) ایک مٹھی دائیں ہاتھ میں لی اور دوسری مٹھی دوسرے ہاتھ میں لی اور فرمایا کہ اس (دائنی) مٹھی والے اس (جنت) کے لئے ہیں اور اس (دوسری مٹھی) والے اس (جہنم) کے لیئے ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں (کہ کون کس مٹھی میں ہے اور وہ کہاں جائے گا؟) تو مجھے معلوم نہیں کہ میں کونسی مٹھی میں ہوں؟ (اللہ کی ذات تو بہت بے نیاز ہے اس پر کسی کا زور نہیں چلتا)۔[2]

حضرت معاذ بن جبلؓ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو وہ رونے لگے تو ان سے کسی نے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت معاذؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! نہ تو میں موت سے گھبرا کر رو رہا ہوں اور نہ ہی دنیا کو پیچھے چھوڑ کر جانے کے غم میں رو رہا ہوں بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ (انسانوں کی) دو مٹھیاں ہیں ایک مٹھی جہنم کی آگ میں

۱۔ اخرجه الامام احمد واخرجه الترمذی عن الولید بن عبادة عن ابیه وقال حسن صحیح غریب کمافی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۲۶۸)

۲۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۷ ص ۱۸۶) رجاله رجال الصحیح

جائے گی اور دوسری جنت میں۔) اور مجھے معلوم نہیں ہے کہ میں ان دونوں مٹھیوں میں سے کس میں ہوں؟ [1]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کسی آدمی نے کہا کہ ایک آدمی ہمارے پاس آیا ہے جو تقدیر کو جھٹلاتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اس وقت نابینا ہو چکے تھے انھوں نے فرمایا مجھے اس کے پاس لے جاؤ۔ لوگوں نے کہا، اے ابن عباس! آپ اس کے ساتھ کیا کریں گے؟ انھوں نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر وہ میرے قابو آ گیا تو میں اسکی ناک دانتوں سے ایسے کاٹوں گا کہ وہ کٹ کر الگ ہو جائے اور اگر اس کی گردن میرے قابو میں آ گئی تو میں اسے کچل دوں گا کیونکہ میں نے حضورﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ گویا کہ میں بنوفہر کی مشرک عورتوں کو خزرج کا طواف کرتے ہوئے اور ان کے سرین ہلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور یہ (تقدیر کو جھٹلانا) اس امت کا پہلا شرک ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! پہلے تو یہ کہیں گے کہ شر اللہ کے مقدر کرنے سے نہیں ہے پھر ان کا یہ برا اور غلط خیال انہیں اس پر لے آئے گا کہ خیر بھی اللہ کے مقدر کرنے سے نہیں ہے۔ [2]

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں آیا وہ زمزم (کے کنویں) سے پانی نکال رہے تھے جس سے ان کے کپڑوں کا نچلا حصہ گیلا ہو چکا تھا۔ میں نے ان سے کہا کچھ لوگوں نے تقدیر پر اعتراض کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا اچھا کیا لوگوں نے ایسا کر لیا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ انہوں نے فرمایا تقدیر پر اعتراض کرنے والوں کے بارے میں ہی یہ آیات نازل ہوئی ہیں: ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ، اِنَّا کُلَّ شَیْئٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ (سورت قمر آیت ۴۸-۴۹) ترجمہ ”تو ان سے کہا جائے گا کہ دوزخ (کی آگ) کے لگنے کا مزہ چکھو ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا۔“ یہی لوگ اس امت میں سب سے برے ہیں۔ نہ تو ان کے بیماروں کی عیادت کرو اور نہ ان کے مردوں کی نماز جنازہ پڑھو۔ اگر مجھے ان میں سے کوئی نظر آ گیا تو میں اپنی ان دو انگلیوں سے اس کی دونوں آنکھیں پھوڑ دوں گا۔ [3]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ اگر تقدیر کے انکار کرنے والوں میں سے کوئی میرے پاس آ جائے تو میں اس کے سر کو کچل دوں۔ لوگوں نے پوچھا کیوں؟ انہوں نے فرمایا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ کو ایک سفید موتی سے پیدا کیا ہے۔ اس لوح محفوظ کے دونوں طرف کے پٹے سرخ یاقوت کے ہیں۔ اس کا قلم نور ہے، اس کی کتاب نور ہے۔ اس کی

۱۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۷ ص ۱۸۷) وفیه البراء بن عبدالله الغنوی وهو ضعیف والحسن لم یدرک معاذ ۲۔ اخرجه احمد عن محمد بن عبید المکی.

۳۔ عند ابن ابی حاتم کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۲۶۷)

چوڑائی آسمان اور زمین کے درمیانی فاصلے کے برابر ہے۔ روزآنہ اللہ تعالیٰ اسے تین سو ساٹھ مرتبہ دیکھتے ہیں اور ہر دفعہ دیکھنے پر (نہ معلوم کتنی مخلوق کو) پیدا کرتے ہیں، زندہ کرتے ہیں اور موت دیتے ہیں۔ عزت دیتے ہیں اور ذلت دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔[1]

حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کا ایک دوست شام کا رہنے والا تھا جس سے ان کی خط وکتابت رہتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت ابن عمرؓ نے اسے لکھا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم تقدیر کے بارے میں کچھ اعتراض کرنے لگ گئے ہو، خبردار! آئندہ مجھے کبھی خط نہ لکھنا کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو تقدیر کو جھٹلائیں گے۔[2]

حضرت نزال بن سبرہؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت علیؓ سے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! یہاں کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ جو کام آئندہ ہونے والا ہے اس کا پتہ اللہ کو اس وقت چلتا ہے جب وہ کام ہو جاتا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ان کی مائیں ان کو گم کریں یعنی یہ مر جائیں یہ لوگ یہ بات کہاں سے کہہ رہے ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ وہ قرآن کی اس آیت سے یہ بات نکالتے ہیں وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ (سورت محمد آیت ۳۱) ترجمہ ''اور ہم ضرور تم سب کے اعمال کی آزمائش کریں گے تاکہ ہم ان لوگوں کو معلوم کرلیں جو تم میں جہاد کرنے والے ہیں اور جو ثابت قدم رہنے والے ہیں اور تاکہ تمہاری حالتوں کی جانچ کرلیں۔'' (یوں کہتے ہیں کہ اللہ کو معلوم نہیں ہے، آزمانے سے اللہ کو معلوم ہوگا (نعوذ باللہ من ذلک)۔ حضرت علیؓ نے فرمایا جو علم حاصل نہ کرے وہ ہلاک ہو جائے گا۔ پھر حضرت علیؓ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا اے لوگو! علم حاصل کرو اور اس پر عمل کرو اور وہ علم دوسروں کو سکھاؤ اور جسے اللہ کی کتاب میں سے کوئی بات سمجھ میں نہ آئے وہ مجھ سے پوچھ لے۔ مجھے یہ پتہ چلا ہے کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو کام آئندہ ہونے والا ہے، اس کا پتہ اللہ کو اس وقت چلتا ہے جب وہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ ترجمہ ''اور ہم ضرور تم سب کے اعمال کی آزمائش کریں گے تاکہ ہم ان لوگوں کو معلوم کرلیں جو تم میں جہاد کرنے والے ہیں'' حالانکہ اللہ کے فرمان ''ہم معلوم کرلیں'' کا مطلب یہ ہے کہ ہم دیکھ لیں کہ جن لوگوں پر جہاد کرنا اور ثابت قدم رہنا فرض کیا گیا ہے کیا انہوں نے جہاد کیا ہے؟ اور میں نے ان کے بارے میں جن مصائب اور حوادث کے آنے کا فیصلہ کیا تھا کیا انھوں نے ان پر صبر کیا ہے؟[3] توکل کے باب میں حضرت علیؓ کا یہ فرمان گزر چکا

۱۔ أخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۲۵) ۲۔ اخرجه احمد واخرجه ابو داؤد عن احمد بن حنبل به كما في التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۲۶۸)
۳۔ اخرجه ابن عبدالبر في العلم كذا في الكنز (ج ۱ ص ۲۶۵)

ہے کہ زمین پر اس وقت تک کوئی چیز نہیں ہو سکتی جب تک آسمان میں اس کے ہونے کا فیصلہ نہ ہو جائے اور ہر انسان پر دو فرشتے مقرر ہیں جو ہر بلا کو اس سے دور کرتے رہتے ہیں اور اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ اس کی تقدیر کا لکھا فیصلہ آ جائے اور جب تقدیر کا کوئی فیصلہ آ جاتا ہے تو یہ دونوں فرشتے اس کے اور تقدیر کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں اور اللہ کی طرف سے میری حفاظت کا بڑا مضبوط انتظام ہے۔ جب میری موت کا وقت آ جائے گا تو وہ انتظام مجھ سے ہٹ جائے گا اور آدمی کو ایمان کی حلاوت اس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک کہ اس کو یہ یقین نہ ہو جائے کہ جو کچھ اچھا یا برا اسے پہنچا ہے وہ اس سے ٹلنے والا نہیں تھا اور جو اس سے ٹل گیا ہے وہ اسے پہنچنے والا نہیں تھا۔ ابوداؤد نے اسے تقدیر میں روایت کیا ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ منبر پر بیان فرماتے ہوئے یہ اشعار بہت پڑھا کرتے تھے:

خفض علیک فان الامور بکف الا له مقادیر ھا

اپنے ساتھ آسانی کا معاملہ کرو (اور گھبراؤ مت) کیونکہ تمام کاموں کی تقدیریں اللہ تعالیٰ کی ہتھیلی میں ہیں۔

فلیس یا تیک منھیھا ولا قاصر عنک مامور ھا

جس کام کو اللہ نے منع کر دیا ہے وہ تمہارے پاس آ نہیں سکتا اور جس کے ہونے کا حکم دے دیا وہ تم سے ٹل نہیں سکتا۔[1]

قیامت کی نشانیوں پر ایمان لانا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ (سورۃ مدثر آیت ۸) نازل ہوئی ترجمہ "پھر جس وقت صور پھونکا جائے گا" تو حضور ﷺ نے فرمایا میں زندگی آرام وراحت سے کیسے گزاروں جبکہ صور (پھونکنے) والا (فرشتہ) صور اپنے منہ میں رکھ چکا ہے اور وہ اپنی پیشانی جھکائے انتظار کر رہا ہے کہ کب اسے (اللہ کی طرف سے) حکم ملے اور وہ صور پھونک دے حضورؐ کے صحابہؓ نے عرض کیا پھر ہم کیا دعا کیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا یہ دعا پڑھا کرو: حسبنا اللہ ونعم الوکیل علی اللہ توکلنا۔[2] ایک روایت میں یہ ہے کہ جب حضور ﷺ کے صحابہؓ نے یہ سنا تو ان پر یہ بات بہت گراں ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کیا

---

[1] اخرجه البیهقی فی الا سماء والصفات (ص ۳۲۳)

[2] اخرجه ابن ابی شیبه والطبرانی وابن مردویه کذافی الکنز (ج ۷ص ۲۷۰) وقال وهو حسن واخرجه الباوردی عن الا رقم بن ابی الارقم نحوه

کریں؟ آپؐ نے فرمایا آپ لوگ یہ کہو حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

عورتوں کی معاشرت کے باب میں یہ روایت گزر چکی ہے کہ حضرت حفصہؓ نے حضرت سودہؓ سے کہا، کانا (دجال) نکل آیا ہے۔ انہوں نے کہا اچھا! یہ سن کر وہ بہت زیادہ گھبرا گئیں اور کانپنے لگیں۔ پھر انہوں نے کہا میں کہاں چھپوں؟ حضرت حفصہؓ نے کہا اس خیمہ میں چھپ جاؤ، وہاں کھجور کے پتوں کا بنا ہوا خیمہ تھا جس میں لوگ چھپتے تھے یہ جا کر اس میں چھپ گئیں۔ اس میں گرد وغبار اور مکڑی کے جالے بہت تھے پھر آگے حدیث ذکر کی۔ اس میں یہ ہے کہ پھر حضورﷺ وہاں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضرت سودہؓ کانپ رہی ہیں۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا اے سودہ! تمہیں کیا ہوا؟ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کانا دجال نکل آیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا وہ ابھی نکلا تو نہیں لیکن نکلے گا ضرور۔ وہ ابھی نکلا تو نہیں لیکن نکلے گا ضرور۔ پھر حضورؐ نے انھیں باہر نکالا اور ان کے کپڑوں اور جسم کے گرد وغبار اور مکڑی کے جالے صاف کیے۔ اس روایت کو حضورﷺ کی آزاد کردہ باندی حضرت رزینہؓ سے ابو یعلی اور طبرانی نے نقل کیا ہے۔

حضرت سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کیا عراق میں خراسان نام کی کوئی جگہ ہے؟ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں! آپؓ نے فرمایا دجال وہاں سے نکلے گا۔ نعیم بن حماد نے فتن میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ مرو (شہر) کے یہودی فرقے میں سے دجال نکلے گا۔[1]

حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں صبح کو حضرت ابن عباسؓ کے پاس گیا انھوں نے کہا آج رات مجھے صبح تک نیند نہیں آئی۔ میں نے پوچھا کیوں؟ انہوں نے کہا لوگ کہہ رہے تھے کہ دمدار ستارہ نکل آیا، تو مجھے اس کا ڈر ہوا کہ یہ کہیں (وہ) دھواں نہ ہو (جسے قیامت کی نشانیوں میں سے بتایا گیا ہے) اس وجہ سے مجھے صبح تک نیند نہیں آئی۔[2] حاکم کی روایت میں یہ ہے کہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں دجال نہ نکل آیا ہو۔

قبر اور عالم برزخ میں جو کچھ ہوتا ہے اس پر ایمان لانا

حضرت عبادہ بن نسیؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے

۱۔ اخرجه ابن ابی شیبه كذافی الكنز (ج ۷ ص ۲۶۳)

۲۔ اخرجه ابن جرير وهكذا رواه ابن ابی حاتم عن عبدالله بن ابی مليكة عن ابن عباس وهذا اسناد صحيح الى ابن عباس كذافي التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۱۳۹) واخرجه الحاكم (ج ۴ ص ۴۵۹) عن ابن ابی مليكة نحوه غيران في رواية فخشيت ان يكون الدجال قد طرق قال الحاكم هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه ووافقه الذهبی

حضرت عائشہؓ سے فرمایا میرے ان کپڑوں کو دھو کر مجھے ان ہی میں کفن دے دینا کیونکہ (مرنے کے بعد) تمہارے باپ کی دو حالتوں میں سے ایک حالت ضرور ہوگی۔ یا تو اسے اس سے بھی اچھے کپڑے (جنت کے) پہنائے جائیں گے یا یہ کفن کے کپڑے بھی بری طرح چھین لیئے جائیں گے۔ۙ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں نے (اظہار غم کے لیئے) یہ شعر پڑھا۔

لعمرک مایغنی الثراء عن الفتی   اذا حشرجت یوما وضاق بھا الصدر

آپ کی عمر کی قسم! جس دن موت کے وقت سانس اکھڑنے لگے اور اس کی وجہ سے سینہ گھٹنے لگے تو اس وقت جوان آدمی کو مال کی کثرت نفع نہیں دیتی۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اے میری بیٹا! ایسے نہ کہو بلکہ : وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ (سورت ق آیت ۱۹) ترجمہ "اور موت کی سختی (قریب) آپہنچی یہ (موت) وہ چیز ہے جس سے تو بدکتا تھا۔" پھر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میرے یہ دو کپڑے دیکھ لو انہیں دھو کر مجھے ان ہی میں کفن دے دینا کیونکہ نئے کپڑے کی مردے سے زیادہ زندہ کو ضرورت ہے۔ ان کپڑوں کو تو مردے کے جسم کی پیپ اور خون ہی لگے گا (یا یہ کپڑے تو تھوڑی دیر کے نئے ہیں چند دن میں گل سڑ کر ختم ہو جائیں گے)۲ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ کی بیماری اور بڑھ گئی تو میں رونے لگی۔ پھر وہ بیہوش ہو گئے تو میں نے یہ شعر پڑھا

من لایزال دمعه مقنعا   فانه من دمعه مدفوق

جس کے آنسو ہمیشہ رکے رہے ہوں اس کے آنسو ایک دن ضرور بہیں گے۔ پھر ان کو ہوش آیا تو فرمایا بات ویسے نہیں ہے جیسے تم نے کہی بلکہ اے میری بیٹا! صحیح بات وہ ہے جسے اس آیت میں بتایا گیا ہے: وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ پھر پوچھا حضور ﷺ کا کس دن انتقال ہوا تھا؟ میں نے عرض کیا پیر کے دن۔ فرمایا آج کونسا دن ہے؟ میں نے عرض کیا پیر کا دن۔ فرمایا مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اب سے لیکر رات تک کسی وقت میں اس دنیا سے چلا جاؤں گا: چنانچہ منگل کی رات کو ان کا انتقال ہوا اور یہ بھی فرمایا کہ حضور کو کتنے کپڑوں میں دفن کیا گیا تھا؟ میں نے عرض کیا ہم نے حضور کو یمن کی سحول بستی کے بنے ہوئے تین سفید اور نئے کپڑوں میں کفن دیا تھا۔ ان کپڑوں میں نہ کرتا تھا اور نہ عمامہ۔ انھوں نے فرمایا میرے اس کپڑے پر زعفران کا دھبہ لگا ہوا ہے اسے دھلوا اور اسکے ساتھ دو نئے کپڑے اور شامل کر لینا۔ میں نے عرض کیا یہ کپڑا تو پرانا ہے۔ فرمایا زندہ کو مردے سے زیادہ نئے کپڑے کی ضرورت ہے۔ کفن کے

۱۔ اخرجه احمد فی الزھد کذافی المنتخب (ج ۴ ص ۳۶۳)

۲۔ عند احمد ایضا وابن سعد والد غولی

کپڑے تو جسم سے نکلنے والے خون اور پیپ سے خراب ہو جائیں گے۔[1]

حضرت یحییٰ بن ابی راشد نصریؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطابؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹے سے فرمایا اے میرے بیٹے! جب مجھے موت آنے لگے تو میرے جسم کو (دائیں پہلو کی طرف) موڑ دینا اور اپنے دونوں گھٹنے میری کمر کے ساتھ لگا دینا اور اپنا دایاں ہاتھ میری پیشانی پر اور بایاں ہاتھ میری ٹھوڑی پر رکھ دینا اور جب میری روح نکل جائے تو میری آنکھیں بند کر دینا اور مجھے درمیانے قسم کا کفن پہنانا اگر مجھے اللہ کے ہاں سے خیر ملی تو پھر اللہ تعالیٰ مجھے اس سے بہتر کفن دیں گے اور اگر میرے ساتھ کچھ اور ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کفن کو مجھ سے جلدی چھین لیں گے اور میری قبر درمیانی قسم کی بنانا کیونکہ اگر مجھے اللہ کے ہاں خیر ملی تو پھر تو قبر کو تا حد نگاہ کشادہ کر دیا جائے گا اور اگر معاملہ اس کے خلاف ہوا تو پھر قبر میرے لیئے اتنی تنگ کر دی جائے گی کہ میری پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی۔ میرے جنازے کے ساتھ کوئی عورت نہ جائے اور جو خوبی مجھ میں نہیں ہے اسے مت بیان کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ مجھے تم لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں اور جب تم میرے جنازے کو لے کر چلو تو تیز چلنا کیونکہ اگر مجھے اللہ کے ہاں سے خیر ملنے والی ہے تو تم مجھے اس خیر کی طرف لے جا رہے ہو۔ (اس لیئے جلدی کرو) اور اگر معاملہ اس کے خلاف ہے تو تم ایک شر کو اٹھا کر لے جا رہے ہو اسے اپنی گردن سے جلد اتار دو۔[2] امر خلافت کی صلاحیت رکھنے والے حضرات کے مشورے پر امر خلافت کو موقوف کر دینے کے باب میں حضرت عمرؓ کا یہ فرمان گزر چکا ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے سمجھ لیا کہ اب تو موت آنے والی ہے تو فرمایا اب اگر میرے پاس ساری دنیا ہو تو میں اسے موت کے بعد آنے والے ہولناک منظر کی گھبراہٹ کے بدلے میں دینے کو تیار ہوں۔ انھوں نے اپنے بیٹے سے کہا اے عبداللہ بن عمر! میرے رخسار کو زمین پر رکھ دو (حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں) میں نے ان کا سر اپنی ران سے اٹھا کر اپنی پنڈلی پر رکھ دیا تو فرمایا نہیں۔ میرے رخسار کو زمین پر رکھ دو؛ چنانچہ انھوں نے اپنی داڑھی اور رخسار کو اٹھا کر زمین پر رکھ دیا اور فرمایا او عمر! اگر اللہ نے تیری مغفرت نہ کی تو پھر اے عمر! تیری بھی اور تیری ماں کی بھی ہلاکت ہے۔ اس کے بعد ان کی روح پرواز کر گئی رحمہ اللہ۔ اس واقعہ کو طبرانی نے حضرت ابن عمرؓ سے ایک لمبی حدیث میں نقل کیا ہے۔[3] رونے کے باب میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت ہانیؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا

---

[1] عند ابی یعلے وابی نعیم والدغولی والبیھقی کذافی المنتخب (ج ۴ ص ۳۶۲) وفی سیاق ابن سعد (ج ۳ ص ۱۹۷) انما یصیر الی الصدید والی البلے)

[2] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۳۵۸) واخرجه ابن ابی الدنیا فی القبور عن یحیی نحوه کما فی المنتخب (ج ۴ ص ۳۶۷)

[3] وحسن اسنادہ الھیثمی (ج ۹ ص ۷۶)

روتے کہ داڑھی تر ہو جاتی۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپؓ جنت اور جہنم کا تذکرہ کرتے ہیں تو نہیں روتے لیکن قبر کو یاد کر کے روتے ہیں؟ آگے پوری حدیث ذکر کی ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اسے حدیث حسن قرار دیا ہے۔

حضرت خالد بن ربیعؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت حذیفہؓ کی بیماری بڑھی تو یہ خبر ان کی جماعت اور انصار تک پہنچی۔ یہ لوگ آدھی رات کو یا صبح کے قریب حضرت حذیفہؓ کے پاس آئے (میں بھی ان کے ساتھ تھا) حضرت حذیفہؓ نے پوچھا اب کیا وقت ہے؟ ہم نے عرض کیا آدھی رات ہے یا صبح کے قریب۔ انھوں نے فرمایا میں جہنم کی صبح سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ کیا تم لوگ میرے کفن کے لئے کچھ لائے ہو؟ ہم نے کہا جی ہاں! انھوں نے فرمایا کفن مہنگا نہ بنانا کیونکہ اگر اللہ کے ہاں میرے لیئے خیر ہوئی تو مجھے اس کفن سے بہتر کپڑا مل جائے گا اور اگر دوسری صورت ہوئی تو یہ کفن مجھ سے جلدی چھین لیا جائے گا۔[1]

حضرت ابووائلؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت حذیفہؓ کی بیماری بڑھ گئی تو بنوعبس کے کچھ لوگ ان کے پاس آئے۔ حضرت خالد بن ربیع عبسی نے مجھے بتایا حضرت حذیفہؓ مدائن میں تھے ہم آدھی رات کو ان کے پاس گئے آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔[2]

حضرت صلہ بن زفرؒ کہتے ہیں کہ حضرت حذیفہؓ نے مجھے اور حضرت ابومسعود کو بھیجا ہم نے ان کے کفن کے لئے دودھاری دار منقش چادریں تین سو درہم میں خریدیں۔ انہوں نے ہم سے کہا تم نے میرے لئے جو کفن خریدا ہے وہ ذرا مجھے دکھاؤ۔ ہم نے انہیں وہ کفن دکھایا۔ انھوں نے کہا یہ کفن تو میرے لئے (مناسب) نہیں ہے۔ میرے لیئے تو دو سفید عام چادریں کافی تھیں۔ ان کے ساتھ قمیض کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ قبر میں تھوڑی ہی دیر گزرے گی کہ یا تو ان دو چادروں سے بہتر کفن مجھے مل جائے گا یا پھر ان سے بھی زیادہ برے کپڑے پہنا دیئے جائیں گے؛ چنانچہ ہم نے ان کے لیئے دو سفید چادریں خریدیں۔[3] ابونعیم کی دوسری روایت میں یہ مضمون ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے کفن دیکھ کر فرمایا تم اس کفن کا کیا کرو گے؟ اگر تمہارا یہ ساتھی نیک ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں عمدہ کفن دے دیں گے اور اگر یہ نیک نہ ہوا تو قبر کے دونوں کنارے اسے قیامت تک (گیند کی طرح) پھینکتے رہیں گے۔[4] حاکم کی روایت میں یہ ہے کہ اگر تمہارا یہ ساتھی نیک نہ ہوا تو پھر اللہ تعالیٰ یہ کفن قیامت کے دن اس کے چہرے پر ماریں گے۔

۱ـ اخرجه البخاری فی الادب (ص ۴۷) ۲ـ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۸۲) واخرجه الحاکم فی المستدرک (ج ۳ ص ۳۸۰) عن ابی مسعود الانصاریؓ بمعناه مختصرا

۳ـ عند ابی نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۸۳) وعنده ایضا (ج ۱ ص ۲۸۲) عن ابی مسعود مختصرا ۴ـ اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۳۸۰) عن قیس بن ابی حازم نحوه.

حضرت ضحاک بن عبدالرحمٰنؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے اپنے جوانوں کو بلا کر ان سے کہا جاؤ اور میرے لیئے خوب گہری اور چوڑی قبر کھودو۔ وہ گئے اور واپس آ کر انھوں نے کہا کہ ہم خوب چوڑی اور گہری قبر کھود آئے ہیں۔ پھر انھوں نے فرمایا اللہ کی قسم! قبر میں دو قسم کے حالات میں سے ایک طرح کے حالات ضرور پیش آئیں گے یا تو میری قبر کو اتنا کشادہ کر دیا جائے گا کہ اس کا ہر کونہ چالیس ہاتھ لمبا ہو جائے گا۔ پھر میرے لیئے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جائے گا اور میں اس میں سے اپنی بیویوں، محلات اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے میرے اکرام واعزاز کے لیئے وہاں تیار کر رکھا ہے وہ سب کچھ دیکھوں گا اور آج مجھے جتنا اپنے گھر کا راستہ آتا ہے اس سے زیادہ مجھے اپنے اس ٹھکانے کا راستہ آتا ہوگا اور قبر سے اٹھائے جانے تک جنت کی ہوا اور راحت کا سامان مجھ تک پہنچتا رہے گا اور اگر خدانخواستہ دوسری حالت ہوئی اور اس سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ تو میری قبر کو مجھ پر اتنا تنگ کر دیا جائے گا کہ جیسے نیزے کی لکڑی نیزے کے پھل میں تنگ ہوتی ہے وہ قبر اس سے بھی زیادہ تنگ ہوگی۔ پھر میرے لیئے جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا جائے گا اور میں اس میں سے اپنی زنجیروں بیڑیوں اور جہنم کے قیدی ساتھیوں کو دیکھوں گا اور آج مجھے جتنا اپنے گھر کا راستہ آتا ہے اس سے زیادہ مجھے جہنم میں اپنے ٹھکانے کا راستہ آتا ہوگا اور قبر سے اٹھائے جانے تک جہنم کی گرم ہوا اور گرم پانی کا اثر مجھ تک پہنچتا رہے گا۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت اسید بن حضیرؓ فضیلت والے لوگوں میں سے تھے وہ کہا کرتے تھے کہ میں تین حالتوں میں جیسا ہوتا ہوں اگر میں ہر وقت ویسا رہوں تو میں یقیناً جنت والوں میں سے ہو جاؤں اور مجھے اس میں کوئی شک نہ رہے ایک وہ حالت جبکہ میں خود قرآن پڑھ رہا ہوں یا کوئی اور قرآن پڑھ رہا ہو اور میں سن رہا ہوں۔ دوسری وہ حالت جبکہ میں نبی کریم ﷺ کا خطبہ سن رہا ہوں۔ تیسری وہ حالت جبکہ میں کسی جنازے میں شریک ہوں اور جب بھی میں کسی جنازے میں شریک ہوتا ہوں تو اپنے دل میں صرف یہی سوچتا ہوں کہ اس جنازے کے ساتھ کیا ہوگا اور یہ جنازہ کہاں جا رہا ہے۔[2]

آخرت پر ایمان لانا

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب ہم آپ کو دیکھتے ہیں تو ہمارے دل نرم ہو جاتے ہیں اور آخرت کی فکر والے بن جاتے ہیں لیکن جب ہم آپ سے جدا ہو جاتے ہیں تو ہمیں دنیا اچھی لگنے لگتی ہے اور بیویوں اور بچوں میں مشغول ہو جاتے

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۶۲)

۲۔ اخرجه ابو نعيم والبيهقي وابن عساكر كذافي المنتخب (ج ۵ ص ۱۳۸)

ہیں۔حضورﷺ نے فرمایا تم میرے پاس جس حالت پر ہوتے ہو اگر تم ہر وقت اس حالت پر رہو تو فرشتے اپنے ہاتھوں سے تم سے مصافحہ کرنے لگیں اور تمہارے گھروں میں تم سے ملنے آئیں اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لے آئیں گے جو گناہ کریں گے (اور استغفار کریں گے) تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں جنت کے بارے میں بتائیں کہ اس کی عمارت کس چیز سے بنی ہوئی ہے؟ آپؐ نے فرمایا ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی ہے۔اس کا گارا خوب مہکتے ہوئے مشک کا ہے۔اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت ہیں۔اس کی مٹی زعفران ہے۔جو جنت میں جائے گا وہ ہمیشہ عیش وعشرت میں رہے گا کبھی بدحال نہ ہوگا۔اور ہمیشہ رہے گا۔کبھی اسے موت نہیں آئے گی اور نہ ہی اس کے کپڑے پرانے ہوں گے اور نہ کبھی اس کی جوانی ختم ہوگی۔تین آدمی ایسے ہیں جن کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی۔ایک عادل بادشاہ دوسرا روزہ دار جب تک روزہ نہ کھول لے، تیسرے مظلوم کی بد دعا جسے بادلوں سے اوپر اٹھالیا جاتا ہے اور اس کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں میری عزت کی قسم! میں تیری مدد ضرور کروں گا اگرچہ اس میں کچھ دیر ہو جائے۔[1]

حضرت سوید بن غفلہؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ پر ایک مرتبہ فاقہ آیا تو انھوں نے حضرت فاطمہؓ سے کہا اگر تم حضورﷺ کی خدمت میں جا کر کچھ مانگ لو تو اچھا ہے؛ چنانچہ حضرت فاطمہؓ حضورؐ کے پاس گئیں۔اس وقت حضورؐ کے پاس حضرت ام ایمنؓ موجود تھیں۔حضرت فاطمہؓ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو حضورؐ نے حضرت ام ایمنؓ سے فرمایا یہ کھٹکھٹاہٹ تو فاطمہؓ کی ہے۔آج اس وقت آئی ہے پہلے تو کبھی اس وقت نہیں آیا کرتی۔پھر حضرت فاطمہؓ (اندر آگئیں اور انھوں) نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان فرشتوں کا کھانا **لاالہ الا اللہ سبحان اللہ** اور **الحمدللہ** کہنا ہے۔ہمارا کھانا کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے محمد کے گھرانے کے کسی گھر میں تیس دن سے آگ نہیں جلی۔ہمارے پاس چند بکریاں آئی ہیں اگر تم چاہو تو پانچ بکریاں تمہیں دے دوں اور اگر چاہو تو تمہیں وہ پانچ کلمات سکھا دوں جو حضرت جبرائیلؑ نے مجھے سکھائے ہیں۔حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا نہیں بلکہ مجھے تو وہی پانچ کلمات سکھا دیں جو آپ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سکھائے ہیں۔حضورؐ نے فرمایا تم یہ کہا کرو: **یا اول الاولین ویا اخر الاخرین ویاذاالقوۃ المتین ویاراحم المساکین ویا ارحم الراحمین!** پھر حضرت فاطمہؓ واپس چلی گئیں۔جب حضرت علیؓ کے پاس پہنچیں تو حضرت علیؓ نے پوچھا کیا ہوا؟ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا میں آپؐ کے پاس سے دنیا لینے گئی تھی لیکن وہاں سے آخرت لے کر آئی ہوں۔حضرت علیؓ نے فرمایا پھر تو یہ دن تمہارا سب سے بہترین دن ہے۔[2]

۱۔ اخرجه احمد وروى الترمذى وابن ماجة بعضه كما فى التفسير لابن كثير (ج ۳ ص ۹۳)

۲۔ اخرجه ابو الشيخ فى جزء من حديثه

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں ہم لوگ ایک سفر میں حضرت ابو موسیٰؓ کے ساتھ تھے۔ انھوں نے لوگوں کو باتیں کرتے ہوئے اور فصیح و بلیغ گفتگو کرتے ہوئے سنا تو فرمایا اے انس! مجھے ان کی باتوں سے کیا تعلق؟ آؤ ہم اپنے رب کا ذکر کریں کیونکہ یہ لوگ تو اپنی زبان سے کھال ہی اتار دیں گے۔ پھر مجھ سے فرمایا اے انس! کس چیز نے ان لوگوں کو آخرت سے پیچھے کر دیا اور کس چیز نے انہیں آخرت سے روک دیا؟ میں نے عرض کیا خواہشات نے اور شیطان نے۔ حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا نہیں۔ اللہ کی قسم! نہیں بلکہ انہوں نے اس وجہ سے آخرت کو چھوڑ دیا کہ دنیا تو سامنے ہے اور آخرت بعد میں آئے گی۔ اگر یہ آنکھوں سے آخرت دیکھ لیتے تو اس سے نہ ہٹتے اور شک نہ کرتے۔[1]

قیامت کے دن جو کچھ ہوگا اس پر ایمان لانا

حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ جب یَآ اَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ سے لے کر وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیْدٌ تک دو آیتیں نازل ہوئیں (سورت حج آیت ۱۔۲) ترجمہ "اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو (کیونکہ) یقیناً قیامت (کے دن) کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہوگی جس روز تم لوگ اس (زلزلہ) کو دیکھو گے تمام دودھ پلانے والیاں (مارے ہیبت کے) اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں اور تمام حمل والیاں اپنا حمل (دن پورے ہونے سے پہلے) ڈال دیں گی اور (اے مخاطب) تجھ کو لوگ نشہ کی سی حالت میں دکھائی دیں گے؛ حالانکہ وہ (واقع میں) نشہ میں نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب ہے ہی سخت چیز" تو اس وقت حضور ﷺ سفر میں تھے حضورؐ نے فرمایا تم لوگ جانتے ہو یہ کونسا دن ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا یہ وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم (علیہ السلام) سے فرمائیں گے آگ میں جانے والوں کو بھیج دو۔ وہ عرض کریں گے اے میرے رب! آگ میں جانے والے کتنے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے نو سو ننانوے تو آگ میں جائیں گے اور ایک آدمی جنت میں جائے گا۔ یہ سن کر سارے مسلمان رونے لگ پڑے۔ حضور نے فرمایا میانہ روی اختیار کرو اور ٹھیک ٹھیک چلتے رہو۔ ہر نبوت سے پہلے جاہلیت کا زمانہ ہوا کرتا تھا تو پہلے یہ تعداد ان جاہلیت والوں سے پوری کی جائے گی پھر منافقوں سے پوری کی جائے گی۔ تمہاری اور باقی تمام امتوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی جانور کے پاؤں میں ابھری ہوئی غدود ہو یا جیسے اونٹ کے پہلو میں تل ہو۔ پھر فرمایا مجھے امید

(بقیہ) کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۰۲) وقال ولم أر فی رواتہ من جرح الا ان صورتہ صورت المرسل فان کان سوید سمعہ من علی فھو متصل

[1] اخرجه ابو نعيم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۵۹)

ہے کہ آپ لوگ جنت میں جانے والوں میں سے چوتھائی ہوں گے۔ اس پر صحابہؓ نے اللہ اکبر کہا پھر فرمایا مجھے امید ہے آپ لوگ جنت میں جانے والوں کا تہائی حصہ ہوں گے اس پر صحابہؓ نے پھر اللہ اکبر کہا۔ پھر آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ آپ لوگ جنت میں جانے والوں میں سے آدھے ہوں گے۔ صحابہؓ نے پھر اللہ اکبر کہا۔ راوی کہتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ حضورؐ نے دو تہائی بھی فرمایا یا نہیں (لیکن طبرانی اور ترمذی کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ یہ امت جنت والوں کا دو تہائی ہوگی یعنی اللہ نے حضورؐ کی امید سے زیادہ کر دیا)۔[1] اسی آیت کی تفسیر میں بخاری میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے اے آدم! وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب! میں حاضر ہوں، ہر خدمت کے لیئے تیار ہوں۔ پھر ان کو بلند آواز سے کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دے رہے ہیں کہ آپ اپنی اولاد میں سے آگ میں جانے والوں کو نکال لیں۔ حضرت آدمؑ پوچھیں گے آگ میں جانے والے کتنے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے تو اس وقت ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی اور بچہ بوڑھا ہو جائے گا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ (ترجمہ گزر چکا) یہ سن کر صحابہ پر ایسا رنج و غم طاری ہوا کہ ان کے چہرے (غم کے مارے) بدل گئے۔ حضورؐ نے فرمایا یاجوج و ماجوج میں سے نو سو ننانوے ہوں گے (جو جہنم میں جائیں گے) اور تم میں سے ایک ہوگا (جو جنت میں جائے گا) تم باقی لوگوں میں ایسے ہو جیسے سفید بیل کے پہلو میں کالا بال یا کالے بیل کے پہلو میں سفید بال۔ مجھے امید ہے کہ تم جنت والوں کا چوتھائی حصہ ہوگے۔ ہم نے اللہ اکبر کہا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا تم جنت والوں کا تہائی ہوگے۔ ہم نے اللہ اکبر کہا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا تم جنت والوں کے آدھے ہوگے پھر ہم نے اللہ اکبر کہا۔[2] ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ بات صحابہؓ پر بڑی گراں گزری اور ان پر رنج و غم طاری ہو گیا۔

حضرت ابن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ جب ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ (سورت زمر آیت ۳۱) نازل ہوئی۔ ترجمہ "پھر قیامت کے روز تم مقدمات اپنے رب کے سامنے پیش کرو گے (اس وقت عملی فیصلہ ہو جائے گا)" تو حضرت زبیرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا مقدمات بار بار پیش کیئے جائیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ حضرت زبیرؓ نے کہا پھر تو معاملہ بڑا سخت ہوگا ایسے ہی اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ اس میں مزید یہ مضمون بھی ہے کہ جب ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ نازل ہوئی (سورۃ

۱۔ اخرجه الترمذی وصححه وكذا رواه الامام احمد وابن ابی حاتم

۲۔ وقدرواه البخاری ایضا فی غیر هذا الموضع ورواه النسائي في تفسيره كذافي التفسير لابن كثير (ج ۳ ص ۲۰۴) واخرجه الحاكم (ج ۲ ص ۵۶۸) عن ابن عباسؓ نحوه۔

تکاثر آیت ۸) ترجمہ ''پھر (اور بات سنو کہ) اس روز تم سب سے نعمتوں کی پوچھ ہوگی'' تو حضرت زبیرؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! ہم سے کس نعمت کا سوال ہوگا؟ ہمارے پاس تو صرف یہ دو سردار نعمتیں ہیں، کھجور اور پانی۔[1]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ سورت حضور ﷺ پر نازل ہوئی: اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ. (سورت زمر آیت ۳۰۔۳۱) ترجمہ ''آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے پھر قیامت کے روز تم مقدمات اپنے رب کے سامنے پیش کرو گے (اس وقت عملی فیصلہ ہو جائے گا)'' تو حضرت زبیر بن عوامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! خاص خاص گناہوں کے ساتھ ہم پر وہ جھگڑے بھی بار بار پیش کیے جائیں گے جو دنیا میں ہمارے آپس میں تھے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں، یہ مقدمات بار بار پیش کئے جاتے رہیں گے یہاں تک کہ ہر حق والے کو اس کا حق مل جائے۔ حضرت زبیرؓ نے کہا اللہ کی قسم پھر تو معاملہ بہت سخت ہے۔[2]

حضرت قیس بن ابی حازمؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اپنی بیوی کی گود میں سر رکھے ہوئے تھے کہ اتنے میں رونے لگے پھر ان کی بیوی بھی رونے لگی۔

ابن رواحہؓ نے کہا تم کیوں رو رہی ہو؟ انھوں نے کہا میں نے آپ کو روتے ہوئے دیکھا، اس لیئے میں بھی رونے لگی، حضرت ابن رواحہؓ نے کہا مجھے اللہ تعالی کا یہ فرمان یاد آ گیا وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (سورت مریم آیت ۷۱) ترجمہ ''اور تم میں سے کوئی بھی نہیں جس کا اس (جہنم) پر سے گزر نہ ہو۔'' اب مجھے معلوم نہیں میں جہنم سے نجات پا سکوں گا یا نہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابن رواحہؓ اس وقت بیمار تھے۔[3]

حضرت عبادہ بن محمد بن عبادہ بن صامتؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت عبادہؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے فرمایا میرا بستر گھر کے صحن میں باہر نکال دو پھر فرمایا میرے سارے غلام، خادم اور پڑوسی اور وہ تمام آدمی یہاں جمع کرو جو میرے پاس آیا کرتے تھے جب یہ سب ان کے پاس جمع ہو گئے تو فرمایا میرا تو یہی خیال ہے کہ آج کا دن میری دنیا کی زندگی کا آخری دن ہے اور آج کی رات میری آخرت کی پہلی رات ہے اور مجھے معلوم تو نہیں لیکن ہوسکتا ہے کہ میرے ہاتھ سے یا میری زبان سے تم لوگوں کے ساتھ کوئی زیادتی ہوگئی ہو اور اس ذات کی قسم جس کے

۱۔ اخرجه ابن ابی حاتم وقدروی هذه الزیادة الترمذی وحسنه وابن ماجة

۲۔ عند احمد رواه الترمذی وقال حسن صحیح کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۵۲) واخرجه الحاکم فی المستدرک (ج ۴ ص ۵۷۲) نحوه وقال هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه

۳۔ اخرجه عبدالرزاق کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۱۳۲)

قبضہ میں میری جان ہے مجھے قیامت کے دن اس کا بدلہ دینا پڑے گا۔ میں پورے زور سے تم لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ تم لوگوں میں سے کسی کے دل میں اگر ایسی کوئی بات ہو تو وہ میری جان کے نکلنے سے پہلے مجھ سے بدلہ لے لے۔ ان سب نے کہا نہیں۔ آپ تو ہمارے لیے والد کی طرح تھے اور ہمیں ادب سکھاتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ انھوں نے کبھی کسی خادم کو برا بھلا نہیں کہا تھا۔ پھر انہوں نے کہا جو کچھ بھی ہوا ہو کیا تم نے مجھے معاف کر دیا ہے؟ سب نے کہا جی ہاں۔ فرمایا اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔ پھر فرمایا اگر ایسی کوئی بات نہیں ہے تو پھر میری وصیت یاد رکھنا۔ میں پر زور تاکید کرتا ہوں کہ تم میں سے کوئی بھی میرے مرنے پر ہرگز نہ روئے بلکہ جب میری جان نکل جائے تو تم وضو کرنا اور اچھی طرح وضو کرنا اور پھر تم میں سے ہر آدمی مسجد میں جا کر نماز پڑھے پھر عبادہ کے لیے یعنی میرے لیے اور اپنے لیے استغفار کرلے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: اِسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (سورت بقرہ آیت ۴۵۔۱۵۳) ترجمہ ''صبر اور نماز سے سہارا حاصل کرو۔'' پھر مجھے قبر کی طرف جلدی جلدی لے جانا میرے جنازے کے پیچھے آگ لے کر نہ چلنا اور نہ میرے نیچے ارغوانی رنگ کا کپڑا ڈالنا۔[1]

بیت المال میں سے اپنے اوپر اور اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرنے میں احتیاط برتنے کے باب میں یہ قصہ گزر چکا ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے چار ہزار درہم ادھار مانگے تو حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت عمرؓ کے قاصد سے کہا جا کر حضرت عمرؓ سے کہہ دو کہ ابھی وہ بیت المال سے چار ہزار لے لیں پھر بعد میں واپس کر دیں۔ جب قاصد نے واپس آکر حضرت عمرؓ کو ان کا جواب بتایا تو حضرت عمرؓ کو بڑی گرانی ہوئی۔ پھر جب حضرت عمرؓ کی حضرت عبدالرحمٰنؓ سے ملاقات ہوئی تو ان سے کہا، تم نے کہا تھا کہ عمر چار ہزار بیت المال سے ادھار لے لے اگر میں (بیت المال سے ادھار لے کر تجارتی قافلہ کے ساتھ بھیج دوں اور پھر) تجارتی قافلے کی واپسی سے پہلے مر جاؤں تو تم لوگ کہو گے کہ امیر المومنین نے چار ہزار لیے تھے اب ان کا انتقال ہو گیا ہے، اس لیے یہ ان کے چار ہزار چھوڑ دو (تم لوگ تو چھوڑ دو گے) اور میں ان کے بدلے قیامت کے دن پکڑا جاؤں گا۔

اور عنقریب اللہ تعالیٰ کے علم سے اور اس کے رسول ﷺ کے علم سے اثر لینے کے باب میں یہ قصہ آئے گا کہ جب حضرت ابو ہریرہؓ قاری عالم، مالدار اور اللہ کے راستہ میں شہید ہونے والے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے (اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے دوزخ میں جانے کے) فیصلے والی حدیث ذکر کرتے تو اتنا زیادہ روتے کہ بیہوش ہو جاتے اور چہرے کے بل گر جاتے یہاں تک کہ حضرت شفی اصبحی انہیں سہارا دیتے اور بہت دیر تک ان کا یہی حال رہتا اور حضرت معاویہؓ جب یہ

[1] اخرجه البيهقي وابن عساكر كذافي الكنز (ج۷ص ۷۹)

حدیث سنتے تو اتنا زیادہ روتے کہ لوگ یہ سمجھتے کہ ان کی تو اب جان نکل جائے گی۔

شفاعت پر ایمان لانا

حضرت عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں حضورﷺ نے آخر شب میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ ہم بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ ہم میں سے ہر آدمی اپنے کجاوے کی پچھلی لکڑی کے ساتھ ٹیک لگا کر سو گیا کچھ دیر بعد میری آنکھ کھلی تو مجھے حضور اپنے کجاوے کے پاس نظر نہ آئے۔ اس سے میں گھبرا گیا اور حضور کو تلاش کرنے چل پڑا۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے ایک جگہ مجھے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ملے۔ وہ دونوں بھی اسی وجہ سے گھبرائے ہوئے تھے جس وجہ سے میں گھبرایا ہوا تھا۔ ہم لوگ یونہی ڈھونڈ رہے تھے کہ اچانک ہمیں وادی کے اوپر کے حصہ سے چکی چلنے جیسی آواز سنائی دی۔ (ہم لوگ اس آواز کی طرف گئے تو دیکھا حضورﷺ رو رہے ہیں) پھر ہم نے حضور کو اپنی بات بتائی۔ حضورؐ نے فرمایا آج رات میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک فرشتہ آیا اور اس نے مجھے دو باتوں میں اختیار دیا کہ یا تو میں شفاعت کروں یا میری آدھی امت جنت میں چلی جائے۔ میں نے شفاعت کو اختیار کرلیا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبیؐ! میں آپ کو اللہ کا اور آپ کی صحبت میں رہنے کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ آپ ہمیں بھی اپنی شفاعت والوں میں شامل کرلیں۔ حضورؐ نے فرمایا آپ لوگ تو میری شفاعت والوں میں ہو ہی۔ پھر ہم لوگ حضورؐ کے ساتھ چل پڑے یہاں تک کہ ہم لوگوں کے پاس پہنچ گئے تو وہ بھی حضور کو اپنی جگہ نہ پاکر گھبرائے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک فرشتہ آیا اور اس نے مجھے ان باتوں میں اختیار دیا کہ یا تو میں شفاعت اختیار کرلوں یا میری آدھی امت جنت میں داخل ہو جائے؛ چنانچہ میں نے شفاعت کو اختیار کرلیا۔ صحابہؓ نے حضور کی خدمت میں عرض کیا ہم آپ کو اللہ کا اور آپ کی صحبت میں رہنے کا واسطہ دے کر عرض کرتے ہیں کہ آپ ہمیں بھی اپنی شفاعت والوں میں شامل کرلیں۔ جب تمام صحابہؓ آپؐ کے پاس جمع ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا میں تمام حاضرین کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میری شفاعت میری امت میں سے ہر اس آدمی کے لیئے ہے جو اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عقیلؓ فرماتے ہیں کہ میں قبیلہ ثقیف کے وفد کے ساتھ حضورﷺ کے پاس گیا۔ جب ہم نے دروازے کے پاس سواریاں بٹھائیں تو اس وقت جس ذات کے پاس جا رہے تھے ہمارے نزدیک اس سے زیادہ مبغوض اور کوئی انسان نہیں تھا لیکن جب اس کی خدمت

---

[1] اخرجه البغوی وابن عساکر کذافی الکنز (ج۷ص ۲۷۱)

میں حاضری دے کر باہر آئے تو اس وقت ہمارے نزدیک اس ذات سے زیادہ محبوب اور کوئی انسان نہیں تھا جس کی خدمت میں ہم گئے تھے۔ ہم میں سے ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اپنے رب سے حضرت سلیمانؑ جیسا ملک کیوں نہ مانگ لیا؟ اس پر حضورؐ ہنس پڑے اور فرمایا ہوسکتا ہے تمہارے نبی کو اللہ کے ہاں ملک سلیمانی سے بہتر کوئی چیز مل جائے۔ اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجا اسے ایک خاص دعا ضرور عطا فرمائی۔ کسی نبیؑ نے وہ دعا مانگ کر دنیا لے لی، کسی نبی کی قوم نافرمان تھی تو اس نے اپنی قوم کے خلاف بددعا کی تو وہ ساری قوم ہلاک ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی وہ خاص دعا عطا فرمائی لیکن میں نے وہ دعا اپنے رب کے ہاں چھپا کر رکھی ہوئی ہے اور وہ دعا یہ ہے کہ میں قیامت کے دن اپنی امت کے لیے شفاعت کروں گا۔[1]

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا میں اپنی امت کے برے لوگوں کے لیے بہترین آدمی ہوں۔ تو قبیلہ مزینہ کے ایک آدمی نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! جب آپ اپنی امت کے بروں کے لیے ایسے ہیں تو ان کے نیکوں کے لیے کیسے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا میری امت کے نیک لوگ اپنے اعمال کی برکت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور میری امت کے برے لوگ میری شفاعت کا انتظار کریں گے۔ غور سے سنو! میری شفاعت قیامت کے دن میری امت کے تمام لوگوں کے لیے ہوگی سوائے اس آدمی کے جو میرے صحابہؓ میں کمی نکالتا ہو۔[2]

حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا میں اپنی امت کے لیے شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میرا رب مجھے پکار کر پوچھے گا اے محمد! کیا تم راضی ہو گئے؟ میں کہوں گا جی ہاں میں راضی ہوگیا۔ پھر حضرت علیؓ نے (لوگوں کی طرف) متوجہ ہو کر فرمایا تم عراق والے یہ کہتے ہو کہ قرآن میں سب سے زیادہ امید والی آیت یہ ہے: یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ۚ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (سورت زمر آیت ۵۳) ترجمہ "آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے (کفر و شرک کر کے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو بالیقین اللہ تعالیٰ تمام (گزشتہ) گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے۔" میں نے کہا ہم تو یہی کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا لیکن ہم اہل بیت یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی کتاب میں سب سے زیادہ امید والی آیت وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ہے (سورت ضحیٰ آیت

---

[1] اخرجه البغوی وابن منده وابن عساكر قال البغوی لااعلم روی ابن ابی عقيل غير هذا الحديث وهو غريب لم يحدث به الامن هذا الوجه كذا فی الكنز (ج ۷ص ۲۷۲) واخرجه البخاری والحارث بن ابی اسامه كما فی الاصابة (ج ۲ص ت)

[2] اخرجه الشيرازی فی الالقاب وابن النجار كذا فی الكنز (ج ۷ص ۲۷۲)

۵) ترجمہ "اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو (آخرت میں بکثرت نعتیں) دے گا سو آپ خوش ہو جائیں گے" اور اس دینے سے مراد شفاعت ہے۔[1]

حضرت ابن بریدہؒ کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت بریدہؓ حضرت معاویہؓ کے پاس گئے وہاں اس وقت ایک آدمی بات کر رہا تھا۔ حضرت بریدہؓ نے کہا کیا آپ مجھے بات کرنے کی اجازت دیتے ہیں؟ حضرت معاویہؓ نے کہا جی ہاں! اجازت ہے۔ حضرت معاویہؓ کا خیال تھا کہ حضرت بریدہؓ بھی ویسی بات کریں گے جیسی دوسرا کر رہا تھا۔ حضرت بریدہؓ نے کہا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے امید ہے کہ میں قیامت کے دن اتنے لوگوں کی شفاعت کروں گا جتنے زمین پر درخت اور پتھر ہیں۔ پھر حضرت بریدہؓ نے کہا اے معاویہ! آپ تو اس شفاعت کے امیدوار ہیں اور حضرت علیؓ اس شفاعت کے امیدوار نہیں ہیں۔[2]

حضرت طلق بن حبیبؒ کہتے ہیں میں لوگوں میں سب سے زیادہ شفاعت کو جھٹلایا کرتا تھا یہاں تک کہ ایک دن میری ملاقات حضرت جابر بن عبداللہؓ سے ہوئی اور (اپنی بات کو ثابت کرنے کے لیئے) میں نے ان کو وہ تمام آیتیں پڑھ کر سنا دیں جو مجھے آتی تھیں اور جن میں اللہ تعالیٰ نے جہنم والوں کے جہنم میں ہمیشہ رہنے کا ذکر فرمایا ہے۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا اے طلق! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم مجھ سے زیادہ اللہ کی کتاب کو پڑھنے والے ہو اور مجھ سے زیادہ رسول اللہ کی سنت کو جاننے والے ہو؟ تم نے جو آیتیں پڑھی ہیں ان سے مراد تو وہ جہنم والے ہیں جو مشرک ہوں اور شفاعت ان لوگوں کے بارے میں ہے جو (مسلمان تھے لیکن وہ) بہت سے گناہ کر بیٹھے اور انہیں (جہنم میں) عذاب دیا جائے گا پھر ان کو (حضورؐ کی شفاعت پر) جہنم سے نکالا جائے گا۔ پھر حضرت جابرؓ نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کو لگا کر کہا یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں اگر میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہو کہ جہنم میں ڈالنے کے بعد ان کو اس میں سے نکالا جائے گا جیسے تم قرآن پڑھتے ہو ہم بھی ویسے ہی پڑھتے ہیں۔[3]

حضرت یزید الفقیرؒ کہتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ حدیثیں بیان فرما رہے تھے میں ان کی مجلس میں جا کر بیٹھ گیا۔ انھوں نے یہ بیان کیا کہ کچھ لوگ جہنم کی آگ سے باہر نکلیں گے۔ ان دنوں میں اس بات کو نہیں مانتا تھا اس لیئے مجھے غصہ آ گیا اور میں نے کہا اور لوگوں پر تو مجھے تعجب نہیں ہے لیکن اے محمد ﷺ کے صحابہؓ! مجھے آپ لوگوں پر بڑا تعجب ہے۔ آپ لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آگ سے کچھ لوگوں کو نکالیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يُرِيدُونَ أَنْ يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُم بِخَارِجِينَ مِنْهَا (سورۃ مائدہ آیت ۳۷) ترجمہ "اس بات کی خواہش

۱۔ اخرجه ابن مردويه كذا فى الكنز (ج۷ ص ۲۷۳) ۲۔ اخرجه احمد كذا فى التفسير لابن كثير (ج۳ ص ۵۶) ۳۔ اخرجه ابن مردويه

کریں گے کہ جہنم سے نکل آویں اور وہ اس سے کبھی نہ نکلیں گے'' حضرت جابرؓ کے ساتھی مجھے ڈانٹنے لگے۔ حضرت جابرؓ خود ان میں سب سے زیادہ بردبار تھے۔ انھوں نے فرمایا اس آدمی کو چھوڑ دو اور فرمایا یہ آیت تو کفار کے بارے میں ہے پھر یہ آیت پڑھی: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ سے لے کر وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ تک (سورۃ مائدہ آیت ۳۶۔ ۳۷) ترجمہ ''یقیناً جو لوگ کافر ہیں اگر ان کے پاس تمام دنیا بھر کی چیزیں ہوں اور ان چیزوں کے ساتھ اتنی چیزیں اور بھی ہوں تا کہ وہ اس کو دے کر روز قیامت کے عذاب سے چھوٹ جاویں تب بھی وہ چیزیں ہرگز ان سے قبول نہ کی جاویں گی اور ان کو دردناک عذاب ہوگا۔ اس بات کی خواہش کریں گے کہ جہنم سے نکل آئیں اور وہ اس سے کبھی نہ نکلیں گے اور ان کو عذاب دائمی ہوگا۔'' پھر حضرت جابرؓ نے کہا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے کہا پڑھتا ہوں بلکہ میں نے قرآن یاد کیا ہوا ہے۔ انھوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا وَمِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۹) ترجمہ ''اور کسی قدر رات کے حصہ میں سو اس میں تہجد پڑھا کیجئے جو کہ آپ کے لیے (فرض نمازوں کے علاوہ) زائد چیز ہے امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا یہی وہ مقام ہے (جو شفاعت کبریٰ کا ہے) اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے کچھ عرصہ جہنم میں رکھیں گے اور ان سے بات بھی نہ فرمائیں گے اور جب ان کو وہاں سے نکالنا چاہیں گے نکال لیں گے۔ حضرت یزید الفقیر کہتے ہیں اس کے بعد میں نے کبھی شفاعت کو نہیں جھٹلایا۔[1]

جنت اور جہنم پر ایمان لانا

حضرت حنظلہ کاتب اسیدیؓ جو حضور ﷺ کے کاتبوں میں سے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضورؐ کے پاس تھے۔ حضورؐ نے ہمارے سامنے جنت اور جہنم کا ذکر اس طرح فرمایا کہ گویا ہم دونوں کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں پھر میں اٹھ کر بیوی بچوں کے پاس چلا گیا اور ان کے ساتھ ہنسنے کھیلنے لگ گیا پھر مجھے وہ حالت یاد آئی جو (حضورؐ کے سامنے) ہماری تھی (کہ ہم دنیا بھولے ہوئے تھے اور جنت اور جہنم آنکھوں کے سامنے تھیں اور اب وہ نہ رہی تھیں) یہ سوچ کر میں باہر نکلا تو حضرت ابوبکرؓ مجھے ملے۔ میں نے کہا اے ابوبکر! میں تو منافق ہوگیا۔ انھوں نے کہا کیا بات ہوئی؟ میں نے کہا ہم لوگ حضور ﷺ کے پاس ہوتے ہیں۔ حضورؐ ہمارے سامنے جنت اور جہنم کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں کہ گویا ہم دونوں کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ جب ہم آپؐ کے پاس سے باہر آجاتے ہیں اور بیوی بچوں اور کام کاج میں لگ جاتے ہیں تو ہم (جنت جہنم سب) بھول

[1] عند ابن ابی حاتم کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۵۴)

جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا ہمارا بھی یہی حال ہے۔ پھر میں نے جا کر حضورؐ کی خدمت میں یہ ساری بات ذکر کی۔ آپؐ نے فرمایا اے حنظلہ! تمہاری جو حالت میرے پاس ہوتی ہے وہی اگر گھر والوں کے پاس جا کر بھی رہے تو فرشتے تم سے بستروں پر اور راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں لیکن حنظلہ! بات یہ ہے کہ گاہے گاہے گاہے گاہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات ہم نے حضور ﷺ کے پاس جاگ کر گزاری اور صبح ہم حضورؐ کی خدمت میں گئے۔ آپؐ نے فرمایا آج رات مجھے خواب میں انبیاء علیہم السلام اور ان کی تابعدار امتیں دکھائی گئیں۔ ایک ایک نبی میرے پاس سے گزرتا تھا کوئی نبی ایک جماعت میں ہوتا، کسی کے ساتھ تین آدمی ہوتے، کسی کے ساتھ کوئی بھی نہ ہوتا۔ حضرت قتادہؒ نے یہ آیت پڑھی الیس منکم رجل رشید (سورت ہود آیت ۷۸) ترجمہ "کیا تم میں کوئی بھی (معقول آدمی اور) بھلا مانس نہیں" پھر حضورؐ نے فرمایا پھر میرے پاس سے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ گزرے۔ حضورؐ فرماتے ہیں، میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ آپؐ کے بھائی حضرت موسیٰ بن عمران اور انکے تابعدار امتی ہیں۔ میں نے عرض کیا اے میرے رب! میری امت کہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنی دائیں طرف ٹیلوں میں دیکھو۔ میں نے وہاں دیکھا تو بہت سے آدمیوں کے چہرے نظر آئے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا آپ راضی ہو گئے؟ میں نے کہا اے میرے رب! میں راضی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب اپنی بائیں طرف آسمان کے کنارے میں دیکھو۔ میں نے وہاں دیکھا تو بہت سے آدمیوں کے چہرے نظر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا آپ راضی ہو گئے میں نے کہا اے میرے رب! میں راضی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کے ساتھ ستر ہزار اور بھی ہیں جو جنت میں حساب کے بغیر داخل ہوں گے۔ پھر قبیلہ بنو اسد کے حضرت عکاشہ بن محصنؓ جو کہ بدری تھے وہ کہنے لگے اے اللہ کے نبی! اللہ سے میرے لیئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شامل کر دے۔ حضورؐ نے دعا فرمائی اے اللہ! اسے ان میں شامل فرما دے۔ پھر ایک اور آدمی نے کہا اے اللہ کے نبی! اللہ سے دعا کریں اللہ مجھے بھی ان میں شامل کر دے۔ حضورؐ نے فرمایا اس دعا میں عکاشہ تم سے سبقت لے گئے۔ پھر حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں اگر تم ستر ہزار والوں میں سے ہو سکتے ہو تو ان میں سے ضرور ہو جاؤ۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو تم ٹیلوں والوں میں سے ہو جاؤ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر ان میں سے ہو جاؤ جن کو میں نے آسمان کے کنارے میں دیکھا تھا کیونکہ میں نے ایسے بہت سے آدمی دیکھے ہیں جن کے حالات ان تین قسم کے انسانوں کے خلاف ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ تم جنت والوں کا تہائی حصہ ہو گے اس پر ہم نے اللہ اکبر کہا۔ پھر

۱۔ اخرجه الحسن بن سفيان و ابو نعيم كذافي الكنز (ج ۱ ص ۱۰۰)

حضورؐ نے فرمایا تم جنت والوں میں آدھے ہوگے ہم نے پھر اللہ اکبر کہا۔ پھر آپؐ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ تم جنت والوں کا چوتھائی حصہ ہوگے اس پر ہم نے اللہ اکبر کہا۔ پھر حضورؐ نے یہ آیت پڑھی: ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (سورۃ واقعہ آیت ۳۹۔۴۰) ترجمہ "(اصحاب الیمین) کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں ہوگا اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں سے میں ہوگا" حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ ہم آپس میں یہ بات کرنے لگے کہ یہ ستر ہزار کون ہیں؟ ہم نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئے اور انھوں نے زندگی میں کبھی شرک نہیں کیا۔ ہوتے ہوتے یہ بات حضورؐ تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا نہیں یہ تو وہ لوگ ہیں جو (علاج کیلئے) جسم پر داغ نہیں لگائیں گے اور کبھی منتر نہیں پڑھیں گے اور نہ کبھی بدفالی لیں گے اور اپنے رب پر توکل کریں گے۔[1]

حضرت سلیم بن عامرؒ کہتے ہیں کہ حضورﷺ کے صحابہ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیہاتی لوگوں کے سوالات سے بڑا نفع پہنچاتے ہیں؛ چنانچہ ایک دن ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک ایسے درخت کا ذکر کیا ہے جس سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے۔ حضورؐ نے پوچھا وہ کونسا درخت ہے؟ اس نے کہا بیری کا درخت کیونکہ اس میں تکلیف دہ کانٹے ہوتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ (سورۃ واقعہ آیت ۲۸) ترجمہ "وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی" اللہ تعالیٰ نے اس کے کانٹے دور کردیئے ہیں اور ہر کانٹے کی جگہ پھل لگا دیا ہے۔ اس درخت میں ایسے پھل لگیں گے کہ ہر پھل میں بہتر قسم کے ذائقے ہوں گے اور ہر ذائقہ دوسرے سے مختلف ہوگا۔[2]

حضرت عتبہ بن عبد سلمیؓ فرماتے ہیں کہ میں حضورﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک دیہاتی آدمی آیا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے آپ سے جنت میں ایک ایسے درخت کا ذکر سنا ہے کہ میرے خیال میں اس سے زیادہ کانٹے والا درخت اور کوئی نہیں ہوگا یعنی ببول کا درخت۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کے ہر کانٹے کی جگہ بھرے ہوئے گوشت والے بکرے کے خصیہ کے برابر پھل لگادیں گے اور اس پھل میں ستر قسم کے ذائقے ہوں گے۔ ہر ذائقہ دوسرے سے مختلف ہوگا۔[3]

حضرت عتبہ بن عبد سلمیؓ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضورﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے

۱؎ اخرجه ابن ابی حاتم وكذا رواه ابن جرير وهذا الحديث له طرق كثيرة من غير هذا الوجه فی الصحاح وغيرها كذا فی التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۲۹۳) واخرجه الحاكم فی المستدرک (ج ۲ ص ۴۷۸) عن عبدالله بن مسعود بطوله نحوه وقال هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه بهذه السياقة وقال الذهبی صحيح. ۲؎ اخرجه ابن النجار

۳؎ عند ابن ابی داؤد كذا فی التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۲۸۸)

حضورؐ سے حوض کے بارے میں پوچھا اور جنت کا تذکرہ کیا۔ پھر اس دیہاتی نے کہا کیا اس میں پھل بھی ہوں گے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ اس میں ایک درخت ہے جسے طوبیٰ کہا جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضورؐ نے کسی اور چیز کا بھی ذکر فرمایا لیکن مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا چیز تھی۔ اس دیہاتی نے کہا ہمارے علاقہ کے کس درخت کے مشابہ ہے؟ حضورؐ نے فرمایا تمہارے علاقے کے کسی درخت کے مشابہ نہیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کیا تم شام گئے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا وہ شام کے ایک درخت کے مشابہ ہے جس کو اخروٹ کہا جاتا ہے۔ ایک تنے پر اگتا ہے اور اس کی اوپر والی شاخیں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ پھر اس دیہاتی نے کہا گچھا کتنا بڑا ہوگا؟ حضورؐ نے فرمایا سیاہ سفید داغوں والا کوا بغیر رکے ایک مہینہ مسلسل اڑ کر جتنا فاصلہ طے کرتا ہے وہ گچھا اس فاصلے کے برابر ہوگا۔ پھر اس دیہاتی نے کہا اس درخت کی جڑ کتنی موٹی ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا تمہارے گھر والوں کے اونٹوں میں سے ایک جوان اونٹ چلنا شروع کرے اور چلتے چلتے بوڑھا ہو جائے اور بوڑھا ہونے کی وجہ سے اس کی ہنسلی کی ہڈی ٹوٹ جائے پھر بھی وہ اس کی جڑ کا ایک چکر نہیں لگا سکے گا۔ پھر اس دیہاتی نے پوچھا کیا جنت میں انگور ہوں گے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں! اس نے پوچھا انگور کا دانہ کتنا بڑا ہوگا؟ حضورؐ نے فرمایا کیا تیرے باپ نے کبھی اپنی بکریوں میں سے بڑا بکرا ذبح کیا ہے؟ اس نے کہا جی کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا پھر اس نے اس کی کھال اتار کر تیری ماں کو دے دی ہو اور اس سے کہا ہو کہ اس کھال کا ہمارے لیئے ڈول بنا دے! اس دیہاتی نے کہا جی ہاں (حضورؐ نے فرمایا وہ دانہ اس ڈول کے برابر ہوگا) پھر دیہاتی نے کہا (جب وہ دانہ ڈول کے برابر ہوگا) تو پھر ایک دانے سے میرا اور میرے گھر والوں کا پیٹ بھر جائے گا۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں بلکہ تیرے سارے خاندان کا پیٹ بھر جائے گا۔[1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حبشہ کا ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس آیا۔ حضورؐ نے فرمایا جو چاہو پوچھو۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! آپ کو شکل و صورت، رنگ اور نبوت کی وجہ سے ہم پر فضیلت حاصل ہے ذرا یہ بتائیں کہ اگر میں ان چیزوں پر ایمان لے آؤں جن پر آپ ایمان لائے ہیں اور وہ تمام عمل کروں جو آپ کر رہے ہیں تو کیا میں بھی جنت میں آپ کے ساتھ ہو سکتا ہوں؟ حضورؐ نے فرمایا بالکل ضرور۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! کالے حبشی کی سفیدی جنت میں ہزار سال کی مسافت سے نظر آئے گی۔ پھر حضورؐ نے فرمایا جو آدمی لآ الٰـہ الا اللّٰـہ کہے وہ اللہ کی ذمہ داری میں آجاتا ہے اور جو سبحان اللہ وبحمدہ کہے اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اس پر ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! اس کے بعد ہم کیسے ہلاک ہوں گے؟ حضورؐ نے فرمایا قیامت کے دن ایک آدمی اتنے اعمال لے کر آئے گا کہ اگر وہ اعمال کسی پہاڑ پر رکھ دیئے جائیں تو پہاڑ کو بھاری لگنے لگیں۔ پھر ان اعمال

---

[1] اخرجه الامام احمد كذافي التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۲۹۰)

کے مقابلہ میں اللہ کی نعمتیں آئیں گی اور وہ ان سارے اعمال کو ختم کرنے کے قریب ہوں گی؛ البتہ اگر اللہ اسے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے تو اس کے اعمال بچ سکیں گے اور جب یہ سورت هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ سے لے کر مُلْكًا كَبِيْرًا تک نازل ہوئی (سورت دہر آیت ۱ تا ۲۰) ترجمہ ''بے شک انسان پر زمانہ میں ایک وقت ایسا بھی آچکا ہے جس میں وہ کوئی چیز قابل تذکرہ نہ تھا (یعنی انسان نہ تھا بلکہ نطفہ تھا)'' تو اس حبشی نے کہا میری آنکھیں بھی وہ سب کچھ جنت میں دیکھیں گی جو آپ کی آنکھیں دیکھیں گی؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں! یہ سن کر (خوشی کے مارے) وہ رونے لگا اور اتنا رویا کہ اس کی جان نکل گئی۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضورؐ اپنے ہاتھ سے اسے قبر میں اتار رہے تھے۔[1] حضرت عبداللہ بن وہبؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن زیدؒ نے ہمیں بتایا کہ جب حضور ﷺ پر هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ والی سورت نازل ہوئی تو اس وقت آپؐ کے پاس ایک کالا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ حضورؐ نے یہ سورت پڑھ کر سنائی جب حضورؐ اس سورت میں جنت کی نعمتوں کے ذکر پر پہنچے تو اس نے ایک لمبا سانس زور سے لیا اور اس کی جان نکل گئی۔ حضورؐ نے فرمایا جنت کے شوق نے تمہارے ساتھی اور بھائی کی جان لے لی۔[2]

حضرت ابومطرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب حضرت عمر بن خطابؓ کو ابولولوہ نے زخمی کیا تو میں ان کے پاس گیا وہ رو رہے تھے میں نے کہا اے امیر المومنین! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں آسمان کے فیصلے کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں کہ مجھے جنت میں لے جایا جائے گا یا جہنم میں؟ میں نے ان سے کہا آپ کو جنت کی بشارت ہو کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو بے شمار دفعہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابوبکر و عمر جنت کے بڑی عمر کے لوگوں کے سردار ہیں اور دونوں بہت عمدہ آدمی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے علی! کیا تم میرے جنتی ہونے کے گواہ ہو؟ میں نے کہا جی ہاں اور اے حسن! تم اپنے باپ کے گواہ رہنا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عمر جنت والوں میں سے ہے۔[3]

حضرت عمرؓ کے زہد کے باب میں گزر چکا ہے کہ انھوں نے اپنی ایک ضیافت کے موقع پر فرمایا کہ ہمیں تو یہ کھانا مل گیا لیکن وہ مسلمان فقراء جن کا اس حال میں انتقال ہوا کہ ان کو پیٹ بھر جو کی روٹی بھی نہ ملتی تھی ان کو کیا ملے گا؟ حضرت عمر بن ولید نے کہا انہیں جنت ملے گی۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور فرمایا اگر ہمارے حصہ میں دنیا کا یہ مال ومتاع ہے اور وہ جنت لے جائیں تو وہ ہم سے بہت آگے نکل گئے اور بڑی فضیلت حاصل کر لی۔[4]

۱۔ اخرجہ الطبرانی کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۴۵۷)

۲۔ مرسل غریب کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۴۵۳) ۳۔ اخرجہ ابن عساکر کذافی المنتخب (ج ۴ ص ۴۲۸)

۴۔ اخرجہ عبد بن حمید وغیرہ عن قتادۃ

حضرت مصعب بن سعدؒ کہتے ہیں جب میرے والد (حضرت سعد بن ابی وقاصؓ) کی جان نکل رہی تھی۔ ان کا سر میری گود میں تھا۔ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ انہوں نے میری طرف دیکھا اور فرمایا اے میرے بیٹے! کیوں روتے ہو؟ میں نے کہا آپ کے مقام کی وجہ سے اور آپ کو مرتے ہوئے دیکھ کر رو رہا ہوں۔ میرے والد نے مجھے کہا مت روئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ مجھے کبھی عذاب نہیں دیں گے اور میں یقیناً جنت والوں میں سے ہوں۔ اور مومن بندے جب تک اللہ کے لیئے عمل کریں گے اللہ ان کی نیکیوں کا بدلہ دے گا اور کفار کی نیکیوں کی وجہ سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور مومنین کے وہ عمل جو انھوں نے اللہ کے لیئے کیئے تھے جب وہ ختم ہو جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا جس کے لیئے عمل کیا تھا ہر ایک اس کا ثواب بھی اسی سے لے لے۔[1] حضرت ابن شماسہ مہریؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمرو بن عاصؓ کی خدمت میں گئے اور ان کی جان نکل رہی تھی۔ انہوں نے اپنا چہرہ دیوار کی طرف پھیر لیا اور کافی دیر تک روتے رہے۔ ان کا بیٹا انہیں کہتا رہا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا آپ کو حضورؐ نے یہ اور یہ بشارت نہیں دی؟ لیکن وہ دیوار کی طرف منہ کر کے روتے رہے پھر ہماری طرف منہ کر کے فرمایا تم جو میرے فضائل شمار کر رہے ہو ان سب سے افضل تو کلمہ شہادت اشھدان لاالہ الا اللّٰہ واشھدان محمدا رسول اللّٰہ ہے لیکن میری زندگی کے تین دور ہیں پہلا دور تو وہ ہے کہ مجھے اس زمانے میں حضور ﷺ سے زیادہ مبغوض کوئی نہیں تھا اور حضورؐ پر قابو پا کر قتل کر دینے سے زیادہ محبوب اور کوئی کام نہیں تھا اگر میں اس حال میں مر جاتا تو میں جہنم والوں میں سے ہوتا پھر اللہ نے میرے دل میں اسلام کی حقانیت ڈال دی اور میں بیعت ہونے کے لیئے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اپنا دایاں ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ سے بیعت ہو جاؤں۔ حضورؐ نے اپنا دست مبارک بڑھا دیا۔ میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا۔ حضورؐ نے فرمایا اے عمرو! تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا میں کچھ شرط لگانا چاہتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا شرط لگانا چاہتے ہو؟ میں نے کہا یہ شرط لگانا چاہتا ہوں کہ میری مغفرت ہو جائے۔ حضورؐ نے فرمایا اے عمرو! کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام اپنے سے پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت کرنے سے بھی پہلے کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور حج کرنے سے بھی پہلے کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور پھر میرا یہ حال ہو گیا کہ حضورؐ سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں تھا اور میری نگاہ میں حضورؐ سے زیادہ اور کوئی عظمت والا نہیں تھا۔ اگر کوئی مجھ سے کہتا کہ حضورؐ کا حلیہ بیان کرو تو میں بیان نہیں کر سکتا تھا کیونکہ میں حضورؐ کی عظمت اور ہیبت کی وجہ سے آپؐ کو آنکھ بھر کر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اگر میں اس حالت پر مرتا تو مجھے یقین تھا کہ میں جنت والوں میں سے ہوتا۔ اس کے بعد ہمیں بہت سے کام کرنے پڑے۔ اب مجھے معلوم

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۴۷)

نہیں کہ ان کاموں کے کرنے کے بعد اب میرا کیا حال ہوگا؟ لہذا جب میں مرجاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ نہ کوئی نوحہ کرنے والی عورت جائے اور نہ آگ۔ اور جب تم مجھے دفن کرلو تو میرے اوپر اچھی طرح مٹی ڈالنا اور دفن کر کے میری قبر کے پاس اتنی دیر ٹھہرے رہنا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ تم لوگوں کے قریب ہونے سے مجھے انس رہے گا یہاں تک کہ مجھے پتہ چل جائے گا کہ میں اپنے رب کے قاصدوں کے سوالوں کا کیا جواب دیتا ہوں۔[۱]

حضرت عبدالرحمٰن بن شماسہؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرو بن عاصؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو وہ رونے لگے۔ ان سے ان کے بیٹے حضرت عبداللہؓ نے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا آپ موت سے گھبرا رہے ہیں؟ حضرت عمروؓ نے کہا نہیں اللہ کی قسم! نہیں۔ (موت کی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں) بلکہ موت کے بعد جو حالات آنے والے ہیں ان کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ حضرت عبداللہؓ نے ان سے کہا آپ نے تو خیر کا زمانہ گزارا ہے پھر حضرت عبداللہؓ انہیں یاد کرانے لگے کہ آپ حضورﷺ کے ساتھ رہے ہیں۔ آپ نے شام میں بڑی فتوحات حاصل کی ہیں۔ حضرت عمروؓ نے فرمایا تم نے ان سب سے افضل چیز کو تو چھوڑ دیا اور وہ ہے کلمہ شہادت اشھد ان لا الہ الا اللہ پھر آگے حدیث کو مختصر ذکر کیا اور اس کے آخر میں یہ مضمون ہے کہ جب میں مرجاؤں تو کوئی عورت مجھ پر بین نہ کرے اور نہ کوئی تعریف کرنے والا جنازے کے ساتھ جائے اور نہ (جاہلیت کے دستور کے مطابق) میرے جنازے کے ساتھ آگ ہو۔ اب میری لنگی اچھی طرح مضبوطی سے باندھ دو کیونکہ (جان نکالتے وقت) فرشتے مجھ سے جھگڑا کریں گے (تو کہیں اس حالت میں ستر نہ کھل جائے) اور میرے اوپر دونوں طرف اچھی طرح مٹی ڈالنا کیونکہ میرا دایاں پہلو بائیں پہلو سے زیادہ مٹی کا حقدار نہیں ہے اور میری قبر میں کوئی لکڑی اور پتھر استعمال نہ کرنا (تاکہ قبر شاندار نہ بنے)۔[۲] ایک روایت میں یہ ہے کہ اس کے بعد حضرت عمروؓ نے اپنا چہرہ دیوار کی طرف پھیر لیا اور کہنے لگے اے اللہ! تو نے ہمیں بہت سے حکم دیئے لیکن ہم نے تیری نافرمانی کی اور وہ حکم پورے نہ کیئے اور تو نے ہمیں بہت سے کاموں سے روکا لیکن ہم نہ رکے اس لیئے ہماری نجات کی بس ایک ہی صورت ہے تو ہمیں معاف کر دے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ انھوں نے اپنا ہاتھ اپنے گلے پر اس طرح رکھا جیسے کہ گلے میں طوق ڈالا جاتا ہے۔ پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا اے اللہ! میں طاقتور بھی نہیں کہ بدلہ لے سکوں اور نہ بے قصور ہوں کہ عذر پیش

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۲۵۸) واخرجه مسلم (ج ۱ ص ۷۶) بسند ابن سعد بسياقه نحوه

۲۔ اخرجه احمد كذافي البداية (ج ۸ ص ۲۶) وقال وقدروى مسلم هذا الحديث في صحيحه وفيه زيادات على هذا السياق اى سياق احمد

کر سکوں اور نہ ہی مجھے اپنی غلطیوں اور گناہوں سے انکار ہے۔ بلکہ میں تو استغفار کرتا ہوں لاالہ الا انت وہ یہ کلمات بار بار کہتے رہے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا اور ابن سعد کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ پھر حضرت عمرؓ نے کہا اے اللہ! تو نے ہمیں بہت سے حکم دیئے جنہیں ہم نے پورا نہ کیا اور تو نے ہمیں برے کاموں سے روکا لیکن ہم نے اپنے آپ کو ضائع کر دیا نہ تو میں بے قصور ہوں کہ عذر پیش کروں اور نہ ایسا زوردار ہوں کہ بدلہ لے سکوں لاالہ الا اللّٰہ انتقال تک ان ہی کلمات کو دہراتے رہے۔[1]

نصرت کے باب میں گزر چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انصار سے فرمایا تمہارے اوپر جو ہماری نصرت کا حق تھا وہ تم نے پورا پورا ادا کر دیا۔ اب اگر تم چاہو تو یوں کر لو کہ اپنا خیبر کا حصہ خوشی خوشی مہاجرین کو دے دو اور (مدینہ کے باغات کے) سارے پھل خود رکھ لیا کرو (اور مہاجرین کو اب ان میں سے کچھ نہ دیا کرو یوں مدینہ کا سارا پھل تمہارا اور خیبر کا سارا پھل مہاجرین کا ہو جائے گا) انصار نے کہا (ہمیں منظور ہے) آپ نے ہمارے ذمہ اپنے کئی کام لگائے تھے۔ وہ ہم نے سارے کر دیئے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ ہماری چیز ہمیں مل جائے۔ حضورؐ نے فرمایا وہ جنت تمہیں ضرور ملے گی۔ اسے بزار نے روایت کیا ہے۔

اور جہاد کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ بدر کے دن حضور ﷺ نے لڑنے کے لیے ابھارا تو حضرت عمیرؓ نے کہا واہ واہ! کیا میرے اور جنت میں داخل ہونے کے درمیان صرف یہی چیز حائل ہے کہ یہ (کافر) لوگ مجھے قتل کر دیں؟ یہ کہہ کر کھجوریں ہاتھ سے پھینک دیں اور تلوار لے کر کافروں سے لڑنا شروع کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تم واہ واہ کیوں کہہ رہے ہو۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! صرف اس امید پر کہہ رہا ہوں کہ میں بھی جنت والوں میں سے ہو جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا تم جنت والوں سے ہو۔ پھر وہ اپنی جھولی میں سے کھجوریں نکال کر کھانے لگے۔ پھر کہنے لگے ان کھجوروں کے کھانے تک میں زندہ رہوں یہ تو بڑی لمبی زندگی ہے یہ کہہ کر ان کھجوروں کو پھینک دیا اور شہید ہونے تک کافروں سے لڑتے رہے۔ اس حدیث کو امام احمد وغیرہ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے۔

اور جہاد کے باب میں زخمی ہونے کے عنوان میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت انس بن نضرؓ نے کہا واہ واہ! جنت کی خوشبو دار ہوا کیا ہی عمدہ ہے جو مجھے احد پہاڑ کے پیچھے سے آ رہی ہے۔ پھر انھوں نے کافروں سے جنگ شروع کر دی یہاں تک کہ شہید ہو گئے اور صحابہ کرام کے اللہ کے راستے میں شہید ہونے کے شوق میں یہ گزر چکا ہے کہ جب حضرت سعد بن خیثمہؓ سے ان کے والد نے کہا اب ہم دونوں میں سے ایک کا یہاں رہنا ضروری ہو گیا ہے تو حضرت سعدؓ نے کہا اگر جنت

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۶۰) عن عبدالله بن عمروؓ فذكر الحديث فيما اوصاه عمرو.

کے علاوہ کوئی اور چیز ہوتی تو میں (حضورؐ کے ساتھ جانے میں) آپ کو اپنے سے آگے رکھتا۔ میں اپنے اس سفر میں شہادت کی امید لگائے ہوئے ہوں اور حضرت سعد بن ربیعؓ کا قصہ بھی گزر چکا ہے کہ جب حضرت زید بن ثابتؓ نے ان سے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ سلام کہتے ہیں اور تم سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ تم اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہو؟ تو حضرت سعدؓ نے ان سے کہا تم حضورؐ سے کہہ دینا کہ یا رسول اللہ! میرا حال یہ ہے کہ میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ غزوہ بیر معونہ کے دن حضرت حرام بن ملحانؓ نے کہا تھا کہ رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا یعنی جنت ملنے کی کامیابی مل گئی اور حضرت عمار بن یاسرؓ کی بہادری کے عنوان میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت عمارؓ نے کہا اے ہاشمؓ! آگے بڑھو جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے اور موت نیزوں کے کناروں میں ہے۔ جنت کے دروازے کھولے جا چکے ہیں اور بڑی آنکھوں والی حوریں آراستہ ہو چکی ہیں۔ آج میں اپنے محبوب دوستوں حضرت محمد ﷺ اور ان کی جماعت سے ملوں گا۔ پھر حضرت عمارؓ اور حضرت ہاشمؓ دونوں نے زور دار حملہ کیا اور دونوں شہید ہو گئے اور حضرت عمارؓ کی بہادری کے عنوان میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ حضرت عمارؓ نے کہا اے مسلمانو! کیا تم جنت سے بھاگ رہے ہو؟ میں عمار بن یاسر ہوں میری طرف آؤ اور امارت قبول کرنے سے انکار کرنے کے باب میں گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اس سے پہلے کبھی میرے دل میں دنیا کا خیال نہیں آیا تھا میں نے سوچا کہ ان سے جا کر یہ کہوں کہ اس خلافت کی امید و طمع وہ آدمی کر رہا ہے جس نے آپ کو اور آپ کے باپ کو اسلام کی وجہ سے مارا تھا اور (مار مار کر) تم دونوں کو اسلام میں داخل کیا تھا (اس سے حضرت ابن عمرؓ اپنی ذات مراد لے رہے ہیں) لیکن پھر مجھے جنتیں اور نعمتیں یاد آ گئیں تو میں نے ان سے یہ بات کہنے کا ارادہ چھوڑ دیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب دومۃ الجندل میں حضرت معاویہؓ نے کہا کون خلافت کی طمع اور امید رکھتا ہے؟ اور حضرت سعید بن عامرؓ کا قصہ پہلے گزر چکا ہے کہ جب انھوں نے صدقہ کیا تو کچھ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ کے گھر والوں کا آپ پر حق ہے۔ آپ کے سسرال والوں کا بھی آپ پر حق ہے تو حضرت سعیدؓ نے کہا میں نے ان کے حقوق کی ادائیگی میں کبھی کسی کو ان پر ترجیح نہیں دی۔ میں موٹی آنکھوں والی حوریں حاصل کرنا چاہتا ہوں تو اس لیے میں کسی بھی انسان کو اس طرح خوش نہیں کرنا چاہتا کہ اس سے حوروں کے ملنے میں کمی آئے یا وہ نہ مل سکیں کیونکہ اگر جنت کی ایک بھی حور آسمان سے جھانک لے تو اس کی وجہ سے ساری زمین ایسے چمکنے لگے گی جیسے سورج چمکتا ہے۔ دوسری روایت میں یہ آیا ہے کہ حضرت سعیدؓ نے اپنی بیوی سے کہا ایسے ہی آرام سے بیٹھی رہو میرے کچھ ساتھی تھے جو تھوڑا عرصہ پہلے مجھ سے جدا ہو گئے (اس دنیا سے چلے گئے) اگر مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو بھی مجھے ان کا راستہ چھوڑنا پسند نہیں ہے۔ اگر جنت کی خوبصورت

حوروں میں سے ایک حور آسمان دنیا سے جھانک لے تو ساری زمین اس کے نور سے روشن ہو جائے اور اس کے چہرے کا نور چاند سورج کی روشنی پر غالب آ جائے اور جو دوپٹہ اسے پہنایا جاتا ہے وہ دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے۔ اب میرے لیئے یہ تو آسان ہے کہ ان حوروں کی خاطر تجھے چھوڑ دوں لیکن تیری خاطر ان کو نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ سن کر وہ نرم پڑ گئی اور راضی ہو گئی۔ بیماریوں پر صبر کرنے کے باب میں یہ قصہ گزر چکا ہے کہ جب حضور ﷺ نے ایک انصاری عورت سے یہ فرمایا تمہیں ان دو باتوں میں سے کونسی بات پسند ہے۔ ایک یہ کہ میں تمہارے لیئے دعا کروں اور تمہارا بخار چلا جائے دوسری یہ کہ تم صبر کرو اور تمہارے لیئے جنت واجب ہو جائے۔ تو اس انصاری عورت نے تین دفعہ کہا اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! میں صبر کروں گی اور پھر کہا میں اللہ کی جنت کو خطرے میں نہیں ڈال سکتی۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا قصہ بھی گزر چکا ہے کہ جب وہ بیمار ہوئے تو ان کے ساتھیوں نے ان کو کہا آپ کیا چاہتے ہیں؟ حضرت ابوالدرداءؓ نے کہا میں جنت چاہتا ہوں اور اولاد کے مرنے پر صبر کرنے کے باب میں حضرت ام حارثہؓ کا قصہ گزر چکا کہ جب ان کا بیٹا حضرت حارثہؓ بدر کے دن شہید ہوا تو انھوں نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ مجھے بتائیں حارثہ کہاں ہے؟ اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی ورنہ اللہ تعالیٰ بھی دیکھ لیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں یعنی کتنا نوحہ کرتی ہوں۔ اس وقت تک نوحہ کرنا حرام نہیں ہوا تھا۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت ام حارثہؓ نے کہا یا رسول اللہ! اگر میرا بیٹا جنت میں ہے تو میں نہ روؤں گی اور نہ غم کا اظہار کروں گی اور اگر وہ جہنم میں ہے تو میں جب تک دنیا میں زندہ رہوں گی، روتی رہوں گی۔ حضورؐ نے فرمایا اے ام حارثہ! وہاں ایک جنت نہیں ہے بلکہ کئی جنتیں ہیں اور (تمہارا بیٹا) حارث (پیار کی وجہ سے حارثہ کی جگہ حارث فرمایا) تو فردوس اعلیٰ میں ہے۔ اس پر وہ ہنستی ہوئی واپس چلی گئیں اور کہہ رہی تھیں واہ واہ! اے حارث تیرے کیا کہنے!

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں جہنم کو یاد کر کے رونے لگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا میں جہنم کو یاد کر کے رو رہی ہوں۔ کیا آپ قیامت کے دن اپنے گھر والوں کو یاد رکھیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا تین جگہوں پر کوئی کسی کو یاد نہیں رکھے گا ایک تو اعمال کے ترازو کے پاس جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اس کا ترازو (نیک اعمال کی وجہ سے) ہلکا ہو گا یا (گناہوں کی وجہ سے) بھاری۔ دوسرے اعمال نامے ملنے کے وقت۔ جیسے دائیں ہاتھ میں ملے گا وہ کہے گا لو میرا اعمالنامہ پڑھ لو یہاں تک کہ اسے یہ معلوم ہو جائے کہ اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں آئے گا یا بائیں میں اور (سامنے سے ملے گا) یا پشت کے پیچھے سے۔ تیسرے پل صراط کے پاس۔ جب پل صراط جہنم کی پشت پر رکھا جائے گا اس کے دونوں کناروں پر بہت سارے آنکڑے اور کانٹے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہیں

گے ان آنکڑوں اور کانٹوں میں پھنسا کر روک لیں گے یہاں تک کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس سے نجات پاتا ہے یا نہیں۔[1]

حضرت عبدالعزیز بن ابی رواد کہتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ (سورت تحریم آیت ۶) ترجمہ ''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن (اور سوختہ) آدمی اور پتھر ہیں'' اس وقت حضورؐ کے پاس کچھ صحابہ بیٹھے ہوئے تھے ان میں ایک بڑے میاں بھی تھے۔ بڑے میاں نے کہا یا رسول اللہ! جہنم کے پتھر دنیا کے پتھر جیسے ہوں گے؟ حضورؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جہنم کی چٹانوں میں سے ایک چٹان دنیا کے تمام پہاڑوں سے زیادہ بڑی ہے۔ یہ سن کر وہ بڑے میاں بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ حضورؐ نے اس کے دل پر ہاتھ رکھا تو وہ زندہ تھا۔ حضورؐ نے اسے پکار کر کہا اے بڑے میاں! لا الہ الا اللّٰہ پڑھو۔ اس نے کلمہ پڑھا۔ حضورؐ نے اسے جنت کی بشارت دی۔ حضورؐ کے صحابہؓ نے کہا یہ بشارت ہم میں سے صرف اسی کے لیئے ہے؟ حضور نے فرمایا، ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ذٰلِکَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْدِ (سورت ابراہیم آیت ۱۴) ترجمہ ''یہ ہر اس شخص کے لیئے (عام) ہے جو میرے رو برو کھڑا ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے ڈرے۔''[2] حاکم کی ایک روایت میں بڑے میاں کے بجائے ایک نوجوان کے بے ہوش ہو کر گرنے کا ذکر ہے۔ اللہ سے ڈرنے کے باب میں یہ قصہ گزر چکا ہے کہ ایک انصاری نوجوان کے دل میں اللہ کا ڈر اتنا زیادہ بیٹھ گیا تھا کہ جب بھی اس کے سامنے جہنم کا ذکر ہوتا تو وہ رونے لگ جاتا۔ اور اس کیفیت کے غلبہ کی وجہ سے وہ ہر وقت گھر ہی رہنے لگا باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ کسی نے حضور ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپؐ اس کے گھر تشریف لے گئے۔ جب اس نوجوان کی حضورؐ پر نگاہ پڑی تو وہ کھڑے ہو کر حضورؐ کے گلے لگ گیا اور اسی حال میں اس کی جان نکل گئی اور وہ مر کر نیچے گر پڑا۔ حضورؐ نے فرمایا تم اپنے ساتھی کی تجہیز و تکفین کرو۔ جہنم کے ڈر نے اس کے جگر کے ٹکڑے کر دیئے[3] اور شداد بن اوسؓ کا قصہ بھی گزر چکا ہے کہ جب وہ بستر پر لیٹتے تو کروٹیں بدلتے رہتے اور ان کو نیند نہ آتی اور یوں فرماتے اے اللہ! جہنم نے میری نیند اڑادی ہے پھر کھڑے ہو کر نماز شروع کر دیتے اور صبح تک اس میں مشغول رہتے۔ اس باب کے کچھ قصے حضور ﷺ کے

۱؎ اخرجه الحاكم (ج ۴ ص ۵۷۸) قال الحاكم هذا حديث صحيح اسناده على شرط الشيخين لولا ارسال فيه بين الحسن وعائشة وكذا قال الذهبي ۲؎ اخرجه ابن ابي حاتم هذا حديث مرسل غريب كذا في التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۳۹۱) واخرج الحاكم بمعناه مختصرا من حديث ابن عباسؓ وصححه كما تقدم في الخوف ۳؎ اخرجه الحاكم وصححه عن سهل وابن ابي الدنيا وغيره عن حذيفة رضـ

صحابہؓ کے رونے کے باب میں گزر چکے ہیں اور غزوہ موتہ کے دن کے واقعات میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ رونے لگے اور کہنے لگے کہ غور سے سنو اللہ کی قسم! نہ تو میرے دل میں دنیا کی محبت ہے اور نہ تم لوگوں سے تعلق اور لگاؤ بلکہ میں نے حضورﷺ کو قرآن کی اس آیت کو پڑھتے ہوئے سنا جس میں دوزخ کی آگ کا تذکرہ ہے: وان منکم الا واردھا کان علی ربک حتما مقضیا (سورت مریم آیت ۷۱) ترجمہ "اور تم میں سے کوئی بھی نہیں جس کا اس پر سے گزر نہ ہو۔ یہ آپ کے رب کے اعتبار سے لازم ہے جو (ضرور) پورا ہو کر رہے گا۔" اب مجھے معلوم نہیں کہ اس آگ پر پہنچنے کے بعد واپسی کس طرح ہوگی؟

اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین

حضرت نیار بن مکرم اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ (سورت روم آیت ۱ تا ۴) ترجمہ "الم۔ اہل روم ایک قریب کے موقع میں مغلوب ہو گئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب تین سال سے لے کر نو سال کے اندر اندر غالب آجائیں گے" تو اس وقت فارس والے روم والوں پر غالب آئے ہوئے تھے اور مسلمان یہ چاہتے تھے کہ روم والے فارس والوں پر غالب آجائیں کیونکہ مسلمان اور روم والے اہل کتاب تھے اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَیَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰہِ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ (سورت روم آیت ۴ تا ۵) ترجمہ "اس روز مسلمان اللہ تعالیٰ کی اس امداد پر خوش ہوں گے وہ جس کو چاہے غالب کر دیتا ہے اور وہ زبردست ہے (اور) رحیم ہے۔" اور قریش چاہتے تھے کہ فارس والے روم والوں پر غالب رہیں کیونکہ قریش اور فارس والے دونوں نہ تو اہل کتاب تھے اور نہ انہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا یقین تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تو حضرت ابوبکرؓ مکہ کے مختلف علاقوں میں جا کر بلند آواز سے یہ آیت پڑھنے لگے تو قریش کے کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا یہ آیت ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گی آپ کے حضرت یہ کہتے ہیں کہ روم والے فارس والوں پر تین سے لے کر نو سال کے اندر اندر غالب آجائیں گے۔ کیا ہم آپ کے ساتھ اس بات پر شرط نہ لگالیں؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا ٹھیک ہے اور یہ شرط لگانے کے حرام ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے؛ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ اور مشرکوں نے شرط لگائی اور ہارنے پر جو چیز دینی پڑے گی اسے طے کیا اور مشرکوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا آپ تین سال سے لے کر نو سال تک کی مدت میں سے کتنے سال طے کرتے ہیں؟ آپ ہمارے اور اپنے درمیان کوئی مدت طے

کردیں تا کہ اس کے پورا ہونے پر پتہ چلے کہ شرط میں کون ہارتا ہے اور کون جیتتا ہے) چنانچہ انھوں نے چھ سال متعین کردیئے۔ پھر چھ سال گزرنے پر بھی رومی لوگ غلبہ نہ پاسکے تو مشرکین نے حضرت ابوبکرؓ کی شرط لگائی ہوئی چیز لے لی۔ پھر جب ساتواں سال شروع ہوا تو روم والے فارس والوں پر غالب آگئے۔ مسلمان حضرت ابوبکرؓ پر چھ سال مقرر کرنے پر اب اعتراض کرنے لگے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ کہا تھا کہ تین سال سے نو سال کے اندر اندر۔ جب نو سال سے پہلے پہلے روم والوں نے فارس والوں پر غلبہ حاصل کرلیا تو اس پر بہت سے لوگ مسلمان ہوگئے۔[1] حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جب الم غلبت الروم فی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون نازل ہوئی تو مشرکوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ آپ کے حضرت کیا کہہ رہے ہیں؟ یوں کہہ رہے ہیں کہ روم والے فارس والوں پر غالب آجائیں گے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میرے حضرت بالکل سچ کہتے ہیں ان مشرکوں نے کہا کیا آپ ہم سے اس پر شرط لگانے کو تیار ہیں چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے روم والوں کے غالب آنے کی مدت مقرر کردی لیکن وہ مدت گزر گئی اور رومی فارس والوں پر غالب نہ آسکے۔ جب حضور ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپؐ نے ناگواری کا اظہار فرمایا۔ یہ شرط لگا کر سال مقرر کردینا حضور کو پسند نہ آیا۔ آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا میں نے اللہ اور اس کے رسول کو سچا سمجھتے ہوئے ایسا کیا۔ حضورؐ نے فرمایا اب مشرکوں کے پاس جاؤ اور شرط میں جو چیز مقرر کی ہے اس کی مقدار بھی بڑھادو اور مدت بھی بڑھادو) چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے جا کر مشرکوں سے کہا کیا آپ لوگ دوبارہ شرط لگاؤ گے؟ کیونکہ دوبارہ شرط پہلے سے زیادہ اچھی ہوگی۔ مشرکوں نے کہا ٹھیک ہے (چنانچہ دوبارہ جو مدت متعین کی تھی) اس مدت کے پورا ہونے سے پہلے ہی روم نے فارس پر غلبہ پالیا اور انھوں نے اپنے گھوڑے مدائن میں باندھ دیئے اور رومیہ شہر کی بنیاد رکھی۔ پھر حضرت ابوبکرؓ شرط والا مال لے کر حضور کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ یہ حرام مال ہے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ دوسروں کو دے دو۔[2]

حضرت کعب بن عدیؓ فرماتے ہیں کہ میں اہل حیرہ کے وفد کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے ہم پر اسلام پیش کیا۔ ہم مسلمان ہوگئے اور حیرہ واپس آگئے۔ چند دن گزرے تھے کہ حضور کی وفات کی خبر آگئی جس سے میرے ساتھی تو شک میں پڑ گئے اور کہنے لگے

۱۔ اخرجه الترمذی هكذا ساقه الترمذی ثم قال هذا حديث بخست صحيح لانعرفه الا من حديث عبدالرحمن بن ابی الزناد ۲۔ عند ابن ابی حاتم واخرجه الامام احمد والترمذی وحسنه والنسائی وابن ابی حاتم وابن جرير عن ابن عباس بمعناه مختصرا كما فی التفسير لابن كثير (ج ۳ ص ۴۲۳)

اگر وہ نبیؐ ہوتے تو ان کا انتقال نہ ہوتا۔ میں نے کہا نہیں۔ ان سے پہلے اور انبیاء کا بھی تو انتقال ہو چکا ہے۔ میں اسلام پر پکا رہا پھر میں مدینہ کے ارادے سے چل پڑا۔ راستے میں میرا گزر ایک راہب کے پاس سے ہوا۔ ہم اس سے پوچھے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرتے تھے۔ میں نے جا کر اسے کہا جس کام کا میں نے ارادہ کیا ہے اس کے بارے میں بتاؤ۔ اس بارے میں میرے دل میں کچھ کھٹک سی ہے۔ اس راہب نے کہا اپنے نام کی کوئی چیز لاؤ۔ میں ٹخنے کی ہڈی لایا (عربی میں ٹخنے کی ہڈی کو کعب کہتے ہیں اور ان کا نام بھی کعب تھا) اس نے کچھ بال نکالے اور کہا اس ہڈی کو ان بالوں میں ڈال دو۔ میں نے وہ ہڈی ان بالوں میں ڈال دی تو مجھے حضور ﷺ بالکل اسی صورت میں نظر آئے جس میں میں نے آپ کو دیکھا تھا اور مجھے آپ کی موت کا منظر بھی سارا اسی طرح نظر آیا جس طرح ہوا تھا (بظاہر جادو کے زور سے یہ سب کچھ نظر آیا) اس سے میرے ایمان کی بصیرت اور بڑھ گئی۔ میں نے حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ سارا قصہ سنایا اور میں ان کے پاس ٹھہر گیا۔ پھر انھوں نے مجھے (اسکندریہ کے بادشاہ) مقوقس کے پاس بھیجا وہاں سے واپس آیا تو پھر حضرت عمرؓ نے مجھے مقوقس کے پاس بھیجا اور جنگ یرموک کے بعد حضرت عمرؓ کا خط لے کر مقوقس کے پاس پہنچا۔ مجھے جنگ یرموک کی اس وقت تک خبر نہیں تھی۔ مقوقس نے کہا مجھے پتہ چلا ہے کہ رومیوں نے عربوں کو قتل کر دیا ہے اور انھیں شکست دے دی ہے۔ میں نے کہا نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس نے کہا کیوں؟ میں نے کہا کیونکہ اللہ تعالی وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ اس پر اس نے کہا اللہ کی قسم! عربوں نے رومیوں کو ایسے قتل کیا ہے جیسے قوم عاد کو قتل کیا گیا تھا اور تمہارے نبیؐ نے بالکل سچ کہا۔ پھر اس نے مجھ سے بڑے بڑے صحابہ کے بارے میں پوچھا اور مجھے ان کے لیے ہدیے دیئے۔ میں نے کہا اس نبیؐ کے چچا حضرت عباسؓ زندہ ہیں۔ ان کے ساتھ بھی حسن سلوک اور صلہ رحمی کرو۔ حضرت کعبؓ کہتے ہیں میں تجارت وغیرہ میں حضرت عمر بن خطابؓ کا شریک تھا۔ جب حضرت عمرؓ نے عطایا کا رجسٹر بنایا تو مجھے (اپنے خاندان) بنو عدی بن کعب میں شمار کر کے میرا بھی حصہ مقرر کیا۔[1]

مرتدین سے جنگ کرنے کے باب میں حضرت ابو بکرؓ کا یہ قول گزر چکا ہے اللہ کی قسم! میں اللہ کی بات کو لے کر کھڑا رہوں گا اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتا رہوں گا؛ یہاں تک کہ اللہ تعالی اپنے وعدے کو پورا فرما دیں اور اپنے عہد کو ہمارے لیے پورا فرما دیں؛ چنانچہ ہم میں سے جو مارا جائے گا وہ شہید ہو کر جنت میں جائے گا اور ہم میں سے جو باقی رہے گا وہ اللہ کی زمین پر خلیفہ اور

---

[1] اخرجه البغوی وقال البغوی لا اعلم للکعب بن عدی غیره وهکذا اخرجه ابن قانع عن البغوی ولکنه اقتصر منه الی قوله مات الانبیاء قبله وابن شاهین وابو نعیم وابن السکن بطوله واخرجه ابن فی تاریخ مصر من وجه آخر عن کعب بطوله کما فی الاصابة (ج ۳ ص ۲۹۸)

اللہ کی عبادت کا وارث بن کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حق کو مضبوط فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور ان کے فرمان کے خلاف نہیں ہوسکتا وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (سورت نور آیت ۵۵) ترجمہ "(اے مجموعہ امت!) تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسا کہ ان سے پہلے (اہل ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی۔" اور حضرت عمرؓ کا جہاد اور نفر فی سبیل اللہ کے لیئے ترغیب دینے کے باب میں ان کا یہ فرمان گزر چکا ہے کہ جو مہاجرین اللہ کے دین کے لیئے ایک دم دوڑ کر آیا کرتے تھے وہ آج اللہ کے وعدے سے کہاں دور جا پڑے ہیں؟ تم اس سرزمین میں جہاد کے لیئے چلو جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ (سورت توبہ آیت ۳۳) ترجمہ "تاکہ اس کو تمام (بقیہ) دینوں پر غالب کردے۔" اللہ اپنے دین کو ضرور غالب کریں گے اور اپنے مددگار کو عزت دیں گے اور اپنے دین والوں کو تمام قوموں کا وارث بنائیں گے۔ اللہ کے نیک بندے کہاں ہیں؟ اور جہاد کے لیئے ترغیب دینے کے باب میں حضرت سعدؓ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ حق ہیں اور بادشاہت میں ان کا کوئی شریک نہیں اس کی کسی بات کے خلاف نہیں ہوسکتا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ (سورۃ انبیاء آیت ۱۰۵) ترجمہ "اور ہم (سب آسمانی) کتابوں میں لوح محفوظ (میں لکھنے) کے بعد لکھ چکے ہیں کہ اس زمین (جنت) کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے۔" یہ زمین تمہاری میراث ہے اور تمہارے رب نے تمہیں یہ دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے اور تین سال سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس زمین کو استعمال کرنے کا موقع دیا ہوا ہے۔ تم خود بھی اس میں سے کھا رہے ہو اور دوسروں کو بھی کھلا رہے ہو اور یہاں کے رہنے والوں کو قتل کر رہے ہو اور ان کا مال سمیٹ رہے ہو اور آج تک ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر رہے ہو۔ غرضیکہ گزشتہ تمام جنگوں میں تمہارے ناموروں نے ان کو بڑا نقصان پہنچایا ہے اور اب تمہارے سامنے ان کا بہت بڑا لشکر جمع ہو کر آگیا ہے (اس لشکر کی تعداد دو لاکھ بتائی جاتی ہے) اور تم عرب کے سردار اور معزز لوگ ہو اور تم میں سے ہر ایک اپنے قبیلے کا بہترین آدمی ہے اور تمہارے پیچھے رہ جانے والوں کی عزت تم سے ہی وابستہ ہے۔ اگر تم دنیا کی بے رغبتی اور آخرت کا شوق اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا اور آخرت دونوں دے دیں گے۔

اللہ کے رسول علیہ نے جن چیزوں کی خبر دی ہے ان پر یقین کرنا

حضرت عمارہ بن خزیمہ بن ثابتؓ اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں جو کہ حضور علیہ کے صحابی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم علیہ نے ایک دیہاتی آدمی سے گھوڑا خریدا اور اسے اپنے پیچھے آنے کے لیئے کہا تا کہ اسے گھوڑے کی قیمت دے دیں۔ حضورؐ تیز تیز چلتے ہوئے آگے نکل گئے۔ وہ دیہاتی آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ لوگوں کو معلوم نہیں تھا کہ حضورؐ نے اس سے یہ گھوڑا خرید لیا ہے، اس لیئے لوگ اس سے اس گھوڑے کا سودا کرنے لگے۔ ہوتے ہوتے ایک آدمی نے اس گھوڑے کی قیمت حضورؐ سے زیادہ لگا دی تو اس نے حضورؐ کو آواز دے کر کہا اگر آپ یہ گھوڑا خریدنا چاہتے ہیں تو خرید لیں ورنہ میں اسے بیچنے لگا ہوں۔ حضورؐ نے جب اس دیہاتی کی یہ بات سنی تو رک گئے۔ جب دیہاتی آپؐ کے پاس پہنچا تو آپؐ نے اس سے کہا کیا میں نے تم سے یہ گھوڑا خرید نہیں لیا؟ اس نے کہا نہیں۔ اللہ کی قسم! میں نے آپ کو یہ گھوڑا نہیں بیچا۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں، میں تم سے یہ گھوڑا خرید چکا ہوں۔ حضورؐ اور وہ دیہاتی آپس میں بات کرنے لگے تو دونوں کے گرد لوگ جمع ہو گئے۔ پھر وہ دیہاتی کہنے لگا آپ اپنا کوئی گواہ لائیں جو اس بات کی گواہی دے کہ میں نے آپؐ کے ہاتھ یہ گھوڑا بیچا ہے۔ جو بھی مسلمان وہاں آتا وہ اس دیہاتی کو یہی کہتا تیرا ناس ہو رسول اللہ علیہ تو ہمیشہ صرف حق بات ہی کہتے ہیں یہاں تک کہ حضرت خزیمہ بن ثابتؓ بھی آگئے اور انھوں نے حضورؐ کی اور دیہاتی کی گفتگو کو سنا۔ اور دیہاتی کہہ رہا تھا آپ اپنا کوئی گواہ لائیں جو اس بات کی گواہی دے کہ میں نے یہ گھوڑا آپؐ کے ہاتھ بیچا ہے۔ حضرت خزیمہؓ نے فوراً کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تم نے حضورؐ کے ہاتھ یہ گھوڑا بیچا ہے۔ حضورؐ نے حضرت خزیمہؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم کس بنیاد پر گواہی دے رہے ہو؟ حضرت خزیمہ نے کہا یا رسول اللہ! میں اس بنیاد پر گواہی دے رہا ہوں کہ میں آپ کو سچا مانتا ہوں۔ اس پر حضورؐ نے اکیلے حضرت خزیمہؓ کی گواہی، دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دے دی۔[1] حضرت محمد بن عمارہ بن خزیمہؒ کہتے ہیں کہ حضور علیہ نے فرمایا اے خزیمہ! تم تو ہمارے ساتھ نہیں تھے تو تم کس بنیاد پر گواہی دے رہے ہو؟ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! جب میں آپ کو آسمان کی باتوں میں سچا مانتا ہوں تو آپ یہ جو بات کہہ رہے ہیں اس میں آپ کو سچا کیسے نہ مانوں؟ چنانچہ حضورؐ نے ان کی گواہی دو مردوں کی گواہی کے برابر قرار دے دی۔[2] ابن سعد کی

---

۱ ۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۳۷۸) و اخرجه ابو داؤد (ص ۵۰۸) عن عمارة بن خزیمه عن عمه

۲ ۔ عند ابن سعد ایضا (ج ۴ ص ۳۷۹)

دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت خزیمہؓ نے کہا مجھے اس بات کا یقین ہے کہ آپ ہمیشہ صرف حق بات ہی کہتے ہیں ہم اس سے بھی بہتر بات یعنی دینی معاملات میں آپ پر ایمان لا چکے ہیں۔ حضورؐ نے ان کی گواہی کو درست قرار دیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب حضورﷺ شب معراج میں مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے تو لوگ اس بارے میں باتیں کرنے لگے اور جو لوگ آپؐ پر ایمان لائے تھے اور آپ کی تصدیق کر چکے تھے ان میں سے کچھ لوگ مرتد ہو گئے پھر یہ لوگ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور ان سے جا کر کہا آپ کا اپنے حضرت کے بارے میں کیا خیال ہے، وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ آج رات بیت المقدس گئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کیا انھوں نے یہ بات کہی ہے؟ لوگوں نے کہا جی ہاں! حضرت ابوبکرؓ نے کہا اگر انہوں نے یہ بات کہی ہے تو بالکل سچ ہے۔ لوگوں نے کہا تو کیا آپ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ آج رات بیت المقدس گئے تھے اور صبح سے پہلے واپس بھی آ گئے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا جی ہاں! میں تو اس سے بھی زیادہ بعید نظر آنے والے امور میں ان کی تصدیق کرتا ہوں اسی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ کا نام صدیق رکھا گیا۔[1] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ پر جو لوگ ایمان لا چکے تھے ان میں سے کچھ لوگ اس موقع پر مرتد ہو گئے اور ان میں سے بہت سے لوگوں نے اس واقعہ کی تصدیق کی۔ بہرحال یہ واقعہ بھی بہت بڑی آزمائش کا تھا۔[2]

حضرت انسؓ شب معراج کا واقعہ تفصیل سے ذکر کرتے ہیں آخر میں یہ ہے کہ جب مشرکوں نے حضورﷺ کی بات سنی تو وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا اے ابوبکر! آپ کا اپنے حضرت کے بارے میں کیا خیال ہے۔ وہ بتا رہے ہیں کہ وہ آج رات ایک مہینے کی مسافت پر گئے تھے اور پھر رات کو ہی واپس آ گئے۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ہے۔[3]

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ایک سال ٹڈیاں کم ہو گئیں۔ حضرت عمرؓ نے ٹڈیوں کے بارے میں بہت پوچھا لیکن کہیں سے کوئی خبر نہ ملی تو وہ اس سے بہت پریشان ہوئے؛ چنانچہ انہوں نے ایک سوار ادھر یعنی یمن بھیجا اور دوسرا شام تیسرا عراق بھیجا تاکہ یہ سوار پوچھ کر آئیں کہ کہیں ٹڈی نظر آئی ہے یا نہیں۔ جو سوار یمن گیا تھا وہ وہاں سے ٹڈیوں کی ایک مٹھی لایا اور لا کر حضرت عمرؓ کے سامنے ڈال دیں۔ حضرت عمرؓ نے جب انہیں دیکھا تو تین دفعہ اللہ اکبر کہا پھر فرمایا میں نے حضورﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار قسم

۱۔ اخرجه البيهقي كذافي التفسير لابن كثير (ج ۳ ص ۲۱) واخرجه ابو نعيم عن عائشة نحوه.

۲۔ وقال ابو نعيم وفيه محمد بن كثير المصيصي ضعفه احمد جدا وقال ابن معين صدوق وقال النسائي وغيره ليس بالقوى كما في المنتخب (ج ۴ ص ۳۵۲)

۳۔ اخرجه ابن ابي حاتم كما في التفسير لابن كثير (ج ۳ ص ۷)

کی مخلوق پیدا کی ہے۔ چھ سو سمندر میں اور چار سو خشکی میں اور ان میں سے سب سے پہلے ٹڈی ختم ہوگی۔ جب ٹڈیاں ختم ہو جائیں گی تو پھر اور مخلوقات بھی ایسے آگے پیچھے ہلاک ہونی شروع ہو جائیں گی جیسے موتیوں کی لڑی کا دھاگہ ٹوٹ گیا ہو۔[1]

حضرت فضالہ بن ابی فضالہ انصاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ ینبع میں بیمار تھے اور بیماری کافی شدید تھی۔ میں اپنے والد کے ساتھ ان کی عیادت کرنے ینبع گیا۔ میرے والد صاحب نے ان سے کہا آپ یہاں کیوں ٹھہرے ہوئے ہیں؟ اگر آپ کا یہاں انتقال ہو گیا تو آپ کے پاس صرف جہینہ کے دیہاتی ہوں گے۔ آپ تھوڑی سی تکلیف فرما کر مدینہ تشریف لے چلیں۔ اگر آپ کا وہاں انتقال ہوا تو پھر آپ کے ساتھی آپ کے پاس ہوں گے جو آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے (میرے والد) حضرت ابو فضالہؓ بدری صحابہؓ میں سے تھے (اس لیئے حضرت علیؓ کی نگاہ میں ان کا بڑا مقام تھا) حضرت علیؓ نے فرمایا مجھے یقین ہے کہ میرا اس بیماری میں انتقال نہیں ہوگا کیونکہ حضور ﷺ نے مجھے بتایا تھا کہ جب تک میں امیر نہ بنایا جاؤں اور پھر میری یہ داڑھی میرے اس سر کے خون سے رنگی نہ جائے اس وقت تک میں نہیں مروں گا۔[2]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں اونٹ کی رکاب میں پاؤں رکھ چکا تھا کہ اتنے میں حضرت عبداللہ بن سلامؓ میرے پاس آئے اور کہنے لگے آپ کہاں جا رہے ہیں؟ میں نے کہا عراق۔ انہوں نے کہا اگر آپ وہاں گئے تو کوئی آپ کو تلوار مار دے گا۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے ان سے پہلے یہ بات حضور ﷺ سے سنی ہوئی ہے۔[3]

حضرت معاویہ بن جریر حضرمیؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ گھوڑے سوار میرے سامنے سے گزریں (چنانچہ سوار گزرنے لگے) پھر حضرت علیؓ کے پاس سے ابن ملجم گزرا۔ حضرت علیؓ نے اس سے اس کا نام اور نسب پوچھا اس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کا نام بتا دیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تم غلط کہتے ہو پھر اس نے اپنے باپ کا نام لیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اب تم نے ٹھیک کہا۔ حضور ﷺ نے مجھے بتایا تھا کہ میرا قاتل یہودیوں میں سے ہوگا۔ یہ ابن ملجم یہودی تھا۔ حضرت علیؓ نے اس سے کہا چلے جاؤ۔[4] حضرت عبیدہؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ ابن ملجم کو دیکھتے تو یہ شعر پڑھتے:

---

[1] اخرجه الحافظ ابو يعلى كذافي التفسير لابن كثير (ج ٢ ص ١٣١)

[2] اخرجه ابن احمد في زوائده وابن ابي شيبة والبزار والحارث وابو نعيم والبيهقي في الدلائل وابن عساكر كذافي منتخب الكنز (ج ٥ ص ٥٩) وقال ورجاله ثقات

[3] اخرجه الحميدي والبزار وابو يعلى وابن حبان والحاكم وغيرهم كذافي المنتخب

[4] اخرجه ابن عدي وابن عساكر كذافي المنتخب (ج ٥ ص ٦٢)

اريد حباءه ويريد قتلي　　عذيرك من خليلك من مراد

میں اسے عطیہ دینا چاہتا ہوں وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ تم قبیلہ مراد میں سے اپنا وہ دوست لاؤ جو تمہارا عذر بیان کرے (مراد ابن ملجم کا قبیلہ تھا)۔[۱]

حضرت ابوطفیلؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی بن ابی طالبؓ کے پاس تھا اس کے پاس عبدالرحمٰن بن ملجم آیا۔ حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ اسے عطیہ دیا جائے پھر اپنی داڑھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اس داڑھی کو اوپر کے حصے (کے خون) سے رنگنے سے اس بدبخت کو کوئی نہیں روک سکتا۔ پھر حضرت علیؓ نے یہ اشعار پڑھے:

اشدد حيازيمك للموت　　فان الموت آتيكا!

تو موت کے لیے اپنی کمر کس لے کیونکہ موت تمہیں ضرور آئے گی۔

ولا تجزع من القتل　　اذا حل بواديكا

اور جب قتل تمہاری وادی میں اتر جائے تو پھر قتل ہونے سے نہ گھبرانا۔[۲]

حضرت ام عمارؓ جنہوں نے حضرت عمارؓ کی پرورش کی تھی وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمارؓ بیمار ہو گئے تو کہنے لگے اس بیماری میں مجھے موت نہیں آئے گی کیونکہ میرے محبوب محمد ﷺ نے مجھے بتایا تھا کہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں لڑائی ہوگی اور میں ان دو جماعتوں کے درمیان شہید ہو کر ہی مروں گا۔[۳] صحابہ کرامؓ کے اللہ کے راستہ میں شوق شہادت کے قصوں میں حضرت عمارؓ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ دنیا میں تمہارا آخری توشہ دودھ کی لسی ہوگی (اور وہ میں پی چکا ہوں اور اب میں دنیا سے جانے والا ہوں) جنگ صفین کے دن حضرت عمارؓ جب لڑ رہے تھے لیکن شہید نہیں ہو رہے تھے اس وقت ان کے حضرت علیؓ کے پاس جانے کا قصہ بھی گزر چکا ہے اور ان کا یہ قول بھی گزر چکا ہے کہ اے امیر المومنین! یہ فلاں دن ہے (یعنی حضورؐ نے مجھے جس دن شہید ہونے کی خوشخبری دی تھی وہ دن یہی ہے) حضرت علیؓ جواب میں فرماتے ارے اپنے اس خیال کو جانے دو۔ اس طرح تین مرتبہ ہوا۔ پھر ان کے پاس دودھ لایا گیا جسے انھوں نے پی لیا۔ پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ دودھ ہی وہ چیز ہے جسے میں دنیا سے جاتے وقت سب سے آخر میں پیوں گا پھر کھڑے ہو کر جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کہتے ہیں کہ حضرت ہشام بن ولید بن مغیرہ کی بیٹی حضرت

۱۔ عند عبدالرزاق وابن سعد ووكيع في الغرر كذافي المنتخب (ج۵ ص ۶۱)

۲۔ عند ابن سعد وابي نعيم كذافي المنتخب (ج۵ ص ۵۹)

۳۔ اخرجه ابن عساكر كذافي المنتخب (ج۵ ص ۲۴۷)

عمارؓ تیمارداری کیا کرتی تھیں وہ کہتی ہیں کہ حضرت معاویہؓ حضرت عمارؓ کی عیادت کے لیئے آئے۔ جب حضرت معاویہؓ ان کے پاس سے باہر گئے تو کہنے لگے اے اللہ! ان کی موت ہمارے ہاتھوں میں نہ ہو کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عمارؓ کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔[1]

حضرت ابراہیم بن اشترؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوذرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کی بیوی رونے لگی۔ انھوں نے اپنی بیوی سے کہا تم کیوں رو رہی ہو؟ اس نے کہا میں اس لیئے رو رہی ہوں کہ مجھ میں آپ کو دفن کرنے کی طاقت نہیں اور نہ ہی میرے پاس اتنا کپڑا ہے جو آپ کے دفن کے لیئے کافی ہو۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا مت روؤ کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو کچھ لوگوں کو فرماتے ہوئے سنا اور ان لوگوں میں میں بھی تھا۔ آپؐ نے فرمایا تم لوگوں میں سے ایک آدمی کی موت جنگل بیابان میں آئے گی اور اس کے جنازے میں مسلمانوں کی ایک جماعت شریک ہوگی۔ اب ان لوگوں میں ہر ایک کا انتقال کسی نہ کسی بستی میں اور مسلمانوں کے مجمع میں ہوا ہے، لہٰذا اب میں ہی ایسا ہوں کہ جسے جنگل بیابان میں موت آئے گی اللہ کی قسم! نہ تو میں غلط کہہ رہا ہوں اور نہ حضورؐ نے مجھ سے غلط بات کی ہے، لہٰذا آنے جانے کے عام راستہ کی طرف دیکھو۔ ان کی بیوی نے کہا حاجیوں کے قافلے واپس جا چکے ہیں اور راستے بند ہو چکے ہیں، بہرحال وہ ٹیلہ پر چڑھ کر کھڑی ہو جاتیں اور راستہ کی طرف دیکھتیں (جب کوئی نظر نہ آتا تو) واپس آکر تیمارداری میں لگ جاتیں اور پھر ٹیلے پر چڑھ کر دیکھتیں، وہ ایسے ہی کر رہی تھیں کہ اچانک انھوں نے دیکھا کہ ایک جماعت ہے جسے ان کی سواریاں تیزی سے لئے چلی آرہی ہیں اور وہ اپنے کجاووں میں بیٹھے ہوئے ایسے لگ رہے تھے جیسے گدھ ہوں۔ ان کی بیوی نے کپڑے سے ان کی طرف اشارہ کیا تو وہ دیکھ کر ان کی طرف آئے یہاں تک کہ ان کے پاس آکر کھڑے ہوگئے اور پوچھا کیا بات ہے؟ ان کی بیوی نے کہا ایک مسلمان مر رہا ہے کیا آپ اس کے کفن کا انتظام کر سکتے ہیں؟ ان لوگوں نے پوچھا وہ کون ہے؟ انھوں نے بتایا وہ ابوذرؓ ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ سب کہنے لگے ہمارے ماں باپ حضرت ابوذرؓ پر قربان ہوں اور کوڑے مار کر سواریاں تیز دوڑائیں اور حضرت ابوذرؓ کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا تمہیں خوشخبری ہو اور پھر انہیں حضورؐ والی وہی حدیث سنائی پھر فرمایا میں نے حضورؐ سے یہ سنا ہے کہ جن دو مسلمانوں کے دو یا تین بچے مر جائیں اور وہ ثواب کی نیت سے اس پر صبر کرلیں تو دونوں کو جہنم کے دیکھنے سے بھی اللہ بچالیں گے تم لوگ سن رہے ہو اگر میرے پاس کفن کے لئے کوئی کپڑا ہوتا تو مجھے اسی میں کفن دیا جاتا ایسے ہی اگر میری بیوی کے پاس میرے کفن کے قابل کوئی کپڑا ہوتا تو مجھے اسی میں کفن دیا جاتا (ہمارے پاس تو کفن کا کپڑا ہے نہیں، اس لئے آپ لوگ کفن کا کپڑا دیں) لیکن میں اللہ اور اسلام کا واسطہ دے

[1] اخرجه ابو یعلی وابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۱۵۷)

کر کہتا ہوں کہ تم میں سے جو آدمی امیر یا چوہدری یا نمبردار یا قاصد رہا ہو وہ مجھے کفن نہ دے تو ان لوگوں میں سے ہر آدمی ان میں سے کسی نہ کسی منصب پر رہ چکا تھا صرف ایک انصاری جوان ایسا تھا جس نے ان میں سے کوئی بھی کام نہیں کیا تھا اس نے کہا میں آپ کو کفن دوں گا کیونکہ آپ نے جتنی باتیں کہی ہیں میں نے ان میں سے کوئی کام نہیں کیا۔ میں نے یہ چادر اوڑھ رکھی ہے اور میرے تھیلے میں دو کپڑے ہیں جنہیں میری ماں نے کات کر میرے لئے بنا تھا میں ان تین کپڑوں میں آپ کو کفن دوں گا۔ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا ہاں تم مجھے ضرور کفن دینا، چنانچہ اس انصاری نے انہیں کفن دیا۔ راوی حضرت ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ اس جماعت میں حضرت حجر بن ادبر اور (میرے والد) مالک بھی تھے اور یہ سب لوگ یمن کے تھے۔[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوذرؓ کو ربذہ بستی کی طرف جلاوطن کر دیا اور تقدیر کی لکھی موت ان کو آنے لگی اور اس وقت ان کے پاس صرف ان کی بیوی اور ان کا ایک غلام تھا تو انھوں نے ان دونوں کو وصیت کی کہ (جب میرا انتقال ہو جائے تو) تم دونوں مجھے غسل دینا اور پھر مجھے کفن دینا پھر میرے جنازے کو راستے کے درمیان رکھ دینا۔ جو بھی پہلا قافلہ آپ لوگوں کے پاس سے گزرے انہیں بتا دینا کہ یہ حضورؐ کے صحابی حضرت ابوذرؓ ہیں۔ ان کے دفن کرنے میں ہماری مدد کرو، چنانچہ جب ان کا انتقال ہو گیا تو ان دونوں نے غسل دے کر کفن پہنا کر ان کا جنازہ راستہ کے درمیان رکھ دیا کہ اتنے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عراق کی ایک جماعت کے ساتھ وہاں پہنچے۔ یہ لوگ عمرہ کرنے جا رہے تھے۔ ان کے اونٹ جنازے پر چڑھنے ہی لگے تھے کہ وہ لوگ راستہ میں جنازہ دیکھ کر گھبرا گئے، حضرت ابوذرؓ کے غلام نے کھڑے ہو کر کہا یہ نبی کریمؐ کے صحابی حضرت ابوذرؓ ہیں۔ ان کے دفن کرنے میں ہماری مدد کرو۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ چیخ مار کر رونے لگے اور فرمانے لگے حضورؐ نے سچ فرمایا تھا کہ (اے ابوذر!) تو اکیلا چلے گا اکیلا مرے گا اور اکیلا اٹھایا جائے گا پھر وہ اور ان کے ساتھی سواریوں سے اترے اور انہیں دفن کیا پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے ساتھیوں کو حضرت ابوذرؓ والی حدیث سنائی اور حضورؐ نے تبوک جاتے ہوئے حضرت ابوذرؓ کو جو کچھ کہا تھا وہ بھی بتایا۔[2]

حضرت حمید بن منہبؒ کہتے ہیں کہ میرے دادا حضرت خریم بن اوسؓ نے فرمایا کہ میں ہجرت کر کے حضورؐ کی طرف چلا اور جب آپ تبوک سے واپس آئے اس وقت میں آپ کی خدمت میں پہنچا اور میں اسلام میں داخل ہو گیا۔ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے سنا کہ مجھے یہ سفید حیرہ (شہر) دکھایا گیا ہے اور یہ شیماء بنت بقیلہ ازدیہ سفید خچر پر سوار کالا دوپٹہ اوڑھے ہوئے گویا

ا۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۲۳۳) واخرجه ابو نعيم عن ام ذر نحوه كمافي المنتخب (ج ۵ ص ۱۵۷) ۲۔ عند ابن سعد ايضا (ج ۴ ص ۲۳۴)

کہ مجھے نظر آرہی ہے میں نے کہا یا رسول اللہ! اگر ہم حیرہ میں داخل ہوں اور جو منظر آپ نے شیماء کا بتایا ہے اس منظر میں ہمیں ملے تو کیا وہ مجھے مل جائے گی؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں! وہ تمہاری (باندی) ہے پھر (حضورؐ کے انتقال کے بعد) بہت سے لوگ مرتد ہو گئے لیکن ہمارے قبیلہ بنو طے میں کوئی مرتد نہ ہوا، چنانچہ ہم حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ حیرہ کے ارادے سے چلے، جب ہم حیرہ میں داخل ہونے لگے تو ہمیں سب سے پہلے شیماء بنت بقیلہ اسی حال میں ملی جو حضورؐ نے بتایا تھا، سفید خچر پر سوار کالا دوپٹہ اوڑھے ہوئی تھی۔ میں نے اس پر فوراً قبضہ کر لیا اور میں نے کہا مجھے حضورؐ نے اس کا سارا حال بتایا تھا (اور آپؐ نے مجھے یہ دے دی تھی) حضرت خالدؓ نے مجھ سے گواہ طلب کئے، چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ انصاری اور حضرت محمد بن بشیر انصاریؓ میرے گواہ بنے جس پر حضرت خالدؓ نے مجھے شیماء دے دی، پھر اس شیماء کے پاس اس کا بھائی عبدالمسیح بن بقیلہ صلح کے ارادے سے آیا اور اس نے مجھ سے کہا شیماء کو میرے ہاتھ بیچ دو، میں نے کہا اللہ کی قسم! اس کی قیمت دس سو سے کم نہیں لوں گا، چنانچہ اس نے مجھے ہزار درہم دے دیئے اور میں نے شیماء اس کے سپرد کر دی، میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا اگر تم سو ہزار یعنی لاکھ لیتے تو وہ لاکھ بھی تمہیں دے دیتا (اس کے پاس تو پیسے بہت تھے) میں نے کہا مجھے معلوم نہیں تھا کہ دس سو سے بھی بڑا ہندسہ ہوتا ہے۔[1]

حضرت جبیر بن حیہؓ کہتے ہیں کہ عجمی کافر سردار بندار فان نے یہ پیغام بھیجا کہ اے عرب کے لوگو! اپنے میں سے ایک آدمی میرے پاس بھیجو تاکہ ہم اس سے بات کریں، چنانچہ لوگوں نے اس کام کے لئے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کا انتخاب کیا، حضرت جبیر کہتے ہیں کہ میں ان کو دیکھ رہا تھا کہ ان کے لمبے لمبے بال تھے اور وہ کانے تھے، چنانچہ وہ اس سردار کے پاس گئے، جب وہ وہاں سے واپس آئے تو ہم نے ان سے پوچھا کہ اس سردار سے کیا بات ہوئی؟ انھوں نے بتایا کہ میں نے پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر میں نے کہا (زمانہ جاہلیت میں) ہم لوگ تمام لوگوں سے زیادہ دور گھر والے تھے (آبادی دور دور تھی) سب سے زیادہ بھوکے تھے، سب سے زیادہ بدحال تھے، تمام لوگوں میں ہر خیر سے سب سے زیادہ دور تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس ایک رسول بھیجا جس نے ہم سے دنیا میں اللہ کی مدد کا اور آخرت میں جنت کا وعدہ کیا اور جب سے وہ رسول ہمارے پاس آئے ہیں اس وقت سے ہم اپنے رب کی طرف سے مسلسل کامیابی اور مدد ہی دیکھ رہے ہیں، اور اب ہم تمہارے پاس آئے ہیں اور اللہ کی قسم! ہمیں یہاں بادشاہت اور شاندار زندگی نظر آرہی

---

[1] اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۹۲) واخرجه الطبرانی عن حمید بطوله کمافی الاصابة (ج ۲ ص ۲۲۳) واخرج البخاری عن حمید مختصر اوابن منده بطوله وقال لایعرف الابهذا الا سناد تفردبه زکریا بن یحییٰ عن زفر کذافی الاصابة (ج ۳ ص ۲۷۱)

ہے ہم اسے چھوڑ کر بدحالی کی طرف کبھی واپس نہیں جائیں گے بلکہ یا تو تم پر غالب آ کر جو کچھ تمہارے قبضے میں ہے وہ سب کچھ لے لیں گے یا پھر یہاں ہی شہید ہو جائیں گے۔[1]

حضرت جبیر بن حیہؒ نے حضرت نعمان بن مقرنؓ کے اہواز والوں کے پاس آدمی بھیجنے کے بارے میں لمبی حدیث ذکر کی ہے اس میں یہ بھی ہے اہواز والوں نے مطالبہ کیا کہ ان کے پاس کوئی آدمی بھیجیں، چنانچہ حضرت نعمانؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ ان لوگوں کے ترجمان نے کہا تم لوگ کون ہو؟ حضرت مغیرہؓ نے کہا ہم عرب کے کچھ لوگ ہیں۔ ہم سخت بدحالی میں تھے اور بہت طویل عرصے سے پریشانیوں اور مصیبتوں میں مبتلا تھے ہم بھوک کی وجہ سے کھال اور گٹھلی چوسا کرتے تھے اون اور بالوں کے کپڑے پہنا کرتے تھے، درختوں اور پتھروں کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ہمارا یہی حال چل رہا تھا کہ آسمانوں اور زمین کے رب نے ہمارے پاس ہم میں سے ایک نبی بھیجا جس کے ماں باپ کو ہم پہچانتے تھے، ہمارے نبیؐ نے ہمیں اس بات کا حکم دیا کہ جب تک تم لوگ ایک اللہ کی عبادت نہ کرو یا جزیہ ادا نہ کرو ہم تم سے جنگ کرتے رہیں اور ہمارے نبیؐ نے ہمیں اللہ کے سارے پیغام پہنچائے ان میں ایک پیغام یہ تھا کہ ہم میں سے جو آدمی قتل (شہید) ہوگا وہ جنت میں اور ایسی نعمتوں میں جائے گا کہ ان جیسی نعمتیں اس نے کبھی نہیں دیکھی ہوں گی، اور ہم میں سے جو زندہ رہ جائے گا وہ تمہاری گردنوں کا مالک ہوگا، تم پر غلبہ پائے گا۔[2]

حضرت طلقؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے آکر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابودرداء! آپ کا گھر جل گیا، انھوں نے فرمایا میرا گھر نہیں جل سکتا پھر دوسرے آدمی نے آکر وہی بات کہی تو انھوں نے کہا، نہیں میرا گھر نہیں جل سکتا، پھر تیسرے آدمی نے آکر بھی وہی بات کہی تو اس کو بھی یہی کہا کہ میرا گھر نہیں جل سکتا پھر چوتھے آدمی نے آکر کہا آگ تو بھڑکی تھی اور آپ کے گھر تک بھی پہنچ گئی تھی لیکن وہاں جا کر بجھ گئی تھی، انھوں نے فرمایا مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کریں گے (یعنی میرے گھر کو جلنے نہیں دیں گے) اس آدمی نے کہا اے ابودرداء! ہمیں پتہ نہیں چل رہا کہ آپ کی کونسی بات زیادہ عجیب ہے؟ پہلے آپ نے کہا میرا گھر نہیں جل سکتا، پھر بعد میں آپ نے کہا مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کریں گے۔ انھوں نے فرمایا میں نے چند کلمات حضورؐ سے سنے ہیں جو آدمی صبح کو یہ کلمات کہہ لے گا شام تک اسے کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی وہ کلمات یہ ہیں: اللھم انت ربی لا الہ الا انت علیک توکلت وانت رب العرش الکریم

۱۔ اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۱۹۸) ۲۔ عندالبيهقي في الاسماء والصفات ورواه البخاري في الصحيح كماقال البيهقي واخرجهما ابونعيم في الدلائل (ص ۱۹۹) عن بكر بن عبدالله المزني زياد بن جبير بن حية نحوه ولعله سقط عن في رواية عن جبير بن حية

ماشاء اللّٰہ کان ومالم یشالم یکن ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم اعلم ان اللّٰہ علےٰ کل شیئی قدیر وان اللّٰہ قدا حاط بکل شیئی علما اللھم انی اعوذبک من شرنفسی ومن شر کل دابۃ انت اخذ بنا صیتھا ان ربی علی صراط مستقیم ۔ترجمہ اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تجھ پر میں نے توکل کیا، تو محترم عرش کا رب ہے۔ جو اللہ (تبارک وتعالیٰ) نے چاہا وہ ہوا اور جو نہ چاہا وہ نہیں ہوا، برائیوں سے بچنے کی قوت اور نیکی کرنے کی طاقت صرف بزرگ و برتر اللہ ہی سے ملتی ہے میں اس بات کو جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز کو جانتا ہے اے اللہ! میں اپنے نفس کے شر سے اور ہر اس جانور کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس کی پیشانی کو تو پکڑنے والا ہے۔ بے شک میرا رب سیدھے راستے پر ہے۔"[1]

دعوت کے باب میں گزر چکا ہے کہ حضرت عدی بن حاتمؓ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تیسری بات بھی ضرور ہو کر رہے گی، اس لئے کہ حضور فرما چکے ہیں، صحابہ کرامؓ کا جماعتوں کو دعوت کے لئے بھیجنے کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت ہشام بن عاصؓ نے جبلہ بن ایہم سے کہا اللہ کی قسم! یہ دربار جہاں تم بیٹھے ہوئے ہو یہ بھی اور انشاء اللہ (تمہارے) بڑے بادشاہ (ہرقل) کا ملک (روم) بھی ہم تم سے ضرور لے لیں گے کیونکہ ہمیں اس کی خبر ہمارے نبی حضرت محمدؐ نے دی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اللہ کے راستہ میں لشکر بھیجنے کا اہتمام کرنے کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت علیؓ نے کہا میری رائے یہ ہے کہ چاہے آپ خود جائیں چاہے کسی اور کو ان کے پاس بھیج دیں انشاء اللہ کامیابی آپ ہی کو ہوگی۔ آپ کی مدد ضرور ہوگی۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اللہ تمہیں خیر کی بشارت دے یہ تمہیں کہاں سے پتہ چل گیا (کہ کامیابی تو ہمیں ہی ملے گی اور ہماری مدد ضرور ہوگی) حضرت علی نے کہا میں نے حضور کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ دین اپنے دشمنوں پر غالب آ کر رہے گا یہاں تک کہ یہ دین مضبوطی سے کھڑا ہو جائے اور دین والوں کو غلبہ مل جائے گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے تعجب سے فرمایا سبحان اللہ! یہ حدیث کتنی عمدہ ہے۔ تم نے یہ حدیث سنا کر مجھے خوش کر دیا۔ اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے، اور تائیدات غیبیہ کے باب میں حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول آئے گا کہ جب حضرت ابن عمرؓ نے شیر کا کان پکڑ کر مروڑا اور اس کو راستہ سے ہٹایا تو اس کو کہا حضورؐ نے تمہارے بارے میں غلط نہیں کہا ہے، میں نے حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابن آدم جس چیز سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ وہ چیز ابن آدم پر مسلط کر دیتے ہیں اور اگر ابن آدم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہ ڈرے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنے علاوہ کسی اور کو مسلط نہیں ہونے دیتے۔

---

[1] اخرجہ البیھقی فی الاسماء والصفات (ص ۱۲۵)

اعمال کا بدلہ ملنے کا یقین

حضرت ابو اسماءؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضورؐ کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے کہ اتنے میں یہ آیت نازل ہوئی فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ (سورت زلزال آیت ۷۔۸) ترجمہ ''سو جو شخص (دنیا میں) ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ (وہاں) اس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا''۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے کھانا کھانا چھوڑ دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہم جو بھی برا کام کریں گے کیا ہمیں اس کا بدلہ ضرور ملے گا؟ حضورؐ نے فرمایا آپ لوگ جو ناگواریاں (دنیا میں) دیکھتے ہو یہ برے عملوں کا بدلہ ہے اور اچھے اعمال کا بدلہ بعد میں آخرت میں دیا جائے گا۔[1]

حضرت ابو ادریس خولانیؒ کہتے ہیں کہ پھر حضورؐ نے فرمایا اے ابوبکر! (دنیا میں) جو ناگواریاں دیکھتے ہو وہ برے کاموں کی وجہ سے پیش آتی ہیں اور نیک کاموں کا بدلہ جمع کیا جا رہا ہے جو تمہیں قیامت کے دن دیا جائے گا اور اس بات کی تصدیق اللہ کی کتاب کی اس آیت سے ہوتی ہے وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ (سورۃ شوریٰ آیت ۳۰) ترجمہ اور تم کو (اے گناہ گارو) جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے (پہنچتی ہے) اور بہت سے تو درگزر ہی کر دیتا ہے۔''[2]

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کے پاس تھا تو یہ آیت نازل ہوئی مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ وَلَا یَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا (سورت نساء آیت ۱۲۳) ترجمہ ''جو شخص کوئی برا کام کرے گا وہ اس کے عوض میں سزا دیا جائے گا اور اس شخص کو خدا کے سوا نہ کوئی یار ملے گا نہ مددگار ملے گا''۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابوبکر! مجھ پر جو آیت نازل ہوئی کیا وہ تمہیں میں نہ پڑھا دوں؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! ضرور پڑھا دیں، چنانچہ حضورؐ نے مجھے وہ آیت پڑھا دی یہ آیت سنتے ہی مجھے ایسے محسوس ہوا کہ جیسے میری کمر ٹوٹ گئی ہے جس کی وجہ سے میں نے انگڑائی لی۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابوبکر! تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے برے کام نہ کئے ہوں؟ اور ہم جو بھی برا کام کریں گے کیا ہمیں اس کا بدلہ ضرور ملے گا؟ حضورؐ نے فرمایا اے ابوبکرؓ! تمہیں اور مومنوں کو برے کاموں کا بدلہ تو دنیا ہی میں مل جائے گا اور تم اپنے رب سے اس حال میں ملاقات کرو گے (یعنی مرتے وقت یہ حالت ہوگی) کہ تم پر کوئی گناہ نہ ہوگا اور دوسروں

---

۱ ۔ اخرجه ابن ابی شیبه وابن راهویه وعبدبن حمید والحاکم وغیرهم

۲ ۔ عند ابن مردویه کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۷۵) وقال اوردہ الحافظ ابن حجر فی اطرافه فی مسند ابی بکر

کے گناہوں کو جمع کیا جاتا رہے گا اور انہیں ان گناہوں کا بدلہ قیامت کے دن دیا جائے گا۔[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَبِہٖ والی آیت کے بعد حال کس طرح ٹھیک ہو سکتا ہے؟ کیونکہ ہم نے جو بھی برا کام کیا ہے اس کا بدلہ ہمیں ضرور ملے گا۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے کیا تم بیمار نہیں ہوتے؟ کیا تم کبھی تھکتے نہیں؟ کیا تمہیں کبھی کوئی غم پیش نہیں آتا؟ کیا تمہیں کبھی کوئی مشقت نہیں اٹھانی پڑتی؟ کیا تمہیں کبھی کوئی مصیبت پیش نہیں آتی؟ میں نے عرض کیا جی یہ سب کچھ پیش آتا ہے حضورؐ نے فرمایا یہی گناہوں کا بدلہ ہے جو تمہیں دنیا میں مل رہا ہے۔[2]

حضرت محمد بن منتشرؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عمر بن خطابؓ سے کہا مجھے اللہ کی کتاب میں ایک ایسی آیت معلوم ہے جو کہ بہت سخت ہے یہ سن کر حضرت عمرؓ اس کی طرف بڑھے اور اسے کوڑا مارا (ظاہری الفاظ قرآن کے ادب کے خلاف تھے) اور فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ کیا تم نے اس آیت کی گہری تحقیق کر لی ہے جس سے تمہیں اس (کے بہت سخت ہونے) کا پتہ چل گیا ہے؟ وہ آدمی چلا گیا اگلے دن حضرت عمرؓ نے اس آدمی سے کہا جس آیت کا تم نے کل ذکر کیا تھا وہ کون سی ہے؟ اس آدمی نے کہا وہ یہ ہے **ومن یعمل سوء ایجزبه** لہٰذا ہم میں سے جو بھی کوئی برا کام کرے گا اسے اس کا بدلہ ضرور ملے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو اس وقت ہمیں کچھ عرصہ تک (پریشانی کی وجہ سے) کھانا پینا بالکل اچھا نہیں لگتا تھا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے رعایت والی آیت نازل کر دی (پھر ہماری وہ پریشانی ختم ہوئی) وہ آیت یہ ہے وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَہٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ یَجِدِ اللّٰہَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (سورۃ نساء آیت ۱۱۰) ترجمہ "اور جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پائے گا۔[3]

حضرت ثعلبہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن سمرہ بن حبیب بن عبد شمس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے فلاں قبیلہ کا ایک اونٹ چوری کیا ہے مجھے (اس گناہ سے) پاک کر دیں۔ حضورؐ نے اس قبیلہ والوں کے پاس آدمی بھیج کر پتہ کرایا۔ انھوں نے بتایا کہ ہاں ہمارا ایک اونٹ گم ہے؟ چنانچہ حضورؐ کے فرمانے پر حضرت عمرو بن سمرہؓ کا ہاتھ کاٹا گیا۔ حضرت ثعلبہ کہتے ہیں جب حضرت عمرو کا ہاتھ کٹ کر نیچے گرا اس وقت میں

۱۔ اخرجه عبدبن حمید والترمذی وابن المنذر قال الترمذی غریب وفی اسناده مقال و موسی بن عبیدة یضعف فی الحدیث ومولی ابن سباع مجهول وقد روی هذا الحدیث من غیر هذا الوجه عن ابی بکر ولیس له اسناد صحیح ۲۔ عند احمد وابن المنذر وابی یعلی وابن حبان والحاکم والبیهقی وغیرهم کذافی کنز العمال (ج ۱ ص ۲۳۹)

۳۔ اخرجه ابن راهویه کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۹)

انہیں دیکھ رہا تھا انھوں نے (اپنے ہاتھ کو خطاب کرتے ہوئے) کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے تجھ سے پاک کر دیا ورنہ تو نے تو میرے جسم کو جہنم میں داخل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ [1]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کے جسم میں ایک بیماری تھی ان کے چند ساتھی ان کے پاس آئے اور ان میں سے ایک نے کہا آپ کے جسم میں جو ہم بیماری دیکھ رہے ہیں اس کی وجہ سے ہمیں بہت رنج وصدمہ ہے حضرت عمرانؓ نے فرمایا تم جو بیماری دیکھ رہے ہو اس کی وجہ سے غمگین نہ ہو کیونکہ جو بیماری تم دیکھ رہے ہو وہ گناہوں کی وجہ سے ہے اور جن گناہوں کو اللہ تعالیٰ ویسے ہی معاف فرما دیتے ہیں وہ تو ان سے کہیں زیادہ ہیں پھر انھوں نے یہ آیت پڑھی وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ۔ [2]

حضرت ابوضمرہ بن حبیب بن ضمرہؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ایک بیٹے کی وفات کا وقت قریب آیا تو وہ ایک تکیہ کی طرف دیکھنے لگا۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو لوگوں نے کہا ہم نے دیکھا تھا کہ آپ کا بیٹا انکھیوں سے اس تکیہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جب لوگوں نے تکیہ اٹھایا تو اس کے نیچے پانچ یا چھ دینار ملے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ کف افسوس ملنے لگے اور بار بار انا للّٰه وانا الیه راجعون پڑھتے رہے اور فرماتے رہے میرے خیال میں تو تمہاری کھال ان دیناروں کی سزا برداشت نہیں کر سکتی (کہ تم نے ان کو جمع کر کے رکھا اور انہیں خرچ نہ کیا) [3] اور مسلمان کو گالی دینے کے عنوان میں یہ گزر چکا ہے کہ ایک آدمی نے حاضر خدمت ہو کر حضورؐ سے اپنے غلاموں (کو سزا دینے) کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ان غلاموں نے جو تجھ سے خیانت کی اور تیری نافرمانی کی اور تجھ سے جھوٹ بولا اس کا حساب کیا جائے گا اور تم نے ان کو جو سزا دی اس کا بھی حساب کیا جائے گا اگر تمہاری سزا ان کے جرم کے برابر ہوگی تو معاملہ برابر سرابر ہو جائے گا نہ تمہیں انعام ملے گا نہ سزا اور اگر تمہاری سزا ان کے جرم سے کم نکلی تو تمہیں ان پر فضیلت ہو جائے گی اور اگر تمہاری سزا ان کے جرم سے زیادہ ہوگی تو اس زائد سزا کا تم سے بدلہ لیا جائے گا۔ وہ آدمی یہ سن کر ایک طرف ہو کر زور زور سے رونے لگا۔ حضورؐ نے اس کو فرمایا کیا تم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھتے وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ آخر تک (سورۃ انبیاء آیت ۴۷) ترجمہ اور (وہاں) قیامت کے روز ہم میزان عدل قائم کریں گے (اور

۱۔ اخرجه ابن ماجه عن عبدالرحمن بن ثعلبة الانصاری عن ابیه کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۵۶) ۲۔ اخرجه ابن ابی حاتم کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۱۱۶)

۳۔ اخرجه احمد فی الزهد و ابو نعیم فی الحلیة کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۵) وقال وله حکم الرفع لانه اخبار عن حال البرزخ

سب کے اعمال کا وزن کریں گے) سو کسی پر اصلا ظلم نہ ہوگا اور اگر (کسی کا) عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو (وہاں) حاضر کر دیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔'' تو اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اپنے لئے اور ان غلاموں کے لئے اس سے بہتر صورت نظر نہیں آرہی ہے کہ میں ان سے الگ ہو جاؤں اس لئے میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ سب غلام آزاد ہیں۔

صحابہ کرامؓ کے ایمان کی پختگی

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (سورۃ بقرہ آیت ۲۸۴) ترجمہ ''اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں سب جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور جو باتیں تمہارے نفسوں میں ہیں ان کو اگر تم ظاہر کرو گے یا کہ پوشیدہ رکھو گے حق تعالیٰ تم سے حساب لیں گے پھر (بجز کفر و شرک کے) جس کے لیئے منظور ہوگا بخش دیں گے اور جس کو منظور ہوگا سزا دیں گے اور اللہ ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں'' تو اس سے صحابہ کرامؓ کو بہت گرانی اور پریشانی ہوئی اور آکر حضور ﷺ کی خدمت میں دوزانوں ہو کر بیٹھ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں کچھ ایسے اعمال کا مکلّف بنایا گیا ہے جو ہمارے بس میں ہیں جیسے نماز، روزہ جہاد اور صدقہ لیکن اب آپ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے (اور اس میں ہمیں ایسے اعمال کا مکلّف بنایا گیا جو ہمارے بس میں نہیں ہیں) حضورؐ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ تم اس آیت کو سن کر سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا (ہم نے اللہ کا حکم سن لیا لیکن ہم اسے مانیں گے نہیں) کہو جیسے کہ تم سے پہلے تورات اور انجیل والوں نے کہا تھا؟ نہیں بلکہ تم سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ کہو یعنی ہم نے سن لیا اور مان لیا۔ اے ہمارے رب! ہم تیری مغفرت چاہتے ہیں اور تیرے پاس ہی لوٹ کر جانا ہے؛ چنانچہ صحابہؓ نے یہ دعا مانگنی شروع کر دی اور جب ان کی زبانیں اس دعا سے مانوس ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد یہ آیت نازل فرمائی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ (سورت بقرہ آیت ۲۸۵) ترجمہ ''اعتقاد رکھتے ہیں رسول (ﷺ) اس چیز کا جو ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور مومنین بھی سب کے سب عقیدہ رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ اور اس کی کتابوں کے ساتھ . اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کہ ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور ان سب نے یوں کہا کہ ہم نے (آپ کا ارشاد) سنا اور خوشی سے مانا۔ ہم آپ کی بخشش چاہتے ہیں۔ اے ہمارے

پروردگار اور آپ ہی کی طرف (ہم سب کو) لوٹنا ہے۔" جب صحابہؓ نے حضورؐ کے ارشاد کے مطابق اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت (کے حکم) کو منسوخ کر دیا اور یہ آیت نازل فرمائی لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا سے لے کر آخر تک (سورت بقرہ آیت ۲۸۶) ترجمہ "اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلف نہیں بنا تا مگر اسی کا جو اس کی طاقت (اختیار) میں ہو اس کو ثواب بھی اس کا ملے گا جو ارادہ سے کرے اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے۔ اے ہمارے رب ہم پر دارو گیر نہ فرمائیے اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں آخر آیت تک۔"[1]

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے ابو عباس! میں حضرت ابن عمرؓ کے پاس تھا انھوں نے یہ آیت پڑھی اور پڑھ کر رونے لگے۔ حضرت ابن عباسؓ نے پوچھا کونسی آیت؟ میں نے کہا وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو اس سے حضور ﷺ کے صحابہؓ بڑے غمگین اور بہت زیادہ پریشان ہوئے تھے۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم تو ہلاک ہو گئے پہلے تو ہم زبان سے جو بولتے تھے اور جو عمل کرتے تھے اسی پر ہمارا مواخذہ ہوتا تھا اور اب اس آیت میں یہ آ گیا ہے کہ دل میں جو خیال آئے گا اس پر بھی ہمارا مواخذہ ہوگا اور ہمارے دل ہمارے ہاتھ میں نہیں ہیں (اب جو اچھا یا برا خیال از خود ہمارے دل میں آئے گا اس پر بھی ہمارا مواخذہ ہوگا تو ہم ہلاک ہو جائیں گے) اس پر حضورؐ نے ان سے فرمایا تم تو یوں کہو سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا چنانچہ صحابہ نے سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کہنا شروع کر دیا پھر اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ سے لے کر لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ تک آیات نازل ہوئیں جن سے پہلا حکم منسوخ ہو گیا اور دل میں جو برے خیالات آتے ہیں ان کو معاف کر دیا گیا اور صرف اعمال پر مواخذہ رہ گیا[2] دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تم تو یوں کہو سَمِعْنَا وَسَلَّمْنَا یعنی ہم نے سنا، مان لیا اور تسلیم کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان ڈال دیا۔[3]

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ نازل ہوئی (سورت انعام آیت ۸۲) ترجمہ "(جو لوگ ایمان رکھتے ہیں) اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے (ایسوں ہی کے لیئے امن ہے اور وہی راہ پر چل رہے ہیں)" تو یہ آیت حضور ﷺ کے

۱۔ اخرجه احمد ورواه مسلم مثله ۲۔ عند احمد ایضا ۳۔ عند احمد ایضا من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس مختصرا واخرجه مسلم نحوه وابن جریر من طرق اخری عن ابن عباس وهذه طرق صحیحة عن ابن عباس کما فی التفسیر لا بن کثیر (ج ۱ ص ۳۳۸)

صحابہؓ پر بہت گراں گزری اور وہ اس سے بہت پریشان ہوئے اور انھوں نے (حضورؐ کی خدمت میں) عرض کیا ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے ظلم نہ کیا ہو؟ (چھوٹے موٹے گناہ تو ہو ہی جاتے ہیں) حضورؐ نے فرمایا تم جو سمجھے ہو یہاں ظلم سے مراد وہ نہیں ہے (بلکہ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے) جیسے حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا یٰبُنَیَّ لَاتُشْرِکْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ" (سورت لقمان آیت ۱۳) ترجمہ" بیٹا! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا بے شک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے۔"[۱] حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ آیت نازل ہوئی تو حضورﷺ نے فرمایا مجھے (اللہ کی طرف سے) کہا گیا کہ آپ بھی ان میں سے ہیں۔[۲]

حضرت صفیہ بنت شیبہؒ فرماتی ہیں کہ ہم حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھی تھیں ہم نے قریش کی عورتوں کا تذکرہ کیا اور ان کے فضائل بیان کیے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا واقعی قریش کی عورتوں کو بڑے فضائل حاصل ہیں لیکن اللہ کی قسم! اللہ کی کتاب کی تصدیق کرنے اور اس پر ایمان لانے میں انصار کی عورتوں سے آگے بڑھا ہوا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ جب سورت نور کی یہ آیت نازل ہوئی وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ (سورت نور آیت ۳۱) ترجمہ" اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں۔" تو انصار مردوں نے واپس گھر جا کر اپنی عورتوں کو وہ حکم سنایا جو اللہ نے اس آیت میں نازل فرمایا ہر آدمی اپنی بیوی، اپنی بیٹی اپنی بہن اور اپنی ہر رشتہ دار عورت کو یہ آیت پڑھ کر سناتا۔ ان میں سے ہر عورت سنتے ہی اللہ کی نازل کردہ آیت پر ایمان لانے اور ان کی تصدیق کرنے کے لیے فوراً کھڑی ہو کر منقش چادر لے کر اس میں لپٹ جاتی؛ چنانچہ حضورؐ کے پیچھے فجر کی نماز میں یہ سب چادروں میں ایسی لپٹی ہوئی آئیں کہ گویا ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہوئے ہیں۔[۳]

حضرت مکحولؒ کہتے ہیں کہ ایک بہت بوڑھا آدمی جس کی دونوں بھنویں اس کی آنکھوں پر آپڑی تھیں۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک ایسا آدمی جس نے بہت بدعہدی اور بدکاری کی اور اپنی جائز ناجائز ہر خواہش پوری کی اور اس کے گناہ اتنے زیادہ ہیں کہ اگر تمام زمین والوں میں تقسیم کر دیے جائیں تو وہ سب کو ہلاک کر دیں۔ تو کیا اس کے لیے توبہ کی کوئی گنجائش ہے؟ نبی کریمﷺ نے فرمایا کیا تم مسلمان ہو چکے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں میں کلمہ شہادت اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ پڑھتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا جب تک تم ایسے (کلمہ شہادت پڑھتے) رہو گے اللہ تعالیٰ تمہاری تمام بدعہدیاں اور بدکاریاں معاف

۱۔ اخرجہ ابن ابی حاتم ورواہ البخاری ۲۔ عند ابن مردویہ کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۱۵۳) ۳۔ اخرجہ ابن ابی حاتم ورواہ ابو داؤد من غیر وجہ عن صفیۃ بنت شیبۃ بہ کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۲۸۴)

کرتے رہیں گے اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدلتے رہیں گے۔ اس بوڑھے نے کہا یا رسول اللہ! میری تمام بدعہدیاں اور بدکاریاں معاف؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں تمہاری تمام بدعہدیاں اور بدکاریاں معاف ہیں۔ یہ سن کر وہ بڑے میاں اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ کہتے ہوئے پیٹھ پھیر کر (خوش خوش) واپس چلے گئے۔[1]

حضرت ابوفروہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ذرا یہ بتائیں کہ ایک آدمی نے سارے گناہ کیئے ہیں کوئی چھوٹا بڑا گناہ نہیں چھوڑا، کیا اسکی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کیا تم مسلمان ہو گئے ہو میں نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا اب نیکیاں کرتے رہو اور برے کام چھوڑ دو تو اللہ تعالیٰ تمہارے تمام گناہوں کو نیکیاں بنا دیں گے۔ میں نے کہا میری تمام بدعہدیاں اور بدکاریاں بھی معاف ہو جائیں گی۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ اس پر حضرت ابوفروہ چل پڑے اور حضور کی نگاہوں سے اوجھل ہونے تک اللہ اکبر کہتے رہے۔[2]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت میرے پاس آئی اور اس نے مجھ سے کہا کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ میں نے زنا کیا تھا جس سے میرے ہاں بچہ پیدا ہوا پھر میں نے اس بچے کو قتل کر ڈالا، میں نے کہا نہیں (تم نے دو بڑے گناہ کیئے ہیں اس لیئے) نہ تو تمہاری آنکھ کبھی ٹھنڈی ہو اور نہ تجھے شرافت و کرامت کبھی حاصل ہو۔ اس پر وہ عورت افسوس کرتی ہوئی اٹھ کر چلی گئی۔ پھر میں نے حضورﷺ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی اور اس عورت نے جو کچھ کہا تھا اور میں نے اسے جو جواب دیا تھا وہ سب حضورؐ کو بتایا۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے اسے برا جواب دیا۔ کیا تم یہ آیتیں وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ سے لے کر الا من تاب آخر آیت تک نہیں پڑھتے (سورت الفرقان آیت ۶۸ تا ۷۰) ترجمہ "اور جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے اور جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے ہاں مگر حق پر اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسے کام کریگا تو سزا سے اس کو سابقہ پڑے گا کہ قیامت کے روز اس کا عذاب بڑھتا چلا جائے گا اور وہ اس (عذاب) میں ہمیشہ ہمیشہ ذلیل (وخوار) ہو کر رہے گا مگر جو (شرک و معاصی سے) توبہ کر لے اور ایمان (بھی) لے آئے اور نیک کام کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے (گزشتہ) گناہوں کی جگہ نیکیاں عنایت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔" پھر میں نے یہ آیتیں اس عورت کو پڑھ کر سنائیں۔ اس نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جس نے میری خلاصی کی صورت بنا دی۔[3] ابن جریر کی ایک روایت میں یہ ہے کہ وہ

۱۔ اخرجه ابن ابی حاتم ۲۔ اخرجه الطبرانی كذا فی التفسير لابن كثير (ج ۳ ص ۳۲۸) ۳۔ اخرجه ابن ابی حاتم هذا حديث غريب من هذا الوجه وفی رجاله من لا يعرف وقد رواه ابن جرير بسنده بنحوه

افسوس کرتے ہوئے ان کے پاس سے چلی گئی اور وہ کہہ رہی تھی ہائے افسوس! کیا یہ حسن جہنم کے لیئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس روایت میں آگے یہ ہے کہ حضور ﷺ کے پاس سے حضرت ابو ہریرہؓ واپس آئے اور انھوں نے مدینہ کے تمام محلوں اور گھروں میں اس عورت کو ڈھونڈ نا شروع کیا اسے بہت ڈھونڈا لیکن وہ عورت کہیں نہ ملی۔ اگلی رات کو وہ خود حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس آئی تو حضورؐ نے جو فرمایا تھا وہ حضرت ابو ہریرہؓ نے اسے بتایا۔ وہ فوراً سجدے میں گر گئی اور کہنے لگی تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جس نے میرے لئے خلاصی کی صورت بنادی اور جو گناہ مجھ سے سرزد ہو گیا تھا اس سے توبہ کا راستہ بنا دیا اور اس عورت نے اپنی ایک باندی اور اس کی بیٹی آزاد کی اور اللہ کے سامنے سچی توبہ کی۔[1]

حضرت تمیم داریؓ کے غلام حضرت ابو الحسنؒ کہتے ہیں کہ جب وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ والی آیت نازل ہوئی (سورت شعراء آیت ۲۲۴) ترجمہ "اور شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں" تو (مسلمان شعراء) حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت کعب بن مالکؓ روتے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا تو اللہ کو معلوم تھا کہ ہم لوگ شعراء ہیں (لہذا یہ سخت وعید تو ہمارے لیئے ہوئی) اس پر حضورؐ نے یہ آگے والی آیت تلاوت فرمائی اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ترجمہ "مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیئے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ دونوں باتیں تم لوگوں میں موجود ہیں وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا ترجمہ "اور انھوں نے (اپنے اشعار میں) کثرت سے اللہ کا ذکر کیا۔" حضورؐ نے فرمایا یہ صفت بھی تم میں موجود ہے وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ترجمہ "اور انھوں نے بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہو چکا ہے (اس کا) بدلہ لیا۔" حضور ﷺ نے فرمایا یہ صفت بھی تم میں ہے (لہذا یہ وعید تم مسلمان شعراء کے لیئے نہیں ہے)[2]

حضرت عطاء بن سائبؒ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے دن جو میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؓ کو دیکھا اس کی صورت یہ ہوئی کہ میں نے دیکھا کہ ایک گدھے پر ایک بڑے میاں ایک جنازے کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں۔ ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید ہیں۔ میں نے سنا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ مجھے فلاں بن فلاں صحابی نے بتایا کہ انھوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو اللہ سے ملنا پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ملنے کو پسند فرماتے ہیں اور جو اللہ سے ملنے کو ناپسند

---

۱ ۔ کذافی التفسیر لا بن کثیر (ج ۳ ص ۳۲۸) ۲ ۔ اخرجه ابن اسحق واخرجه ابن ابی حاتم وابن جریر من روایة ابن اسحاق واخرجه ابن ابی حاتم عن ابی الحسن مولی بنی نوفل بمعناه ولم یذکر کعبا کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۳۵۴) واخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۴۸۸) عن ابی الحسن بسیاق ابن ابی حاتم

کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ملنے کو ناپسند کرتے ہیں۔ یہ سن کر سب لوگ رونے لگے۔ انھوں نے پوچھا کہ آپ لوگ کیوں رو رہے ہیں۔ لوگوں نے کہا ہم سب ہی (اللہ سے ملنے یعنی) موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا حضورؐ کے فرمان کا مطلب یہ نہیں ہے بلکہ انسان کے مرنے کا وقت جب قریب آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۙ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ (سورت واقعہ آیت ۸۸،۸۹) ترجمہ ''پھر (جب قیامت واقع ہوگی تو) جو شخص مقربین میں سے ہوگا اس کیلئے تو راحت ہے اور (فراغت کی) غذائیں ہیں اور آرام کی جنت ہے'' تو جب اسے (فرشتوں کی طرف سے) ان نعمتوں کی بشارت دی جاتی ہے تو وہ انسان اللہ سے ملنے کو پسند کرنے لگ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو اس سے زیادہ پسند کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا دوسرا فرمان یہ ہے وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ۙ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ۙ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ (سورت واقعہ آیت ۹۲۔۹۳) ترجمہ ''اور جو شخص جھٹلانے والوں (اور) گمراہوں میں سے ہوگا تو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی دعوت ہوگی اور دوزخ میں داخل ہونا ہوگا۔'' تو جب اسے ان تکلیفوں کی بشارت دی جاتی ہے تو وہ اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرنے لگ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے ملنے کو اس سے زیادہ ناپسند کرنے لگ جاتے ہیں[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں کہ جب اذا زلزلت الارض زلزالھا نازل ہوئی (سورت زلزال آیت ۱) ترجمہ ''جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلائی جائے گی۔'' تو اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ وہاں (حضورؐ کے پاس) بیٹھے ہوئے تھے وہ یہ سورت سن کر رونے لگے، حضورؐ نے ان سے فرمایا اگر تم لوگ غلطیاں اور گناہ نہیں کرو گے (اور پھر استغفار نہیں کرو گے) تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے تو پھر اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پیدا کریں گے جو غلطیاں اور گناہ کریں گے (اور استغفار کریں گے) پھر اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دیں گے۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا اے عمر! تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم چار ہاتھ لمبی اور دو ہاتھ چوڑی زمین (یعنی قبر) میں ہو گے اور تم منکر نکیر کو دیکھو گے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! منکر نکیر کون ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا یہ قبر میں امتحان لینے والے (دو فرشتے) ہیں جو قبر کو اپنے دانتوں سے کریدیں گے اور ان کے بال اتنے لمبے ہوں گے کہ وہ اپنے بالوں کو روندتے ہوئے آئیں گے ان کی آواز زوردار گرج کی طرح ہوگی اور ان کی آنکھیں اچکنے والی بجلی کی طرح چمک رہی ہوں گی۔ ان دونوں کے پاس ایک اتنا بڑا ہتھوڑا ہوگا کہ سارے منیٰ والے مل کر اسے نہ اٹھا سکیں حضورؐ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جسے آپؐ ہلا رہے تھے، آپؐ

۱۔ اخرجه احمد كذافي التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۳۰۱)

۲۔ اخرجه ابن جرير كذافي التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۵۴۰)

نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا لیکن ان دونوں کے لئے اسے اٹھانا میری اس چھڑی سے بھی زیادہ آسان ہوگا۔ وہ دونوں تمہارا امتحان لیں گے اگر تم جواب نہ دے سکے یا تم لڑکھڑا گئے تو پھر وہ تمہیں وہ ہتھوڑا اس زور سے ماریں گے کہ تم راکھ بن جاؤ گے۔ میں نے کہا یارسول اللہ! کیا اس وقت میں اپنی اسی حالت پر ہوں گا؟ (یعنی اس وقت میرے ہوش و حواس ٹھیک ہوں گے) حضورؐ نے فرمایا ہاں، میں نے کہا پھر میں ان دونوں سے نمٹ لوں گا۔[1] ایک روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے! مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ وہ دونوں تمہارے پاس آئیں گے اور تم سے سوال کریں گے تو تم جواب میں کہو گے میرا رب اللہ ہے تم بتاؤ تم دونوں کا رب کون ہے؟ اور (حضرت) محمد (ﷺ) میرے نبی ہیں تم دونوں کے نبی کون ہیں؟ اور اسلام میرا دین ہے تم دونوں کا دین کیا ہے؟ اس پر وہ دونوں کہیں گے دیکھو کیا، عجیب بات ہے ہمیں پتہ نہیں چل رہا ہے کہ ہمیں تمہارے پاس بھیجا گیا ہے یا تمہیں ہمارے پاس بھیجا گیا ہے۔[2]

حضرت ابوبحریہ کندیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک مجلس ہے جس میں حضرت عثمان بن عفانؓ بھی ہیں، حضرت عمر نے فرمایا تمہارے ساتھ ایک ایسا آدمی بیٹھا ہوا ہے کہ اگر اس کا ایمان کسی بڑے لشکر میں تقسیم کیا جائے تو ان سب کو کافی ہو جائے گا۔ اس سے حضرت عمرؓ کی مراد حضرت عثمان بن عفانؓ تھے۔[3] اور صحابہ کرامؓ کی صفات کے بارے میں صحابہ کرامؓ کے اقوال کے عنوان میں یہ گزر چکا ہے کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ کیا نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ ہنسا کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا ہاں مگر ایمان ان کے دلوں میں پہاڑوں سے بھی بڑا تھا اور مشقتیں اور تکلیفیں برداشت کرنے کے عنوان میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت عمارؓ کو مشرکین نے پکڑا اور اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک انھوں نے ان کے معبودوں کی تعریف نہ کی تو انھوں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے اتنی تکلیف پہنچائی گئی کہ آخر مجھے مجبور ہو کر آپ کی گستاخی کرنی پڑی اور ان کے معبودوں کی تعریف کرنی پڑی۔ آپؐ نے فرمایا تم اپنے دل کو کیسا پاتے ہو؟ انھوں نے کہا میں اپنے دل کو مطمئن پاتا ہوں۔[4] اور امیر کا کسی کو اپنے بعد خلیفہ بنانے کے عنوان میں گزر چکا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم لوگ مجھے میرے رب سے ڈراتے ہو؟ میں کہہ دوں گا اے اللہ! میں نے تیری مخلوق میں سے سب سے بہترین آدمی کو ان کا خلیفہ بنایا تھا۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ آپؐ نے

۱۔ اخرجه ابن ابی داود فی البعث وابو الشیخ فی السنة والحاکم فی الکنی والبیهقی فی کتاب عذاب القبر والاصبهانی فی الحجة وغیرهم کذافی الکنز (ج ۸ ص ۱۲۱) واخرجه سعید بن منصور نحوه.

۲۔ زاده عبدالواحد المقدسی فی کتابه التبصیر کمافی الریاض النضرة (ج ۲ ص ۳۴)

۳۔ اخرجه ابن عساکر کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۸)   ۴۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة وابن سعد عن ابی عبیدة وهکذا اخرجه عنه ابن جریر والبیهقی کمافی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۵۸۷)

فرمایا میں اللہ کو اور حضرت عمرؓ کو تم نوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ اور بیت المال کے سارے مال کو تقسیم کر دینے کے عنوان میں یہ گزر چکا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المومنین! ہوسکتا ہے کہ کبھی دشمن حملہ آور ہو جائے یا مسلمانوں پر اچانک کوئی مصیبت آپڑے تو ان ضرورتوں کے لئے اگر آپ اس مال میں سے کچھ بچا کر رکھ لیں تو اچھا ہوگا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہاری زبان پر شیطان بول رہا ہے اور اس کا جواب اللہ مجھے سکھا رہا ہے اور اس کے شر سے مجھے بچا رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے ان تمام ضرورتوں کے لیئے وہی سب کچھ تیار کیا ہوا ہے جو حضور ﷺ نے تیار کیا تھا اور وہ ہے اللہ تعالی اور اس کے رسول ؐ کی اطاعت (ہر مصیبت کا علاج اور ہر ضرورت کا انتظام اللہ و رسول کی ماننا ہے) دوسری روایت میں ہے کہ کل کو پیش آنے والی ضرورت کے لیئے میں آج اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ میں نے مسلمانوں (کی ضروریات) کے لیئے اللہ کا تقوی تیار کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا (سورت طلاق آیت ۲۔۳) ترجمہ ''اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالی اس کے لیئے (مضرتوں سے) نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا'' صحابہؓ کے مال خرچ کرنے کے شوق کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ جب حضرت علیؓ نے سائل کو صدقہ دینے کا ارادہ کیا تو حضرت فاطمہؓ نے کہا وہ چھ درہم تو آپ نے آٹے کے لیئے رکھوائے تھے۔ حضرت علیؓ نے کہا کسی بھی بندے کا ایمان اس وقت تک سچا ثابت نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کو جو چیز اس کے پاس ہے اس سے زیادہ اعتماد اس چیز پر نہ ہو جائے جو اللہ کے خزانوں میں ہے اور مال واپس کرنے کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت عامر بن ربیعہؓ نے کہا مجھے تمہارے زمین کے اس ٹکڑے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ آج ایک ایسی سورت نازل ہوئی جس نے ہمیں دنیا ہی بھلا دی ہے اور وہ سورت یہ ہے (اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ (سورت انبیا آیت ۱) ترجمہ ''ان (منکر) لوگوں سے ان کا (وقت) حساب نزدیک آپہنچا اور یہ (ابھی غفلت (ہی) میں (پڑے ہیں اور) اعراض کیئے ہوئے ہیں'' اور حضرت عائشہؓ کی حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت اسید بن حضیرؓ بڑی فضیلت والے لوگوں میں سے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ میں تین حالتوں میں جیسا ہوں اگر ہر وقت ویسا رہوں تو یقیناً جنت والوں میں سے ہو جاؤں اور مجھے اس میں کوئی شک نہ رہے۔ ایک وہ حالت جب کہ میں خود قرآن پڑھ رہا ہوں یا کوئی اور قرآن پڑھ رہا ہو اور میں سن رہا ہوں دوسری وہ حالت جب کہ میں حضور ﷺ کا خطبہ سن رہا ہوں تیسری وہ حالت جب کہ میں کسی جنازے میں شریک ہوں اور جب بھی میں کسی جنازے میں شریک ہوتا ہوں تو اپنے دل میں صرف یہی سوچتا ہوں کہ اس جنازے کے ساتھ کیا ہوگا اور یہ جنازہ کہاں جا رہا ہے؟ [۱]

۱۔ اخرجہ الحاکم (ج۳ص ۲۸۸) قال الحاکم هذا حديث صحيح الا سناد ولم يخرجاه وقال الذهبی صحيح۔

نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح مسجدوں میں نمازوں کے لئے جمع ہوتے تھے خود انہیں نمازوں کا کتنا شوق تھا اور دوسروں کو نماز کی کتنی ترغیب دیتے تھے اور نمازوں کے اوقات کے بدلنے سے وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہمارا اصل کام ایک حکم خداوندی سے دوسرے حکم میں اور ایک عمل صالح سے دوسرے عمل میں لگنا ہے اور انہیں ان اعمال کا حکم دیا جاتا تھا کہ وہ ایمان اور ایمانی صفات کو پکا کریں علم اور علم والے اعمال کو پھیلائیں اور اللہ کے ذکر کو زندہ کریں اور دعا کو اور اس کی قبولیت کی شرائط کو قائم کریں چنانچہ وہ کس طرح سے ان اعمال کی وجہ سے اپنے دنیاوی مشاغل کو چھوڑ دیا کرتے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہیں ظاہری شکلوں کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے بلکہ وہ تو اس ذات سے براہ راست فائدہ حاصل کرتے ہیں جو تمام چیزوں اور شکلوں کو پیدا کرنے والی اور ان میں تصرف کرنے والی ہے۔

نبی کریم ﷺ کا نماز کی ترغیب دینا

حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت حارثؒ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عثمانؓ بیٹھے ہوئے تھے ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں موذن آیا تو حضرت عثمانؓ نے ایک برتن میں پانی منگوایا میرا خیال یہ ہے کہ اس میں ایک مد (تقریباً ۱۴ چھٹانک) پانی آتا ہوگا اس سے وضو کیا پھر فرمایا کہ جیسا میں نے اب وضو کیا ہے حضور ﷺ کو میں نے ایسا ہی وضو کرتے ہوئے دیکھا پھر حضورؐ نے فرمایا جو میرے اس وضو جیسا وضو کرے گا پھر کھڑے ہو کر ظہر کی نماز پڑھے گا تو اس کی ظہر اور فجر کے درمیان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے پھر وہ عصر کی نماز پڑھے گا تو اس کے ظہر اور عصر کے درمیان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے پھر وہ مغرب کی نماز پڑھے گا تو مغرب اور عصر کے درمیان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے پھر وہ عشاء کی نماز پڑھے گا تو عشاء اور مغرب کے درمیان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں پھر وہ ساری رات کروٹیں بدلتے ہوئے گزار دے گا۔ پھر وہ اٹھ کر وضو کر کے فجر کی نماز پڑھے گا تو اس کے فجر اور عشاء کے درمیان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ یہی وہ نیکیاں ہیں جو گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔ مجلس کے ساتھیوں نے پوچھا، اے عثمان! یہ تو حسنات ہوئیں تو باقیات صالحات کیا ہوں گی؟ حضرت عثمانؓ نے کہا باقیات صالحات یہ کلمات ہیں لآالہ الا اللّٰہ وسبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ واللّٰہ اکبر ولاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ۔[1]

حضرت ابوعثمانؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت سلمانؓ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا انہوں نے اس درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اس کو حرکت دی جس سے اس کے پتے گر گئے پھر مجھ سے کہنے لگے کہ ابوعثمان! تم نے مجھ سے یہ نہ پوچھا کہ میں نے اس طرح کیوں کیا؟ میں نے کہا بتا دیجئے کیوں کیا؟ انھوں نے کہا کہ میں ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا آپؐ نے بھی درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اسی طرح کیا تھا جس سے اس ٹہنی کے پتے جھڑ گئے تھے پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ سلمان! پوچھتے نہیں کہ میں نے اس طرح کیوں کیا؟ میں نے عرض کیا کہ بتا دیجئے کیوں کیا؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب مسلمان اچھی طرح سے وضو کرتا ہے پھر پانچوں نمازیں پڑھتا ہے تو اس کی خطائیں اس سے ایسے ہی گر جاتی ہیں جیسے یہ پتے گرتے ہیں۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ (سورت ہود آیت ۱۱۴) ترجمہ ”اور آپ نماز کی پابندی رکھئے دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں بیشک نیک کام مٹا دیتے ہیں برے

---

[1] اخرجه احمد باسناد حسن وابو يعلى والبزار كذافي الترغيب (ج ۱ ص ۲۰۳) وقال الهيثمي (ج ۱ ص ۲۹۷) رواه احمد وابو يعلى والبزار ورجاله الصحيح غير الحارث بن عبدالله مولى عثمان ابن عفان وهو ثقة وفي الصحيح بعضه انتهى

کاموں کو یہ بات ایک نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لیے۔" [٢]

حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد اور نبی کریم ﷺ کے چند صحابہؓ کو یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضور ﷺ کے زمانے میں دو بھائی تھے ان میں سے ایک دوسرے سے افضل اور زیادہ نیک تھا تو جو افضل تھا اس کا تو انتقال ہو گیا اور دوسرا ایک عرصہ تک زندہ رہا پھر اس کا بھی انتقال ہو گیا پھر کسی نے حضورؐ کے سامنے یہ کہا کہ پہلا بھائی دوسرے سے فضیلت اور نیکی میں زیادہ تھا حضورؐ نے فرمایا کیا دوسرا نماز نہیں پڑھتا تھا؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! پڑھتا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا تمہیں کیا معلوم اسے اس کی نمازوں نے کہاں تک پہنچا دیا؟ پھر حضورؐ نے اس موقعہ پر فرمایا کہ نماز کی مثال ایسی ہے کہ کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو جس کا پانی جاری، گہرا اور میٹھا ہو اور وہ روزانہ اس میں پانچ مرتبہ غسل کرے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ کیا اس کی میل میں سے کچھ باقی رہے گا؟ [١]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ قضاعہ کی شاخ بنو بلی کے دو آدمی ایک ساتھ مسلمان ہوئے۔ ان میں سے ایک صاحب جہاد میں شہید ہو گئے اور دوسرے صاحب کا ایک سال بعد انتقال ہوا۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ صاحب جن کا ایک سال بعد انتقال ہوا تھا ان شہید سے بھی پہلے جنت میں پہلے داخل ہوتے) میں نے حضورؐ سے خود عرض کیا یا کسی اور نے عرض کیا تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جن صاحب کا بعد میں انتقال ہوا ان کی نیکیاں نہیں دیکھتے کتنی زیادہ ہو گئیں۔ ایک رمضان المبارک کے پورے روزے بھی ان کے زیادہ ہو گئے اور چھ ہزار اور اتنی اتنی رکعتیں نماز کی ایک سال میں ان کی بڑھ گئیں [٢] ابن ماجہ اور ابن حبان کی روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ ان دونوں کے درجوں میں اتنا فرق ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مسجد میں حضور ﷺ کے ساتھ نماز کا انتظار کر رہے تھے کہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھ سے گناہ ہو گیا ہے حضورؐ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اس آدمی نے کھڑے ہو کر دوبارہ وہی بات کہی۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم نے ہمارے ساتھ یہ نماز نہیں پڑھی اور کیا تم نے اس نماز کے لیے اچھی طرح وضو نہیں کیا؟ اس نے کہا کیوں نہیں حضورؐ نے فرمایا یہ نماز تیرے اس گناہ کا کفارہ ہے۔ [٣]

٢۔ اخرجه احمد والنسائی والطبرانی
قال المنذری فی الترغیب (ج ١ ص ٢٠١) ورواه احمد مجتج بهم فی الصحیح الا علی بن زید.اه
١۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ١ ص ٢٩٧) رواه احمد والطبرانی فی الاوسط الا انه قال ثم عمر الآخر بعده اربعین لیلة ورجال احمد رجال الصحیح .اه واخرجه ایضا مالک والنسائی وابن خزیمة فی صحیحه كما فی الترغیب (ج ١ ص ٢٠٦) ٢۔ اخرجه احمد قال فی الترغیب (ج ١ ص ٢٠٨) رواه احمد باسناد حسن ورواه ابن ماجه وابن حبان فی صحیحه والبیهقی کلهم عن طلحة بنحوه اطول منه ٣۔ اخرجه الطبرانی عن الحارث قال الهیثمی (ج ١ ص ٣٠١) رواه الطبرانی فی الصغیر والاوسط والحارث ضعیف.اه

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا نماز۔ اس نے پوچھا پھر کیا؟ حضورؐ نے فرمایا نماز۔ تین دفعہ حضورؐ نے یہی جواب دیا۔ جب اس نے حضورؐ سے بار بار یہی سوال کیا تو حضورؐ نے فرمایا نماز کے بعد افضل عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اس آدمی نے کہا میرے والدین حیات ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں تمہیں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہوں۔ اس آدمی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر اور نبی بنا کر بھیجا ہے! میں جہاد ضرور کروں گا اور دونوں کو چھوڑ جاؤں گا۔ حضورؐ نے فرمایا اسے تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو (کہ تمہارے والدین محتاج خدمت ہیں یا نہیں اور تمہارے علاوہ کوئی اور خدمت کرنے والا ہے یا نہیں)۔[1]

حضرت عمرو بن مرہ جہنیؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! ذرا مجھے یہ بتائیں کہ اگر میں اس بات کی گواہی دوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور پانچوں نمازیں پڑھوں اور زکوۃ ادا کروں اور رمضان شریف کے روزے رکھوں اور اس میں رات کو نفل نماز بھی پڑھوں تو میں کن لوگوں میں شمار ہوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا صدیقین اور شہداء میں۔[2]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ وفات کے وقت حضور ﷺ بار بار یہی وصیت فرماتے رہے کہ نماز کا اور اپنے غلاموں کا خیال رکھنا۔ آپؐ یہ وصیت فرماتے رہے یہاں تک کہ غرغرہ کی حالت شروع ہوگئی اور زبان سے یہ کلمات صاف ادا نہیں ہو رہے تھے[3] امام احمد نے یہی حدیث حضرت انسؓ سے اس طرح نقل کی ہے کہ انتقال کے وقت حضور ﷺ بار بار یہی وصیت فرماتے رہے کہ نماز کا اور اپنے غلاموں کا خیال رکھنا۔ آپؐ یہ وصیت فرماتے رہے یہاں تک کہ سینے میں سانس اکھڑ گیا اور آپ کی زبان سے یہ الفاظ پورے طور سے ادا نہیں ہو رہے تھے اور حضرت علیؓ کی روایت میں یوں ہے کہ حضور ﷺ نے مجھے اس بات کا حکم دیا کہ میں ان کے پاس بڑی طشتری جیسی پھیلی ہوئی کوئی چیز لاؤں جس پر حضورؐ وہ بات لکھوادیں جس کے بعد حضورؐ کی امت گمراہ نہ ہو سکے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خطرہ ہوا کہ کہیں میرے جانے کے بعد حضورؐ کا انتقال نہ ہو جائے، اس لیئے میں نے عرض کیا میں آپ کی بات زبانی سمجھ لوں گا اور یاد رکھ لوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا میں نماز، زکوۃ اور غلاموں کے خیال رکھنے کی وصیت کرتا ہوں۔ ابن سعد نے حضرت علی رضی

١۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ١ ص ٣٠١) وفيه ابن لهيعة وهو ضعيف وقد حسن له الترمذي وبقية رجاله رجال الصحيح . اه واخرجه ايضا ابن حبان في صحيحه كما في الترغيب (ج ١ ص ٢١١)
٢۔ اخرجه البزار و ابن خزيمة وابن حبان في صحيحهما واللفظ لابن حبان كذا في الترغيب (ج ١ ص ٢٠٠)
٣۔ اخرجه البيهقي وقد رواه النسائي وابن ماجه

اللہ عنہ سے بھی اسی جیسی حدیث روایت کی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ پھر حضور نماز، زکوٰۃ اور غلاموں کے خیال رکھنے کی مسلسل وصیت فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ کی روح پرواز کر گئی اور اس طرح روح پرواز کرنے تک آپ کلمہ شہادت اشہدان لا الہ الا اللّٰہ واشہد ان محمد اعبدہ ورسولہ پڑھنے کی وصیت فرماتے رہے اور یہ بھی فرمایا جو بھی (شہادت کی) ان دونوں باتوں کی گواہی دے گا اسے آگ پر ضرور حرام کر دیا جائے گا۔[1]

حضرت علیؓ کی دوسری حدیث میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے آخری بات یہ فرمائی، نماز اور غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔[2]

حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ کا نماز کی ترغیب دینا

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ نماز پڑھنے سے انسان زمین پر اللہ کی حفظ وامان میں آجاتا ہے۔[3]

حضرت ابوالملیحؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو نماز نہ پڑھے اس کا کوئی اسلام نہیں۔[4]

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ آدمی کا اپنے گھر میں (نفل) نماز پڑھنا نور ہے اور جب آدمی نماز کے لیئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے گناہ اس کے اوپر لٹکا دیئے جاتے ہیں اور وہ جب بھی سجدہ کرتا ہے تو اس سجدے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں مٹا دیتے ہیں۔[5]

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ بندہ جب وضو کرتا ہے اور اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر نماز کے لیئے کھڑا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہو کر اس سے سرگوشی کرتے ہیں اور جب تک بندہ دوسری طرف متوجہ نہ ہو اور دائیں بائیں نہ دیکھے اس وقت تک اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔[6]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نماز بہت بڑی نیکی ہے اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ میرے ساتھ نماز میں کون شریک ہوا۔[7]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جو بھی مسلمان کسی اونچی زمین میں جا کر یا پتھروں سے بنی

۱۔ کذافی البدایۃ (ج۵ص ۲۳۸) واخرجہ ایضا ابن سعد (ج ۱ ص ۲۴۳) عن انس مثلہ ۲۔ عند احمد والبخاری فی الادب وابی داؤد وابن ماجہ وابن جریر وصححہ وابی یعلی والبیھقی کذافی الکنز (ج۴ص ۱۸۰)

۳۔ اخرجہ الحکیم کذافی الکنز (ج۴ص ۱۸۰) ۴۔ اخرجہ ابن سعد کذافی الکنز (ج۴ص ۱۸۰) ۵۔ اخرجہ عبدالرزاق کذافی الکنز (ج۴ص ۱۸۱)

۶۔ اخرجہ عبدالرزاق کذافی الکنز ۷۔ اخرجہ عبدالرزاق کذافی الکنز

ہوئی مسجد میں جا کر نماز پڑھتا ہے تو زمین یہ کہتی ہے کہ اس مسلمان نے اللہ کی زمین پر اللہ کے لیئے نماز پڑھی (اے بندے) جس دن تو اللہ سے ملاقات کرے گا اس دن میں تیرے حق میں گواہی دوں گی۔[۱] حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کی گردن میں پھوڑا نکل آیا۔ انھوں نے نماز پڑھی تو وہ پھوڑا نیچے اتر کر سینے پر آ گیا۔ حضرت آدمؑ نے پھر نماز پڑھی وہ کوکھ میں آ گیا۔ انہوں نے پھر نماز پڑھی تو وہ ٹخنے میں آ گیا۔ انھوں نے پھر نماز پڑھی تو انگوٹھے میں آ گیا۔ انھوں نے پھر نماز پڑھی تو وہ چلا گیا۔[۲]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب تک تم نماز میں ہوتے ہو بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہو اور جو بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اس کے لیئے دروازہ ضرور کھلتا ہے۔[۳] حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں اپنی ضرورتیں فرض نمازوں پر اٹھا رکھو یعنی فرض نمازوں کے بعد اپنی ضرورتیں اللہ سے مانگو۔[۴] حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں جب تک آدمی کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے گا اس وقت تک ایک نماز سے لے کر دوسری نماز تک کے درمیان جتنے گناہ کیئے ہوں گے وہ سارے گناہ اگلی نماز سے معاف ہو جائیں گے۔[۵] حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نمازیں بعد والے گناہوں کے لیئے کفارہ ہوتی ہیں۔ حضرت آدمؑ کے پاؤں کے انگوٹھے میں ایک پھوڑا نکل آیا تھا پھر وہ پھوڑا چڑھ کر پاؤں کی جڑ یعنی ایڑی میں آ گیا پھر چڑھ کر گھٹنوں میں آ گیا پھر کوکھ میں آ گیا پھر چڑھ کر گردن کی جڑ میں آ گیا پھر حضرت آدمؑ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو وہ پھوڑا کندھوں سے نیچے آ گیا۔ انھوں نے پھر نماز پڑھی تو وہ اتر کر ان کی کوکھ میں آ گیا پھر نماز پڑھی تو اتر کر گھٹنوں میں آ گیا پھر نماز پڑھی تو اتر کر قدموں میں آ گیا پھر نماز پڑھی تو وہ پھوڑا ختم ہو گیا۔[۶]

حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ بندہ جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کی خطائیں اس کے سر پر رکھ دی جاتی ہیں اور جب نماز سے فارغ ہوتا ہے تو اس کی خطائیں اس سے ایسے جدا ہو چکی ہوتی ہیں جیسے کھجور کی ٹہنیاں دائیں بائیں گر کر درخت سے جدا ہو جاتی ہیں۔[۷] حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ نماز پڑھنے لگتا ہے تو اس کے گناہ اس کے سر کے اوپر جمع ہو جاتے ہیں پھر جب وہ سجدہ کرتا ہے تو وہ گناہ درخت کے پتوں کی طرح گرنے لگ جاتے ہیں۔[۸] حضرت طارق بن شہابؒ نے حضرت سلمانؓ کی عبادت میں محنت کو دیکھنے کے لئے ان کے پاس ایک رات گزاری تو انھوں نے یہ دیکھا کہ (حضرت سلمانؓ رات بھر سوتے

۱۔ اخرجه ابن عساكر ۲۔ عند عبدالرزاق كذافي الكنز (ج ۴ ص ۱۸۱)
۳۔ اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۳۰) ۴۔ عند عبدالرزاق
۵۔ عند عبدالرزاق ايضا ۶۔ عند ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۸ ص ۱۸۱)
۷۔ اخرجه عبدالرزاق ۸۔ عند ابن زنجويه

رہے اور) رات کے آخری حصے میں انھوں نے کھڑے ہو کر تہجد کی نماز پڑھی، حضرت سلمانؓ کی کثرت عبادت کا جیسا خیال حضرت طارق کا تھا ویسا انھوں نے نہ دیکھا تو انھوں نے حضرت سلمانؓ سے اس کا تذکرہ کیا۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا پانچ نمازوں کی پابندی کرو کیونکہ جب تک آدمی قتل کر دینے والے گناہ یعنی کبیرہ گناہ نہیں کرتا اس وقت تک یہ نمازیں تمام گناہوں کے لئے کفارہ ہوتی ہیں۔ جب رات ہوتی ہے تو لوگ تین جماعتوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ ایک جماعت تو وہ ہے جس کے لئے یہ رات رحمت ہے وبال نہیں ہے دوسری جماعت وہ ہے جس کے لئے یہ رات وبال ہے رحمت نہیں ہے تیسری جماعت وہ ہے جس کے لئے یہ رات نہ رحمت ہے اور نہ وبال جس آدمی نے رات کے اندھیرے اور لوگوں کی غفلت کو غنیمت سمجھا اور کھڑے ہو کر ساری رات نماز پڑھتا رہا اس کے لئے تو یہ رات رحمت ہے وبال نہیں ہے اور جس آدمی نے لوگوں کی غفلت اور رات کے اندھیرے کو غنیمت سمجھا اور بے سوچے سمجھے گناہوں میں مشغول رہا اس کے لئے یہ رات وبال ہے رحمت نہیں ہے اور جو آدمی عشاء پڑھ کر سو گیا اس کے لئے یہ رات نہ رحمت ہے اور نہ وبال عبادت میں ایسی رفتار سے بچو جو تمہیں تھکا دے اور پھر تم اسے نباہ نہ سکو۔ اعتدال اور میانہ روی اختیار کرو اور نیک عمل پابندی سے کرو۔ [1]

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ہم (گناہوں کی بدولت) اپنی جانوں پر آگ جلا لیتے ہیں پھر جب ہم فرض نماز پڑھ لیتے ہیں تو وہ نماز پہلے کے تمام گناہوں کے لئے کفارہ بن جاتی ہے پھر ہم اپنی جانوں پر آگ جلا لیتے ہیں پھر ہم جب نماز پڑھ لیتے ہیں تو وہ نماز پہلے کے تمام گناہوں کے لئے کفارہ بن جاتی ہے۔ [2]

نبی کریم ﷺ کا نماز کا شوق اور نماز کا بہت زیادہ اہتمام

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا خوشبو اور عورتیں میرے لئے محبوب بنادی گئی ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ [3]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا نماز آپ کے لئے محبوب بنادی گئی ہے۔ لہٰذا آپ اس میں جتنا چاہیں اپنا حصہ لے لیں۔ [4]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک دن تشریف فرما تھے اور لوگ بھی آپ

۱۔ عند ابن زنجویه ایضا کذافی الکنز (ج ۴ ص ۱۸۱) واخرجه الطبرانی فی الکبیر عن طارق بن شهاب نحوه و رجاله موثقون کما قال الهیثمی (ج ۱ ص ۳۰۰)

۲۔ اخرجه عبدالرزاق کذافی الکنز (ج ۴ ص ۱۸۲) ۳۔ اخرجه احمد والنسائی

۴۔ عند احمد کذافی البدایة (ج ۲ ص ۵۸) واخرجه الطبرانی ایضا فی الکبیر عن ابن عباس نحوه قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۷۰) وفیه علی بن یزید وفیه کلام وبقیة رجاله رجال الصحیح انتهی

کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو کسی نہ کسی عمل کا زیادہ شوق عطا فرمایا تھا، مجھے رات کو نماز پڑھنے کا بہت زیادہ شوق ہے، اس لئے میں جب نماز میں کھڑا ہو جاؤں تو کوئی میرے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھے اور اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کے لئے آمدنی کا کوئی نہ کوئی ذریعہ بنایا تھا اور میری آمدنی کا ذریعہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ ہے۔ جب میرا انتقال ہو جائے تو پھر یہ پانچواں حصہ میرے بعد کے خلفاء کے لئے ہے۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے کھڑے ہو کر اللہ کی اتنی عبادت کی کہ آپؐ کے دونوں قدم سوج گئے۔ اس پر آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اگلے پچھلے گناہ معاف نہیں کر دیئے؟ آپؐ نے فرمایا تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟[2] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نماز پڑھا کرتے یہاں تک کہ آپؐ کے دونوں قدم سوج جاتے۔[3] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ رات کو اتنی نماز پڑھا کرتے کہ آپؐ کے دونوں قدم سوج جاتے پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[4] حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ رات کو عبادت میں اتنا زیادہ کھڑے رہتے کہ آپؐ کے دونوں قدم پھٹ جاتے پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[5]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ رات کو عبادت میں اتنا زیادہ کھڑے رہتے کہ آپؐ کے قدم ورم کی وجہ سے پھٹ جاتے۔ میں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! جب آپ کی مغفرت ہو چکی ہے تو پھر آپؐ یہ کیوں کرتے ہیں؟ پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[6] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ عبادت میں اتنا زیادہ کھڑے رہا کرتے کہ آپؐ کے دونوں قدم پھٹ جاتے۔[7] حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے اللہ کی اتنی زیادہ عبادت کی کہ آپؐ پرانی مشک کی طرح ہو گئے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف نہیں کر دیئے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں کر دیئے ہیں لیکن کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔[8]

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۷۱) وفیه اسحاق بن عبدالله بن کیسان عن ابیه و اسحاق لینه ابو حاتم (وابوه وثقه ابن حبان وضعفه ابو حاتم وغیره. انتهی

۲۔ اخرجه ابوداؤد کذافی الکنز (ج ۴ ص ۳۶) واخرجه ابویعلی والبزار والطبرانی فی الاوسط ورجاله رجال الصحیح کما قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۷۰)

۳۔ اخرجه البزار قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۷۱) رواه البزار باسانید و رجال احدها الصحیح. اه و هکذا اخرجه الطبرانی فی الکبیر عن ابی حجیفةؓ ۴۔ عند الطبرانی ایضا فی الصغیر والاوسط ۵۔ عند الطبرانی ایضا فی الاوسط کمافی الجمع (ج ۲ ص ۲۷۱)

۶۔ عندالشیخین وعن المغیرةؓ نحوه کمافی الریاض (ص ۴۲۹) ۷۔ عند ابن النجار

۸۔ عند ابن النجار ایضا کذافی الکنز (ج ۴ ص ۳۶)

حضرت حمیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ سے حضورؐ کی رات کی نماز کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ ہم حضورؐ کو رات کے جس حصہ میں بھی نماز پڑھتا ہوا دیکھنا چاہتے دیکھ لیتے تھے اور رات کے جس حصہ میں بھی سوتا ہوا دیکھنا چاہتے تھے دیکھ لیتے تھے یعنی کبھی آپؐ رات کے شروع میں نماز پڑھتے کبھی درمیان میں اور کبھی آخری حصے میں اور آپؐ کسی مہینہ میں اتنے زیادہ روزے رکھا کرتے کہ ہم کہتے کہ اس مہینہ میں آپؐ ایک دن بھی روزہ نہیں چھوڑیں گے اور کسی مہینہ میں آپؐ بالکل نہ رکھتے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ آپؐ ایک دن بھی روزہ نہ رکھیں گے۔[۱]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے حضورؐ کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کی لیکن آپ نے اتنا لمبا قیام فرمایا کہ میں نے برے کام کا ارادہ کرلیا۔ ہم نے پوچھا آپ نے کس کام کا ارادہ کرلیا تھا؟ انھوں نے فرمایا میں نے حضورؐ کو چھوڑ کر بیٹھنے کا ارادہ کرلیا تھا۔[۲]

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضورؐ ساری رات نماز میں کھڑے رہے اور فجر تک یہی آیت پڑھتے رہے اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (سورت مائدہ آیت ۱۱۸) ترجمہ "اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرمادیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔"[۳]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ کو کچھ تکلیف ہوگئی۔ جب صبح ہوئی تو کسی نے عرض کیا یارسول اللہ! تکلیف کا اثر آپ پر بالکل واضح ہے۔ حضور نے فرمایا تم جو مجھ پر تکلیف کا اثر دیکھ رہے ہو میں نے اس کے باوجود آج رات سات لمبی سورتیں پڑھی ہیں۔[۴]

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی کریمؐ کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کی۔ حضورؐ نے سورت بقرہ شروع فرمائی میں نے کہا سو آیتوں پر رکوع کردیں گے لیکن آپؐ پڑھتے رہے پھر میں نے کہا آپؐ اس سورت کو دو رکعتوں میں پڑھیں گے لیکن آپؐ پڑھتے رہے پھر میں نے کہا آپؐ اسے ختم کر کے رکوع کردیں گے لیکن آپؐ نے سورت نساء شروع کردی اسے ختم کر کے سورت آل عمران شروع کردی اور اسے بھی پورا پڑھ لیا۔ آپؐ ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتے تھے آپؐ جب کسی ایسی آیت کے پاس سے گزرتے جس میں تسبیح کا ذکر ہوتا تو آپؐ سبحان اللہ کہنے لگتے اور جب ایسی آیت کے پاس سے گزرتے جس میں (اللہ سے) مانگنے کا ذکر ہوتا تو آپؐ اللہ سے مانگتے اور جب ایسی آیت کے پاس سے گزرتے جس میں پناہ مانگنے کا ذکر ہوتا تو آپؐ پناہ

۱۔ اخرجه الشيخان ۲۔ اخرجه الشيخان ايضا كذافي صفة الصفوة (ج ۱ ص ۷۵)
۳۔ اخرجه احمد كذافي البداية (ج ۲ ص ۵۸)
۴۔ اخرجه ابو يعلي ورجاله ثقات كما قال الهيثمي (ج ۲ ص ۲۷۴)

مانگتے۔ پھر آپؐ نے رکوع کیا اور سبحان ربی العظیم کہنے لگے اور آپ کا رکوع قیام جیسا لمبا تھا پھر سمع اللہ لمن حمدہ فرما کر کھڑے ہو گئے اور تقریباً رکوع جتنی دیر کھڑے رہے پھر سجدہ کیا اور سبحان ربی الاعلیٰ کہنے لگے اور آپؐ کا سجدہ بھی قیام جیسا لمبا تھا۔[1] حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نماز پڑھ رہے تھے میں نے بھی پیچھے کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی۔ آپؐ کو معلوم نہیں تھا (کہ میں بھی آپ کی نماز میں شامل ہو گیا ہوں) آپؐ نے سورت بقرہ شروع فرما رکھی تھی میرا خیال تھا کہ یہ سورت ختم کر کے آپؐ رکوع کر لیں گے لیکن آپؐ پڑھتے ہی رہے حضرت سنان راوی کہتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق حضرت حذیفہؓ نے یہی فرمایا کہ حضورؐ نے چار رکعت نماز پڑھی حضورؐ کا رکوع قیام کی طرح لمبا ہوتا تھا، حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے (نماز کے بعد) حضورؐ کو بتایا کہ میں بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟ میں نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا اب تک میری کمر میں درد ہو رہا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اگر مجھے پتہ چل جاتا کہ تم میرے پیچھے ہو تو میں نماز مختصر کر دیتا۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتایا گیا کہ کچھ لوگ ایک رات میں سارا قرآن ایک مرتبہ یا دو مرتبہ پڑھ لیتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا ان لوگوں کا پڑھنا نہ پڑھنا برابر ہے میں حضورؐ کے ساتھ ساری رات کھڑی رہتی تھی۔ آپؐ سورت بقرہ سورت آل عمران اور سورت نساء پڑھا کرتے تھے۔ خوف والی آیت پر گزرتے تو دعا مانگتے اور اللہ کی پناہ چاہتے اور بشارت والی آیت پر گزرتے تو دعا مانگتے اور اس کا شوق ظاہر کرتے۔[3]

حضرت اسودؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عائشہؓ کے پاس تھے ہم نے نماز کی اہمیت عظمت اور پابندی کا تذکرہ کیا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا حضورؐ کا مرض الوفات شروع ہوا نماز کا وقت آیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی تو حضورؐ نے فرمایا ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضورؐ کی ایک بیوی نے عرض کیا حضرت ابوبکرؓ تو بہت رقیق القلب ہیں جلد رو پڑتے ہیں۔ جب آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ حضورؐ نے وہی بات دوبارہ فرمائی۔ اس نے اپنی بات دوبارہ عرض کی حضورؐ نے تیسری مرتبہ فرمایا تم تو حضرت

۱۔ اخرجه مسلم انفرد باخراجه مسلم وسورة النساء في هذا الحديث مقدمة على آل عمران وكذلك هي في مصحف ابن مسعود كذا في صفة الصفوة (ج ۱ ص ۷۵)

۲۔ عند الطبراني قال الهيثمي (ج ۲ ص ۲۷۵) وفيه سنان بن هارون البرجمي قال ابن معين سنان بن هارون اخو سيف و سنان احسنهما حالا وقال مرة سنان اوثق من سيف وضعفه غير ابن معين . انتهى

۳۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۲ ص ۲۷۲) رواه احمد وجاء عنده في رواية يقرا احدهما القرآن مرتين اوثلاثا وابويعلى و فيه ابن لهيعة وفيه كلام. انتهى

یوسف علیہ السلام کی ساتھن (زلیخا) کی طرح ہو (اوپر سے کچھ اور اندر سے کچھ۔ اوپر سے کہہ رہی ہو کہ ابوبکر بہت روتے ہیں اور اندر دل میں یہ ہے کہ حضورؐ کی جگہ کھڑے ہونے سے لوگ بدفالی لیں گے جیسے کہ زلیخا نے اوپر سے تو عورتوں کا اکرام کیا اور اندر سے مقصود انہیں حضرت یوسفؑ کو دکھانا تھا) ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھانے چلے گئے پھر حضورؐ نے اپنی بیماری میں کچھ کمی محسوس کی تو کمزوری کی وجہ سے آپؐ دو آدمیوں کے سہارے مسجد گئے گویا کہ میں اب بھی دیکھ رہی ہوں کہ آپؐ کے دونوں قدم زمین پر گھسٹتے ہوئے جا رہے ہیں (حضورؐ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھ کر) حضرت ابوبکرؓ نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا، حضورؐ نے انہیں اشارہ سے فرمایا، وہیں اپنی جگہ رہو پھر حضورؐ جا کر ان کے پہلو میں بیٹھ گئے[۱] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے حضورؐ سے بار بار کہا (کہ ابوبکر نماز نہیں پڑھا سکتے) اور میں نے بار بار اس وجہ سے کہا کہ مجھے ڈر تھا کہ حضورؐ کی جگہ کھڑے ہونے سے لوگ ابوبکرؓ سے بدفالی لیں گے کیونکہ مجھے یقین تھا کہ جو بھی حضورؐ کی جگہ کھڑا ہوگا لوگ اس سے ضرور بدفالی لیں گے اس لئے میں نے چاہا کہ حضورؐ حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ کسی اور کو کھڑا کر دیں۔[۲] مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضرت ابوبکرؓ بہت رقیق القلب آدمی ہیں جب قرآن پڑھیں گے تو آنسو نہیں روک سکیں گے اس لئے اگر آپؐ ان کے بجائے کسی اور کو فرما دیں تو اچھا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے یہ بات صرف اس وجہ سے کہی تھی کہ میں اسے اچھا نہیں سمجھتی تھی کہ حضورؐ کی جگہ سب سے پہلے کھڑے ہونے کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ سے لوگ بدفالی لیں، اس لیئے میں نے یہ بات دو یا تین مرتبہ حضورؐ کی خدمت میں عرض کی لیکن حضورؐ نے آخر میں یہی فرمایا کہ ابوبکرؓ لوگوں کو نماز پڑھائیں تم تو حضرت یوسفؑ کی ساتھن (زلیخا) کی طرح ہو۔[۳]

حضرت عبیداللہ بن عبداللہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ ہمیں حضور ﷺ کی بیماری کے بارے میں کچھ نہیں بتاتیں؟ انھوں نے فرمایا کیوں نہیں۔ ضرور۔ جب حضورؐ کی بیماری بڑھ گئی تو آپؐ نے پوچھا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا میرے لیئے لگن میں پانی ڈالو۔ ہم نے پانی ڈالا حضورؐ نے غسل کیا پھر آپ کھڑے ہونے لگے تو بیہوش ہو گئے پھر جب افاقہ ہوا تو آپؐ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھی لی ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ یا رسول اللہ! وہ آپ کا

۱۔ اخرجه البخاری ۲۔ عند البخاری ایضا من وجه آخر.
۳۔ کذافی البدایة (ج۵ ص ۲۳۲)

انتظار کر رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا میرے لیئے لگن میں پانی رکھو۔ ہم نے پانی رکھا حضورؐ نے غسل کیا پھر آپ کھڑے ہونے لگے تو بیہوش ہو گئے پھر جب افاقہ ہوا تو آپؐ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے کہا نہیں یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا میرے لیئے لگن میں پانی رکھو۔ ہم نے پانی رکھا حضورؐ نے غسل کیا پھر آپ کھڑے ہونے لگے تو بیہوش ہو گئے پھر جب افاقہ ہوا تو آپؐ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے کہا نہیں یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں اور واقعی لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے عشا کی نماز کے لیئے حضورؐ کا انتظار کر رہے تھے اس کے بعد حضورؐ نے حضرت ابو بکرؓ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت ابو بکرؓ بہت نرم دل آدمی تھے، اس لیئے انھوں نے کہا اے عمرؓ! آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں اس کے آپ زیادہ حقدار ہیں چنانچہ ان دنوں حضرت ابو بکرؓ نے نماز پڑھائی اس کے بعد حضورؐ کے باہر آنے کا ذکر کیا جیسے پہلے گزر چکا ہے۔[1]

حضرت انسؓ سے بخاری میں منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ کے مرض الوفات کے زمانے میں حضرت ابو بکرؓ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے جب پیر کا دن ہوا اور صحابہؓ صفیں بنا کر نماز میں کھڑے تھے حضورؐ حجرہ کا پردہ ہٹا کر ہمیں دیکھنے لگے۔ آپ کھڑے ہوئے تھے اور آپ کا چہرہ قرآن کے صفحے کی طرح چمک رہا تھا آپ مسکرا رہے تھے (کہ امت اجتماعی کام میں مشغول ہے جس میں انھوں نے لگایا تھا) حضورؐ کو دیکھ کر ہمیں اتنی زیادہ خوشی ہوئی کہ بس ہم لوگ نماز توڑنے ہی لگے تھے حضرت ابو بکرؓ صف میں کھڑے ہونے کے لیئے ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹنے لگے پھر حضورؐ نے ہمیں اشارہ سے فرمایا کہ اپنی نماز پوری کرو اور پردہ ڈال کر واپس اندر تشریف لے گئے اور اسی دن حضورؐ کا وصال ہو گیا۔ دوسری سند سے بخاری میں حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ تین دن باہر تشریف نہیں لائے (پیر کا دن) نماز کی اقامت ہو رہی تھی حضرت ابو بکرؓ آگے بڑھنے لگے کہ اتنے میں حضورؐ نے فرمایا پردہ اٹھاؤ۔ ساتھ والوں نے پردہ اٹھایا۔ جب حضورؐ کا چہرہ انور نظر آیا تو ایسا عجیب منظر ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کو اشارہ سے آگے بڑھنے کو فرمایا اور پردہ ڈال دیا پھر اس کے بعد حضورؐ کی (عام) زیارت نہ ہو سکی اور آپؐ کا انتقال ہو گیا۔[2]

---

۱ اخرجه احمد كذافي البداية (ج۵ ص ۲۳۲) واخرجه ايضا البيهقي (ج۸ ص ۱۵۱) وابن ابي شيبة كما في الكنز (ج۴ ص ۵۹) وابن سعد (ج۲ ص ۲۱۸) نحوه

۲۔ ورواه مسلم كذافي البداية (ج۵ ص ۲۳۵) واخرج ايضا ابو يعلى وابن عساكر وابن خزيمة واحمد عن انس بمعناه بالفاظ مختلفة كما في الكنز (ج۴ ص ۵۷) والجمع (ج۵ ص ۱۸۱) والبيهقي (ج۹ ص ۱۵۲) وابن سعد (ج۲ ص ۲۱۶) ايضا بمعناه

نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا نماز کا شوق اور اس کا بہت زیادہ اہتمام کرنا

حضرت مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس گیا (وہ بیہوش تھے اور) ان کے اوپر کپڑا ڈالا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا آپ لوگوں کی ان کے بارے میں کیا رائے ہے؟ ان لوگوں نے کہا جیسے آپ مناسب سمجھیں میں نے کہا آپ لوگ انہیں نماز کا نام لے کر پکاریں (نماز کا سنتے ہی ہوش میں آ جائیں گے) کیونکہ نماز ہی ایک ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے یہ سب سے زیادہ گھبرائیں گے، چنانچہ لوگوں نے کہا امیر المومنین! نماز (کا وقت ہو گیا ہے) اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! جو آدمی نماز چھوڑ دے اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے نماز پڑھی اور ان کے زخم میں سے خون بہہ رہا تھا۔[1] حضرت مسورؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کو نیزہ مارا گیا تو ان پر غشی طاری ہونے لگی کسی نے کہا اگر یہ زندہ ہیں تو پھر یہ نماز کے نام سے جتنی جلدی گھبرا کر اٹھیں گے اتنی جلدی اور کسی چیز کے نام سے نہیں اٹھیں گے کسی نے کہا امیر المومنین نماز ہو چکی ہے اس پر حضرت عمرؓ فوراً ہوش میں آ گئے اور فرمایا نماز۔ اللہ کی قسم! جس نے نماز چھوڑ دی اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[2]

حضرت محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں کہ جب باغیوں نے حضرت عثمانؓ کو گھیر لیا تو ان کی بیوی نے ان سے کہا تم انہیں قتل کرنا چاہتے ہو؟ ان کو چاہے تم قتل کر دو چاہے انہیں چھوڑ دو۔ یہ ساری رات نماز پڑھا کرتے تھے اور ایک رکعت میں سارا قرآن پڑھ لیا کرتے تھے۔[3] حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں جب باغیوں نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو شہید کر دیا تو ان کی بیوی نے کہا تم لوگوں نے ان کو قتل کر دیا ہے، حالانکہ یہ ساری رات عبادت کیا کرتے تھے اور ایک رکعت میں سارا قرآن پڑھ لیتے تھے۔[4]

حضرت عثمان بن عبدالرحمٰن تیمیؒ کہتے ہیں میرے والد نے کہا میں زور لگا کر مقام ابراہیم پر ہی آج رات عبادت کروں گا وہ کہتے ہیں کہ جب میں عشاء کی نماز پڑھ چکا تو مقام ابراہیم پر آ کر اکیلا کھڑا ہو گیا۔ میں کھڑا ہو گیا۔ میں کھڑا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی آیا اور اس نے اپنا ہاتھ

---

۱ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۱ ص ۲۹۵) رجاله رجال الصحیح .اه

۲ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۳۵۰) ۳ اخرجه الطبرانی واسناده حسن كما قال الهیثمی (ج ۹ ص ۹۴) واخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۵۷) عن محمد بن سیرین مثله الا ان فی روایة حین اطافوا به یریدون قتله ۴ عند ابی نعیم ایضا قال ابو نعیم كذا قال انس بن مالك ورواه الناس فقالوا انس بن سیرین. انتهی

میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا۔ میں نے دیکھا تو وہ حضرت عثمانؓ بن عفان تھے پھر انھوں نے ام القرآن یعنی سورت فاتحہ سے پڑھنا شروع کیا اور قرآن ختم کیا اور پھر رکوع اور سجدہ کیا پھر (نماز پوری کر کے) اپنے جوتے اٹھائے (اور چلے گئے) اب مجھے معلوم نہیں کہ انھوں نے اس سے پہلے کوئی نماز پڑھی تھی یا نہیں [1] حضرت عثمان بن عبدالرحمٰن تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے مقام ابراہیم کے پاس حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ وہ آگے بڑھے اور ایک رکعت میں سارا قرآن ختم کر کے اپنی نماز پوری کی [2] حضرت عطا بن ابی رباحؒ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ایک مرتبہ لوگوں کو نماز پڑھائی پھر وہ مقام ابراہیم کے پیچھے کھڑے ہوئے اور وتر کی ایک رکعت میں سارا قرآن پڑھ دیا۔ حضرت محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ ساری رات اللہ کی عبادت کرتے تھے اور ایک رکعت میں سارا قرآن ختم کر لیا کرتے تھے۔[3]

حضرت مسیّب بن رافعؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابن عباسؓ کی نگاہ جاتی رہی تو ایک آدمی نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ اگر آپ میرے کہنے پر سات دن اس طرح صبر سے گزاریں کہ ان میں آپ چت لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھیں تو میں آپ کا علاج کروں گا انشاء اللہ آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔ اس پر حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عائشہ، حضرت ابو ہریرہؓ اور دوسرے بہت صحابہ کرامؓ سے آدمی بھیج کر اس بارے میں پوچھا۔ ہر ایک نے یہی جواب میں کہا کہ اگر آپ کا ان سات دنوں میں انتقال ہو گیا تو پھر آپ نماز کا کیا کریں گے؟ اس پر انہوں نے اپنی آنکھوں کو ایسے ہی رہنے دیا اور ان کا علاج نہ کروایا۔[4] حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب میری بینائی چلی گئی تو کسی نے مجھ سے کہا ہم آپ (کی آنکھ) کا علاج کر دیتے ہیں لیکن آپ چند دن نماز پڑھنا چھوڑ دیں۔ میں نے کہا نہیں کیونکہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو آدمی نماز چھوڑے گا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوں گے۔[5]

حضرت علی بن ابی حملہ اور اوزاعی رحمۃ اللہ علیہما کہتے ہیں کہ حضرت علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم روزانہ ہزار رکعت پڑھا کرتے تھے۔[6]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نفلی روزے نہیں رکھا کرتے تھے اور فرماتے تھے جب میں روزہ رکھتا ہوں تو کمزوری ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے نماز میں کمی آ جاتی ہے اور مجھے روزہ سے زیادہ

۱۔ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۵۶) ۲۔ عند ابن مبارک فی الزھد وابن سعد وابن ابی شیبۃ وابن منیع والطحاوی والدار قطنی والبیھقی کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۹) قال سندہ حسن

۳۔ ابن سعد (ج ۳ ص ۷۵) کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۹) ۴۔ اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۵۴۶)

۵۔ عند البزار والطبرانی قال الھیثمی (ج ۱ ص ۲۹۵) رواہ البزار والطبرانی فی الکبیر وفیہ سھل بن محمود ذکرہ ابن ابی حاتم وقال روی عنہ احمد بن ابراھیم الدورقی وسعدان بن یزید قلت وروی عنہ محمد بن عبداللہ المخرمی ولم یتکلم فیہ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح. انتھی

۶۔ عند الطبرانی فی الکبیر قال الھیثمی (ج ۲ ص ۲۵۸) واسنادہ منقطع. اہ

نماز سے محبت ہے وہ اگر روزہ رکھتے تو مہینے میں میں صرف تین دن رکھا کرتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن یزیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بہت کم (نفلی) روزے رکھتے تھے۔ اس بارے میں کسی نے ان سے وجہ دریافت کی تو انھوں نے جواب میں وہی بات کہی جو پچھلی حدیث میں گزری ہے۔[۲] حضرت عبدالرحمٰن بن یزیدؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کم روزہ رکھنے والا کوئی فقیہ نہیں دیکھا تو کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ روزے کیوں نہیں رکھتے؟ انھوں نے فرمایا مجھے نماز روزے سے زیادہ پسند ہے۔ روزے رکھتا ہوں تو کمزور ہو جاتا ہوں اور پھر نماز کی ہمت نہیں رہتی۔[۳]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات عشاء کے بعد حضور ﷺ کے پاس آنے میں مجھے دیر ہوگئی۔ جب میں آپؐ کے پاس گئی تو آپؐ نے مجھ سے فرمایا تم کہاں تھیں؟ میں نے کہا آپؐ کے ایک صحابی مسجد میں قرآن پڑھ رہے تھے، میں اسے سن رہی تھی۔ میں نے اس جیسی آواز اور اس جیسی قراءت آپ کے کسی صحابی کی نہیں سنی۔ آپؐ اپنی جگہ سے اٹھے۔ آپؐ کے ساتھ میں بھی اٹھی اور جا کر آپؐ نے کچھ دیر وہ قراءت سنی پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ حضرت ابو حذیفہؓ کے غلام سالم ہیں تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میری امت میں اس جیسے آدمی بنائے۔[۴]

حضرت مسروقؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے ساتھ تھے ہمیں ایک رات کھیتی والے باغ میں آ گئی، چنانچہ ہم نے اس باغ میں قیام کیا۔ حضرت ابو موسیٰؓ رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے حضرت مسروقؒ کہتے ہیں کہ ان کی آواز بہت دلکش اور قراءت بہت عمدہ تھی اور جیسی آیت پر گزرتے اسی طرح کی دعا وغیرہ کرتے پھر یہ دعا پڑھی اے اللہ! تو تمام عیوب سے پاک ہے اور تیری طرف سے ہی سلامتی ملتی ہے اور تو ہی امن دینے والا ہے اور ایماندار کو تو پسند کرتا ہے اور تو ہی نگہبانی کرنے والا ہے اور تو نگہبانی کرنے والے کو پسند کرتا ہے اور تو ہی سچا ہے اور تو سچے کو پسند کرتا ہے۔[۵]

حضرت ابو عثمان نہدیؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کا سات رات مہمان بنا تو وہ اور ان کا خادم اور ان کی بیوی تینوں باری باری رات کو عبادت کرتے تھے اور اس کے لیے انھوں نے رات کے تین حصے کر رکھے تھے۔[۶]

۲۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۲ ص ۲۵۷) رجاله رجال الصحيح وفي بعض طرقه ولم يكن يصلي الضحى. انتهى (۵) اخرجه ايضا ابن جرير كما في الكنز (ج ۴ ص ۱۸۱)

۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۵۵) ۴۔ اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۲۲۵) قال الحاكم ووافقه الذهبي صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه ۵۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۵۹) ۶۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۸۳)

حضرت عبداللہ بن ابی بکرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ اپنے ایک باغ میں (نفل) نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں ایک چڑیا اڑی اور وہ راستہ کی تلاش میں ادھر ادھر چکر لگانے لگی لیکن اسے راستہ نہیں مل رہا تھا (کیونکہ باغ بہت گھنا تھا) یہ منظر انہیں پسند آیا اور وہ اسے کچھ دیر دیکھتے رہے پھر انہیں اپنی نماز کا خیال آیا تو اب انہیں یہ یاد نہ رہا کہ وہ کتنی رکعت نماز پڑھ چکے ہیں تو کہنے لگے کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی ہے اور وہ فوراً حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی نماز کا سارا قصہ سنا کر عرض کیا یا رسول اللہ! (اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی اس لیئے) یہ باغ اللہ کے نام پر صدقہ ہے آپ اسے جہاں چاہیں خرچ فرما دیں۔[1]

حضرت عبداللہ بن ابی بکرؒ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری مدینہ کی وادی قف میں اپنے ایک باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کھجوریں پکنے کا زمانہ اپنے شباب پر تھا اور خوشے کھجوروں کے بوجھ کی وجہ سے جھکے پڑے تھے۔ ان کی نگاہ ان خوشوں پر پڑی اور کھجوروں کی کثرت کی وجہ سے وہ اچھے معلوم ہوئے پھر انہیں نماز کا خیال آیا تو یہ یاد نہ رہا کہ کتنی رکعت نماز پڑھ چکے ہیں تو وہ کہنے لگے کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی ہے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ کا زمانہ خلافت تھا ان انصاری نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصہ سنایا اور عرض کیا یہ باغ اللہ کے لیئے صدقہ ہے اسے آپ کسی خیر کے کام میں خرچ کر دیں، چنانچہ اسے حضرت عثمان نے پچاس ہزار میں بیچا۔ اس وجہ سے اس باغ کا نام خمسین یعنی پچاسا پڑ گیا۔[2]

حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ ابن زبیرؓ رات بھر اللہ کی عبادت کرتے دن بھر روزہ رکھتے اور (چونکہ وہ مسجد میں زیادہ رہتے تھے، اس لیئے) ان کا نام مسجد کا کبوتر پڑ گیا تھا۔[3]

حضرت عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں کہ جب بھی کسی نماز کا وقت آتا ہے تو میں اس نماز کی تیاری کر چکا ہوتا ہوں اور میرے اندر اس نماز کا شوق پورے زور پر ہوتا ہے۔[4]

مسجدیں بنانا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ مسجد بنانے کے لیئے کچی اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے اور حضور ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے (یہ غزوہ خیبر کے بعد کا واقعہ ہے جبکہ مسجد نبوی کی دوسری مرتبہ تعمیر ہوئی) حضورؐ اپنے پیٹ پر ایک اینٹ چوڑائی میں رکھے ہوئے لا رہے تھے۔ سامنے سے میں آیا تو میں سمجھا کہ اس اینٹ کو آپؐ کو اٹھانے میں دشواری ہو رہی ہے اس لئے میں نے

۱۔ اخرجه مالک کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۲۱۲) وقال وعبدالله بن ابی بکر لم یدرک القصة
۲۔ اخرجه مالک کذافی الاوجز (ج ۲ ص ۲۱۵) ۳۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۳۵) ۴۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۷ ص ۸۰) واخرجه ابن المبارک کما فی الاصابة (ج ۲ ص ۴۶۸)

عرض کیا یا رسول اللہ! یہ اینٹ مجھے دے دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرہؓ! تم کوئی اور اینٹ لے لو کیونکہ اصل زندگی تو آخرت کی ہے۔[۱]

حضرت طلق بن علی (یمامی) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے ساتھ مسجد بنائی۔ حضورؐ (میرے بارے میں کسی صحابی سے) فرما رہے تھے کہ اس یمامی کو گارے کی طرف بڑھاؤ کیونکہ اسے تم سب سے زیادہ اچھی طرح گارا ملانا آتا ہے اور اس کے کندھے بھی تم سب سے زیادہ مضبوط ہیں یعنی تم سب سے زیادہ طاقتور بھی ہے۔[۲] حضرت طلق بن علیؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت صحابہؓ مسجد بنا رہے تھے حضورؐ کو صحابہ کا یہ کام کچھ پسند نہیں آ رہا تھا۔ میں پھاوڑا لے کر اس سے گارا ملانے لگ گیا۔ حضورؐ کو میرا پھاوڑا لے کر اس سے گارا ملانا پسند آیا تو فرمایا اس حنفی (قبیلہ بنو حنیفہ کے آدمی) کو گارا بنانے میں لگا رہنے دو کیونکہ یہ تم سے زیادہ اچھا گارا بنانے والا ہے۔[۳] جب حضرت ابن ابی اوفیؓ کی بیوی کا انتقال ہوا تو وہ فرمانے لگے کہ اس کا جنازہ اٹھاؤ اور خوب شوق سے اٹھاؤ کیونکہ یہ اور اس کی رشتہ دار عورتیں رات کو اس مسجد کے پتھر اٹھاتی تھیں جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے اور ہم (مرد) دن میں دو دو پتھر اٹھاتے تھے۔[۴]

حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ انصار نے آپس میں کہا کہ کب تک حضور ﷺ کھجور کی ٹہنیوں (سے بنی ہوئی مسجد) میں نماز پڑھتے رہیں گے؟ اس پر انصار نے حضورؐ کے لیئے بہت سے دینار جمع کیئے اور وہ لے کر حضورؐ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ ہم اس مسجد کو ٹھیک کرنا چاہتے ہیں اور اسے مزین بنانا چاہتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں اپنے بھائی موسیٰؑ کے طرز سے ہٹنا نہیں چاہتا میری مسجد کا چھپر ایسا ہو جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کا تھا۔[۵] حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار نے بہت سا مال جمع کیا اور اسے لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اس مال سے مسجد بنائیں اور اسے بہت زیب و زینت والی بنائیں ہم کب تک کھجور کی ٹہنیوں کے نیچے نماز پڑھتے رہیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا میں اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کے طرز سے نہیں ہٹ سکتا۔ ایسا چھپر ہو جیسا موسیٰ کا تھا۔[۶] حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چھپر اتنا اونچا تھا کہ جب وہ اپنا ہاتھ اٹھاتے تو چھپر کو لگ جاتا تھا۔ حضرت ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں مسجد کے

---

۱ ـ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۲ ص ۹) رجاله رجال الصحيح. انتهى

۲ ـ اخرجه احمد والطبراني قال الهيثمي (ج ۲ ص ۹) رواه احمد والطبراني في الكبير ورجاله موثقون. اه ۳ ـ عند احمد ايضا قال الهيثمي (ج ۲ ص ۹) وفيه ايوب بن عتبة واختلف في ثقة

۴ ـ اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۲ ص ۱۰) وفيه ابو مالك النخعي وهو ضعيف. اه

۵ ـ اخرجه الطبراني في الكبير قال الهيثمي (ج ۲ ص ۱۲) وفيه عيسى بن سنان ضعفه احمد وغيره ووثقه العجلي وابن حبان وابن خراش في رواية. اه ۶ ـ عند البيهقي في الدلائل

ستون کھجور کے تنے تھے اور اس کی چھت کھجور کی ٹہنیوں اور پتوں کی تھی اور چھت پر کوئی خاص مٹی بھی نہیں تھی۔ جب بارش ہوا کرتی تھی تو ساری مسجد کیچڑ سے بھر جاتی تھی اور آپ کی مسجد۔ تو بس چھپر جیسی ہی تھی۔[1]

بخاری میں لیلۃ القدر کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے خواب میں (لیلۃ القدر) کی یہ نشانی دکھائی گئی ہے کہ میں کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں لہٰذا جس نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ اعتکاف کیا تھا وہ اب پھر اعتکاف کرے، چنانچہ ہم نے دوبارہ اعتکاف شروع کر دیا۔ اس وقت ہمیں آسمان میں بادل کا کوئی ٹکڑا نظر نہیں آ رہا تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد ایک بادل آیا اور بارش ہوئی اور اتنی ہوئی کہ مسجد کی چھت خوب ٹپکی۔ مسجد کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی اور نماز کھڑی ہو گئی تو میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کیچڑ میں سجدہ کر رہے ہیں یہاں تک کہ میں نے آپ کی پیشانی پر کیچڑ کا اثر دیکھا۔[2]

حضرت خالد بن معدانؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت ابودرداءؓ کے پاس ایک بانس تھا جس سے وہ مسجد کی پیائش کر رہے تھے کہ اتنے میں حضور ﷺ ان کے پاس باہر تشریف لائے اور ان سے فرمایا تم دونوں کیا کر رہے ہو؟ ان دونوں نے عرض کیا ہم رسول اللہ ﷺ کی مسجد ملک شام کے طرز پر بنانا چاہتے ہیں۔ اور اس کا جتنا خرچہ ہوگا وہ انصار پر تقسیم کر دیا جائے گا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ بانس مجھے دو۔ آپؐ نے ان دونوں سے وہ بانس لیا پھر چل پڑے اور دروازے پر پہنچ کر آپؐ نے وہ بانس پھینک دیا اور فرمایا ہرگز نہیں (ملک شام کی طرح مسجد کی شاندار عمارت نہیں بنائی) بس گھاس پھوس اور چھوٹی چھوٹی لکڑیاں اور حضرت موسیٰ جیسا سائبان ہو اور (موت کا) معاملہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ کسی نے پوچھا حضرت موسیٰؑ کا سائبان کیسا تھا؟ آپؐ نے فرمایا وہ جب کھڑے ہوتے تو ان کا سر چھت کو لگ جاتا۔[3]

حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ستون سے لے کر مقصورہ (امام کے لیئے بنائے جانے والے کمرہ) تک مسجد میں اضافہ کیا اور فرمایا اگر میں نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نہ سنا ہوتا کہ ہمیں اپنی مسجد کو بڑھانا چاہیئے تو میں ہرگز نہ بڑھاتا۔[4]

حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے انہیں بتایا کہ مسجد حضور ﷺ کے زمانے میں کچی اینٹ سے بنی ہوئی تھی۔ اس کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی اور اس کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے مسجد میں کوئی اضافہ نہ کیا، البتہ حضرت عمرؓ نے اس میں اضافہ کیا اور حضورؐ کے زمانے میں جیسی کچی اینٹ اور کھجور کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی تھی ویسی ہی بنائی اور اس

۱۔ رواھما البیھقی ایضا ۲۔ کذافی وفاء الوفاء (ج ۱ ص ۲۴۲)

۳۔ اخرجہ ابن زبالۃ کذافی وفاء الوفاء (ج ۱ ص ۲۴۱) ۴۔ اخرجہ احمد.

کے ستون لکڑی کے ہی بنائے پھر حضرت عثمانؓ نے اسے بدل دیا اور اس میں بہت زیادہ اضافہ کیا اور اس کی دیواریں منقش پتھروں اور چونے سے بنائیں اور اس کے ستون منقش پتھروں کے اور اس کی چھت ساکھو کی لکڑی کی بنائی[۱] حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ کے زمانے میں آپ کی مسجد کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے اور مسجد پر کھجور کی ٹہنیوں سے سایہ کیا ہوا تھا پھر حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ خلافت میں یہ کھجور کے تنے اور ٹہنیاں بوسیدہ ہو کر ریزہ ریزہ ہونے لگیں تو انہیں ہٹا کر حضرت ابو بکرؓ نے نئے کھجور کے تنے اور نئی ٹہنیاں لگادیں۔ پھر یہ ستون حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں بوسیدہ ہو گئے تو انہیں ہٹا کر حضرت عثمانؓ نے ان کی جگہ پکی اینٹیں لگادیں جو ابتک لگی ہوئی ہیں[۲] مسلم میں یہ روایت ہے کہ حضرت محمود بن لبیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفانؓ نے مسجد بنانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اسے پسند نہ کیا کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ مسجد کو اسی حالت پر رہنے دیں تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں نے حضورﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو اللہ کیلئے مسجد بنائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیئے اسی جیسا محل جنت میں بنائے گا۔

حضرت مطلب بن عبداللہ بن حطبؒ کہتے ہیں کہ جب ۲۴ھ میں حضرت عثمانؓ بن عفان خلیفہ بنے تو لوگوں نے ان سے مسجد بڑھانے کی بات کی اور یہ شکایت کی کہ جمعہ کے دن جگہ بہت تنگ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ انہیں مسجد سے باہر میدان میں نماز پڑھنی پڑتی ہے۔ حضرت عثمانؓ نے اس بارے میں حضورؐ کے اہل الرائے صحابہؓ سے مشورہ کیا تو سب کا اس پر اتفاق ہوا کہ پرانی مسجد کو گرا کر اس میں اضافہ کر دیا جائے، چنانچہ حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہو کر پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی پھر فرمایا اے لوگو! میں نے اس بات کا ارادہ کر لیا ہے کہ میں حضورؐ کی مسجد کو گرا کر اس میں اضافہ کر دوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو اللہ کے لئے مسجد بنائے گا اللہ اس کے لئے جنت میں محل بنائیں گے اور یہ کام مجھ سے پہلے ایک بہت بڑی شخصیت بھی کر چکی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد کو بڑھایا بھی تھا اور اسے نئے سرے سے بنایا بھی تھا اور میں اس بارے میں حضورؐ کے اہل الرائے صحابہ سے مشورہ بھی کر چکا ہوں۔ ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ مسجد کو گرا کر نئے سرے سے بنایا جائے اور اس میں توسیع بھی کر دی جائے تو لوگوں نے اس بات کی خوب تحسین کی اور ان کے لئے دعا بھی کی۔ اگلے دن صبح کو حضرت عثمانؓ نے کام کرنے والوں کو بلایا (اور انہیں کام میں لگایا) اور خود بھی اس کام میں لگے حالانکہ حضرت عثمانؓ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے اور رات بھر نماز پڑھا کرتے تھے اور مسجد سے باہر نہیں جایا کرتے تھے اور آپؓ نے حکم دیا کہ بطن نخل میں چھنا ہوا چونا تیار کیا جائے حضرت عثمانؓ نے ربیع الاول ۲۹ھ میں مسجد کی تعمیر کا کام شروع کیا جو محرم ۳۰ھ میں ختم

۱۔ اخرجه البخاری و ابوداؤد ۲۔ اخرجه ابوداؤد ایضا و سکت علیه عن عطیه

ہوا۔ یوں دس ماہ میں کام پورا ہوا۔[1]

حضرت جابر بن اسامہ جہنیؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ اپنے صحابہؓ کے ساتھ بازار میں تھے میری آپؐ سے ملاقات ہوئی میں نے پوچھا حضورؐ! کہاں جانے کا ارادہ فرما رہے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ حضورؐ تمہاری قوم کے لئے مسجد کی جگہ کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ میں جب وہاں پہنچا تو حضورؐ مسجد کی جگہ کی نشاندہی کر چکے تھے اور آپؐ نے قبلہ کی نشانی کے لئے ایک لکڑی زمین میں گاڑی ہوئی تھی۔[2]

حضرت عثمان بن عطاؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بہت سے شہر فتح کر لئے تو ان شہروں کے گورنروں کو خط لکھے، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ کے گورنر تھے، انہیں خط میں یہ لکھا کہ سارے شہر کے لئے جمعہ کی نماز کے لئے ایک جامع مسجد بنائیں اور ہر قبیلہ کے لئے الگ الگ مسجد بنائیں (ہر قبیلہ والے پانچوں نمازیں اپنی مسجد میں پڑھا کریں لیکن) جمعہ کے دن سب جامع مسجد میں آکر جمعہ پڑھا کریں، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کوفہ کے گورنر تھے انہیں بھی حضرت عمرؓ نے یہی لکھا، حضرت عمرو بن عاصؓ مصر کے گورنر تھے انہیں بھی یہی لکھا اور لشکروں کے امیروں کو یہ لکھا کہ دیہات میں رہائش نہ رکھیں بلکہ شہروں میں رہیں اور ہر شہر میں ایک ہی مسجد بنائیں اور جیسے کوفہ بصرہ اور مصر والوں نے مسجدیں بنائی ہیں اس طرح ہر قبیلے والے اپنی اپنی مسجد نہ بنائیں، چنانچہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کے پابند ہو گئے۔[3]

مسجدوں کو پاک صاف رکھنا

حضرت عروہ بن زبیرؒ حضور ﷺ کے ایک صحابی سے یہ نقل کرتے ہیں کہ حضورؐ ہمیں اپنے محلوں میں مسجدیں تعمیر کرنے اور انہیں اچھی طرح بنانے اور انہیں پاک رکھنے کا حکم دیتے تھے۔[4]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے اس بات کا حکم دیا کہ محلوں میں مسجدیں بنائی جائیں اور ان کی صفائی کی جائے اور انہیں معطر کیا جائے۔[5]

۱۔ رواہ یحییٰ کذافی وفاء الوفا (ج ۱ ص ۳۵۵)

۲۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط والکبیر قال الهیثمی (ج ۲ ص ۱۵) وفیه معاویه بن عبدالله بن حبیب ولم اجد من ترجمه. انتهی و اخرجه ابونعیم عن جابر بن اسامه الجهنی نحوه کمافی الکنز (ج ۴ ص ۲۶۲) والباوردی عن اسامة الحنفی مثله کمافی الکنز (ج ۴ ص ۲۶۳)

۳۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۵۹)

۴۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۲ ص ۱۱) رواه احمد و اسناده صحیح . ا ه

۵۔ عند ابی داؤد والترمذی وابن ماجه کذافی المشکوٰة (ص ۶۱)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت مسجد میں سے کوڑا وغیرہ اٹھایا کرتی تھی پھر اس کا انتقال ہو گیا اور اس کے دفن ہونے کی حضورؐ کو خبر نہ ہوئی (جب آپ کو پتہ چلا تو) آپؐ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مر جایا کرے تو تم مجھے اس کی خبر کیا کرو اور آپؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا میں نے اسے جنت میں دیکھا کہ وہ مسجد میں سے کوڑا وغیرہ اٹھا رہی ہے۔[۱]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ہر جمعہ کے دن حضورؐ کی مسجد کو خوشبو کی دھونی دیا کرتے تھے۔[۲]

مساجد کی طرف پیدل چلنا

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب مسجد نبویؐ سے اتنا دور رہتے تھے کہ میرے علم میں اور کوئی ان سے زیادہ دور نہیں رہتا تھا لیکن وہ ہر نماز مسجد نبویؐ میں پڑھتے تھے ان کی کوئی نماز نہیں جاتی تھی، ان سے کسی نے کہا کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ کوئی گدھا خرید لیں اور اندھیرے میں اور سخت گرمی میں اس پر سوار ہو کر (مسجد نبوی کو) آیا کریں۔ انھوں نے کہا مجھے اس سے بالکل خوشی نہیں ہوگی کہ میرا گھر بالکل مسجد کے پہلو میں ہو میں تو چاہتا ہوں کہ میرا مسجد کی طرف پیدل چل کر جانا اور اپنے گھر واپس جانا (میرے اعمال نامہ میں) لکھا جائے۔

اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے آنے جانے کا سارا ثواب لکھ دیا ہے۔[۳]

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری کا گھر مدینے میں (مسجد نبویؐ سے) سب سے زیادہ دور تھا لیکن حضور ﷺ کے ساتھ کی کوئی نماز ان سے فوت نہ ہوتی تھی۔ مجھے ان پر بڑا ترس آیا، اس لیئے میں نے ان سے کہا اے فلانے! اگر تم گدھا خرید لو تو سخت گرمی سے بھی اور زمین کے کیڑے مکوڑوں سے بھی حفاظت ہو جائے گی۔ اس انصاری نے کہا، ارے میاں! ذرا غور سے سنو! اللہ کی قسم مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ میرا گھر حضرت محمد ﷺ کے گھر کے بالکل ساتھ ہو۔ مجھے ان کی یہ بات بڑی گراں لگی اور میں نے جا کر حضورؐ کو بتا دی۔ حضورؐ نے انہیں بلا کر پوچھا تو انھوں نے حضورؐ کے سامنے بھی وہی بات کہہ دی اور یہ بھی بتایا کہ مجھے دور سے مسجد پیدل آنے جانے میں

۱۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۲ ص ۱۰) رواه الطبراني في الكبير وقال في تراجم النساء الخرقا السودا التي كانت تميط الاذى عن مسجد رسول اللهؐ و ذكر بعد هذا الكلام اسناد اعن انسؓ قال فذكر الحديث ورجال اسناد انس رجال الصحيح واسناد ابن عباس فيه عبدالعزيز بن فائده هو مجهول وقيل فيه فائد بن عمرو هو وهم انتهى ۲۔ اخرجه ابويعلى قال الهيثمي (ج ۲ ص ۱۱) وفيه عبدالله بن عمر العمري وثقه احمد وغيره واختلف في الاحتجاج به

۳۔ اخرجه احمد ومسلم والدارمي وابو عوانة وابن خزيمة وابن حبان

ثواب کی امید ہے۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا تم جس ثواب کی امید لگا رہے ہو وہ تمہیں ضرور ملے گا۔ حمیدی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ جو قدم بھی مسجد کی طرف اٹھاتے ہیں اس کے بدلہ میں انہیں ایک درجہ ملتا ہے۔ [1]

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور ﷺ کے ساتھ پیدل چل رہا تھا۔ ہم نماز کے لیئے (مسجد) جا رہے تھے۔ حضورؐ چھوٹے چھوٹے قدم رکھ رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میں کیوں چھوٹے چھوٹے قدم رکھ رہا ہوں؟ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسولؐ زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا آدمی جب تک نماز کی کوشش میں لگا رہتا ہے وہ نماز ہی میں شمار ہوتا ہے۔ [2] دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا میں ایسا اس لیئے کر رہا ہوں تا کہ نماز کی کوشش میں میرے قدم زیادہ ہو جائیں۔

حضرت ثابتؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں انس بن مالکؓ کے ساتھ (بصرہ کے قریب) زاویہ نامی بستی میں چلا جا رہا تھا کہ اتنے میں انھوں نے اذان کی آواز سنی تو آواز سنتے ہی چھوٹے چھوٹے قدم رکھنے شروع کر دیئے یہاں تک کہ میں (ان کے ساتھ) مسجد میں داخل ہو گیا پھر فرمایا اے ثابت! کیا تم جانتے ہو کہ میں اس طرح کیوں چلا؟ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسولؐ زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت انسؓ نے فرمایا تا کہ نماز کی تلاش میں میرے قدم زیادہ ہو جائیں۔ [3]

قبیلہ بنو طے کے ایک صاحب اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ مسجد جانے کے لیئے گھر سے نکلے اور تیز تیز چلنے لگے تو کسی نے ان سے کہا آپ تو اس طرح چلنے سے منع کرتے ہیں اور خود اس طرح چل رہے ہیں؟ انھوں نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ مجھے نماز کا ابتدائی کنارہ یعنی تکبیر اولی مل جاوے۔ [4] حضرت سلمہ بن کہیلؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ نماز کے لیئے تیزی سے چل رہے تھے کسی نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا جن چیزوں کی طرف تم تیزی سے چلتے ہو کیا ان میں نماز اس کی سب سے زیادہ حقدار نہیں ہے۔ [5]

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں حضورؐ نے اپنے پیچھے کچھ لوگوں کا شور سنا۔ جب آپؐ نماز پوری کر چکے تو

---

۱ ـ عند الطيالسي و مسلم و ابن ماجة واخرجه ايضا ابو داؤد والحميدي بمعناه

۲ ـ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۲ ص ۳۲) رواه الطبراني في الكبير وله في رواية اخرى انما فعلت هذا لتكثير خطاى في طلب الصلاة وفيه الضحاک بن نبراس وهو ضعيف ور واه موقوفا على زيد بن ثابت ورجاله رجال الصحيح . انتهى ۳ ـ اخرجه الطبراني في الكبير قال الهيثمي (ج ۲ ص ۳۲) وقد رواه انس عن زيد بن ثابت والله اعلم وفيه الضحاک بن نبراس وهو ضعيف انتهى ۴ ـ اخرجه الطبراني في الكبير وفيه من لم يسم كما تراه

۵ ـ عند الطبراني ايضا فيه وسلمة لم يسمع من ابن مسعودؓ كما قال الهيثمي (ج ۲ ص ۳۲)

فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ ان لوگوں نے کہا ہم نماز کیلئے تیزی سے چل کر آرہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا ایسا نہ کرو بلکہ آرام سے چلو اور جتنی نماز مل جائے اسے پڑھ لو اور جتنی رہ جائے اسے قضا کرلو۔[۱]

مسجدیں کیوں بنائی گئیں اور صحابہ کرامؓ ان میں کون سے اعمال کرتے تھے

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک دیہاتی آیا اور کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا تو حضورؐ کے صحابہ نے کہا ارے، ارے، ٹھہرو، ٹھہرو۔ حضورؐ نے فرمایا اسے پیشاب سے نہ روکو اسے چھوڑ دو۔ چنانچہ صحابہؓ نے اسے چھوڑ دیا اور اس نے پیشاب پورا کرلیا۔ پھر حضورؐ نے اسے بلا کر فرمایا ان مسجدوں میں پیشاب یا گندگی والا کوئی کام کرنا کسی طرح ٹھیک نہیں ہے۔ یہ مسجدیں تو اللہ کے ذکر، نماز اور قرآن پڑھنے کے لیے بنی ہیں۔ یا جیسے حضورؐ نے فرمایا پھر حضورؐ نے لوگوں میں سے ایک آدمی کو حکم دیا اس نے پانی کا ڈول لا کر اس پیشاب پر بہا دیا۔[۲]

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ ایک مرتبہ گھر سے باہر آئے اور مسجد میں گئے تو وہاں ایک حلقہ لگا ہوا تھا۔ حضرت معاویہؓ نے ان سے پوچھا آپ لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟ ان لوگوں نے کہا ہم بیٹھے ہوئے اللہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے کہا کیا اللہ کی قسم! آپ لوگ صرف اس وجہ سے بیٹھے ہیں؟ ان لوگوں نے کہا واقعی ہم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے کہا میں نے کسی بدگمانی کی وجہ سے تم لوگوں کو قسم نہیں دی (بلکہ اس وجہ سے قسم دی جو آگے حدیث میں آرہی ہے) اور کوئی صحابی ایسا نہیں ہے جس کا حضور ﷺ سے میرے جیسا خاص تعلق ہو اور وہ حضور کی طرف سے حدیثیں مجھ سے کم بیان کرتا ہو (یعنی میرا حضورؐ سے تعلق بھی خاص تھا لیکن میری عادت حضور کی طرف سے حدیثیں بہت کم بیان کرنے کی ہے پھر بھی اس موقع کی ایک حدیث تم لوگوں کو سنا دیتا ہوں، ایک مرتبہ حضورؐ مسجد میں باہر تشریف لائے اور مسجد میں صحابہ کرام حلقہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے پوچھا آپ لوگ کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہم بیٹھ کر اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اللہ کی تعریف کر رہے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی اور اسلام کی دولت سے ہمیں نوازا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا اللہ کی قسم! صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو؟ انھوں نے عرض کیا اللہ کی قسم! ہم صرف اسی وجہ سے بیٹھے

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط ورجاله رجال الصحیح وهو متفق علیه بلفظ وما سبقکم فاتموا کما قال الهیثمی (ج ۲ ص ۳۱) ۲۔ اخرجه مسلم (ج ۱ ص ۱۳۸) واللفظ له والطحاوی (ج ۱ ص ۸)

ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں نے کسی بدگمانی کی وجہ سے تمہیں قسم نہیں دی بلکہ ابھی جبرائیلؑ میرے پاس آئے تھے اور یہ خبر سنا گئے کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر فرما رہے ہیں۔[1]

حضرت ابو واقد حارث بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگ بھی آپؐ کے ساتھ تھے کہ اتنے میں تین آدمی آئے ان میں سے دو تو آپ کی طرف چلے اور ایک چلا گیا۔ وہ دونوں جا کر حضورؐ کے پاس کھڑے ہوگئے ان میں سے ایک کو حلقہ میں خالی جگہ نظر آئی وہ جا کر اس جگہ بیٹھ گیا اور دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیرا پشت پھیر کر چلا گیا۔ جب آپؐ حلقہ سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں ان تین آدمیوں کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ ایک نے اللہ کے پاس اپنی جگہ بنائی تو اللہ نے اسے (اپنی رحمت میں) جگہ دے دی اور دوسرا شرما گیا تو اللہ نے بھی اس کے ساتھ حیا کا معاملہ کیا (اپنی رحمت سے محروم نہ فرمایا) اور تیسرے نے (اللہ سے) اعراض کیا تو اللہ نے بھی اس سے اعراض فرمالیا۔[2]

حضرت ابوالقمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ مسجد میں مختلف حلقوں میں بیٹھے ہوئے آپس میں حدیثوں کا مذاکرہ کر رہے تھے کہ اتنے میں حضور ﷺ اپنے ایک حجرے سے باہر مسجد میں تشریف لائے اور تمام حلقوں پر نظر ڈالی اور پھر قرآن والوں کے ساتھ بیٹھ گئے (جو قرآن سیکھ سکھا رہے تھے) اور فرمایا مجھے اس مجلس (میں بیٹھنے) کا حکم دیا گیا ہے۔[3]

حضرت کلیب بن شہابؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے مسجد میں بہت زیادہ شور کی آوازیں سنیں، لوگ قرآن پڑھ پڑھا رہے تھے تو حضرت علیؓ نے فرمایا ان لوگوں کو خوشخبری ہو یہی لوگ حضور ﷺ کو تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھے۔[4] حضرت کلیبؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کوفہ کی مسجد میں تھے انھوں نے وہاں بہت زیادہ شور کی آوازیں سنیں تو انھوں نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں؟ تو ساتھیوں نے بتایا کہ یہ لوگ قرآن پڑھ رہے ہیں اور ایک دوسرے سے قرآن سیکھ رہے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا غور سے سنو! ان ہی لوگوں سے حضور ﷺ کو سب سے زیادہ محبت تھی۔[5]

۱۔ اخرجه مسلم كذافي رياض الصالحين (ص ۵۱۶) و اخرجه ايضا الترمذى والنسائى كمافى جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۴۹) ۲۔ اخرجه الشيخان كذافى رياض الصالحين (ص ۵۱۵) واخرجه ايضا مالك والترمذى كما فى جمع الفوائد (ج ا ص ۲۱)

۳۔ اخرجه ابن منده كذافى الاصابة (ج ۴ ص ۱۲۰) واخرجه ابن عبدالبر فى الاستيعاب (ج ۴ ص ۱۶۴) واخرجه ايضا ابو عمر والدنى فى طبقات القراء كما فى الكنز (ج ا ص ۲۱۹)

۴۔ اخرجه الطبرانى فى الاوسط كذافى المجمع (ج ۷ ص ۱۶۶) واخرجه ابن منيع بنحوه كما فى الكنز (ج ا ص ۲۱۸) ۵۔ عند البزار كما فى المجمع (ج ۷ ص ۱۶۲) وفى اسناد الطبرانى حفص بن سليمان الغاضرى وهو متروك ووثقه احمد فى رواية وضعفه فى غيرها وفى اسناد البزار اسحاق بن ابراهيم الثقفى وهو ضعيف.

حضرت ابو ہریرہؓ ایک مرتبہ مدینہ کے بازار سے گزرے تو کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا اے بازار والو! تم لوگ کتنے زیادہ عاجز ہو۔ بازار والوں نے کہا اے ابو ہریرہ! کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا بات یہ ہے کہ حضور ﷺ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے، اور تم لوگ یہاں بیٹھے ہو تو کیا تم لوگ جا کر اس میں سے اپنا حصہ نہیں لیتے؟ لوگوں نے پوچھا کہاں تقسیم ہو رہی ہے؟ انھوں نے فرمایا مسجد میں، چنانچہ وہ بازار والے بہت تیزی سے مسجد گئے اور حضرت ابو ہریرہؓ وہاں ٹھہرے رہے۔ تھوڑی دیر میں وہ لوگ واپس آ گئے تو حضرت ابو ہریرہؓ نے ان سے پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ (کہ جلدی سے واپس آ گئے) انھوں نے کہا اے ابو ہریرہ! ہم مسجد گئے تھے ہم نے اندر جا کر دیکھا تو ہمیں وہاں کوئی چیز تقسیم ہوتی ہوئی نظر نہیں آئی۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے ان سے پوچھا کیا تم نے مسجد میں کوئی آدمی نہیں دیکھا؟ انھوں نے کہا ہم نے بہت سے آدمی دیکھے کچھ لوگ نماز پڑھ رہے تھے اور کچھ لوگ قرآن پڑھ رہے تھے اور کچھ لوگ حلال اور حرام کا مذاکرہ کر رہے تھے تو ان سے حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا تمہارا بھلا ہو یہی اعمال مسجد تو حضرت محمد ﷺ کی میراث ہیں۔[1]

حضرت ابن معاویہ کندیؒ کہتے ہیں کہ ملک شام میں میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے مجھ سے لوگوں کے بارے میں پوچھا کہ شاید ایسے ہوتا ہوگا کہ آدمی بدکے ہوئے اونٹ کی طرح مسجد میں آتا ہوگا اگر اسے اپنی قوم کی مجلس نظر آتی ہو اور جان پہچان والے لوگ نظر آتے ہوں گے تو ان کے پاس بیٹھ جاتا ہوگا ورنہ نہیں۔ میں نے کہا نہیں ایسے نہیں ہے بلکہ مختلف مجلسیں مسجد میں ہوتی ہیں (اور ہر مجلس میں مختلف قوموں کے لوگ ہوتے ہیں) اور لوگ ان میں بیٹھ کر خیر کے اعمال سیکھتے ہیں اور ان کے بارے میں مذاکرہ کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جب تک تم ایسے رہو گے خیر پر رہو گے۔[2]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا آؤ یہود کے پاس چلیں چنانچہ (آپ صحابہؓ کو لے کر ان کے پاس گئے اور) ان سے فرمایا اسلام لے آؤ سلامتی پالو گے۔ ان یہودیوں نے کہا آپ نے (اللہ کا پیغام) پہنچا دیا۔ آپ نے فرمایا میں بھی یہی چاہتا ہوں لیکن پھر بھی تم لوگ اسلام لے آؤ سلامتی میں رہو گے۔ انھوں نے پھر کہا آپ نے یہ پیغام پہنچا دیا۔ آپ نے فرمایا میں بھی یہی چاہتا ہوں لیکن پھر بھی تم لوگ اسلام لے آؤ سلامتی میں رہو گے۔ پھر آپ نے فرمایا اچھی طرح سمجھ لو زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔ اب میں تمہیں اس سرزمین سے جلا وطن کرنا چاہتا ہوں، لہٰذا تم میں سے جس کی جو چیز بک سکتی ہے وہ اسے بیچ دے ورنہ اچھی طرح سمجھ لو یہ زمین

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط باسناد حسن کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۶۲)
۲۔ اخرجه المروزی وابن ابی شیبة کذافی الکنز (ج۵ ص ۲۲۹)

اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ غزوہ خندق کے دن حضرت سعدؓ زخمی ہوئے ان کو قریش کے حبان بن عرقہ نامی کافر نے تیر مارا تھا جو ان کے بازو کی اکحل نامی رگ میں لگا تھا۔ حضور ﷺ نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ لگوایا تھا تا کہ وہ حضورؐ کے قریب رہیں اور ان کی عیادت کے لیے بار بار جانے میں سہولت رہے۔ جب حضورؐ غزوہ خندق سے واپس آئے تو آپؐ نے ہتھیار رکھ دیئے اور غسل فرمایا پھر حضرت جبرائیلؑ اپنے سر سے غبار جھاڑتے ہوئے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا آپ نے تو ہتھیار رکھ دیئے لیکن اللہ کی قسم! میں نے تو ابھی نہیں رکھے آپ ان کی طرف تشریف لے چلیں۔ حضورؐ نے پوچھا کہاں؟ تو جواب میں حضرت جبرائیلؑ نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا، چنانچہ حضورؐ ان کے پاس تشریف لے گئے تو وہ آپؐ کے فیصلہ پر رضا مند ہو گئے۔ حضورؐ نے ان کا فیصلہ حضرت سعدؓ کے ذمہ لگا دیا تو حضرت سعدؓ نے کہا ان کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے کہ ان میں جو لڑنے کے قابل ہیں ان کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے اور ان کے سارے مال کو (مسلمانوں میں بطور مال غنیمت کے) تقسیم کر دیا جائے۔ حضرت ہشام راوی کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے حضرت عائشہؓ کی طرف سے نقل کرتے ہوئے یہ بتایا کہ حضرت سعدؓ نے یہ دعا مانگی اے اللہ! تجھے معلوم ہے کہ مجھے اس قوم سے جہاد کرنے سے کسی اور سے جہاد کرنا زیادہ محبوب نہیں ہے جس قوم نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور انھیں (ان کے وطن مکہ سے) نکالا (اس سے مراد قبیلہ قریش ہے) اے اللہ! اب میرا خیال تو یہ ہے کہ تو نے ہمارے اور اس قوم کے درمیان جنگ ختم کر دی ہے یعنی اس غزوہ خندق کے بعد اب ان سے جنگ نہیں ہوگی لیکن اگر قریش سے کوئی جنگ ابھی ہونے والی ہے تو پھر تو تو مجھے ان کے لیے زندہ رکھ تا کہ تیری رضا کی خاطر میں ان سے لڑوں اور اگر تو نے ان سے لڑائی ختم کر دی ہے تو میری اس رگ کے زخم کو جاری کر اور اسی کی وجہ سے مجھے موت نصیب فرما، چنانچہ ان کے سینے کے زخم سے پھر خون بہنے لگا اور مسجد میں بنو غفار کا بھی ایک خیمہ لگا ہوا تھا یہ خون بہہ کر ان کے خیمہ تک پہنچ گیا جس سے وہ لوگ گھبرا گئے تو اس خیمہ والوں نے کہا اے خیمہ والو! یہ خون کیا ہے جو تمہاری طرف سے ہماری طرف آ رہا ہے؟ جا کر دیکھا تو حضرت سعدؓ کے زخم میں سے خون بہہ رہا تھا جس سے ان کا انتقال ہو گیا۔[2]

حضرت یزید بن عبداللہ بن قسیطؒ فرماتے ہیں کہ اہل صفہ حضور ﷺ کے وہ صحابی تھے جن کا (مدینہ میں) کوئی گھر نہیں تھا، اس لیے وہ حضورؐ کے زمانے میں مسجد میں سویا کرتے تھے اور دن

۱۔ اخرجه الشیخان و ابو داؤد كذافي جمع الفوائد (ج ۲ ص ۴۴)

۲۔ اخرجه الشیخان كذافي جمع الفوائد (ج ۲ ص ۵۴)

پھر اسی میں رہتے تھے ان کا مسجد کے علاوہ اور کوئی ٹھکانہ نہ تھا رات کو جب کھانے کا وقت آتا تو حضور انھیں بلا کر اپنے صحابہ میں تقسیم فرما دیتے پھر بھی ان میں سے کچھ لوگ حضورؐ کے ساتھ رات کا کھانا کھاتے یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وسعت عطا فرما دی۔[۱]

حضرت اسماء بنت یزیدؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوذر غفاریؓ حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے وہ جب حضور کی خدمت سے فارغ ہوتے تو جا کر مسجد میں ٹھہر جاتے اور یہ مسجد ہی ان کا گھر تھا، اسی میں لیٹا کرتے تھے۔ ایک رات حضورؐ مسجد میں تشریف لے گئے تو حضرت ابوذرؓ کو مسجد میں زمین پر لیٹے ہوئے پایا آپؐ نے انھیں پاؤں مبارک سے ذرا ہلایا۔ وہ اٹھ کر سیدھے بیٹھ گئے تو حضورؐ نے ان سے فرمایا کیا میں تمھیں (مسجد میں) سوتے ہوئے نہیں دیکھ رہا ہوں؟ حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر میں کہاں سوؤں؟ کیا میرا مسجد کے علاوہ کوئی گھر ہے؟ آگے حدیث امر خلافت کے بارے میں ذکر کی۔[۲] حضرت ابوذرؓ حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے اور جب حضور کی خدمت سے فارغ ہو جاتے تو آ کر مسجد میں لیٹ جاتے۔[۳] اور اللہ کے راستے کے مہمانوں کی ضیافت کے باب میں مسجد میں سونے کے بارے میں حضرت ابوذرؓ اور دیگر صحابہ کے قصے گزر چکے ہیں۔

حضرت حسنؒ سے مسجد میں دوپہر کو آرام کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا میں نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو زمانہ خلافت میں مسجد میں دوپہر کو آرام کرتے ہوئے دیکھا۔[۴]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم چند نوجوان حضور ﷺ کے زمانے میں مسجد میں رات کو سویا کرتے تھے۔[۵] حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں ہم جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس آتے اور پھر دوپہر کو آرام کیا کرتے۔[۶]

حضرت زہریؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا جب کوئی آدمی زیادہ دیر تک مسجد میں بیٹھے تو اس کے لیے کمر سیدھی کرنے کے لیے لیٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس طرح لیٹنے سے اس کا دل نہیں اکتائے گا۔[۷]

حضرت خلید ابو اسحاقؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے مسجد میں سونے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا اگر تم نماز اور طواف کی وجہ سے سونا چاہتے ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔[۸]

۱۔ اخرجه ابن سعد في الطبقات (ج ۲ ص ۲۰) ۲۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۲ ص ۲۲) رواه احمد والطبراني روى بعضه في الكبير وفيه شهر بن حوشب وفيه كلام وقد وثق

۳۔ عند الطبراني في الا وسط وفيه شهر ايضا كما قال الهيثمي ۴۔ اخرجه البيهقي وابن عساكر كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۶۱) ۵۔ اخرجه ابن ابي شيبة

۶۔ عند ابن ابي شيبة ايضا كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۶۱) ۷۔ اخرجه از سعد (ج ۳ ص ۲۹۴)

۸۔ اخرجه عبدالرزاق كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۶۱)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب کسی رات کو تیز ہوا اور آندھی چلا کرتی تو حضور ﷺ گھبرا کر ایک دم مسجد تشریف لے جاتے اور آندھی ختم ہونے تک وہاں ہی رہا کرتے اور جب آسمان میں سورج گرہن یا چاند گرہن ہوتا تو آپ گھبرا کر نماز پڑھنے کی جگہ یا عیدگاہ تشریف لے جاتے۔[۱]

حضرت عطاءؒ کہتے ہیں کہ حضرت یعلی بن امیہؓ کو حضور ﷺ کی صحبت حاصل تھی وہ جب تھوڑی دیر کے لیئے بھی مسجد میں بیٹھا کرتے تو اعتکاف کی نیت کرلیا کرتے۔[۲] حضرت عطیہ بن سفیان بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ ثقیف کا وفد رمضان میں حضور ﷺ کی خدمت میں آیا تو حضورؐ نے ان کے لیئے مسجد میں خیمہ لگوایا پھر جب وہ مسلمان ہوگئے تو انھوں نے حضورؐ کے ساتھ روزے رکھنے شروع کر دیے۔[۳] حضرت عثمان بن ابی العاصؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ ثقیف کا وفد حضور ﷺ کی خدمت میں آیا تو حضورؐ نے انہیں مسجد میں ٹھہرایا تاکہ اس سے ان کے دل زیادہ نرم ہوں اس سے آگے اور حدیث ذکر کی جیسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دینے کے باب میں قبیلہ ثقیف کے اسلام لانے کے قصہ میں گزر چکا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نے مسجد میں حضور ﷺ کے ساتھ بھنا ہوا گوشت کھایا پھر نماز کھڑی ہوگئی تو ہم نے صرف کنکریوں سے ہاتھ پونچھے (اور کچھ نہیں کیا اور نماز میں شامل ہوگئے)۔[۴] حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مسجد فضیخ میں حضور ﷺ کی خدمت میں فضیخ لایا گیا جسے آپؐ نے نوش فرمایا، اسی وجہ سے اس مسجد کا نام مسجد فضیخ نیم پختہ کھجور کے شربت کو کہا جاتا ہے۔[۵] حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مسجد فضیخ میں حضور ﷺ کی خدمت میں نیم پختہ کھجور کے شربت فضیخ کے مٹکے لائے گئے۔ آپؐ نے اس شربت کو نوش فرمایا اور اسی وجہ سے اس کا نام مسجد فضیخ رکھا گیا۔[۶] اور اس سے پہلے مسجد میں مختلف اعمال کے قصے گزر چکے ہیں۔ مال خرچ کرنے کے باب میں کھانا اور مال تقسیم کرنے کے قصے اور بیعت کے باب میں مسجد میں حضرت عثمانؓ کی بیعت کا قصہ اور صحابہؓ کے باہمی اتحاد اور اتفاق رائے کے باب میں مسجد میں حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کا قصہ اور اللہ کی طرف دعوت دینے کے باب میں حضرت ضمامؓ کو مسجد میں دعوت دینے اور ان کے اسلام لانے کا قصہ اور مسجد میں حضرت کعب بن زہیرؓ کے اسلام لانے اور مشہور قصیدہ پڑھنے کا قصہ اور صحابہ کے باہمی اتحاد اور اتفاق رائے کے باب میں مسجد اہل شوریٰ کے مشورہ کے

۱۔ اخرجه ابن ابی الدنیا کذافی الکنز (ج ۴ص ۲۸۹) وقال وسنده حسن

۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۳ص ۳۱۲)

۳۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۲ص ۲۸) وفیه محمد بن اسحق وهو مدلس وقد عنعنه انتهی ۴۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۲ص ۲۱) وفیه ابن لهیعة وفیه کلام ۵۔ عند احمد ۶۔ عند ابی یعلی قال الهیثمی وفیه عبدالله بن نافع ضعفه البخاری وابو حاتم والنسائی وقال ابن معین یکتب حدیثه. انتهی.

لیئے بیٹھنے کا قصہ اور مال خرچ کرنے کے باب میں صبح کے وقت مسجد میں صحابہؓ کا حضور ﷺ کے ساتھ بیٹھنے کا قصہ، اور دنیا کی وسعت اور کثرت سے ڈرنے کے باب میں مسجد میں نمازوں کے بعد لوگوں کی ضرورت کے لیئے حضرت عمرؓ کے بیٹھنے کا قصہ، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کو مضبوطی سے پکڑ لینے کے باب میں مسجد میں حضرت ابوبکرؓ اور دوسرے صحابہؓ کے رونے کا قصہ۔

حضور ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کن باتوں کو مسجد میں اچھا نہیں سمجھتے تھے

حضرت ابوسعید خدریؓ کے ایک غلام فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں (اپنے آقا) حضرت ابوسعیدؓ کے ساتھ تھا وہ حضور ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے اتنے میں ہم لوگ مسجد میں داخل ہو گئے تو ہم نے دیکھا کہ مسجد کے بیچ میں ایک آدمی پیٹھ اور ٹانگوں کو کپڑے سے باندھ کر بیٹھا ہوا ہے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈال رکھی ہیں۔ حضورؐ نے اسے اشارے سے سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ سمجھ نہ سکا تو حضورؐ نے حضرت ابوسعیدؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں ہو تو اپنی انگلیاں ہرگز ایک دوسرے میں نہ ڈالے کیونکہ یہ شیطانی حرکت ہے اور جب تم میں سے کوئی آدمی مسجد میں ہوتا ہے تو وہ مسجد سے باہر جانے تک نماز ہی میں شمار ہوتا ہے۔[1]

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ خیبر فتح کر چکے تو لوگ لہسن پر ٹوٹ پڑے اور اسے خوب کھانے لگے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا جو یہ بودار سبزی کھائے وہ ہرگز ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔[2]

حضرت عمر بن خطابؓ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ انھوں نے خطبہ میں فرمایا، اے لوگو! تم یہ دو بودار چیزیں پیاز اور لہسن کھاتے ہو حالانکہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے کہ جب حضورؐ کو مسجد میں کسی سے ان دونوں کی بو محسوس ہوتی تو آپؐ کے فرمانے پر اسے بقیع کی طرف نکال دیا جاتا، لہٰذا جو انھیں کھانا چاہتا ہے وہ انہیں پکا کر ان کی بو ختم کر لے۔[3]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ بیان فرما رہے تھے کہ بیان کے دوران آپؐ نے مسجد کی سامنے والی دیوار پر کھنکار پڑا ہوا دیکھا تو آپؐ کو لوگوں پر بڑا غصہ آیا پھر آپؐ نے اسے کھرچا اور زعفران منگا کر اس جگہ مل دیا اور فرمایا جب تم میں سے کوئی آدمی نماز پڑھتا ہے تو اللہ

۱۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۲ ص ۲۵) اسناده حسن

۲۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۲ ص ۱۷) رواه الطبراني في الاوسط من رواية ابي القاسم مولي ابي بكر ولم اجد من ذكره وبقية رجاله موثقون. انتهى

۳۔ اخرجه مسلم والنسائي وابن ماجه كذافي الترغيب (ج ۱ ص ۱۸۸)

تعالیٰ اس کے چہرے کے سامنے ہوتے ہیں، چنانچہ اس کو اپنے سامنے تھوکنا نہیں چاہئے۔[1]
حضرت ابو سعیدؓ کی روایت میں ہے کہ پھر حضور ﷺ غصہ سے لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم میں سے کوئی یہ بات پسند کرتا ہے کہ کوئی آدمی اس کے سامنے آ کر اس کے چہرے پر تھوک دے؟ تم میں سے کوئی آدمی جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب کے سامنے ہوتا ہے اور فرشتہ اس کے دائیں طرف ہوتا ہے، لہٰذا اسے نہ اپنے سامنے تھوکنا چاہئے اور نہ دائیں طرف۔[2]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جیسے گوشت کا ٹکڑا یا کھال آگ میں سکڑ جاتی ہے ایسے ہی کھنکار مسجد میں پھینکنے سے مسجد سکڑ جاتی ہے (یعنی یہ کام مسجد کو بہت برا لگتا ہے، یہ مسجد کے ادب کے خلاف ہے)۔[3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت بنہ جہنی رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ مسجد میں چند لوگوں پر حضورؐ کا گزر ہوا۔ آپؐ نے دیکھا کہ وہ ننگی تلوار ایک دوسرے کو دے رہے ہیں تو آپؐ نے فرمایا جو ایسا کرے اس پر اللہ لعنت فرمائے کیا میں نے تمہیں اس سے روکا نہیں؟ جب تم میں سے کسی نے ننگی تلوار پکڑی ہوئی ہو اور وہ اپنے ساتھی کو دینا چاہے تو اسے چاہئے کہ وہ تلوار کو نیام میں ڈال کر دے۔[4]

حضرت سلیمان بن موسیٰؒ کہتے ہیں کسی آدمی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مسجد میں تلوار ننگی کرنے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا ہم اسے اچھا نہیں سمجھتے تھے ایک آدمی مسجد میں تیر صدقہ کیا کرتا تھا۔ حضورؐ نے اسے حکم دیا کہ وہ جب بھی مسجد سے تیر لے کر گزرے تو وہ تیروں کے پھلوں کو اچھی طرح سے پکڑ کر گزرے۔[5]

حضرت محمد بن عبیداللہؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ مسجد میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس تھے تو ایک آدمی نے اپنا تیر پلٹا تو حضرت ابو سعیدؓ نے کہا کیا اسے معلوم نہیں کہ حضورؐ نے مسجد میں ہتھیار الٹنے پلٹنے سے منع فرمایا ہے۔[6]

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے مسجد میں گمشدہ جانور کا اعلان کیا اور یہ کہا کون ہے وہ (جس نے سرخ اونٹ دیکھا ہو اور وہ اس کے مالک کو) سرخ اونٹ (دینے) کے لئے بلا رہا ہو؟ اس پر حضورؐ نے فرمایا تمہیں تمہارا اونٹ نہ ملے، مسجدیں تو جن کاموں کے لئے بنائی

۱۔ اخرجه الشيخان و ابو داؤد واللفظ له
۲۔ عند ابن خزيمة في صحيحه كذافي الترغيب (ج ۱ ص ۱۶۳)
۳۔ اخرجه عبدالرزاق كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۶۰)
۴۔ اخرجه البغوى والسكن والطبراني وغير هم كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۶۲)
۵۔ اخرجه عبدالرزاق كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۶۲)
۶۔ اخرجه الطبراني في الاوسط قال ام (ج ۲ ص ۲۶) وفيه ابوالبلاد ضعفه ابو حاتم

گئی ہیں بس انہی کے لئے استعمال ہونی چاہئیں (اور گمشدہ چیز کا اعلان ان کاموں میں سے نہیں ہے)۔[۱]

حضرت ابن سیرینؒ یا کوئی اور صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ نے مسجد میں ایک آدمی کو گمشدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے سنا تو حضرت ابن مسعودؓ نے اسے ڈانٹ کر خاموش کر دیا اور فرمایا ہم کو اس سے روکا گیا ہے۔[۲]

حضرت ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو مسجد میں اپنی گمشدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے سنا تو حضرت ابیؓ اس پر ناراض ہوئے تو اس آدمی نے کہا اے ابوالمنذر! آپ تو ایسی سخت بات نہیں کیا کرتے تھے تو فرمایا (مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان کرنے والے پر) ایسے ہی (غصہ) کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔[۳]

حضرت سائب بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مسجد میں سویا ہوا تھا کسی نے مجھے کنکری ماری (جس سے میری آنکھ کھل گئی) تو میں نے دیکھا کہ وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ انھوں نے فرمایا جاؤ اور ان دونوں کو میرے پاس لے آؤ چنانچہ میں ان دونوں کو حضرت عمرؓ کے پاس لے آیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تم دونوں کون ہو؟ انھوں نے کہا ہم طائف کے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر تم دونوں اس شہر کے ہوتے تو میں تم کو دردناک سزا دیتا تم رسول اللہ کی مسجد میں آواز بلند کر رہے ہو۔[۴] حضرت ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کی (اونچی) آواز مسجد میں سنی تو فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تم کہاں ہو؟ کیا تم جانتے ہو کہ تم کہاں ہو؟ اور اونچی آواز کرنے پر حضرت عمرؓ نے یوں ناگواری کا اظہار فرمایا۔[۵]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بھی مسجد تشریف لے جاتے تو اونچی آواز سے یہ اعلان فرماتے کہ مسجد میں شور کرنے سے بچو، دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ بلند آواز سے فرماتے مسجد میں بیکار باتوں سے بچو۔[۶] حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مسجد میں شور کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا ہماری اس مسجد میں آواز بلند نہ کی جائے۔[۷]

حضرت سالمؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے مسجد کے ساتھ ایک چبوترہ بنایا جس کا نام بطیحا رکھا اور فرماتے تھے کہ جو آدمی شور مچانا چاہے یا شعر پڑھنا چاہے یا آواز بلند کرنا چاہے

۱۔ اخرجه مسلم والنسائي وابن ماجه كذافي الترغيب (ج ۱ ص ۱۲۷)

۲۔ اخرجه الطبراني في الكبير و ابن سيرين لم يسمع من ابن مسعود كذافي الترغيب (ج ۱ ص ۱۲۷) ۳۔ اخرجه عبدالرزاق كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۶۰)

۴۔ اخرجه البخاري والبيهقي ۵۔ عند ابراهيم بن سعد في نسخة و ابن المبارك عن سعيد بن ابراهيم عن ابيه كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۵۹) ۶۔ اخرجه عبدالرزاق و ابن ابي شيبة والبيهقي ۷۔ عند عبدالرزاق وابن ابي شيبه كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۵۹

اسے چاہئے کہ وہ (مسجد سے) باہر اس چبوترے پر چلا جائے۔[1]

حضرت طارق بن شہابؒ کہتے ہیں کہ کسی جرم میں پکڑ کر ایک آدمی کو حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا تو انھوں نے فرمایا تم دونوں اسے مسجد سے باہر لے جاؤ اور وہاں اسے مارو۔[2]

حضرت ابن مسعودؓ نے فجر کی اذان اور اقامت کے درمیانی وقفے میں کچھ لوگوں کو مسجد کی قبلہ والی دیوار کے ساتھ کمر لگا کر بیٹھے ہوئے دیکھا تو فرمایا تم لوگ فرشتوں اور ان کی نماز کے درمیان حائل نہ ہو۔[3]

حضرت عبداللہ بن عامر الہانیؒ کہتے ہیں کہ حضرت حابسؓ بن سعد طائیؓ کو حضور ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل تھا، ایک مرتبہ وہ سحری کے وقت مسجد میں گئے تو انھوں نے دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد کے اگلے حصے میں نماز پڑھ رہے ہیں تو فرمایا رب کعبہ کی قسم! یہ لوگ تو ریاکار ہیں انہیں ڈراؤ جو انہیں ڈرائے گا وہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والا شمار ہوگا۔ چنانچہ کچھ لوگ ان کے پاس گئے اور انہیں باہر نکال دیا تو حضرت حابسؓ نے فرمایا کہ فرشتے سحری کے وقت مسجد کے اگلے حصے میں نماز پڑھتے ہیں۔[4]

حضرت مرہ ہمدانیؒ کہتے ہیں میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میں کوفہ کی مسجد کے ہر ستون کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھوں گا، میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں حضرت ابن مسعودؓ مسجد میں آگئے، میں اپنی یہ بات ان کو بتانے گیا تو ایک آدمی مجھ سے پہلے ان کے پاس چلا گیا اور میں جو کچھ کر رہا تھا وہ اس آدمی نے ان کو بتا دیا۔ اس پر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اگر اسے یہ معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ سب سے قریبی ستون کے پاس بھی ہیں تو نماز پوری کرنے تک اس ستون سے آگے نہ بڑھتا (یعنی مسجد کے ہر ستون کے پاس نماز پڑھنا کوئی خاص ثواب کا کام نہیں ہے، ثواب میں نماز کے سارے ستون برابر ہیں۔[5]

نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کا اذان کا اہتمام کرنا

حضرت ابو عمیر بن انسؒ اپنے انصاری چچوں سے نقل کرتے ہیں کہ حضورؐ کو نماز کے

۱۔ اخرجه مالک والبیهقی کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۵۹)

۲۔ اخرجه عبدالرزاق کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۶۰)

۳۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۳) و رجاله موثقون

۴۔ اخرجه احمد والطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (۲ ص ۱۶) وفیه عبدالله بن عامر الالهانی ولم اجد من ذکره واخرجه ایضا ابن عساکر و ابو نعیم کمافی الکنز (ج ۴ ص ۲۶۲) و اخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۴۳۱) ایضا نحوه

۵۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۲ ص ۱۶) وفیه عطاء بن السائب وقد اختلط

بارے میں بڑا فکر ہوا کہ اس کے لئے لوگوں کو کیسے جمع کریں کسی نے تجویز پیش کی کہ نماز کا وقت شروع ہونے پر ایک جھنڈا کھڑا کر دیا کریں۔ لوگ جب جھنڈے کو دیکھا کریں گے تو ایک دوسرے کو بتا دیا کریں گے لیکن آپ ؐ کو یہ رائے پسند نہ آئی۔ پھر کسی نے یہودیوں کے بگل کا تذکرہ کیا آپ کو یہ بھی پسند نہ آیا اور فرمایا یہ تو یہودیوں کا کام ہے پھر کسی نے آپ ﷺ سے گھنٹے کا ذکر کیا تو آپ ؐ نے فرمایا یہ تو عیسائیوں کا کام ہے، حضور کی زیادہ فکر کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ فکر ہو گیا وہ گھر گئے تو انہیں خواب میں اذان دکھائی گئی آگے اور حدیث بھی ذکر کی۔[1]

حضرت عبداللہ بن زید ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو نماز کی اطلاع دینے کے بارے میں فکر ہوا۔ جب نماز کا وقت آتا تو حضور ؐ کسی آدمی کو اوپر چڑھا دیتے جو ہاتھ سے اشارہ کرتا۔ جو اشارہ دیکھ لیتا وہ آجاتا اور جو نہ دیکھتا اسے نماز کا پتہ نہ چلتا۔ اس کا حضور ﷺ کو بہت زیادہ فکر تھا، بعض صحابہ ؓ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ اگر نماز کے وقت گھنٹہ بجانے کا حکم دے دیں تو اچھا ہے، آپ ؐ نے فرمایا یہ تو عیسائیوں کا کام ہے پھر انھوں نے عرض کیا اگر آپ بگل بجانے کا حکم دے دیں تو اچھا ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا نہیں یہ تو یہودیوں کا کام ہے حضرت عبداللہ ؓ کہتے ہیں کہ میں اپنے گھر واپس گیا اور حضور ؐ کو اس بارے میں فکر مند دیکھنے کی وجہ سے میں بہت پریشان تھا۔ رات کو فجر سے پہلے مجھے کچھ اونگھ آ گئی میں نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں تھا۔ میں نے ایک آدمی کو دیکھا جس نے دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ مسجد کی چھت پر کھڑا ہوا اور دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال کر اذان دینے لگا۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ؐ کے زمانے میں نماز کا وقت آتا تو ایک آدمی راستے میں تیز تیز چلتا ہوا جاتا اور اعلان کرتا الصلوۃ۔ الصلوۃ (نماز، نماز) یہ کام لوگوں کو مشکل لگا تو انھوں نے عرض کیا اگر ہم ایک گھنٹہ بنا لیں آگے باقی حدیث ذکر کی۔[3]

حضرت نافع بن جبیر، حضرت عروہ، حضرت زید بن اسلم اور حضرت سعید بن مسیب ؒ کہتے ہیں کہ حضور ؐ کے زمانے میں اذان کا حکم ملنے سے پہلے حضور کا ایک اعلانچی یہ اعلان کرتا الصلوۃ جامعۃ (نماز کا وقت ہو گیا ہے سب جمع ہو جائیں) جب قبلہ (بیت المقدس سے) کعبہ کی طرف تبدیل ہوا تو اذان کا حکم آ گیا۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضور ؐ کو نماز کے وقت کی اطلاع دینے کا بہت فکر تھا، نماز کے لئے لوگوں کو جمع کرنے کے لئے صحابہ ؓ نے بہت سی چیزوں کا ذکر کیا، کسی نے بگل کا نام لیا اور کسی نے گھنٹے کا، آگے باقی حدیث ذکر کی اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ پھر اذان کا

۱۔ اخرجہ ابو داؤد ۲۔ اخرجہ ابو الشیخ

۳۔ عند ابی الشیخ ایضا کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۶۳، ۲۶۵)

حکم مل گیا اور الصلوۃ جامعۃ کا اعلان اس مقصد کے لئے رہ گیا کہ لوگوں کو جمع کر کے انہیں کسی خاص واقعہ کسی فتح وغیرہ کی اطلاع کر دی جاتی یا انہیں کوئی نیا حکم بتادیا جاتا اور الصلوۃ جامعۃ کے ذریعہ اس مقصد کے لئے جمع کرنے کے لئے اعلان کیا جاتا چاہے وہ وقت نماز کا نہ ہوتا۔[1]

حضرت سعد قرظ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت بھی حضورؐ قباء تشریف لاتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ حضورؐ تشریف لے آئے ہیں اور لوگ حضورؐ کے پاس جمع ہو جائیں چنانچہ ایک دن حضورؐ تشریف لائے حضرت بلالؓ آپؐ کے ساتھ نہیں تھے تو حبشی لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے، میں نے ایک درخت پر چڑھ کر اذان دی، حضورؐ نے مجھ سے پوچھا اے سعد! تم نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں میں نے دیکھا کہ آپ کے ساتھ تھوڑے سے لوگ ہیں اور حضرت بلالؓ ساتھ نہیں ہیں اور میں نے دیکھا کہ یہ حبشی لوگ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں اور پھر آپؐ کو بھی دیکھ رہے ہیں، اس لئے مجھے ان کی طرف سے آپؐ پر حملہ کا خطرہ ہوا، اس لئے میں نے اذان دی، حضورؐ نے فرمایا تم نے ٹھیک کیا، جب تم میرے ساتھ بلالؓ کو نہ دیکھا کرو تو اذان دے دیا کرو چنانچہ حضرت سعدؓ نے حضورؐ کی زندگی میں تین مرتبہ اذان دی۔[2]

حضرت ابو الوقاصؓ فرماتے ہیں قیامت کے دن اللہ کے ہاں اذان دینے والوں کا (اجر و ثواب میں سے) حصہ جہاد کرنے والوں کے حصے جیسا ہوگا اور موذن اذان اور اقامت کے درمیان اس شہید کی طرح ہوتا ہے جو اللہ کے راستے میں اپنے خون میں لت پت ہو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں اگر میں موذن ہوتا تو حج، عمرہ اور جہاد نہ کرنے کی کوئی پرواہ نہ کرتا۔ حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں اگر میں موذن ہوتا تو میرا (دینی) کام پورا ہو جاتا اور میں رات کی عبادت کے لئے نہ اٹھنے کی اور دن کو روزے نہ رکھنے کی پرواہ نہ کرتا، میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! اذان دینے والوں کی مغفرت فرما، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے ہمیں اس حال پر پہنچا دیا کہ ہم ثواب اذان کے لئے ایک دوسرے سے تلواروں سے لڑیں گے، حضورؐ نے فرمایا ہرگز نہیں اے عمر! بلکہ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ اذان کمزوروں کے لئے چھوڑ دیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے موذنوں کے گوشت کو جہنم کی آگ پر حرام کر دیا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ قرآن کی آیت ہے وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (سورت حم سجدہ آیت ۳۳) ترجمہ "اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو (لوگوں کو) اللہ کی طرف بلائے اور (خود بھی) نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔" اور اس سے مراد موذن ہے، جب وہ حی علی الصلوۃ کہتا

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۱ ص ۲۴۶) ۲۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۳۳۶) وفیه عبدالرحمن بن سعد بن عمار وهو ضعیف

ہے تو اس نے اللہ کی طرف بلایا اور جب نماز پڑھتا ہے تو اس نے خود نیک عمل کیا اور جب وہ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ کہتا ہے تو وہ فرمانبردار مسلمانوں میں شمار ہو جاتا ہے۔[۱]

حضرت ابو معشرؒ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا اگر میں موذن ہوتا تو میں فرض حج تو ضرور ادا کرتا باقی نفلی حج اور عمرہ نہ کرنے کی کوئی پرواہ نہ کرتا اور اگر فرشتے آسمان سے انسانی شکل میں اترا کرتے تو اذان دینے میں کوئی ان سے آگے نہ نکل سکتا۔[۲]

حضرت قیس بن ابی حازمؒ کہتے ہیں ہم لوگ حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس گئے تو انھوں نے فرمایا تمہارے موذن کون لوگ ہیں؟ ہم نے کہا ہمارے غلام اور آزاد کردہ غلام تو فرمایا یہ تو تمہارا بہت بڑا نقص ہے، اگر میرے بس میں ہوتا تو خلیفہ نہ بنتا بلکہ موذن بنتا۔[۳]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اس بات پر بہت افسوس ہے کہ میں نے حضورؐ سے حسن و حسینؓ کے لئے اذان کیوں نہیں مانگ لی، اگر میں مانگتا تو حضورؐ دونوں کو موذن بناتے۔[۴]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ تمہارے موذن نابینا لوگ ہوں کہ وہ طہارت کا اور نماز کے صحیح وقت کا خیال نہیں رکھ سکیں گے) یا قاری لوگ ہوں (کہ ان کے پڑھانے اور تعلیم کا حرج ہوگا۔[۵]

حضرت یحییٰ بکاءؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ میں آپ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا لیکن میں تو تم سے اللہ کے لئے بغض رکھتا ہوں۔ اس آدمی نے پوچھا کیوں؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کیونکہ تم اذان میں گانے کی آواز بناتے ہو اور پھر اذان پر اجرت بھی لیتے ہو۔[۶]

نبی کریمؐ نے حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ کو یمن بھیجا اور فرمایا اگر تم کسی بستی کے پاس سے گزرو اور تمہیں وہاں سے اذان کی آواز سنائی نہ دے تو (حملہ کر کے) ان لوگوں کو قیدی بنا لینا، چنانچہ قبیلہ بنو زبید کے پاس سے ان کا گزر ہوا تو انھوں نے وہاں سے اذان کی آواز نہ سنی اس پر انھوں نے اس قبیلہ کو قیدی بنا لیا۔ پھر حضرت عمرو بن معدیکربؓ حضرت خالد بن سعیدؓ کے پاس آئے اور انھوں نے ان سے اس قبیلہ کے بارے میں بات کی تو حضرت خالد نے وہ قیدی ان کو ہبہ کر دیئے۔[۷]

۱۔ اخرجه البیهقی فی شعب الایمان و اخرجه ابو الشیخ عن الرصافی فی کتاب الاذان مثله کمافی الکنز (ج ۴ ص ۲٦٦) ۲۔ عند ابن زنجویه کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲٦۵)

۳۔ اخرجه عبدالرزاق وابن ابی شیبه وابن سعد والبیهقی کذافی الکنز (ج۴ ص ۲٦۵)

۴۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۱ ص ۳۲٦) وفیه الحارث وهو ضعیف

۵۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲) ورجاله ثقات

٦۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۲ ص ۳) وفیه یحییٰ البکاء ضعفه احمد و ابوزرعة وابوداؤد و وثقه یحییٰ بن سعید القطان وقال محمد بن سعد کان ثقه ان شاء الله

۷۔ اخرجه ابن عساکر عن خالد بن سعید عن ابیه کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۹۸)

حضرت طلحہ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ جب اپنے امیروں کو مرتدین کے لئے بھیج رہے تھے تو ان کو یہ حکم دے رہے تھے کہ جب تم کسی علاقے کا گھیراؤ کرلو تو اگر تمہیں وہاں اذان سنائی دے تو (لڑائی سے) ہاتھ روک لو اور ان سے پوچھ لو کہ تمہیں ہماری کن باتوں پر اعتراض ہے؟ اور اگر اذان سنائی نہ دے تو ان پر چاروں طرف سے چھاپہ مارو اور انہیں قتل کرو اور (ان کی کھیتیاں) جلاؤ اور انہیں خوب اچھی طرح قتل کرو اور زخمی کرو اور تمہارے نبیؐ کے انتقال کی وجہ سے تم میں کسی قسم کی کمزوری نظر نہ آئے۔[1] حضرت زہریؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مرتدین سے لڑنے کیلئے صحابہؓ کو بھیجا تو ان سے فرمایا رات کو شب خون مارو لیکن جہاں اذان سنو وہاں حملہ کرنے سے رک جاؤ کیونکہ اذان ایمانی شعار ہے۔[2]

نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کا نماز کا انتظار کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب مسجد میں نماز کھڑی ہوتی تو حضورؐ دیکھتے اگر لوگ تھوڑے ہوتے تو آپؐ بیٹھ جاتے اور نماز نہ پڑھاتے اور جب دیکھتے کہ لوگ زیادہ جمع ہو گئے ہیں تو نماز پڑھا دیتے۔[3] حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب تک جوتے کی آہٹ سنتے رہتے اس وقت تک انتظار فرماتے رہتے۔[4]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ ایک لشکر تیار کیا اس میں آدھی رات ہوگئی پھر آپؐ نماز کے لئے باہر تشریف لائے اور فرمایا اور لوگ تو نماز پڑھ کر گھروں کو واپس جا چکے ہیں لیکن تم نماز کا انتظار کر رہے ہو غور سے سنو! جب تک تم نماز کا انتظار کرو گے اس وقت تک نماز ہی میں شمار ہو گے۔[5]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے مغرب کی نماز پڑھائی اس کے بعد کچھ لوگ واپس چلے گئے اور کچھ وہاں مسجد میں ٹھہرے رہے پھر حضورؐ ان کے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ تمہارے رب نے آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا ہوا ہے اور تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر فرما رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ میرے بندوں نے ایک فریضہ ادا کرلیا اور دوسرے کا انتظار کر رہے ہیں۔[6]

۱۔ اخرجه البیهقی ۲۔ عند عبدالرزاق کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۱) ۳۔ اخرجه ابو داؤد
۴۔ عند ابن ابی شیبة کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۴۶) ۵۔ اخرجه ابن ابی شیبة ورجاله ثقات وعنده ایضا وابن جریر عن جابر رضی الله عنه بنحوه کذافی الکنز (ج ۴ ص ۱۹۳)
۶۔ اخرجه ابن جریر کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۴۵) واخرجه ابن ماجه عن ابن عمر رضی الله عنهما بنحوه ورواته ثقات کمافی الترغیب (ج ۱ ص ۲۴۶)

حضرت ابوامامہ ثقفیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ظہر کی نماز پڑھانے کے بعد حضرت معاویہؓ دوبارہ مسجد میں آئے (ہم لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے) اور لوگوں سے کہا آپ لوگ اپنی جگہ بیٹھے رہیں میں ابھی آتا ہوں، چنانچہ تھوڑی دیر بعد وہ پھر ہمارے پاس آئے اس وقت انھوں نے چادر اوڑھ رکھی تھی۔ جب وہ عصر کی نماز پڑھا چکے تو انہوں نے کہا کیا میں آپ لوگوں کو وہ کام نہ بتاؤں جو خود حضورؐ نے کیا ہے؟ ہم نے کہا جی ضرور بتائیں حضرت معاویہؓ نے کہا ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ نے حضور کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی پھر مسجد میں بیٹھے رہے پھر حضورؐ ان کے پاس سے باہر تشریف لائے اور فرمایا ابھی تک تم لوگ مسجد سے گئے نہیں؟ انھوں نے عرض کیا جی نہیں۔ آپؐ نے فرمایا چونکہ تم نماز کا انتظار کر رہے ہو اس لئے کاش تم دیکھ لیتے کہ تمہارے رب نے آسمان کا ایک دروازہ کھولا اور پھر تمہاری وجہ سے فخر فرماتے ہوئے اپنے فرشتوں کو تمہیں بیٹھے ہوئے دکھایا۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات حضورؐ نے عشاء کی نماز آدھی رات تک مؤخر فرمائی پھر نماز پڑھانے کے بعد آپؐ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اور لوگ تو نماز پڑھ کر سو چکے ہیں لیکن تم جب سے نماز کا انتظار کر رہے ہو اس وقت سے تم نماز ہی میں شمار ہو رہے ہو۔[2]

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا تم میں سے جو آدمی جب تک نماز کی وجہ سے مسجد میں رکا رہتا ہے اس وقت تک وہ نماز ہی میں شمار ہوتا ہے اور فرشتے اس کے لئے یہ دعا کرتے رہتے ہیں اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اے اللہ! اس پر رحم فرما اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ سے کھڑا نہ ہو جائے یا اس کا وضو نہ ٹوٹ جائے۔[3] مسلم اور ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جب تک بندہ اپنی نماز کی جگہ میں بیٹھ کر اگلی نماز کا انتظار کرتا رہتا ہے اس وقت تک وہ نماز ہی میں شمار ہوتا ہے اور فرشتے اس کے لئے یہ دعا کرتے رہتے ہیں اے اللہ! اس کی مغفرت فرما! اے اللہ! اس پر رحم فرما، اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک وہ واپس نہ چلا جائے یا اس کا وضو نہ ٹوٹ جائے کسی نے پوچھا کہ وضو ٹوٹ جانے کی کیا صورت ہے؟ آپؐ نے فرمایا اس کی ہوا آواز کے ساتھ یا بغیر آواز کے خارج ہو جائے۔[4]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتاؤں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ غلطیوں کو مٹا دیتے ہیں اور گناہوں کو ختم کر دیتے ہیں، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور بتائیں۔ آپؐ نے فرمایا ناگواریوں کے باوجود وضو پورا کرنا اور مسجدوں کی طرف قدم زیادہ اٹھانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہی ہے دشمن کی سرحد پر

۱۔ اخرجہ الطبرانی فی الکبیر کذافی المجمع (ج ۲ ص ۳۸) ۲۔ اخرجہ البخاری
۳۔ عند البخاری ایضا ۴۔ کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۲۴۵)

پہرہ دینا (یہاں دشمن سے مراد شیطان ہے۔) [1]

حضرت داؤد بن صالح کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابوسلمہؓ نے فرمایا اے میرے بھتیجے! کیا تم جانتے ہو کہ آیت اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا کس بارے میں نازل ہوئی ہے؟ (سورت آل عمران آیت ۲۰۰) ترجمہ ''خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلہ کے لئے مستعد رہو۔'' میں نے کہا نہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں دشمن کی سرحد پر پہرہ دینے کے لئے کوئی غزوہ نہیں ہوتا تھا (جس میں ہر وقت پہرہ دینے اور مقابلہ کے لئے مستعد رہنا پڑے) بلکہ دشمن سے مقابلہ کے لئے ہر وقت مستعد رہنے کی صورت یہ تھی کہ ایک نماز کے بعد (مسجد میں بیٹھ کر) دوسری نماز کا انتظار کیا جائے۔ [2]

حضرت انسؓ فرماتے کہ یہ آیت تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (سورت سجدہ آیت ۱۶) اس نماز کے انتظار کے بارے میں نازل ہوئی ہے جسے عتمہ کہا جاتا ہے یعنی نماز عشاء۔ ترجمہ ''ان کے پہلو خوابگاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں۔'' [3]

نماز باجماعت کی تاکید اور اس کا اہتمام

حضرت عمرو بن ام مکتومؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نابینا ہوں میرا گھر دور ہے اور میرا ہاتھ پکڑ کر لے جانے والا تو ایک آدمی ہے لیکن اس کا مجھ سے جوڑ نہیں وہ میری بات نہیں مانتا تو کیا آپ مجھے اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ میں گھر میں نماز پڑھ لیا کروں؟ حضورؐ نے فرمایا کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا پھر اجازت دینے کی گنجائش نہیں۔ [4] امام احمد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابن ام مکتومؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ مسجد تشریف لائے۔ آپ ﷺ کو نمازیوں کی تعداد میں کچھ کمی نظر آئی تو آپ نے فرمایا میرا ارادہ ہو رہا ہے کہ میں مسجد میں نماز باجماعت کے لئے لوگوں کا کسی کو امام بناؤں اور خود مسجد سے باہر جاؤں اور جو آدمی مجھے نماز باجماعت چھوڑ کر گھر بیٹھا ہوا ملے اس کا گھر جلا دوں۔ اس پر میں نے عرض کیا میرے اور مسجد کے درمیان کھجور کے درخت اور کچھ اور قسم کے درخت ہیں اور ہر وقت مجھے لے کر آنے والا ملتا نہیں کیا میرے لئے اس بات کی گنجائش ہے کہ میں گھر میں نماز پڑھ لیا کروں؟ حضورؐ نے پوچھا کیا تم اقامت کی آواز سنتے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں

۱۔ اخرجه ابن حبان فی صحیحه كذافی الترغیب (ج ۱ ص ۲۴۷)

۲۔ اخرجه الحاكم وقال صحیح الاسناد كذافی الترغیب (ج ۱ ص ۲۵۱)

۳۔ اخرجه الترمذی و صححه كذافی الترغیب (ج ۱ ص ۳۶)

۴۔ اخرجه احمد و ابو داؤد و ابن ماجه و ابن خزیمة فی صحیحة والحاكم.

، آپؐ نے فرمایا تو پھر نماز کے لئے مسجد میں آیا کرو۔[1]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جس کو اس بات سے خوشی ہو کہ وہ کل قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں مسلمان بن کر حاضر ہو اسے چاہئے کہ وہ نمازوں کو اس جگہ ادا کرنے کا اہتمام کرے جہاں اذان ہوتی ہے یعنی مسجد میں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ایسی سنتیں جاری فرمائی ہیں جو سراسر ہدایت ہیں، انہیں میں سے یہ جماعت کی نمازیں بھی ہیں۔ اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو گے جیسا کہ فلاں شخص پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی کی سنت چھوڑنے والے بن جاؤ گے اور اگر تم اپنے نبیؐ کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے جو آدمی اچھی طرح وضو کرے اور پھر کسی مسجد کے ارادے سے چلے تو اللہ تعالیٰ ہر قدم پر اس کے لئے ایک نیکی لکھیں گے اور ایک درجہ بلند کریں گے اور ایک گناہ معاف کر دیں گے اور ہم تو اپنا یہ حال دیکھتے تھے کہ جو شخص کھلم کھلا منافق ہوتا وہ تو جماعت سے رہ جاتا تھا (ورنہ حضورؐ کے زمانے میں عام منافق کو بھی جماعت چھوڑنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی) ورنہ جو شخص دو آدمیوں کے سہارے سے گھسٹتا ہوا جا سکتا تھا وہ بھی لا کر صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا دوسری روایت میں یہ ہے کہ ہم تو اپنا حال یہ دیکھتے تھے کہ جو شخص کھلم کھلا منافق ہوتا یا بیمار ہوتا وہ تو جماعت سے رہ جاتا ورنہ جو شخص دو آدمیوں کے سہارے سے چل سکتا تھا وہ بھی نماز میں آ جاتا تھا۔ پھر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ حضورؐ نے ہمیں ایسی سنتیں سکھائی ہیں جو سراسر ہدایت ہیں۔ ان سنتوں میں سے ایک سنت اس مسجد میں نماز پڑھنا بھی ہے جہاں اذان ہوتی ہو۔[2] طیالسی کی روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے ہر ایک نے اپنے گھر میں نماز کی ایک جگہ بنا رکھی ہے جس میں وہ نماز پڑھ رہا ہے اگر تم لوگ مسجدوں کو چھوڑ کر گھروں میں نماز پڑھنے لگ جاؤ گے تو تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑنے والے ہو جاؤ گے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ وہ کل اللہ کی بارگاہ میں امن کے ساتھ حاضر ہو وہ ان پانچوں نمازوں کو ایسی جگہ ادا کرے جہاں اذان ہوتی ہے، اس لئے کہ یہ کام ایسی سنتوں میں سے ہے جو سراسر ہدایت ہیں اور اسے تمہارے نبی کریمؐ نے سنت قرار دیا ہے اور کوئی یہ نہ کہے کہ میرے گھر میں نماز کی جگہ ہے میں اس میں نماز پڑھا کروں گا کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو تم اپنے نبی کی سنت چھوڑنے والے ہو جاؤ گے اور اگر تم اپنے نبی کریمؐ کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔[3]

۱۔ کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۲۳۸)   ۲۔ اخرجه مسلم و ابوداؤد والنسائی وابن ماجه کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۲۲۴) و اخرجه ایضا عبدالرزاق والضیا فی المختارة بطوله نحوه کمافی الکنز (ج ۴ ص ۱۸۱) و اخرجه الطیالسی (ص ۴۰) ایضا نحوه

۳۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۳۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم اگر کسی کو فجر اور عشاء میں مسجد میں نہ پاتے تو اس کے بارے میں ہمیں بدگمانی ہو جاتی۔[1]

حضرت ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک دن حضرت سلیمان بن ابی حثمہؒ کو فجر کی نماز میں نہ پایا پھر حضرت عمرؓ بازار گئے۔ حضرت سلیمانؒ کا گھر مسجد اور بازار کے درمیان تھا۔ حضرت عمرؓ حضرت سلیمانؒ کی والدہ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کے پاس سے گزرے تو ان سے فرمایا آج صبح کی نماز میں میں نے سلیمان کو نہیں دیکھا حضرت شفاءؓ نے کہا کہ وہ رات کو تہجد کی نماز پڑھتے رہے، اس لئے صبح ان کی آنکھ لگ گئی، حضرت عمرؓ نے فرمایا فجر کی جماعت میں شریک ہونا مجھے ساری رات عبادت کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔[2]

حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنوعدی بن کعب کی حضرت شفاء رضی اللہ عنہا رمضان میں حضرت عمرؓ کے پاس آئیں تو حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے آج میں نے صبح کی نماز میں (تمہارے خاوند) ابوحثمہؒ کو نہیں دیکھا؟ حضرت شفاءؓ نے کہا آج رات انھوں نے اللہ کی عبادت میں بہت زور لگایا جس کی وجہ سے وہ تھک گئے اور سستی کی وجہ سے فجر کی نماز کیلئے مسجد نہ گئے گھر میں نماز پڑھ کر سو گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! ان کا صبح کی نماز میں شریک ہونا مجھے ساری رات عبادت میں زور لگانے سے زیادہ محبوب ہے۔[3]

حضرت شفاء بنت عبداللہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ رمضان کے مہینے میں حضرت عمر بن خطابؓ میرے پاس میرے گھر آئے اور انھوں نے میرے قریب دو مردوں کو سوتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے فرمایا ان دونوں کو کیا ہوا؟ انھوں نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! ان دونوں نے لوگوں کے ساتھ عشاء اور تراویح کی نماز پڑھی اور صبح تک نماز پڑھتے رہے اور پھر صبح کی نماز پڑھ کر سو گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا مجھے ساری رات عبادت کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔[4]

حضرت ام درداءؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن حضرت ابودرداءؓ میرے پاس آئے وہ غصہ میں بھرے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا آپ کو غصہ کیوں آرہا ہے؟ انھوں نے فرمایا اللہ کی قسم! مجھے حضرت محمدؐ کے دین میں سے صرف اسی عمل کا پتہ ہے کہ مسلمان اکٹھے ہو کر جماعت سے نماز

۱۔ اخرجه الطبراني وابن خزيمة في صحيحه كذافي الترغيب (ج ۱ ص ۲۳۲) و اخرجه سعيد بن منصور عن ابن عمر نحوه كمافي الكنز (ج ۴ ص ۲۴۴) والبزار كمافي المجمع (ج ۲ ص ۴۰) وقال ورجال الطبراني موثقون

۲۔ اخرجه مالك كذافي الترغيب (ج ۱ ص ۲۳۵) ۳۔ عند عبدالرزاق

۴۔ عند عبدالرزاق ايضا كذافي كنز العمال (ج ۴ ص ۲۴۳)

پڑھتے ہیں (اوراب اس میں سستی شروع ہوگئی ہے)[۱] حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی عشاء کی نماز باجماعت فوت ہوجاتی تو پھر وہ باقی ساری رات عبادت کرتے رہتے۔[۲] ایک روایت میں یہ ہے کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی کوئی نماز باجماعت فوت ہوجاتی تو اگلی نماز تک مسلسل نماز پڑھتے رہتے۔[۳]

حضرت عنبسہ بن ازہرؒ کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کا دستور تھا کہ جب ان میں سے کسی کی شادی ہوتی تو وہ چند دن چھپا رہتا اور فجر کی نماز کے لئے باہر نہ آتا تو حضورؐ کے صحبت یافتہ صحابی حضرت حارث بن حسانؓ کی شادی ہوئی وہ فجر کی نماز کے لئے گھر سے باہر آئے تو کسی نے ان سے کہا کہ آج رات ہی تو آپ کی رخصتی ہوئی ہے اور آپ نماز باجماعت کے لئے گھر سے باہر آرہے ہیں؟ انھوں نے فرمایا اللہ کی قسم! جو عورت مجھے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے سے روکے وہ بری عورت ہے۔[۴]

صفوں کو سیدھا کرنا اور ان کی ترتیب بنانا

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ صف کے کنارے تشریف لے جاتے اور لوگوں کے سینے اور کندھوں کو سیدھا کراتے اور فرماتے صفیں ٹیڑھی نہ بناؤ ورنہ تمہارے دل ٹیڑھے ہوجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ پہلی صف والوں پر رحمت بھیجتے ہیں اور اس کے فرشتے ان کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں۔[۵] حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ صف میں ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک تشریف لے جاتے اور ہاتھ لگا کر ہمارے سینوں اور کندھوں کو سیدھا کرتے اور فرماتے صفیں ٹیڑھی نہ بناؤ۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[۶]

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ ایک دن ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا کیا تم لوگ ایسے صفیں نہیں بناتے جیسے فرشتے اپنے رب کے پاس صفیں بناتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! فرشتے اپنے رب کے پاس صفیں کیسے بناتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ پہلی صفوں کو پورا کرتے ہیں (پھر دوسری صفیں بناتے ہیں) اور صفوں میں مل مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔[۷]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نے حضورؐ کے ساتھ نماز پڑھی پھر آپؐ نے ہمیں اشارے سے بیٹھنے کو فرمایا تو ہم بیٹھ گئے پھر آپؐ نے فرمایا تم لوگ صفیں ایسے کیوں نہیں

۱۔ اخرجه البخاری ۲۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۰۳) و اخرجه الطبرانی ایضا
۳۔ عند البیهقی کمافی الاصابة (ج ۲ ص ۳۴۹) ۴۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر کذافی مجمع الزوائد (ج ۲ ص ۴۱) ۵۔ اخرجه ابن خزیمه فی صحیحه کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۲۸۲) ۶۔ عند ابی داؤد باسناد حسن ۷۔ اخرجه مسلم والاربعة الا الترمذی کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۲۸۳)

بناتے جیسے فرشتے بناتے ہیں۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[۱]

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ ہماری صفوں کو ایسا سیدھا کرتے تھے کہ گویا ان کے ذریعے تیر سیدھے کئے جائیں گے۔ کرتے کرتے آپ کو اندازہ ہوا کہ ہم صفیں سیدھا کرنے کی بات اچھی طرح سمجھ گئے ہیں (اور ہم خود ہی صفیں سیدھی بنانے لگ گئے ہیں تو آپؐ نے صفیں سیدھی کرانا چھوڑ دیں) پھر ایک دن آپؐ باہر تشریف لائے اور نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہو گئے اور آپ تکبیر کہنے ہی والے تھے کہ آپؐ نے دیکھا کہ ایک آدمی کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا ہے تو آپؐ نے فرمایا اے اللہ کے بندو اپنی صفیں سیدھی کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہرے بدل دیں گے (یا تم میں آپس کی مخالفت پیدا کر دیں گے)[۲] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت نعمانؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ آدمی اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے کے ساتھ اور اپنا گھٹنا اس کے گھٹنے کے ساتھ اور اپنا ٹخنہ اس کے ٹخنے کے ساتھ ملا رہا ہے۔[۳]

حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ صفیں سیدھی کرنے کا حکم دیتے (اور اس کے لئے کچھ آدمی بھیجتے جو صفیں سیدھی کراتے) جب وہ لوگ واپس آ کر بتاتے کہ صفیں سیدھی ہو گئی ہیں تو پھر حضرت عمرؓ تکبیر کہتے۔[۴] حضرت ابو عثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ صفیں سیدھی کرنے کا حکم دیتے اور فرماتے اے فلانے! آگے بڑھ جا، اے فلانے! ذرا آگے ہو جا اور غالباً یہ بھی فرماتے تھے کہ کچھ لوگ پیچھے ہٹتے رہیں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں پیچھے کر دیں گے۔[۵] حضرت ابو عثمان نہدیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو میں نے دیکھا کہ وہ جب نماز پڑھانے کیلئے آگے بڑھتے تو لوگوں کے کندھے اور پاؤں دیکھا کرتے۔[۶]

حضرت ابو نضرہؒ کہتے ہیں کہ جب نماز کھڑی ہونے لگتی تو حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے سیدھے ہو جاؤ اے فلانے! آگے ہو جا اے فلانے! پیچھے ہو جا تم لوگ اپنی صفیں سیدھی کرو۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم لوگ صفیں بنانے میں فرشتوں والا طریقہ اختیار کرو پھر یہ آیت پڑھتے وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ (سورت صافات آیت ۱۶۵-۱۶۶) ترجمہ "اور (اللہ کے حضور میں حکم سننے کے وقت یا عبادت کے وقت) ہم صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور ہم (اللہ کی) پاکی بیان کرنے میں بھی لگے رہتے ہیں۔"[۷]

۱۔ عند ابی داؤد و ابن ماجه كمافي الكنز (ج ۴ ص ۲۵۵) ۲۔ اخرجه البخاری

۳۔ عند ابی داؤد ابن حبان فی صحیحه كذافي الترغيب (ج ۱ ص ۲۸۹)

۴۔ اخرجه مالك وعبدالرزاق والبيهقي ۵۔ عند عبدالرزاق

۶۔ عند عبدالرزاق ايضا كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۵۴)

۷۔ اخرجه عبدبن حميد و ابن جرير و ابن ابی حاتم كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۵۵)

حضرت مالکؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن عفانؓ کے ساتھ تھا اور ان سے بات کر رہا تھا کہ وہ میرے لئے کچھ وظیفہ مقرر کر دیں کہ اتنے میں نماز کی اقامت ہو گئی۔ میں ان سے بات کرتا رہا اور وہ اپنی جوتیوں سے کنکریاں برابر کرتے رہے یہاں تک کہ وہ لوگ آ گئے جن کے ذمہ حضرت عثمانؓ نے صفیں سیدھی کرنا لگایا ہوا تھا اور انھوں نے بتایا کہ صفیں سیدھی ہو گئیں تو حضرت عثمانؓ نے مجھ سے فرمایا تم بھی صف میں سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے تکبیر کہی۔ ۱

حضرت علیؓ فرماتے ہیں سیدھے ہو جاؤ تمہارے دل سیدھے ہو جائیں گے اور مل مل کر کھڑے ہو تو تم پر رحم کیا جائے گا۔ ۲

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنا حال تو یہ دیکھا تھا کہ جب تک صفیں مکمل نہ ہو جاتیں نماز کھڑی نہ ہوتی۔ ۳

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحمت بھیجتے ہیں جو صفوں میں نماز کی پہلی صف کی طرف آگے بڑھتے ہیں اور اس کے فرشتے ان کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں۔ ۴

حضرت عبدالعزیز بن رفیعؒ کہتے ہیں حضرت ابن زبیرؓ کے زمانہ خلافت میں مکہ میں مقام ابراہیم کے پاس حضرت عامر بن مسعود قرشی رضی اللہ عنہ نے پہلی صف میں مجھ سے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو میں نے ان سے پوچھا کیا یہ کہا جاتا تھا کہ پہلی صف میں خیر ہے؟ انھوں نے فرمایا ہاں اللہ کی قسم! حضورؐ نے فرمایا اگر لوگوں کو صف اول کے اجر و ثواب کا پتہ چل جائے تو قرعہ ہی سے وہ صف اول میں کھڑے ہو سکیں۔ ۵

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں تم لوگ پہلی صف کو لازم پکڑو اور پہلی صف میں بھی دائیں طرف کو لازم پکڑو اور ستونوں کے درمیان صف بنانے سے بچو (کیونکہ وہاں صف کی جگہ نہیں ہوتی)۔ ۶

حضرت قیس بن عبادؒ کہتے ہیں میں ایک دفعہ مدینہ منورہ گیا۔ جب نماز کھڑی ہوئی تو میں آگے بڑھ کر پہلی صف میں کھڑا ہو گیا۔ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور

۱۔ اخرجه عبدالرزاق والبیهقی عن ابی سهیل بن مالک عن ابیه کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۵۵)

۲۔ اخرجه ابن ابی شیبه کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۵۵)

۳۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۲ ص ۹۰) رجاله رجال الصحیح

۴۔ عند الطبرانی وفیه رجل لم یسم کما قال الهیثمی (ج ۲ ص ۹۲) ۵۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۲ ص ۹۲) رجاله ثقات الا ان عامرا اختلف فی صحبت

۶۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط والکبیر قال الهیثمی (ج ۲ ص ۹۲) وفیه اسماعیل بن مسلم المکی و هو ضعیف

صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے ان کے ساتھ ایک آدمی بھی آیا تھا جس کا رنگ گندمی اور داڑھی ہلکی تھی۔ اس نے لوگوں کے چہرے پر ایک نظر ڈالی اور جب اس نے مجھے دیکھا تو مجھے پیچھے ہٹادیا اور میری جگہ خود کھڑا ہو گیا۔ یہ بات مجھ پر بہت گراں گزری۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا تم میرے اس رویے کا برا نہ مناؤ اور اس کا غم نہ کرو کیا یہ بات تم پر گراں گزری ہے؟ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پہلی صف میں صرف مہاجر اور انصار ہی کھڑے ہوں، میں نے پوچھا کہ یہ صاحب کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔[۱]

حضرت قیسؒ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مدینہ منورہ کی مسجد نبویؐ میں اگلی صف میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی میرے پیچھے سے آیا اور اس نے مجھے زور سے کھینچ کر پیچھے کر دیا اور خود میری جگہ کھڑا ہو گیا سلام پھیر کر وہ میری طرف متوجہ ہوئے تو وہ حضرت ابی بن کعبؓ تھے انھوں نے فرمایا اے نوجوان! اللہ تمھیں غمزدہ نہ کرے یہ حضورؐ کی طرف سے ہمیں حکم تھا پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[۲]

امام کا اقامت کے بعد مسلمانوں کی ضروریات میں مشغول ہونا

حضرت اسامہ بن عمیرؓ فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ نماز کھڑی ہو جاتی تھی اور کوئی آدمی حضورؐ سے اپنی ضرورت کی بات کرنے لگ جاتا اور حضورؐ کے اور قبلہ کے درمیان کھڑا ہو جاتا اور کھڑے ہو کر حضورؐ سے باتیں کرتا رہتا۔ میں بعض دفعہ دیکھتا کہ حضورؐ کے زیادہ دیر کھڑے رہنے کی وجہ سے کچھ لوگ اونگھنے لگتے۔[۳] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ عشاء کی نماز کھڑی ہو جاتی تو حضورؐ کسی آدمی کے ساتھ کھڑے ہو کر بات کرنے لگ جاتے (زیادہ دیر ہو جانے کی وجہ سے) بہت سے صحابہؓ سو جاتے پھر وہ نماز کیلئے اٹھتے۔[۴]

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ موذن جب اقامت کہہ دیتا اور لوگ چپ ہو جاتے تو اس کے بعد حضور ﷺ سے کوئی آدمی ضرورت کی بات کرنے لگتا۔ حضورؐ اس کی ضرورت پوری کرتے اور حضرت انس بن مالکؓ نے بتایا کہ حضورؐ کی ایک چھڑی تھی جس پر آپ ٹیک لگا لیا کرتے۔[۵]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ بہت رحم دل تھے جو بھی آپؐ کے پاس آتا (اور سوال

۱۔ اخرجه الحاكم فى المستدرك (ج ۳ ص ۳۰۳) قال الحاكم و وافقه الذهبى هذا حديث تفرد به الحاكم عن قتادة وهو صحيح الاسناد ۲۔ اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۲۵۲)
۳۔ اخرجه عبدالرزاق كذافى الكنز (ج ۴ ص ۲۴۴) واخرجه عبدالرزاق ايضا وابو الشيخ فى الاذان عن انسؓ مثله كما فى الكنز (ج ۴ ص ۲۷۳) ۴۔ عند ابن عساكر كذافى الكنز (ج ۴ ص ۲۷۳) ۵۔ اخرجه ابو الشيخ فى الاذان كذافى الكنز (ج ۴ ص ۲۷۳)

کرتا اور آپؐ کے پاس کچھ نہ ہوتا) تو اس سے آپؐ وعدہ کر لیتے (کہ جب کچھ آئے گا تو تمہیں ضرور دوں گا) اور اگر کچھ پاس ہوتا تو اسی وقت اسے دے دیتے۔ ایک مرتبہ نماز کی اقامت ہوگئی ایک دیہاتی نے آکر آپؐ کے کپڑے کو پکڑ لیا اور کہا کہ میری تھوڑی سی ضرورت باقی رہ گئی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ میں اسے بھول جاؤں گا، چنانچہ حضورؐ اس کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جب اس کی ضرورت سے فارغ ہوئے تو پھر آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔[1]

حضرت ابو عثمان نہدیؒ کہتے ہیں کہ بعض دفعہ نماز کھڑی ہو جاتی تھی پھر حضرت عمرؓ کے سامنے آکر کوئی آدمی ان سے بات شروع کر دیتا تو بعض دفعہ حضرت عمرؓ کے زیادہ کھڑے رہنے کی وجہ سے ہم میں سے کچھ آدمی بیٹھ جاتے۔[2]

حضرت موسیٰ بن طلحہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفانؓ منبر پر تھے اور موذن نماز کے لیئے اقامت کہہ رہا تھا اس وقت میں نے سنا کہ وہ لوگوں سے حالات اور چیزوں کے بھاؤ پوچھ رہے تھے۔[3] صفیں سیدھی کرنے کے عنوان میں یہ قصہ گزر چکا ہے کہ حضرت مالکؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمانؓ کے ساتھ تھا اور ان سے بات کر رہا تھا کہ اتنے میں نماز کھڑی ہوگئی۔

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں امامت اور اقتداء

صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے بارے میں حضرت عکرمہؒ کی ایک لمبی حدیث ہے۔ اس میں یہ ہے کہ حضرت عباسؓ نے حضرت ابوسفیانؓ سے کہا اے ابوسفیان! مسلمان ہو جاؤ سلامتی پاؤ گے اس پر حضرت ابوسفیانؓ مسلمان ہو گئے پھر حضرت عباسؓ انہیں اپنی قیام گاہ پر لے گئے۔ جب صبح ہوئی تو لوگ وضو کے لیئے بھاگنے دوڑنے لگے۔ حضرت ابوسفیان نے یہ منظر دیکھ کر کہا اے ابو الفضل! ان لوگوں کو کیا ہوا؟ کیا انہیں کوئی حکم ملا ہے؟ حضرت عباسؓ نے کہا نہیں۔ یہ تو نماز کی تیاری کر رہے ہیں۔ حضرت عباسؓ نے انھیں حکم دیا تو انھوں نے بھی وضو کر لیا پھر حضرت عباسؓ انہیں حضور ﷺ کے پاس لے گئے۔ حضورؐ جب نماز شروع کرنے لگے تو آپؐ نے اللہ اکبر کہا۔ اس پر لوگوں نے بھی اللہ اکبر کہا۔ پھر حضورؐ رکوع میں گئے تو لوگ بھی رکوع میں چلے گئے پھر حضورؐ نے سر مبارک اٹھایا تو لوگوں نے بھی سر اٹھا لیا تو حضرت ابوسفیانؓ نے کہا کہ آج جیسا دن میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ یہ مسلمان یہاں سے لے کر وہاں تک سارے حضور کی جتنی اطاعت کر رہے ہیں

۱۔ اخرجه البخاري في الادب المفرد (ص ۴۳) ۲۔ اخرجه ابو الربيع الزهر اني كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۳۰) ۳۔ اخرجه ابن حبان كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۳۴) واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۵۹) عن موسى نحوه

ان سے زیادہ اطاعت نہ تو شرفاء فارس میں دیکھی اور نہ صدیوں سے حکمرانی کرنے والے رومیوں میں۔ حضرت ابوسفیانؓ نے کہا اے ابوالفضل! تمہارا بھتیجا تو بڑے ملک والا ہو گیا تو حضرت عباسؓ نے ان سے کہا نہیں یہ ملک اور بادشاہت نہیں بلکہ نبوت ہے۔[1]

حضرت میمونہؓ فتح مکہ کا غزوہ بیان کرتی ہیں تو اس میں یہ بھی فرماتی ہیں کہ حضورﷺ کھڑے ہو کر وضو کرنے لگے تو صحابہؓ وضو کے پانی پر جھپٹنے لگے اور پانی لے کر اپنے چہروں پر ملنے لگے۔ حضرت ابوسفیانؓ نے کہا اے ابوالفضل! تمہارے بھتیجے کی بادشاہت تو بڑی ہو گئی۔ حضرت عباسؓ نے کہا نہیں یہ بادشاہت نہیں ہے بلکہ نبوت ہے۔ اسی وجہ سے ان لوگوں میں اتنا شوق ہے۔[2]

حضرت عروہؓ بیان کرتے ہیں کہ یہ رات حضرت ابوسفیانؓ نے حضرت عباسؓ کے پاس گزاری۔ صبح کو حضرت ابوسفیانؓ نے دیکھا کہ لوگ نماز کی تیاری کر رہے ہیں استنجاء اور طہارت کے لیئے کھڑے ادھر ادھر آ جا رہے ہیں تو وہ ڈر گئے (کہ مسلمان شاید حملہ کرنے لگے ہیں) اور انھوں نے حضرت عباسؓ سے پوچھا ان لوگوں کو کیا ہوا؟ حضرت عباسؓ نے کہا ان لوگوں نے اذان سن لی ہے، اس لیئے نماز کی تیاری کے لیئے یہ لوگ ادھر ادھر آ جا رہے ہیں پھر جب نماز ہوئی اور حضرت ابوسفیانؓ نے دیکھا کہ حضورؐ کے رکوع کرنے پر تمام صحابہؓ رکوع میں چلے گئے اور حضورؐ کے سجدہ کرنے پر سب نے سجدہ کیا تو انہوں نے کہا اے عباس! حضورؐ انھیں جس بات کا حکم دیتے ہیں یہ اسے فوراً کرتے ہیں۔ حضرت عباسؓ نے کہا جی ہاں۔ اللہ کی قسم! اگر حضورؐ انھیں کھانا پینا چھوڑنے کا حکم دے دیں تو یہ اسے بھی پورا کر دیں گے۔[3] نبی کریمﷺ کے نماز کے شوق کے باب میں حضرت عائشہؓ کی حدیث گزر چکی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ اس کے بعد حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت ابوبکرؓ بہت نرم دل آدمی تھے۔ اس لئے انھوں نے کہا اے عمر آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں، اس کے آپ زیادہ حقدار ہیں، چنانچہ ان دنوں حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ بخاری میں حضرت عائشہؓ کی حدیث میں یہ ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں کسی نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ ابوبکرؓ تو بہت رقیق القلب ہیں جلد رو پڑتے ہیں۔ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ اس نے دوبارہ وہی بات کہی تو حضورؐ نے دوبارہ یہی جواب دیا بلکہ تیسری بار بھی یہی جواب دیا اور فرمایا تم تو حضرت یوسفؑ کی ساتھن (زلیخا) کی طرح ہو (کہ اندر سے کچھ اور اوپر سے کچھ۔ اوپر سے کہہ رہی ہو کہ ابوبکر روتے بہت

۱۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذافی الکنز (ج ۵ ص ۳۰۰)

۲۔ عند الطبرانی فی الصغیر والکبیر قال الھیثمی (ج ۶ ص ۱۶۴) وفیہ یحیی بن سلیمان بن نضلۃ وھو ضعیف۔

۳۔ ذکرہ ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۹۱)

ہیں اور اندر دل میں یہ ہے کہ حضورؐ کی جگہ کھڑے ہونے سے لوگ بدفالی لیں گے جیسے کہ زلیخا نے اوپر سے تو عورتوں کا اکرام کیا اور اندر سے مقصود انہیں حضرت یوسفؑ کو دکھانا تھا) ابو بکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

حضرت عبداللہ بن زمعہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی بیماری بڑھ چکی تھی میں آپؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور مسلمان بھی تھے حضرت بلالؓ نے حضورؐ کو نماز کی اطلاع دی۔ حضورؐ نے فرمایا کسی سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دے، چنانچہ میں وہاں سے باہر گیا تو دیکھا کہ لوگوں میں حضرت عمرؓ تو ہیں اور حضرت ابو بکرؓ نہیں ہیں، میں نے کہا اے عمر! آپ کھڑے ہوں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کھڑے ہوگئے۔ حضرت عمرؓ کی آواز اونچی تھی جب انھوں نے اللہ اکبر کہا تو حضورؐ نے ان کی آواز سن کر فرمایا ابو بکر کہاں ہیں؟ اللہ اور مسلمان اس کا انکار کر رہے ہیں، اللہ اور مسلمان اس کا انکار کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے حضرت ابو بکرؓ کے پاس آدمی بھیج کر بلایا۔ حضرت عمرؓ نے یہ نماز پڑھائی اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ آئے اور پھر انھوں نے لوگوں کو نماز پڑھانی شروع کی۔ حضرت عبداللہ بن زمعہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا تیرا بھلا ہو! اے ابن زمعہ! تم نے یہ کیا کیا؟ اللہ کی قسم! جب تم نے مجھے نماز پڑھانے کو کہا تو میں یہی سمجھا کہ حضور ﷺ نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں کبھی نماز نہ پڑھاتا۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! حضورؐ نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا لیکن جب مجھے حضرت ابو بکرؓ نظر نہ آئے تو حاضرین میں آپ ہی مجھے نماز پڑھانے کے سب سے زیادہ حقدار نظر آئے۔[1] دوسری روایت میں یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرؓ کی آواز سنی تو حضورؐ نے حجرہ سے سر مبارک باہر نکال کر فرمایا نہیں، نہیں لوگوں کو صرف (ابو بکر) ابن ابی قحافہ ہی نماز پڑھائیں۔ یہ بات آپؐ نے بہت غصہ میں فرمائی۔[2] حضرات صحابہ کرامؓ کا امر خلافت میں حضرت ابو بکرؓ کو مقدم سمجھنے کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا میں اس آدمی سے آگے نہیں بڑھ سکتا جسے حضورؐ نے (نماز میں) ہمارا امام بننے کا حکم دیا ہو اور انھوں نے حضورؐ کے انتقال تک ہماری امامت کی ہو اور حضرت علی اور حضرت زبیرؓ نے فرمایا ہم اچھی طرح سے سمجھتے ہیں کہ حضورؐ کے بعد لوگوں میں خلافت کے سب سے زیادہ حقدار حضرت ابو بکرؓ ہیں۔ یہ حضورؐ کے غار کے ساتھی ہیں اور (قرآن کے الفاظ کے مطابق) ثانی اثنین دو میں سے دوسرے ہیں۔ ہم ان کی شرافت اور بزرگی کو خوب پہچانتے ہیں اور حضورؐ نے اپنی زندگی میں انھیں لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

۱۔ اخرجه احمد وهكذا رواه ابو داؤد كما في البداية (ج ۵ ص ۲۳۲) وهكذا اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۶۴۱) وقال هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه

۲۔ عند ابي داؤد كما في البداية (ج ۵ ص ۲۳۲)

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کا انتقال ہوگیا تو انصار نے کہا ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم مہاجرین میں سے ہو۔ حضرت عمرؓ انصار کے پاس گئے اور ان سے کہا کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں؟ لہٰذا تم میں سے کس کا دل اس بات سے خوش ہوسکتا ہے کہ وہ آگے ہو کر حضرت ابو بکرؓ کا امام بنے؟ تمام انصار نے کہا ہم حضرت ابو بکرؓ سے آگے بڑھ کر امام بننے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔[1] حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور میں وہاں موجود تھا، غائب نہیں تھا اور بیمار بھی نہیں تھا، چنانچہ حضورؐ نے جس آدمی کو ہمارے دین یعنی نماز کی امامت کے لیئے پسند فرمایا اسی کو ہم نے اپنی دنیا کے لیئے بھی پسند کرلیا۔[2]

حضرت ابو لیلیٰ کندیؒ کہتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ بارہ تیرہ سواروں کے ساتھ آئے۔ یہ تمام سوار حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ میں سے تھے جب نماز کا وقت آیا تو لوگوں نے کہا اے ابو عبداللہ! (نماز پڑھانے کے لیئے) آگے بڑھیں۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا ہم آپ لوگوں کے امام نہیں بنتے اور آپ لوگوں کی عورتوں سے نکاح نہیں کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کے ذریعہ ہدایت عطا فرمائی ہے چنانچہ ان لوگوں میں سے ایک آدمی آگے بڑھا اور اس نے چار رکعت نماز پڑھائی۔ جب اس نے سلام پھیرا تو حضرت سلمانؓ نے فرمایا ہمیں چار رکعت کی ضرورت نہیں تھی ہمیں چار کی آدھی یعنی دو رکعت نماز کافی تھی۔ ہم تو سفر میں ہیں، اس لیئے ہمیں رخصت پر عمل کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔[3]

حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت اسیدؓ کے بیٹوں کے غلام حضرت ابو سعیدؒ نے کھانا تیار کیا پھر انھوں نے حضرت ابو ذر، حضرت حذیفہ اور حضرت ابن مسعودؓ کو کھانے کے لیئے بلایا یہ حضرات تشریف لے آئے اتنے میں نماز کا وقت ہوگیا تو حضرت ابو ذرؓ نماز پڑھانے کے لیئے آگے بڑھے تو ان سے حضرت حذیفہؓ نے کہا گھر کا مالک آپ کے پیچھے کھڑا ہے وہ امامت کا زیادہ حقدار ہے۔ حضرت ابو ذرؓ نے کہا اے ابن مسعود! کیا یہ بات اسی طرح ہے؟ انھوں نے کہا جی ہاں۔ اس پر حضرت ابو ذرؓ پیچھے آگئے۔ حضرت ابو سعیدؒ کہتے ہیں کہ حالانکہ میں غلام تھا لیکن انھوں نے مجھے آگے کیا آخر میں نے ان سب کی امامت کرائی۔[4] حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ مدینہ کے ایک کنارے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی زمین تھی وہاں ایک مسجد میں نماز کھڑی ہونے لگی۔ مسجد کے امام ایک غلام تھے۔ حضرت ابن عمرؓ نماز میں شریک ہونے کے لیئے اس مسجد میں داخل ہوئے

۱۔ اخرجه النسائي كذافي جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۰۲) ۲۔ كذاذكر في منتخب الكنز (ج ۳ ص ۳۵۳) ۳۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۸۹) واخرجه الطبراني في الكبير وابو ليلى ضعفه ابن معين كما قال الهيثمي (ج ۲ ص ۱۵۶) ۴۔ اخرجه عبدالرزاق

تو اس غلام نے ان سے کہا آپ آگے تشریف لے چلیں اور نماز پڑھائیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا تم اپنی مسجد میں نماز پڑھانے کے زیادہ حقدار ہو، چنانچہ اس غلام نے نماز پڑھائی۔[1]

حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت قیس بن سعد ابن عبادہؓ کے گھر میں تھے ہمارے ساتھ نبی کریم ﷺ کے چند صحابہؓ بھی تھے ہم نے حضرت قیسؓ سے کہا آپ (نماز پڑھانے کے لیئے) آگے بڑھیں انھوں نے کہا میں ایسا کرنے کے لیئے تیار نہیں ہوں۔ میں نے کہا حضورؐ نے فرمایا ہے آدمی اپنے بستر کے اگلے حصہ کا۔ اپنی سواری کا اگلے حصے کا، اور اپنے گھر میں امام بننے کا زیادہ حقدار ہے، چنانچہ انھوں نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا، اس نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔[2]

حضرت علقمہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو ملنے ان کے گھر گئے وہاں نماز کا وقت آ گیا حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! آپ (نماز پڑھانے کے لیئے) آگے بڑھیں کیونکہ آپ کی عمر بھی زیادہ ہے اور علم بھی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے کہا نہیں آپ آگے بڑھیں کیونکہ ہم آپ کے پاس آپ کے گھر میں اور آپ کی مسجد میں آئے ہیں، اس لیئے آپ زیادہ حقدار ہیں؛ چنانچہ حضرت ابوموسیٰؓ آگے بڑھے اور انھوں نے اپنی جوتی اتاری اور نماز پڑھائی۔ جب انھوں نے سلام پھیرا تو حضرت ابن مسعودؓ نے ان سے فرمایا کہ آپ نے جوتے کیوں اتارے؟ کیا آپ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح) مقدس وادی میں ہیں؟[3] اور طبرانی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہؓ نے ان سے کہا اے ابوموسیٰ! آپ جانتے ہی ہیں کہ یہ بات سنت میں سے ہے کہ گھر والا (نماز پڑھانے کے لیئے) آگے بڑھے لیکن حضرت ابو موسیٰؓ نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا اور ان دونوں حضرات میں سے کسی ایک کے غلام نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔

حضرت قیس بن زہیرؒ فرماتے ہیں میں حضرت حنظلہ بن ربیعؓ کے ساتھ حضرت فرات بن حیانؓ کی مسجد میں گیا وہاں نماز کا وقت آ گیا۔ حضرت فراتؓ نے حضرت حنظلہؓ سے کہا آپ (نماز پڑھانے کے لیئے) آگے بڑھیں۔ حضرت حنظلہؓ نے کہا میں آپ کے آگے کھڑا نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ عمر میں مجھ سے بڑے ہیں اور آپ نے ہجرت بھی مجھ سے پہلے کی تھی اور پھر مسجد بھی آپ کی اپنی ہے۔ حضرت فراتؓ نے کہا میں نے حضور ﷺ کو آپ کے بارے میں ایک بات

۱۔ عند عبدالرزاق ایضا کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۴۶)　　۲۔ اخرجه البزار واخرجه الطبرانی فی الاوسط والکبیر قال الهیثمی (ج ۲ ص ۶۵) وفیه اسحق بن یحی بن طلحة ضعفه احمد وابن معین والبخاری ووثقه یعقوب بن شیبة وابن حبان　　۳۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۲ ص ۶۶) رواه احمد وفیه رجل لم یسم ورواه الطبرانی متصلا برجال ثقات. انتهی واخرجه الطبرانی عن ابراهیم مختصر اور جاله رجال الصحیح کما قال الهیثمی

فرماتے ہوئے سنا تھا (اس کے سننے کے بعد) میں کبھی آپ کے آگے نہیں ہوں گا۔ حضرت حنظلہؓ نے کہا غزوہ طائف میں جس دن میں حضور ﷺ کی خدمت میں گیا تھا اور آپ نے مجھے جاسوس بنا کر بھیجا تھا کیا آپ اس دن وہاں موجود تھے؟ حضرت فرات نے کہا جی ہاں۔ پھر حضرت حنظلہؓ آگے بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی اس کے بعد حضرت فراتؓ نے کہا اے قبیلہ بنو عجل والو! میں نے ان کو (امامت کے لیئے) اس لیئے آگے بڑھایا کیونکہ حضورؐ نے غزوہ طائف کے دن ان کو جاسوس بنا کر طائف بھیجا تھا۔ واپس آ کر انھوں نے حضور کو حالات بتائے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ تم سچ کہتے ہو اب اپنے پڑاؤ پر واپس چلے جاؤ کیونکہ آج رات تم جاگتے رہے ہو۔ جب حضرت حنظلہؓ وہاں سے چلے تو حضورؐ نے ہم سے فرمایا ان کی اور ان جیسے لوگوں کی اقتداء کیا کرو۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں میں حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ مکہ مکرمہ گیا تو امیر مکہ حضرت نافع بن علقمہؓ نے باہر آ کر ہمارا استقبال کیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ آپ اپنے پیچھے مکہ والوں کا امیر کس کو بنا کر آئے ہیں؟ حضرت نافعؓ نے کہا حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰؓ کو۔ حضرت عمرؓ نے کہا آپ نے تو مکہ میں ایک غلام کو ایسے لوگوں کا امیر بنا دیا ہے جو قریش میں سے ہیں اور حضور ﷺ کے صحابی ہیں۔ حضرت نافعؓ نے کہا جی ہاں میں نے حضرت عبدالرحمٰنؓ کو سب سے زیادہ اور سب سے اچھا قرآن پڑھنے والا پایا اور مکہ ایسی سرزمین ہے جہاں ساری دنیا کے لوگ آتے ہیں تو میں نے چاہا کہ لوگ (نماز میں) ایسے آدمی سے قرآن سنیں جو اچھا قرآن پڑھتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے بہت اچھا کیا واقعی عبدالرحمٰن بن ابزیٰؓ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قرآن کی وجہ سے بلند کرتے ہیں۔[2]

حضرت عبید بن عمیرؒ فرماتے ہیں حج کے موسم میں مکہ کے پاس ایک چشمہ پر ایک جماعت جمع ہو گئی جب نماز کا وقت آیا تو ابو السائب کے خاندان کا ایک آدمی نماز پڑھانے کے لیئے آگے بڑھا۔ اس کی زبان فصیح اور صاف نہیں تھی تو حضرت مسور بن مخرمہؓ نے اسے پیچھے کر دیا اور دوسرے آدمی کو آگے کر دیا۔ یہ بات حضرت عمر بن خطابؓ تک پہنچ گئی۔ وہاں تو حضرت عمرؓ نے انھیں کچھ نہ کہا جب مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت عمرؓ نے حضرت مسورؓ سے باز پرس کی۔ حضرت مسورؓ نے کہا اے امیر المومنین! آپ ذرا مجھے مہلت دیں۔ بات یہ ہے کہ اس کی زبان فصیح اور صاف نہیں تھی اور موسم حج کا تھا تو مجھے یہ خطرہ ہوا کہ حجاج کرام اس کی قرات سن کر اسے ہی اختیار کر لیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر تم نے ٹھیک کیا۔[3]

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۵) رواه الطبرانی فی الکبیر ورجاله موثقون اه ورواه ایضا ابو یعلی والبغوی وابن عساکر عن قیس نحوه کما فی الکنز (۷ ص ۲۸) ۲۔ اخرجه ابو یعلی فی مسنده کذافی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۲۱۶) ۳۔ اخرجه عبدالرزاق والبیهقی کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۴۶)

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے کچھ لوگوں کو نماز پڑھائی اور نماز کے بعد ان سے کہا میں امامت کے لیئے آگے بڑھنے سے پہلے آپ سے پوچھنا بھول گیا کیا آپ میرے نماز پڑھانے پر راضی ہیں؟ ان لوگوں نے کہا جی ہاں اور اے حضور ﷺ کے خاص صحابی! آپ کے نماز پڑھانے کو کون نا پسند کر سکتا ہے؟ حضرت طلحہؓ نے فرمایا میں نے حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو لوگوں کو نماز پڑھائے اور لوگ اس کے نماز پڑھانے پر راضی نہ ہوں تو اس کی نماز کانوں سے بھی اوپر نہیں جاتی یعنی اللہ تعالی اسے قبول نہیں فرماتے۔[1]

حضرت انس بن مالکؓ بعض دفعہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پیچھے نماز نہ پڑھا کرتے تھے (کیونکہ شروع میں یہ بھی بنو امیہ کے خلفاء کی طرح بعض دفعہ نماز کو اتنی دیر سے پڑھتے تھے کہ نماز کا وقت ختم ہو جاتا تھا بعد میں جب یہ خود خلیفہ بنے تھے تو پھر صحیح وقت پر پڑھنے لگ گئے تھے) تو حضرت عمرؒ نے ان سے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ حضرت انسؓ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے جب تم ان جیسی نماز پڑھتے ہو تو میں تمہارے ساتھ نماز پڑھتا ہوں اور جب تم ان جیسی نماز نہیں پڑھتے ہو تو میں اپنی نماز پڑھ کر گھر چلا جاتا ہوں۔[2]

حضرت ابوایوبؓ بعض دفعہ مروان بن حکم کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے تھے تو ان سے مروان نے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ حضرت ابوایوبؓ نے فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اگر تم ان جیسی نماز پڑھتے ہو تو میں تمہارے ساتھ پڑھتا ہوں اور اگر تم ان جیسی نہیں پڑھتے ہو تو میں اپنی نماز پڑھ کر گھر چلا جاتا ہوں۔[3]

حضرت ابو خالد بجلیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا کیا حضور ﷺ آپ لوگوں کو اسی طرح نماز پڑھایا کرتے تھے؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کیا تمہیں میری نماز میں کوئی اشکال ہے؟ میں نے کہا میں اسی کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا ہاں حضور مختصر نماز پڑھاتے تھے اور حضور کا قیام اتنی دیر ہوتا تھا جتنی دیر میں موذن مینار سے اتر کر صف میں پہنچ جائے۔[4] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابو خالدؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو مختصر نماز پڑھاتے ہوئے دیکھا۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ (اتنی مختصر) نماز پڑھا

۱۔ اخرجہ الطبرانی قال الهیثمی (ج ۲ ص ۶۸) رواہ الطبرانی فی الکبیر من روایة سلیمان بن ایوب الطلحی قال فیه ابو زرعة عامة احادیثه لا یتابع علیها وقال صاحب المیزان صاحب مناکیر وقد وثق ۲۔ اخرجہ احمد قال الهیثمی (۲ ص ۶۸) رواہ احمد ورجاله ثقات

۳۔ اخرجہ الطبرانی قال الهیثمی (ج ۲ ص ۶۸) رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجاله ثقات

۴۔ اخرجہ احمد قال الهیثمی (ج ۲ ص ۷۱) رواہ احمد وله فی روایة رایت ابا هریرة صلی صلاة تجوز فیها رواہ احمد وروی ابو یعلی الاول ورجالهما ثقات

کرتے تھے کہ آج تم میں سے کوئی اتنی مختصر نماز پڑھا دے تو تم اسے بہت بڑا عیب سمجھو۔[1]

حضرت عدی بن حاتمؓ ایک مجلس میں تشریف لے گئے اتنے میں نماز کھڑی ہوگئی ان لوگوں کے امام نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ وہ امام صاحب نماز میں کافی دیر بیٹھے رہے وہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عدیؓ نے فرمایا تم میں سے جو ہمارا امام بنے اسے چاہئے کہ وہ رکوع سجدہ تو پورا کرے (لیکن قیام اور قعدہ کو لمبا نہ کرے) کیونکہ اس کے پیچھے چھوٹے، بڑے، بیمار، مسافر اور ضرورت مند ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ اس کے بعد جب اگلی نماز کا وقت آیا تو حضرت عدیؓ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی رکوع سجدہ پورا کیا اور باقی نماز یعنی (قیام اور قعدہ) کو مختصر کیا اور نماز سے فارغ ہو کر فرمایا ہم لوگ حضور ﷺ کے پیچھے اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔[2]

حضور ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کا نماز میں رونا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ رات گزارا کرتے تھے پھر حضرت بلالؓ اذان دے کر حضور کو بلایا کرتے پھر حضور کھڑے ہو کر غسل کرتے اب بھی مجھے حضورؐ کے رخسار اور بالوں پر پانی گرتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ پھر حضورؐ باہر تشریف لے جاتے اور نماز پڑھاتے۔ میں حضورؐ کے رونے کی آواز سنا کرتی۔ آگے اور حدیث بھی ذکر کی۔[3]

حضرت عبید بن عمیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آپ نے حضور ﷺ کی سب سے زیادہ عجیب بات جو دیکھی ہو وہ ہمیں بتا دیں۔ پہلے تو وہ خاموش ہوگئیں پھر فرمایا ایک رات حضورؐ نے فرمایا اے عائشہ! مجھے چھوڑو، آج رات میں اپنے رب کی عبادت کروں۔ میں نے عرض کیا اللہ کی قسم! مجھے آپ کا قرب بھی پسند ہے اور جس کام سے آپ کو خوشی ہو وہ بھی پسند ہے۔ چنانچہ حضورؐ اٹھے اور وضو کیا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور نماز میں روتے رہے اور اتنا روئے کہ آپؐ کی گود گیلی ہوگئی اور بیٹھ کر اتنا روئے کہ آپؐ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی پھر (سجدہ میں) اتنا روئے کہ زمین تر ہوگئی پھر حضرت بلالؓ حضورؐ کو نماز کی اطلاع دینے آئے جب انہوں نے حضور کو روتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ! آپ رو رہے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ آج رات مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے کہ جو آدمی اسے پڑھے اور اس میں غور و فکر نہ کرے اس کے لیئے ہلاکت ہے وہ آیت یہ ہے اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے لے کر

۱۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۲ ص ۷۱) رواه احمد ورجاله ثقات ۲۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۲ ص ۷۳) رواه الطبرانی فی الکبیر بطوله وهو عند الامام احمد باختصار ورجال الحدیثین ثقات انتهی ۳۔ اخرجه ابو یعلی قال الهیثمی (ج ۲ ص ۸۹) رجاله رجال الصحیح

آخر تک (سورت آل عمران آیت ۱۹۰) ترجمہ "بلا شبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں دلائل ہیں اہل عقل کے لیے۔"[۱]

حضرت مطرفؒ کے والدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضورﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور آپؐ کے سینے سے رونے کی ایسی آواز آرہی تھی جیسے چکی کے چلنے کی ہوتی ہے[۲] نسائی کی روایت میں یہ ہے کہ سینے سے رونے کی ایسی آواز آرہی تھی جیسے ہنڈیا پکنے کی ہوتی ہے۔[۳]

حضرت عبداللہ بن شداد بن الہاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں صبح کی نماز میں آخری صف میں تھا میں نے حضرت عمرؓ کے رونے کی آواز سنی وہ سورت یوسف پڑھ رہے تھے۔ پڑھتے پڑھتے اس آیت تک پہنچے اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ (سورت یوسف آیت ۸۶) ترجمہ "میں تو اپنے رنج وغم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں"[۴] حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں نے حضرت عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو میں نے تین صف پیچھے سے ان کے رونے کی آواز سنی[۵]

نماز میں خشوع خضوع

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نماز میں ادھر ادھر متوجہ نہیں ہوا کرتے تھے۔[۶]

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نماز میں اس طرح کھڑے ہوتے جیسے کہ وہ لکڑی ہوں اور حضرت ابوبکرؓ بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں یہ ہے نماز میں خشوع[۷] حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ جیسے وہ کوئی لکڑی ہوں (بالکل حرکت نہ کرتے) اور یہ کہا جاتا تھا کہ یہ بات نماز کے خشوع میں سے ہے۔[۸]

حضرت ابن منکدرؒ کہتے ہیں اگر تم حضرت ابن زبیرؓ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لو تو تم کہو گے یہ کسی درخت کی ٹہنی ہے جسے ہوا ہلا رہی ہے اور منجنیق کے پتھر ادھر ادھر گرا کرتے تھے لیکن وہ نماز میں ان پتھروں کی بالکل پرواہ نہ کرتے۔[۹]

۱۔ اخرجه ابن حبان فی صحیحه كذافی الترغيب (ج ۳ص ۳۲) ۲۔ اخرجه ابو داؤد
۳۔ كذافی الترغيب (ج ۱ ص ۲۱۵) واخرجه ایضا الترمذی فی الشمائل قال الحافظ (ج ۲ ص ۱۴۱) واسناده قوی وصححه ابن خزیمة وابن حبان والحاكم ۴۔ اخرجه عبدالرزاق وسعيد بن منصور وابن ابی شيبة وابن سعد والبيهقی كذافی منتخب الكنز (ج ۴ص ۳۸۷) ۵۔ عند ابی نعيم فی الحلية (ج ۱ ص ۵۲) ۶۔ اخرجه احمد فی الزهد كذافی منتخب الكنز (۳ص ۳۴۷)
۷۔ اخرجه ابن سعد وابن شيبة كذافی منتخب الكنز (ج ۴ص ۳۶۰)
۸۔ اخرجه ابو نعيم فی الحلية (ج ۱ ص ۳۳۵) صحيح كما فی الاصابة (ج ۲ ص ۳۱۰)
۹۔ اخرجه ابو نعيم فی الحلية (ج ۱ ص ۳۳۵)

حضرت زید بن عبداللہ شیبانیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا کہ جب وہ نماز کے لیئے جاتے تو بہت ہی آہستہ چلتے۔ اگر کوئی چیونٹی ان کے ساتھ چلتی تو وہ اس چیونٹی سے بھی آگے نہ نکل سکتے۔[۱]

حضرت واسع بن حبانؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نماز میں یہ چاہتے تھے کہ ان کے جسم کی ہر چیز قبلہ رخ رہے یہاں تک کہ وہ اپنے انگوٹھے کو بھی قبلہ رخ رکھتے تھے۔[۲]

حضرت عطاءؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن زبیرؓ جب نماز پڑھا کرتے تو (بالکل حرکت نہ کرتے اور) ایسا معلوم ہوتا کہ وہ کوئی ابھری ہوئی چیز ہیں جسے زمین میں گاڑا ہوا ہے۔[۳]

حضرت اعمشؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ جب نماز پڑھتے تو ایسے لگتا کہ جیسے وہ پڑا ہوا کپڑا ہوں۔[۴]

حضرت طاؤسؒ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی طرح نماز میں قبلہ رخ رہنے میں بہت زیادہ اہتمام کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا وہ نماز میں اپنا چہرہ ہاتھ اور پاؤں قبلہ رخ رکھنے کا سختی سے اہتمام کرتے تھے۔[۵] حضرت ابو بردہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ میں نے انہیں سجدہ میں یہ کہتے ہوئے سنا اے اللہ! تو میرا سب سے زیادہ محبوب بن جا اور مجھے ہر چیز سے زیادہ اپنے سے ڈرنے والا بنادے اور انھیں سجدہ میں یہ کہتے ہوئے بھی سنا اے میرے رب! چونکہ آپ نے مجھ پر بڑے بڑے انعامات فرمائے ہیں، اس لیئے میں کبھی بھی مجرموں کی مدد نہیں کروں گا۔[۶]

حضرت عائشہؓ کی والدہ حضرت ام رومانؓ فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ نماز پڑھ رہی تھی نماز میں ادھر ادھر جھکنے لگی، حضرت ابو بکرؓ نے دیکھ لیا تو مجھے اس زور سے ڈانٹا کہ میں (ڈر کی وجہ سے) نماز توڑنے کے قریب ہوگئی پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ جب کوئی شخص نماز میں کھڑا ہو تو اپنے تمام بدن کو بالکل سکون سے رکھے یہود کی طرح ہلے نہیں۔ بدن کے تمام اعضاء کا نماز میں بالکل سکون سے رہنا نماز کے پورا ہونے کا جزو ہے۔[۷]

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۵۴) ۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۵۷)
۳۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۳۵) واخرجه الطبراني في الكبير نحوه قال الهيثمي (ج ۲ ص ۱۳۶) ورجاله رجال الصحيح ۴۔ اخرجه الطبراني في الكبير قال الهيثمي (ج ۲ ص ۱۳۶) ورجاله موثقون والا عمش لم يدرک ابن مسعود
۵۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۰۳) ۶۔ عند ابي نعيم ايضا. ۷۔ اخرجه ابن عدي وابو نعيم في الحلية (ج ۹ ص ۳۰۴) وابن عساكر كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۳۰)

نبی کریم ﷺ کا موکدہ سنتوں کا اہتمام فرمانا

حضرت عبداللہ بن شقیقؒ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہؓ سے حضور ﷺ کی سنت نمازوں کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ حضورؐ ظہر سے پہلے میرے گھر میں چار رکعت نماز پڑھتے پھر باہر تشریف لے جا کر لوگوں کو نماز پڑھاتے پھر میرے گھر واپس آ کر دو رکعت نماز پڑھتے۔ آپؐ لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھاتے پھر میرے گھر واپس آ کر دو رکعت نماز پڑھتے پھر آپؐ لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے پھر میرے گھر واپس آ کر دو رکعت نماز پڑھتے پھر رات کو نو رکعت نماز پڑھتے جن میں وتر کی نماز بھی شامل ہوتی اور رات کو کبھی بہت دیر تک کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور کبھی بہت دیر تک بیٹھ کر نماز پڑھتے۔ جب کھڑے ہو کر قراءت فرماتے تو کھڑے ہو کر ہی رکوع سجدہ فرماتے اور جب بیٹھ کر قراءت فرماتے تو بیٹھ کر ہی رکوع سجدہ فرماتے اور جب صبح صادق ہو جاتی اور فجر کا وقت ہو جاتا تو آپؐ دو رکعت نماز پڑھتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو فجر کی نماز پڑھاتے۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ فجر کی دو سنتوں سے زیادہ اور کسی سنت کا اہتمام نہیں فرماتے تھے۔[2] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے حضور ﷺ کو فجر سے پہلے کی دو رکعتوں کے لیئے جتنی جلدی کرتے ہوئے دیکھا ہے خیر کے کسی کام میں اور مال غنیمت میں اتنی جلدی کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔[3]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعت اور صبح سے پہلے دو رکعت کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔[4]

حضرت بلالؓ صبح کی نماز کی اطلاع دینے کے لیئے حضور ﷺ کے پاس آئے حضرت عائشہؓ ان سے کچھ بات پوچھنے لگ گئیں جس میں دیر ہو گئی اور صبح کا چاندنا زیادہ ہو گیا حضرت بلالؓ نے کھڑے ہو کر حضورؐ کو خبر کی اور مسلسل خبر کرتے رہے لیکن حضورؐ فوری طور پر باہر تشریف نہ لائے بلکہ تھوڑی دیر کے بعد باہر آئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی پھر حضرت بلالؓ نے حضورؐ کو بتایا کہ حضرت عائشہؓ مجھ سے کچھ پوچھنے لگ گئی تھیں جس کی وجہ سے مجھے دیر ہو گئی تھی پھر میں نے آپ کو بار بار اطلاع کی لیکن آپؐ فوراً باہر تشریف نہ لائے بلکہ کچھ دیر میں آئے اس کی کیا وجہ ہے؟ حضورؐ نے فرمایا میں نے فجر کی دو رکعت سنت پڑھی تھیں اس وجہ سے مجھے باہر آنے میں دیر ہو گئی۔ حضرت

۱۔ اخرجه مسلم انفرد باخراجه مسلم كذافی صفة الصفوة (ج ۱ ص ۷۵) واخرجه ابو داؤد والترمذی بعضه كما فی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۱۱۰) ۲۔ اخرجه الشيخان وغيرهما

۳۔ فی رواية لابن خزيمة كذافی الترغيب (ج ۱ ص ۳۶۱) ۴۔ اخرجه البخاری.

بلالؓ نے کہا یا رسول اللہ! (آپ سنت نہ پڑھتے کیونکہ) صبح تو بہت زیادہ روشن ہوگئی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا اگر صبح اس سے بھی زیادہ روشن ہو جاتی تو بھی میں یہ دو رکعت نماز ضرور پڑھتا اور بہت اچھے اور عمدہ طریقہ سے پڑھتا۔[۱]

حضرت قابوسؒ نقل کرتے ہیں کہ میرے والد نے حضرت عائشہؓ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ کس نماز کو پابندی سے پڑھنا حضور ﷺ کو زیادہ پسند تھا؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ظہر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھتے تھے اور ان میں لمبا قیام فرماتے اور رکوع سجدہ اچھی طرح کرتے۔[۲]

حضرت عبداللہ بن سائبؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ظہر سے پہلے اور زوال کے بعد چار رکعت نماز پڑھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ ایسی گھڑی ہے جس میں آسمان کے دروازے کھلتے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس گھڑی میں میرا کوئی نیک عمل اوپر چلا جائے۔[۳]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ظہر سے پہلے چار اور ظہر کے بعد دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔[۴] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب ظہر سے پہلے چار رکعت نماز نہ پڑھ سکتے تو انہیں ظہر کے بعد پڑھا کرتے تھے۔[۵]

حضرت ابوایوبؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ میرے مہمان بنے تو میں نے دیکھا کہ آپؐ ہمیشہ ظہر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے کہ جب سورج ڈھل جاتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ظہر تک ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں ہوتا، اس لیئے میں چاہتا ہوں کہ اس گھڑی میں میرے لیئے خیر کا کوئی عمل اوپر چلا جائے۔[۶]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ عصر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ چار رکعت کے درمیان بیٹھ کر التحیات پڑھتے اور اس میں (السلام علینا و علی عباد اللّٰه الصالحین کہہ کر) مقرب فرشتوں اور مسلمانوں اور مومنوں پر سلام بھیجتے۔[۷]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ عصر سے پہلے دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔[۸]

۱۔ اخرجه ابوداؤد (ج ۲ ص ۲۵۹) واسناده حسن كما قال النووى فى رياض الصالحين (ص ۴۱۶) ۲۔ اخرجه ابن ماجه وقابوس هو ابن ابى ظبيان وثق وصحح له الترمذى وابن خزيمة والحاكم لكن المرسل الى عائشة مبهم كذافى الترغيب (ج ۱ ص ۳۶۴)

۳۔ اخرجه احمد والترمذى قال الترمذى حديث حسن غريب كذافى الترغيب (ج ۱ ص ۳۶۴)

۴۔ اخرجه الترمذى (ص ۵۷) ۵۔ واخرجه ايضا الترمذى وحسنه ۶۔ اخرجه الطبرانى فى الكبير والاوسط كذافى الترغيب (ج ۱ ص ۳۶۴) والكنز (ج ۴ ص ۱۸۹)

۷۔ اخرجه الترمذى (ص ۵۸) وحسنه ۸۔ اخرجه ابو داؤد واسناده صحيح كما فى الرياض (ص ۴۱۹) واخرجه ابو يعلى والطبرانى فى الكبير والاوسط عن ميمونة رضى الله عنها مثل حديث على كمافى المجمع (ج ۲ ص ۲۲۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ مغرب کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور ان میں اتنی لمبی قرات فرماتے تھے کہ مسجد والے صحابہؓ (اپنی اپنی نماز پوری کر کے) ادھر ادھر بکھر جاتے تھے۔[1]

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کا موکدہ سنتوں کا اہتمام کرنا

حضرت عمرؓ نے فجر سے پہلے کی سنتوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ دو رکعتیں مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ پسند ہیں۔[2]

حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ ظہر سے پہلے نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کونسی نماز ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ نماز تہجد کی نماز کی طرح شمار ہوتی ہے۔[3]

حضرت عبداللہ بن عتبہؒ کہتے ہیں کہ میں نے ظہر سے پہلے حضرت عمرؓ کے ساتھ ان کے گھر میں چار رکعت نماز پڑھی۔[4]

حضرت حذیفہ بن اسیدؒ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جب زوال کا وقت ہو جاتا تو حضرت علی بن ابی طالبؓ چار رکعت نماز بہت لمبی پڑھتے۔ میں نے ان سے ان رکعتوں کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ آگے حضرت ابوایوبؓ جیسی حدیث ذکر کی ہے۔[5]

حضرت عبداللہ بن یزیدؒ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے سب سے زیادہ تعلق رکھنے والے ایک آدمی نے مجھے بتایا کہ جب سورج ڈھل جاتا تو حضرت ابن مسعودؓ کھڑے ہو کر چار رکعت نماز پڑھتے اور ان میں (سو سے زیادہ آیتوں والی) مئین سورتوں میں سے دو سورتیں پڑھتے۔ پھر جب موذن اذان دیتے تو پورے کپڑے پہنتے اور نماز کے لیے چلے جاتے۔[6]

حضرت اسود، حضرت مرہ اور حضرت مسروقؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا دن کی نمازوں میں سے صرف ظہر کی نماز سے پہلے کی چار رکعتیں رات کی تہجد کے برابر ہیں اور دن کی

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۳۰) وفیه یحیی بن عبدالحمید الحمانی وهو ضعیف

۲۔ اخرجه ابن ابی شیبة عن سعید بن جبیر کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۰۱)

۳۔ اخرجه ابن جریر کذافی الکنز (ج ۴ ص ۱۸۹)

۴۔ عند ابن ابی شیبة کذافی الکنز (ج ۴ ص ۱۹۸)

۵۔ اخرجه ابن ابی شیبة کذافی الکنز (ج ۴ ص ۱۸۹)

۶۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۲۱) وفیه راو لم یسم

تمام نمازوں پر ان چار رکعتوں کو ایسی فضیلت ہے جیسے نماز با جماعت کو اکیلے کی نماز پر۔[1]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ دن کی نمازوں میں سے صرف ظہر سے پہلے کی چار رکعتوں کو رات کی تہجد کے برابر سمجھتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ یہ چار رکعت رات کی چار رکعت کے برابر ہیں۔[2]

حضرت براءؓ ظہر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور حضرت ابن عمرؓ سے بھی یہی روایت ہے۔[3] جب سورج ڈھل جاتا تو حضرت ابن عمرؓ مسجد میں جا کر ظہر سے پہلے بارہ رکعت نماز پڑھتے پھر بیٹھ جاتے۔ حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ ظہر سے پہلے آٹھ رکعت اور ظہر کے بعد چار رکعت پڑھتے۔[4]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھے تین کاموں کا حکم دیا۔ میں جب تک زندہ رہوں گا انہیں کبھی نہیں چھوڑوں گا ان میں سے ایک کام یہ ہے کہ میں عصر سے پہلے چار رکعت پڑھا کروں، لہٰذا میں جب تک زندہ رہوں گا یہ رکعتیں ضرور پڑھا کروں گا۔[5] حضرت علیؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھے۔[6]

حضرت ابو فاختہؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: مغرب اور عشاء کے درمیان والی نماز کا نام صلوۃ الغفلۃ ہے پھر حضرت علیؓ نے فرمایا لیکن اب تم اس نماز کے بارے میں غفلت میں پڑ چکے ہو (کہ پڑھتے نہیں ہو)۔[7]

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا جو مغرب کے بعد چار رکعت نماز پڑھے وہ غزوے کے بعد غزوہ کرنے والے کی طرح شمار ہوگا۔[8]

۱۔ عند الطبرانی فی الکبیر ایضا قال الھیثمی (ج ۲ ص ۲۲۱) وفیہ بشیر بن الولید الکندی وثقہ جماعۃ وفیہ کلام وبقیۃ رجال رجال الصحیح. انتھی وقال المنذری فی ترغیبہ (ج ۱ ص ۳۶۵) وھو موقوف لاباس بہ ۲۔ اخرجہ ابن جریر کذافی الکنز (ج ۴ ص ۱۸۹)

۳۔ اخرجہ ابن جریر کما فی الکنز (ج ۴ ص ۱۸۹) ۴۔ اخرجہ ابن جریر ایضا کذافی الکنز (ج ۴ ص ۱۸۹) ۵۔ اخرجہ ابن النجار ۶۔ عند ابن جریر کذافی الکنز (ج ۴ ص ۱۹۱)

۷۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذافی الکنز (ج ۴ ص ۱۹۲)

۸۔ اخرجہ ابن زنجویہ کذافی الکنز (ج ۴ ص ۱۹۳)

نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کا تہجد کی نماز کا اہتمام کرنا

حضرت عبداللہ بن ابی قیسؒ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا تہجد کی نماز نہ چھوڑنا کیونکہ حضور ﷺ کبھی تہجد کی نماز نہیں چھوڑا کرتے تھے اور حضورؐ جب بیمار ہوتے یا تھکے ہوئے ہوتے تو بیٹھ کر تہجد پڑھ لیتے۔[1]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا (سورت مزمل آیت ۱۔۲) ترجمہ ''اے کپڑوں میں لپٹنے والے! رات کو (نماز میں) کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات'' نازل ہوئی تو تہجد کی نماز ہم پر فرض ہوگئی اور ہم رات کو اتنی تہجد پڑھتے کہ ہمارے پاؤں سوج جاتے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر رخصت عنایت فرمادی علم ان سیکون منکم مرضی سے لے کر آخر تک (سورت مزمل آیت ۲۰) ترجمہ ''اس کو (یہ بھی) معلوم ہے کہ بعضے آدمی تم میں بیمار ہوں گے'' (اس آیت کے نازل ہونے پر تہجد کی فرضیت ختم ہوگئی لیکن نفل نمازوں میں سب سے افضل ہونا باقی رہا)۔[2]

حضرت سعد بن ہشامؒ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور پھر مدینہ منورہ گئے تاکہ وہاں کی اپنی ساری جائیداد بیچ کر گھوڑے اور اسلحہ خرید لیں اور مرتے دم تک روم والوں سے جہاد کرتے رہیں۔ راستہ میں ان کی اپنی قوم کے کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی جنہوں نے انھیں بتایا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ان کی قوم کے کچھ آدمیوں نے بھی ایسا کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن حضور ﷺ نے ان سے فرمایا تھا کیا آپ لوگ میرے طریقے پر نہیں چلتے؟ اور انھیں ایسا کرنے سے منع فرمادیا تھا۔ اس پر حضرت سعدؒ نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا اور ان لوگوں کو اپنے اس رجوع پر گواہ بنایا پھر ہمارے پاس واپس آئے اور حضرت سعدؒ نے ہمیں بتایا کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس گیا تھا اور ان سے وتر کے بارے میں پوچھا تھا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا آدمی نہ بتاؤں جو تمام روئے زمین والوں میں حضور ﷺ کے وتر کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے؟ میں نے کہا ضرور بتائیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا حضرت عائشہؓ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو اور وہ جو جواب دیں وہ واپس آ کر مجھے بھی بتانا، چنانچہ میں حضرت حکیم بن افلحؓ کے پاس گیا اور میں نے ان سے عرض کیا کہ وہ میرے ساتھ حضرت عائشہؓ کے پاس چلیں۔ حضرت حکیمؓ نے کہا نہیں

۱؎ اخرجه ابو داؤد وابن خزیمة کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۴۰۱)

۲؎ اخرجه البزار قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۵۱) وفیه علی بن زید وفیه کلام وقد وثق. انتهی.

میں تو ان کے قریب بھی نہیں جاؤں گا کیونکہ میں نے انہیں (حضرت علی اور حضرت معاویہ ؓ کی) ان دو جماعتوں کے بارے میں کچھ فرمانے سے منع کیا تھا لیکن وہ نہ مانیں اور اس بارے میں بہت کچھ کر گزریں۔ حضرت سعد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حکیمؓ کو قسم دی تو وہ میرے ساتھ چل پڑے۔ چنانچہ ہم دونوں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت حکیم کو پہچان لیا اور فرمایا کیا تم حکیم ہو؟ حضرت حکیمؓ نے کہا جی ہاں۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ حضرت حکیم نے کہا یہ سعد بن ہشام ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا ان کے والد کونسے ہشام ہیں؟ حضرت حکیم نے کہا وہ ابن عامر ہیں۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے حضرت عامر کے لیئے دعائے رحمت کی اور فرمایا عامر تو بہت اچھے آدمی تھے پھر میں نے کہا اے ام المومنین! حضور ﷺ کے اخلاق کے بارے میں آپ مجھے بتائیں حضرت عائشہؓ نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں پڑھتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا حضورؐ کے اخلاق قرآن کے مطابق تھے۔ یہ جواب سن کر میں نے مجلس سے اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن پھر خیال آیا کہ حضورؐ کے رات کے قیام کے بارے میں بھی پوچھ لوں تو میں نے عرض کیا اے ام المومنین! آپ مجھے حضورؐ کے رات کے قیام کے بارے میں بھی بتائیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کیا تم سورت مزمل نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں پڑھتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا اس سورت کے شروع میں اللہ تعالی نے رات کا قیام فرض کیا تھا، چنانچہ حضورؐ اور آپؐ کے صحابہؓ سال بھر مسلسل رات کو اتنا لمبا قیام کرتے رہے کہ ان کے پاؤں سوج گئے اور اللہ تعالی نے بارہ مہینے تک اس سورت کی آخری آیت کو آسمان میں روکے رکھا پھر اللہ تعالی نے آخری حصہ کو نازل فرما کر رات کے قیام میں تخفیف کردی، چنانچہ رات کا قیام پہلے فرض تھا پھر بعد میں نفل ہو گیا۔ یہ جواب سن کر میں نے اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن پھر خیال آیا کہ حضورؐ کے وتر کے بارے میں بھی پوچھ لوں تو میں نے کہا اے ام المومنین! آپ مجھے حضورؐ کے وتر کے بارے میں بھی بتائیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہم حضورؐ کے لیئے مسواک اور وضو کا پانی تیار کر کے رکھ دیتے تھے تو پھر رات کو جب اللہ آپ کو اٹھاتے تو آپؐ مسواک کر کے وضو کرتے پھر آٹھ رکعت پڑھتے اور ان میں صرف آٹھویں رکعت کے بعد بیٹھتے اور بیٹھ کر ذکر و دعا کرتے اور سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو جاتے اور نویں رکعت پڑھتے اس کے بعد بیٹھ کر (التحیات میں) ذکر و دعا کرتے اور پھر اتنی آواز سے سلام پھیرتے جو ہمیں سنائی دیتا پھر سلام کے بعد بیٹھ کر دو رکعت نماز پڑھتے اس طرح اے میرے بیٹے! حضورؐ کی گیارہ رکعت ہو جاتیں۔ پھر جب حضورؐ کی عمر ذرا زیادہ ہو گئی اور آپؐ کا جسم بھاری ہو گیا تو آپؐ سات رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے اور پھر بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے اے میرے بیٹے! اس طرح یہ کل نو رکعت ہو جاتیں۔ حضور ﷺ جب کوئی نماز شروع فرماتے تو آپ کو یہ پسند تھا کہ اسے پابندی سے

پڑھیں، اس لیئے اگر نیند کی زیادتی یا درد یا کسی بیماری کی وجہ سے آپ کا رات کا قیام رہ جاتا تو آپ دن میں بارہ رکعت پڑھتے اور مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ حضورؐ نے کبھی ساری رات فجر تک قرآن پڑھا ہو یا رمضان کے علاوہ کسی سارے مہینے کے روزے رکھے ہوں۔ حضرت سعد کہتے ہیں کہ میں پھر حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں گیا اور انھیں حضرت عائشہؓ کی ساری حدیث سنائی تو انھوں نے فرمایا کہ حضرت عائشہؓ نے ٹھیک فرمایا۔ اگر میرا ان کے ہاں آنا جانا ہوتا تو میں خود جا کر ان سے براہ راست یہ حدیث سنتا۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب سورت مزمل کا شروع کا حصہ نازل ہوا تو صحابہ کرامؓ رات کو اتنی نماز پڑھتے جتنی رمضان کے مہینے میں رات کو پڑھا کرتے تھے اور اس سورت کے شروع کے حصے کے اور آخری حصہ کے نازل ہونے میں ایک سال کا وقفہ تھا۔[2]

حضرت یحییٰ بن سعیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ رات کے شروع میں وتر پڑھ لیتے تھے اور پھر جب رات کو تہجد کے لیئے اٹھتے تو دو دو رکعت نماز پڑھتے۔[3]

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ جتنی دیر اللہ تعالیٰ چاہتے رات کو نماز پڑھتے رہتے۔ جب آدھی رات ہو جاتی تو اپنے گھر والوں کو نماز کے لیئے اٹھاتے اور فرماتے نماز، اور یہ آیت پڑھتے وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ سے لے کر وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى تک (سورت طٰہٰ آیت ۱۳۲) ترجمہ "اور اپنے متعلقین کو (یعنی اہل خاندان کو یا مومنین کو) بھی نماز کا حکم کرتے رہیئے اور خود بھی اس کے پابند رہیئے ہم آپ سے (اور دوسروں سے) معاش (کموانا) نہیں چاہتے۔ معاش تو آپ کو ہم دیں گے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے"۔[4]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ (کے انتقال کے بعد ان) کی ایک بیوی سے شادی کی اور شادی کے موقع پر انھوں نے کہا میں نے ان سے شادی مال اور اولاد کے شوق میں نہیں کی بلکہ اس وجہ سے کی ہے کہ وہ مجھے حضرت عمرؓ کی رات (کے معمولات) کے بارے میں بتائیں۔ چنانچہ شادی کے بعد ان سے پوچھا کہ حضرت عمرؓ کی رات کی نماز کس طرح ہوتی تھی؟ انھوں نے کہا وہ عشاء کی نماز پڑھا کرتے اور ہمیں اس بات کا حکم دیتے کہ ان کے سر کے پاس پانی کا برتن رکھ کر ڈھک دیں (چنانچہ ہم ایسا کرتے) وہ رات کو اٹھتے اور پانی میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے چہرے اور ہاتھوں پر پھیرتے پھر اللہ کا ذکر کرتے (پھر

۱۔ اخرجه الامام احمد فی مسنده وقد اخرجه مسلم فی صحيحه بنحوه كذافی التفسير لابن كثير (ج۴ص ۴۳۵)
۲۔ اخرجه ابن ابی شيبة كذافی الكنز (ج۴ص ۲۸۱)
۳۔ اخرجه ابن ابی شيبة كذافی الكنز (ج۴ص ۲۷۹)
۴۔ اخرجه مالك والبيهقی كذافی منتخب الكنز (ج۴ص ۳۸۰)

سو جاتے) اس طرح بار بار اٹھتے اور اللہ کا کچھ ذکر کرتے یہاں تک کہ ان کی تہجد کی نماز کا وقت ہو جاتا۔ حضرت ابن بریدہؓ (راوی) نے (حضرت حسنؓ سے) پوچھا آپ کو یہ واقعہ کس نے سنایا؟ انھوں نے کہا حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کی صاحبزادی نے۔ حضرت ابن بریدہؓ نے کہا وہ تو قابل اعتماد ہیں۔[۱]

حضرت سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ آدھی رات کو نماز پڑھنا پسند کرتے۔[۲]

حضرت نافعؒ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ رات کو کافی دیر تک نماز پڑھتے پھر پوچھتے اے نافع! کیا رات کا آخری حصہ آ گیا؟ میں کہتا نہیں، تو پھر نماز پڑھنے لگتے پھر کہتے اے نافع! کیا رات کا آخری حصہ آ گیا؟ میں کہتا جی ہاں۔ تو بیٹھ کر صبح صادق تک دعاء استغفار میں لگے رہتے۔[۳]

حضرت محمدؒ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ جب بھی رات کو اٹھتے تو نماز شروع کر دیتے۔[۴]

حضرت ابو غالبؒ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ مکہ میں ہمارے ہاں ٹھہرا کرتے اور رات کو تہجد پڑھا کرتے۔ ایک رات صبح صادق سے کچھ دیر پہلے مجھ سے فرمایا اے ابو غالب! کیا تم کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھتے؟ کیا ہی اچھا ہوا گر تم تہائی قرآن پڑھ لو؟ میں نے کہا صبح ہونے والی ہے میں اتنی دیر میں تہائی قرآن کیسے پڑھ سکتا ہوں؟ انھوں نے فرمایا سورت اخلاص قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے۔[۵]

حضرت علقمہ بن قیسؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھ ایک رات گزاری۔ شروع رات میں وہ سو گئے پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور قرآن ترتیل سے ایسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھ رہے تھے جیسے کہ محلہ کی مسجد میں امام پڑھتا ہے اور گانے جیسی آواز نہ تھی اور اتنی اونچی آواز سے پڑھ رہے تھے کہ آس پاس والے سن لیں اور آواز کو گلے میں گھما نہیں رہے تھے۔ جب صبح صادق میں اتنا وقت رہ گیا جتنا مغرب کی اذان سے لے کر نماز مغرب کے ختم ہونے تک کا ہوتا ہے تو پھر انھوں نے وتر پڑھے۔[۶]

حضرت طارق بن شہابؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمانؓ کے ہاں ایک رات یہ دیکھنے کے لیئے گزاری کہ وہ رات کو عبادت میں کتنی محنت کرتے ہیں تو یہی دیکھا کہ انھوں نے رات کے آخری حصے میں تہجد کی نماز پڑھی اور جیسا ان کے بارے میں گمان تھا ویسا نظر نہ آیا۔ آخر میں نے یہ بات خود ان سے ذکر کی تو فرمانے لگے کہ ان پانچ نمازوں کی پابندی کرو کیونکہ یہ پانچ نمازیں

۱۔ اخرجه الطبراني ورجاله ثقات كما قال الهيثمي (ج ۹ ص ۴۳)
۲۔ اخرجه ابن سعد كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۷۹) ۳۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۰۳) بسند جيد كما في الاصابة (ج ۲ ص ۳۴۹) ۴۔ اخرجه ابو نعيم ايضا (ج ۱ ص ۳۰۴)
۵۔ عند ابي نعيم ايضا۔ ۶۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۲ ص ۲۶۶) رواه الطبراني في الكبير ورجاله رجال الصحيح. انتهى.

ان چھوٹے موٹے زخموں (یعنی صغیرہ گناہوں) کو مٹا دیتی ہیں بشرطیکہ کوئی جان لیوا زخم (یعنی گناہ کبیرہ) نہ ہو۔ جب لوگ عشاء کی نماز پڑھ لیتے ہیں تو تین حصوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں کچھ لوگ تو وہ ہیں جن کے لیئے یہ رات وبال ہے رحمت نہیں اور کچھ لوگ وہ ہیں جن کے لیئے رحمت ہے وبال نہیں اور کچھ لوگ وہ ہیں جن کے لیئے نہ وبال ہے نہ رحمت جو لوگ رات کی تاریکی اور لوگوں کی غفلت کو غنیمت سمجھ کر بے دھڑک گناہوں میں لگ جاتے ہیں ان کے لیئے یہ رات وبال ہے رحمت نہیں اور جن کے لیئے یہ رات رحمت ہے وبال نہیں یہ وہ لوگ ہیں جو رات کی تاریکی اور لوگوں کی غفلت کو غنیمت سمجھ کر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ یہ رات ان کے لیئے رحمت ہے وبال نہیں اور جن کے لیئے نہ رحمت اور نہ وبال یہ وہ لوگ ہیں جو عشاء پڑھ کر سو جاتے ہیں ان کے لیئے نہ رحمت ہے اور نہ وبال۔ تم تیز رفتاری سے بچو اور میانہ روی اختیار کرو اور جتنا کرو اسے پابندی سے کرو۔[1]

نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کا سورج نکلنے سے لے کر زوال تک کے وقت کے درمیان نوافل کا اہتمام کرنا

حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالبؓ فرماتی ہیں فتح مکہ کے موقع پر میں حضور ﷺ کی خدمت میں گئی حضورؐ اس وقت غسل فرما رہے تھے۔ جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے آٹھ رکعت نماز پڑھی اور یہ چاشت کا وقت تھا۔[2] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ چاشت کے وقت چار رکعت پڑھا کرتے تھے اور کبھی اس سے زیادہ بھی پڑھتے۔[3]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو چاشت کی چھ رکعت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اس کے بعد میں نے یہ رکعتیں کبھی نہیں چھوڑیں۔[4] حضرت ام ہانیؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ فتح مکہ کے دن میرے پاس تشریف لائے اور چاشت کی چھ رکعت نماز پڑھی۔[5]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ نے چاشت کی دو رکعت نماز پڑھی تو ان کی بیوی نے ان سے کہا آپ نے تو دو رکعت نماز پڑھی ہے۔ انھوں نے فرمایا جب حضور ﷺ کو فتح کی بشارت ملی تھی۔ اس

---

۱ ۔ اخرجه الطبرانی قال المنذری فی ترغیبه (ج ۱ ص ۲۰۱) رواه الطبرانی فی الکبیر موقوفا باسناد لاباس به ورفعه جماعة . انتهی۔
۲ ۔ اخرجه الشیخان کذافی الریاض (ص ۲۲۴)
۳ ۔ اخرجه مسلم کذافی الریاض
۴ ۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۳۷) وفیه سعد بن مسلم الاموی ضعفه البخاری وابن معین وجماعة وذکره ابن حبان فی الثقات وقال یخطئ . اه
۵ ۔ هکذا اخرجه الطبرانی فی الکبیر والاوسط باسناد حسن کما قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۳۸)

وقت بھی آپؐ نے چاشت کی دو رکعت نماز پڑھی تھی اور جب آپ کو ابو جہل کے سر کی بشارت ملی تھی اس وقت بھی دو رکعت نماز پڑھی تھی۔[۱]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب پڑھتے پڑھتے میں اس آیت پر گزرا کرتا بالعشی والاشراق (سورت ص آیت ۱۸) ترجمہ "شام اور صبح تسبیح کیا کریں" تو مجھے پتہ نہیں چلتا تھا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ یہاں تک کہ حضرت ام ہانی بنت ابی طالبؓ نے مجھے بتایا کہ حضور ﷺ میرے پاس آئے اور ایک پیالہ میں وضو کا پانی منگوایا۔ میں دیکھ رہی تھی کہ اس پیالے میں آٹے کا اثر تھا۔ حضورؐ نے وضو کیا اور پھر چاشت کی نماز پڑھی پھر فرمایا اے ام ہانی! یہ اشراق کی نماز ہے۔[۲]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک لشکر بھیجا وہ بہت سا مال غنیمت لے کر بہت ہی جلد واپس آ گیا۔ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے ایسا لشکر کبھی نہیں دیکھا جو اس سے زیادہ جلدی واپس آ گیا ہو اور اس سے زیادہ مال غنیمت لے کر آیا ہو۔ حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس سے جلدی واپس آنے والا اور اس سے زیادہ مال غنیمت حاصل کرنے والا آدمی نہ بتاؤں۔ یہ وہ آدمی ہے جو اچھی طرح سے وضو کرے پھر مسجد میں جا کر صبح کی نماز پڑھے پھر اس کے بعد چاشت کی نماز پڑھے تو یہ آدمی بہت زیادہ مال غنیمت لے کر بہت جلد واپس آ گیا ہے۔[۳]

حضرت عطاء ابو محمدؒ کہتے ہیں میں نے حضرت علیؓ کو مسجد میں چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔[۴]

حضرت عکرمہؒ کہتے ہیں حضرت ابن عباسؓ ایک دن چاشت کی نماز پڑھتے اور دس دن چھوڑ دیتے۔[۵] حضرت عائشہ بنت سعدؒ کہتی ہیں حضرت سعدؓ چاشت کی آٹھ رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔[۶]

۱۔ اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۲ ص ۲۳۸) رواه البزار والطبراني في الكبير ببعضه وفيه شعثاء ولم اجد من وثقها ولا جرحها وروى ابن ماجة الصلوة حين بشر براس ابي جهل فقط انتهى

۲۔ اخرجه الطبراني في الكبير قال الهيثمي (ج ۲ ص ۲۳۸) وفيه حجاج بن نصير ضعفه ابن المديني وجماعة ووثقه ابن معين وابن حبان وهو في الصحيح بغير سياقه. انتهى.

۳۔ اخرجه ابو يعلى قال المنذري في الترغيب (ج ۲ ص ۴۲۸) رواه ابو يعلى ورجال اسناده رجال الصحيح والبزار وابن حبان في صحيحه وبين البزار في رواية ان الرجل ابو بكرؓ وقد روى هذا الحديث الترمذي في الدعوات من جامعه من حديث عمرؓ. انتهى واخرجه ايضا احمد من رواية ابن لهيعة والطبراني باسناد جيد عن عبدالله بن عمروؓ كما في الترغيب (ج ۱ ص ۴۲۷)

۴۔ اخرجه الطبراني في جزء من اسمه عطاء كذا في الكنز (ج ۴ ص ۲۸۱)

۵۔ اخرجه ابن جرير كذا في الكنز (ج ۴ ص ۲۸۲)

۶۔ اخرجه ابن جرير كذا في الكنز (ج ۴ ص ۲۸۳)

ظہر اور عصر کے درمیان نوافل کا اہتمام

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں حضرت ابن مسعودؓ چاشت کی نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ ظہر اور عصر کے درمیان نفل پڑھتے تھے اور رات کو بڑی لمبی تہجد پڑھتے۔[1]

حضرت نافعؒ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ ظہر سے عصر تک نماز پڑھتے تھے۔[2]

مغرب اور عشاء کے درمیان نوافل کا اہتمام

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کے پاس گیا اور حضورؐ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی پھر حضورؐ عشاء تک نماز پڑھتے رہے۔[3]

حضرت محمد بن عمار بن یاسرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو مغرب کے بعد چھ رکعت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور حضرت عمارؓ نے فرمایا میں نے اپنے محبوب حضور ﷺ کو مغرب کے بعد چھ رکعت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور حضورؐ نے فرمایا کہ جو مغرب کے بعد چھ رکعت نماز پڑھے گا اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے چاہے وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔[4]

حضرت عبدالرحمٰن بن یزیدؒ کہتے ہیں کہ ایک وقت ایسا ہے جس میں جب بھی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس گیا انہیں نماز پڑھتے ہوئے ہی پایا اور وہ مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت۔ میں نے حضرت عبداللہؓ سے پوچھا ایک وقت ایسا ہے جس میں جب بھی میں آپ کے پاس آتا ہوں تو آپ کو نماز پڑھتے ہوئے پاتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ فرصت کا وقت ہے (یا غفلت کی گھڑی ہے اس وقت لوگ اپنے کھانے پینے وغیرہ میں لگ جاتے ہیں اور اللہ سے غافل ہو جاتے ہیں، اس لیے میں غفلت کی اس گھڑی میں عبادت کرتا ہوں)۔[5] حضرت اسود بن یزیدؒ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا غفلت کی گھڑی یعنی مغرب اور عشاء کے درمیان نفل نماز پڑھنا بہترین عمل ہے۔[6]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں فرشتے ان لوگوں کو گھیر لیتے ہیں جو مغرب اور عشاء کے درمیان نفل پڑھتے ہیں اور یہ اوابین کی نماز ہے۔[7]

۱۔ اخرجه الطبراني في الكبير قال الهيثمي (ج ۲ ص ۲۵۸) وفيه رجل لم يسم

۲۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۰۴) ۳۔ اخرجه النسائي باسناد وجيد كذافي الترغيب (ج ۱ ص ۳۲۹) ۴۔ اخرجه الطبراني في الثلاثة قال الطبراني تفردبه صالح بن قطن البخاري وقال المنذري في ترغيبه (ج ۱ ص ۳۲۸) وصالح هذا لا يحضرني الآن فيه جرح ولا تعديل. اه ۵۔ اخرجه الطبراني في الكبير قال الهيثمي (ج ۲ ص ۲۳۰) وفيه ليث بن ابي سليم وفيه كلام ۶۔ عند الطبراني ايضا قال الهيثمي (ج ۲ ص ۲۳۰) وفيه جابر الجعفي وفيه كلام كثير

۷۔ اخرجه ابن زنجويه كذافي الكنز (ج ۴ ص ۱۹۳)

گھر میں داخل ہوتے وقت اور گھر سے نکلتے وقت نوافل کا اہتمام

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ (کے بعد ان) کی بیوی سے شادی کی۔ اس نے ان کی بیوی سے ان کے کسی خاص عمل کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا وہ جب بھی گھر سے باہر جانے کا ارادہ کرتے تو دو رکعت نماز پڑھتے اور جب بھی گھر میں داخل ہوتے تو بھی دو رکعت نماز پڑھتے۔ اپنے اس معمول کو کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔[1]

تراویح کی نماز

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ رمضان میں رات کو تراویح پڑھنے کی ترغیب دیتے تھے لیکن اس کے واجب ہونے کا حکم نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ فرماتے تھے جو رمضان کی راتوں میں تراویح ایمان و یقین کے ساتھ ثواب حاصل کرنے کے شوق میں پڑھے گا اس کے گزشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔[2] ایک روایت میں یہ ہے کہ پھر حضورؐ کا انتقال ہو گیا اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا اور پھر حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں اور حضرت عمرؓ کے شروع زمانے میں یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔[3]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک مرتبہ رمضان میں باہر تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد کے ایک کونے میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضورؐ نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا ان میں قرآن کا حافظ کوئی نہیں ہے اس لیئے حضرت ابی بن کعبؓ انہیں نماز پڑھا رہے ہیں اور یہ ان کے پیچھے پڑھ رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا انہوں نے ٹھیک کیا اور ان کا یہ کام بہت اچھا ہے۔[4]

حضرت عبدالرحمٰن بن عبد قاریؒ کہتے ہیں رمضان کی ایک رات میں میں حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ مسجد میں گیا لوگ مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوئے تھے کوئی اپنی نماز پڑھ رہا تھا اور ایک جماعت اس کے ساتھ پڑھ رہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے کہا میرا خیال یہ ہو رہا ہے کہ اگر میں ان سب کو ایک حافظ قرآن کے پیچھے کھڑا کر دوں تو یہ زیادہ بہتر رہے گا۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس کا پختہ ارادہ کر لیا اور ان سب کو حضرت ابی بن کعبؓ کے پیچھے جمع کر دیا۔ پھر میں حضرت عمرؓ کے ساتھ دوسری رات پھر گیا لوگ اپنے قاری (حضرت ابی بن کعبؓ) کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ بہت اچھی بدعت ہے لیکن تم شروع رات میں تو تراویح پڑھتے ہو اور

۱۔ اخرجه ابن المبارک فی الزهد بسند صحیح کذافی الاصابة (ج ۲ ص ۳۰۶)

۲۔ اخرجه مسلم کذافی الریاض ۳۔ ذکره فی جمع الفوائد عن الستة

۴۔ اخرجه ابو داؤد باسناد ضعیف کذافی جمع الفوائد

آخر رات میں تہجد چھوڑ کر سو جاتے ہو۔ میرے نزدیک تہجد تراویح سے افضل ہے۔[1]

حضرت نوفل بن ایاس ہذلیؒ کہتے ہیں ہم لوگ حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانے میں رمضان میں مختلف جماعتوں میں تراویح پڑھا کرتے تھے ایک جماعت یہاں تراویح پڑھ رہی ہے اور ایک وہاں۔ جس امام کی آواز زیادہ اچھی ہوتی لوگ اس کی طرف زیادہ چلے جاتے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے خیال میں لوگوں نے قرآن کو گانے کی چیز بنالیا ہے۔ غور سے سنو اللہ کی قسم! میرا بس چلا تو اس صورت حال کو ضرور بدل دوں گا۔ چنانچہ تین ہی دن کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو حکم دیا اور انہوں نے تمام لوگوں کو اکٹھا کر کے تراویح کی نماز پڑھائی۔ پھر حضرت عمرؓ نے آخری صف میں کھڑے ہو کر فرمایا۔ ہے تو یہ (تراویح کا ایک جماعت بن کر پڑھنا) بدعت لیکن ہے بہت عمدہ۔[2]

حضرت ابو اسحٰق ہمدانیؒ کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالبؓ رمضان کی پہلی رات میں باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ قندیلیں روشن ہیں اور اللہ کی کتاب پڑھی جارہی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اے ابن خطاب! جیسے تم نے اللہ کی مسجدوں کو قرآن سے منور کیا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ تمہاری قبر کو منور فرمائے۔[3]

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے رمضان میں تراویح کو ایک بڑی جماعت میں پڑھنے کا سلسلہ شروع کیا اور مردوں کے لیئے حضرت ابی بن کعبؓ کو امام مقرر کیا اور عورتوں کے لیئے حضرت سلیمان بن ابی حثمہؓ کو۔[4]

حضرت عمر بن عبداللہ عنسیؒ کہتے ہیں حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم داریؓ نبی کریم ﷺ کی جگہ کھڑے ہو کر مردوں کو تراویح کی نماز باری باری پڑھایا کرتے تھے اور حضرت سلیمان بن ابی حثمہ مسجد کے صحن میں عورتوں کو تراویح پڑھایا کرتے تھے۔ جب حضرت عثمان بن عفانؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے مردوں، عورتوں سب کے لیئے ایک ہی امام مقرر کر دیا یعنی حضرت سلیمان بن ابی حثمہؓ کو۔ اور حضرت عثمانؓ کے فرمانے پر تراویح کے بعد عورتوں کو روک لیا جاتا۔ جب مرد چلے جاتے پھر انہیں چھوڑا جاتا۔[5]

حضرت عرفجہؒ کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالبؓ لوگوں کو رمضان میں تراویح پڑھنے کا حکم دیتے اور مردوں کے لیئے ایک امام مقرر کرتے اور عورتوں کے لیئے دوسرا۔ چنانچہ میں عورتوں کا

۱؎ اخرجه مالک والبخاری وابن خزیمة وغیر هم کذافی الکنز وجمع الفوائد
۲؎ اخرجه ابن سعد (ج۵ ص ۵۹) ۳؎ اخرجه ابن شاهین کذافی الکنز (ج۴ ص ۲۸۴) واخرجه الخطیب فی امالیة عن ابی اسحق الهمدانی وابن عساکر عن اسماعیل بن زیادہ بمعناه مختصرا کما فی منتخب الکنز (ج۳ ص ۳۸۷) ۴؎ اخرجه الفریابی والبیهقی کذافی الکنز (ج۴ ص ۲۸۳) ۵؎ اخرجه ابن سعد (ج۵ ص ۲۶)

امام ہوا کرتا۔[۱]

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعبؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! آج رات مجھ سے ایک کام ہو گیا اور یہ واقعہ رمضان کا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابی! کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا میرے گھر میں چند عورتیں تھیں ان عورتوں نے کہا ہم نے قرآن نہیں پڑھا۔ ہم آپ کے پیچھے تراویح کی نماز پڑھیں گی، چنانچہ میں نے انہیں آٹھ رکعت نماز پڑھائی اور وتر بھی پڑھائے۔ حضورؐ نے اس پر کچھ نہ فرمایا اس طرح آپ کی رضامندی کی بناء پر یہ سنت ہوئی۔[۲]

صلوۃ التوبہ

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں ایک دن صبح کے وقت حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو بلا کر فرمایا اے بلال! تم کس عمل کی وجہ سے مجھ سے پہلے جنت میں چلے گئے؟ آج رات میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے تمہارے چلنے کی آہٹ سنی۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب بھی مجھ سے گناہ ہو جاتا ہے تو میں فوراً دو رکعت صلوۃ التوبہ پڑھتا ہوں اور جب بھی میرا وضو ٹوٹتا ہے تو میں اسی وقت فوراً وضو کر کے دو رکعت نفل (تحیۃ الوضو) پڑھتا ہوں۔[۳]

صلوۃ الحاجہ

حضرت ثمامہ بن عبداللہؒ کہتے ہیں حضرت انس بن مالکؓ کے باغ کا مالی سخت گرمی کے زمانے میں ان کے پاس آیا اور ان سے موسم کی خشکی اور بارش نہ ہونے کی شکایت کی۔ حضرت انسؓ نے پانی منگوا کر وضو کیا اور نماز پڑھی پھر مالی سے کہا کیا تمہیں کوئی بادل آسمان میں نظر آرہا ہے؟ اس نے کہا کوئی نظر نہیں آرہا ہے۔ حضرت انسؓ نے اندر جا کر پھر نماز پڑھی پھر اسے کہا۔ اس طرح تین چار مرتبہ ہوا۔ تیسری یا چوتھی مرتبہ اس مالی کو دیکھنے کو کہا تو اس نے کہا پرندے کے پر جتنا بادل نظر آرہا ہے۔ حضرت انسؓ نماز پڑھتے رہے اور دعا مانگتے رہے یہاں تک کہ باغ کے ذمہ دار نے اندر جا کر ان کو بتایا کہ آسمان پر بادل چھا گئے اور بارش ہو چکی ہے تو اس نے فرمایا جو گھوڑا بشر بن شغاف نے بھیجا ہے۔ اس پر سوار ہو کر جاؤ اور دیکھو بارش کہاں تک ہوئی ہے؟ چنانچہ وہ دیکھ کر آیا اور اس نے بتایا کہ بارش مسیرین کے محلات اور غضبان کے محل سے آگے نہیں ہوئی (یعنی حضرت انسؓ کے باغات میں ہی ہوئی ہے، اس سے آگے نہیں ہوئی)۔[۴]

۱۔ اخرجه البيهقي كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۸۴) ۲۔ اخرجه ابو يعلى قال الهيثمي (ج ۲ ص ۷۴) رواه ابو يعلى والطبراني بنحوه في الاوسط واسناده حسن. ۳۔ اخرجه ابن خزيمة في صحيحه عن عبدالله بن بريدة كذافي الترغيب (ج ۱ ص ۳۷۴)
۴۔ اخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۲۱)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں مجھے ایک دفعہ بہت زیادہ درد ہوا۔ حضورؐ کی خدمت میں گیا (اور اپنی تکلیف حضورؐ کو بتائی) حضورؐ نے مجھے اپنی جگہ بٹھایا اور خود کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور اپنے کپڑے کا ایک کنارہ میرے اوپر ڈال دیا پھر فرمایا اے ابن ابی طالب! کوئی بات نہیں تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ میں نے اللہ سے اپنے لئے جو چیز بھی مانگی وہی میں نے تمہارے لئے بھی مانگی اور اللہ سے میں نے جو چیز بھی مانگی وہ اللہ نے مجھے ضرور عطا فرمائی، البتہ مجھے یہ کہا گیا کہ تمہارے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں وہاں سے کھڑا ہوا تو سارا درد ختم ہو چکا تھا اور ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے مجھے کوئی تکلیف ہی نہ ہوئی ہو۔[1]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے ایک صحابیؓ کی کنیت ابو معلق تھی اور وہ تاجر تھے۔ اپنے اور دوسروں کے مال سے تجارت کیا کرتے تھے اور وہ بہت زیادہ عبادت گزار اور پرہیز گار تھے ایک مرتبہ وہ سفر میں گئے۔ انہیں راستہ میں ایک ہتھیاروں سے مسلح ڈاکو ملا۔ اس نے کہا اپنا سارا سامان یہاں رکھ دو میں تمہیں قتل کروں گا۔ اس صحابیؓ نے کہا تم نے مال لینا ہے وہ لے لو۔ ڈاکو نے کہا نہیں میں تو تمہارا خون بہانا چاہتا ہوں۔ اس صحابیؓ نے کہا مجھے ذرا مہلت دو میں نماز پڑھ لوں۔ اس نے کہا جتنی پڑھنی ہے پڑھ لو۔ چنانچہ انھوں نے وضو کر کے نماز پڑھی اور یہ دعا تین مرتبہ مانگی یاودود یا ذا العرش المجید یافعالا لما یرید اسئلک بعز تک التی لاترام وملکک الذی لایضام و بنورک الذی ملا ارکان عرشک ان تکفینی شر هذا اللص یامغیث اغثنی تو اچانک ایک گھوڑے سوار نمودار ہوا جس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا جسے اٹھا کر اس نے اپنے گھوڑے کے کانوں کے درمیان بلند کیا ہوا تھا۔ اس نے اس ڈاکو کو نیزہ مار کر قتل کر دیا۔ پھر وہ اس تاجر کی طرف متوجہ ہوا۔ تاجر نے پوچھا تم کون ہو؟ اللہ نے تمہارے ذریعہ سے میری مدد فرمائی ہے۔ اس نے کہا میں چوتھے آسمان کا فرشتہ ہوں۔ جب آپ نے (پہلی مرتبہ) دعا کی تو میں نے آسمان کے دروازوں کی کھڑکھڑاہٹ سنی۔ جب آپ نے دوبارہ دعا کی تو میں نے آسمان والوں کی چیخ و پکار سنی پھر آپ نے تیسری مرتبہ دعا کی تو کسی نے کہا یہ ایک مصیبت زدہ کی دعا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اس ڈاکو کو قتل کرنے کا کام میرے ذمہ کر دیں۔ پھر اس فرشتے نے کہا آپ کو خوشخبری ہو کہ جو آدمی بھی وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھے اور پھر یہ دعا مانگے اس کی دعا ضرور قبول ہوگی چاہے وہ مصیبت زدہ ہو یا نہ ہو۔[2]

ا۔ اخرجه ابن ابی عاصم وابن جریر و صححه والطبرانی فی الاوسط وابن شاهین فی السنة کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۴۳) ۲۔ اخرجه ابن ابی الدنیا فی کتاب مجابی الدعوة واخرجه ابو موسیٰ فی کتاب الوظائف بتمامه کذافی الاصابة (ج ۴ ص ۱۸۲)

حضور ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح علم الٰہی حاصل کرنے کا شوق رکھتے تھے اور دوسروں کو اس کی ترغیب دیتے تھے اور علم الٰہی میں جو ایمان و عمل ہیں ان کو کس طرح خود سیکھتے اور دوسروں کو سکھاتے تھے اور سفر و حضر، خوش حالی اور بدحالی، ہر حال میں کس طرح علم الٰہی کے سیکھنے سکھانے میں لگتے تھے اور کس طرح مدینہ منورہ علی صاحبہا الف الف صلوۃ وتحیۃ میں آنے والے مہمانوں کو سکھانے کا اہتمام کرتے تھے اور کس طرح علم، جہاد اور کمائی ان تینوں کاموں کو جمع کرتے تھے اور مختلف شہروں میں علم پھیلانے کے لئے آدمیوں کو بھیجا کرتے تھے اور کس طرح اپنے اندر ان صفات کے پیدا کرنے کا اہتمام کرتے تھے جن کی وجہ سے علم اللہ کے ہاں قبول ہوتا ہے

نبی کریم ﷺ کا علم کی ترغیب دینا

حضرت صفوان بن عسال مرادیؓ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ اس وقت اپنی دھاری دار سرخ چادر پر تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں علم حاصل کرنے آیا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا خوش آمدید ہو طالب علم کو۔ طالب علم کو فرشتے اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں اور پھر ایک دوسرے پر سوار ہوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں اور وہ اس علم سے محبت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں جسے یہ طالب علم حاصل کر رہا ہے۔[۱]

حضرت قبیصہ بن مخارقؓ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ نے پوچھا کیوں آئے ہو؟ میں نے عرض کیا میری عمر زیادہ ہوگئی ہے میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں یعنی میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ میں آپ کی خدمت میں اس لیئے حاضر ہوا ہوں تا کہ آپ مجھے وہ چیز سکھائیں جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے۔ حضورؐ نے فرمایا تم جس پتھر، درخت اور ڈھیلے کے پاس سے گزرے ہو اس نے تمہارے لیئے دعائے مغفرت کی ہے اے قبیصہ! صبح کی نماز کے بعد تین دفعہ سبحان اللّٰہ العظیم و بحمدہ کہو اس سے تم اندھے پن، کوڑھی پن اور فالج سے محفوظ رہو گے۔ اے قبیصہ! یہ دعا بھی پڑھا کرو اللھم انی اسئلک مما عندک وافض علی من فضلک وانشر علی من رحمتک وانزل علی من برکتک "اے اللہ! میں ان نعمتوں میں سے مانگتا ہوں جو تیرے پاس ہیں اور اپنے فضل کی مجھ پر بارش کرا اور اپنی رحمت مجھ پر پھیلا دے اور اپنی برکت مجھ پر نازل کر دے۔"[۲]

حضرت سخبرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ ایک مرتبہ بیان فرما رہے تھے آپؐ کے پاس سے دو آدمی گزرے۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا تم دونوں بیٹھ جاؤ تم خیر پر ہو۔ جب حضور کھڑے ہوئے اور صحابہؓ سب حضورؐ کے پاس سے ادھر ادھر چلے گئے تو ان دونوں نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ نے ہم سے فرمایا تھا تم دونوں بیٹھ جاؤ تم خیر پر ہو یہ صرف ہم دونوں کے لیئے ہے یا تمام لوگوں کے لیئے ہے۔ حضورؐ نے فرمایا جو بندہ بھی علم حاصل کرتا ہے تو یہ علم کا حاصل کرنا اس کے پچھلے تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔[۳]

۱۔ اخرجہ احمد والطبرانی باسناد جید واللفظ لہ وابن حبان فی صحیحہ والحاکم وقال صحیح الاسناد کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۵۹) ۲۔ اخرجہ احمد کذافی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۲۱)قال المنذری والھیثمی وفیہ رجل لم یسم ۳۔ اخرجہ الترمذی مختصرا والطبرانی فی الکبیر واللفظ لہ کذافی الترغیب(ج ۱ ص ۲۰)

حضرت ابوامامہ باہلیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے سامنے دوآدمیوں کا تذکرہ ہوا جن میں سے ایک عابد تھا اور دوسرا عالم۔ حضورؐ نے فرمایا عالم کو عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی مجھے تمہارے ادنیٰ آدمی پر۔ پھر حضورؐ نے فرمایا جو آدمی لوگوں کو خیر سکھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور اللہ کے فرشتے اور تمام آسمانوں والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں اس کے لیئے دعائے رحمت کرتی ہیں۔۱ دوسری روایت میں دوآدمیوں کا ذکر نہیں ہے، البتہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا عالم کو عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی مجھے تمہارے ادنیٰ آدمی پر۔ پھر حضورؐ نے یہ آیت پڑھی اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (سورت فاطر آیت ۲۸) ترجمہ "خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں۔" اور آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔۲

حضرت حسنؒ کہتے ہیں حضور ﷺ سے ان دوآدمیوں کے بارے میں پوچھا گیا جو بنی اسرائیل میں تھے ان میں سے ایک عالم تھا اور فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا اور لوگوں کو خیر کی باتیں سکھاتا رہتا اور دوسرا دن بھر روزہ رکھتا اور رات بھر عبادت کرتا۔ ان دونوں میں سے کون افضل ہے؟ حضورؐ نے فرمایا یہ عالم جو فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا تھا اور لوگوں کو خیر کی باتیں سکھاتا رہتا تھا اسے اس عابد پر جو دن بھر روزہ رکھتا تھا اور رات بھر عبادت کرتا تھا ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی مجھے تمہارے ادنیٰ آدمی پر۔۳

حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ باہر تشریف لائے۔ ہم لوگ صفہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا تم میں سے کون شخص اس کو پسند کرتا ہے کہ علی الصبح بازار بطحان یا عقیق میں جائے اور اونچے کوہان والی عمدہ سے عمدہ دو اونٹنیاں کسی قسم کے گناہ اور قطع رحمی کے بغیر پکڑ لائے؟ ہم نے عرض کیا ہم سب اسے پسند کرتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ مسجد میں جا کر دو آیتوں کا پڑھنا یا پڑھا دینا دو اونٹنیوں سے اور تین آیات کا تین اونٹنیوں سے اسی طرح چار کا چار سے افضل ہے اور ان کے برابر اونٹوں سے افضل ہے۔۴

حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے زمانے میں دو بھائی تھے۔ ان میں سے ایک کمائی کرتا تھا اور دوسرا ہر وقت حضورؐ کے ساتھ رہتا تھا اور حضورؐ سے سیکھتا تھا، کمانے والے بھائی نے حضورؐ سے اپنے بھائی (کے نہ کمانے) کی شکایت کی حضورؐ نے فرمایا شاید تمہیں اس (نہ کمانے والے) بھائی کی برکت سے روزی ملتی ہے۔۵

۱۔ اخرجه الترمذی ۲۔ اخرجه الدارمی عن مکحول مرسلا

۳۔ اخرجه الدارمی ایضا مرسلا كذافی المشكوة (ص ۲۲، ۲۸)

۴۔ اخرجه مسلم كذافی المشكوة (ص ۱۷۵) واخرجه ابو نعیم فی الحلية (ج ۱ ص ۳۴۱) وفی روايته فيتعلم اويقراء ۵۔ اخرجه الترمذی كذافی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۲۰) واخرجه ابن عبدالبر فی جامع بيان العلم (ج ۱ ص ۵۹) بمعناه والحاكم فی المستدرك (ج ۱ ص ۹۴) وصححه علی شرط مسلم و وافقه الذهبی

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کا علم کی ترغیب دینا

حضرت ابو طفیلؒ کہتے ہیں حضرت علیؓ فرماتے تھے انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو ان کے لائے ہوئے دین کو سب سے زیادہ جاننے والا ہو۔ پھر یہ آیت پڑھا کرتے تھے اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ (سورت آل عمران آیت ۶۸) ترجمہ "بلاشبہ سب آدمیوں میں زیادہ خصوصیت رکھنے والے (حضرت) ابراہیمؑ کے ساتھ البتہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ان کا اتباع کیا تھا اور یہ نبی (ﷺ) ہیں" یعنی حضرت محمد ﷺ اور ان کا اتباع کرنے والے صحابہؓ۔ اس لیئے تم اس کو تبدیل نہ کرو لہذا محمدؐ کا دوست وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرے اور محمدؐ کا دشمن وہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے اگر چہ وہ حضورؐ کا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔[۱]

حضرت کمیل بن زیادؒ کہتے ہیں حضرت علیؓ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے صحرا کی طرف لے چلے۔ جب ہم صحرا میں پہنچ گئے تو حضرت علیؓ بیٹھ گئے اور ایک لمبا سانس لے کر فرمایا اے کمیل بن زیاد! دل برتن ہیں ان میں سے بہترین برتن وہ ہے جو (اپنے اندر کی چیز کو) زیادہ محفوظ رکھنے والا ہو۔ میں تمہیں جو بات کہہ رہا ہوں وہ یاد رکھنا۔ انسان تین قسم کے ہیں ایک عالم ربانی، دوسرے وہ علم حاصل کرنے والا جو نجات کے راستے پر چل رہا ہے، تیسرے وہ کمینے اور رذیل لوگ جو ہر شور مچانے والے کے پیچھے چل پڑتے ہیں اور جدھر کی ہوا چلے ادھر کو ہی رخ کر لیتے ہیں، نہ تو علم کے نور سے کچھ روشنی حاصل کی اور نہ کسی مضبوط مددگار کی پناہ حاصل کی۔ علم مال سے بہتر ہے۔ علم تمہاری حفاظت کرتا ہے اور مال کی حفاظت تمہیں کرنی پڑتی ہے۔ علم عمل کرنے سے بڑھتا ہے اور مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے۔ عالم کی محبت دین ہے جس کا اللہ کے ہاں سے بدلہ ملے گا۔ علم کی وجہ سے عالم کی زندگی میں اس کی بات مانی جاتی ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کا اچھائی سے تذکرہ کیا جاتا ہے۔ جب مال چلا جاتا ہے تو مال کی کاریگری اور مال کی بنیاد پر چلنے والے کام بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ مال کے خزانے جمع کرنے والے زندہ بھی ہوں تو بھی وہ (روح اور دل کے اعتبار سے) مردہ شمار ہوتے ہیں اور علماء (مرنے کے بعد بھی) جب تک زمانہ رہے گا باقی رہیں گے۔ (ان کا ذکر خیر ہوتا رہے گا) ان کے جسم دنیا سے چلے جائیں گے لیکن ان کی عظمت کے نقوش دلوں میں باقی رہیں گے۔ اور یہ بات غور سے سنو اور سینے کی طرف اشارہ کر کے حضرت علیؓ نے فرمایا اس جگہ ایک زبردست علم ہے کاش! اس علم کو اٹھانے والے مجھے مل جاتے، اب یا تو ایسے لوگ ملتے ہیں جن کی سمجھ تو تیز ہے لیکن (تقوی اور طہارت کے نہ ہونے کی وجہ سے) ان پر

---

۱ ۔ اخرجه اللا لكائي كذافي الكنز (ج ا ص ۲۰۸)

اطمینان نہیں۔ یہ دین کے اسباب کو دنیا کے لیئے استعمال کرتے ہیں اور قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جو دلائل بیان کئے ہیں ان سے قرآن کے خلاف ہی ثابت کرتے ہیں (کیونکہ علم کا نور انہیں حاصل نہیں ہے) اور اللہ کی نعمتوں کو اس کے بندوں کے خلاف استعمال کرتے ہیں یا پھر ایسے لوگ ملتے ہیں جو اہل حق کے فرمانبردار تو ہیں لیکن انہیں دین کے زندہ کرنے کی کوئی سمجھ نہیں ہے اور معمولی سا شبہ پیش آتے ہی ان کے دل میں شک پیدا ہو جاتا ہے۔ نہ اس طرف طبیعت جمتی ہے اور نہ اس طرف۔ یا پھر ایسے لوگ ملتے ہیں جو لذتوں میں پڑے ہوئے ہیں اور آسانی سے خواہشات کی بات مان لیتے ہیں یا پھر ایسے لوگ ملتے ہیں جو مال جمع کرنے اور ذخیرہ کرنے کا ہی جذبہ رکھتے ہیں اور یہ آخری دو قسم کے انسان دین کے داعی بھی نہیں ہیں (پہلے دو دین کے داعی تو تھے لیکن ان میں اور خرابیاں تھیں) اور چرنے والے جانور ان دونوں کے زیادہ مشابہ ہیں اور علم والوں کے مرنے سے علم بھی ختم ہو جائے گا لیکن یہ بات بھی ہے کہ زمین کبھی بھی اللہ کے ایسے بندوں سے خالی نہیں ہوتی جو اس لیئے دلائل لے کر کھڑے ہوتے ہیں تاکہ اللہ کے دلائل اور واضح احکام بیکار اور معطل نہ قرار دیئے جائیں۔ ان بندوں کی تعداد چاہے بہت کم ہو لیکن اللہ کے ہاں ان کا درجہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کی حجتوں یعنی قرآنی آیات پر جو غلط اعتراضات کیئے جاتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ان بندوں کے ذریعے دور فرماتے ہیں یہاں تک کہ وہ ان حجتوں کو اپنے جیسے بندوں تک پہنچا کر ان کے دلوں میں اتار دیتے ہیں اور کمال علم کی وجہ سے ہر امر کی حقیقت ان پر واضح ہو جاتی ہے اور جس امر کی حقیقت عیش وعشرت والوں کو دشوار نظر آتی ہے۔ وہ ان کے لیئے بہت آسان ہوتی ہے۔ اور جن کاموں سے جاہل لوگ گھبراتے ہیں اور وحشت محسوس کرتے ہیں ان میں ان کا دل لگتا ہے۔ یہ لوگ اپنے بدن سے تو دنیا میں رہتے ہیں لیکن ان کی روحوں کا تعلق منظر اعلیٰ یعنی آخرت سے ہوتا ہے۔ یہی لوگ اللہ کی زمین پر اس کے خلیفہ ہیں۔ اور اس کے دین کے داعی ہیں۔ ہائے ہائے مجھے ان لوگوں کو دیکھنے کا کتنا شوق ہے۔ میں اپنے لیئے اور تمہارے لیئے اللہ سے استغفار کرتا ہوں، اب اگر تم چاہو تو جا سکتے ہو۔[1]

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں علم سیکھو کیونکہ اللہ کے لیئے علم سیکھنا اللہ سے ڈرنا ہے۔ علم کو تلاش کرنا عبادت ہے اور اس کا آپس میں مذاکرہ کرنا تسبیح (کا ثواب دلاتا) ہے اور (سمجھنے کے لیئے) اس میں بحث کرنا جہاد ہے اور نہ جاننے والے کو سکھانا صدقہ ہے اور جو لوگ علم کے اہل ہیں

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية(ج ا ص ۷۹)واخرجه ايضا ابن الانباری في المصاحف والمرهبي في العلم ونصر في الحجة وابن عساكر كما في الكنز(ج۵ص ۲۳۱)بنحوه مع اختلاف يسير في الفاظه وزيادة وقد ذكر ابن عبدالبر طرفا منه في كتابه جامع بيان العلم (ج ۲ص ۱۱۲)ثم قال هو حديث مشهور عند اهل علم يستغني عن الاسناد لشهرته عندهم. انتهى

ان پر علم خرچ کرنا اللہ کے تقرب کا ذریعہ ہے کیونکہ علم کے ذریعہ سے حلال و حرام معلوم ہوتا ہے اور علم جنت والوں کے لیئے (جنت کے راستے کا) مینار ہے اور وحشت میں انس کا ذریعہ ہے، مسافری میں ساتھی، تنہائی میں بات کرنے والا نفع و خوشی کے نقصان اور غم کے کاموں کو بتانے والا دشمنوں کے خلاف ہتھیار اور دوستوں کے نزدیک انسان کی زینت کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے کچھ لوگوں کو بلند مرتبہ کرتے ہیں اور ان کو خیر کے کاموں میں پیشرو اور امام بناتے ہیں۔ ان کے طریقوں کو لوگ اختیار کرتے ہیں اور ان کے کاموں میں ان کی اتباع کرتے ہیں۔ اور ان کی رائے اور فیصلہ پر سب مطمئن ہو جاتے ہیں۔ فرشتے ان کی دوستی اور ان کے ساتھ رہنے کا شوق رکھتے ہیں اور اپنے پروں کو ان پر ملتے ہیں اور ہر طرح کی مخلوق ان کے لیئے دعائے مغفرت کرتی ہے یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں اور دوسرے جانور اور خشکی کے درندے اور جانور بھی ان کے لیئے دعائے مغفرت کرتے ہیں کیونکہ علم دلوں کو جہالت سے نکال کر زندگی بخشتا ہے اور اندھیرے میں نگاہ کو بصیرت عطا کرتا ہے۔ انسان علم کے ذریعہ سے بہترین لوگوں کے مرتبے کو اور دنیا و آخرت کے بلند درجوں کو پالیتا ہے۔ اس میں غور و فکر کرنے سے روزہ رکھنے کا اور اسے پڑھنے پڑھانے سے راتوں کو عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ علم کی وجہ سے انسان صلہ رحمی کرتا ہے اور حلال اور حرام کا فرق جانتا ہے۔ علم عمل کا امام ہے۔ عمل اس کے تابع ہے خوش قسمت لوگوں کے دلوں میں علم کا الہام ہوتا ہے اور بد قسمت لوگ علم سے محروم رہتے ہیں۔[۱]

حضرت ہارون بن رئاب کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے تم صبح اس حال میں کرو کہ یا تو (سکھانے والے) عالم ہو یا سیکھنے والے ہو، اس کے علاوہ کچھ اور نہ ہو کیونکہ اس کے علاوہ تو آدمی جاہل ہوتا ہے اور جو آدمی علم حاصل کرنے کی حالت میں صبح کرتا ہے اس کے اس عمل کو پسندیدہ سمجھنے کی وجہ سے فرشتے اس کے لیئے اپنے پر کھول دیتے ہیں۔[۲]

حضرت زیدؒ کہتے ہیں حضرت عبداللہؓ نے فرمایا تم اس حال میں صبح کرو کہ یا تو تم (سکھانے والے) عالم ہو یا سیکھنے والے ہو اور ایسے آدمی نہ بنو جس کی اپنی کوئی رائے نہ ہو اور وہ ہر ایک کے پیچھے چل پڑے۔[۳]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں اے لوگو! علم اٹھنے سے پہلے علم حاصل کرو اور اس کے اُٹھنے کی صورت یہ ہوگی کہ علم والے دنیا سے چلے جائیں گے اور تم لوگ علم حاصل کرو۔ کیونکہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ تمہیں اپنے علم کی کب ضرورت پڑ جائے اور علم حاصل کرو لیکن کلام میں مبالغہ اور غلو سے

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۳۹) واخرجه ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۱ ص ۵۵) عن معاذ مرفوعا مثله ثم قال هو حدیث حسن جدا ولکن لیس له اسناد قوی وروینا من طرق شتی موقوفا ثم ذکر بعض اسانید الموقوف ثم قال و ذکر الحدیث بحاله سواء موقوفا علی معاذ وقال المنذری فی الترغیب (ج ۱ ص ۵۸) کذا قال ورفعه غریب جدا ۲۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۱ ص ۲۹) ۳۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامعه (ج ۱ ص ۲۹)

بچو اور پرانا طرز اختیار کرو (جو صحابہ کرامؓ میں تھا) کیونکہ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو اللہ کی کتاب کو تو پڑھیں گے لیکن اسے اپنی پشت کے پیچھے پھینک دیں گے (اس پر عمل نہیں کریں گے)۔[1]

حضرت ابوالاحوصؒ کہتے ہیں حضرت عبداللہؓ نے فرمایا آدمی عالم بن کر پیدا نہیں ہوتا بلکہ علم تو سیکھنے سے آتا ہے۔[2]

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں تم عالم بنو یا علم سیکھنے والے بنو۔ ان دو کے علاوہ کچھ اور نہ بنو۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے تو علماء سے محبت کرو، ان سے بغض نہ رکھو۔[3]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا تو (سکھانے والے) عالم بنو یا طالب علم بنو یا علماء سے محبت کرنے والے اور ان کا اتباع کرنے والے بنو (ان چار کے علاوہ) پانچویں قسم کے مت بنو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ راوی حضرت حمیدؒ کہتے ہیں میں نے حضرت حسنؒ سے پوچھا پانچویں قسم سے کون مراد ہے؟ انہوں نے کہا اپنی طرف سے دین میں نئی باتیں ایجاد کرنے والا۔[4]

حضرت ضحاکؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا اے دمشق والو! تم لوگ میرے دینی بھائی ہو علاقے کے پڑوسی ہو اور دشمنوں کے خلاف میرے مددگار ہو لیکن تم مجھ سے دوستی کیوں نہیں رکھتے؟ حالانکہ میرا خرچہ بھی تمہارے ذمہ نہیں ہے دوسروں پر ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے علماء جارہے ہیں اور تمہارے جاہل لوگ ان سے علم نہیں سیکھ رہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ نے جس روزی کی ذمہ داری لے رکھی ہے تم اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہو اور اللہ نے تمہیں جن کاموں کا حکم دیا ہے انہیں چھوڑ رکھا ہے۔ غور سے سنو! کچھ لوگوں نے بڑی مضبوط عمارتیں بنائیں اور بہت مال جمع کیا اور بڑی دور کی امیدیں لگائیں لیکن پھر ان کی عمارتیں گر کر قبرستان بن گئیں اور ان کی امیدیں دھوکہ ثابت ہوئیں اور ایسے لوگ خود ہی ہلاک ہو گئے۔ غور سے سنو! علم سیکھو اور سکھاؤ کیونکہ علم سیکھنے والا اور سکھانے والا دونوں اجر میں برابر ہیں۔ اگر یہ دونوں نہ ہوں تو پھر لوگوں میں کوئی خیر نہیں۔[5]

حضرت حسانؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداءؓ نے دمشق والوں سے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی ہو گئے کہ سالہا سال گندم کی روٹی پیٹ بھر کر کھاتے رہو؟ تمہاری مجلسوں میں اللہ کا نام نہیں لیا جاتا۔ تمہیں کیا ہو گیا تمہارے علماء جارہے ہیں لیکن تمہارے جاہل علم حاصل نہیں کر رہے؟ اگر

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ص ۱۲۶) وابو قلابة لم یسمع من ابن مسعود اھ واخرج طرفا منه عبدالرزاق عن ایوب عن ابی قلابة عن ابن مسعود كما فی جامع ابن عبدالبر (ج ۱ ص ۸۷) واخرجه ایضا ابن عبدالبر فیه من طریق شقیق عن ابن مسعود

۲۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامعه (ج ۱ ص ۱۰۰) ۳۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۲۲) رجاله رجال الصحیح الا ان عبدالملک بن عمیر لم یدرک ابن مسعود

۴۔ اخرجه ابن عبدالبر فی معه (ج ۱ ص ۲۸) ۵۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۱۳)

تمہارے علماء چاہتے تو ان کی تعداد میں اضافہ ہوسکتا تھا اگر تمہارے جاہل علم کو تلاش کرتے تو وہ اسے ضرور پالیتے۔ نقصان دینے والی چیزوں کے بجائے اپنے فائدے والی چیزیں اختیار کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو امت بھی ہلاک ہوئی ہے اس کی ہلاکت کے دو ہی اسباب تھے ایک تو وہ اپنی خواہشات پر چل رہے تھے اور دوسرے وہ اپنی تعریف کیا کرتے تھے۔[1] حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں علم کے اٹھنے سے پہلے اسے حاصل کرلو اور علم کے اٹھنے کی صورت یہ ہوگی کہ علماء دنیا سے چلے جائیں گے اور علم سکھانے والے اور سیکھنے والے دونوں اجر میں برابر ہیں۔ انسان کہلانے کے مستحق دو ہی آدمی ہیں علم سکھانے والا عالم اور سیکھنے والا۔ ان دو کے علاوہ باقی انسانوں میں کوئی خیر نہیں۔[2]

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں جو بھی صبح سویرے مسجد کو کوئی خیر کی بات سیکھنے یا سکھانے جاتا ہے اس کے لیئے اس مجاہد کا اجر لکھا جاتا ہے جو مال غنیمت لے کر واپس آتا ہے۔[3]

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ جو آدمی یہ سمجھے کہ صبح اور شام علم کے لیئے جانا جہاد نہیں ہے وہ کم عقل اور ناقص رائے والا ہے۔[4] حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ علم سیکھنے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔[5]

حضرت ابوذر اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آدمی کا علم کا ایک باب سیکھ لینا ہمیں اس کے ہزار رکعت نفل پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جو طالب علم طالب علمی کی حالت میں مرے گا وہ شہید ہوگا۔[6] ایک روایت میں ان دونوں حضرات کا یہ ارشاد نقل ہے کہ علم کا ایک باب سکھانا ہمیں سو رکعت نفل سے زیادہ محبوب ہے چاہے اس پر عمل ہو رہا ہو یا نہ رہا ہو۔

حضرت علی ازدیؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباسؓ سے جہاد کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتادوں جو تمہارے لیئے جہاد سے بہتر ہے؟ تم کسی مسجد میں جا کر قرآن، فقہ یا سنت سکھاؤ۔[7] حضرت ازدیؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباسؓ سے جہاد کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتادوں جو تمہارے لیئے جہاد

۱۔ عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۲۲۲) ۲۔ عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۲۱۳) عن معاویة بن قرة عن ابیه ۳۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامعه (ج ۱ ص ۳۲) عن عبدالرحمن بن مسعود الفزاری

۴۔ عند ابن عبدالبر ایضا (ج ۱ ص ۳۱) عن ابن ابی الهذیل

۵۔ عند ابن عبدالبر ایضا (ج ۱ ص ۱۰۰) عن رجاء بن حیوة ۶۔ اخرجه البزار قال المنذری فی الترغیب (ج ۱ ص ۶۱) رواه البزار والطبرانی فی الاوسط الا انه قال خیرله من الف رکعة. انتهی و اخرجه ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۱ ص ۲۵) عنهما نحوه بزیادة التطوع

۷۔ اخرجه ابن زنجویه کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۰)

سے بہتر ہے؟ تم ایک مسجد بناؤ اور اس میں قرآن۔ نبی کریم ﷺ کی سنتیں اور دین کے فقہی مسائل سکھاؤ۔[1] حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں لوگوں کو خیر سکھانے والے کے لیئے ہر چیز دعائے مغفرت کرتی ہے حتی کہ سمندر میں مچھلیاں بھی اس کے لیئے دعائے مغفرت کرتی ہیں۔[2]

حضرت زر بن حبیشؒ کہتے ہیں میں حضرت صفوان بن عسال مرادیؓ کی خدمت میں صبح صبح گیا تو انہوں نے پوچھا اے زر! تم صبح صبح کس لیئے آئے ہو؟ میں نے کہا علم حاصل کرنے آیا ہوں۔ فرمایا تو علم سکھانے والے عالم بنو یا سیکھنے والے بنو۔ ان دو کے علاوہ اور کچھ نہ بنو۔[3] حضرت صفوانؓ فرماتے ہیں جو اپنے گھر سے علم حاصل کرنے نکلتا ہے تو فرشتے اس علم سیکھنے والے اور اسے علم سکھانے والے کے لیئے اپنے پر بچھاتے ہیں۔[4]

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کا علمی ولولہ اور شوق

جب حضرت معاذ بن جبلؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا دیکھو کیا صبح صادق ہوگئی ہے؟ ایک آدمی نے آکر بتایا کہ ابھی نہیں ہوئی۔ پھر فرمایا دیکھو کیا صبح صادق ہوگئی ہے؟ پھر کسی نے آکر بتایا کہ ابھی نہیں ہوئی۔ بالآخر ایک آدمی نے آکر بتایا کہ صبح صادق ہوگئی ہے تو فرمایا میں اس رات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جس کی صبح دوزخ کی آگ کی طرف لے جائے۔ خوش آمدید ہو موت کو، خوش آمدید ہو اس مہمان کو جو بہت لمبے عرصے کے بعد ملنے آیا ہے جس سے مجھے بہت محبت ہے لیکن وہ ایسے وقت آیا ہے جبکہ میرے ہاں فاقہ ہے۔ اے اللہ! میں زندگی بھر تجھ سے ڈرتا رہا لیکن آج تیری رحمت کا امیدوار ہوں، اے اللہ! تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ مجھے دنیا سے اور اس میں زیادہ عرصہ تک رہنے سے اس وجہ سے محبت نہیں ہے تاکہ میں نہریں کھودوں اور درخت لگاؤں بلکہ اس وجہ سے ہے تاکہ میں سخت گرمی کی دوپہر میں پیاس برداشت کروں یعنی گرمیوں میں روزے رکھوں اور مشقت کے مواقع پر مشقت اٹھاؤں اور علم کے حلقوں میں علماء کی خدمت میں دوزانو بیٹھوں۔[5]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا اگر تین کام نہ ہوتے تو میں اسے پسند کرتا کہ دنیا میں اور نہ رہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ وہ تین کام کون سے ہیں؟ انھوں نے فرمایا ایک تو دن اور رات میں اپنے خالق کے سامنے سر زمین پر رکھنا جو میری آخرت کی زندگی میں آگے جمع ہو رہا

۱؎ عند ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۱ ص ۶۲) ۲؎ عند عبدالبر ایضا (ص م۲ ۱)
۳؎ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۲۲) وفیه حفص بن سلیمان وثقه احمد و ضعفه جماعة کثیرون انتهی ۴؎ عند الطبرانی ایضا فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۲۳) وفیه عبدالکریم بن ابی المخارق وهو ضعیف. انتهی ۵؎ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۳۹) وذکره ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۱ ص ۵۱) بلا اسناد

ہے۔ دوسرے سخت گرمیوں کی دوپہر میں (روزہ رکھ کر) پیاسا رہنا تیسرے ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا جو عمدہ کلام کو ایسے چنتے ہیں جیسے کہ پھل چنا جاتا ہے۔ آگے اور بھی حدیث ہے۔[۱]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب حضورؐ کا انتقال ہوا تو میں نے ایک انصاری آدمی سے کہا آج صحابہ بہت بڑی تعداد میں موجود ہیں آؤ ان سے پوچھ پوچھ کر قرآن وحدیث جمع کر لیں۔ انھوں نے کہا اے ابن عباس! آپ پر بڑا تعجب ہے کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ حضورؐ کے اتنے بڑے بڑے صحابہؓ کے ہوتے ہوئے بھی لوگوں کو آپ کی ضرورت پڑے گی؟ (انھوں نے میری بات نہ مانی اور اس کے لئے تیار نہ ہوئے تو) میں نے انہیں چھوڑ دیا اور حضورؐ کے صحابہؓ سے پوچھنے لگا اور مجھے پتہ چلتا کہ فلاں صحابی فلاں حدیث بیان کرتے ہیں تو میں ان کے دروازے پر جاتا وہ دوپہر کو آرام کر رہے ہوتے۔ میں ان کے دروازے پر چادر پر ٹیک لگا کر بیٹھ جاتا اور ہوا کی وجہ سے مٹی مجھ پر پڑتی رہتی وہ صحابی (آرام سے فارغ ہوکر) باہر آتے تو مجھے دیکھتے اور کہتے اے حضورؐ کے چچازاد بھائی! آپ کا کیسے آنا ہوا؟ آپ خود کیوں آئے؟ آپ کسی کو میرے پاس بھیج دیتے میں آپ کے پاس آجاتا۔ میں کہتا نہیں (مجھے آپ سے علم حاصل کرنا ہے، اس لئے) میرا حق بنتا ہے۔ کہ میں آپ کی خدمت میں آؤں پھر میں ان سے اس حدیث کے بارے پوچھتا (اس طرح میں نے تفسیر اور احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کر لیا جنہیں حاصل کرنے کے لئے لوگ میرے پاس آنے لگے) وہ انصاری بھی بہت عرصہ تک زندہ رہے اور انھوں نے دیکھا کہ لوگ میرے ارد گرد جمع ہیں اور مجھ سے قرآن وحدیث کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ اس پر انھوں نے کہا یہ نوجوان واقعی مجھ سے زیادہ سمجھدار نکلا۔[۲]

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جب دنیا کے مختلف شہر فتح ہو گئے تو لوگ دنیا کی طرف متوجہ ہو گئے اور میں نے اپنی ساری توجہ حضرت عمرؓ (سے قرآن وحدیث لینے) کی طرف لگا دی۔ راوی کہتے ہیں کہ اسی وجہ سے حضرت ابن عباسؓ کی اکثر حدیثیں حضرت عمرؓ ہی سے منقول ہیں۔[۳]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضورؐ نے مجھ سے فرمایا جس طرح تیرے ساتھی مجھ سے مال غنیمت مانگتے ہیں تم نہیں مانگتے۔ میں نے عرض کیا میں تو آپ سے یہ مانگتا ہوں کہ جو علم اللہ نے آپ کو عطا فرمایا ہے آپ اس میں سے مجھے بھی سکھائیں۔ اس کے بعد میں نے کمر سے دھاری دار چادر اتار کر اپنے اور حضورؐ کے درمیان بچھادی اور یہ منظر مجھے ایسا یاد ہے کہ اب بھی مجھ کو

۱۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۱۲)

۲۔ اخرجه الحاکم فی المستدرک (ج ۱ ص ۱۰۶) قال الحاکم و وافقه الذهبی هذا حدیث صحیح علی شرط البخاری و اخرجه ایضا الدارمی والحارث فی مسندیهما عن ابن عباس مثله کما فی الاصابة (ج ۲ ص ۳۳۱) وابن سعد فی طبقاته (ج ۴ ص ۱۸۲) نحوه

۳۔ اخرجه البزار قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۶۱) رجاله رجال الصحیح

اس پر جوئیں چلتی ہوئی نظر آرہی ہیں پھر آپؐ نے مجھے حدیث سنائی جب میں نے وہ حدیث پوری سن لی تو حضورؐ نے فرمایا اب اس چادر کو سمیٹ کر اپنے جسم سے باندھ لو۔ (میں نے ایسے ہی کیا) اس کے بعد حضورؐ جو بھی ارشاد فرماتے مجھے اس میں سے ایک حرف بھی نہیں بھولتا تھا۔[۱]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں لوگ یہ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ حدیثیں بہت زیادہ بیان کرتا ہے ہم سب نے اللہ کے پاس جانا ہے (اگر میں غلط حدیث بیان کروں گا تو اللہ میری پکڑ فرمائیں گے اور جو میرے بارے میں غلط گمان رکھتے ہیں اللہ ان سے بھی پوچھیں گے) اور لوگ یہ بھی کہتے ہیں دوسرے مہاجرین اور انصار صحابہؓ ابو ہریرہ جتنی حدیثیں بیان نہیں کرتے۔ میرے مہاجر بھائی تو بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول رہتے تھے۔ اور میرے انصاری بھائیوں کو اپنی زمینوں اور مویشیوں کی مشغولی تھی اور میں ایک مسکین نادار آدمی تھا اور ہر وقت حضور ﷺ کی خدمت میں پیٹ بھر کھانے پر قناعت کر کے حاضر رہتا تھا۔ انصار و مہاجرین جب حضورؐ کی خدمت سے چلے جاتے تو میں پھر بھی حاضر خدمت رہتا۔ وہ حضورؐ سے سن کر اپنے کاموں میں لگ کر بھول جاتے، میں سب کچھ یاد رکھتا۔ ایک دن حضورؐ نے فرمایا تم میں سے جو آدمی بھی اپنا کپڑا میرے سامنے پھیلائے گا اور جب میں اپنی بات پوری کر لوں وہ اسے سمیٹ کر اپنے سینے سے لگائے گا وہ کبھی بھی میری کوئی بات نہیں بھولے گا۔ میں نے فوراً اپنی دھاری دار چادر بچھا دی۔ میری کمر پر اس کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہیں تھا۔ پھر جب حضورؐ نے اپنی وہ بات پوری فرمائی تو میں نے چادر سمیٹ کر اپنے سینے سے لگالی۔ اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے! مجھے اس میں سے ایک بات بھی آج تک نہیں بھولی۔ اللہ کی قسم! اگر اللہ کی کتاب (قرآن) میں یہ دو آیتیں نہ ہوتیں (جن میں علم کو چھپانے کی ممانعت ہے) تو آپ لوگوں کو کبھی کوئی حدیث بیان نہ کرتا اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى سے لے کر الرَّحِيْمُ تک (سورت بقرہ آیت ۱۵۹۔۱۶۰) ترجمہ ”جو لوگ اخفاء کرتے ہیں ان مضامین کا جن کو ہم نے نازل کیا ہے جو کہ (اپنی ذات میں) واضح ہیں اور (دوسروں کو) ہادی ہیں بعد اس کے کہ ہم ان کو کتاب الٰہی (تورات و انجیل) میں عام لوگوں پر ظاہر کر چکے ہوں، ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرماتے ہیں اور (دوسرے بہتیرے) لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ مگر جو لوگ توبہ کر لیں اور اصلاح کر دیں اور (ان مضامین کو) ظاہر کر دیں تو ایسے لوگوں پر میں متوجہ ہو جاتا ہوں اور میری تو بکثرت عادت ہے توبہ قبول کر لینا اور مہربانی فرمانا۔“[۲]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں لوگ کہتے تھے کہ ابو ہریرہ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ میں ہر وقت حضورؐ کے ساتھ رہتا تھا اور صرف پیٹ بھر کھانے پر گزارہ کر لیتا

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۸۱)   ۲۔ عند البخاري (ج ۱ ص ۳۱٦)

تھا۔ ان دنوں نہ خمیری روٹی مجھے ملتی تھی اور نہ پہننے کو ریشم اور نہ خدمت کرنے والا کوئی مرد میرے پاس تھا اور نہ کوئی عورت۔ اور بعض دفعہ میں بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنا پیٹ کنکریوں کے ساتھ چمٹا دیتا تھا (تاکہ کنکریوں کی ٹھنڈک سے بھوک کی گرمی میں کمی آجائے) اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ قرآن کی آیت مجھے معلوم ہوتی تھی لیکن میں کسی آدمی سے کہتا کہ یہ آیت مجھے پڑھا دو تاکہ وہ مجھے اپنے ساتھ گھر لے جائے اور مجھے کچھ کھلا دے اور مساکین کے حق میں سب سے بہتر حضرت جعفر بن ابی طالبؓ تھے۔ وہ ہمیں گھر لے جاتے اور جو کچھ گھر میں ہوتا، وہ سب کچھ ہمیں کھلا دیتے یہاں تک کہ بعض دفعہ وہ شہد یا گھی کی کپی ہی ہمارے پاس باہر لے آتے۔ اس کپی میں کچھ ہوتا نہیں تھا تو ہم اسے پھاڑ کر اس کے اندر جو ہوتا اسے چاٹ لیتے۔[1]

علم کی حقیقت اور جس چیز پر علم کا لفظ بولا جاتا ہے

حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے جو ہدایت اور علم دے کر بھیجا ہے اس کی مثال اس بارش جیسی ہے جو بہت زیادہ ہوئی ہو اور ایک زمین پر برسی ہو جس کا ایک ٹکڑا بہت عمدہ اور زرخیز تھا اس ٹکڑے نے بارش کے پانی کو اپنے اندر جذب کر لیا جس سے گھاس اور چارہ خوب اگا۔ اس زمین میں ایک بنجر اور سخت ٹکڑا تھا جس نے اس پانی کو روک لیا (نہ اپنے اندر جذب کیا اور ڈھلان نہ ہونے کی وجہ سے نہ اسے جانے دیا) تو اللہ تعالیٰ نے اس پانی سے لوگوں کو نفع پہنچایا، چنانچہ انھوں نے اسے پیا اور اپنے جانوروں کو پلایا اور اس سے کاشت کی اور اس زمین کا تیسرا ٹکڑا چٹیل میدان تھا جس میں پانی بھی (ڈھلان کی وجہ سے) نہ رکا اور گھاس وغیرہ بھی نہ اگا۔ یہ مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کی اور اللہ تعالیٰ نے جو مجھے دے کر بھیجا ہے اس سے اس کو نفع ہوا اس نے خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور اس آدمی کی مثال ہے جس نے تکبر کی وجہ سے اس علم و ہدایت کی طرف بالکل توجہ نہ کی اور اللہ کی جو ہدایت دے کر مجھے بھیجا گیا ہے اسے بالکل قبول نہ کیا۔[2]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا مجھ سے پہلے اللہ نے جس نبی کو بھی اس کی امت میں بھیجا تو اس امت میں اس کے حواری اور خاص صحابی ضرور ہوتے جو اس کی ہر سنت کو مضبوطی سے پکڑتے اور ٹھیک ٹھیک اس کی پیروی کرتے اور اس کے دین کو بعینہٖ محفوظ رکھتے لیکن بعد میں ایسے نالائق لوگ پیدا ہو جاتے جو ان کاموں کا دعویٰ کرتے جو انھوں نے کئے نہیں ہوتے تھے اور جن کاموں کا حکم نہیں دیا گیا تھا ان کاموں کو کرتے تھے (میری امت میں بھی ایسے لوگ

۱۔ اخرجه البخاری ایضا کذافی الترغیب (ج ۵ ص ۱۷۵)

۲۔ اخرجه الشیخان کذافی المشکوة (ص ۳۰)

آئندہ ہوں گے) جو ان لوگوں کے خلاف اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور جو اپنی زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور جو اپنے دل سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا اصل علم تین چیزیں ہیں محکم آیت (یعنی قرآن مجید) قائم دائم سنت یعنی حضورؐ کی وہ حدیث جو قابل اعتماد سند سے ثابت ہو اور قرآن و حدیث کے برابر درجہ رکھنے والے فرائض یعنی اجماع اور قیاس ان کے علاوہ جو کچھ ہے وہ زائد علم ہے (اسے حاصل کرنا ضروری نہیں ہے)۔[2] حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اس کے نبی ﷺ کی سنت۔[3]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک دن مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ بہت سارے لوگ ایک آدمی پر جمع ہیں۔ حضورؐ نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ایک علامہ ہے۔ حضورؐ نے پوچھا اس کے علامہ ہونے کا کیا مطلب؟ لوگوں نے کہا یہ عربوں کے نسب، عربی زبان، اشعار اور عربوں کا جن چیزوں میں اختلاف ہے ان سب کو تمام لوگوں سے زیادہ جاننے والا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ ایسا علم ہے جس کے جاننے میں کوئی فائدہ نہیں اور اس کے معلوم نہ ہونے میں کوئی نقصان نہیں۔[4]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ علم تین چیزیں ہیں۔ حق بولنے والی کتاب یعنی قرآن مجید، وہ سنت جو قیامت تک چلے گی اور جو بات نہ آتی ہو اس کے بارے میں یہ کہہ دینا کہ میں اسے نہیں جانتا۔[5] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اصل علم اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت ہے۔ ان دونوں کو چھوڑ کر جو بھی اپنی رائے سے کچھ کہے گا اس کا پتہ نہیں کہ وہ اسے اپنی نیکیوں میں پائے گا یا اپنی برائیوں میں۔[6]

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد حضرت عطاء، حضرت طاؤس اور حضرت عکرمہ بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت ابن عباسؓ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کیا یہاں کوئی مفتی ہے؟ میں نے کہا پوچھو کیا پوچھتے ہو؟ اس نے کہا میں جب بھی

۱۔ اخرجه مسلم كذافي المشكوة (ص ۴۱) ۲۔ اخرجه ابوداؤد و ابن ماجه كذافي المشكوة (ص ۲۷) واخرجه ابن عبدالبر في جامع بيان العلم (ج ۲ ص ۲۳) نحوه

۳۔ عند ابن عبدالبر ايضا (ج ۱ ص ۲۴) ۴۔ اخرجه ابن عبدالبر في جامع بيان العلم (ج ۲ ص ۲۳) ۵۔ اخرجه ابن عبدالبر في جامعه (ج ۲ ص ۲۴)

۶۔ عند ابن عبدالبر ايضا (ج ۲ ص ۲۶)

پیشاب کرتا ہوں تو اس کے بعد منی نکل آتی ہے۔ہم نے کہا وہی منی جس سے بچہ بنتا ہے؟اس نے کہا جی ہاں!ہم نے کہا اس سے تمہیں غسل کرنا پڑے گا وہ انا للّٰہ پڑھتا ہوا پشت پھیر کر واپس چلا گیا۔حضرت ابن عباسؓ نے جلدی جلدی نماز پوری کی اور سلام پھیرتے ہی کہا اے عکرمہ!اس آدمی کو میرے پاس لاؤ۔چنانچہ حضرت عکرمہ اسے لے آئے تو حضرت ابن عباسؓ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم نے جو اس آدمی کو مسئلہ بتایا ہے وہ تم نے اللہ کی کتاب سے لیا ہے؟ہم نے کہا نہیں۔انھوں نے فرمایا کیا تم نے یہ مسئلہ حضور کی سنت سے لیا ہے؟ہم نے کہا نہیں۔انھوں نے فرمایا کیا تم نے حضورؐ کے صحابہؓ سے لیا ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔انھوں نے فرمایا پھر کس سے لیا ہے؟ہم نے کہا ہم نے اپنی رائے سے اسے بتایا ہے۔ انھوں نے فرمایا اسی وجہ سے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔پھر اس آدمی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ذرا یہ بتاؤ پیشاب کے بعد جب منی نکلتی ہے تو کیا اس وقت تمہارے دل میں شہوت ہوتی ہے؟اس نے کہا نہیں۔فرمایا کیا اس کے نکلنے کے بعد تم اپنے جسم میں سستی محسوس کرتے ہو؟اس نے کہا نہیں تو فرمایا یہ منی معدہ کی خرابی کی وجہ سے نکلتی ہے،لہٰذا تمہارے لئے وضو کافی ہے۔[1]

نبی کریمؐ کے لائے ہوئے علم کے علاوہ دوسرے علم میں مشغول ہونے پر انکار اور سختی

حضرت عمرو بن یحییٰ بن جعدہؒ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کی خدمت میں ایک کتاب لائی گئی جو کسی جانور کے کندھے کی ہڈی پر لکھی ہوئی تھی اس پر حضورؐ نے فرمایا کسی قوم کے بے وقوف اور گمراہ ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ اپنے نبی کے لائے ہوئے علم کو چھوڑ کر دوسرے نبی کے علم کی طرف متوجہ ہوں یا اپنے نبی کی کتاب کے علاوہ کسی اور کتاب کی طرف متوجہ ہوں۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اَوَلَمْ یَکْفِہِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْہِمْ (سورت عنکبوت آیت ۵۱) ترجمہ ''کیا ان لوگوں کو یہ بات کافی نہیں ہوئی کہ ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی جو ان کو سنائی جاتی رہتی ہے۔''

حضرت خالد بن عرفطہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں قبیلہ عبدالقیس کا ایک آدمی ان کے پاس لایا گیا جس کی رہائش سوس شہر میں تھی (یہ خوزستان کا ایک شہر ہے جس میں حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا تم فلاں بن فلاں عبدی ہو؟اس نے کہا جی ہاں حضرت عمرؓ کے پاس ایک لاٹھی تھی وہ انھوں نے اسے ماری،اس نے کہا

---

[1] اخرجه ابن عساكر بسند حسن كذافي كنز العمال (ج ۵ ص ۲۱۸)

اے امیر المومنین میرا کیا قصور؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا، حضرت عمرؓ نے یہ آیات تین دفعہ پڑھیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥ الٓرٰ تِلْكَ اٰيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِيْنِ ٥ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ٥ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ٥ (سورت یوسف آیت ۱۔۳) ترجمہ ''الر۔ یہ آیتیں ہیں ایک کتاب واضح کی ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھو۔ ہم نے جو یہ قرآن آپ کے پاس بھیجا ہے اس کے ذریعہ سے ہم آپ سے ایک بڑا عمدہ قصہ بیان کرتے ہیں اور اس کے قبل آپ محض بے خبر تھے۔'' اور اسے تین دفعہ لاٹھی ماری۔ اس آدمی نے کہا اے امیر المومنین! میرا قصور؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے ہی حضرت دانیال علیہ السلام کی کتابیں لکھی ہیں۔ اس آدمی نے کہا اس بارے میں آپ مجھے جو فرمائیں گے میں وہی کروں گا حضرت عمرؓ نے فرمایا جاؤ اور جا کر ان پر گرم پانی ڈال کر سفید اون سے مل کر ان کو مٹا دو نہ خود پڑھو اور نہ کسی کو پڑھاؤ۔ اگر مجھے پتہ چلا کہ تم نے خود پڑھی ہیں یا کسی کو پڑھائی ہیں تو میں تمہیں سخت سزا دوں گا۔ پھر اس سے فرمایا یہاں بیٹھو۔ وہ حضرت عمرؓ کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ایک دفعہ میں گیا اور اہل کتاب کی ایک کتاب نقل کی اور اسے ایک کھال پر لکھ کر حضورؐ کی خدمت میں لایا۔ حضورؐ نے فرمایا اے عمر! یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کتاب میں اس لئے لکھ کر لایا ہوں تاکہ ہمارے علم میں اضافہ ہو جائے۔ یہ سنتے ہی حضور کو غصہ آ گیا اور اتنا غصہ آیا کہ آپؐ کے دونوں رخسار سرخ ہو گئے پھر (حضورؐ کے ارشاد پر لوگوں کو جمع کرنے کے لئے) الصلوۃ جامعۃ کہہ کر اعلان کیا گیا انصار نے کہا تمہارے نبی ﷺ کو کسی وجہ سے سخت غصہ آیا ہوا ہے، اس لئے ہتھیار لگا کر چلو، ہتھیار لگا کر چلو۔ چنانچہ انصار تیار ہو کر آئے اور آکر حضورؐ کے منبر کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ حضورؐ نے فرمایا اے لوگو! مجھے ایسے کلمات دیئے گئے ہیں جن کے الفاظ کم اور معانی بہت زیادہ ہیں اور وہ مہر کی طرح آخری درجے کے اور فیصلہ کن نوعیت کے کلمات ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بہت مختصر کر کے مجھے عطا فرمائے ہیں۔ اور میں تمہارے پاس ایسی ملت لے کر آیا ہوں جو بالکل واضح اور صاف ستھری ہے، لہٰذا تم حیرت اور پریشانی میں مت پڑو اور نہ حیرت میں پڑنے والوں یعنی اہل کتاب سے دھوکہ کھاؤ۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں نے فوراً کھڑے ہو کر عرض کیا میں اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور آپ کے رسول ہونے پر بالکل راضی ہوں۔ پھر حضورؐ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔[۱]

۱۔ اخرجه ابویعلی قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۸۲) وفیه عبدالرحمن الواسطی ضعفه احمد وجماعة. انتهی واخرجه ایضا ابن المنذر وابن ابی حاتم والعقیلی ونصر المقدسی وسعید بن منصور کمافی الکنز (ج ۱ ص ۹۴) واخرجه عبدالرزاق وغیره عن ابراهیم النخعی مختصراً مقتصراً علی الموقوف کمافی الکنز

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ کو اہل کتاب سے ایک کتاب ملی وہ اسے لے کر نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اہل کتاب سے ایک بہت اچھی کتاب ملی ہے۔ یہ سنتے ہی حضورؐ کو غصہ آ گیا اور فرمایا اے ابن الخطاب کیا تم ابھی تک اسلام کے امور کے بارے میں حیران و پریشان ہو؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں تمہارے پاس ایسی ملت لے کر آیا ہوں جو بالکل واضح اور صاف ستھری ہے۔ تم اہل کتاب سے کچھ نہ پوچھو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ جواب میں تمہیں حق بات کہہ دیں اور تم اسے جھٹلا دو یا وہ غلط بات کہہ دیں اور تم اسے سچا مان لو (ان کے ہاں حق اور باطل آپس میں ملا ہوا ہے) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو بھی میرا ہی اتباع کرنا پڑتا (اس کے علاوہ ان کے لئے بھی کامیابی کا اور کوئی راستہ نہ ہوتا)[1]

حضرت عبداللہ بن ثابتؓ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میرا اپنے ایک بھائی کے پاس سے گزر ہوا جو کہ قبیلہ بنو قریظہ میں سے ہے۔ اس نے مجھے تورات میں سے جامع باتیں لکھ کر دی ہیں کیا میں انہیں آپؐ کے سامنے پیش کروں؟ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں یہ سنتے ہی غصہ کی وجہ سے حضورؐ کا چہرہ بدل گیا تو میں نے کہا (اے عمر!) کیا تم حضورؐ کے چہرے پر غصہ کے آثار نہیں دیکھ رہے ہو؟ انھوں نے فوراً عرض کیا ہم اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہیں۔ اس پر حضورؐ کا غصہ زائل ہو گیا اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر تم میں حضرت موسیٰؑ ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر ان کا اتباع کر لیتے تو تم گمراہ ہو جاتے۔ دوسری امتوں میں سے تم میرے حصے میں آئے ہو اور دوسرے نبیوں میں سے میں تمہارے حصے میں آیا ہوں۔[2]

حضرت میمون بن مہرانؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا اے امیر المومنین! ہم نے جب مدائن شہر فتح کیا تو مجھے ایک کتاب ملی جس کی باتیں مجھے بہت پسند آئیں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا اس کی باتیں اللہ کی کتاب سے لی ہوئی ہیں؟ اس آدمی نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کوڑا منگا کر اسے مارنا شروع کر دیا یہ آیتیں اسے پڑھ کر سنائیں الٓرٰ ۝ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا سے لے کر وَاِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ تک (سورت یوسف آیت ۱۔۳) ترجمہ اسی باب کے شروع میں گزر چکا ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا

۱؎ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۲ ص ۴۲) من طریق ابن ابی شیبة باسناده و اخرجه ایضا احمد و ابو یعلی والبزار عن جابر نحوه قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۷۴) وفیه مجالد بن سعید ضعفه احمد و یحییٰ بن سعید وغیرهما

۲؎ اخرجه احمد والطبرانی قال الهیثمی ورجاله رجال الصحیح الاجابر الجعفی وهو ضعیف واخرجه الطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء بنحوه کمافی المجمع.

تم سے پہلے لوگ صرف اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ وہ اپنے علماء اور پادریوں کی کتابوں کی طرف متوجہ ہو گئے اور انھوں نے تورات اور انجیل کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ یہ دونوں کتابیں بوسیدہ ہو گئیں اور دونوں میں جو علم الٰہی تھا وہ سب جاتا رہا۔[۱]

حضرت حریث بن ظہیرؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اہل کتاب سے کچھ بھی نہ پوچھا کرو کیونکہ وہ خود گمراہ ہو چکے ہیں، اس لئے تمہیں کبھی بھی ہدایت کی بات نہیں بتائیں گے بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ حق بات بیان کریں اور تم اسے جھٹلا دو اور وہ غلط بات بیان کریں اور تم اس کی تصدیق کر دو۔[۲] عبدالرزاق کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اگر تم نے ان سے ضرور پوچھنا ہے تو پھر یہ دیکھو کہ جو اللہ کی کتاب کے مطابق ہو وہ لے لو اور جو اس کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تم اہل کتاب سے کوئی بات کیسے پوچھتے ہو جبکہ تمہاری یہ کتاب جو اللہ نے اپنے نبی کریمؐ پر نازل فرمائی ہے تمہارے سامنے موجود ہے۔ تمام کتابیں بہت زمانہ پہلے اللہ کے پاس سے آئی ہیں اور یہ ابھی ابھی اللہ کے ہاں سے آئی ہے۔ بالکل تروتازہ ہے۔ اس میں باہر کی کوئی چیز ملائی نہیں جا سکی کیا اللہ نے تمہیں اپنی کتاب میں یہ نہیں بتایا کہ ان اہل کتاب نے اللہ کی کتاب (تورات اور انجیل) کو بدل دیا ہے اور اس میں تحریف کی ہے اور بہت سی باتیں اپنے پاس سے لکھ کر اس میں شامل کر کے یوں کہنے لگے کہ یہ اللہ کے پاس سے آئی ہیں۔ یہ اس لئے کیا تا کہ کچھ تھوڑا سا دنیاوی فائدہ حاصل ہو جائے۔ وہ علم الٰہی جو تمہارے پاس آیا ہے کیا وہ تمہیں ان سے پوچھنے سے روکتا نہیں؟ (قرآن وحدیث کے ہوتے ہوئے اہل کتاب سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے) اللہ کی قسم! ہم نے تو کبھی نہیں دیکھا کہ اہل کتاب کا کوئی آدمی اس علم کے بارے میں پوچھ رہا ہو جو اللہ نے تمہارے پاس نازل فرمایا ہے۔[۳]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں تم اہل کتاب سے ان کی کتابوں کے بارے میں پوچھتے ہو حالانکہ تمہارے پاس اللہ کی کتاب ہے جو تمام کتابوں کے بعد سب سے آخر میں ابھی ابھی اللہ کے پاس سے آئی ہے۔ تم اسے پڑھتے بھی ہو اور وہ بالکل تروتازہ ہے اور اس میں کوئی اور چیز ابھی

۱۔ اخرجه نصر المقدسی کذافی الکنز (ج ۱ ص ۹۵)

۲۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۲ ص ۴۰) واخرجه عبدالرزاق ایضا عن حریث نحوه عن القاسم بن عبدالرحمن عن عبدالله قاله ابن عبدالبر فی جامعه (ج ۲ ص ۴۲) و اخرجه الطبرانی فی الکبیر نحو السیاق الاول ورجاله موثقون کما قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۹۲)

۳۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامعه (ج ۲ ص ۴۲)

تک ملائی بھی نہیں جا سکی لے

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے علم سے اثر لینا

حضرت ولید بن ابی ولید ابوعثمان مدنیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عقبہ بن مسلم نے ان سے بیان کیا کہ حضرت شفی اصبحی نے ان سے بیان کیا کہ میں مدینہ منورہ گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک آدمی کے ارد گرد بہت لوگ جمع ہیں۔ میں نے پوچھا یہ صاحب کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں ان کے قریب جا کر ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ وہ لوگوں کو حدیثیں سنا رہے تھے۔ جب وہ خاموش ہو گئے اور سب لوگ چلے گئے اور وہ اکیلے رہ گئے تو میں نے عرض کیا کہ میرے آپ پر جتنے حق بنتے ہیں (کہ میں مسلمان ہوں مسافر ہوں اور طالب علم ہوں وغیرہ) ان سب کا واسطہ دے کر میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے وہ حدیث سنائیں جو آپ نے حضورؐ سے سنی ہے اور خوب اچھی طرح سمجھی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا ضرور، میں تمہیں وہ حدیث ضرور سناؤں گا جو حضور ﷺ نے مجھ سے بیان فرمائی اور میں نے اسے خوب اچھی طرح سمجھا ہے۔ پھر حضرت ابوہریرہؓ نے ایسے زور سے سسکی لی کہ بے ہوش ہونے کے قریب ہو گئے۔ ہم کچھ دیر ٹھہرے رہے پھر انہیں افاقہ ہوا تو فرمایا میں تمہیں وہ حدیث ضرور سناؤں گا جو حضورؐ نے مجھ سے اس گھر میں بیان فرمائی تھی اور اس وقت میرے اور حضورؐ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا پھر اتنے زور سے سسکی لی کہ بے ہوش ہی ہو گئے۔ پھر انہیں افاقہ ہوا اور انھوں نے اپنا چہرہ پونچھا اور فرمایا میں تمہیں وہ حدیث ضرور سناؤں گا جو حضورؐ نے اس وقت مجھ سے بیان فرمائی تھی جبکہ ہم دونوں اس گھر میں تھے اور ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اس کے بعد پھر حضرت ابوہریرہؓ نے اتنے زور سے سسکی لی کہ بے ہوش ہو گئے اور منہ کے بل زمین پر گرنے لگے لیکن میں نے انہیں سنبھال لیا اور بہت دیر تک انہیں سہارا دے کر سنبھالے رکھا پھر انہیں افاقہ ہوا تو فرمایا کہ مجھ سے حضورؐ نے یہ بیان فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی طرف متوجہ ہوں گے اور اس وقت کسی میں اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہوگی بلکہ ہر جماعت گھٹنوں کے بل سر جھکائے ہوئے ہوگی اور اللہ تعالیٰ پہلے تین آدمیوں کو بلائیں گے۔ ایک وہ آدمی جس نے سارا قرآن یاد کیا اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ کے راستے میں شہید کیا گیا اور تیسرا مالدار آدمی۔ پھر اللہ تعالیٰ قرآن کے قاری کو فرمائیں گے جو وحی میں نے اپنے رسول پر نازل کی تھی کیا میں نے وہ تجھے نہیں سکھائی تھی؟ وہ کہے گا اے میرے رب! سکھائی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے جو کچھ سیکھا تھا اس پر کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں رات دن اس کی تلاوت کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے تو نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تا کہ لوگ تجھے قاری کہیں سو یہ تجھے کہا جا چکا

۱ے عند ابن ابی شیبة كذافي جامع ابن عبدالبر

(اور تیرا مقصد حاصل ہو چکا) پھر مالدار کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کیا میں نے تجھے اس قدر زیادہ وسعت نہیں دی تھی کہ تو کسی کا محتاج نہیں تھا؟ وہ کہے گا جی ہاں بہت وسعت دی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جب میں نے تجھے اتنا زیادہ دیا تو تو نے اس کے مقابلہ میں کیا عمل کیے؟ وہ کہے گا میں صلہ رحمی کرتا تھا اور صدقہ خیرات دیتا تھا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو غلط کہتا ہے اور فرشتے بھی کہیں گے تو غلط کہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کہیں گے تو نے سب کچھ اس لئے کیا تھا تا کہ لوگ کہیں کہ فلاں بہت سخی ہے اور یہ کہا جا چکا اور پھر اللہ کے راستے میں شہید ہونے والے کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے تمہیں کس وجہ سے قتل کیا گیا؟ وہ کہے گا تو نے اپنے راستہ میں جہاد کرنے کا حکم دیا تھا اس وجہ سے میں نے کفار سے جنگ کی یہاں تک کہ مجھے قتل کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تھا تا کہ یہ کہا جائے کہ فلاں بہت بہادر ہے اور یہ کہا جا چکا پھر حضور ﷺ نے میرے گھٹنوں پر ہاتھ مار کر فرمایا اے ابو ہریرہ! اللہ کی مخلوق میں یہی تین آدمی ہیں جن کے ذریعہ قیامت کے دن سب سے پہلے آگ کو بھڑکایا جائے گا۔ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے سن کر حضرت شفی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے اور انہیں یہ حدیث سنائی حضرت ابو عثمان کہتے ہیں کہ حضرت علاء بن ابی حکیمؒ حضرت معاویہؓ کے تلوار بردار تھے۔ انھوں نے مجھے یہ واقعہ سنایا کہ ایک آدمی نے حضرت معاویہؓ کے پاس آ کر حضرت ابو ہریرہؓ کی طرف سے یہ حدیث سنائی اسے سن کر حضرت معاویہؓ نے فرمایا جب ان تینوں کے ساتھ یہ کیا جائے گا تو باقی لوگوں کے ساتھ کیا ہوگا؟ پھر حضرت معاویہؓ نے رونا شروع کیا اور اتنا زیادہ روئے کہ ہمیں گمان ہونے لگا کہ شاید وہ ہلاک ہو جائیں گے اور ہم نے کہا یہ آدمی تو ہمارے پاس بہت خطرناک خبر لے کر آیا ہے پھر حضرت معاویہؓ کو افاقہ ہوا اور انھوں نے اپنا چہرہ صاف کیا اور فرمایا اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (سورۂ ہود آیت ۱۵۔۱۶)

ترجمہ ”جو شخص (اپنے اعمال خیر سے) محض حیات دنیوی (کی منفعت) اور اس کی رونق (کا حاصل کرنا) چاہتا ہے تو ہم ان لوگوں کے (ان) اعمال (کی جزا) ان کو دنیا ہی میں پورے طور سے بھگتا دیتے ہیں اور ان کے لئے دنیا میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے لئے آخرت میں بجز دوزخ کے اور کچھ (ثواب وغیرہ) نہیں اور انھوں نے جو کچھ کیا تھا وہ آخرت میں سب کا سب ناکارہ (ثابت) ہوگا اور (واقع میں تو) جو کچھ کر رہے ہیں وہ اب بھی بے اثر ہے۔“[۱]

۱۔ اخرجه الترمذی (ج ۲ ص ۶۱) قال الترمذی هذا حديث حسن غريب وقال المنذری فی الترغيب (ج ۱ ص ۲۸) ورواه ابن خزيمة فی صحيحه نحو هذا لم يختلف الا فی حرف او حرفين وابن حبان فی صحيحه بلفظ الترمذی. انتهى بتغير يسير

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مروہ پر حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی آپس میں ملاقات ہوئی وہ دونوں کچھ دیر آپس میں بات کرتے رہے پھر حضرت عبداللہ بن عمروؓ چلے گئے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ وہاں روتے ہوئے رہ گئے تو ایک آدمی نے ان سے پوچھا اے ابوعبدالرحمٰن! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا یہ صاحب یعنی حضرت عبداللہ بن عمروؓ ابھی بتا کر گئے ہیں کہ انھوں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا اللہ تعالیٰ اسے چہرے کے بل آگ میں ڈال دیں گے۔[1]

بنونوفل کے آزاد کردہ غلام حضرت ابوالحسنؒ کہتے ہیں کہ جب سورت طسم شعراء نازل ہوئی تو حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہما روتے ہوئے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ یہ آیت پڑھ رہے تھے وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنَ ترجمہ ''اور شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں'' پھر حضورؐ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ پر پہنچے ترجمہ ''ہاں مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے'' تو آپؐ نے فرمایا تم ہو یہ لوگ پھر پڑھا وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا ترجمہ ''اور انھوں نے (اپنے اشعار میں) کثرت سے اللہ کا ذکر کیا'' آپؐ نے فرمایا تم ہو یہ لوگ پھر پڑھا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا ترجمہ ''اور انھوں نے بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہو چکا ہے (اس کا) بدلہ لیا'' پھر فرمایا تم ہو یہ لوگ (سورت شعراء آیت ۲۲۴۔۲۲۷)[2]

حضرت ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یمن والے آئے اور انھوں نے قرآن سنا تو وہ رونے لگے۔ حضرت ابوبکرؓ نے (تواضعاً) فرمایا ہم بھی ایسے تھے پھر دل سخت ہو گئے۔ ابونعیم صاحب کتاب کہتے ہیں دل سخت ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پہچان کر دل طاقتور اور مطمئن ہو گئے۔[3]

جو عالم دوسروں کو نہ سکھائے اور جو جاہل خود نہ سیکھے ان دونوں کو ڈرانا اور دھمکانا

حضرت ابزی خزاعی ابوعبدالرحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضورؐ نے بیان فرمایا اور مسلمانوں کی چند جماعتوں کی خوب تعریف کی پھر آپؐ نے فرمایا کیا بات ہے کچھ لوگ ایسے ہیں جو نہ اپنے پڑوسیوں میں دین کی سمجھ پیدا کرتے ہیں اور نہ ان کو سکھاتے ہیں اور نہ انہیں سمجھدار

۱۔ اخرجہ احمد و رواتہ رواۃ الصحیح کذافی الترغیب (ج ۴ ص ۳۴۵)
۲۔ اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۴۸۸)
۳۔ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۴)

بناتے ہیں اور نہ ان کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور نہ انہیں برائی سے روکتے ہیں اور کیا بات ہے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنے پڑوسیوں سے دین کی سمجھ حاصل نہیں کرتے اور ان سے سیکھتے نہیں اور سمجھ و عقل کی باتیں حاصل نہیں کرتے؟ اللہ کی قسم! یا تو یہ لوگ اپنے پڑوسیوں کو سکھانے لگ جائیں اور انہیں سمجھدار بنانے لگ جائیں اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کرنے لگ جائیں اور انہیں بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے لگ جائیں اور دوسرے لوگ اپنے پڑوسیوں سے سیکھنے لگ جائیں اور ان سے سمجھ و عقل کی باتیں حاصل کرنے لگ جائیں اور دین کی سمجھ حاصل کرنے لگ جائیں ورنہ میں انہیں اس دنیا میں جلد سزادوں گا پھر منبر سے نیچے تشریف لائے اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کیا خیال ہے حضورؐ نے کن لوگوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے؟ تو کچھ لوگوں نے کہا ہمارے خیال میں تو قبیلہ اشعر کے لوگوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ وہ خود دین کی سمجھ رکھتے ہیں اور ان کے کچھ پڑوسی ہیں جو چشموں پر زندگی گزارنے والے، دیہاتی اور اجڈ لوگ ہیں۔ جب یہ خبر ان اشعری لوگوں تک پہنچی تو انھوں نے حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ نے بہت سے لوگوں کی تو تعریف فرمائی لیکن ہمارے بارے میں آپؐ نے کچھ نہیں فرمایا ہے تو ہماری کیا خامی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو سکھائیں، ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں اور انہیں سمجھدار بنائیں اور انہیں نیکی کا حکم کریں اور انہیں برائی سے روکیں اور ایسے ہی دوسرے لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسیوں سے سیکھیں اور ان سے سمجھ و عقل کی باتیں حاصل کریں اور دین کی سمجھ حاصل کریں نہیں تو میں ان سب کو دنیا ہی میں جلد سزادوں گا۔ ان اشعری لوگوں نے عرض کیا کیا دوسروں کی غلطی پر ہم پکڑے جائیں گے؟ حضورؐ نے اپنی وہی بات دوبارہ ارشاد فرمائی تو انھوں نے پھر عرض کیا کیا ہم دوسروں کی غلطی پر پکڑے جائیں گے؟ حضورؐ نے پھر وہی ارشاد فرمایا تو انھوں نے عرض کیا ہمیں ایک سال کی مہلت دے دیں، چنانچہ حضورؐ نے انہیں ایک سال کی مہلت دی تاکہ وہ ان پڑوسیوں کو سکھائیں۔ ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں اور انہیں سمجھدار بنائیں۔ پھر حضورؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۝ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (سورت مائدہ آیت ۷۸۔ ۷۹) ترجمہ "بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر لعنت کی گئی تھی داؤدؑ اور عیسیٰؑ بن مریمؑ کی زبان سے یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انھوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے جو برا کام انھوں نے کر رکھا تھا اس سے باز نہ آتے تھے واقعی ان کا فعل بے شک برا تھا۔ ؎۱

؎۱ اخرجه ابن راهويه والبخاری فی الوحدان وابن السکن وابن منده والطبرانی وابو نعیم وابن عساکر والباوردی وابن مردویه وقال ابن السکن ماله غيره واسناده صالح كذافی الكنز (ج ۵ ص ۱۳۹)

جو بھی علم اور ایمان حاصل کرنا چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا فرمائیں گے

حضرت عبداللہ بن سلمہؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور رونے لگا۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ اس آدمی نے کہا نہ تو میں اس وجہ سے روتا ہوں کہ میرے اور آپ کے درمیان کوئی رشتہ داری ہے اور نہ اس وجہ سے روتا ہوں کہ مجھے آپ سے کچھ دنیا ملا کرتی تھی (جو آپ کے انتقال کے بعد مجھے نہیں ملے گی) بلکہ اس وجہ سے روتا ہوں کہ میں آپ سے علم حاصل کیا کرتا تھا اور اب مجھے ڈر ہے کہ یہ علم حاصل کرنے کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا مت رو کیونکہ جو بھی علم اور ایمان حاصل کرنا چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا فرمائے گا جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا۔ حالانکہ اس وقت علم اور ایمان نہ تھا۔[1]

حضرت یزید بن عمیرہؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کے اردگرد بیٹھے ہوئے لوگ رونے لگے۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ انھوں نے کہا ہم اس علم کی وجہ سے روتے ہیں جس کے حاصل کرنے کا سلسلہ آپ کے انتقال پر ٹوٹ جائے گا۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا نہیں علم و ایمان قیامت تک اپنی جگہ رہیں گے جو ان دونوں کو تلاش کرے گا وہ انہیں قرآن وسنت رسولؐ میں سے ضرور پالے گا (چونکہ قرآن مجید معیار ہے اس لئے) ہر کلام کو قرآن پر پیش کرو اور قرآن کو کسی کلام پر پیش مت کرو حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کرو اگر یہ حضرات نہ ملیں تو پھر ان چار سے حاصل کرو حضرت عویمر (ابوالدرداء) حضرت ابن مسعود، حضرت سلمان اور حضرت ابن سلام رضی اللہ عنہم یہ ابن سلام وہی ہیں جو یہودی تھے پھر مسلمان ہو گئے تھے کیونکہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ یہ جنت میں بلا حساب جانے والے دس آدمیوں میں سے ہیں اور عالم کی لغزش سے بچو اور جو بھی حق بات لے کر آئے اسے قبول کر لو اور جو غلط بات لے کر آئے اسے قبول نہ کرو چاہے وہ کوئی بھی ہو۔[2]

حضرت یزید بن عمیرہؒ کہتے ہیں جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا مرض الوفات شروع ہوا تو کبھی وہ بے ہوش ہو جاتے تھے اور کبھی انہیں افاقہ ہو جاتا تھا۔ ایک دفعہ تو ایسی بے ہوشی طاری ہوئی کہ ہم سمجھے کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے پھر انہیں افاقہ ہوا تو میں ان کے سامنے بیٹھا ہوا رو رہا تھا۔ انھوں نے فرمایا کیوں رو رہے ہو؟ میں نے کہا میں نہ تو اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۳۴)

۲۔ عند ابن عساكر وسيف كمافي الكنز (ج ۷ ص ۸۷)

مجھے آپ سے کوئی دنیا ملا کرتی تھی جواب مجھے نہیں ملا کرے گی اور نہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ میرے اور آپ کے درمیان کوئی رشتہ داری ہے بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ آپ سے علم کی باتیں اور صحیح فیصلے سنا کرتا تھا وہ سب اب جاتا رہے گا حضرت معاذؓ نے فرمایا مت رو کیونکہ علم اور ایمان اپنی جگہ رہیں گے جو انہیں تلاش کرے گا وہ انہیں ضرور پالے گا، لہٰذا علم کو وہاں تلاش کرو جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تلاش کیا تھا کیونکہ وہ جانتے نہیں تھے تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا جیسے کہ قرآن میں ہے اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ (سورت صافات آیت ۹۹) ترجمہ "میں تو اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہوں وہ مجھ کو (اچھی جگہ) پہنچا ہی دے گا۔" میرے بعد ان چار آدمیوں سے علم حاصل کرنا اگر ان میں سے کسی سے نہ ملے تو پھر ممتاز اور عمدہ لوگوں سے علم کے بارے میں پوچھنا وہ چار یہ ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن سلام حضرت سلمان اور حضرت عویمر ابوالدرداء رضی اللہ عنہم اور حکیم آدمی کی لغزش سے اور منافق کے فیصلے سے بچ کر رہنا۔ میں نے پوچھا مجھے کس طرح حکیم آدمی کی لغزش کا پتہ چل سکتا ہے؟ حضرت معاذؓ نے فرمایا وہ گمراہی کا کلمہ جسے شیطان کسی آدمی کی زبان پر اس طرح جاری کر دیتا ہے جسے وہ بے سوچے سمجھے فوراً بول دیتا ہے اور منافق بھی کبھی حق بات کہہ دیتا ہے، لہٰذا علم جہاں سے بھی آئے تم اسے لے لو کیونکہ حق بات میں نور ہوتا ہے اور جن باتوں کا حق اور باطل ہونا واضح نہ ہو ان سے بچو۔[۱]

حضرت عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ یمن میں رہا کرتے تھے۔ وہاں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا اے یمن والو! اسلام لے آؤ سلامتی پالو گے۔ میں اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے تمہاری طرف قاصد بن کر آیا ہوں۔ حضرت عمرو کہتے ہیں کہ میرے دل میں ان کی محبت ایسی بیٹھی کہ میں ان کے انتقال تک ان سے جدا نہیں ہوا ان کے ساتھ ہی رہا۔ جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو میں رونے لگا۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ میں نے کہا اس علم کی وجہ سے روتا ہوں جو آپ کے ساتھ چلا جائے گا۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا نہیں۔ علم اور ایمان قیامت تک دنیا میں رہے گا۔ آگے اور حدیث ذکر کی۔[۲]

ایمان اور علم و عمل کو بیک وقت اکٹھے سیکھنا

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں نے اپنی زندگی کا بڑا عرصہ اس طرح گزارا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک قرآن سے پہلے ایمان سیکھتا تھا اور جو بھی سورت حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوتی تھی ہر ایک اس کے حلال و حرام ایسے سیکھتا تھا جیسے تم قرآن کو سیکھتے ہو اور جہاں وقف کرنا مناسب ہوتا تھا

۱۔ اخرجه الحاكم (ج ۴ ص ۴۶۶) قال الحاكم هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه ۲۔ عند ابن عساكر ايضا كما في الكنز (ج ۷ ص ۸۷)

اس کو بھی سیکھتا تھا پھر اب میں ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو ایمان سے پہلے قرآن حاصل کر لیتے ہیں اور سورت فاتحہ شروع سے آخر تک ساری پڑھ لیتے ہیں اور انہیں پتہ نہیں چلتا کہ سورت فاتحہ کن کاموں کا حکم دے رہی ہے اور کن کاموں سے روک رہی ہے اور اس سورت میں کون سی آیت ایسی ہے جہاں جا کر رک جانا چاہئے اور سورت فاتحہ کو ردی کھجور کی طرح بکھیر دیتا ہے یعنی جلدی جلدی پڑھتا ہے۔[1]

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے ہم نوعمر لڑکے حضور ﷺ کے ساتھ ہوا کرتے تھے، پہلے ہم نے ایمان سیکھا پھر ہم نے قرآن سیکھا جس سے ہمارا ایمان اور زیادہ ہو گیا۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور کے زمانے میں ایک آیت یا چند آیتیں یا پوری سورت نازل ہوتی تو اس سے مسلمانوں کا ایمان اور خشوع اور بڑھ جاتا اور وہ آیت یا سورت جس کام سے روکتی سارے مسلمان اس سے رک جاتے۔[3]

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے جو صحابہؓ ہمیں پڑھاتے تھے انھوں نے ہمیں بتایا کہ وہ حضور ﷺ سے دس آیتیں پڑھتے اور اگلی دس آیتیں تب شروع کرتے جب پہلی دس آیتوں میں جو علم و عمل ہے اسے اچھی طرح جان لیتے، چنانچہ یوں ہم علم و عمل دونوں سیکھتے۔[4]

حضرت ابوعبدالرحمٰن سے اسی جیسی دوسری روایت میں یہ مضمون بھی منقول ہے کہ ہم قرآن کو اور اس پر عمل کو سیکھتے تھے اور ہمارے بعد ایسے لوگ قرآن کے وارث بنیں گے جو پانی کی طرح سارا قرآن پی جائیں گے لیکن یہ قرآن ان کی ہنسلی کی ہڈی سے نیچے نہیں اترے گا اور حلق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا بلکہ اس سے بھی نیچے نہیں جائے گا۔[5]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم نبی کریم ﷺ سے قرآن کی دس آیتیں سیکھتے تو بعد والی آیتیں تب سیکھتے جب پہلی آیتوں میں جو کچھ ہوتا اسے اچھی طرح سیکھ لیتے۔ حضرت شریک راوی سے پوچھا گیا اس سے مراد یہ ہے کہ پہلی آیتوں میں جو عمل ہوتا اسے سیکھ لیتے حضرت شریک نے کہا جی ہاں۔[6]

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۶۵) رجاله رجال الصحیح. اھ

۲۔ اخرجه ابن ماجه (ص ۱۱) ۳۔ اخرجه العسکری وابن مردویه و سنده حسن کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۲) ۴۔ اخرجه احمد (ج ۵ ص ۴۱۰) قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۶۵) وفیه عطاء بن السائب اختلط فی آخر عمره. انتهی و اخرجه ابن ابی شیبة عن ابی عبدالرحمن السلمی نحوه کمافی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۲) ۵۔ اخرجه ابن سعد (ج ۶ ص ۱۷۲)

۶۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۲)

جتنے دینی علم کی ضرورت ہو اتنا حاصل کرنا

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہؓ سے فرمایا اے قبیلہ بنو عبس والے! علم تو بہت زیادہ ہے اور عمر بڑی تھوڑی ہے، لہٰذا دین پر عمل کرنے کے لئے جتنے علم کی ضرورت پڑتی جائے اتنا علم حاصل کرتے جاؤ اور جس کی ضرورت نہیں اسے چھوڑ دو اور اس کے حاصل کرنے کی مشقت میں نہ پڑو۔[1]

حضرت ابوالبختریؒ کہتے ہیں کہ قبیلہ بنو عبس کا ایک آدمی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر میں تھا اس آدمی نے دریائے دجلہ سے پانی پیا۔ حضرت سلمانؓ نے اس سے فرمایا اور پی لو۔ اس نے کہا نہیں میں سیر ہو چکا ہوں۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے تمہارے پانی پینے سے دریائے دجلہ میں کوئی کمی آئی ہے؟ اس آدمی نے کہا میں نے جتنا پانی پیا ہے اس سے اس دریا میں کیا کمی آئے گی؟ حضرت سلمانؓ نے فرمایا علم بھی اسی دریا کی طرح ہے، لہٰذا جتنا علم تمہیں فائدہ دے اتنا حاصل کر لو۔[2]

حضرت محمد بن ابی قیلہؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو خط لکھ کر علم کے بارے میں پوچھا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اسے یہ جواب لکھا کہ تم نے مجھے خط لکھ کر علم کے بارے میں پوچھا ہے۔ علم تو بہت زیادہ ہے میں سارا لکھ کر تمہیں نہیں بھیج سکتا، البتہ تم اس بات کی پوری کوشش کرو کہ تمہاری اللہ سے ملاقات اس حال میں ہو کہ تمہاری زبان مسلمانوں کی آبرو سے رکی ہوئی ہو اور تمہاری کمر پر ان کے ناحق خون کا بوجھ نہ ہو اور تمہارا پیٹ ان کے مال سے خالی ہو اور تم مسلمانوں کی جماعت سے چمٹے ہوئے ہو۔[3]

دین اسلام اور فرائض سکھانا

حضرت ابو رفاعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو آپؐ بیان فرما رہے تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک اجنبی پردیسی آدمی اپنے دین کے بارے میں پوچھنے آیا ہے جسے کچھ معلوم نہیں ہے کہ اس کا دین کیا ہے؟ حضورؐ بیان چھوڑ کر میرے پاس تشریف لائے پھر ایک کرسی لائی گئی۔ میرا خیال یہ ہے کہ اس کے پائے لوہے کے تھے اور اس پر حضورؐ بیٹھ کر مجھے اللہ کا علم سکھانے لگے پھر منبر پر واپس جا کر اپنا بیان پورا فرمایا۔[4]

۱۔ اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۱۸۹) عن حفص بن عمر السعدى عن عمه
۲۔ عند ابى نعيم ايضا (ج ۱ ص ۱۸۸) ۳۔ اخرجه ابن عساكر كذا فى الكنز (ج ۵ ص ۲۳۰) ۴۔ اخرجه مسلم (ج ۱ ص ۲۸۷) و اخرجه البخارى فى الادب (ص ۱۷۱) نحوه والنسائى فى الزينة كمافى ذخائر المواريث والطبرانى وابو نعيم كمافى كنز العمال (ج ۵ ص ۲ ...

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا مجھے اسلام سکھا دیں۔ حضورؐ نے فرمایا تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور حج بیت اللہ کرو اور لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو اور ان کے لئے وہی چیز ناپسند کرو جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو۔[۱] حضرت محمد بن عمارہ بن خزیمہ بن ثابتؒ کہتے ہیں حضرت فروہ بن مسیک مرادی رضی اللہ عنہ کندہ کے بادشاہوں کو چھوڑ کر نبی کریم ﷺ کا اتباع کرنے کے لئے اپنی قوم کے نمائندے بن کر حضورؐ کی خدمت میں آئے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے مہمان بنے اور وہ قرآن، اسلام کے فرائض اور شرعی احکام سیکھتے تھے آگے اور حدیث ذکر کی ہے۔[۲] حضرت ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ یمن سے بہراء قبیلہ کا وفد آیا جو کہ تیرہ آدمی تھے وہ اپنے اونٹوں کی نکیل پکڑ کر چلتے رہے یہاں تک کہ بنو جدیلہ قبیلہ کے محلّہ میں حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچ گئے۔ حضرت مقداد نے باہر آ کر انہیں خوش آمدید کہا اور انہیں اپنے گھر کے ایک حصے میں ٹھہرایا۔ وہ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے اور فرائض سیکھے اور چند دن قیام فرمایا اور پھر حضورؐ کی خدمت میں الوداع کہنے کے لئے حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ انہیں اب جاتے ہوئے ہدیے دیئے جائیں پھر وہ لوگ اپنے علاقے کو واپس چلے گئے۔[۳]

حضرت ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما لوگوں کو اسلام سکھایا کرتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور جو نماز اللہ نے تم پر فرض کی ہے اسے وقت پر ادا کرو کیونکہ نماز میں کوتاہی کرنا ہلاکت ہے اور دل کی خوشی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور جسے امیر بنایا جائے اس کی بات سنو اور مانو۔[۴]

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کیا اے امیر المومنین! مجھے دین سکھا دیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، حضرت محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، حج بیت اللہ کرو، رمضان کے روزے رکھو لوگوں کے ظاہری اعمال دیکھو، ان کے پوشیدہ اور چھپے ہوئے اعمال کو مت تلاش کرو اور ہر اس کام سے بچو جس کو کرنے سے شرم آتی ہو (اور یہ تمام کام بالکل حق اور سچ

۱۔ اخرجه ابن ابی جریر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۷۰)
۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۱ ص ۳۲۷) ۳۔ اخرجه ابن سعد ایضا (ج ۱ ص ۳۳۱)
۴۔ اخرجه عبدالرزاق و ابن ابی شیبة و ابن جریر والسنة فی الایمان کذافی الکنز (ج ۱ ص ۶۹)

ہیں اس لئے) جب اللہ سے ملاقات ہو تو کہہ دینا کہ عمرؓ نے مجھے ان کاموں کا حکم دیا تھا۔[۱] حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کیا اے امیر المومنین! مجھے دین سکھائیں، اس کے بعد پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور آخر میں یہ مضمون بھی ہے کہ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا اے اللہ کے بندے! ان تمام کاموں کو مضبوطی سے تھام لو اور جب اللہ سے ملو تو جو دل میں آئے کہہ دینا۔[۲]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا اے امیر المومنین! میں دیہات کا رہنے والا ہوں اور مجھے بہت کام ہوتے ہیں اس لئے مجھے ایسے عمل بتائیں جن پر پوری طرح اعتماد کر سکوں اور جن کے ذریعے میں منزل مقصود یعنی اللہ تک یا جنت تک پہنچ سکوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھی طرح سمجھ لو اور اپنا ہاتھ مجھے دکھاؤ اس نے اپنا ہاتھ حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں دے دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، فرض زکوۃ ادا کرو، حج اور عمرہ کرو اور (امیر کی) فرمانبرداری کرو، لوگوں کے ظاہری اعمال اور حالات دیکھو، ان کے پوشیدہ اور چھپے ہوئے اعمال اور حالات مت تلاش کرو، ہر وہ کام کرو کہ جس کی خبر لوگوں میں پھیل جائے تو تمہیں نہ شرم اٹھانی پڑے اور نہ رسوائی برداشت کرنی پڑے اور ہر اس کام سے بچو کہ جس کی خبر لوگوں میں پھیل جائے تو تمہیں شرم بھی اٹھانی پڑے اور رسوا بھی ہونا پڑے اس آدمی نے کہا اے امیر المومنین! میں ان تمام باتوں پر عمل کروں گا اور جب اپنے رب سے ملوں گا تو کہہ دوں گا کہ عمرؓ بن خطاب نے مجھے یہ کام بتائے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ان تمام کاموں کو لے جاؤ اور جب اپنے رب سے ملو تو جو دل چاہے کہہ دینا۔[۳]

نماز سکھانا

حضرت ابو مالک اشجعی کے والد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی مسلمان ہوتا تو حضور ﷺ اسے سب سے پہلے نماز سکھاتے۔[۴]

حضرت حکم بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں نماز سکھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہونے لگو تو پہلے اللہ اکبر کہو اور اپنے ہاتھوں کو اٹھاؤ لیکن کانوں سے اوپر نہ لے جاؤ اور پھر یہ پڑھو سبحنک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی

۱۔ اخرجه البیهقی والاصبهانی فی الحجة ۲۔ اخرجه ایضا ابن عدی واللالکائی قال البیهقی قال البخاری هذا مرسل لان الحسن لم یدرک عمر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۷۰)

۳۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۸)

۴۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر والبزار قال الهیثمی (ج ۱ ص ۲۹۳) رجاله رجال الصحیح

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جدک ولا الہ غیرک ترجمہ ''اے اللہ تو پاک ہے ہم تیری تعریف کرتے ہیں تیرا نام برکت والا ہے تیری بزرگی بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔''۱

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر اس طرح التحیات سکھاتے تھے جیسے کہ استاد مکتب میں بچوں کو سکھاتا ہے۔۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے التحیات سکھائی اور ارشاد فرمایا کہ حضور ﷺ نے بھی ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں التحیات سکھائی تھی التحیات للّٰہ الصلوات الطیبات المبارکات للّٰہ ۳ حضرت عبدالرحمٰن بن عبدقاریؒ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو منبر پر لوگوں کو التحیات سکھاتے ہوئے سنا۔ فرمارہے تھے اے لوگو! کہو التحیات للّٰہ سے لے کر آخر تک۔۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں التحیات اس طرح سکھاتے تھے جیسے ہمیں قرآن کی کوئی سورت سکھاتے تھے۔۵ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی حدیث منقول ہے۔۶ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھے التحیات اس طرح سکھائی جس طرح مجھے آپ قرآن کی کوئی سورت سکھایا کرتے تھے اور اس وقت میرا ہاتھ حضورؐ کے ہاتھوں میں تھا پھر اس کے بعد التحیات کو ذکر کیا۔۷ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں سورتوں کا شروع والا حصہ اور قرآن سکھاتے تھے، چنانچہ ہمیں حضورؐ نے نماز کا خطبہ اور نکاح وغیرہ کسی ضرورت کا خطبہ بھی سکھایا پھر التحیات کا ذکر کیا۔۸ حضرت اسودؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہمیں التحیات اس طرح سکھاتے تھے جس طرح ہمیں قرآن کی کوئی سورت سکھاتے تھے۔ اس میں ہماری الف اور واؤ کی غلطی بھی پکڑتے تھے۔۹

حضرت زید بن وہبؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہے لیکن رکوع سجدہ پورا نہیں کر رہا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضرت حذیفہؓ نے اس سے پوچھا کتنے عرصہ سے تم ایسی نماز پڑھ رہے ہو؟ اس نے کہا چالیس سال سے، حضرت حذیفہؓ نے فرمایا تم نے چالیس سال سے ٹھیک نماز نہیں پڑھی اور اگر تم ایسی نماز پڑھتے ہوئے مرگئے تو تم اس حالت پر نہیں مروگے جس پر حضرت محمد ﷺ پیدا کئے گئے تھے پھر اس کی طرف متوجہ ہو کر اسے سکھانے لگے۔ پھر فرمایا آدمی کو چاہئے کہ وہ نماز میں قیام مختصر

۱۔ اخرجہ ابو نعیم کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۰۳) ۲۔ اخرجہ مسدد و الطحاوی کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۱۷) ۳۔ اخرجہ الدار قطنی وحسنہ کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۱۷)
۴۔ اخرجہ مالک والشافعی والطحاوی و عبدالرزاق وغیرھم ۵۔ عند ابن ابی شیبۃ
۶۔ عند ابن ابی شیبۃ ایضا ۷۔ عند ابن ابی شیبۃ ایضا
۸۔ عند العسکری فی الامثال
۹۔ عند ابن النجار کذافی کنز العمال (ج ۴ ص ۲۱۸، ۲۱۹)

کرے لیکن رکوع سجدہ پورا کرے۔[1]

اذکار اور دعائیں سکھانا

حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا میں تمہیں پانچ ہزار بکریاں دے دوں یا ایسے پانچ کلمات سکھادوں جن سے تمہارا دین اور دنیا دونوں ٹھیک ہو جائیں، میں نے عرض کیا یارسول اللہ پانچ ہزار بکریاں تو بہت زیادہ ہیں لیکن آپؐ مجھے وہ کلمات ہی سکھادیں۔ حضورؐ نے فرمایا یہ کہو اللھم اغفرلی ذنبی ووسع لی خلقی وطیب لی کسبی وقنعنی بما رزقتنی ولا تذھب قلبی الی شئی صرفتہ عنی اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما اور میرے اخلاق وسیع فرما اور میری کمائی کو پاک فرما اور جو روزی تو مجھے عطا فرمائے اس پر مجھے قناعت نصیب فرما اور جو چیز تو مجھ سے ہٹالے اس کی طلب مجھ میں باقی نہ رہنے دے۔"[2]

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما اپنی بیٹیوں کو یہ کلمات سکھاتے اور انہیں ان کے پڑھنے کی تاکید کرتے اور فرماتے میں نے یہ کلمات حضرت علیؓ سے سیکھے ہیں اور حضرت علیؓ نے فرمایا تھا کہ جب حضورؐ کو کوئی پریشانی یا مشکل کام پیش آتا تو آپؐ یہ کلمات پڑھتے لا الہ الا اللّٰہ الحلیم الکریم سبحانہ تبارک اللّٰہ رب العالمین ورب العرش العظیم والحمدللّٰہ رب العالمین اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بڑا بردبار بڑے کرم والا ہے۔ وہ تمام عیبوں سے پاک ہے۔ اللہ برکت والا ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے اور بڑے عرش کا رب ہے اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔[3]

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا اے میرے بھتیجے! میں تمہیں ایسے کلمات سکھاؤں گا جو میں نے حضورؐ سے سنے ہیں۔ موت کے وقت جو ان کلمات کو کہے گا وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا لا الہ الا اللّٰہ الحلیم الکریم تین مرتبہ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بڑا بردبار بڑے کرم والا ہے۔" الحمد للہ رب العالمین تین مرتبہ "تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔" تبارک الذی بیدہ الملک یحیی ویمیت وھو علی کل شیئ قدیر "وہ ذات بابرکت ہے جس کے قبضہ میں تمام بادشاہی ہے۔ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"[4]

---

[1] اخرجه عبدالرزاق وابن ابی شیبة والبخاری والنسائی کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۳۰)
[2] اخرجه ابن النجار کذافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۵) [3] اخرجه النسائی و ابو نعیم کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۸) [4] اخرجه الخرائطی فی مکارم الاخلاق و سنده حسن کذافی الکنز (ج ۸ ص ۱۱۱)

حضرت سعد بن جنادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ طائف والوں میں سے میں سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور طائف کے جنوب میں واقع پہاڑی سلسلے کے بالائی حصہ سے صبح صبح چلا اور عصر کے وقت منیٰ میں پہنچا پھر پہاڑ پر چڑھا اور اتر کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسلمان ہوا۔ حضورؐ نے مجھے قل ھو اللّٰہ احد اور اذازلزلت سکھائی اور یہ کلمات بھی سکھائے۔ سبحان اللّٰہ والحمدللّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اور فرمایا یہی وہ نیک کلمات ہیں جو باقی رہنے والے ہیں[1]

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ ہمیں سکھاتے کہ صبح کو ہم یہ دعا پڑھیں اصبحنا علی فطرۃ الاسلام و کلمۃ الاخلاص وسنۃ نبینا محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم وملۃ ابراھیم حنیفا وما کان من المشرکین ''ہم نے فطرت اسلام کلمۂ اخلاص، اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کی سنت اور ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر صبح کی سب سے یکسو ہو کر ایک اللہ کے ہو گئے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے اور شام کو بھی یہ دعا پڑھیں (صرف اصبحنا کی جگہ امسینا کہہ لیں)[2]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں یہ کلمات اس طرح سکھاتے تھے جس طرح استاد بچوں کو لکھنا سکھاتا ہے اللھم انی اعوذبک من البخل واعوذبک من الجبن واعوذبک ان ارد الی ارذل العمر واعوذبک من فتنۃ الدنیا و عذاب القبر ''اے اللہ! میں بخل سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور بزدلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ مجھے ناکارہ عمر کی طرف پہنچا دیا جائے اور دنیا کے فتنوں سے اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''[3]

حضرت حارث بن نوفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں مرجانے والے کے لئے یہ دعا سکھائی اللھم اغفر لا خواننا واخواتنا واصلح ذات بیننا والف بین قلوبنا اللھم ھذا عبدک فلان ابن فلان ولا نعلم الا خیرا وانت اعلم بہ منا فاغفرلنا ولہ ''اے اللہ! ہمارے بھائی اور بہنوں کی مغفرت فرما اور ہمارے آپس کے تعلقات کو ٹھیک فرما اور ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا فرما اے اللہ! یہ تیرا بندہ فلاں بن فلاں ہے۔ ہمیں تو یہی معلوم ہے کہ یہ بہت نیک تھا اور آپ اسے ہم سے زیادہ جانتے ہیں آپ ہماری اور اس کی مغفرت فرمادیں۔'' اپنی جماعت میں میں سب سے چھوٹا تھا میں نے عرض کیا اگر مجھے اس کی کوئی نیکی

۱؎ اخرجہ الطبرانی کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۸۶)

۲؎ اخرجہ عبداللہ بن احمدفی زوائدہ کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۴) ۳؎ اخرجہ ابن جریر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۷)

معلوم نہ ہوتو؟ حضورؐ نے فرمایا تو تم وہی کہو جو تمہیں معلوم ہے۔[1]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رمضان شریف آتا تو حضور ﷺ ہمیں دعا کے یہ کلمات سکھاتے تھے اللھم سلمنی لرمضان وسلم رمضان لی وسلمہ لی متقبلا ترجمہ ''اے اللہ! مجھے رمضان کے لئے صحیح سالم رکھ اور رمضان کو میرے لئے صحیح سالم رکھ یعنی چاند وقت پر نظر آئے بادل وغیرہ نہ ہوں) اور پھر اسے قبول بھی فرما۔[2]

حضرت سلامہ کندی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو نبی کریمؐ پر درود پڑھنے کے لئے یہ کلمات سکھاتے تھے اللھم داحی المدحوات وباری المسموکات وجبار القلوب علی فطرتھا شقیھا وسعیدھا اجعل شرائف صلواتک و نوامی برکاتک ورافۃ تحننک علی محمد عبدک ورسولک الخاتم لما سبق والفاتح لما اغلق والمعین علی الحق بالحق والدامغ لجیشات الاباطیل کما حمل فاضطلع بامرک بطاعتک مستوفزا فی مرضاتک غیر نکل عن قدم ولاوھن فی عزم واعیا لوحیک حافظا لعھدک ماضیا علی نفاذ امرک حتی اوری قبسالقابس بہ ھدیت القلوب بعد خوضات الفتن والاثم وابھج موضحات الاعلام ومنیرات الاسلام ونائرات الاحکام فھو امینک المامون وخازن علمک المخزون وشھیدک یوم الدین وبعیثک نعمۃ ورسولک بالحق رحمۃ اللھم افسح لہ مفسحا فی عدنک واجزہ مضاعفات الخیر من فضلک مھنات غیر مکدرات من فوز ثوابک المعلول وجزیل عطائک المخزون اللھم اعل علی بناء الناس بناءہ واکرم مثواہ لدیک ونزلہ واتمم لہ نورہ واجزہ من ابتعاثک لہ مقبول الشھادۃ ومرضی المقالۃ ذا منطق عدل وکلام فصل وحجۃ وبرھان عظیم ۔ ترجمہ ''اے اللہ! اے بچھی ہوئی زمینوں کے بچھانے والے! بلند آسمانوں کے پیدا کرنے والے! بد بخت اور نیک بخت دلوں کو ان کی فطرت پر پیدا کرنے والے! اپنی معظم رحمتیں، بڑھنے والی برکتیں اور اپنی خاص مہربانی اور شفقت حضرت محمد ﷺ پر نازل فرما جو کہ تیرے بندے اور رسول ہیں اور جو نبوتیں پہلے گزر چکی ہیں ان کے لئے مہر ہیں اور بند سعادتوں کو کھولنے والے ہیں اور صحیح طریقے سے حق کی مدد کرنے والے ہیں اور جس طرح انہیں ذمہ داری دی گئی اس طرح انھوں نے باطل کے لشکروں کو نیست و نابود کر دیا اور تیری اطاعت کے لئے تیرے حکم کو لے کر کھڑے ہو گئے اور تجھے خوش کرنے کے لئے ہر دم مستعد رہے۔ انھوں نے آگے بڑھنے میں بالکل سستی نہ کی اور نہ عزم و ارادہ میں کچھ کمزوری ظاہر کی تیری وحی کو خوب یاد کیا اور تیرے عہد کی حفاظت کی اور تیرے ہر حکم کو نافذ کیا یہاں

۱۔ اخرجہ ابونعیم عن عبداللہ بن حارث بن نوفل کذافی الکنز (ج ۸ ص ۱۱۴)

۲۔ اخرجہ الطبرانی فی الدعا والد یلمی وسندہ حسن کذافی الکنز (ج ۴ ص ۳۲۳)

تک کہ روشنی لینے والوں کے لئے نور اسلام کا شعلہ روشن کر دیا۔ آپ ہی کے ذریعہ دلوں کو فتنوں اور گناہوں میں غوطے کھانے کے بعد ہدایت ملی اور آپ نے کھلی اور واضح نشانیوں کو اسلام کے روشن دلائل کو اور منور احکام کو خوب اچھی طرح واضح کر دیا وہ تیرے معصوم اور محفوظ امین ہیں اور تیرے علمی خزانے کے خزانچی اور محافظ ہیں اور قیامت کے دن تیرے گواہ ہیں تو نے انہیں نعمت بنا کر بھیجا ہے اور وہ تیرے سچے رسول ہیں جو رحمت بن کر آئے ہیں اے اللہ! اپنی جنت عدن میں ان کو خوب کشادہ جگہ عطا فرما اور اپنے بار بار دیئے جانے والے ثواب میں سے اور اپنی بڑی عطا کے خزانوں میں سے خوب بڑھا کر صاف ستھری جزا انہیں عطا فرما۔ اے اللہ! ان کی عمارت کو تمام لوگوں کی عمارت سے اونچا فرما اور اپنے ہاں ان کے ٹھکانے اور مہمانی کو خوب عمدہ فرما اور اپنے نور کو ان کے لئے پورا فرما اور تو ان کو یہ بدلہ دے کہ جب ان کو قیامت کے دن اٹھائے تو ان کی گواہی قبول ہو اور ان کی بات تیری پسند کے مطابق ہو اور عدل و انصاف والی ہو اور ان کا کلام صحیح اور غلط میں تمیز کرنے والا ہو اور وہ مضبوط حجت اور بڑی دلیل والے ہوں۔[1]

مدینہ منورہ آنے والے مہمانوں کو سکھانا

حضرت شہاب بن عباد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قبیلہ عبدالقیس کا جو وفد حضور ﷺ کی خدمت میں گیا تھا ان میں سے ایک صاحب کو اپنے سفر کی تفصیل بتاتے ہوئے اس طرح سنا کہ ہم لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے آپ ہمارے آنے سے بہت زیادہ خوش ہوئے۔ جب ہم حضور کی مجلس والوں تک پہنچ گئے تو انھوں نے ہمارے لئے کشادہ جگہ بنا دی۔ ہم وہاں بیٹھ گئے۔ حضور نے ہمیں خوش آمدید کہا اور ہمیں دعا دی پھر ہماری طرف دیکھ کر فرمایا تمہارا سردار اور ذمہ دار کون ہے؟ ہم سب نے منذر بن عائذ کی طرف اشارہ کیا۔ حضور نے فرمایا کیا یہ اشج سردار ہے (اشج اسے کہتے ہیں جس کے سر یا چہرے پر کسی زخم کا نشان ہو) ان کے چہرے پر گدھے کے کھر لگنے کے زخم کا نشان تھا اور یہ سب سے پہلا دن تھا جس میں ان کا نام اشج پڑا۔ یہ باقی لوگوں سے پیچھے رہ گئے تھے۔ انھوں نے اپنے وفد کی سواریوں کو باندھا اور ان کا سامان سنبھالا پھر اپنا بیگ نکالا اور سفر کے کپڑے اتار کر نئے کپڑے پہنے پھر وہ حضور کی طرف آئے اس وقت حضور نے پاؤں پھیلا کر تکیہ لگا رکھا تھا جب حضرت اشج حضور کے قریب پہنچے تو لوگوں نے ان کے لئے جگہ بنا دی اور

---

[1] اخرجه الطبراني في الاوسط و ابو نعيم في عوالي سعيد بن منصور كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۱۴) قال ابن كثير في تفسيره (ج ۳ ص ۵۰۹) هذا مشهور من كلام علي رضى الله عنه وقد تكلم عليه ابن قتيبه في مشكل الحديث و كذا ابو الحسن احمد بن فارس اللغوى في جزء جمعه في فضل الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم الا ان في اسناده نظر و قدروى الحافظ ابو القاسم الطبراني هذا الاثر. انتهى

یوں کہا اے اشج! یہاں بیٹھ جاؤ۔ حضور ﷺ پاؤں سمیٹ کر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا اے اشج یہاں آ جاؤ چنانچہ وہ حضورؐ کے دائیں طرف آرام سے بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے انہیں خوش آمدید کہا اور بہت شفقت اور مہربانی کا معاملہ کیا پھر حضورؐ نے ان سے ان کے علاقے کے بارے میں پوچھا اور ہجر کی ایک ایک بستی صفا مشقر وغیرہ کا نام لیا۔ حضرت اشج نے کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ تو ہماری بستیوں کے نام ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں تمہارے علاقے میں گیا ہوں اور میں نے خوب گھوم پھر کر دیکھا ہے۔ پھر حضورؐ نے انصار کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اپنے ان بھائیوں کا اکرام کرو کیونکہ یہ تمہاری طرح مسلمان بھی ہیں لیکن ان کے بالوں اور کھال کی رنگت تم سے بہت زیادہ ملتی جلتی ہے۔ اپنی خوشی سے اسلام لائے ہیں ان پر زبردستی نہیں کرنی پڑی اور یہ بھی نہیں کہ مسلمانوں کے لشکر نے حملہ کر کے ان پر غلبہ پالیا ہو اور ان کا تمام مال مال غنیمت بنالیا ہو یا انھوں نے اسلام سے انکار کیا ہو اور انہیں قتل کیا گیا ہو (وہ وفد انصار کے ہاں رہا) پھر حضورؐ نے اس وفد سے پوچھا تم نے اپنے بھائیوں کے اکرام اور مہمانی کو کیسا پایا؟ انھوں نے کہا یہ ہمارے بہت اچھے بھائی ہیں انھوں نے رات کو ہمیں نرم نرم بستروں پر سلایا اور عمدہ کھانے کھلائے اور صبح کو ہمیں ہمارے رب کی کتاب اور ہمارے نبی ﷺ کی سنتیں سکھائیں۔ حضورؐ کو انصار کا یہ رویہ بہت پسند آیا اور آپؐ اس سے بہت خوش ہوئے اور پھر آپؐ نے ہم میں سے ہر ایک کی طرف توجہ فرمائی اور ہم نے جو کچھ سیکھا سکھایا تھا اس کا اندازہ لگایا تو ہم میں سے کسی نے التحیات سیکھ لی تھی، کسی نے سورت فاتحہ، کسی نے ایک سورت، کسی نے دو سورتیں، کسی نے ایک سنت اور کسی نے دو سنتیں۔ آگے لمبی حدیث ذکر کی۔[1]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپؐ نے فرمایا تمہارے پاس عبدالقیس کا وفد آ رہا ہے لیکن ہمیں کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ واقعی وہ وفد پہنچ گیا۔ انھوں نے آ کر حضورؐ کو سلام کیا۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا کہ تمہارے توشہ کی کھجوروں میں سے کچھ باقی ہے؟ انھوں نے کہا جی ہاں پھر حضورؐ کے ارشاد فرمانے پر چمڑے کا ایک دستر خوان بچھا دیا گیا اور انھوں نے اپنی بچی ہوئی کھجوریں اس پر ڈال دیں حضورؐ نے اپنے صحابہؓ کو جمع فرمالیا اور اس وفد سے مختلف کھجوروں کے بارے میں فرمانے لگے تم اس کھجور کو برنی اور اسے یہ اور اسے یہ کہتے ہو۔ انھوں نے کہا جی ہاں پھر آپؐ نے اس وفد کو تقسیم کر دیا کہ (مدینے کے رہنے والے) مسلمان ان میں سے ایک ایک کو لے جائیں اور اپنے ہاں ٹھہرائیں اور انہیں قرآن و حدیث پڑھائیں اور نماز سکھائیں۔ ایک ہفتہ وہ یوں ہی سیکھتے

---

[1] اخرجه الامام احمد (ج ۴ ص ۲۰۶) قال المنذری فی الترغیب (ج ۴ ص ۱۵۲) و هذا الحدیث بطوله رواه احمد باسناد صحیح وقال الهیثمی (ج ۸ ص ۱۷۸) ورجاله ثقات

رہے پھر حضورؐ نے سارے وفد کو بلایا (اوران کا امتحان لیا) تو آپؐ نے دیکھا کہ ابھی پورا سیکھے اور سمجھے نہیں ہیں کچھ کمی ہے پھر انہیں دوسرے مسلمانوں کے حوالے کر دیا اور ایک ہفتہ ان کے ہاں رہنے دیا پھر انہیں بلایا (اوران کا امتحان لیا) تو دیکھا کہ انھوں نے سب کچھ پڑھ لیا ہے اور پوری طرح سمجھ لیا ہے پھر اس وفد نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ نے ہمیں بڑی خیر سکھا دی ہے اور دین کی سمجھ عطا فرمادی ہے۔ اب ہم اپنے علاقے کو جانا چاہتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ضرور چلے جاؤ پھر ان لوگوں نے کہا کہ ہم اپنے علاقے میں جو شراب پیتے ہیں اگر ہم اس کے بارے میں حضورؐ سے پوچھ لیں۔ اس کے بعد آگے حدیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضور ﷺ نے کدو کے تونبے اور درخت کی کھوکھلی جڑ سے بنائے ہوئے برتن اور روغنی مرتبان میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا۔[1]

دوران سفر علم حاصل کرنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نو سال مدینہ منورہ میں رہے اور اس عرصہ میں آپؐ نے کوئی حج نہیں کیا۔ پھر آپؐ نے لوگوں میں اعلان کروایا کہ اللہ کے رسول ﷺ اس سال حج کریں گے تو بہت سارے لوگ مدینہ منورہ آ گئے۔ ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ وہ حضورؐ کی اقتداء کرے اور وہی کام کرے جو حضورؐ کریں۔ جب ذیقعدہ میں پانچ دن باقی رہ گئے تو آپؐ حج کے لئے تشریف لے چلے۔ ہم بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ جب آپؐ ذوالحلیفہ پہنچے تو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ انھوں نے حضورؐ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ میں اب کیا کروں؟ حضورؐ نے فرمایا پہلے غسل کرو پھر کسی کپڑے کی لنگوٹی باندھ لو پھر احرام باندھ لو اور اونچی آواز سے لبیک کہو۔ پھر حضورؐ وہاں سے تشریف لے چلے یہاں تک کہ جب آپؐ کی اونٹنی آپ کو لے کر بیدا نامی اونچے مقام پر پہنچی تو آپؐ نے ان الفاظ سے لبیک پڑھی۔ لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لاشریک لک۔"

"اے اللہ حاضر ہوں حاضر ہوں، حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں حاضر ہوں۔ تمام تعریفیں، تمام نعمتیں اور ساری بادشاہت تیرے لئے ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔" اور لوگوں نے بھی لبیک پڑھی اور کچھ لوگ ذاالمعارج جیسے کلمات پڑھ رہے تھے اور نبی کریم ﷺ سن رہے تھے لیکن آپؐ نے ان سے کچھ نہ فرمایا پھر میں نے حضورؐ کے سامنے نگاہ ڈالی تو مجھے حد نگاہ تک آدمی ہی آدمی نظر آئے۔ کوئی سوار تھا کوئی پیدل اور یہی حال آپؐ کے دائیں بائیں اور پیچھے تھا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمارے درمیان تھے۔ آپؐ پر قرآن نازل ہوتا تھا۔ آپؐ اس کی تفسیر بھی

---

[1] اخرجه عبدالرزاق کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱۱۳)

جانتے تھے اور قرآن پر جیسا عمل آپؐ کرتے تھے ویسا ہم بھی کرتے تھے۔ آگے اور حدیث بھی ذکر کی ہے آئندہ حضور ﷺ کے خطبات حج کے عنوان کے ذیل میں حضورؐ کے صحابہ کرام کو سفر حج میں سکھانے کے واقعات آجائیں گے اور جہاد میں نکل کر سیکھنے سکھانے کے باب میں اس باب کے کچھ واقعات گزر چکے ہیں۔

حضرت جابر بن ازرق غاضری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں سواری پر اپنا سامان لے کر حاضر ہوا۔ میں آپؐ کے ساتھ ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ ہم منزل پر پہنچ گئے۔ حضورؐ نے سواری سے اتر کر چمڑے کے ایک خیمے میں قیام فرمایا اور آپؐ کے خیمے کے دروازے پر تیس کوڑے بردار آدمی کھڑے ہو گئے ایک آدمی مجھے دھکے دینے لگا۔ میں نے کہا اگر تم مجھے دھکے دو گے تو میں بھی تمہیں دھکے دوں گا اور اگر تم مجھے مارو گے تو میں بھی تمہیں ماروں گا۔ اس آدمی نے کہا او سب سے برے آدمی! میں نے کہا اللہ کی قسم! تم مجھ سے زیادہ برے ہو۔ اس نے کہا کیسے؟ میں نے کہا میں اطراف یمن سے اس لئے آیا ہوں تا کہ نبی کریم ﷺ سے حدیثیں سنوں اور واپس جا کر اپنے پیچھے والوں کو وہ ساری حدیثیں سناؤں اور تم مجھے روکتے ہو۔ اس آدمی نے کہا تم نے ٹھیک کہا اللہ کی قسم! واقعی میں تم سے زیادہ برا ہوں۔ پھر حضورؐ سواری پر سوار ہوئے اور منیٰ میں جمرہ عقبہ کے پاس سے لوگ آپؐ کے ساتھ چمٹنے لگے اور ان کی تعداد بڑھتی گئی۔ یہ سب لوگ حضورؐ سے مختلف باتیں پوچھنا چاہتے تھے لیکن تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے کوئی بھی آپؐ تک پہنچ نہیں سکتا تھا۔ اتنے میں ایک آدمی آیا جس نے اپنے بال کٹوا رکھے تھے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لئے دعائے رحمت فرما دیں۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ بال منڈوانے والوں پر رحمت نازل فرمائے۔ اس آدمی نے پھر کہا میرے لئے دعائے رحمت فرما دیں۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ بال منڈوانے والوں پر رحمت نازل فرمائے۔ اس آدمی نے پھر کہا میرے لئے دعائے رحمت فرما دیں۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ بال منڈوانے والوں پر رحمت نازل فرمائے۔ یہ دعا آپؐ نے تین مرتبہ فرمائی تو وہ آدمی گیا اور جا کر اس نے اپنے بال منڈوا دیئے۔ اس کے بعد مجھے جو بھی نظر آیا اس کے بال منڈے ہوئے تھے۔[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (التوبہ آیت ۱۲۲)

ترجمہ "اور (ہمیشہ کے لئے) مسلمانوں کو یہ (بھی) نہ چاہئے کہ (جہاد کے واسطے) سب کے سب (ہی) نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی

---

[1] اخرجه ابو نعيم كذافي الكنز (ج ٣ ص ٣٩) و اخرجه ابن منده وقال غريب لايعرف الابهذا الاسناد كمافي الاصابة (ج ١ ص ٢١١)

جماعت (جہاد میں) جایا کرے تاکہ باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تاکہ یہ لوگ اپنی (اس) قوم کو جبکہ وہ ان کے پاس واپس آدیں ڈراویں تاکہ وہ (ان سے دین کی باتیں سن کر برے کاموں سے) احتیاط رکھیں۔" اس کی تفسیر کے بارے میں علامہ ابن جریر فرماتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر میں علمائے کرام کے مختلف اقوال ہیں لیکن ان میں سب سے زیادہ ٹھیک قول ان علماء کا ہے جو فرماتے ہیں کہ جہاد کے لئے نکلنے والی چھوٹی جماعت سفر جہاد میں دین کی سمجھ بوجھ حاصل کر کے آئیں گے کیونکہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ دشمنوں اور کفار کے خلاف اپنے دین والوں کی اور اپنے رسولؐ کے صحابہؓ کی مدد فرماتے ہیں تو اس طرح حقیقت اسلام اور اس کے تمام دینوں پر غلبہ پانے کا علم ان نکلنے والوں کو بھی حاصل ہو جائے گا جن کو پہلے سے یہ علم حاصل نہیں تھا۔ اور جب یہ لوگ اپنی قوم میں جا کر ان کو اللہ کی اس غیبی مدد کے واقعات سنائیں گے جس کی وجہ سے مسلمان کافر مشرکوں پر غالب آئے اور اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے کافروں پر اللہ کے عذاب اترنے کے عینی مشاہدہ کے واقعات سنائیں گے تو باقی ماندہ لوگ ان واقعات کو سن کر برے کاموں سے اور زیادہ احتیاط کرنے لگیں گے اور ان کا اللہ اور رسولؐ پر ایمان اور زیادہ بڑھ جائے گا۔[1]

جہاد اور علم کو جمع کرنا

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ غزوے میں جایا کرتے تھے اور ایک دو آدمی حضور ﷺ کی حدیثیں سننے اور یاد رکھنے کے لئے چھوڑ جاتے تھے جب ہم غزوے سے واپس آتے تو وہ حضورؐ کی بیان کردہ تمام حدیثیں ہمیں سنا دیتے اور ان سے سننے کی بنیاد پر ہم حدیث آگے بیان کرتے وقت یوں کہہ دیتے کہ حضورؐ نے فرمایا۔[2]

کمائی اور علم کو جمع کرنا

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار کے ستر آدمی ایسے تھے جو رات ہوتے ہی اپنے ایک معلم کے پاس مدینہ میں چلے جاتے اور رات بھر اس سے قرآن پڑھتے رہتے اور صبح کو ان میں سے جو طاقتور اور صحت مند ہوتے وہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور پینے کا میٹھا پانی بھر کر لاتے اور جن کے پاس مال کی گنجائش ہوتی وہ بکری ذبح کر کے اس کا گوشت بناتے اور گوشت کے ٹکڑے حضور ﷺ کے حجروں پر ٹانک

۱۔ قالہ ابن جریر (ج ۱۱ ص ۵۱)

۲۔ اخرجہ ابن ابی خیثمۃ وابن عساکر کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۰)

دیتے۔ جب حضرت خبیبؓ کو (مکہ میں) شہید کردیا گیا تو ان ستر آدمیوں کو حضورؐ نے بھیجا ان میں میرے ماموں حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ قبیلہ بنو سلیم کے ایک قبیلے کے پاس آئے۔ حضرت حرامؓ نے اس جماعت کے امیر سے کہا کیا میں جا کر ان لوگوں کو یہ نہ بتادوں کہ ہم ان سے لڑنے کے ارادے سے نہیں آئے اس طرح وہ ہمیں چھوڑ دیں گے، جماعت والوں نے کہا ٹھیک ہے، چنانچہ حضرت حرامؓ نے جا کر ان لوگوں کو یہ بات کہی۔ اس پر ایک آدمی نے انہیں ایسا نیزہ مارا جو پار نکل گیا۔ جب حضرت حرامؓ نے دیکھا کہ نیزہ پیٹ میں پہنچ گیا ہے تو انھوں نے کہا اللہ اکبر رب کعبہ کی قسم! میں تو کامیاب ہوگیا۔ اس کے بعد وہ قبیلہ والے ان تمام حضرات پر ٹوٹ پڑے اور سب کو قتل کردیا اور ایک بھی باقی نہ رہا جو واپس جا کر حضورؐ کو خبر کر سکے۔ اس جماعت کی شہادت پر میں نے حضور ﷺ کو جتنا غمگین دیکھا اتنا کسی جماعت پر نہیں دیکھا، چنانچہ میں نے دیکھا کہ حضورؐ جب بھی فجر کی نماز پڑھتے تو ہاتھ اٹھا کر اس قبیلے کے لئے بددعا کرتے۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چند لوگوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ کر کہا ہمارے ساتھ چند آدمی بھیج دیں جو ہمیں قرآن وسنت سکھائیں چنانچہ حضورؐ نے ان کے ساتھ انصار کے ستر آدمی بھیج دیئے جن کو (حافظ قرآن ہونے کی وجہ سے) قراء کہا جاتا تھا ان میں میرے ماموں حضرت حرامؓ بھی تھے۔ یہ لوگ قرآن پڑھتے تھے اور رات کو ایک دوسرے سے سنتے سناتے تھے اور علم حاصل کرتے تھے اور دن میں پانی لا کر مسجد میں رکھ دیتے اور جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور انہیں بیچ کر اہل صفہ اور فقراء صحابہ کے لئے کھانا خرید کر لاتے۔ حضورؐ نے ان حضرات کو ان لوگوں کے پاس بھیج دیا وہ لوگ ان کے آڑے آئے اور انہیں اس جگہ پہنچنے سے پہلے ہی قتل کردیا تو ان لوگوں نے کہا اے اللہ! ہماری طرف سے ہمارے نبی کو یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم تیرے پاس پہنچ گئے ہیں اور ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہے اور پیچھے سے آ کر میرے ماموں حضرت حرامؓ کو ایک آدمی نے ایسا نیزہ مارا جو پار نکل گیا۔ حضرت حرامؓ نے کہا رب کعبہ کی قسم! میں تو کامیاب ہوگیا۔ حضورؐ نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تمہارے بھائی شہید کردیئے گئے ہیں اور انھوں نے یہ دعا مانگی ہے کہ اے اللہ! ہماری طرف سے ہمارے نبی کو یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم تیرے پاس پہنچ گئے ہیں اور ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہے۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی ہم دونوں قبیلہ بنو امیہ بن زید کے محلہ میں رہتے تھے جو کہ مدینہ کے علاقہ عوالی میں تھا اور ہم دونوں باری باری حضور ﷺ کی خدمت میں جاتے تھے۔ ایک دن وہ جاتا اور ایک دن میں جب میں جاتا تو اس دن کی وحی وغیرہ کی تمام خبریں لا کر میں اس انصاری کو سنا دیتا۔ جب وہ

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۲۳) ۲۔ عند ابن سعد (ج ۳ ص ۵۱۴)

جاتا تو وہ آکر اس دن کی تمام خبریں مجھے سنا دیتا چنانچہ میرا انصاری ساتھی اپنی باری والے دن حضورؐ کی خدمت میں گیا اور واپس آکر اس نے بہت زور سے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور زور سے کہا کیا عمر اندر ہیں؟ میں گھبرا کر اس کے پاس باہر آیا۔ اس نے کہا بہت بڑی بات پیش آگئی ہے (کہ حضورؐ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے) میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو وہ رو رہی تھیں۔ میں نے پوچھا کیا تم سب کو حضورؐ نے طلاق دے دی ہے؟ انھوں نے کہا مجھے معلوم نہیں، پھر میں حضورﷺ کی خدمت میں گیا اور میں نے کھڑے کھڑے عرض کیا کیا آپ نے اپنی عورتوں کو طلاق دے دی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا نہیں، میں نے (خوشی سے) کہا اللہ اکبر۔[۱]

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم سب نے حضورﷺ کی ہر حدیث نہیں سنی کیونکہ ہماری جائیداد اور دنیاوی مشاغل بھی تھے (جن کو وقت دینا پڑتا تھا) اور اس زمانے میں لوگ جھوٹ نہیں بولتے تھے اس لئے جو مجلس میں حاضر ہو کر حضورؐ سے حدیث سن لیتا وہ غائب کو سنا دیتا۔[۲] حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے ہر حدیث حضورؐ سے نہیں سنی (کچھ سنی ہیں اور کچھ نہیں سنی ہیں) ہم لوگ اونٹ چرانے میں مشغول رہتے تھے ہمارے ساتھی حضورؐ سے حدیث سنتے تھے پھر وہ ہمیں سنا دیا کرتے تھے۔[۳]

حضرت ابوانس مالک بن ابی عامر اصبحی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ اتنے میں ایک آدمی ان کے پاس اندر آیا اور اس نے کہا اے ابو محمد! اللہ کی قسم ہمیں معلوم نہیں کہ یہ یمنی آدمی حضورﷺ کو زیادہ جانتا ہے یا آپ لوگ؟ یہ تو حضورؐ کی طرف سے ایسی باتیں نقل کرتے ہیں جو حضورؐ نے نہیں فرمائی ہیں۔ وہ آدمی یہ بات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہہ رہا تھا۔ حضرت طلحہؓ نے فرمایا اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ انھوں نے (یعنی حضرت ابوہریرہؓ نے) حضورؐ سے وہ حدیثیں سنی ہیں جو ہم نے نہیں سنیں اور انہیں حضورؐ کے وہ حالات معلوم ہیں جو ہمیں معلوم نہیں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم مالدار لوگ تھے ہمارے گھر اور بال بچے تھے۔ ہم حضورؐ کی خدمت میں صبح و شام حاضری دیتے تھے اور پھر واپس چلے جاتے۔ حضرت ابوہریرہؓ مسکین آدمی تھے نہ ان کے پاس مال تھا اور نہ اہل و عیال۔ انھوں نے اپنا ہاتھ نبی کریمﷺ کے ہاتھ میں دے رکھا تھا۔ جہاں حضورؐ تشریف لے جاتے یہ ساتھ جاتے، اس لئے ہمیں اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ انہیں وہ کچھ معلوم ہے جو ہمیں معلوم نہیں اور

۱۔ اخرجه البخاری (ج ۱ ص ۱۹) ۲۔ اخرجه الحاکم فی المستدرک (ج ۱ ص ۱۲۷) قال الحاکم هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه و وافقه الذهبی
۳۔ اخرجه الحاکم ایضا فی معرفة علوم الحدیث (ص ۱۴) وهکذا اخرجه احمد ورجاله رجال الصحیح کما قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۵۴) و اخرجه ابو نعیم بمعناه کمافی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۸)

انھوں نے وہ کچھ سن رکھا ہے جو ہم نے نہیں سنا اور ہم میں سے کوئی بھی ان پر یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ انھوں نے اپنے پاس سے بنا کردہ باتیں حضورؐ کی طرف سے بیان کی ہیں جو حضورؐ نے نہیں فرمائی۔[1]

کمائی سے پہلے دین سیکھنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارے اس بازار میں وہی کاروبار کرے جس نے دین کی سمجھ حاصل کرلی ہو۔[2]

آدمی کا اپنے گھر والوں کو سکھانا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (سورت تحریم آیت ٦) ترجمہ "تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ" کے بارے میں فرمایا اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خیر والے اعمال سکھاؤ۔[3] ایک روایت میں یہ ہے کہ انہیں تعلیم دو اور ادب سکھاؤ۔[4]

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم چند ہم عمر نوجوان حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم آپؐ کے ہاں بیس دن ٹھہرے پھر آپؐ کو اندازہ ہوا کہ ہمارے دلوں میں گھر جانے کا شوق پیدا ہو گیا ہے تو آپؐ نے ہم سے پوچھا کہ گھر کن کن کو چھوڑ آئے ہو؟ آپؐ بہت شفیق، نرم اور رحم دل تھے، اس لئے آپؐ نے فرمایا اپنے گھر واپس چلے جاؤ اور انہیں (جو سیکھا ہے وہ) سکھاؤ اور انہیں (نیک اعمال کا) حکم دو اور جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے ویسے نماز پڑھو اور جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے کوئی ایک اذان دے دیا کرے اور جو تم میں سب سے بڑا ہو وہ تمہاری امامت کیا کرے۔[5]

دینی ضرورت کی وجہ سے دشمنوں کی زبان وغیرہ سیکھنا

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو مجھے حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! یہ لڑکا قبیلہ بنو نجار کا ہے اور جتنا قرآن آپ پر نازل ہو چکا ہے اس میں سے سترہ سورتیں پڑھ چکا ہے۔ چنانچہ میں نے حضورؐ کو

١۔ اخرجه الحاكم في المستدرك (ج ٣ ص ٥١٢) قال الحاكم هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه
٢۔ اخرجه الترمذي كذافي الكنز (ج ٢ ص ٢٠٨)
٣۔ اخرجه الحاكم و صححه على شرطهما كذافي الترغيب (ج ١ ص ٨٥)
٤۔ اخرجه الطبري في تفسيره (ج ٢٨ ص ١٠٧)
٥۔ اخرجه البخاري في الادب (٣٢)

قرآن پڑھ کر سنایا جو حضور ؐ کو بہت پسند آیا تو آپ ؐ نے فرمایا اے زید! تم میرے لئے یہود کی لکھائی سیکھ لو کیونکہ اللہ کی قسم! مجھے لکھائی کے بارے میں یہود پر کوئی اطمینان نہیں ہے چنانچہ میں نے یہود کی زبان کو اور ان کی لکھائی کو سیکھنا شروع کر دیا مجھے آدھا مہینہ نہیں گزرا تھا کہ میں ان کی زبان کا ماہر ہو گیا، چنانچہ پھر میں حضور ﷺ کی طرف سے یہود کے نام خطوط لکھا کرتا اور جب یہود حضور ؐ کے نام خط لکھ کر بھیجتے تو میں حضور ؐ کو پڑھ کر سناتا۔[1] حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کیا تم سریانی زبان اچھی طرح جانتے ہو؟ کیونکہ میرے پاس سریانی زبان میں خط آتے ہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ آپ ؐ نے فرمایا اسے سیکھ لو، چنانچہ میں نے سترہ دنوں میں سریانی زبان اچھی طرح سیکھ لی۔[2]

حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ؐ نے مجھ سے فرمایا میرے پاس (یہود کے) خطوط آتے ہیں میں نہیں چاہتا کہ ہر آدمی انہیں پڑھے کیا تم عبرانی یا سریانی زبان کی لکھائی سیکھ سکتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں، چنانچہ میں نے وہ زبان سترہ دنوں میں اچھی طرح سیکھ لی۔[3]

حضرت عمر بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے سو غلام تھے۔ ان میں سے ہر غلام الگ زبان میں بات کرتا تھا اور حضرت ابن زبیر ؓ ان میں سے ہر ایک سے اسی کی زبان میں بات کرتے تھے۔ میں جب ان کے دنیاوی مشاغل پر نگاہ ڈالتا تو ایسے لگتا کہ جیسے کہ ان کا پلک جھپکنے کے بقدر بھی آخرت کا ارادہ نہیں ہے اور میں جب ان کی آخرت والے اعمال کی مشغولی پر نگاہ ڈالتا تو ایسے لگتا کہ جیسے کہ ان کا پلک جھپکنے کے بقدر بھی دنیا کا ارادہ نہیں ہے۔[4]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ستاروں کا اتنا علم حاصل کرو جس سے تم خشکی اور سمندر میں صحیح راستہ معلوم کر سکو اس سے زیادہ نہ حاصل کرو۔[5] حضرت عمر ؓ نے فرمایا ستاروں کا اتنا علم حاصل کرو جس سے تم راستہ معلوم کر سکو اور نسب بھی اتنے معلوم کرو جس سے تم صلہ رحمی کر سکو۔[6]

حضرت صعصعہ بن صوحان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا اے امیر المومنین! آپ یہ آیت کس طرح پڑھتے ہیں لَا يَـا كُـلُـهُ اِلَّا الْخَاطِوْنَ (اس کا ترجمہ یہ ہے اسے صرف قدم اٹھانے والے کھائیں گے) اشکال یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی قسم! قدم تو ہر آدمی اٹھاتا ہے۔ یہ سن کر حضرت علی ؓ مسکرائے اور فرمایا یہ آیت اس طرح ہے لَا يَـاكُـلُـهُ اِلَّا الْخَـاطِئُوْنَ اس کا ترجمہ یہ ہے "یہ کھانا نافرمان لوگ ہی

۱؎ اخرجه ابو يعلى و ابن عساكر ۲؎ عندهما ايضا و ابن ابى داؤد
۳؎ عند ابن ابى داؤد و ابن عساكر ايضا كذافى منتخب الكنز (ج ۵ ص ۱۸۵) و اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۷۴) عن زيد نحوه ۴؎ اخرجه الحاكم فى المستدرك (ج ۳ ص ۵۴۹) و ابو نعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۳۳۴) ۵؎ اخرجه ابن ابى شيبة و ابن عبدالبر فى العلم
۶؎ عند هناد كذافى الكنز (ج ۵ ص ۲۳۴)

کھائیں گے۔" اس دیہاتی نے کہا آپ نے ٹھیک فرمایا اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ اپنے بندے کو یونہی (دوزخ میں) جانے دیں۔ حضرت علیؓ نے حضرت ابوالاسود دولی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اب تو تمام عجمی لوگ اللہ کے دین میں داخل ہو گئے ہیں اس لئے تم ان کے لئے ایسی علامتیں مقرر کرو جن سے وہ اپنی زبان سے صحیح قرات کر سکیں چنانچہ انھوں نے اس کے لئے رفع، نصب اور جر کی اصطلاحات مقرر کیں۔ (جو علم نحو میں پڑھائی جاتی ہیں۔ اس طرح عربی کے علم نحو کی ابتداء ہوئی)[1]

امام کا اپنے کسی ساتھی کو لوگوں کے سکھانے کیلئے چھوڑ کر جانا

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ مکہ سے حنین تشریف لے گئے تو اپنے پیچھے حضرت معاذ بن جبلؓ کو مکہ والوں پر امیر بنا کر چھوڑ گئے اور انہیں حکم دیا کہ وہ لوگوں کو قرآن سکھائیں اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں پھر جب وہاں سے مدینہ واپس جانے لگے تو دوبارہ حضرت معاذ بن جبلؓ کو مکہ والوں پر مقرر فرمایا۔[2] حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ جب مکہ سے حنین کی طرف تشریف لے گئے تو اپنے پیچھے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو چھوڑ گئے تا کہ وہ مکہ والوں میں دین کی سمجھ پیدا کریں اور انہیں قرآن پڑھائیں۔[3]

کیا امام وقت علمی ضرورت کی وجہ سے اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو اللہ کے راستہ میں جانے سے روک سکتا ہے؟

حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس سفر میں تشریف لے جاتے تو اپنے پیچھے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ ذمہ دار بنا جاتے۔ حضرت عمرؓ نے اور لوگوں کو تمام علاقوں میں تقسیم کر دیا تھا (حضرت زیدؓ کو اپنے پاس رکھا ہوا تھا) حضرت زیدؓ کو بہت ہی ضروری کام کی وجہ سے بھیجتے۔ حضرت عمرؓ سے نام لے کر آدمیوں کے بھیجنے کا مطالبہ ہوتا اور یوں کہا جاتا کہ حضرت زید بن ثابت کو بھیج دیں تو فرماتے میں حضرت زیدؓ کے مرتبہ سے ناواقف نہیں ہوں لیکن اس شہر (مدینہ) والوں کو حضرت زیدؓ کی ضرورت ہے کیونکہ مدینہ والوں کو پیش آنے والے مسائل میں جیسا عمدہ جواب حضرت زیدؓ سے ملتا ہے ایسا کسی اور سے نہیں ملتا۔[4]

حضرت سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس دن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ

۱۔ اخرجہ البیہقی وابن عساکر وابن النجار کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۷)
۲۔ اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۷۰) ۳۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۶۴)
۴۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۷۳)

عنہ کا انتقال ہوا اس دن ہم لوگ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے۔ میں نے کہا آج لوگوں کے بہت بڑے عالم کا انتقال ہو گیا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا اللہ آج ان پر رحمت نازل فرمائے یہ تو حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں بھی لوگوں کے بہت بڑے عالم تھے۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو تمام علاقوں میں بکھیر دیا تھا اور انہیں اپنی رائے سے فتویٰ دینے سے منع کر دیا تھا لیکن حضرت زید بن ثابتؓ مدینہ ہی میں رہے اور مدینہ والوں کو اور باہر سے آنے والوں کو فتویٰ دیا کرتے تھے۔[۱]

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قرآن پڑھ کر سنایا۔ اس پر انھوں نے مجھ سے فرمایا اس طرح تو تم مجھے لوگوں کے کاموں کے بارے میں غور و فکر کرنے سے ہٹا دو گے، اس لئے تم حضرت زید بن ثابتؓ کے پاس چلے جاؤ کیونکہ انہیں اس کام کے لئے مجھ سے زیادہ فرصت ہے اور انہیں پڑھ کر سناؤ، میری اور ان کی قرات ایک جیسی ہے کوئی فرق نہیں ہے۔[۲] اور جلد اول صفحہ نمبر ۳۶۰ پر ابن سعد کی یہ روایت گزر چکی ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ملک شام کی طرف روانہ ہو گئے تو حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت معاذؓ کے شام جانے سے مدینہ والوں کو فقہی مسائل میں اور فتویٰ لینے میں بڑی دقت پیش آرہی ہے۔ کیونکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ مدینہ میں لوگوں کو فتویٰ دیا کرتے تھے۔ میں نے حضرت ابوبکرؓ سے، اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے یہ بات کی تھی کہ وہ حضرت معاذؓ کو مدینہ میں روک لیں کیونکہ لوگوں کو (فتویٰ میں) ان کی ضرورت ہے لیکن انھوں نے مجھے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ایک آدمی اس راستہ میں جا کر شہید ہونا چاہتا ہے تو میں اسے نہیں روک سکتا۔ آگے اور حدیث بھی ذکر کی ہے۔

صحابہ کرامؓ کو سکھانے کیلئے مختلف علاقوں میں بھیجنا

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قبیلہ جدیلہ کی دو شاخوں عضل اور قارہ کے کچھ لوگ غزوہ احد کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے ہمارے علاقہ میں لوگ مسلمان ہو چکے ہیں آپ ہمارے ساتھ اپنے چند ساتھی بھیج دیں جو ہمیں قرآن پڑھائیں اور ہم میں دین کی سمجھ پیدا کریں، چنانچہ حضورؐ نے ان کے ساتھ چھ آدمی بھیج دیئے جن میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے حلیف حضرت مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ بھی تھے اور یہی ان کے امیر تھے پھر اس کے بعد غزوہ رجیع کا مختصر قصہ ذکر کیا۔[۳]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یمن کے کچھ لوگ حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہم میں ایسا آدمی بھیج دیں جو ہم میں دین کی سمجھ پیدا کرے اور ہمیں سنتیں سکھائے اور اللہ کی

۱۔ عند ابن سعد ایضا (ج ۴ ص ۱۷۶) ۲۔ عند ابن الانباری کذافی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۱۸۴) ۳۔ اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۲۲)

کتاب کے مطابق ہمارے جھگڑوں کے فیصلے کرے۔ حضورؐ نے فرمایا اے علی! یمن چلے جاؤ اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کرو اور ان کو سنتیں سکھاؤ اور ان کے جھگڑوں کے اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے کرو۔ میں نے عرض کیا یمن والے تو اجڈ لوگ ہیں اور وہ ایسے مقدمات میرے پاس لائیں گے جن کا صحیح فیصلہ مجھے معلوم نہیں ہوگا تو پھر میں کیا کروں گا؟ حضورؐ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا جاؤ اللہ تمہارے دل کو (صحیح فیصلہ کی) ہدایت دے دے گا اور تمہاری زبان کو (صحیح فیصلہ پر) جما دے گا چنانچہ (حضورؐ کی اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ) اس دن سے لے کر آج تک مجھے کبھی بھی دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں کوئی شک یا تردد نہیں ہوا۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ یمن والے حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا ہمارے ساتھ ایسا آدمی بھیج دیں جو ہمیں قرآن سکھائے۔ حضورؐ نے حضرت ابو عبیدہؓ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں یمن والوں کے ساتھ بھیج دیا اور فرمایا یہ اس امت کے امین ہیں۔[2] ابن سعد کی روایت میں یہ ہے کہ یمن والوں نے حضور ﷺ سے یہ مطالبہ کیا کہ حضورؐ ان کے ساتھ ایک آدمی ایسا بھیج دیں جو انہیں سنت اور اسلام سکھائے۔

حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزمؒ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے پاس حضور ﷺ کی تحریر ہے جو حضورؐ نے لکھ کر حضرت عمرو بن حزمؓ کو اس وقت عطا فرمائی تھی جب حضورؐ نے انہیں اس لیے یمن بھیجا تھا تاکہ وہاں والوں میں دین کی سمجھ پیدا کریں اور انہیں سنت سکھائیں اور ان سے صدقات وصول کریں اور انہیں تحریر لکھ کر دی اور انہیں ہدایات بھی دیں۔ تحریر میں یہ تھا بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تحریر ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (سورت مائدہ آیت ۱) ترجمہ "اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کرو" (حضرت) محمد رسول اللہ ﷺ عمرو بن حزم کو یمن بھیج رہے ہیں اور ان سے یہ عہد لے رہے ہیں کہ وہ اپنی تمام باتوں میں اللہ سے تقویٰ اختیار کریں گے کیونکہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کریں اور نیک کردار ہوں۔[3]

حضور ﷺ نے حضرت معاذ اور حضرت ابو موسیٰؓ کو یمن بھیجا اور دونوں کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو قرآن سکھائیں۔[4]

حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں مجھے حضور ﷺ نے قیس کے ایک قبیلے کی طرف بھیجا تاکہ

۱۔ اخرجه ابن جرير كذافي منتخب الكنز (ج ۵ ص ۳۷)

۲۔ اخرجه الحاكم في المستدرك (ج ۳ ص ۲۶۷) قال الحاكم صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه بذكر القرآن ووافقه الذهبي وقال واخرجه مسلم بدون ذكر القرآن واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۹۹) عن انس بنحوه

۳۔ اخرجه ابن ابي حاتم عن عبدالله بن ابي بكر بن محمد بن عمرو بن حزم كذافي التفسير لابن كثير (ج ۲ ص ۳)

۴۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۵۶)

میں انہیں اسلام کے احکام سکھاؤں۔ میں نے وہاں جا کر دیکھا تو وہ تو بد کے ہوئے اونٹوں کی طرح تھے۔ ان کی نگاہیں ہر وقت اوپر اٹھی رہتی تھیں اور ان کو بکری اور اونٹوں کے علاوہ اور کوئی فکر نہیں تھی، اس لیئے میں حضورؐ کی خدمت میں واپس آ گیا تو حضورؐ نے فرمایا اے عمار! کیا کر کے آئے ہو؟ (اپنی کارگزاری سناؤ) میں نے ان کے تمام حالات سنائے اور ان میں جو لاپرواہی اور غفلت تھی وہ بھی بتائی۔ حضورؐ نے فرمایا اے عمار! کیا میں تمہیں ان سے بھی زیادہ عجیب لوگ نہ بتاؤں جو کہ ان باتوں سے واقف تھے جن سے یہ ناواقف ہیں لیکن پھر بھی وہ ان کی طرح غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔[1]

حضرت حارثہ بن مضربؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جو خط کوفہ والوں کو بھیجا تھا وہ میں نے پڑھا تھا اس میں لکھا ہوا تھا اما بعد! میں تمہارے پاس حضرت عمارؓ کو امیر بنا کر اور حضرت عبداللہؓ کو استاد اور وزیر بنا کر بھیج رہا ہوں۔ یہ دونوں حضور ﷺ کے چیدہ اور برگزیدہ صحابہ میں سے ہیں ان دونوں کی بات سنو۔ اور ان دونوں کی اقتداء کرو۔ اور حضرت عبداللہؓ کو بھیج کر میں نے بڑی قربانی دی ہے کیونکہ مجھے ان کی یہاں ضرورت تھی لیکن میں نے تمہاری ضرورت کو مقدم رکھا۔[2]

حضرت ابو الاسود دوئلیؒ کہتے ہیں میں بصرہ گیا تو وہاں حضرت عمران بن حصین ابو نجیدؓ تشریف فرما تھے انہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے بصرہ اس لیئے بھیجا تھا تاکہ وہ بصرہ والوں میں دین کی سمجھ پیدا کریں۔[3]

حضرت محمد بن کعب قرظیؒ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں انصار میں سے صرف پانچ آدمیوں نے سارے قرآن کو یاد کیا تھا۔ حضرت معاذ بن جبل حضرت عبادہ بن صامت، حضرت ابی بن کعب، حضرت ابوایوب اور حضرت ابوالدرداءؓ۔ حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانے میں حضرت یزید بن ابی سفیانؓ نے انہیں خط لکھا کہ شام والے بہت زیادہ مسلمان ہو گئے ہیں اور سارے شہر ان سے بھر گئے ہیں اور انہیں ایسے آدمیوں کی شدید ضرورت ہے جو انہیں قرآن سکھائیں اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں۔ اے امیر المومنین! سکھانے والے آدمی بھیج کر آپ میری مدد کریں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان پانچوں حضرات کو بلایا اور ان سے فرمایا تمہارے شامی بھائیوں نے مجھ سے مدد مانگی ہے کہ میں ان کے پاس ایسے آدمی بھیجوں جو انہیں قرآن سکھائیں اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں۔ اللہ آپ لوگوں پر رحم فرمائے۔ آپ لوگ اپنے میں سے تین آدمی اس کام کے لیئے دے کر میری مدد کریں۔ اب اگر آپ لوگ چاہیں تو قرعہ اندازی کر لیں یا پھر جو اپنا نام از خود پیش کر دے وہ چلا جائے۔ ان حضرات نے کہا نہیں، قرعہ اندازی کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ حضرت ابو ایوبؓ تو بہت بوڑھے ہیں اور یہ حضرت ابی بن کعبؓ بیمار

۱۔ اخرجه البزار والطبرانی کذافی الترغيب (ج ۱ ص ۹۱) ۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۶ ص ۷)
۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۱۰)

ہیں، چنانچہ حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبادہؓ، حضرت ابوالدرداءؓ ملک شام گئے۔ ان سے حضرت عمرؓ نے فرمایا حمص شہر سے شروع کرو کیونکہ تم لوگوں کو مختلف استعداد والا پاؤ گے۔ بعض ایسے بھی ہوں گے جو جلدی سیکھ جائیں گے۔ جب تمہیں کوئی ایسا آدمی نظر آئے تو دوسرے لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کر دو (کہ وہ اس سے علم حاصل کریں) جب تم حمص والوں کے بارے میں مطمئن ہو جاؤ تو پھر تم میں سے ایک وہاں ہی ٹھہر جائے اور ایک دمشق چلا جائے اور ایک فلسطین۔ چنانچہ یہ حضرات حمص تشریف لے گئے اور وہاں ٹھہر کر انہیں سکھاتے رہے۔ جب ان کے بارے میں اطمینان ہو گیا تو حضرت عبادہؓ وہاں ٹھہر گئے اور حضرت ابوالدرداءؓ دمشق اور حضرت معاذؓ فلسطین چلے گئے۔ حضرت معاذؓ کا تو طاعون عمواس میں انتقال ہو گیا بعد میں حضرت عبادہؓ فلسطین چلے گئے ان کا بھی وہاں ہی انتقال ہوا، البتہ حضرت ابوالدرداءؓ دمشق ہی رہے اور ان کا وہاں ہی انتقال ہوا۔[1]

علم حاصل کرنے کے لیئے سفر کرنا

حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیلؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے ایک حدیث سنی ہے (اور میں نے وہ حدیث حضورؐ سے نہیں سنی تھی اور پتہ چلا کہ وہ صحابی شام میں رہتے ہیں، اس لیئے) میں نے اونٹ خریدا اور اس پر کجاوہ کسا اور ایک ماہ کا سفر کر کے ملک شام پہنچا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ وہ صحابی حضرت عبداللہ بن انیسؓ ہیں۔ میں نے ان کے دربان سے کہا ان سے جا کہو کہ دروازے پر جابر آیا ہے۔ انہوں نے کہا کیا عبداللہ کے بیٹے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ وہ یہ سنتے ہی ایک دم اپنا کپڑا گھسیٹتے باہر آئے اور میرے گلے لگ گئے اور میں نے بھی انہیں گلے لگا لیا۔ پھر میں نے کہا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ نے قصاص کے بارے میں حضور ﷺ سے ایک حدیث سنی ہے تو مجھے یہ ڈر ہوا کہ کہیں اس کے سننے سے پہلے آپ کا یا میرا انتقال نہ ہو جائے (اس لیئے میں اتنا لمبا سفر کر کے صرف اسی حدیث کو سننے آیا ہوں) انہوں نے کہا میں نے حضور ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو اس حال میں جمع کریں گے کہ سب ننگے بدن، بغیر ختنے کے اور خالی ہاتھ ہوں گے۔ ہم نے پوچھا خالی ہاتھ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ حضورؐ نے فرمایا ان کے ساتھ دنیا کی کوئی چیز نہ ہوگی پھر اللہ تعالیٰ ان میں ایسی آواز سے اعلان فرمائیں گے جسے دور والا بھی اسی طرح سن لے گا جیسے نزدیک والا۔ میں بدلہ لینے والا ہوں اور میں (ہر چیز کا) مالک ہوں جس دوزخی پر کسی جنتی کا کوئی حق ہے وہ اس وقت تک دوزخ میں نہیں جا سکتا جب تک میں اس دوزخی سے اس جنتی کا بدلہ نہ لے لوں اور جس جنتی پر کسی دوزخی کا کوئی حق ہے وہ اس وقت تک

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۷۲) والحاکم کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۸۱) واخرجه البخاری فی التاریخ الصغیر (ص ۲۲) عن محمد بن کعب بالسیاق المذکور مختصرا۔

جنت میں نہیں جا سکتا جب تک میں اس سے اس دوزخی کا بدلہ نہ لے لوں اور اس میں میں کسی کی رعایت بالکل نہیں کروں گا اگر صرف تھپڑ ہی ظلماً مارا ہوگا تو بھی اس سے تھپڑ کا بدلہ لوں گا۔ ہم نے پوچھا اللہ تعالیٰ بدلہ کس طرح لے کر دیں گے جب کہ ہم اس حال میں آئیں گے کہ ہم ننگے بدن، بغیر ختنے کے اور خالی ہاتھ ہوں گے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ بدلہ نیکیوں اور برائیوں کے ذریعہ ہوگا (مظلوم کو ظالم کی نیکیاں مل جائیں گی مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے)۔[1]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے قصاص کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے ایک حدیث پہنچی اور لوگوں میں حدیث بیان کرنے والے صحابی مصر میں تھے، چنانچہ میں نے ایک اونٹ خریدا اور سفر کر کے مصر پہنچا اور اس صحابیؓ کے دروازے پر گیا آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[2]

حضرت مسلمہ بن مخلدؓ فرماتے ہیں جس زمانے میں میں مصر کا امیر تھا تو ایک دن دربان نے آ کر کہا کہ دروازے پر ایک دیہاتی آدمی اونٹ پر آیا ہے اور اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا ہے۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا جابر بن عبداللہ انصاری۔ میں نے بالا خانے سے جھانک کر کہا میں نیچے آ جاؤں یا آپ اوپر آئیں گے۔ انہوں نے کہا نہ آپ نیچے اتریں اور نہ مجھے اوپر چڑھنے کی ضرورت ہے مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ مسلمان کے عیب چھپانے کے بارے میں ایک حدیث حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں میں اسے سننے آیا ہوں۔ میں نے کہا میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو کسی مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالے گا تو گویا اس نے زندہ درگور لڑکی کو زندہ کر دیا۔ یہ حدیث سن کر حضرت جابرؓ نے واپس جانے کے لیئے سواری کو ہانکا۔[3]

حضرت منیبؒ کہتے ہیں کہ میرے چچا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی کو یہ خبر ملی کہ حضورؐ کے ایک اور صحابی حضورؐ سے یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ جو آدمی اپنے مسلمان بھائی (کے عیب) پر دنیا میں پردہ ڈالے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس (کے گناہوں) پر پردہ ڈالیں گے وہ

۱؎ اخرجہ احمد والطبرانی فی الکبیر قال الھیثمی (ج ۱ ص ۱۳۳) وعبداللہ بن محمد ضعیف. انتھی واخرجہ البخاری فی الادب المفرد وابو یعلی فی مسندہ کما قال الحافظ فی الفتح (ج ۱ ص ۱۲۷) واخرجہ ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۱ ص ۹۳) بطولہ واخرجہ الحاکم فی المستدرک (ج ۲ ص ۵۷۴) من طریق عبداللہ بن محمد بن عقیل عن جابر بطولہ وقال ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذھبی صحیح

۲؎ قال الحافظ ولہ طریق اخری اخرجھا الطبرانی فی مسند الشامیین وتمام فی فوائد من طریق الحجاج بن دینار عن محمد بن المنکدر واسنادہ صالح ولہ طریق ثالثۃ اخرجھا الخطیب فی الرحلۃ من طریق ابی الجارود العنسی عن جابر قال بلغنی حدیث فی القصاص فذکر الحدیث نحوہ وفی اسنادہ ضعف. انتھی ۳؎ اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الھیثمی وفیہ ابو سنان القسملی وثقہ ابن حبان وابن خراش فی روایۃ وضعفہ احمد والبخاری ویحیی بن معین

روایت بیان کرنے والے صحابیؓ مصر میں تھے تو پہلے صحابیؓ سفر کر کے ان کے پاس مصر گئے اور ان سے حدیث کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا جی ہاں میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو آدمی اپنے مسلمان بھائی (کے عیب) پر دنیا میں پردہ ڈالے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس (کے گناہوں) پر پردہ ڈالیں گے۔ پہلے صحابیؓ نے کہا میں نے بھی یہ حدیث حضورؐ سے سنی ہے۔[1] حضرت ابن جریجؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوایوبؓ سواری پر سفر کر کے مصر حضرت عقبہ بن عامرؓ کے پاس گئے اور فرمایا میں آپ سے ایک ایسی حدیث کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس حدیث کے موقع پر جتنے صحابہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے اب ان میں صرف میں اور آپ باقی رہ گئے ہیں۔ آپ نے مسلمان کی پردہ پوشی کے بارے میں حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا؟ حضرت عقبہؓ نے کہا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو دنیا میں کسی مسلمان (کے عیب) پر پردہ ڈالے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس (کے گناہوں) پر پردہ ڈالیں گے۔ یہ سن کر حضرت ابوایوبؓ مدینہ واپس لوٹ گئے اور جب تک یہ حدیث بیان نہ کر دی اس وقت تک اپنا کجاوہ نہ کھولا۔[2] حضرت ابن جریجؒ کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ کے ایک بڑے میاں حضرت ابو سعید اعمیؒ کو سنا کہ وہ حضرت عطاءؒ سے یہ واقعہ بیان کر رہے تھے حضرت ابوایوبؓ نے حضرت عقبہ بن عامرؓ سے ملنے کے لیے (مصر کا) سفر کیا۔ جب وہ مصر پہنچ گئے تو لوگوں نے ان کے آنے کا تذکرہ حضرت عقبہؓ سے کیا۔ حضرت عقبہؓ ان کے پاس باہر آئے پھر اس کے بعد پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اس کے بعد یہ ہے کہ یہ حدیث سن کر حضرت ابوایوبؓ اپنی سواری کے پاس آئے اور اس پر سوار ہو کر مدینہ واپس لوٹ گئے اور اپنا کجاوہ بھی نہیں کھولا۔[3]

حضرت عقبہ بن عامرؓ حضرت مسلمہ بن مخلدؓ سے ملنے گئے تو ان کے اور دربان کے درمیان کچھ جھگڑا ہو گیا۔ حضرت مسلمہؓ نے اندر سے ان کی آواز سن لی اور اندر آنے کی اجازت دے دی۔ حضرت عقبہؓ نے کہا میں آپ کو ملنے نہیں آیا بلکہ کسی ضرورت سے آیا ہوں اور وہ یہ ہے کہ کیا آپ کو وہ دن یاد ہے کہ جس دن حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ جسے اپنے بھائی کی کسی برائی کا پتہ چلے اور وہ اس پر پردہ ڈال دے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر پردہ ڈالیں گے۔ حضرت مسلمہ نے کہا جی ہاں۔ حضرت عقبہؓ نے کہا بس میں اسی لیے آیا تھا۔[4]

۱۔ اخرجه احمد عن عبدالملک بن عمیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۳۴) و منیب هذا ان کان ابن عبدالله فقد وثقه ابن حبان وان کان غیره فانی لم ار من ذکره ۲۔ رواه احمد هکذا منقطع الاسناد. انتهی ما قاله الهیثمی ۳۔ رواه سفیان بن عیینة کذا ذکره ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۱ ص ۹۳) ۴۔ اخرجه الطبرانی عن مکحول قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۳۴) رواه الطبرانی فی الکبیر هکذا وفی الاوسط عن محمد بن سیرین قال خرج عقبة بن عامر فذکره مختصر اور جال الکبیر رجال الصحیح. انتهی

حضرت عبداللہ بن بریدہؒ کہتے ہیں کہ ایک صحابیؓ نے صرف ایک حدیث سننے کے لیئے حضرت فضالہ بن عبیدؓ کے پاس مصر کا سفر کیا۔[1] دارمی میں اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ وہ صحابیؓ جب حضرت فضالہؓ کے پاس پہنچے تو وہ اپنی اونٹنی کو جو ملا ہوا پانی پلا رہے تھے انہیں آتا ہوا دیکھ کر حضرت فضالہؓ نے خوش آمدید کہا۔ انہوں نے کہا میں آپ سے ملنے نہیں آیا بلکہ اس وجہ سے آیا ہوں کہ میں نے اور آپ نے حضور ﷺ کی ایک حدیث سنی تھی مجھے امید ہے کہ وہ آپ کو اب بھی یاد ہوگی۔ حضرت فضالہؓ نے پوچھا وہ کون سی حدیث ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس حدیث میں یہ اور یہ مضمون ہے۔

حضرت عبیداللہ بن عدیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے پتہ چلا کہ حضرت علیؓ کے پاس ایک حدیث ہے تو مجھے اس بات کا ڈر ہوا کہ کہیں اگر حضرت علیؓ کا انتقال ہوگیا تو پھر شاید مجھے یہ حدیث کسی اور کے پاس نہ مل سکے اس وجہ سے میں سفر کر کے ان کے پاس عراق گیا۔[2] ابن عساکر میں اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ میں نے ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا انہوں نے مجھے وہ حدیث سنائی اور مجھ سے یہ عہد لیا کہ میں یہ حدیث کسی اور سے بیان نہ کروں اگر وہ ایسا نہ کرتے تو میں آپ لوگوں کو وہ حدیث ضرور سنا دیتا۔ حضرت ابن مسعودؓ کا فرمان آگے آ رہا ہے جو بخاری میں منقول ہے کہ اگر مجھے کسی کے بارے میں پتہ چل جائے کہ وہ مجھ سے زیادہ اللہ کی کتاب کو جانتا ہے تو میں ضرور سفر کر کے اس کے پاس جاؤں اور ابن عساکر میں ان کا یہ فرمان منقول ہے کہ اگر مجھے کسی کے بارے میں یہ پتہ چلے کہ اونٹ مجھے اس تک پہنچا سکتے ہیں اور وہ حضرت محمد ﷺ پر نازل ہونے والے علوم کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو میں ضرور اس کے پاس جاؤں تاکہ میرے علم میں اور اضافہ ہو سکے۔

علم کو قابل اعتماد اہل علم سے حاصل کرنا اور جب علم نااہلوں کے پاس ہوگا تو پھر علم کا کیا حال ہوگا؟

حضرت ابو ثعلبہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ سے ملا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایسے آدمی کے حوالے فرما دیں جو اچھی طرح سکھانے والا ہو۔ آپؐ نے مجھے حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کے حوالے فرما دیا اور ارشاد فرمایا میں نے تمہیں ایسے آدمی کے حوالے کیا ہے جو تمہیں اچھی طرح تعلیم دے گا اور اچھی طرح ادب سکھائے گا۔[3] طبرانی میں اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ جب میں

---

[1] اخرجه ابو داؤد كذافي الفتح الباري (ج ۱ ص ۱۲۸) واخرجه الدارمي (ص ۵۵) من طريق عبدالله مثله

[2] اخرجه الخطيب كذافي الفتح (ج ۱۰ ص ۱۲۸) واخرجه ابن عساكر عن عبيد الله نحوه كما في الكنز العمال (ج ۵ ص ۲۳۹)

[3] اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۷ ص ۹۵) واخرجه الطبراني عن ابي ثعلبة مثله

حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں پہنچا تو وہ اور حضرت بشیر بن سعد ابونعمانؓ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ دونوں حضرات خاموش ہوگئے۔ میں نے کہا اے ابوعبیدہ! اللہ کی قسم! حضور ﷺ نے تو اس طرح مجھے بیان نہیں کیا یعنی وہ تو مجھے دیکھ کر خاموش نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا بیٹھ جاؤ ہم تم کو حدیث سنائیں گے پھر فرمایا حضورؐ نے ارشاد فرمایا تم میں تو اس وقت نبوت کا دور ہے پھر نبوت کے طرز پر خلافت ہوگی پھر بادشاہت اور جبر ہوگا۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کب چھوڑا جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا جب تم میں وہ باتیں ظاہر ہو جائیں گی جو تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ظاہر ہوئی تھیں۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ باتیں کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا جب تمہارے نیک اور بہترین آدمیوں میں سستی اور تمہارے برے لوگوں میں بے حیائی ظاہر ہو جائے گی اور بادشاہت تمہارے چھوٹوں میں اور دینی علم تمہارے کمینوں میں منتقل ہو جائے گا۔[2] حضرت ابوامیہ جمحیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ سے قیامت کی نشانیوں کے بارے میں پوچھا گیا آپؐ نے فرمایا قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ علم چھوٹوں کے پاس تلاش کیا جانے لگے گا۔[3]

حضرت عبداللہ بن عُکیمؒ کہتے ہیں حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے غور سے سنو! سب سے سچی بات اللہ تعالیٰ کی ہے اور سب سے اچھا طریقہ حضرت محمد ﷺ کا ہے اور سب سے برے کام وہ ہیں جو نئے ایجاد کیے جائیں۔ غور سے سنو! لوگ اس وقت تک خیر پر رہیں گے جب تک ان کے پاس علم ان کے بڑوں کی طرف سے آئے گا۔[4] حضرت بلال بن یحییٰؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ لوگ کب سدھرتے ہیں اور کب بگڑتے ہیں؟ جب علم چھوٹے کی طرف سے آئے گا تو بڑا اس کی نافرمانی کرے گا اور جب علم بڑے کی طرف سے آئے گا تو چھوٹا اس کی اتباع کرے گا اور دونوں ہدایت پا جائیں گے۔[5]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ لوگ اس وقت تک نیکوکار اور اپنے دین پر پختہ رہیں گے جب تک ان کے پاس علم حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ کی طرف سے اور ان کے اپنے بڑوں کی طرف سے آئے گا اور جب ان کے پاس علم ان کے چھوٹوں کی طرف سے آنے لگے گا تو پھر لوگ ہلاک

۱۔ قال الهيثمي (ج۵ ص ۱۸۹) وفيه رجل لم يسم ورجل مجهول ايضا. انتهى

۲۔ اخرجه ابن عساكر وابن النجار كذافي الكنز (ج ۲ ص ۱۳۹) واخرجه ابن عبدالبر في جامع بيان العلم (ج ۱ ص ۱۵۷) عن انس نحوه وفي رواية والفقه في ارذالكم وفي لفظ آخر عنده عنه والعلم في ارذالكم

۳۔ عند ابن عبدالبر ايضا واخرجه الطبراني عن ابي امية نحوه قال الهيثمي (ج ۱ ص ۱۳۵) وفيه ابن لهيعة وهو ضعيف

۴۔ اخرجه ابن عبدالبر في جامع العلم (ج ۱ ص ۱۵۸) عن هلال الوزن

۵۔ عن ابن عبدالبر ايضا

ہو جائیں گے۔[1] حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں لوگ اس وقت تک خیر پر رہیں گے جب تک وہ علم اپنے بڑوں سے حاصل کریں گے اور جب علم اپنے چھوٹوں اور اپنے بروں سے حاصل کرنے لگیں گے تو ہلاک ہو جائیں گے۔[2] حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں تم لوگ اس وقت تک خیر پر رہو گے جب تک علم تمہارے بڑوں میں رہے گا۔ اور جب علم تمہارے چھوٹوں میں آ جائے گا تو چھوٹے بڑے کو بیوقوف بنائیں گے۔[3]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ گمراہ کرنے والا انسان وہ ہے جو قرآن پڑھے اور اس کے معنی اور مطلب کو نہ سمجھے پھر وہ بچے، غلام، عورت اور باندی کو قرآن سکھائے پھر یہ سب مل کر قرآن کے ذریعے علم والوں سے جھگڑا کریں۔[4]

حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس امت پر مجھے کسی مومن کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے کیونکہ اسے اس کا ایمان برے کام سے روک لے گا اور اس فاسق کی طرف سے بھی کوئی خطرہ نہیں ہے جس کا فاسق ہونا کھلا اور واضح ہو۔ مجھے تو اس امت پر اس آدمی کی طرف سے خطرہ ہے جس نے قرآن تو پڑھا ہے لیکن زبان سے اچھی طرح پڑھ کر وہ صحیح راستہ سے پھسل گیا یعنی زبان سے پڑھنے کو ہی اصل سمجھ لیا اور قرآن کی صحیح تفسیر چھوڑ کر اس نے اپنی طرف سے اس کا مطلب بنالیا۔[5]

حضرت عقبہ بن عامرؓ کے انتقال کا وقت جب قریب آیا تو انہوں نے فرمایا اے میرے بیٹو! میں تمہیں تین باتوں سے روکتا ہوں انہیں اچھی طرح یاد رکھنا۔ حضور ﷺ کی طرف سے حدیث صرف معتبر اور قابل اعتماد آدمی سے ہی لینا کسی اور سے نہ لینا اور قرضہ لینے کی عادت نہ بنالینا چاہے چوغہ پہن کر گزارہ کرنا پڑے اور اشعار لکھنے میں نہ لگ جانا ورنہ ان میں تمہارے دل ایسے مشغول ہو جائیں گے کہ قرآن سے رہ جاؤ گے۔[6]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے جابیہ مقام میں لوگوں میں بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا اے لوگو! تم میں سے جو قرآن کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہے وہ حضرت ابی بن کعبؓ کے پاس جائے اور جو میراث کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے وہ حضرت زید بن ثابتؓ کے پاس جائے اور جو کوئی فقہی مسائل پوچھنا چاہتا ہے وہ حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس

۱۔ اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۳۵) و رجالہ موثقون. اھ و اخرجہ ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۱۵۹) عن ابن مسعود نحوہ

۲۔ عند ابن عبدالبر ایضا ۳۔ عند ابن عبدالبر ایضا

۴۔ اخرجہ ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۲ ص ۱۹۴)

۵۔ اخرجہ ابن عبدالبر ایضا ۶۔ اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۴۰) وفی اسنادہ ابن لهیعة ویحتمل فی هذا علی ضعفہ

جائے اور جو مال لینا چاہتا ہے وہ میرے پاس آ جائے کیونکہ اللہ نے مجھے مال کا والی اور اس کا تقسیم کرنے والا بنایا ہے۔[1]

طالب علم کو خوش آمدید کہنا اور بشارت سنانا

حضرت صفوان بن عسال مرادیؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ اس وقت مسجد میں اپنی سرخ دھاریوں والی چادر پر ٹیک لگائے ہوئے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں علم حاصل کرنے آیا ہوں آپؐ نے فرمایا طالب علم کو خوش آمدید ہو پھر آگے اور حدیث ذکر کی جیسے کہ باب کے شروع میں گزر چکی ہے۔[2]

حضرت ابو ہارونؒ کہتے ہیں کہ جب ہم حضرت ابو سعیدؓ کی خدمت میں جاتے تو فرماتے خوش آمدید ہو ان لوگوں کو جن کے بارے میں حضور ﷺ نے ہمیں وصیت فرمائی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا تھا لوگ تمہارے تابع ہوں گے اور زمین کے آخری کناروں سے تمہارے پاس دین کی سمجھ حاصل کرنے آئیں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت مجھ سے قبول کر لو۔[3] حضرت ابو سعید حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تمہارے پاس مشرق کی طرف سے لوگ علم حاصل کرنے آئیں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ راوی کہتے ہیں چنانچہ حضرت ابو سعیدؓ جب ہمیں دیکھتے تو فرماتے خوش آمدید ہو ان لوگوں کو جن کے بارے میں حضور ﷺ نے ہمیں وصیت فرمائی تھی۔[4] ترمذی کی ایک روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ اللہ نے تمہیں جو علم عطا فرما رکھا ہے وہ انہیں بھی سکھاؤ۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ مختلف دور دراز علاقوں سے لوگ آئیں گے جو تم سے دین کے بارے میں پوچھیں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے لیے جگہ میں گنجائش پیدا کرو اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت قبول کرو اور ان کو سکھاؤ۔ ابن عساکر کی روایت میں یہ ہے کہ انہیں سکھاؤ اور انہیں کہو خوش آمدید، خوش آمدید، قریب ہو جاؤ۔[5]

حضرت ابو سعیدؓ کے پاس جب یہ نوعمر جوان آتے تو فرماتے خوش آمدید ہو ان لوگوں کو جن کے بارے میں حضور ﷺ نے ہمیں وصیت فرمائی تھی۔ ہمیں حضورؐ نے حکم دیا تھا کہ ہم ان کے لیے

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الا وسط قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۳۵) وفیه سلیمان بن داؤد بن الحصین لم ار من ذکره.اه ۲۔ اخرجه الطبرانی واحمد

۳۔ اخرجه الترمذی ۴۔ عند الترمذی ایضا واخرجه ابن ماجة (ص ۳۷) عنه عن ابی سعید بمعناه مختصرا واخرجه الحاکم (ج ۱ ص ۸۸) ایضا من طریق ابی نضرة عن ابی سعید مختصرا وقال الحاکم هذا حدیث صحیح ثابت ووافقه الذهبی وقال لا علة له واخرجه ابن جریر وابن عساکر بالسیاق الاول عند الترمذی ۵۔ کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۵)

مجلس میں گنجائش پیدا کریں اور ان کو حدیث سمجھائیں کیونکہ آپ لوگ ہی ہمارے بعد جگہ سنبھالنے والے ہیں اور احادیث دوسروں کو سنانے والے ہیں اور ان نو جوانوں سے فرمایا کرتے تھے اگر تمہیں کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو مجھ سے سمجھ لینا کیونکہ تم سمجھ کر اٹھو یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ تم بے سمجھے اٹھ جاؤ۔[1]

حضرت اسماعیلؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت حسنؒ کے پاس عیادت کے لیئے گئے۔ ہماری تعداد اتنی زیادہ تھی کہ سارا گھر بھر گیا تو انہوں نے اپنے پاؤں سمیٹ کر فرمایا ہم لوگ حضرت ابو ہریرہؓ کی عیادت کرنے گئے ہماری تعداد اتنی زیادہ تھی کہ سارا گھر بھر گیا۔ انہوں نے اپنے پاؤں سمیٹ کر فرمایا ہم لوگ حضور ﷺ کی عیادت کرنے گئے اور ہماری تعداد اتنی زیادہ تھی کہ سارا گھر بھر گیا آپؐ پہلو کے بل لیٹے ہوئے تھے جب آپؐ نے ہمیں دیکھا تو اپنے پاؤں سمیٹ لیئے اور فرمایا میرے بعد تمہارے پاس بہت لوگ علم حاصل کرنے آئیں گے تم انہیں خوش آمدید کہنا اور ان سے سلام اور مصافحہ کرنا اور انہیں خوب سکھانا۔ حضرت حسن کہتے ہیں اللہ کی قسم! ہمیں تو ایسے لوگ ملے جنہوں نے نہ تو ہمیں خوش آمدید کہا اور نہ ہم سے سلام اور مصافحہ کیا اور نہ ہمیں سکھایا بلکہ جب ہم ان کے پاس گئے تو ہمارے ساتھ جفا کا معاملہ کیا حضرت حسن بصری صحابہؓ کے بعد والے لوگوں کی شکایت کر رہے ہیں)۔[2]

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب بھی حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کوئی حدیث بیان کرتے تو ضرور مسکراتے تو میں نے ان سے کہا مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اس طرح لوگ آپ کو بے وقوف سمجھنے لگیں گے۔ انھوں نے فرمایا حضور ﷺ جب بھی بات فرماتے تو ضرور مسکراتے۔[3]

علمی مجلسیں اور علماء کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ! ہمارے ساتھ بیٹھنے والوں میں سے کون سب سے بہترین ہے؟ آپؐ نے فرمایا جس کے دیکھنے سے تمہیں اللہ یاد آئے اور جس کی گفتگو سے تمہارے علم میں اضافہ ہو اور جس کے عمل سے تمہیں آخرت یاد آئے۔[4]

حضرت قرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو آپؐ کے صحابہ آپؐ کے پاس کئی حلقے بنا کر بیٹھ جاتے (اور آپس میں سیکھنے سکھانے لگ جاتے) اور جب

۱۔ اخرجه ابن النجار كذافي الكنز (ج۵ ص ۲۴۳)　　۲۔ اخرجه ابن ماجة (ص ۳۷)

۳۔ اخرجه احمد والطبراني في الكبير قال الهيثمي (ج ۱ ص ۱۳۱) وفيه حبيب بن عمرو قال الدار قطني مجهول

۴۔ اخرجه ابو يعلى قال المنذري (ج ۱ ص ۷۲) رواته رواة الصحيح الامبارک بن حسان

ضرورت پڑتی تو حضورؐ سے پوچھ لیتے)۔[۱]

حضرت یزید رقاشیؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت انسؓ ہمیں حدیث سناتے تو یہ بھی فرماتے یہ حدیث ایسے نہیں سیکھی جاتی تھی جس طرح تم اور تمہارے ساتھی کرتے ہیں کہ ایک آدمی بیٹھ جاتا ہے اور سب اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور وہ ان میں بیان کرتا ہے بلکہ صحابہ کرامؓ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر کئی حلقے بنالیتے اور ان حلقوں میں قرآن پڑھتے اور فرائض اور سنتیں سیکھتے۔[۲]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مہاجرین کی ایک جماعت میں ان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ہمارے پاس کپڑے بہت کم تھے جس کی وجہ سے ہم ایک دوسرے کی اوٹ میں بیٹھے ہوئے تھے ہمارے ایک قاری قرآن پڑھ رہے تھے اور ہم سب اللہ کی کتاب سن رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ بھی بنائے ہیں کہ مجھے اپنے آپ کو ان کے پاس بٹھائے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضورؐ کے تشریف لانے پر گول حلقہ بن گیا اور سب نے چہرے حضورؐ کی طرف کر لئے لیکن آپؐ نے میرے علاوہ اور کسی کو نہیں پہچانا پھر حضورؐ نے فرمایا اے فقراء مہاجرین تمہیں خوشخبری ہو کہ تمہیں قیامت کے دن پورا نور حاصل ہوگا اور تم مالداروں سے آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور یہ آدھا دن پانچ سو برس کا ہوگا۔[۳]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا اپنی مسجد میں دو حلقوں پر گزر ہوا۔ ایک حلقہ والے دعا میں اور اللہ سے راز و نیاز کی باتوں میں لگے ہوئے تھے اور دوسرے حلقہ والے دینی علم سیکھ سکھا رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا دونوں حلقوں والے خیر پر ہیں لیکن ایک حلقہ والے دوسرے سے بہتر ہیں یہ تو اللہ سے دعا کر رہے ہیں اور اس سے راز و نیاز میں لگے ہوئے ہیں۔ اگر اللہ چاہے گا تو ان کو دے گا اور اگر چاہے گا تو نہیں دے گا۔ یہ دوسرے حلقے والے سیکھ رہے ہیں اور جسے نہیں آتا اسے سکھا رہے ہیں اور مجھے تو سکھانے والا بنا کر ہی بھیجا گیا ہے۔ پھر آپؐ آ کر ان کے پاس بیٹھ گئے۔[۴]

حضرت ابوبکر بن ابی موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ عشاء کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس وقت؟ حضرت ابو

۱۔ اخرجه البزار وفيه سعيد بن سلام كذبه احمد ۲۔ ويزيد الرقاشي ضعيف كذافي مجمع الزوائد (ج ۱ ص ۱۳۲) ۳۔ اخرجه البيهقي كذافي البداية (ج ٦ ص ٥٧) واخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۴۲) اطول منه

۴۔ اخرجه ابن عبدالبر في جامع العلم (ج ۱ ص ۵۰) و اخرجه الدارمي نحوه

موسیٰؓ نے کہا ہاں ایک ضروری دینی مسئلہ ہے چنانچہ حضرت عمرؓ ان کے پاس بیٹھ گئے اور دونوں بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔ جب باتوں سے فارغ ہوئے تو حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا اے امیر المومنین! تہجد کی نماز پڑھ لیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم تو نماز میں ہی تھے۔[1]

حضرت جندب بن عبداللہ بجلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں علم حاصل کرنے مدینہ آیا۔ میں حضور ﷺ کی مسجد میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ لوگ حلقے بنا کر بیٹھے ہوئے ہیں اور باتیں کر رہے ہیں۔ میں حلقوں کے پاس سے گزرتا رہا اور چلتے چلتے ایک حلقہ کے پاس پہنچا تو اس میں ایک صاحب تھے جن کا رنگ بدلا ہوا تھا اور ان کے جسم پر دو کپڑے تھے ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے ابھی سفر سے آئے ہوں۔ میں نے انہیں فرماتے ہوئے سنا رب کعبہ کی قسم! لوگوں سے بیعت لینے والے بادشاہ ہلاک ہو گئے اور مجھے ان کا غم نہیں اور یہ بات انہوں نے کئی مرتبہ کہی۔ میں ان کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ کافی دیر تک حدیثیں بیان فرماتے رہے۔ اس کے بعد وہ کھڑے ہو گئے۔ ان کے کھڑے ہونے کے بعد میں نے ان کے بارے میں پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا یہ مسلمانوں کے سردار حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں میں ان کے پیچھے ہولیا یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ ان کا گھر بالکل پرانا سا تھا۔ اس کی شکل وصورت بوسیدہ سی تھی اور ان میں دنیا کی رغبت بالکل نہ تھی۔ بالکل دنیا سے الگ تھلگ تھے۔ ان کی تمام باتیں آپس میں ملتی جلتی تھیں میں نے انہیں سلام کیا انھوں نے سلام کا جواب دیا پھر مجھ سے پوچھا تم کن لوگوں میں سے ہو؟ میں نے کہا عراق والوں میں سے۔ انھوں نے فرمایا عراق والے تو مجھ سے بہت زیادہ سوالات کرتے ہیں۔ جب انھوں نے یہ فرمایا تو مجھے غصہ آگیا اور میں نے گھٹنے کے بل بیٹھ کر اپنے ہاتھ چہرے تک اٹھا لئے اور قبلہ کی طرف منہ کر لیا اور میں نے دعا کرنی شروع کی۔ اے اللہ! ہم تجھ سے ہی ان لوگوں کی شکایت کرتے ہیں کہ ہم نے بہت مال خرچ کیا اور اپنے جسموں کو خوب تھکایا اور اپنی سواریوں کو چلایا۔ یہ سب کچھ ہم نے علم حاصل کرنے کے لئے کیا۔ جب ہماری ان سے ملاقات ہوئی تو یہ ہمیں ترش روئی سے ملے اور ہمیں ایسے سخت کلمات کہہ دیئے۔ یہ سن کر حضرت ابیؓ رونے لگے اور مجھے راضی کرنے لگے اور فرمانے لگے تیرا بھلا ہو! میرا مطلب یہ ہرگز نہیں تھا۔ پھر فرمانے لگے اے اللہ! اگر تو نے مجھے آئندہ جمعہ تک زندہ رکھا تو میں نے جو کچھ حضور ﷺ سے سن رکھا ہے وہ سب ضرور بیان کر دوں گا اور کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کروں گا۔ اس کے بعد میں ان کے پاس سے واپس آگیا اور اگلے جمعہ کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن جمعرات کو میں کسی کام سے باہر آیا تو میں نے دیکھا کہ تمام گلیاں لوگوں سے بھری ہوئی ہیں۔ جس گلی میں جاتا ہوں وہاں لوگ ہی لوگ نظر آتے ہیں میں نے پوچھا ان لوگوں کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا ہمارا خیال ہے

---

[1] اخرجه عبدالرزاق وابن ابی شیبة كذافی الكنز (ج ۵ ص ۲۲۸)

آپ اجنبی مسافر ہیں۔ میں نے کہا جی ہاں۔ لوگوں نے کہا مسلمانوں کے سردار حضرت ابی بن کعبؓ کا انتقال ہوگیا ہے۔ حضرت جندب کہتے ہیں میں عراق واپس آیا تو میری ملاقات حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور میں نے انہیں حضرت ابیؓ کی ساری بات بتائی۔ انھوں نے فرمایا ہائے افسوس! کاش وہ زندہ رہ جاتے تاکہ ہمیں ان کی وہ خاص بات پہنچ جاتی۔[1]

حضرت ہلال بن یساف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں بصرہ آیا اور ایک مسجد میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا ایک بڑے میاں جن کے سر اور داڑھی کے بال سفید ہیں ایک ستون سے ٹیک لگا کر لوگوں میں حدیث بیان کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا یہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما ہیں۔[2]

حضرت ابوصالحؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایسی زبردست مجلس دیکھی ہے کہ سارے قریش والے اس پر فخر کریں تو بجا ہے۔ یہ واقعی قابل فخر مجلس ہے۔ میں نے ایک دن دیکھا کہ بہت سے لوگ ان کے گھر کے باہر راستہ پر جمع ہیں اور اتنے زیادہ ہیں کہ آنے جانے کی بالکل جگہ نہیں ہے۔ میں نے اندر جا کر حضرت ابن عباسؓ کو بتایا کہ دروازے پر بہت سے لوگ آئے ہوئے ہیں۔ انھوں نے فرمایا میرے لئے وضو کا پانی رکھو چنانچہ وہ وضو کر کے بیٹھ گئے اور فرمایا باہر جاؤ اور لوگوں میں اعلان کرو کہ جو قرآن اور اس کے حروف اور اس کی کسی چیز کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہے وہ اندر آ جائے، چنانچہ میں نے باہر جا کر یہ اعلان کیا تو ایک

بہت بڑی تعداد اندر آئی جس سے سارا گھر اور حجرہ بھر گیا اور انھوں نے جو بات بھی پوچھی حضرت ابن عباسؓ نے اس کا جواب دیا اور جتنا انھوں نے پوچھا اتنا بلکہ اس سے کہیں اور زیادہ اپنے پاس سے انہیں بتایا پھر فرمایا اب اپنے دوسرے بھائیوں کو اندر آنے کا موقع دے دو چنانچہ وہ لوگ باہر چلے گئے پھر مجھ سے فرمایا باہر جا کر اب یہ اعلان کرو کہ جو قرآن کی تفسیر اور شرح کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہے وہ اندر آ جائے، چنانچہ میں نے باہر جا کر یہ اعلان کیا تو ایک بہت بڑی تعداد اندر آئی جس سے سارا گھر اور حجرہ بھر گیا اور انھوں نے جو بات بھی پوچھی حضرت ابن عباسؓ نے اس کا جواب دیا اور جتنا ان لوگوں نے پوچھا اتنا بلکہ اس سے بھی زیادہ اپنے پاس سے بیان کر دیا پھر فرمایا اب اپنے دوسرے بھائیوں کو اندر آنے کا موقع دے دو۔ چنانچہ وہ لوگ چلے گئے پھر مجھ سے فرمایا باہر جا کر اعلان کر دو کہ جو حلال حرام اور فقہی مسائل پوچھنا چاہتا ہے وہ اندر آ جائے، چنانچہ میں نے باہر جا کر یہ اعلان کر دیا تو بہت بڑی تعداد اندر آئی جس سے سارا گھر اور حجرہ بھر گیا اور ان لوگوں نے جو بھی پوچھا اس کا انہیں جواب دیا اور اتنا ہی اور اپنے پاس سے بیان کر دیا پھر ان

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۵۰۱)   ۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۸)

سے فرمایا اب اپنے دوسرے بھائیوں کو موقع دے دو چنانچہ یہ لوگ باہر چلے گئے پھر مجھ سے فرمایا باہر جا کر یہ اعلان کر دو کہ جو میراث وغیرہ جیسے مسائل پوچھنا چاہتا ہے وہ اندر آ جائے چنانچہ میں نے باہر جا کر یہ اعلان کر دیا تو بہت بڑی تعداد اندر آئی جس سے سارا گھر اور حجرہ بھر گیا اور ان لوگوں نے جو بھی پوچھا حضرت ابن عباسؓ نے اس کا جواب دیا اور اتنا ہی اور اپنے پاس سے بیان کر دیا پھر فرمایا اب اپنے دوسرے بھائیوں کو موقع دے دو چنانچہ وہ لوگ باہر چلے گئے پھر مجھ سے فرمایا باہر جا کر اعلان کر دو کہ جو عربی لغت، اشعار اور انوکھے کلام کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے وہ اندر آ جائے، میں نے باہر جا کر یہ اعلان کر دیا جس پر ایک بہت بڑی تعداد اندر داخل ہوئی جس سے سارا گھر اور حجرہ بھر گیا اور ان لوگوں نے جو بات بھی پوچھی اس کا حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا اور اتنا ہی اور اپنے پاس سے بیان کر دیا۔ اگر سارے قریش حضرت ابن عباسؓ کی اس مجلس پر فخر کریں تو انہیں فخر کرنے کا حق پہنچتا ہے اور میں نے اس جیسا منظر اور کسی کے ہاں نہیں دیکھا۔[1]

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا بہترین مجلس وہ ہے جس میں حکمت کی باتیں بیان کی جائیں۔[2] دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ بہترین مجلس وہ ہے جس میں خوب حکمت کے موتی بکھیرے جائیں اور رحمت خداوندی کی پوری امید ہو (کیونکہ اس میں ایسے اعمال کئے جاتے ہیں جن کی وجہ سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے)[3]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں متقی لوگ سردار ہیں اور فقیہ لوگ امت کے رہنما ہیں اور ان کے ساتھ بیٹھنے سے (ایمان وعلم میں) اضافہ ہوتا ہے۔[4]

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قیمتی اور کارآمد نصیحت کے طور پر یہ کہا جاتا تھا کہ بڑی عمر والوں کے پاس بیٹھا کرو اور علماء سے دوستی لگاؤ اور حکمت والے سمجھدار لوگوں سے میل جول رکھو۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آدمی کے دینی سمجھ رکھنے کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس کا چلنا اور آنا جانا علم والوں کے پاس ہو۔[5] ایک روایت میں مزید یہ الفاظ بھی ہیں اور اس کا بیٹھنا بھی ان کے ساتھ ہو۔[6]

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۲۰) واخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۵۳۸) بنحوه

۲۔ اخرجه الطبراني في الكبير كما قال الهيثمي (ج ۱ ص ۱۶۷)

۳۔ اخرجه ابن عبدالبر في جامع العلم (ج ۱ ص ۵۰)

۴۔ اخرجه الطبراني في الكبير قال الهيثمي (ج ۱ ص ۱۲۶) ذكر هذا في حديث طويل و رجاله موثقون ۵۔ اخرجه ابن عبدالبر في جامعه (ج ۱ ص ۱۲۶)

۶۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۱۱) عن ابي الدرداء مثله

علمی مجلس کا احترام اور اس کی تعظیم

حضرت ابو حازم رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سہل رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی مجلس میں حضور ﷺ کی حدیثیں بیان کررہے تھے کہ کچھ لوگ آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باتیں کرنے لگے۔ انہیں غصہ آ گیا اور فرمایا میں انہیں حضور ﷺ کی وہ حدیثیں سنا رہا ہوں جنہیں میری آنکھوں نے دیکھا ہے اور میرے کانوں نے سنا ہے اور میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہیں (اور حدیث نہیں سن رہے ہیں) غور سے سنو اللہ کی قسم! اب میں تمہارے درمیان میں سے چلا جاؤں گا اور کبھی بھی تمہارے پاس واپس نہیں آؤں گا۔ میں نے ان سے پوچھا آپ کہاں چلے جائیں گے؟ انھوں نے کہا میں اللہ کے راستے میں جہاد کرنے چلا جاؤں گا۔ میں نے کہا اب جہاد کرنا آپ کے بس میں نہیں ہے کیونکہ نہ آپ گھوڑے پر بیٹھ سکتے ہیں نہ تلوار چلا سکتے ہیں اور نہ نیزہ مار سکتے ہیں (آپ بہت بوڑھے اور کمزور ہو چکے ہیں) انھوں نے فرمایا اے ابو حازم! میں جا کر جہاد کی صف میں کھڑا ہو جاؤں گا کوئی نامعلوم تیر یا پتھر آ کر مجھے لگے گا اور اس طرح اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کا درجہ عطا فرمادیں گے۔[1]

علماء اور طلبہ کے آداب

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قریش کا ایک جوان حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر کہنے لگا یا رسول اللہ! مجھے زنا کی اجازت دے دیں تمام لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور اسے ڈانٹنے لگے اور کہنے لگے ایسی بات نہ کہو ایسی بات نہ کہو۔ حضورؐ نے فرمایا ذرا قریب آ جاؤ۔ وہ حضورؐ کے قریب آ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم زنا کو اپنی ماں کے لئے پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا بالکل نہیں۔ اللہ کی قسم! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ حضورؐ نے فرمایا نہ ہی دوسرے لوگ اسے اپنی ماں کے لئے پسند کرتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کیا تم اسے اپنی بیٹی کے لئے پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا بالکل نہیں اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ حضورؐ نے فرمایا اور نہ ہی اور لوگ اسے اپنی بیٹیوں کے لئے پسند کرتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کیا تم اسے اپنی بہن کے لئے پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا بالکل نہیں اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ حضورؐ نے فرمایا نہ ہی دوسرے لوگ اسے اپنی بہنوں کے لئے پسند کرتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اسے اپنی پھوپھی کے لئے پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا بالکل نہیں، اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ حضورؐ نے فرمایا اور نہ ہی دوسرے لوگ اسے اپنی پھوپھیوں

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۵۵) وفیه عبدالحمید بن سلیمان وهو ضعیف

کے لئے پسند کرتے ہیں پھر آپ ؐ نے فرمایا کیا تم اسے اپنی خالہ کے لئے پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا بالکل نہیں۔ اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ حضور ؐ نے فرمایا اور نہ ہی دوسرے لوگ اسے اپنی خالاؤں کے لئے پسند کرتے ہیں پھر حضور ؐ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھ کر یہ دعا مانگی اے اللہ! اس کے گناہ معاف فرما اور اس کے دل کو پاک فرما اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔ حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں حضور ؐ کے سمجھانے اور دعا فرمانے کے بعد اس جوان کی توجہ اس طرف سے بالکل ہٹ گئی۔[1]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب کوئی بات ارشاد فرماتے تو اسے تین مرتبہ کہتے تاکہ سننے والے اچھی طرح سمجھ لیں۔[2]

حضرت شعبیؒ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ والوں کے واعظ حضرت ابن ابی سائب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تین کاموں میں میری بات مانو ورنہ میں تم سے سخت لڑائی کروں گی۔ حضرت ابن ابی سائبؒ نے عرض کیا وہ تین کام کیا ہیں؟ اے ام المومنین! میں آپ کی بات ضرور مانوں گا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا پہلی بات یہ ہے کہ تم دعا میں بتکلف قافیہ بندی سے بچو کیونکہ حضور ﷺ اور آپ ؐ کے صحابہؓ اس طرح قصداً نہیں کیا کرتے تھے اور دوسری بات یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک دفعہ لوگوں میں بیان کیا کرو اور زیادہ کرنا چاہو تو دو دفعہ ورنہ زیادہ سے زیادہ تین دفعہ کیا کرو اس سے زیادہ نہ کرو ورنہ لوگ (اللہ کی) اس کتاب سے اکتا جائیں گے اور تیسری بات یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہ کرنا کہ تم کسی جگہ جاؤ اور وہاں والے آپس میں بات کر رہے ہوں اور تم ان کی بات کاٹ کر اپنا بیان شروع کر دو بلکہ انہیں اپنی بات کرنے دو اور جب وہ تمہیں موقع دیں اور کہیں تو پھر ان میں بیان کرو۔[3]

حضرت شقیقؒ بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک دن ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا مجھے خبر مل جاتی ہے کہ آپ لوگ باہر بیٹھے ہیں لیکن بعض دفعہ میں جان بوجھ کر آپ لوگوں کے پاس باہر نہیں آتا تاکہ میرے زیادہ بیانات اور زیادہ حدیثیں سنانے کی وجہ سے آپ لوگ اکتا نہ جائیں کیونکہ حضور ﷺ وعظ اور بیان میں ہمارا خیال فرماتے تھے تاکہ ہم اکتا نہ جائیں۔[4] حضرت اعمشؒ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک آدمی پر گزر ہوا جو ایک قوم میں وعظ کہہ رہا تھا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اے وعظ و

۱۔ اخرجه احمد والطبرانی قال الهيثمی (ج ۱ ص ۱۲۹) رواه احمد والطبرانی فی الكبير ورجاله رجال الصحيح ۲۔ اخرجه الطبرانی فی الكبير واسناده حسن كما قال الهيثمی (ج ۱ ص ۱۲۹)
۳۔ اخرجه احمد قال الهيثمی (ج ۱ ص ۱۹۱) رواه احمد ورجاله رجال الصحيح و رواه ابويعلى بنحوه ۴۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۱۰۵)

نصیحت کرنے والے! لوگوں کو (اللہ کی رحمت سے) ناامید نہ کرنا۔[۱]

حضرت علیؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں دین کی سمجھ رکھنے والا حقیقی عالم نہ بتاؤں؟ یہ وہ عالم ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی انہیں کھلی چھٹی دے اور نہ انہیں اللہ کی پکڑ سے بے خوف اور بے فکر ہونے دے اور نہ قرآن کے علاوہ کسی اور چیز میں ایسا لگے کہ قرآن چھوٹ جائے۔ اس عبادت میں خیر نہیں ہے جس میں دینی علم نہ ہو اور اس دینی علم میں خیر نہیں ہے جسے آدمی سمجھا نہ ہو یا جس کے ساتھ پرہیزگاری نہ ہو اور قرآن کی اس تلاوت میں کوئی خیر نہیں جس میں انسان قرآن کے معنی اور مطلب میں غور و فکر نہ کرے۔[۲]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما کو یمن بھیجا تو ان دونوں کو یہ ہدایات دیں کہ آپس میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا اور ایک دوسرے کی بات ماننا اور لوگوں کو خوشخبریاں سنانا اور لوگوں کو مت بھگانا چنانچہ (یمن جا کر) حضرت معاذؓ نے لوگوں میں بیان فرمایا اور انہیں اسلام لانے کی اور دینی سمجھ حاصل کرنے کی اور قرآن پڑھنے پڑھانے کی ترغیب دی اور فرمایا میں تمہیں جنت والے اور دوزخ والے بتا دیتا ہوں۔ جب کسی آدمی کا بھلائی کے ساتھ ذکر ہو تو سمجھ لو کہ وہ جنت والوں میں سے ہے اور جب کسی کا برائی کے ساتھ ذکر ہو تو سمجھ لو وہ دوزخ والوں میں سے ہے۔[۳]

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ جب آپس میں بیٹھا کرتے تھے تو ان کی باتیں دینی امور کے بارے میں ہی ہوتی تھیں یا پھر خود کوئی سورت پڑھتے یا کسی کو پڑھاتے۔[۴]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں آدمی علم کے اعلیٰ مرتبہ پر اس وقت ہوگا جب اپنے سے اوپر والے سے حسد نہ کرے اور اپنے سے نیچے والے کو حقیر نہ سمجھے اور علم کے بدلہ میں کوئی قیمت نہ چاہے۔[۵]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خود علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ اور علم کے لئے وقار اور سکون و اطمینان سیکھو اور جس سے علم سیکھو اس کے سامنے بھی تواضع اختیار کرو اور جسے علم سکھاؤ اس کے سامنے بھی تواضع اختیار کرو اور متکبر عالم نہ بنو۔ اس طرح تمہارا جہل تمہارے علم کے سامنے نہیں

۱۔ عند الطبرانی فی الکبیر و رجاله رجال الصحیح ولکن الاعمش لم یدرک ابن مسعود کما قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۹۱) ۲۔ اخرجه ابن الضریس وابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۷۷) وابن عساکر وغیرهم کذافی الکنز العمال (ج ۵ ص ۲۳۱) و اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۴۴) مرفوع نحوه ثم قال لایاتی هذا الحدیث مرفوعا الامن هذا الوجه واکثر هم یوقفو نه علی علی. انتهی ۳۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۲۶) و رجاله موثقون ۴۔ اخرجه الحاکم (ج ۱ ص ۹۴) قال الحاکم هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم و وافقه الذهبی۔ ۵۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۰۶)

ٹھہر سکے گا بلکہ ختم ہو جائے گا۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا (تمہیں سکھانے والے) عالم کا یہ حق ہے کہ تم اس سے سوال زیادہ نہ کرو اور اسے جواب دینے کی مشقت میں نہ ڈالو یعنی اسے مجبور نہ کرو اور جب وہ تم سے منہ دوسری طرف پھیر لے تو پھر اس پر اصرار نہ کرو اور جب وہ تھک جائے تو اس کے کپڑے نہ پکڑو اور نہ ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کرو اور نہ آنکھوں سے۔ اور اس کی مجلس کا کچھ نہ پوچھو اور اس کی لغزشیں تلاش نہ کرو اور اگر اس سے کوئی لغزش ہو جائے تو تم اس کا لغزش سے رجوع کا انتظار کرو اور جب وہ رجوع کر لے تو تم اسے قبول کر لو اور یہ بھی نہ کہو کہ فلاں نے آپ کی بات کے خلاف بات کہی ہے اور اس کے کسی راز کا افشاء نہ کرو اور اس کے پاس کسی کی غیبت نہ کرو اس کے سامنے اور اس کے پیٹھ پیچھے دونوں حالتوں میں اس کے حق کا خیال کرو اور تمام لوگوں کو سلام کرو لیکن اسے بھی خاص طور سے کرو اور اس کے سامنے بیٹھو اگر اسے کوئی ضرورت ہو تو دوسروں سے آگے بڑھ کر اس کی خدمت کرو اور اس کے پاس جتنا وقت بھی تمہارا گزر جائے تنگدل نہ ہونا کیونکہ یہ عالم کھجور کے درخت کی طرح ہے جس سے ہر وقت کسی نہ کسی فائدے کے حاصل ہونے کا انتظار رہتا ہے اور یہ عالم اس روزہ دار کے درجہ میں ہے جو اللہ کے راستہ میں جہاد کر رہا ہو جب ایسا عالم مر جاتا ہے تو اسلام میں ایسا شگاف پڑ جاتا ہے جو قیامت تک پر نہیں ہو سکتا اور آسمان کے ستر ہزار مقرب فرشتے طالب علم کے ساتھ (اکرام کے لئے) چلتے ہیں۔[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ام ولد باندی حضرت جمیلہ رحمتہ اللہ علیہا کہتی ہیں کہ جب حضرت ثابت بنانی رحمتہ اللہ علیہ حضرت انسؓ کی خدمت میں آتے تو حضرت انسؓ فرماتے اے لونڈیا! ذرا خوشبو لانا تاکہ میں اپنے ہاتھوں کو لگا لوں یہ ثابت کی ماں کا بیٹا یعنی خود حضرت ثابت، جب تک میرے دونوں ہاتھوں کو چوم نہیں لے گا اس وقت تک راضی نہیں ہوگا۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں حضرت عمر بن خطابؓ سے ایک بات پوچھنا چاہتا تھا لیکن ان کے رعب اور ہیبت کی وجہ سے میں ان سے دو سال تک نہ پوچھ سکا یہاں تک کہ کسی سفر حج یا سفر عمرہ میں حضرت عمرؓ کسی ضرورت کے لئے مر الظہران کی وادی میں اراک مقام پر اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ گئے اور مجھے تنہائی کا موقع مل گیا تو میں نے کہا اے امیر المؤمنین! میں آپ سے دو سال سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں لیکن صرف آپ کی ہیبت کی وجہ

---

[1] اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۱۳۵) و اخرجه احمد فی الزهد والبیهقی وابن ابی شیبة وغیرهم کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۲۸) وفی نقله علمکم بجهلکم.

[2] اخرجه المرهبی وابن عبدالبر فی العلم کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۲) والمنتخب (ج ۴ ص ۷۳) و اخرجه الخطیب فی الجامع عن علی بمعناه مختصرا کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۲۹)

[3] اخرجه ابو یعلی قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۳۰) و جمیلة هذه لم ارمن لم ترجمها.

سے نہ پوچھ سکا۔ انھوں نے فرمایا ایسا مت کرو۔ جب کسی بات کے مجھ سے پوچھنے کا ارادہ ہوا کرے تو فوراً پوچھ لیا کرو اگر مجھے وہ بات معلوم ہوگی تو میں تمہیں بتادوں گا ورنہ کہہ دوں گا مجھے معلوم نہیں۔ پھر تم اس آدمی سے پوچھ لینا جو اسے جانتا ہو۔ میں نے کہا وہ دو عورتیں کون ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے (سورت تحریم میں) فرمایا ہے کہ وہ دونوں حضور ﷺ کے مقابلہ میں ایک دوسرے کی مددگار بنی تھیں حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں۔ اس کے بعد اور لمبی حدیث ذکر کی ہے۔ [۱]

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں لیکن آپ سے ڈر بھی لگتا ہے۔ حضرت سعدؓ نے کہا اے میرے بھتیجے! مجھ سے نہ ڈرو جب تمہیں معلوم ہو کہ وہ چیز مجھے معلوم ہے تو تم مجھ سے ضرور پوچھ لو۔ میں نے عرض کیا جب غزوۂ تبوک میں حضور ﷺ اپنے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر گئے تھے تو ان سے کیا فرمایا تھا؟ حضرت سعدؓ نے کہا حضورؐ نے فرمایا تھا اے علی! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جاؤ جیسے کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے (کوہ طور پر جاتے وقت حضرت موسیٰؑ حضرت ہارونؑ کو پیچھے چھوڑ گئے تھے) [۲]

حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہبؒ کہتے ہیں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا پانی کے ایک چشمہ پر گزر ہوا۔ اس چشمہ والوں نے ان سے میراث کے بارے میں پوچھا تو حضرت جبیرؓ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں لیکن تم لوگ میرے ساتھ کسی کو بھیج دو میں معلوم کر کے اسے جواب بتادوں گا، چنانچہ چشمہ والوں نے ان کے ساتھ ایک آدمی بھیج دیا۔ حضرت جبیرؓ نے جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جو عالم اور فقیہ بننا چاہتا ہے اسے ایسے ہی کرنا چاہئے جیسے کہ حضرت جبیر بن مطعمؓ نے کیا۔ ان سے ایسی بات پوچھی گئی جو انہیں معلوم نہیں تھی تو یوں کہہ دیا اللہ اعلم اللہ جانتے ہیں (میں نہیں جانتا) [۳]

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اولاد کی میراث کے بارے میں پوچھا حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ کسی نے ان سے کہا آپ اس کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ انھوں نے فرمایا ابن عمر سے وہ چیز پوچھی گئی جو اسے معلوم نہیں اس نے کہہ دیا میں نہیں جانتا (ٹھیک تو کیا) [۴] حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ سے کسی چیز کے

۱۔ اخرجه ابن عبدالبر فی العلم (ج ۱ ص ۱۱۲)
۲۔ اخرجه ابن عبدالبر ایضا و اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۴) عن سعید نحوه مع زیادات
۳۔ اخرجه ابن سعد كذافی الكنز (ج ۵ ص ۲۴۱)
۴۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۵۲)

بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ جب وہ پوچھنے والا پشت پھیر کر چل پڑا تو حضرت ابن عمرؓ نے اپنے آپ سے کہا ابن عمر سے ایسی چیز پوچھی گئی جو اسے معلوم نہیں تو اس نے کہہ دیا مجھے معلوم نہیں۔[1]

حضرت عقبہ بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں مسلسل چونتیس مہینے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی صحبت میں رہا۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ آپ سے کوئی چیز پوچھی جاتی تو آپ کہہ دیتے میں نہیں جانتا اور پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرماتے کیا تم جانتے ہو یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ یہ لوگ ہماری پشتوں کو جہنم تک جانے کے لئے پل بنانا چاہتے ہیں۔[2]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے کسی نے ایک مسئلہ پوچھا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنا سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ لوگ یہ سمجھے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس کا سوال ہی نہیں سنا، اس لئے اس آدمی نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے کیا آپ نے میرا سوال نہیں سنا؟ انھوں نے فرمایا سنا ہے لیکن شاید آپ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ لوگ ہم سے جو کچھ پوچھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سے اس کے بارے میں باز پرس نہیں کرے گا۔ اللہ تم پر رحم کرے ہمیں ذرا مہلت دو تا کہ ہم تمہارے سوال کے بارے میں سوچ لیں۔ اگر ہمیں اس کا کوئی جواب سمجھ میں آ گیا تو ہم تمہیں بتا دیں گے اور اگر نہ آیا تو تمہیں بتا دیں گے کہ ہمیں معلوم نہیں۔[3]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! جس آدمی سے ایسی بات پوچھی جائے جو اسے معلوم ہے تو وہ بتا دے اور جسے معلوم نہیں ہے وہ کہہ دے اللہ زیادہ جانتا ہے (میں نہیں جانتا) کیونکہ یہ بھی علم میں سے ہے کہ جس بات کو آدمی نہیں جانتا اس کے بارے میں کہہ دے کہ اللہ زیادہ جانتا ہے خود اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرمایا ہے قل ما اسئلکم علیہ من اجر وما انا من المتکلفین (سورت ص آیت ۸۶) ترجمہ "آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس قرآن (کی تبلیغ) پر نہ کچھ معاوضہ چاہتا ہوں اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں سے ہوں۔[4]

حضرت عبداللہ بن بشیرؒ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا مجھے معلوم نہیں پھر فرمایا اس بول سے میرے جگر کو بہت زیادہ ٹھنڈک پہنچی ہے کہ مجھ سے ایسی بات پوچھی گئی جو مجھے معلوم نہیں اور میں نے کہہ دیا مجھے معلوم نہیں۔[5]

حضرت یحییٰ بن سعیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب کوئی عالم

---

۱ ۔ عن ابن سعد (ج ۴ ص ۱۴۴) ۲ ۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۵۴)
۳ ۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۶۸) ۴ ۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۵۱)
۵ ۔ اخرجه سعدان بن نصر كذا فی الكنز (ج ۵ ص ۲۴۱) و اخرجه الدارمی عن ابی البختری وزاذان عن علی مقتصرا علی قوله كما فی الكنز (ج ۵ ص ۲۴۳)

میں نہیں جانتا کہنا چھوڑ دیتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ اپنی ہلاکت کی جگہ پر پہنچ گیا ہے۔ حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی عالم میں نہیں جانتا کہنے سے چوک جائے تو سمجھ لو کہ وہ اپنی ہلاکت کی جگہ پر پہنچ گیا ہے۔[1]

حضرت مکحولؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ لوگوں کو حدیثیں سناتے اور جب دیکھتے کہ یہ تھک گئے ہیں اور اکتا گئے ہیں تو انہیں پودے لگانے میں مشغول کر دیتے۔[2]

حضرت عبداللہ بن مصعبؒ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا عورتوں کا مہر چالیس اوقیہ (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) سے زیادہ مقرر نہ کرو چاہے ذی الغصہ قیس بن حصین حارثی (جیسے سردار) کی بیٹی کیوں نہ ہو جو اس سے زیادہ مقرر کرے گا میں وہ زائد رقم لے کر بیت المال میں جمع کر دوں گا۔ اس پر عورتوں کی صف میں سے ایک عورت کھڑی ہوئی جس کا قد لمبا تھا اور ناک چپٹی تھی اور اس نے کہا آپ کو ایسا کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا کیوں؟ اس عورت نے کہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا (سورت نساء آیت ۲۰) ترجمہ "اور تم اس ایک کو انبار کا انبار مال دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ بھی مت لو۔" تو حضرت عمرؓ نے فوراً کہا عورت نے ٹھیک کہا مرد نے غلطی کی یعنی عمر نے۔[3]

حضرت محمد بن کعب قرظیؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت علیؓ سے کوئی مسئلہ پوچھا حضرت علیؓ نے اس کا کچھ جواب دیا اس آدمی نے کہا اے امیر المومنین! مسئلہ اس طرح نہیں ہے بلکہ اس طرح ہے حضرت علیؓ نے فوراً کہا تم نے ٹھیک کہا میری بات غلط تھی وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ (سورت یوسف آیت ۷۶) ترجمہ "اور ہر جاننے والے کے اوپر اس سے زیادہ جاننے والا ہوتا ہے۔[4]

حضرت سعید بن مسیب رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بعض دفعہ حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عثمان بن عفانؓ کا آپس میں کسی مسئلہ میں اتنا جھگڑا ہو جاتا تھا کہ دیکھنے والا یوں سمجھتا تھا کہ اب شاید یہ دونوں کبھی آپس میں اکٹھے نہیں ہوں گے لیکن وہ دونوں جب اس مجلس سے اٹھتے تو ایسے لگتا کہ کوئی بات ہوئی ہی نہیں تھی بالکل ٹھیک ٹھاک ہوتے۔[5]

۱۔ اخرجه ابو داؤد فی تصنیفه لحدیث مالک کذافی جامع بیان العلم (ج ۲ ص ۵۴)
۲۔ اخرجه ابن السمعانی کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۱)
۳۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۱۳۱)
۴۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامعه و اخرجه ابن جریر بلفظه کمافی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۱)
۵۔ اخرجه الخطیب فی رواة مالک کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۱)

آدمی کا اس وجہ سے علم کی مجلس میں آنا چھوڑ دینا تاکہ دوسرے لوگ علم حاصل کرسکیں

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بارہ سواروں کی جماعت میں (اپنی بستی سے) چلا اور سفر کر کے مدینہ حضورؐ کی خدمت میں پہنچا۔ ہم آپؐ کے ہاں ٹھہر گئے میرے ساتھیوں نے کہا ہمارے اونٹ کون چرائے گا تاکہ (وہ تو ہمارے اونٹ لے کر چلا جائے اور فارغ ہوکر) ہم جاکر حضورؐ سے علم کی روشنی حاصل کرسکیں اور شام کو جب وہ اونٹ چرا کر واپس آئے گا تو ہم نے جو کچھ دن بھر میں حضورؐ سے سنا ہوگا وہ سب اسے بتادیں گے؟ میں اونٹ چرانے کے لئے تیار ہوگیا اور چند دن اونٹ چراتا رہا پھر میں نے دل میں سوچا کہ کہیں میرا نقصان تو نہیں ہورہا کیونکہ میرے ساتھی حضورﷺ سے وہ حدیثیں سنتے ہیں جو میں نہیں سنتا اور آپؐ سے وہ کچھ سیکھ رہے ہیں جو میں نہیں سیکھ رہا چنانچہ ایک دن (میں اونٹ لے کر نہ گیا اور دوسرے ساتھی اپنے اپنے اونٹ لے کر گئے اور) میں مجلس میں حاضر ہوا تو میں نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضورؐ نے فرمایا جو پورا وضو کرے گا وہ اپنے گناہوں سے ایسے پاک صاف ہوجائے گا جیسے آج ہی اس کی ماں نے اسے جنا ہو۔ میں یہ فضیلت سن کر بہت خوش ہوا اور واہ واہ کرنے لگا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا ارے میاں اگر تم اس سے پہلے والا کلام سن لیتے تو اور زیادہ حیران ہوتے میں نے کہا اللہ مجھے آپ پر قربان کرے ذرا مجھے وہ کلام تو سنادیں۔ انھوں نے فرمایا کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ جو اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے سارے دروازے کھول دیں گے کہ جس سے چاہے داخل ہوجائے اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ اس کے بعد حضورؐ ہمارے پاس باہر تشریف لائے۔ میں آپؐ کے سامنے بیٹھ گیا لیکن آپؐ نے مجھ سے منہ پھیر لیا اور تین مرتبہ حضورؐ نے ایسے ہی فرمایا۔ جب آپؐ نے چوتھی مرتبہ بھی ایسے ہی کیا تو میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ مجھ سے کیوں منہ پھیر رہے ہیں؟ اس پر آپؐ نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا تمہیں ایک آدمی (کا مجلس میں آنا) زیادہ پسند ہے یا بارہ (کا) جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں اسی وقت اپنے ساتھیوں کے پاس واپس چلا گیا۔[1]

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ثقیف کے وفد کے ساتھ حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم نے نبی کریمﷺ کے دروازے پر اپنے نئے جوڑے پہنے

---

[1] اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ١ ص ٧٧) و اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ٩ ص ٣٠٧) نحوه

میرے ساتھیوں نے کہا ہماری سواریوں کو کون تھام کر رکھے گا؟ لیکن سب کو حضورؐ کی خدمت میں فوراً حاضری دینے کا شوق تھا اور کوئی بھی اس کام کے لئے ٹھہرنا نہیں چاہتا تھا۔ میں ان سب میں چھوٹا تھا میں نے کہا اگر آپ لوگ چاہیں تو میں سواریوں کے لئے یہاں ٹھہرنے کے لئے تیار ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ جب آپ لوگ اندر سے باہر آجائیں تو پھر آپ لوگوں کو میری سواری کی وجہ سے یہاں رکنا ہوگا۔ انھوں نے کہا ٹھیک ہے اور وہ سب اندر حضورؐ کی خدمت میں چلے گئے اور وہاں سے فارغ ہو کر باہر واپس آئے اور کہنے لگے آؤ چلیں میں نے کہا، کہاں؟ تمہارے گھر، میں نے کہا میں نے اپنے گھر سے اتنا سفر کیا لیکن جب نبی کریم ﷺ کے دروازے پر پہنچا تو حضورؐ کی خدمت میں حاضری دیئے بغیر میں واپس چلا جاؤں حالانکہ آپ لوگوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا جیسے کہ آپ لوگوں کو معلوم ہے۔ اس پر ساتھیوں نے کہا اچھا جلدی کرو ہم حضورؐ سے ہر بات پوچھ آئے ہیں تمہیں اب کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ! آپ میرے لئے اللہ سے دعا فرمادیں کہ مجھے علم اور دین کی سمجھ عطا فرمادے۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے کیا کہا؟ میں نے اپنی درخواست دوبارہ پیش کی تو حضورؐ نے فرمایا تم نے ایسی فرمائش کی ہے کہ ویسی تمہارے ساتھیوں میں سے کسی نے نہیں کی۔ جاؤ اب تم ہی اپنے ان ساتھیوں کے بھی امیر ہو اور تمہاری قوم میں سے جو بھی تمہارے پاس آئے تم اس کے امیر ہو۔ آگے اور حدیث بھی ذکر کی ہے۔[۱] دوسری مختصر روایت میں یہ ہے کہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ کے پاس ایک قرآن رکھا ہوا تھا وہ میں نے حضورؐ سے مانگا حضورؐ نے مجھے عطا فرمادیا۔

علم کا پڑھنا پڑھانا اور علم کو آپس میں دہرانا اور کن چیزوں کا پوچھنا مناسب ہے اور کن کا مناسب نہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوتے تھے اور کبھی ہماری تعداد ساٹھ تک بھی ہوجاتی تھی۔ حضورؐ ہم لوگوں میں حدیث بیان فرماتے پھر اپنی کسی ضرورت سے اندر تشریف لے جاتے ہم لوگ بیٹھ کر اسے آپس میں اتنا دہراتے کہ جب وہاں سے اٹھتے تو وہ حدیث ہمارے دل میں پختہ ہوچکی ہوتی۔[۲]

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو ہم

---

۱ ۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۹ ص ۳۷۱) رواه الطبراني و رجاله رجال الصحيح غير حكيم بن حكيم بن عباده قدوثق ۲ ۔ اخرجه ابو يعلى قال الهيثمي (ج ۱ ص ۱۶۱) وفيه يزيد الرقاشي وهو ضعيف

سب آپ کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ ہم میں سے کوئی آپؐ سے قرآن کے بارے میں کوئی فرائض کے بارے میں اور کوئی خواب کی تعبیر پوچھتا۔[1]

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے پاس جب ان کے ساتھی آیا کرتے تو ان سے فرمایا کرتے کہ مل کر پڑھا کرو، بشارتیں سنایا کرو اور (علم کو) بڑھاؤ اللہ تعالیٰ تمہاری خیر کو بڑھائے اور تم سے محبت کرے اور جو تم سے محبت کرتا ہے اس سے بھی محبت کرے اور مسائل کو ہمارے سامنے دہراتے رہا کرو کیونکہ مسائل کے آخری حصے کا ثواب پہلے حصے کی طرح ہے اور اپنی گفتگو میں استغفار شامل کر لیا کرو۔[2]

حضرت ابونضرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعیدؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہمیں حدیثیں لکھ کر دے دیں۔ فرمایا ہرگز لکھ کر نہیں دیں گے، ہم ہرگز حدیث کو قرآن نہیں بنائیں گے بلکہ تم ہم سے حدیثیں ایسے لو جیسے ہم نے نبی کریم ﷺ سے (بغیر لکھے ہوئے زبانی) لی تھیں اور حضرت ابوسعیدؓ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ حدیثیں آپس میں دہرایا کرو کیونکہ اس طرح پختہ یاد ہو جاتی ہیں۔[3] حضرت ابوسعیدؓ نے فرمایا حدیثوں کا آپس میں مذاکرہ کرتے رہا کرو اس سے حدیثیں اچھی طرح یاد ہو جاتی ہیں۔[4] حضرت علیؓ نے فرمایا حدیثوں کا آپس میں مذاکرہ کرتے رہا کرو کیونکہ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو تمام حدیثیں بھول جاؤ گے۔[5] ابن عبدالبر کی روایت کے شروع میں یہ بھی ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے ملتے رہا کرو۔

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا حدیثوں کا آپس میں مذاکرہ کرتے رہو کیونکہ مذاکرہ کرنے سے حدیثیں زندہ رہتی ہیں یعنی یاد رہتی ہیں۔[6] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا علم کا پڑھنا پڑھانا نفل نماز کا ثواب دلاتا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا رات کے کچھ حصے میں علم کا آپس میں مذاکرہ کرنا مجھے رات بھر عبادت کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔[7]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابوالحسن! کئی مرتبہ آپ حضور کی مجلس میں موجود ہوتے تھے اور ہم غائب ہوتے تھے اور کبھی ہم موجود ہوتے تھے اور آپ غیر حاضر۔ تین باتیں میں آپ سے پوچھنا

۱۔ اخرجه الطبراني في الكبير قال الهيثمي (ج ۱ ص ۱۵۹) وفيه محمد بن عمر الرومي ضعفه ابوداؤد و ابوزرعة ووثقه ابن حبان. اهـ ۲۔ اخرجه الطبراني في الكبير قال الهيثمي (ج ۱ ص ۱۶۱) ورجاله موثقون ۳۔ اخرجه الطبراني في الاوسط قال الهيثمي (ج ۱ ص ۱۶۱) ورجاله رجال الصحيح ۴۔ اخرجه الحاكم (ج ۱ ص ۹۴) و ابن عبدالبر في جامع العلم (ج ۱ ص ۱۱۱) ۵۔ اخرجه الحاكم (ج ۱ ص ۹۵) و اخرجه ابن ابي شيبة كمافي جامع العلم (ج ۱ ص ۱۰۱) عن علي مثله ۶۔ اخرجه الحاكم (ج ۱ ص ۹۵)
۷۔ عند ابن عبدالبر في العلم (ج ۱ ص ۲۲)

چاہتا ہوں کیا آپ کو وہ معلوم ہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا وہ تین باتیں کیا ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ایک آدمی کو ایک آدمی سے محبت ہوتی ہے، حالانکہ اس نے اس میں کوئی خیر کی بات نہیں دیکھی ہوتی اور ایک آدمی کو ایک آدمی سے دوری ہوتی ہے حالانکہ اس نے اس میں کوئی بری بات نہیں دیکھی ہوتی اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں اس کا جواب مجھے معلوم ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ انسانوں کی روحیں ازل میں ایک جگہ اکٹھی رکھی ہوئی ہیں وہاں وہ ایک دوسرے کے قریب آ کر آپس میں ملتی ہیں جن میں وہاں آپس میں تعارف ہو گیا ان میں یہاں دنیا میں الفت ہو جاتی ہے اور جن میں وہاں اجنبیت رہی وہ یہاں دنیا میں ایک دوسرے سے الگ رہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ ایک بات کا جواب مل گیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ آدمی حدیث بیان کرتا ہے کبھی اسے بھول جاتا ہے کبھی یاد آ جاتی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جیسے چاند کا بادل ہوتا ہے ایسے دل کے لئے بھی بادل ہے۔ چاند خوب چمک رہا ہوتا ہے بادل اس کے سامنے آ جاتا ہے تو اندھیرا ہو جاتا ہے اور جب بادل ہٹ جاتا ہے چاند پھر چمکنے لگتا ہے۔ ایسے ہی آدمی ایک حدیث بیان کرتا ہے وہ بادل اس پر چھا جاتا ہے تو وہ حدیث بھول جاتا ہے اور جب اس سے وہ بادل ہٹ جاتا ہے تو اسے وہ حدیث یاد آ جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا دو باتوں کا جواب مل گیا تیسری بات یہ ہے کہ آدمی خواب دیکھتا ہے تو کوئی خواب سچا ہوتا ہے کوئی جھوٹا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا جی ہاں اس کا جواب بھی مجھے معلوم ہے۔ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو بندہ یا بندی گہری نیند سو جاتا ہے تو اس کی روح کو عرش تک چڑھایا جاتا ہے جو روح عرش پر پہنچ کر جاگتی ہے اس کا خواب تو سچا ہوتا ہے اور جو اس سے پہلے جاگ جاتی ہے اس کا خواب جھوٹا ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں ان تین باتوں کی تلاش میں ایک عرصہ سے لگا ہوا تھا اللہ کا شکر ہے کہ میں نے مرنے سے پہلے ان کو پا لیا۔[1]

حضرت ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر بن خطابؓ تنہائی میں بیٹھے ہوئے تھے اور اپنے دل میں کچھ سوچ رہے تھے پھر آدمی بھیج کر حضرت ابن عباسؓ کو بلایا۔ جب وہ آ گئے تو ان سے فرمایا اس امت میں کیسے اختلاف ہو سکتا ہے جب کہ ان کی کتاب ایک ہے اور ان کا نبی ایک ہے اور ان کا قبلہ ایک ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے کہا اے امیر المومنین! ہم پر قرآن نازل ہوا ہم نے اسے پڑھا اور ہمیں معلوم ہے کہ قرآن کی یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی

۱ـ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۶۳) وفیه ازهر بن عبدالله قال العقیلی حدیثه غیر محفوظ عن ابن عجلان وهذا الحدیث یعرف من حدیث اسرائیل عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی موقوفا وبقیة رجاله موثقون. انتهی

ہے لیکن ہمارے بعد کے لوگ قرآن تو پڑھیں گے لیکن انہیں یہ نہیں معلوم ہوگا کہ یہ آیت کس بارے میں نازل ہوئی ہے اس طرح ہر جماعت کی اس بارے میں الگ الگ رائے ہوگی۔ جب ہر جماعت کی الگ الگ رائے ہوگی تو ان میں اختلاف ہو جائے گا اور جب ان میں آپس میں اختلاف ہو جائے گا تو پھر آپس میں لڑ پڑیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ ان پر برسے اور انہیں خوب ڈانٹا۔ حضرت ابن عباسؓ واپس چلے گئے لیکن حضرت ابن عباسؓ نے جو بات کہی تھی وہ بعد میں حضرت عمرؓ کو سمجھ آ گئی تو انہیں بلایا اور ان سے فرمایا وہ اپنی بات ذرا دوبارہ کہنا۔ ؎۱

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج رات میں نے ایک آیت پڑھی جس کی وجہ سے مجھے ساری رات نیند نہیں آئی۔ وہ آیت یہ ہے اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ الآية (سورت بقرہ آیت ۲۶۶) ترجمہ ''بھلا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا ایک باغ ہو کھجوروں کا اور انگوروں کا۔ اس کے (درختوں کے) نیچے نہریں چلتی ہوں اس شخص کے یہاں اس باغ میں اور بھی ہر قسم کے (مناسب) میوے ہوں اور اس شخص کا بڑھاپا آ گیا ہو اور اس کے اہل وعیال بھی ہوں جن میں (کمانے کی) قوت نہیں۔ سو اس باغ پر ایک بگولا آوے جس میں آگ (کا مادہ) ہو پھر وہ باغ جل جاوے'' میں ساری رات یہ سوچتا رہا کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں کیا کہنا چاہتے ہیں اس سے مراد کیا ہے؟ ایک آدمی نے کہا اللہ زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ اللہ زیادہ جانتے ہیں لیکن میں اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ اگر آپ لوگوں میں سے کسی کو کچھ معلوم ہے یا اس نے اس بارے میں کچھ سن رکھا ہے تو وہ بتا دے اور لوگ تو خاموش رہے لیکن میں نے دھیمی آواز سے کچھ کہا اس پر حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا کہو اے میرے بھتیجے! کہو اپنے آپ کو اتنا کم درجہ کا نہ سمجھو میں نے کہا اس مثال سے مراد عمل ہے انھوں نے فرمایا عمل مراد لینے کی کیا دلیل ہے؟ میں نے کہا (دلیل تو کوئی نہیں ہے لیکن) میرے دل میں یہ بات آئی ہے جو میں نے کہہ دی ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ مجھے چھوڑ کر خود تفسیر کرنے لگے اور فرمایا اے میرے بھتیجے! تم نے ٹھیک کہا واقعی اس سے عمل ہی مراد ہے۔ ابن آدم جب بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کے اہل وعیال زیادہ ہو جاتے ہیں تو اسے اپنے باغ کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے ہی قیامت کے دن اسے عمل کی سب سے زیادہ ضرورت ہوگی۔ اے میرے بھتیجے! تم نے بالکل ٹھیک کہا۔ ؎۲

۱؎ اخرجه سعيد ابن منصور و البيهقي و الخطيب في الجامع كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۲۸)

۲؎ اخرجه عبد بن حميد وابن المنذر و اخرجه ايضا ابن المبارك وابن جرير و ابن ابي حاتم والحاكم . بمعناه مختصرا كمافي الكنز (ج ۱ ص ۲۳۴) و صححه الحاكم (ج ۳ ص ۵۴۲) على شرط الشيخين

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے بڑے بوڑھوں کے ساتھ اپنی مجلس میں شریک فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اس نوجوان کو ہمارے ساتھ شریک کرتے ہیں حالانکہ اس جتنے تو ہمارے بیٹے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کو تم جانتے ہو۔ ایک دن حضرت عمرؓ نے انہیں بھی بلایا اور مجھے بھی بلایا۔ میں سمجھ گیا کہ مجھے صرف اس لئے بلایا ہے تاکہ وہ لوگ میری (علمی) حیثیت دیکھ لیں اور فرمایا آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں کیا کہتے ہیں اور پھر (اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ سے لے کر آخر تک ساری سورت پڑھی۔ ترجمہ "اے محمد ﷺ) جب خدا کی مدد اور (مکہ کی) فتح (مع اپنے آثار کے) آپہنچے (یعنی واقع ہو جائے) اور (آثار جو اس پر متفرع ہونے والے ہیں کہ) آپ لوگوں کو اللہ کے دین (یعنی اسلام) میں جوق در جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے اور اس سے استغفار کی درخواست کیجئے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔"

ان میں سے کسی نے کہا اللہ نے ہمیں اس بات کا حکم دیا ہے کہ جب اللہ کی مدد آجائے اور ہمیں فتح نصیب ہو جائے تو ہم اس کی تعریف کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں اور کسی نے کہا ہمیں معلوم نہیں۔ بعضوں نے کچھ نہیں کہا بلکہ خاموش رہے پھر حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا اے ابن عباس! کیا تم بھی ایسے ہی کہتے ہو؟ میں نے کہا نہیں انہوں نے فرمایا پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا اس میں حضور ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کی طرف اشارہ ہے اللہ تعالیٰ نے حضور کو بتایا ہے کہ جب اللہ کی مدد آجائے اور مکہ فتح ہو جائے اور تم لوگوں کو دیکھ لو تو یہ آپ کے دنیا سے جانے کے قریب آنے کی نشانی ہے، لہٰذا آپ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے اور اس سے مغفرت طلب کیجئے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے بھی اس سورت کے بارے میں اتنا ہی معلوم ہے جتنا تمہیں معلوم ہے۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں پوچھا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (سورت مائدہ آیت ۱۰۱) ترجمہ "اے ایمان والو! ایسی (فضول) باتیں مت پوچھو کہ اگر تم سے ظاہر کردی جاویں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو" حضرت عمرؓ نے فرمایا کچھ مہاجرین کو اپنے نسب

---

[1] اخرجه سعيد بن منصور وابن سعيد وابو يعلى وابن جرير وابن المنذر والطبراني وابن مردويه وابو نعيم والبيهقي معافي الدلائل كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۷۶) واخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۱۷) نحوه واخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۵۳۹) عن ابن عباس قال كان عمر يلني مع اصحاب النبي ﷺ فقال له عبدالرحمن بن عوف اتساله فذكره نحوه مختصرا ثم قال هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ووافقه الذهبي

میں کچھ شبہ تھا ایک دن یہ لوگ آپس میں کہنے لگے اللہ کی قسم! ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہمارے نسب کے بارے میں اللہ تعالیٰ کچھ قرآن نازل فرمادیں تو کیا ہی اچھا ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جو تم نے ابھی پڑھی تھی پھر حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا تمہارے یہ ساتھی یعنی حضرت علی بن ابی طالبؓ اگر امیر بن گئے تو یہ زاہد تو ہوں گے لیکن مجھے خود بینی کا ڈر ہے کہ کہیں اس میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! ہمارے ساتھی (کے فضائل اور درجے) کو تو آپ جانتے ہیں اللہ کی قسم! آپ کیا فرمارہے ہیں؟ (حضور ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد) ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور جتنے دن وہ حضورؐ کے ساتھ رہے کبھی حضورؐ کو ناراض نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا حضرت فاطمہؓ کے ہوتے ہوئے حضرت علیؓ نے ابو جہل کی بیٹی کو شادی کا پیغام دینا چاہا تھا جس پر حضورؐ کو گرانی ہوئی تھی۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی نافرمانی کے قصے میں فرمایا ہے وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (سورت طٰہٰ آیت ۱۱۵) ترجمہ "ہم نے (اس حکم کے اہتمام میں) ان میں پختگی (اور ثابت قدمی) نہ پائی۔ ایسے ہی ہمارے ساتھی نے حضور ﷺ کو ناراض کرنے میں پختگی نہ دکھائی (بلکہ جونہی پتہ چلا کہ یہ کام حضور ﷺ کو پسند نہیں ہے انہوں نے فوراً اس ارادہ کو چھوڑ دیا) اور یہ تو دل کے وہ خیالات ہیں جن کے آنے کو کوئی روک نہیں سکتا اور اللہ کے دین کی سمجھ رکھنے والے فقیہ اور اللہ کے احکام کے جاننے والے عالم سے بھی کبھی لغزش ہو جاتی ہے لیکن جب اسے اس پر متنبہ کیا جائے تو فوراً اسے چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع کر لیتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابن عباس! جو یہ چاہتا ہے کہ تمہارے (علوم کے) سمندروں میں گھس کر تمہارے ساتھ غوطہ لگائے اور گہرائی تک جا پہنچے وہ ایسا کام کرنا چاہتا ہے جو اس کے بس میں نہیں (یعنی تم نے اپنے دلائل سے مجھے لاجواب کر دیا ہے)۔[1]

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں سامنے سے مقصورہ والے حضرت خبابؓ ظاہر ہوئے اور کہنے لگے اے عبداللہ بن عمر! کیا آپ نے وہ حدیث سنی ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ بیان کر رہے ہیں؟ وہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو گھر سے ہی جنازہ کے ساتھ چلے اور اس کی نماز جنازہ پڑھے اور پھر دفن تک اس کے پیچھے رہے اس کو دو قیراط اجر ملے گا۔ ایک قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے اور جو نماز جنازہ پڑھ کر واپس آجائے اس کو احد پہاڑ کے برابر اجر ملے گا یعنی ایک قیراط اجر ملے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضرت خباب کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھیج دیا کہ ان سے حضرت ابو ہریرہؓ کی اس حدیث کے بارے میں پوچھو اور وہ جو جواب دیں وہ آکر بتاؤ پھر حضرت ابن عمرؓ ایک مٹھی مسجد کی کنکریاں لے کر ہاتھ میں الٹ پلٹ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ قاصد یعنی حضرت خباب واپس آ گئے اور آکر بتایا کہ حضرت عائشہؓ فرما رہی ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے ٹھیک کہا ہے تو ہاتھ

---

[1] اخرجه الزبير بن بكار في الموفقيات كذافي المنتخب (ج۵ ص ۲۲۹)

میں جو کنکریاں تھیں انہیں حضرت ابن عمرؓ نے زمین پر پھینک کر کہا پھر تو ہم نے اجر وثواب کے بہت سے قیراط کھو دیئے۔[1] حاکم کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ہمیں نہ تو زمیندارہ کی مشغولی تھی اور نہ بازار کے کاروبار اور تجارت کی۔ جس کی وجہ سے ہمیں حضورﷺ کو چھوڑ کر جانا پڑتا ہو۔ میری چاہت تو بس اتنی تھی کہ حضورﷺ مجھے یا تو کوئی کلمہ اور بات سکھا دیں یا کھانے کا کوئی لقمہ کھلا دیں اس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! واقعی تم ہم سب سے زیادہ حضور کو چمٹے رہتے تھے اسی وجہ سے تم ہم سب سے زیادہ حضور کی حدیثوں کو جاننے والے ہو۔[2]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورﷺ کے صحابہ سے بہتر کوئی قوم نہیں دیکھی کہ انہوں نے حضور کی وفات تک حضورؐ سے صرف تیرہ مسئلے ہی پوچھے جن کا قرآن میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر ہے يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ ' وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ ' وَ الْمَيْسِرِ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ' وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ' وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ (صحابہ آپ سے قابل احترام مہینے شراب اور جوئے یتیموں حیض اور مال غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں) ویسئلونک ماذا ینفقون (صحابہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں) اور وہ صرف اپنے فائدہ کی بات ہی پوچھا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے یہ بھی فرمایا بیت اللہ کا سب سے پہلے فرشتوں نے طواف کیا تھا اور حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان کئی نبیوں کی قبریں ہیں۔ جب کسی نبی کو اس کی قوم بہت زیادہ تکلیف دینے لگتی تو وہ انہیں چھوڑ کر بیت اللہ کے پاس آجاتا تو پھر وفات تک یہاں ہی اللہ کی عبادت کرتا رہتا۔[3]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ انصار کی عورتیں بہت اچھی ہیں دینی مسئلہ پوچھنے اور دین کی سمجھ حاصل کرنے میں حیا نہیں کرتی ہیں۔[4]

حضرت ام سلیمؓ فرماتی ہیں کہ میں حضورﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہؓ کی پڑوسن تھی۔ میں نے (ان کے گھر میں جا کر) عرض کیا یا رسول اللہ! ذرا یہ بتائیں کہ جب کوئی عورت خواب میں یہ دیکھے کہ اس کے خاوند نے اس سے صحبت کی ہے تو کیا اسے غسل کرنا پڑے گا؟ یہ سن کر حضرت ام سلمہؓ نے کہا اے ام سلیم! تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں تم نے تو اللہ کے رسولؐ کے سامنے عورتوں کو رسوا کر دیا۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ حق بات بیان کرنے سے حیا نہیں کرتے۔ ہمیں جب کسی مسئلہ میں مشکل پیش آئے تو اسے نبی کریمﷺ سے پوچھ لینا اس سے بہتر ہے کہ ہم ایسے ہی اندھیرے

۱۔ اخرجه مسلم عن عامر بن سعد بن ابی وقاص حدثه عن ابيه كذافي الترغيب (ج ۵ ص ۳۰۲) واخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۵۱۰) عن الوليد بن عبدالرحمان بسياق آخر بمعناه
۲۔ وبهذا السياق اخرجه ابن سعد (۴ ص ۳۳۲) عن الوليد الاانه لم يذكر قول ابن عمر قال الحاكم هذا حديث صحيح الاسنادولم يخرجاه
۳۔ اخرجه الطبراني في الكبير قال الهيثمي (ج ۱ ص ۱۵۸) وفيه عطاء بن السائب وهو ثقة و لكنه اختلط بقية رجاله ثقات. انتهى واخرجه البزار كما في الاتقان
۴۔ اخرجه ابن عبدالبر في العلم (ج ۱ ص ۸۸)

میں ہیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا اے ام سلیم! تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں اگر اسے (کپڑوں پر یا جسم پر) پانی نظر آئے تو اسے غسل کرنا پڑے گا۔ حضرت ام سلمہؓ نے کہا کیا عورت کا بھی پانی ہوتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا تو پھر بچہ ماں کے کیسے مشابہ ہو جاتا ہے؟ یہ عورتیں مزاج اور طبیعت میں مردوں جیسی ہیں۔[۱]

حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کوئی بات ارشاد فرما دیتے تو بعض لوگ ایک دوسرے سے اس کے بارے میں بہت زیادہ سوالات کرتے اور پھر حضورؐ سے پوچھنے لگ جاتے جب پوچھنا شروع کرتے تو اس وقت تو وہ چیز حلال ہوتی لیکن وہ حضورؐ سے اس کے بارے میں اتنے سوالات کرتے کہ آخر وہ چیز اللہ کی طرف سے حرام کر دی جاتی۔[۲]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ لعان کی آیتیں زیادہ سوالات کرنے کی وجہ سے نازل ہوئیں۔[۳]

ایک دن لوگوں نے حضرت ابن مسعودؓ سے بہت زیادہ سوالات کیے تو انہوں نے حضرت حارث بن قیسؒ سے فرمایا اے حار بن قیس! (شفقتاً حارث کو حار کہہ کر پکارا) تمہارا کیا خیال ہے یہ لوگ اتنا زیادہ پوچھ کر کیا کرنا چاہتے ہیں؟ حضرت حارث نے کہا یہ لوگ تو بس سیکھ کر چھوڑ دیں گے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں! تم نے ٹھیک کہا۔[۴]

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اے لوگو! جو چیز ابھی ہوئی نہیں اس کے بارے میں مت پوچھو کیونکہ حضرت عمرؓ اس آدمی پر لعنت بھیجتے تھے جو اس چیز کے بارے میں پوچھے جو ابھی ہوئی نہیں۔[۵] حضرت طاؤسؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کسی کے لیے یہ بات حلال نہیں ہے کہ وہ اس چیز کے بارے میں پوچھے جو ابھی ہوئی نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان تمام امور کے بارے میں فیصلہ فرما رکھا ہے جو آئندہ ہونے والے ہیں۔[۶]

حضرت خارجہ بن زید بن ثابتؒ کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت زید بن ثابتؓ سے جب کوئی چیز پوچھی جاتی تھی تو اس وقت تک اس کے بارے میں اپنی سمجھ سے کوئی جواب نہ دیتے تھے جب تک یہ نہ پوچھ لیتے کہ یہ بات ہو چکی ہے یا نہیں؟ اگر وہ ہوئی نہ ہوتی تو اس کا جواب نہ دیتے اور اگر ہو چکی ہوتی تو پھر اس کے بارے میں گفتگو فرماتے اور جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو پوچھتے کہ کیا یہ پیش آ چکا ہے؟ تو کوئی آدمی ان سے کہتا اے ابو سعید! ابھی پیش تو نہیں آیا لیکن ہم پہلے سے اس کا جواب تیار کر رہے ہیں۔ یہ فرماتے اسے چھوڑ دو اور اگر پیش آ چکا ہوتا تو اس کا جواب

۱۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۱ ص ۲۶۵) وهو في الصحيح با ختصار وفي اسناد احمد انقطاع بين ام سليم واسحاق ۲۔ اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۱ ص ۱۵۸) وفيه قيس بن الربيع وثقه شعبة وسفيان وضعفه احمد و يحي بن معين وغير هما . انتهى

۳۔ اخرجه البزار قال الهيثمي ورجاله ثقات ۴۔ اخرجه الطبراني في الكبير قال الهيثمي ورجاله موثقون ۵۔ اخرجه ابن عبدالبر في العلم (ج ۲ ص ۱۴۳) ۶۔ عند ابن عبدالبر ايضا

بتا دیتے۔ حضرت مسروقؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعبؓ سے ایک مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کیا یہ پیش آچکا ہے؟ میں نے کہا نہیں تو فرمایا جب تک یہ پیش نہ آئے اس وقت تک مجھے آرام سے رہنے دو۔[1] ابن سعد کی روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت ابیؓ نے فرمایا کہ جب تک یہ پیش نہ آجائے اس وقت تک ہمیں آرام سے رہنے دو جب یہ پیش آجائے گا تب ہم تمہارے لیئے کوشش کر کے اپنی رائے بتا دیں گے۔

حضرت عامرؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمارؓ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو پوچھا کیا یہ مسئلہ پیش آچکا ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں تو فرمایا جب تک یہ مسئلہ پیش نہ آجائے اس وقت تک ہمیں چھوڑے رکھو جب یہ پیش آجائے گا تب زور لگا کر اس کا صحیح جواب نکال کر تمہیں بتائیں گے۔[2]

قرآن سیکھنا اور سکھانا اور پڑھ کر لوگوں کو سنانا

حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضورﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے فلاں قبیلہ کا حصہ خریدا تو مجھے اس میں اتنا اور اتنا نفع ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس سے زیادہ نفع کی صورت نہ بتادوں؟ اس نے کہا کیا اس سے زیادہ نفع ہوسکتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ آدمی دس آیتیں سیکھ لے (تو اسے اس سے زیادہ نفع مل جائے گا) چنانچہ وہ آدمی گیا اور اس نے دس آیتیں سیکھیں اور آکر حضورؐ کو اس کی اطلاع کی۔[3]

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں حضورﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی سورت نہ سکھاؤں کہ اس جیسی سورت تورات، انجیل، زبور اور قرآن (کسی آسمانی کتاب) میں نازل نہیں ہوئی۔ میں نے کہا ضرور سکھائیں۔ حضورؐ نے فرمایا امید ہے اس دروازے سے نکلنے سے پہلے ہی تم اس سورت کو سیکھ لوگے پھر حضور کھڑے ہوگئے اور آپؐ کے ساتھ میں بھی کھڑا ہوگیا پھر آپؐ مجھ سے باتیں کرنے لگے۔ میرا ہاتھ آپؐ کے ہاتھ میں تھا اور میں اس خیال سے پیچھے ہٹنے لگا کہ حضورؐ کہیں مجھے بتانے سے پہلے باہر نہ چلے جائیں۔ جب میں دروازے کے قریب پہنچ گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ سورت جس کا آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا؟ آپؐ نے فرمایا جب تم نماز کے لیئے کھڑے ہوتے ہو تو کیا پڑھتے ہو؟ میں نے کہا سورت فاتحہ۔ آپؐ نے فرمایا بس یہی ہے یہی وہ سات آیتیں ہیں جن کو نماز میں بار بار پڑھا جاتا ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ (سورت حجر آیت ۸۷) ترجمہ "اور ہم نے

۱۔ اخرجہ ابن عبدالبر ایضا (ج ۲ ص ۱۴۲) واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۵۰۰) عن مسروق
۲۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۵۲) ۳۔ اخرجہ الطبرانی قال الهیثمی (ج ۷ ص ۱۶۵) رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجالہ رجال الصحیح

آپ کو سات آیتیں دیں جو (نماز میں) مکرر پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا۔'' یہی وہ چیز ہے جو مجھے خاص طور سے دی گئی ہے۔[۱]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوطلحہؓ سامنے سے آئے تو دیکھا کہ حضور ﷺ کھڑے ہوئے اصحاب صفہ کو قرآن پڑھا رہے ہیں اور آپؐ نے بھوک کی وجہ سے پیٹ مبارک پر پتھر کا ٹکڑا باندھا ہوا ہے تاکہ کمر سیدھی ہو جائے۔[۲]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوموسیٰؓ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آہستہ آہستہ بہت سے لوگ ان کے پاس جمع ہوگئے تو وہ ان کے سامنے قرآن پڑھنے لگے۔ اتنے میں ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کو حضرت ابوموسیٰؓ کی عجیب بات نہ بتاؤں؟ وہ گھر میں بیٹھے ہوئے تھے پھر ان کے پاس لوگ جمع ہوگئے تو وہ ان کے سامنے قرآن پڑھنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم یہ کر سکتے ہو کہ تم مجھے ایسی جگہ بٹھا دو جہاں ان میں سے مجھے کوئی نہ دیکھ سکے؟ اس نے کہا جی ہاں حضورؐ تشریف لے گئے اور اس آدمی نے حضورؐ کو ایسی جگہ بٹھا دیا جہاں حضورؐ کو ان میں سے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا اور وہاں سے حضورؐ حضرت ابوموسیٰؓ کی تلاوت کو سننے لگے پھر حضورؐ نے فرمایا یہ حضرت داؤدؑ کے لہجہ جیسی آواز میں قرآن پڑھ رہے ہیں۔[۳]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت اشعریؓ نے مجھے حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا اشعری بھائی کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟ میں نے کہا میں نے ان کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ لوگوں کو قرآن سکھا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ذرا غور سے سنو! وہ بہت سمجھدار آدمی ہیں لیکن یہ بات انہیں نہ سنانا پھر فرمایا تم نے دیہاتیوں کو کس حال میں چھوڑا؟ میں نے کہا اشعری قبیلہ والے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ بصرہ والے میں نے کہا اگر یہ بات بصرہ والے سن لیں تو انہیں بہت بری لگے گی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ بات انہیں نہ بتانا لیکن ہیں وہ لوگ دیہاتی ہی، البتہ ان میں سے جسے اللہ جہاد فی سبیل اللہ کی توفیق دے دے (تو وہ دیہاتی نہیں رہے گا)۔[۴]

حضرت ابورجاء عطاردیؒ کہتے ہیں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بصرہ کی اس مسجد میں ہمارے پاس بار بار تشریف لاتے اور ایک ایک حلقہ میں بیٹھتے اور ان کا یہ منظر اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ انہوں نے دو سفید چادریں پہنی ہوئی ہیں اور مجھے قرآن پڑھا رہے ہیں اور میں نے سورت اقرا باسم ربک الذی خلق ان سے ہی سیکھی تھی اور یہ سورت حضرت محمد ﷺ پر سب سے پہلے

۱۔ اخرجه البیهقی کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۰) ۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۴۲) ۳۔ اخرجه ابو یعلی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۳۶۰) رواه ابو یعلی و اسناده حسن. اه واخرجه ابن عساکر مثله کما فی الکنز (ج ۷ ص ۹۴) ۴۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۰۲)

نازل ہوئی تھی۔[1] حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا تو میں نے قسم کھائی کہ دو پٹھوں کے درمیان جو قرآن ہے جب تک میں اس سارے کو جمع نہیں کر لوں گا اس وقت تک میں اپنی پیٹھ سے چادر نہیں اتاروں گا یعنی آرام نہیں کروں گا، چنانچہ جب تک میں نے سارا قرآن جمع نہیں کر لیا یعنی یاد نہ کر لیا اپنی پیٹھ سے چادر نہیں اتاری بالکل آرام نہیں کیا۔[2]

حضرت میمونؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے چار سال میں سورت بقرہ سیکھی۔[3]

قبیلہ اشجع کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ مدائن شہر میں لوگوں نے سنا کہ حضرت سلمانؓ مسجد میں ہیں تو لوگ ان کے پاس آنے لگے یہاں تک کہ ان کے پاس ایک ہزار کے قریب آدمی جمع ہو گئے۔ حضرت سلمانؓ کھڑے ہو کر کہنے لگے بیٹھ جاؤ بیٹھ جاؤ۔ جب سب بیٹھ گئے تو انہوں نے سورت یوسف پڑھنی شروع کر دی۔ آہستہ آہستہ لوگ بکھرنے لگے اور جانے لگے اور تقریباً سو کے قریب رہ گئے تو حضرت سلمانؓ کو غصہ آ گیا اور فرمایا تم لوگ چکنی چپڑی خوشنما باتیں سننا چاہتے ہو۔ میں نے تمہیں اللہ کی کتاب سنانی شروع کی تو تم چلے گئے۔[4]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آدمی کو ایک آیت پڑھاتے اور فرماتے جتنی چیزوں پر سورج کی روشنی پڑتی ہے یا روئے زمین پر جتنی چیزیں ہیں یہ آیت ان سب سے بہتر ہے۔ اس طرح آپ پورا قرآن سکھاتے اور ہر آیت کے بارے میں یہ ارشاد فرماتے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب صبح ہوتی تو لوگ حضرت ابن مسعودؓ کے پاس ان کے گھر آنے لگتے۔ یہ ان سے فرماتے سب اپنی جگہ بیٹھ جائیں پھر ان لوگوں کے پاس سے گزرتے جنہیں قرآن پڑھا رہے ہوتے اور ان سے فرماتے اے فلانے! تم کون سی سورت تک پہنچ گئے ہو؟ وہ اس سورت کی آیت بتاتا تو یہ اس سے آگے والی آیت اسے پڑھاتے پھر فرماتے اس آیت کو سیکھ لو یہ تمہارے لیے ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جو زمین اور آسمان کے درمیان ہیں اور کسی کاغذ پر صرف ایک آیت لکھی ہو اسے دیکھنا بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے پھر دوسری آیت پڑھاتے اور یہی ارشاد فرماتے اور ان سب لوگوں کو یہی بات کہتے۔[5]

حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے اس قرآن کو اپنے اوپر لازم سمجھو کیونکہ یہ اللہ کا دسترخوان ہے اللہ کے اس دسترخوان سے ہر ایک کو ضرور لینا چاہئے اور علم سیکھنے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔[6]

حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے اس قرآن کو اپنے اوپر لازم سمجھو کیونکہ یہ اللہ کا دسترخوان ہے جو آدمی اسے جتنا زیادہ سیکھ سکتا ہے اسے اتنا سیکھنا چاہئے خیر سے سب سے زیادہ خالی گھر وہ ہے جس میں اللہ کی کتاب میں سے کچھ نہ ہو اور جس گھر میں اللہ کی کتاب میں سے کچھ نہیں اس

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۵۶) ۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۶۷)

۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۲۱) ۴۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۰۳)

۵۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۷ ص ۱۶۷) رواه كله الطبرانی ورجال الجميع ثقات

۶۔ اخرجه البزار قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۲۹) رواه البزار فی حدیث طویل ورجاله موثقون .اھ

اجاڑ اور ویران گھر کی طرح ہے جس میں رہنے والا کوئی نہ ہو اور جس گھر میں سورت بقرہ پڑھی جاتی ہے اس گھر سے شیطان نکل جاتا ہے۔[1]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کے دروازے پر بہت زیادہ آیا کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا جا اللہ کی کتاب سیکھ، چنانچہ وہ چلا گیا اور کئی دن تک حضرت عمرؓ کو نظر نہ آیا پھر اس سے حضرت عمرؓ کی ملاقات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے نہ آنے پر اس پر کچھ خفگی کا اظہار کیا تو اس نے کہا مجھے اللہ کی کتاب میں وہ کچھ مل گیا ہے جس کے بعد عمر کے دروازے کی ضرورت نہیں رہی۔[2]

ہر مسلمان کو کتنا قرآن سیکھنا چاہیے

حضرت عمرؓ نے فرمایا ہر مسلمان کے لیئے کم از کم چھ سورتیں سیکھنا ضروری ہے دو سورتیں فجر کی نماز کے لیئے دو سورتیں مغرب کی نماز کے لیئے اور دو سورتیں عشاء کی نماز کے لیئے۔[3]

حضرت مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا سورت بقرہ، سورت نساء، سورت مائدہ، سورت حج اور سورت نور ضرور سیکھو کیونکہ اللہ نے جو اعمال فرض کیئے ہیں وہ سب ان سورتوں میں مذکور ہیں۔[4] حضرت حارثہ بن مضربؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ہمیں خط میں یہ لکھا کہ سورت نساء، سورت احزاب اور سورت نور سیکھو۔[5] حضرت عمرؓ نے فرمایا سورت براءت سیکھو اور اپنی عورتوں کو سورت نور سکھاؤ اور انہیں چاند کے زیور پہناؤ۔[6]

جسے قرآن پڑھنا دشوار ہو وہ کیا کرے

نبی کریم ﷺ کے صحابی حضرت ابو ریحانہؓ نے فرمایا کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ کی خدمت میں یہ شکایت کی کہ قرآن میرے ہاتھ سے نکل جاتا ہے یاد نہیں رہتا اور اسے پڑھنا بھی دشوار ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ایسے کام کی ذمہ داری مت اٹھاؤ جو تمہارے بس میں نہیں اور تم سجدے زیادہ کرو یعنی نفل نماز کثرت سے پڑھا کرو۔ حضرت عمیرہؒ کہتے ہیں حضرت ابو ریحانہؓ عسقلان تشریف لائے تھے اور وہ سجدے بہت زیادہ کیا کرتے تھے۔[7]

۱۔ عند ابی نعیم فی الحیلة (ج ا ص ۱۳۰) ۲۔ اخرجه ابن ابی شیبة کذافی الکنز (ج ا ص ۲۱۷) ۳۔ اخرجه عبدالرزاق فی الکنز (ج ا ص ۲۱۷)
۴۔ اخرجه الحاکم ولبیهقی ۵۔ عند ابی عبید ۶۔ عند ابی عبید ایضا وسعید بن منصور وابی الشیخ والبیهقی کذافی الکنز (ا ص ۲۲۲)
۷۔ اخرجه عبدالغافر بن سلامه الحمصی فی تاریخه کذافی الاصابة (ج ۲ ص ۱۵۶)

قرآن کی مشغولی کو ترجیح دینا

حضرت قرظہ بن کعبؓ فرماتے ہیں ہم عراق کے ارادے سے (مدینہ سے) نکلے تو حضرت عمر بن خطابؓ بھی ہمارے ساتھ حراء مقام تک چلے (جو مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے) پھر آپ نے وضو کر کے فرمایا کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں آپ لوگوں کے ساتھ کیوں چلا؟ ساتھیوں نے کہا جی ہاں ہم لوگ حضور ﷺ کے صحابہ ہیں، اس لیئے آپ ہمارے ساتھ چلے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا (یہ وجہ تو خیر ہے ہی لیکن اصل میں میں آپ لوگوں کو ایک خاص بات کہنا چاہتا تھا اور وہ یہ ہے کہ) تم لوگ ایسے علاقہ میں جارہے ہو کہ وہاں کے لوگ شہد کی مکھی جیسی دھیمی آواز سے قرآن پڑھتے ہیں۔ ان کے سامنے احادیث بیان نہ کرنا ورنہ وہ (قرآن کو چھوڑ کر) تمہارے ساتھ (احادیث میں) مشغول ہو جائیں گے بلکہ قرآن کو (احادیث سے) الگ تھلگ رکھو اور حضور ﷺ کی طرف سے روایت کم کرو اور اب جاؤ میں تمہارے ساتھ (اجر میں) شریک ہوں جب حضرت قرظہ (عراق) پہنچے تو لوگوں نے کہا آپ ہمیں حدیثیں سنائیں فرمایا حضرت ابن خطابؓ نے ہمیں اس کام سے روکا ہے۔[1] ابن عبدالبر کی ایک روایت میں یہ ہے ان کو احادیث نہ سنانا ورنہ تم ان کو ان ہی میں مشغول کر دو گے اور قرآن عمدہ طریقہ سے پڑھنا۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ پھر حضرت عمرؓ نے ہم سے فرمایا کیا تم جانتے ہو میں آپ لوگوں کے ساتھ کیوں نکلا؟ ہم نے کہا آپ ہمیں رخصت کرنا چاہتے ہیں اور ہمارا اکرام کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا یہ تو ہے ہی لیکن میں ایک اور ضرورت کی وجہ سے نکلا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تم ایسے علاقہ میں جارہے ہو اور پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[2]

قرآن کی وہ آیات جن کی مراد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ان کے بارے میں سوال کرنے والے پر سختی

حضرت ابن عمرؓ کے ایک آزاد کردہ غلام کہتے ہیں کہ صبیغ عراقی ملک شام کے مسلمان لشکروں میں قرآن کی (ان) چیزوں کے بارے میں پوچھنے لگا (جن کی مراد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا) وہ چلتے چلتے مصر پہنچ گیا تو حضرت عمرو بن عاصؓ نے اسے حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس بھیج دیا۔ جب

۱۔ اخرجه الحاكم (ج ١ ص ١٠٢) قال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد له طرق تجمع ويذاكر بها و قرظة بن كعب الانصاري صحابي سمع من رسول الله ﷺ واما سائر رواته فقد احتجابه. انتهى ووافقه الذهبي فقال صحيح وله طرق. اه واخرجه ابن عبدالبر في جامع العلم (ج ٢ ص ١٢٠) عن قرظة مثله

۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ٦ ص ٧) بسياق ابن عبدالبر الاان في رواية جردوا القرآن

ان کا قاصد خط لے کر حضرت عمرؓ کے پاس آیا تو حضرت عمرؓ نے خط پڑھ کر فرمایا وہ آدمی کہاں ہے؟ قاصد نے کہا قیام گاہ میں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس پر نگاہ رکھنا وہ کہیں چلا نہ جائے ورنہ تمہیں سخت سزا دوں گا۔ قاصد اسے حضرت عمرؓ کے پاس لے آیا حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا تم کیا پوچھتے ہو؟ اس نے اپنے سوالات بتائے۔ حضرت عمرؓ نے میرے پاس پیغام بھیجا کہ کھجور کی ٹہنی لاؤ (میں نے جا کر ان کو ٹہنی لا دی) انہوں نے صبیغ کو اس ٹہنی سے اتنا مارا کہ اس کی پیٹھ زخمی ہو گئی پھر حضرت عمرؓ نے اسے چھوڑ دیا جب اس کی پیٹھ ٹھیک ہو گئی اور اسے مارنے کے لیے تیسری مرتبہ بلایا تو صبیغ نے کہا اے امیر المومنین! اگر آپ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں تو اچھی طرح قتل کریں اور اگر آپ میرا علاج کرنا چاہتے ہیں تو اب میں ٹھیک ہو گیا ہوں (قرآن کی متشابہ آیات کے بارے میں پوچھنے اور گفتگو کرنے سے میں نے توبہ کر لی ہے) اس پر حضرت عمرؓ نے اسے اپنے علاقہ میں جانے کی اجازت دے دی اور (وہاں کے گورنر) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ صبیغ کے ساتھ کوئی مسلمان نہ بیٹھا کرے۔ اس سے صبیغ بہت زیادہ پریشان ہوا پھر حضرت ابوموسیٰؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ اب صبیغ کی حالت ٹھیک ہو گئی ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے انہیں لکھا کہ اب لوگوں کو اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی اجازت دے دو۔[1] حضرت سلیمان بن یسارؒ کہتے ہیں کہ بنو تمیم کے ایک آدمی کو صبیغ بن عسل کہا جاتا تھا۔ وہ مدینہ منورہ آیا۔ اس کے پاس چند کتابیں تھیں اور وہ قرآن کی متشابہ آیات کے بارے میں پوچھا کرتا تھا (جن کی مراد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا) حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ملی تو اس کے لیے کھجور کی ٹہنیاں تیار کروائیں اور آدمی بھیج کر اسے بلایا جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس آیا تو اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں اللہ کا بندہ صبیغ ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ عمر ہوں۔ پھر حضرت عمرؓ نے اشارہ کر کے اسے ٹہنیوں سے مارنا شروع کر دیا اور اتنا مارا کہ اس کا سر زخمی ہو گیا اور خون اس کے چہرے پر بہنے لگا تو صبیغ نے کہا اے امیر المومنین! اب بس کر دیں اللہ کی قسم! میرے دماغ میں جو (شیطان) گھسا ہوا تھا وہ اب جاتا رہا۔[2] ابو عثمان کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ہمیں لکھا کہ اس کے ساتھ نہ بیٹھو، چنانچہ جب وہ آتا اور ہم سو آدمی بھی ہوتے تو ہم بکھر جاتے۔ حضرت سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں کہ صبیغ تمیمی حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور اس نے سورت ذاریات کے بارے میں ان سے پوچھا آگے اور حدیث ذکر کی۔[3] ابن انباری کی روایت میں یہ ہے کہ پہلے تو صبیغ اپنی قوم کا سردار تھا لیکن اس واقعہ کے بعد اس کی قوم میں اس کی کوئی حیثیت نہ رہی۔[4]

۱۔ اخرجه الدارمی وابن عبدالحکم وابن عساکر ۲۔ عند الدارمی ایضا وابن الانباری وغیرھما کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۸) واخرجه ایضا الخطیب وابن عساکر من طریق انس والسائب بن یزید وابی عثمان الهندی مطولا ومختصرا ۳۔ اخرجه الدار قطنی فی الافراد بسند ضعیف

۴۔ اخرجه ابن الانباری من وجه آخر عن السائب بن یزید عن عمر بسند صحیح واخرجه الاسماعیلی فی جمعه حدیث یحیی بن سعید من هذا الوجه کذافی الاصابة (ج ۲ ص ۱۹۸)

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کچھ لوگ مصر میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے ملے اور ان سے کہا ہمیں اللہ کی کتاب میں ایسی چیز نظر آرہی ہیں جن پر عمل کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے لیکن ان پر عمل نہیں ہو رہا ہے اس لیئے ہم اس بارے میں امیر المومنین سے ملنا چاہتے ہیں چنانچہ حضرت ابن عمروؓ مدینہ آئے اور یہ لوگ بھی ان کے ساتھ مدینہ آئے۔ حضرت ابن عمروؓ نے حضرت عمرؓ سے ملاقات کی اور عرض کیا اے امیر المومنین! کچھ لوگ مجھ سے مصر میں ملے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں اللہ کی کتاب میں ایسی چیزیں نظر آرہی ہیں جن پر عمل کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے لیکن ان پر عمل نہیں ہو رہا، اس لیئے اس بارے میں وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا انہیں اکٹھا کر کے میرے پاس لے آؤ، چنانچہ حضرت ابن عمروؓ انہیں اکٹھا کر کے حضرت عمرؓ کے پاس لے آئے ان میں سے جو حضرت عمرؓ کے سب سے زیادہ قریب تھا اسے حضرت عمرؓ نے بلایا اور فرمایا میں تمہیں اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نے سارا قرآن پڑھا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم نے سارا دل میں جمالیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم نے سارا قرآن یاد کرلیا ہے؟ کیا تم نے سارے پر عمل کرلیا ہے؟ پھر ان میں سے ایک ایک کو بلا کر ہر ایک سے یہی سوالات کیئے پھر فرمایا عمر کو اس کی ماں گم کرے کیا تم عمر کو اس بات کا مکلف بناتے ہو کہ وہ تمام لوگوں کو قرآن پر عمل کرنے کے لیئے کھڑا کر دے۔ ہمارے رب کو پہلے سے معلوم ہے کہ ہم سے خطائیں سرزد ہوں گی پھر یہ آیت پڑھی اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا (سورت نساء آیت ۳۱) ترجمہ ''جن کاموں سے تم کو منع کیا جاتا ہے ان میں جو بھاری بھاری کام ہیں اگر تم ان سے بچتے رہے تو ہم تمہاری خفیف برائیاں تم سے دور فرما دیں گے اور ہم تم کو ایک معزز جگہ میں داخل کر دیں گے۔'' پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا مدینہ والوں کو معلوم ہے کہ تم لوگ کس وجہ سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر انہیں معلوم ہوتا تو میں تمہارے اوپر رکھ کر ان کو بھی یہی نصیحت کرتا۔[۱]

قرآن کے سیکھنے سکھانے پر اجرت لینے کو ناپسند سمجھنا

حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ خود تو حضور ﷺ (اجتماعی کاموں میں) زیادہ مشغول رہتے تھے، اس لیئے جب کوئی آدمی آپؐ کے پاس ہجرت کر کے آتا تو آپؐ اسے قرآن سکھانے کے لیئے ہم میں سے کسی کے حوالے فرما دیتے چنانچہ حضورؐ نے ایک آدمی میرے حوالے کیا وہ گھر میں میرے ساتھ رہتا تھا۔ میں اسے رات کو گھر میں کھانا کھلاتا اور اسے قرآن پڑھاتا۔ وہ اپنے گھر واپس چلا گیا۔ اسے یہ خیال ہوا کہ اس پر (میرا) کچھ حق ہے، اس لیئے اس

۱۔ اخرجه ابن جرير كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۲۸)

نے مجھے ایک ایسی کمان ہدیے میں دی کہ میں نے اس سے عمدہ لکڑی والی اور اس سے اچھی مڑنے والی کمان کبھی نہیں دیکھی تھی۔ میں نے حضورؐ کی خدمت میں آ کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کا (اس کمان کے بارے میں) کیا خیال ہے؟ آپؐ نے فرمایا اگر تم اسے گلے میں لٹکاؤ گے تو یہ تمہارے دونوں کندھوں کے درمیان ایک چنگاری ہوگی۔[1]

حضرت ابی بن کعبؓ نے ایک آدمی کو قرآن کی ایک سورت سکھائی اس نے حضرت ابیؓ کو ایک کپڑا یا چادر ہدیہ میں دی۔ حضرت ابیؓ نے حضورﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو حضورؐ نے فرمایا اگر تم اسے لوگے تو تمہیں آگ کا کپڑا پہنایا جائے گا۔[2]

حضرت طفیل بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابی بن کعبؓ نے قرآن پڑھایا۔ میں نے انہیں ہدیے میں ایک کمان دی۔ وہ اس کو گلے میں لٹکا کر نبی کریمﷺ کی خدمت میں گئے۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابی! یہ کمان تمہیں کس نے دی؟ انہوں نے کہا حضرت طفیل بن عمروؓ نے۔ میں نے انہیں قرآن پڑھایا تھا حضورؐ نے فرمایا تم اسے گلے میں ڈال لو لیکن ہے یہ جہنم کا ایک ٹکڑا۔ حضرت ابیؓ نے کہا یا رسول اللہ! ہم ان کا کھانا بھی کھاتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا جو کھانا کسی اور کے لیے پکایا گیا ہو لیکن موقع پر تم بھی پہنچ گئے تو اس کے کھانے میں حرج نہیں ہے اور جو تمہارے لیے ہی پکایا گیا ہو تو اگر تم اسے کھاؤ گے تو آخرت میں تمہارا اتنا حصہ کم ہو جائے گا۔[3]

حضرت عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میرے ساتھ ایک آدمی تھا جسے میں قرآن سکھاتا تھا اس نے مجھے ایک کمان ہدیہ میں دی۔ میں نے نبی کریمﷺ سے اس کا تذکرہ کیا۔ حضور نے فرمایا اے عوف! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ سے اس حال میں ملو کہ تمہارے دونوں کندھوں کے درمیان جہنم کی ایک چنگاری ہو۔[4]

حضرت مثنی بن وائلؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن بسرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میں نے ان کے بازو پر اپنا ہاتھ رکھا ان سے ایک آدمی

۱؎ اخرجه الطبرانی والحاکم والبیهقی کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۱) قال الحاکم (ج ۳ ص ۳۵۶) بعد ما اخرجه بنحوه هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه ووافقه الذهبی

۲؎ اخرجه عبد بن حمید قال فی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۱) رواته ثقات. اه واخرجه ایضا ابن ماجة والرویانی والبیهقی وضعفه وسعید بن منصور عنه قال علمت رجلا فاهدی الی قوسا فذکر بنحوه کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۰) ۳؎ اخرجه البغوی وابن عساکر قال البغوی حدیث غریب کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۱) واخرجه الطبرانی فی الاوسط بنحوه وفیه عبدربه بن سلیمان بن عمیر ولم اجد من ترجمه ولا اظنه ادرک الطفیل قاله الهیثمی (ج ۴ ص ۹۵)

۴؎ اخرجه الطبرانی فی الکبیر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۲) وذکره الهیثمی فی المجمع (ج ۴ ص ۹۶) عنه فیه اطول منه وقال وفیه محمد بن اسماعیل بن عیاش وهو ضعیف. انتهی

نے (قرآن) سکھانے والے کی تنخواہ کے بارے میں پوچھا انہوں نے فرمایا حضور ﷺ کے پاس ایک آدمی اندر آیا جس نے اپنے کندھے پر کمان ڈالی ہوئی تھی وہ کمان حضور کو بہت پسند آئی۔ حضورؐ نے فرمایا تمہاری کمان بہت عمدہ ہے کیا تم نے یہ خریدی ہے؟ اس آدمی نے کہا نہیں، میں نے ایک آدمی کے بیٹے کو قرآن پڑھایا تھا اس نے مجھے یہ ہدیہ میں دی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ آگ کی کمان تمہارے گلے میں ڈالے؟ اس نے کہا نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا تو پھر اسے واپس کر دو۔[۱]

حضرت اسیر بن عمروؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ کو خبر ملی کہ حضرت سعدؓ نے کہا ہے کہ جو قرآن سارا پڑھ لے گا اسے میں دو ہزار وظیفہ لینے والوں میں شامل کر دوں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اوہ! کیا اللہ کی کتاب پر وظیفہ دیا جائے گا۔[۲]

حضرت سعد بن ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے ایک گورنر کو خط لکھا کہ لوگوں کو قرآن سیکھنے پر کچھ وظیفہ دو اس طرح تو وہ بھی قرآن سیکھنے لگے گا جو صرف وظیفہ کے رجسٹر میں اندراج کروانا چاہتا ہو اس پر حضرت عمرؓ نے انہیں لکھا کہ اچھا لوگوں کو (حضور ﷺ کی) صحبت اور (حضور کی) دوستی کی بنیاد پر دو۔[۳]

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا اے علم اور قرآن والو! علم اور قرآن پر قیمت مت لو ورنہ زنا کار لوگ تم سے پہلے جنت میں چلے جائیں گے۔[۴] (چونکہ دوسری احادیث میں قرآن پڑھانے پر اجرت لینے کی اجازت بھی آئی ہے، اس لیئے بہتر یہ ہے کہ اجرت نہ لے اور اگر لے تو پڑھانے میں جو وقت خرچ ہوا ہے اجرت کو اس کا بدل سمجھے، پڑھانے کے عمل کا بدل نہ سمجھے۔)

لوگوں میں قرآن کے بہت زیادہ پھیل جانے کے وقت اختلاف پیدا ہونے کا ڈر

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ان کے پاس ایک خط آیا جس میں لکھا ہوا تھا کوفہ والوں میں سے بہت سے لوگوں نے اتنا اتنا قرآن پڑھ لیا۔ یہ پڑھ کر (خوشی کی وجہ سے) حضرت عمرؓ نے اللہ اکبر کہا اللہ ان پر رحم فرمائے

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۴ ص ۹۶) لمثنی وولده ذکر هما ابن ابی حاتم ولم یخرج واحد منهما وبقیة رجاله ثقات ۲۔ اخرجه ابو عبیده وغیره کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۸)
۳۔ اخرجه ابو عبید کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۹)
۴۔ اخرجه الخطیب فی الجامع کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۹)

میں نے کہا ان میں اختلاف ہو جائے گا۔ انہوں نے فرمایا اوہو! تمہیں یہ کہاں سے پتہ چل گیا؟ اور حضرت عمرؓ کو غصہ آ گیا تو میں اپنے گھر چلا گیا اس کے بعد انہوں نے میرے پاس بلانے کے لیئے آدمی بھیجا۔ میں نے انہیں کوئی عذر کر دیا پھر انہوں نے یہ کہلا کر بھیجا کہ میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تمہیں ضرور آنا ہوگا، چنانچہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے فرمایا تم نے کوئی بات کہی تھی؟ میں نے کہا استغفر اللہ !اب وہ بات دوبارہ نہیں کہوں گا۔ فرمایا میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم نے جو بات کہی تھی وہ دوبارہ کہنی ہوگی۔ میں نے کہا آپ نے فرمایا تھا کہ میرے پاس خط میں یہ لکھا ہوا آیا ہے کہ کوفہ والوں میں سے بہت سے لوگوں نے اتنا اتنا قرآن پڑھ لیا ہے اس پر میں نے کہا تھا کہ ان میں اختلاف ہو جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہیں یہ کہاں سے پتہ چلا؟ میں نے کہا میں نے یہ آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَافِيْ قَلْبِهٖ سے لے کر وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ تک پڑھی (سورت بقرہ ۲۰۴۔۲۰۵) ترجمہ ''اور بعض آدمی ایسے بھی ہیں کہ آپ کو اس کی گفتگو جو محض دنیوی غرض سے ہوتی ہے مزہ دار معلوم ہوتی ہے اور وہ اللہ کو حاضر و ناظر بتاتا ہے اپنے مافی الضمیر پر حالانکہ وہ (آپ کی مخالفت میں) نہایت شدید ہے اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں فساد کر دے اور (کسی کے) کھیت یا مواشی کو تلف کر دے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے۔'' جب لوگ اس طرح کریں گے تو قرآن والا صبر نہیں کر سکے گا پھر میں نے یہ آیت پڑھی وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ٭ (سورت بقرہ آیت ۲۰۶۔۲۰۷) ترجمہ ''اور جب اس سے کوئی کہتا ہے کہ خدا کا خوف کر تو نخوت اس کو اس گناہ پر (دونا) آمادہ کر دیتی ہے سو ایسے شخص کی کافی سزا جہنم ہے اور وہ بری ہی آرام گاہ ہے اور بعض آدمی ایسے بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی جان تک صرف کر ڈالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے حال پر نہایت مہربان ہیں۔'' حضرت عمرؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تم نے ٹھیک کہا۔[1]

حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیرؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ایک دفعہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ تھا اور میں نے ان کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا میرا خیال یہ ہے کہ قرآن لوگوں میں بہت زیادہ پھیل گیا ہے میں نے کہا اے امیر المومنین! مجھے تو یہ بات بالکل پسند نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے میرے ہاتھ میں سے اپنا ہاتھ کھینچ کر فرمایا کیوں؟ میں نے کہا اس لیئے کہ جب سب لوگ قرآن پڑھیں گے (اور صحیح مطلب سمجھنے کی استعداد نہیں ہوگی) تو اپنے طور سے معنی اور مطلب تلاش کرنے لگیں گے اور جب معنی و مطلب تلاش کرنے لگیں گے تو ان میں

---

[1] اخرجه الحاکم (ج ۳ص ۵۴۰) قال الحاکم هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ووافقه الذهبی

اختلاف ہو جائے گا اور جب ان میں اختلاف ہو جائے گا تو ایک دوسرے کو قتل کرنے لگیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے مجھے چھوڑ دیا اور الگ بیٹھ گئے۔ بس وہ دن میں نے جس پریشانی میں گزارا یہ اللہ ہی جانتا ہے پھر ظہر کے وقت ان کا قاصد میرے پاس آیا اور اس نے کہا امیر المومنین بلا رہے ہیں چلو۔ میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے فرمایا تم نے کیا بات کہی تھی؟ میں نے اپنی ساری بات دہرا دی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا (سمجھتا تو میں بھی اسے تھا لیکن) میں لوگوں سے یہ بات چھپاتا تھا۔[1]

قرآن کے قاریوں کو نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کی نصیحتیں

حضرت کنانہ عدویؒ کہتے ہیں کہ ملک شام میں مسلمانوں کے جو لشکر تھے ان کے امراء کو حضرت عمر بن خطابؓ نے خط میں یہ لکھا کہ قرآن کے تمام حافظوں کی فہرست میرے پاس بھیج دو تاکہ میں ان کا وظیفہ بڑھاؤں اور انہیں اطراف عالم میں لوگوں کو قرآن سکھانے کے لیئے بھیج دوں۔ اس پر حضرت (ابوموسیٰ) اشعریؓ نے لکھا کہ ہمارے ہاں حافظوں کی تعداد تین سو سے زیادہ ہو گئی ہے۔ جواب میں حضرت عمرؓ نے ان حافظوں کو یہ نصیحتیں لکھیں:

"بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ٭ یہ خط اللہ کے بندے عمر کی طرف سے حضرت عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ اشعری) اور ان کے ساتھ جتنے حافظ قرآن ہیں ان سب کے نام ہے۔ سلام علیکم! اما بعد! یہ قرآن تمہارے لیئے باعث اجر، سبب شرف وعزت اور (آخرت میں کام آنے والا) ذخیرہ ہے، اس لیئے تم اس کے پیچھے چلو (اپنی خواہشات کو قربان کر کے اس پر عمل کرو) قرآن تمہارے پیچھے نہ چلے (یعنی قرآن کو اپنی خواہشات کے تابع نہ بناؤ) کیونکہ قرآن جس کے پیچھے چلے گا تو قرآن اسے گدی کے بل گرا دے گا۔ پھر اسے آگ میں پھینک دے گا اور جو قرآن کے پیچھے چلے گا قرآن اسے جنت الفردوس میں لے جائے گا۔ تم اس بات کی پوری کوشش کرو کہ قرآن تمہارا سفارشی بنے اور تم سے جھگڑا نہ کرے کیونکہ قرآن جس کی سفارش کرے گا وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس سے قرآن جھگڑا کرے گا وہ آگ میں داخل ہو گا اور یہ جان لو کہ قرآن ہدایت کا چشمہ اور علم کی رونق ہے اور یہ رحمٰن کے پاس سے آنے والی سب سے آخری کتاب ہے۔ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اندھی آنکھوں کو، بہرے کانوں کو اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھولتے ہیں اور جان لو کہ بندہ جب رات کو کھڑا ہوتا ہے اور مسواک کر کے وضو کرتا ہے پھر تکبیر کہہ کر (نماز میں) قرآن پڑھتا ہے تو فرشتہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھ کر کہتا ہے اور پڑھ۔ اور پڑھ۔ تم خود پاکیزہ ہو قرآن تمہارے لیئے پاکیزہ ہے اور اگر وہ وضو کرے لیکن مسواک نہ کرے تو فرشتہ اس کی حفاظت کرتا ہے

---

[1] عند الحاکم ایضاً

اور اسی تک محدود رہتا ہے، اس سے آگے کچھ نہیں کرتا۔ غور سے سنو! نماز کے ساتھ قرآن کا پڑھنا محفوظ خزانہ اور اللہ کا مقرر کردہ بہترین عمل ہے، لہٰذا جتنا ہو سکے زیادہ سے زیادہ قرآن پڑھو۔ نماز نور ہے اور زکوٰۃ دلیل ہے اور صبر روشن اور چمکدار عمل ہے اور روزہ ڈھال ہے اور قرآن تمہارے لیئے حجت ہوگا یا تمہارے خلاف، لہٰذا قرآن کا اکرام کرو اور اس کی توہین نہ کرو کیونکہ جو قرآن کا اکرام کرے گا اللہ اس کا اکرام کرے گا اور جو اس کی توہین کرے گا اللہ اس کی توہین کرے گا اور جان لو کہ جو قرآن پڑھے گا اور اسے یاد کرے گا اور اس پر عمل کرے گا اور جو اس میں ہے اس کا اتباع کرے گا تو اس کی دعا اللہ کے ہاں قبول ہوگی۔ اگر اللہ چاہے گا تو اس کی دعا دنیا میں پوری کر دے گا ورنہ وہ دعا آخرت میں اس کے لیئے ذخیرہ ہوگی اور جان لو کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ ان لوگوں کے لیئے بہتر اور ہمیشہ رہنے والا ہے جو ایمان والے اور اپنے رب پر توکل کرنے والے ہیں۔"[1]

حضرت ابو کنانہؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰؓ نے قرآن کے حافظوں کو جمع کیا۔ ان کی تعداد تقریباً تین سو تھی پھر حضرت ابو موسیٰؓ نے قرآن کی عظمت بیان کی اور فرمایا یہ قرآن تمہارے لیئے باعث اجر ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہارے لیئے بوجھ اور وبال بن جائے، لہٰذا تم قرآن کا اتباع کرو (اپنی خواہشات کو قربان کر کے اس پر عمل کرو) قرآن کو اپنے تابع نہ کرو کیونکہ جو قرآن کے تابع ہوگا اسے قرآن جنت کے باغوں میں لے جائے گا اور جو قرآن کو اپنے تابع کرے گا تو قرآن اسے گدی کے بل گرا کر آگ میں پھینک دے گا۔[2] حضرت ابو اسود دیلیؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰؓ نے قرآن کے حافظوں کو جمع کیا اور فرمایا میرے پاس اندر صرف قرآن کے حافظوں کو ہی لاؤ، چنانچہ ہم تقریباً تین سو حافظ ان کی خدمت میں اندر گئے پھر انہوں نے ہمیں نصیحت کی اور فرمایا تم لوگ شہر والوں کے حافظ ہو۔ کہیں ایسے نہ ہو کہ لمبی مدت گزر جانے پر تمہارے دلوں میں سختی آ جائے جیسے کہ اہل کتاب کے دل سخت ہو گئے تھے پھر فرمایا ایک سورت نازل ہوئی تھی جو سورت براءت جتنی لمبی تھی اور سورت براءت کی طرح اس میں سختی اور ڈانٹ ڈپٹ تھی۔ اس وجہ سے ہم کہتے تھے کہ یہ سورت براءت کے مشابہ ہے۔ اس کی ایک آیت مجھے یاد ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر ابن آدم کو سونے کی دو وادیاں مل جائیں تو وہ تیسری وادی کی تمنا کرنے لگے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو صرف (قبر کی) مٹی ہی بھر سکتی ہے اور ایک اور سورت بھی نازل ہوئی تھی جس کے بارے میں ہم کہتے تھے کہ یہ سورت مسبحات کے مشابہ ہے کیونکہ وہ بھی سبح للہ سے شروع ہوتی تھی۔ اس کی ایک آیت مجھے یاد ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ

۱۔ اخرجه ابن زنجويه كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۱۷)

۲۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۵۷)

مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (سورت صف آیت ۲) ترجمہ "اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو" ہر بات گواہی بنا کر تمہاری گردنوں میں ڈالی جائے گی پھر قیامت کے دن اس کے بارے میں تم سے پوچھ ہوگی۔ ۱

حضرت ابن مسعودؓ کے پاس کوفہ کے کچھ لوگ آئے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے انہیں سلام کیا اور انہیں اس بات کی تاکید کی کہ وہ اللہ سے ڈریں اور قرآن کے بارے میں آپس میں جھگڑا نہ کریں کیونکہ قرآن میں اختلاف نہیں ہے اور نہ اسے چھوڑا جا سکتا ہے نہ اسے زیادہ پڑھنے سے دل اکتاتا ہے اور کیا آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ شریعت اسلام کے حدود، فرائض اور اوامر سب ایک ہی ہیں۔ اگر قرآن میں ایک جگہ کسی کام کا حکم ہوتا اور دوسری جگہ اس کی ممانعت ہوتی تو پھر تو قرآن میں اختلاف ہوتا۔ قرآن میں تمام مضامین ایک دوسرے کی تائید کرنے والے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ تم لوگوں میں علم اور دین کی سمجھ اور لوگوں سے زیادہ ہے اور اگر مجھے کسی آدمی کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ وہ حضرت محمد ﷺ پر نازل ہونے والے علوم کو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے اور اونٹ مجھے اس تک پہنچا سکتے ہیں تو میں (اس سے علم حاصل کرنے کے لیئے) ضرور اس کے پاس جاتا تاکہ میرے علم میں اضافہ ہو جائے۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ حضورؐ پر ہر سال قرآن ایک مرتبہ پیش کیا جاتا تھا اور جس سال آپ کا انتقال ہوا اس سال آپؐ پر دو مرتبہ پیش کیا گیا تھا (رمضان میں حضرت جبرائیلؑ حضور کو سارا قرآن سناتے تھے اور حضورؐ حضرت جبرائیلؑ کو) اور میں جب بھی حضورؐ کو قرآن پڑھ کر سناتا تو حضورؐ ہمیشہ فرماتے کہ میں نے قرآن بہت اچھا پڑھا ہے، لہٰذا جو میری طرح قرآن پڑھتا ہے وہ میری طرح پڑھتا رہے اور اسے غلط سمجھ کر چھوڑے نہیں۔ اور حضورؐ سے اور بھی کئی طرح قرآن پڑھنا ثابت ہے جو ان میں سے کسی ایک طرح قرآن پڑھتا ہو وہ اسے نہ چھوڑے کیونکہ جو ان میں سے کسی ایک طرح کا انکار کرے گا وہ باقی تمام کا انکار کرنے والا شمار ہوگا۔ ۲

حضرت عبداللہؓ کے ساتھیوں میں سے ہمدان کے رہنے والے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ کا مدینہ منورہ جانے کا ارادہ ہوا تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے فرمایا مجھے امید ہے کہ اب آپ لوگوں میں دین، دینی سمجھ اور قرآن کا علم مسلمانوں کے باقی تمام لشکروں سے زیادہ ہو چکا ہے۔ اس کے بعد آگے لمبی حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ اس قرآن میں کسی قسم کا اختلاف نہیں اور نہ یہ زیادہ پڑھنے سے پرانا ہوتا ہے اور نہ اس کی عظمت دل میں کم ہوتی ہے۔ ۳

۱۔ عند ابی نعیم ایضا ۲۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۲)
۳۔ اخرجه الامام احمد (ج ۱ ص ۴۰۵) واخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۷ ص ۱۵۳) وفیه من لم یسم وبقیة رجاله رجال الصحیح

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ قرآن کے حافظ میں مندرجہ ذیل نشانیاں ہونی چاہیں جن سے وہ پہچانا جائے (اس زمانے میں قرآن کا ہر حافظ قرآن کا عالم بھی ہوتا تھا) رات کو لوگ جب سو رہے ہوں تو وہ اللہ کی عبادت کر رہا ہو۔ دن کو لوگ بغیر روزہ کے ہوں تو وہ روزہ دار ہو اور جب لوگ خوش ہو رہے ہوں تو وہ (امت کے غم میں) غمگین ہو اور جب لوگ ہنس رہے ہوں تو وہ (اللہ کے سامنے) رو رہا ہو اور جب لوگ آپس میں مل کر ادھر ادھر کی باتیں کر رہے ہوں تو وہ خاموش ہو اور جب لوگ اکڑ رہے ہوں تو وہ عاجز اور مسکین بنا ہوا ہو۔ اور اسی طرح حافظ قرآن کو رونے والا، غمگین، حکمت والا، بردبار، علم والا اور خاموش رہنے والا ہونا چاہئے۔[1] اور ایک روایت میں یہ ہے کہ تم اس کی پوری کوشش کرو کہ تم سننے والے بنو (یعنی سنانے سے زیادہ اچھے لوگوں کی سنا کرو) اور جب تم سنو کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں اے ایمان والو! تو اپنے کان اس کے حوالے کر دو (یعنی پورے غور سے اسے سنو) کیونکہ اللہ تعالیٰ خیر کے کام کا حکم دے رہے ہوں گے یا کسی برے کام سے روک رہے ہوں گے۔[2]

حضور ﷺ کی احادیث میں مشغول ہونا احادیث میں مشغول ہونے والے کو کیا کرنا چاہیے؟

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ ایک مجلس میں لوگوں سے بات فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک دیہاتی نے آکر کہا قیامت کب ہوگی؟ حضورؐ (نے اسے کوئی جواب نہ دیا بلکہ) بات فرماتے رہے (کیونکہ حدیث کے درس کا ادب یہ ہے کہ بیچ میں سوال نہ کرنا چاہئے اور نہ جواب دینا چاہئے) بعض لوگوں نے کہا حضورؐ نے اس کی بات تو سن لی ہے لیکن حضورؐ کو پسند نہیں آئی ہے اور بعض لوگوں نے کہا حضورؐ نے اس کی بات سنی ہی نہیں۔ جب آپؐ نے بات پوری فرمالی تو فرمایا قیامت کے بارے میں پوچھنے والا کہاں ہے؟ اس نے کہا میں یہاں ہوں یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا جب امانت کو ضائع کر دیا جائے تو تم قیامت کا انتظار کرو۔ اس دیہاتی نے پوچھا امانت کا ضائع کرنا کس طرح ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا جب کام نااہل کے سپرد کر دیا جائے تو تم قیامت کا انتظار کرو۔[3]

حضرت وابصہؓ رقہ شہر کی سب سے بڑی مسجد میں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن کھڑے ہو کر ارشاد فرماتے جب حضور ﷺ نے حجۃ الوداع میں لوگوں کو خطبہ دیا تھا اس وقت میں بھی وہاں موجود

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۳۰)
۲۔ عند ابی نعیم ایضا
۳۔ اخرجه البخاری (ج ۱ ص ۱۴)

تھا۔ آپؐ نے فرمایا اے لوگو! کونسا مہینہ سب سے زیادہ قابل احترام ہے؟ لوگوں نے کہا یہی (حج والا مہینہ) پھر آپؐ نے فرمایا کونسا شہر سب سے زیادہ قابل احترام ہے؟ لوگوں نے کہا یہی (مکہ شہر) پھر آپؐ نے فرمایا تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایسے ہی قابل احترام ہے جیسے کہ تمہارا یہ (حج کا) دن تمہارا یہ (حج والا) مہینہ اور تمہارا یہ شہر (مکہ مکرمہ) قابل احترام ہے اور یہ اس دن تک قابل احترام ہیں جس دن تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے۔ کیا میں نے (اللہ کا پیغام سارا) پہنچا دیا؟ لوگوں نے کہا جی ہاں! پھر آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔ پھر فرمایا اے لوگو! تم میں سے جو یہاں موجود ہے وہ غائبین تک پہنچائے (اس کے بعد حضرت وابصہؓ نے کہا اے لوگو!) تم بھی میرے قریب آجاؤ تاکہ ہم (حضورؐ کا دین) تم تک پہنچائیں جیسا کہ حضورؐ نے ہم سے فرمایا تھا۔[1]

حضرت مکحولؒ کہتے ہیں کہ حمص میں میں، حضرت ابن ابی زکریا اور حضرت سلیمان بن ابی حبیب، ہم تینوں حضرت ابو امامہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے فرمایا تمہارا یہ (ہمارے ساتھ) بیٹھنا اللہ کی طرف سے تم تک دین کے پہنچنے کا ذریعہ ہے اور اللہ کی تم پر حجت ہے اور حضور ﷺ نے خود (اللہ کا دین) پہنچایا، لہٰذا تم دوسروں تک پہنچاؤ۔[2] ایک روایت میں حضرت سلیم بن عامرؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت ابو امامہؓ کے پاس بیٹھا کرتے وہ ہمیں حضور ﷺ کی طرف سے بہت سی حدیثیں سنایا کرتے۔ جب خاموش ہونے لگتے تو فرماتے کیا تم لوگ سمجھ گئے؟ جیسے تم تک یہ حدیثیں پہنچائی گئی ہیں ایسے ہی تم بھی آگے دوسروں تک پہنچاؤ۔[3]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے اللہ! میرے خلفاء و نائبین پر رحم فرما۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے خلفاء کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو میرے بعد آئیں گے اور میری احادیث کی روایت کریں گے اور لوگوں کو حدیثیں سکھائیں گے۔[4]

حضرت عاصم بن محمدؒ اپنے والد حضرت محمدؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو دیکھا کہ وہ جمعہ کے دن باہر تشریف لاتے اور منبر کے دو دستوں کو پکڑ کر کھڑے ہو جاتے اور فرماتے ہمیں ابو القاسم رسول اللہ الصادق المصدوق ﷺ نے یہ حدیث بیان کی اور پھر مسلسل احادیث بیان کرتے رہتے۔ جب امام کے نماز کے لیے باہر آنے پر حجرہ کے دروازے کے کھلنے کی آواز

۱۔ اخرجہ البزار قال الهيثمی (ج ۱ ص ۱۳۹) و رجاله موثقون.

۲۔ اخرجه الطبرانی ۳۔ قال الهيثمی (ج ۱ ص ۱۴۰) رواهما الطبرانی فی الكبير واسناد هما حسن ۴۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط كذافی الترغيب (ج ۱ ص ۷۴) واخرجه ايضا ابن النجار والخطيب فی شرف اصحاب الحديث وغيرهما كمافی الكنز (ج ۵ ص ۲۴۰)

سنتے تو پھر بیٹھتے۔[1]

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں کہ جب ہم حضرت عمرؓ کی خدمت میں عرض کیا کرتے کہ آپ ہمیں حضورﷺ کی طرف سے حدیث بیان فرمادیں تو وہ فرماتے مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ میں کہیں کوئی حرف گھٹا یا بڑھا نہ دوں اور حضورؐ نے فرمایا ہے جو جان بوجھ کر میرے بارے میں جھوٹ بولے گا وہ آگ میں جائے گا۔[2]

حضرت عبدالرحمٰن بن حاطبؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضورﷺ کے کسی صحابی کو حضرت عثمانؓ سے زیادہ مکمل اور زیادہ عمدہ طریقہ سے حدیث بیان کرنے والا نہیں دیکھا لیکن پھر بھی وہ حدیث بیان کرنے سے ڈرتے تھے۔[3] حضرت عثمانؓ فرماتے تھے کہ حضورﷺ کی طرف سے حدیث بیان نہ کرنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میں آپؐ کے صحابہ میں (آپ کی حدیثوں کا) سب سے زیادہ حافظ نہیں ہوں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضورﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو میرے بارے میں ایسی بات کہے جو میں نے نہیں کہی ہے تو وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنالے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جو میرے بارے میں جھوٹی بات کہے تو وہ اپنا گھر آگ میں بنالے۔[4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں جب تمہیں حضورﷺ کی طرف سے حدیث بیان کرتا ہوں تو (کمالِ احتیاط کی وجہ سے) میری یہ کیفیت ہوجاتی ہے کہ آسمان سے زمین پر گر جانا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوجاتا ہے کہ میں حضورؐ کی طرف سے ایسی بات کہہ دوں جو آپؐ نے نہ فرمائی ہو اور جب میں تم سے آپس کے معاملات کے بارے میں بات کرتا ہوں تو پھر یہ کیفیت نہیں ہوتی (اور اس میں اتنی احتیاط کی ضرورت نہیں ہوتی) کیونکہ انسانوں سے جنگ تو تدبیر و حکمت اور داؤ سے ہی جیتی جاسکتی ہے۔[5]

حضرت عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بعض دفعہ پورا سال گزر جاتا لیکن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضورﷺ کی طرف سے کوئی حدیث بیان نہ کرتے، چنانچہ ایک سال ایسا ہی گزرا اس کے بعد ایک حدیث بیان کی تو ایک دم پریشان ہوگئے اور پیشانی پر پسینہ بہنے لگا اور

۱؎ اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۲ ۱ ۵) قال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه ووافقه الذهبي ۲؎ اخرجه احمد وابن عدی والعقيلي وابو نعيم في المعرفة كذافي الكنز (ج۵ ص ۲۳۹)

۳؎ اخرجه ابن سعد وابن عساكر كذافي المنتخب (ج۵ ص ۹)

۴؎ عند احمد و ابي يعلى والبزار قال الهيثمي (ج ۱ ص ۱۴۳) هو حديث رجاله رجال الصحيح والطريق الاول فيها عبدالرحمن بن ابي الزناد و هو ضعيف وقدوثق . انتهى

۵؎ اخرجه الشيخان وغيرهما كذافي الكنز (ج ۵ ص ۲۴۰)

فرمانے لگے یہی الفاظ حضورؐ نے فرمائے تھے یا ان جیسے یا ان کے قریب الفاظ تھے۔ا

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہؓ ایک دن حدیث بیان کرنے لگے اور فرمایا میں نے حضورﷺ کو فرماتے ہوئے سنا (پھر حدیث بیان کی) تو کانپنے لگے اور کپکپی کی وجہ سے کپڑے ہلنے لگے اور فرمایا حضورؐ نے یہی الفاظ فرمائے تھے یا ان جیسے یا ان کے مشابہ الفاظ تھے۔۲

حضرت ابوادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ جب حضورﷺ کی طرف سے حدیث بیان کرنے سے فارغ ہو جاتے تو فرماتے کہ حضورؐ نے یا تو یہی الفاظ فرمائے تھے یا ان جیسے یا ان سے ملتے جلتے الفاظ تھے۔۳ ابن عبدالبر کی روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا اے اللہ! اگر یہ الفاظ نہیں ہیں تو ان جیسے الفاظ تھے۔۴

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضورﷺ کی طرف سے حدیث بیان کر لیتے تو فرمایا کرتے کہ یا تو حضورؐ نے یہی الفاظ فرمائے تھے یا پھر جیسے آپؐ نے ارشاد فرمایا۔۵ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ حضورؐ کی طرف سے بہت کم حدیث بیان کیا کرتے اور جب بیان کرتے۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔۶

حضرت ابوجعفر محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضورﷺ کے کوئی صحابی حضورؐ سے حدیث سن کر اس کے بیان کرنے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے زیادہ احتیاط برتنے والا نہیں تھا۔ یہ حدیث کے الفاظ نہ بڑھاتے تھے اور نہ گھٹاتے تھے اور نہ ان میں کچھ تبدیلی کرتے تھے۔۷ حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک سال تک حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ میری نشست رہی۔ میں نے انہیں اس عرصہ میں حضورﷺ کی طرف سے ایک بھی حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا۔۸

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نے حضورؐ سے بہت سی حدیثیں سنی ہیں

ا۔ اخرجه الحاكم (ج ۳ص ۲۱۳) قال الحاكم هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه و وافقه الذهبي ۲۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۷۹) و اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۵۶) عن عمرو بمعناه وعن مسروق نحوه

۳۔ اخرجه الطبرانی فی الكبير ورجاله ثقات كذافی مجمع الزوائد (ج ۱ ص ۱۴۱) و اخرجه ابن عبدالبر فی الجامع (ج ۱ ص ۷۸) عن ربيعة ابن زيدان اباالدرداء رضی الله عنه كان فذكر نحوه.

۴۔ و اخرجه ابو يعلى والرويانی و ابن عساكر عن ابی الدرداء نحوه كمافی الكنز (ج ۵ ص ۲۴۳)

۵۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۷۹)

۶۔ اخرجه ايضا احمد و ابو يعلى والحاكم كمافی الكنز (ج ۵ ص ۲۴۰)

۷۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۴۴) ۸۔ عند ابن سعد ايضا (ج ۴ ص ۱۴۵)

جو مجھے یاد بھی ہیں لیکن میں انہیں صرف اس وجہ سے بیان نہیں کرتا کہ میرے ساتھ کے صحابہ ان حدیثوں میں میری مخالفت کریں گے۔[1] حضرت مطرف رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے فرمایا اے مطرف! (مجھے بہت زیادہ حدیثیں یاد ہیں) اللہ کی قسم! مجھے اس کا یقین ہے کہ اگر میں چاہوں تو دو دن مسلسل حضور کریم ﷺ کی طرف سے حدیثیں اس طرح بیان کرسکتا ہوں کہ کوئی حدیث دو دفعہ بیان نہ ہو لیکن مجھے زیادہ حدیثیں بیان کرنا پسند بھی نہیں اور میں زیادہ بیان بھی نہیں کرتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے بعض صحابہ بھی اسی طرح (حضور کی مجلس میں) حاضر ہوا کرتے تھے جس طرح میں حاضر ہوا کرتا تھا اور انھوں نے بھی (حضورؐ سے) اسی طرح سنا جس طرح میں نے سنا لیکن وہ کچھ حدیثیں ایسی بیان کرتے ہیں جن کے الفاظ کچھ آگے پیچھے ہوگئے ہیں، چنانچہ حضرت عمرانؓ بعض دفعہ تو یوں فرماتے کہ اگر آپ لوگوں کو میں یہ حدیث بیان کروں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے تو مجھے یقین ہے کہ میں ان الفاظ میں بالکل سچا ہوں گا اور کبھی پورے وثوق سے کہتے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا۔[2]

حضرت سلیمان بن ابی عبد اللہ رحمتہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا اللہ کی قسم! میں جان بوجھ کر آپ لوگوں کو حدیثیں نہیں سناتا اور یوں نہیں کہتا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے ہاں اگر آپ لوگ کہیں تو میں حضورؐ کے غزوات میں شریک ہوا ہوں اور ان میں بہت کچھ دیکھا ہے۔ یہ سب کچھ سنانے کو تیار ہوں لیکن یوں کہوں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے اس کے لئے تیار نہیں ہوں۔[3]

حضرت مکحول رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں اور حضرت ابوالازہر دونوں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے ابوالاسقع! ہمیں ایسی حدیث سنائیں جو آپ نے حضورؐ سے سنی ہو جس میں نہ تو وہم ہو نہ کی زیادتی ہو انھوں نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے آج رات کچھ قرآن پڑھا ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں لیکن ہمیں قرآن اچھی طرح یاد نہیں ہے۔ الف یا واؤ کی زیادتی ہو جاتی ہے تو فرمایا یہ قرآن کتنے عرصہ سے تمہارے درمیان ہے اور تم لوگ اب تک اسے اچھی طرح یاد نہیں کر سکے ہو اور سمجھتے ہو کہ تم لوگوں سے قرآن میں کمی زیادتی ہو جاتی ہے تو پھر تمہارا ان حدیثوں کے بارے میں کیا خیال ہے جنہیں ہم نے حضورؐ سے سنا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے ہم نے حضورؐ سے وہ حدیث ایک دفعہ ہی سنی ہو، اس لئے حضورؐ والے الفاظ

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی و رجاله موثقون۔

۲۔ عند احمد قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۴۱) وفیه ابو هارون الغنوی لم ارمن ترجمه

۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۲۹) و ابن عساکر کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۲۰۳)

بعینہٖ بیان کرنا تو ہمارے لئے بہت مشکل ہے، البتہ ان کا معنی اور مطلب ہم بیان کر سکتے ہیں تم اسی کو کافی سمجھو۔[1]

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انتقال سے پہلے حضور ﷺ کے جن صحابہؓ کے پاس آدمی بھیج کر انہیں اطراف عالم سے (مدینہ منورہ میں) جمع کیا وہ یہ ہیں حضرت عبداللہ بن حذافہ، حضرت ابوالدرداء، حضرت ابوذر اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم جب یہ حضرات آ گئے تو ان سے حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ لوگوں نے اطراف عالم میں حضور کی طرف سے یہ کیا حدیثیں پھیلا دی ہیں؟ انھوں نے کہا کیا آپ ہمیں (حدیثیں بیان کرنے سے) روکنا چاہتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا نہیں بلکہ آپ لوگ میرے پاس رہیں۔ اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ ہوں آپ لوگ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے (یہاں رہ کر حدیثیں بیان کریں) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم بھی حدیثیں خوب جانتے ہیں، اس لئے آپ لوگوں کی حدیثوں کو دیکھیں گے کہ کونسی لینی چاہئے اور کونسی چھوڑنی چاہئے۔ چنانچہ یہ حضرات حضرت عمرؓ کے انتقال تک ان کے پاس ہی (مدینہ منورہ میں) رہے۔ ان سے جدا نہ ہوئے۔[2]

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود، حضرت ابومسعود انصاری اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم کے پاس پیغام بھیج کر انہیں بلایا اور ان سے فرمایا آپ لوگ حضور کی طرف سے حدیثیں کثرت سے کیوں بیان کر رہے ہیں؟ پھر شہید ہونے تک حضرت عمرؓ نے انہیں (وہیں مدینہ میں) روکے رکھا۔[3]

حضرت ابن ابی اوفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم لوگ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کرتے کہ ہمیں حضور کی طرف سے حدیث بیان فرما دیں وہ فرماتے اب ہم زیادہ بوڑھے ہو گئے ہیں اور بھولنے لگ گئے ہیں اور حضور کی طرف سے حدیث بیان کرنا بڑی ذمہ داری کا کام ہے (اگر اس میں غلطی ہو گئی تو سخت پکڑ ہو گی)۔[4]

علم کے اہتمام سے زیادہ عمل کا اہتمام ہونا چاہئے

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ نے فرمایا تم جو چاہے سیکھو لیکن اللہ کی طرف سے فائدہ تب ہی ہوگا جب تم سیکھے ہوئے پر عمل کرو گے۔[5] حضرت انس رضی اللہ عنہ

۱۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۷۹) ۲۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۹) ۳۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی هذا اثر منقطع و ابراهیم ولد سنة عشرین ولم یدرک من حیاة عمر الاثلاث سنین انتهی و اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۵۳) عن ابراهیم نحوه و ذکر اباذر بدل ابی مسعود ۴۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۹) ۵۔ اخرجه ابن عدی والخطیب

فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا تم جتنا چاہے علم حاصل کرلو تمہیں علم حاصل کرنے کا ثواب تب ملے گا جب اس پر عمل کرو گے۔[1] حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے حضورؐ کے دس صحابہ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ہم مسجد قبا میں علم سیکھ سکھا رہے تھے کہ اتنے میں حضورؐ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم جتنا چاہے علم حاصل کرلو۔ اس کے بعد پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ! کون سی چیز میری جہالت کی حجت کو ختم کرے گی؟ آپؐ نے فرمایا علم۔ پھر اس نے پوچھا کون سی چیز علم کی حجت کو ختم کرے گی؟ آپؐ نے فرمایا عمل۔[3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی کتاب (قرآن) سیکھو۔ اس کی وجہ سے تمہاری پہچان ہوگی اور اس پر عمل کرو اس سے تم اللہ کی کتاب والے ہو جاؤ گے۔[4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا علم حاصل کرو اس سے تمہاری پہچان ہوگی اور جو علم حاصل کیا ہے اس پر عمل کرو اس سے تم علم والے ہو جاؤ گے کیونکہ تمہارے بعد ایسا زمانہ آئے گا جس میں حق کے دس حصوں میں سے نو کا انکار کر دیا جائے گا اور اس زمانے میں صرف وہ نجات پا سکے گا جو گمنام اور لوگوں سے الگ تھلگ رہنے والا ہوگا۔ یہی لوگ ہدایت کے امام اور علم کے چراغ ہوں گے۔ یہ لوگ جلد باز، بری بات پھیلانے والے اور باتونی نہیں ہوں گے۔[5] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے حاملین علم! (اے علماء!) علم پر عمل کرو کیونکہ عالم وہ ہے جو علم حاصل کرے پھر اس پر عمل کرے اور اس کا عمل اس کے علم کے مطابق ہو۔ عنقریب ایسے لوگ ہوں گے جو علم حاصل کریں گے لیکن ان کا علم ان کی ہنسلی کی ہڈی سے آگے نہیں جائے گا (اور اللہ کے ہاں نہیں پہنچے گا) ان کا باطن ظاہر کے خلاف ہوگا اور ان کا عمل ان کے علم کے خلاف ہوگا وہ اپنے اپنے حلقے میں بیٹھیں گے اور ایک دوسرے پر فخر کریں گے اور ان کے حلقہ میں بیٹھنے والا انہیں چھوڑ کر دوسرے کے پاس اگر بیٹھے گا تو یہ اس پر ناراض ہوں گے۔ ان کی مجلسوں میں ان کے جو اعمال ہوں گے وہ اللہ کی طرف اوپر نہیں جائیں گے۔[6]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! علم حاصل کرو اور آدمی جو علم حاصل

---

[1] عند ابی الحسن بن الاخرم المدینی فی امالیہ کذافی الجامع الصغیر

[2] ذکرہ ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۶) [3] اخرجہ الخطیب فی الجامع وفیہ عبداللہ بن خراش و ھو ضعیف کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۲۹) [4] اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۲۹) [5] اخرجہ احمد فی الزھد وابو عبید والدینوری فی الغریب وابن عساکر کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۲۹) [6] ذکرہ ابن عبدالبر (ج ۲ ص ۷) واخرجہ الدار قطنی فی الجامع وابن عساکر والزسی عن علی مثلہ کمافی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۳)

کرے اس پر عمل بھی کرے۔[1] حضرت عبداللہ بن عُکَیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اس مسجد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو سنا کہ انھوں نے گفتگو سے پہلے قسم کھا کر فرمایا تم میں سے ہر آدمی اپنے رب سے تنہائی میں اکیلے ملے گا جیسے کہ تم میں سے ہر ایک چودھویں کا چاند تنہائی میں الگ دیکھتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے ابن آدم! تجھے کس چیز نے میرے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا؟ (کہ میری نافرمانی کرتا رہا) اے ابن آدم! تو نے رسولوں کو (ان کی دعوت کا) کیا جواب دیا؟ اے ابن آدم! تو نے جو علم حاصل کیا تھا اس پر کیا عمل کیا؟ حضرت عدی بن عدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو علم حاصل نہ کرے اس کے لئے ایک مرتبہ ہلاکت ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو اسے علم عطا فرما دیتے اور جو علم حاصل کرے اور اس پر عمل نہ کرے اس کے لئے سات مرتبہ ہلاکت ہے۔[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا باتیں تو تمام لوگ بہت اچھی کرتے ہیں لیکن جس کا عمل اس کے قول کے مطابق ہوگا وہی کامیاب ہوگا اور جس کا فعل قول کے خلاف ہوگا وہ (قیامت کے دن) اپنے آپ کو ملامت کرے گا۔[3] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو (لوگوں سے مستغنی ہوکر) اللہ (کے کام) میں مشغول ہو جائے گا تمام لوگ اس کے محتاج ہو جائیں گے اور جو اس علم پر عمل کرے گا جو اللہ نے اسے دیا ہے تو تمام لوگ اس علم کے محتاج ہو جائیں گے جو اس کے پاس ہے۔[4]

حضرت لقمان بن عامر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے میں اپنے رب سے اس بات سے ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن مجھے تمام مخلوق کے سامنے بلا کر فرمائے اے عویمر! میں کہوں لبیک اے میرے رب! پھر وہ فرمائے تم نے جو علم حاصل کیا تھا اس پر کیا عمل کیا تھا؟[5] حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے سب سے زیادہ ڈر اس بات کا ہے کہ قیامت کے دن مجھے یہ کہا جائے اے عویمر! کیا تم نے علم حاصل کیا تھا یا جاہل ہی رہے تھے؟ اگر میں کہوں گا کہ میں نے علم حاصل کیا تھا تو نیک کام کا حکم دینے والی ہر آیت اور برے کام سے روکنے والی ہر آیت اپنے حق کا مطالبہ کرے گی۔ حکم دینے والی آیت کہے گی کیا تو نے میرا حکم مانا

۱۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۶۴) رجاله موثقون الا ان اباعبیدة لم یسمع من ابیه. انتهی و اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۳۱) عن علقمة عن عبدالله نحوه

۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة و اخرجه ابن عبدالبر فی العلم (ج ۱ ص ۲) عن عبدالله بن عکیم عن ابن مسعود نحو ماتقدم ۳۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۲)

۴۔ عند ابن عبدالبر ایضا (ج ۲ ص ۱۰) و اخرج ابن عساکر ایضا الحدیث الاول مثله کمافی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۳) ۵۔ اخرجه البیهقی کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۹۰) و اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۱۴) عن لقمان نحوه ۵۔ عند ابی نعیم ایضا

تھا؟ اور روکنے والی آیت کہے گی کیا تو اس برے کام سے رک گیا تھا؟ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے اور اس نفس سے جو سیر نہ ہو اور اس دعا سے جو سنی نہ جائے۔[1] حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا انسان اس وقت تک متقی نہیں بن سکتا جب تک علم حاصل نہ کرے اور علم کے ذریعہ سے حسن و جمال تب حاصل ہو سکتا ہے جب اس پر عمل کرے۔[2] حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کے نزدیک قیامت کے دن لوگوں میں سب سے برے مرتبے والا وہ عالم ہوگا جس نے اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھایا ہو (یعنی اس پر عمل نہ کیا ہو)[3]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن کسی بندے کے دونوں قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہل سکیں گے جب تک اس سے چار باتیں نہ پوچھ لی جائیں۔ اس نے اپنے جسم کو کن کاموں میں استعمال کیا؟ اپنی عمر کہاں لگائی؟ اور مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور اپنے علم پر کیا عمل کیا؟[4] حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم علم تو جو چاہے سیکھ لو لیکن اللہ تمہیں علم پر اجر تب دیں گے جب تم اس پر عمل کرو گے۔[5]

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم علم تو جو چاہے سیکھ لو لیکن اللہ تعالیٰ تمہیں علم پر اجر تب دیں گے جب تم اس پر عمل کرو گے۔ علماء کا اصل مقصد تو علم کی حفاظت کرنا ہے (کہ اسے یاد رکھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے) اور نادان لوگوں کا مقصد تو خالی آگے بیان کر دینا ہے۔[6]

سنت کا اتباع اور سلف صالحین کی اقتداء اور دین میں اپنی طرف سے ایجاد کردہ کام پر انکار

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ (اللہ والے) صحیح راستہ اور سنت کو لازم پکڑ لو کیونکہ روئے زمین پر جو بندہ بھی صحیح راستہ پر اور سنت پر ہوگا پھر وہ اللہ کا ذکر کرے گا اور اس کے ڈر سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ جائیں گے تو اسے اللہ تعالیٰ ہرگز عذاب نہیں دیں گے اور روئے زمین پر جو بندہ بھی صحیح راستہ اور سنت پر ہوگا پھر وہ اپنے دل میں اللہ کو یاد کرے گا اور اللہ کے ڈر سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے تو اس کی مثال اس درخت جیسی ہو جائے گی جس کے پتے سوکھ گئے ہوں اور تیز ہوا چلنے سے اس کے پتے بہت زیادہ گرنے لگیں تو ایسے ہی اس کے

۱؎ عند ابی نعیم ایضا ۲؎ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۱۳) وعنده ایضا (ج ۱ ص ۲۱۱) عنه مثل قول ابن مسعود من طریق عدی ۳؎ عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۲۲۳)
۴؎ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۳) ۵؎ عند ابن عبدالبر ایضا (ج ۲ ص ۶) و اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۳۶) عن معاذ مثله
۶؎ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۲)

گناہوں کو اللہ تعالیٰ بہت زیادہ گرانے لگ جائیں گے اور اللہ کے راستے اور سنت پر درمیانی رفتار سے چلنا اس سے بہتر ہے کہ انسان اللہ کے راستہ کے خلاف اور سنت کے خلاف بہت زیادہ محنت کرے، اس لئے تم دیکھ لو چاہے تم زیادہ محنت کرو چاہے درمیانی رفتار سے چلو لیکن تمہارا ہر عمل انبیاء علیہم السلام کے طریقے اور سنت کے مطابق ہونا چاہئے۔[1]

حضرت سعید بن میسّب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب مدینہ تشریف لائے تو بیان کے لئے کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا اے لوگو! تمہارے لئے سنتیں جاری ہو چکی ہیں اور فرائض مقرر ہو چکے ہیں اور تمہیں ایک صاف اور واضح راستہ دے دیا گیا ہے۔ اب تم لوگ ہی اس راستہ میں دائیں بائیں ہٹ کر لوگوں کو گمراہ کر دو تو یہ الگ بات ہے۔[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعرات کے دن کھڑے ہو کر فرماتے اصل چیزیں دو ہیں۔ ایک زندگی گزارنے کا طریقہ اور دوسرا کلام۔ سب سے افضل اور سب سے زیادہ سچا کلام اللہ تعالیٰ کا ہے اور سب سے عمدہ طریقہ حضرت محمد ﷺ کا ہے اور تمام کاموں میں سب سے برے کام وہ ہیں جو نئے ایجاد کئے جائیں اور ہر نیا کام (جو قرآن و حدیث سے نہ نکالا گیا ہو وہ) بدعت ہے۔ غور سے سنو! ایسا نہ ہو کہ مدت لمبی ہو جائے اور اس سے تمہارے دل سخت ہو جائیں اور لمبی امیدیں تمہیں (آخرت سے) غافل کر دیں کیونکہ جو چیز آنے والی ہے وہ قریب ہے اور جو آنے والی نہیں ہے وہ دور ہے۔[3]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا سنت پر میانہ روی سے چلنا بدعت پر زیادہ محنت کرنے سے اچھا ہے۔[4]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے فرمایا قرآن بھی نازل ہوا اور حضور ﷺ نے بھی سنتیں مقرر فرمائیں پھر حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگ ہمارا اتباع کرو (کیونکہ ہم نے قرآن و سنت کو پورا اختیار کیا ہوا ہے) اگر ایسا نہیں کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔[5]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے ایک آدمی سے کہا تم احمق ہو گیا تمہیں اللہ کی کتاب میں یہ صاف طور سے لکھا ہوا ملتا ہے کہ ظہر کی نماز میں چار رکعتیں ہیں اور اس میں قرات اونچی آواز

۱۔ اخرج اللالکائی فی السنة کذافی الکنز (ج ۱۰ ص ۹۷) و اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۵۳) نحوه ۲۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۱۸۷)

۳۔ اخرجه ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۱۸۱) ۴۔ اخرجه الحاکم (ج ۱ ص ۱۰۳) قال الحاکم هذا حدیث مسند صحیح علی شرطهما ولم یخرجا و وافقه الذهبی و اخرجه الطبرانی فی الکبیر کمافی المجمع (ج ۱ ص ۱۷۳)

۵۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۷۳) وفیه علی بن زید بن جدعان وهو ضعیف

سے نہ کرو؟ پھر حضرت عمرانؓ نے باقی نمازوں اور زکوۃ وغیرہ کا نام لیا (کہ کیا ان کے تفصیلی احکام قرآن میں ہیں؟) کیا تمہیں ان اعمال کی تفصیل اللہ کی کتاب میں ملتی ہے؟ اللہ کی کتاب میں یہ تمام چیزیں اجمالاً ذکر ہوئی ہیں اور سنت رسولؐ نے ان سب کو کھول کر تفصیل سے بیان کیا ہے۔[۱]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میں سے جو کسی کی اقتداء کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ کی اقتداء کرے کیونکہ وہ اس امت میں سب سے زیادہ نیک دل، سب سے زیادہ گہرے علم والے، سب سے کم تکلف والے، سب سے زیادہ سیدھے طور طریقے والے اور سب سے زیادہ اچھی حالت والے تھے۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی صحبت کے لئے اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لئے چنا تھا۔ لہٰذا تم ان کے فضائل و درجات کا اعتراف کرو اور ان کے نقش قدم پر چلو کیونکہ وہ سیدھی راہ پر تھے۔[۲]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اے جماعت علماء! اللہ سے ڈرو اور اپنے سے پہلے لوگوں کے راستہ کو پکڑے رکھو میری زندگی کی قسم! اگر تم اس راستہ پر چلو گے تو تم دوسروں سے بہت آگے نکل جاؤ گے اور اگر تم اسے چھوڑ کر دائیں بائیں چلے جاؤ گے تو تم بہت زیادہ بھٹک جاؤ گے۔[۳]

حضرت مصعب بن سعد رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے والد جب مسجد میں نماز پڑھتے تو مختصر پڑھتے، البتہ رکوع اور سجدہ پورا کرتے اور گھر میں جب نماز پڑھتے تو نماز، رکوع اور سجدہ سب کچھ لمبا کرتے۔ میں نے کہا ابا جان! جب آپ مسجد میں نماز پڑھتے ہیں تو مختصر پڑھتے ہیں اور جب گھر میں نماز پڑھتے ہیں تو لمبی پڑھتے ہیں؟ انھوں نے کہا اے میرے بیٹے! ہم امام ہیں لوگ ہمارے پیچھے چلتے ہیں، ہماری اقتداء کرتے ہیں۔[۴]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اپنے سے پہلے لوگوں کے پیچھے چلو، اپنی طرف سے نئے نئے طریقے مت چلاؤ (تمہیں عقل لڑانے کی ضرورت نہیں ہے) اللہ کے رسول اور صحابہ تمہیں سب کچھ کر کے دے گئے ہیں۔[۵] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرنا اور ان کی فضیلت کا اعتراف کرنا دونوں سنت

۱۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۲ ص ۱۹۱)   ۲۔ اخرجه ابن عبدالبرؒ فی جامع العلم (ج ۲ ص ۹۷) و اخرج ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۰۵) بمعناه عن ابن عمر رضی الله عنهما کما تقدم فی صفة الصحابة الکرام

۳۔ اخرجه ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۹۷) و اخرجه ابن ابی شیبة ابن عساکر عن مصعب بن سعد کمافی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۳)

۴۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۸۲) رجاله رجال الصحیح

۵۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۸۱) رجاله رجال الصحیح

میں سے ہیں۔[۱]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے زمانہ کے لوگوں کے نقش قدم پر چلنے سے بچو کیونکہ ایک آدمی جنت والوں کے عمل کرتا ہے پھر اللہ کے علم کے مطابق وہ پلٹا کھا جاتا ہے اور دوزخ والوں کے عمل کرنے لگ جاتا ہے اور وہ دوزخی بن کر مرتا ہے اور ایک آدمی دوزخ والوں کے عمل کر رہا ہوتا ہے پھر وہ اللہ کے علم کے مطابق پلٹا کھا جاتا ہے اور جنت والوں کے عمل کرنے لگ جاتا ہے اور جنتی بن کر مرتا ہے۔ اگر تم نے ضرور ہی کسی کے پیچھے چلنا ہے تو پھر تم ان لوگوں کے پیچھے چلو جن کا خاتمہ ایمان واعمال صالحہ پر ہو چکا ہے اور وہ دنیا سے جا چکے ہیں۔ جو ابھی زندہ ہیں ان کے پیچھے مت چلو! کیونکہ کسی زندہ انسان کے بارے میں اطمینان نہیں کیا جا سکتا نہ معلوم کب گمراہ ہو جائے)۔[۲]

حضرت ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ کچھ لوگ مغرب کے بعد سے مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان میں ایک آدمی ہے جو کہہ رہا ہے اتنی مرتبہ اللہ اکبر اتنی مرتبہ سبحان اللہ اور اتنی مرتبہ الحمدللہ کہو حضرت عبداللہ نے پوچھا پھر کیا وہ لوگ کہہ رہے ہیں؟ اس آدمی نے کہا جی ہاں۔ فرمایا آئندہ جب تم انہیں ایسا کرتے ہوئے دیکھو تو مجھے آ کر بتانا (چنانچہ اس نے آ کر بتایا تو) حضرت عبداللہؓ ان کے پاس گئے اور انھوں نے ٹوپی والا جبہ پہن رکھا تھا اور ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ حضرت عبداللہؓ ذرا تیز مزاج آدمی تھے۔ جب انھوں نے ان لوگوں کو وہ کلمات اس ترتیب سے کہتے ہوئے سنا تو کھڑے ہو کر فرمایا میں عبداللہ بن مسعود ہوں۔ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم نے اس بدعت کو لا کر بڑا ظلم کیا ہے اور تم اس طرح تو حضرت محمد ﷺ کے صحابہ سے علم میں آگے نکل گئے ہو (وہ تو اس طرح ذکر نہیں کیا کرتے تھے) حضرت معضد نے کہا ہم تو کوئی بدعت لا کر ظلم نہیں کرنا چاہتے اور نہ ہم علم میں حضورؐ کے صحابہ سے آگے نکل گئے ہیں۔ پھر حضرت عمرو بن عتبہ نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! ہم اللہ سے معافی مانگتے ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا تم صحیح راستہ پر چلتے رہو بلکہ اسے ہی چمٹے رہو اللہ کی قسم! اگر تم ایسا کرو گے تو تم بہت آگے نکل جاؤ گے اور راستہ سے ہٹ کر دائیں بائیں ہو جاؤ گے تو بہت زیادہ بھٹک جاؤ گے۔[۳] حضرت ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ کچھ لوگ مغرب اور عشاء کے درمیان بیٹھتے ہیں۔ آگے پچھلی حدیث

۱۔ عند ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۱۸۷)

۲۔ اخرجه ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۱۱۵)

۳۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۴ ص ۳۸۱) و اخرجه ایضا من طریق ابی الزعراء قال جاء المسیب بن نجیة الی عبدالله فقال انی ترکت قوما فی المسجد فذکر نحوه

جیسا مضمون ذکر کیا اور بعد میں یہ ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا تم نے اس بدعت کو شروع کر کے بڑا ظلم کیا ہے کیونکہ اگر یہ بدعت نہیں ہے تو پھر ہمیں حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کو (نعوذ باللہ من ذلک) گمراہ قرار دینا پڑے گا۔ اس پر حضرت عمرو بن عتبہ بن فرقد نے کہا میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں اے ابن مسعود اور اس کام سے توبہ کرتا ہوں پھر آپ نے انہیں بکھر جانے کا حکم دیا۔

حضرت ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی مسجد میں دو حلقے دیکھے تو ان دونوں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور فرمایا کون سا حلقہ پہلے شروع ہوا تھا؟ ایک حلقہ والوں نے کہا ہمارا تو دوسرے حلقے والوں سے فرمایا تم لوگ اٹھ کر اسی میں آجاؤ اور یوں دو حلقوں کو ایک کر دیا۔[1] طبرانی کی ایک صحیح اور مختصر روایت میں یہ ہے کہ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کپڑا اوڑھے ہوئے آئے اور فرمایا جو مجھے جانتا ہے وہ تو مجھے جانتا ہی ہے اور جو نہیں جانتا تو میں تعارف کرا دیتا ہوں کہ میں عبداللہ بن مسعود ہوں کیا تم لوگ حضرت محمد ﷺ اور ان کے صحابہ سے بھی زیادہ ہدایت یافتہ ہو یا تم نے گمراہی کی دم پکڑ رکھی ہے؟

حضرت عمرو بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ مغرب اور عشاء کے درمیان حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا اے ابوعبدالرحمٰن! ذرا ہمارے پاس باہر آئیں؟ چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ باہر آئے اور فرمایا اے ابوموسیٰ! آپ اس وقت کیوں آئے؟ حضرت ابوموسیٰؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں نے ایک ایسا کام دیکھا ہے جو ہے تو خیر لیکن اسے دیکھ کر میں پریشان ہو گیا ہوں، ہے تو وہ خیر لیکن اس نے مجھے چونکا دیا ہے۔ کچھ لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک آدمی کہہ رہا ہے اتنی دفعہ سبحان اللہ کہو، اتنی دفعہ الحمدللہ کہو، چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ اسی وقت چل پڑے اور ہم بھی ان کے ساتھ گئے یہاں تک کہ ان لوگوں کے پاس پہنچ گئے اور فرمایا تم لوگ کتنی جلدی بدل گئے ہو، حالانکہ حضور ﷺ کے صحابہ ابھی زندہ ہیں اور حضورؐ کی بیویاں ابھی جوان ہیں اور حضورؐ کے کپڑے اور برتن ابھی اپنی اصلی حالت پر ہیں ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ تم اپنی برائیاں گنو، میں اس بات کا ضامن ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیاں گننے لگیں گے۔[2]

حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں اپنے والد (حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے پوچھا تم کہاں تھے؟ میں نے کہا مجھے کچھ لوگ ملے تھے، میں نے ان سے بہتر آدمی کبھی نہیں دیکھے وہ لوگ اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ پھر ان

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۸۱) رواه الطبرانی فی الکبیر وفیه عطاء بن السائب وهو ثقة ولکنه اختلط ۲۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر ایضا قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۸۱) وفیه مجالدبن سعید وثقه النسائی وضعفه البخاری و احمد بن حنبل و یحییٰ

میں سے ایک آدمی کانپنے لگا اور تھوڑی دیر میں اللہ کے ڈر سے بے ہوش ہوگیا۔ اس لئے میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔ انھوں نے کہا، اس کے بعد ان کے ساتھ کبھی نہ بیٹھنا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ان کی اس بات کا میں نے اثر نہیں لیا تو فرمایا میں نے حضور ﷺ کو قرآن پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور میں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو بھی قرآن پڑھتے ہوئے دیکھا ہے ان حضرات پر تو ایسی حالت طاری نہیں ہوتی تھی تو تمہارا کیا خیال ہے یہ لوگ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ سے بھی زیادہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں؟ اس پر مجھے بات سمجھ میں آگئی کہ بات یونہی ہے اور میں نے ان لوگوں کو چھوڑ دیا۔[1]

حضرت ابو صالح سعید بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابن عتر تجیبی کھڑے ہو کر لوگوں میں قصہ گوئی کر رہا تھا تو اس سے حضور ﷺ کے صحابی حضرت صلہ بن حارث غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نے حضورؐ کے عہد کو چھوڑا نہیں ہے اور کوئی قطع رحمی نہیں کی ہے تو پھر تم اور تمہارے ساتھی کہاں سے ہمارے درمیان (قصہ گوئی کے لئے) کھڑے ہوگئے ہو (اور اپنی بڑائی کے اظہار کے لئے یہ قصہ گوئی کر رہے ہو۔)[2]

حضرت عمرو بن زرارہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں بیان کر رہا تھا کہ اتنے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آ کر کھڑے ہوگئے اور فرمایا تم نے گمراہی والی بدعت ایجاد کی ہے یا تم حضرت محمد ﷺ اور ان کے صحابہ سے زیادہ ہدایت والے ہوگئے ہو، میں نے دیکھا کہ یہ بات سنتے ہی تمام لوگ اٹھ کر ادھر ادھر چلے گئے اور میری جگہ پر ایک آدمی بھی نہ رہا۔[3]

جس رائے کا قرآن و حدیث سے ثبوت نہ ہو ایسی بے اصل رائے سے بچنا

حضرت ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر فرمایا اے لوگو! حتمی اور درست رائے تو صرف حضورؐ کی ہی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی انہیں یہ رائے سمجھاتے تھے اور ہماری رائے تو بس گمان اور تکلف ہی ہے۔ (اس کا صحیح ہونا ضروری

۱ـ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۳ ص ۱۶۷) ۲ـ اخرجه الطبراني في الكبير قال الهيثمي (ج ۱ ص ۱۸۹) واسناده حسن. ا ه و اخرجه ايضا البخاري والبغوى و محمد بن الربيع الجيزى وقال ابن السكن ليس لصلة غير هذا الحديث كذافي الاصابة (ج ۲ ص ۱۹۳)

۳ـ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۱ ص ۱۸۹) رواه الطبراني في الكبير وله اسناد ان احد هما رجاله رجال الصحيح. انتهى

نہیں) ۱ حضرت صدقہ بن ابی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اپنی رائے پر چلنے والے سنتوں کے دشمن ہیں۔ سستی کی وجہ سے سنتیں یاد نہیں کیں اور جتنی یاد کی تھیں انہیں محفوظ نہیں رکھا۔ اور جب ان سے ایسی بات پوچھی گئی جس کا جواب نہیں آتا تھا تو شرم کے مارے یہ نہیں کہا کہ ہم نہیں جانتے اس لئے سنتوں کے مقابلہ میں اپنی رائے لے آئے۔ ایسے لوگوں سے بالکل بچ کر رہنا۔ ۲ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا سنت تو وہ ہے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مقرر فرمایا۔ تم اپنی غلط رائے کو امت کے لئے سنت مت بناؤ۔ ۳ کنز کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا (سورت نجم آیت ۲۸) ترجمہ "اور یقیناً بے اصل خیالات امر حق (کے اثبات) میں ذرا بھی مفید نہیں ہوتے۔"

حضرت عمر بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عمرؓ سے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو کچھ سمجھایا ہے آپ اس کے مطابق فیصلہ کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسی بات نہ کہو کیونکہ یہ تو حضور کی خصوصیت تھی (کہ ان کی ہر بات اللہ کی طرف سے ہوتی تھی۔ ہمارے دل میں جو بات آتی ہے وہ شیطان کی طرف سے بھی ہو سکتی ہے یہ حضرت عمرؓ کی تواضع ہے۔) ۴

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا یوں مت کہا کرو کہ بتائیں آپ کی کیا رائے ہے؟ بتائیں آپ کی کیا رائے ہے؟ کیونکہ تم سے پہلے والے اس طرح کہنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے اور ایک چیز پر دوسری چیز کا قیاس نہ کیا کرو ورنہ تمہارے قدم جمنے کے بعد پھسل جائیں گے اور جب تم میں سے کسی سے ایسی بات پوچھی جائے جو وہ نہ جانتا ہو تو کہہ دے کہ اللہ ہی جانتے ہیں کیونکہ یہ (کہنا) بھی ایک تہائی علم ہے۔ ۵

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر آنے والا سال پہلے سال سے برا ہوگا (اپنی ذات کے اعتبار سے تو) کوئی سال کسی سال سے بہتر نہیں۔ کوئی جماعت کسی جماعت سے بہتر نہیں لیکن ہوگا یوں کہ تمہارے علماء اور تمہارے بھلے اور بہترین لوگ چلے جائیں گے اور پھر ایسے لوگ آجائیں گے۔ جو اپنی رائے سے تمام کاموں میں قیاس کرنے لگ جائیں گے۔ اس طرح اسلام میں شگاف پڑ جائے گا اور وہ گر جائے گا۔ ۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں (دین

---

۱ ۔ اخرجه ابن عبدالبر في جامع العلم (ج ۲ ص ۱۳۴)

۲ ۔ عند ابن عبدالبر ایضا (ج ۲ ص ۱۳۵) ۳ ۔ عند ابن عبدالبر ایضا (ج ۲ ص ۱۳۶) و اخرج الحدیث الاول ابن ابی حاتم والبیهقی ایضا عن عمر مثله کمافی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۱)

۴ ۔ اخرجه ابن المنذر كذافي الكنز (ج ۵ ص ۲۴۱)

۵ ۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۸۰) والشعبی لم یسمع من ابن مسعود وفیه جابر الجعفی وهو ضعیف. انتهی ۶ ۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۸۰) وفیه مجالد بن سعید وقد اختلط ا ه و اخرجه ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۱۳۵) بنحوه

میں) اصل تو اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اس کے بعد جو اپنی رائے سے کچھ کہے گا تو مجھے معلوم نہیں کہ اسے وہ اپنی نیکیوں میں پائے گا یا برائیوں میں۔[1]

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا گیا۔ انھوں نے فرمایا مجھے اپنے رب سے اس بات سے حیا آتی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی امت کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ کہوں۔[2]

نبی کریم ﷺ کے صحابہ ؓ کا اجتہاد کرنا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے مجھے یمن بھیجا تو فرمایا جب تمہارے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہوگا تو تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ میں نے کہا اللہ کی کتاب کے مطابق حضور ؐ نے فرمایا اگر تم اسے اللہ کی کتاب میں نہ پاؤ تو پھر؟ میں نے کہا رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق حضور ؐ نے فرمایا اگر تم اسے رسول اللہ کی سنت میں نہ پاؤ تو پھر؟ میں نے کہا تو پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور (سوچ بچار میں) کوئی کمی نہیں کروں گا۔ اس پر حضور ؐ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے رسول اللہ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائی جس سے اللہ کے رسول خوش ہیں۔[3]

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی آدمی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ اس چیز سے ڈرنے والا نہیں تھا جسے وہ نہ جانتا ہو اور حضرت ابوبکر ؓ کے بعد کوئی آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ ڈرنے والا نہیں تھا۔ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر ؓ کے سامنے ایک مسئلہ پیش ہوا۔ انھوں نے اس کے لئے اللہ کی کتاب میں کوئی اصل نہ پائی اور نہ ہی سنت میں کوئی نشان پایا تو فرمایا اب میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اگر ٹھیک فیصلہ ہوا تو اللہ کی طرف سے اور اگر غلط فیصلہ ہوا تو میری طرف سے اور میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔[4]

حضرت شریح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ خط لکھا کہ جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئے تو اس میں اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرو اور اگر تمہارے پاس ایسا مقدمہ آئے جو کتاب اللہ میں نہیں ہے تو پھر اس میں سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق فیصلہ کرو اور اگر ایسا مقدمہ آئے جو نہ کتاب اللہ میں ہے اور نہ سنت رسول میں تو پھر وہ فیصلہ کرو جس پر علماء کا اجماع و اتفاق ہو اور اگر ایسا مقدمہ آئے جو نہ کتاب اللہ میں ہے اور نہ سنت رسول ؐ میں اور نہ اس

۱۔ اخرجہ ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۱۳۶)

۲۔ اخرجہ ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۳۳)

۳۔ اخرجہ ابو داؤد و الترمذی والدارمی کذافی المشکوۃ (ج ۲ ص ۳۱۶)

۴۔ اخرجہ ابن سعد وابن عبدالبر فی العلم کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۱)

میں کسی عالم نے کوئی بات کی ہے تو پھر دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کرلو چاہو تو آگے بڑھ کر اپنی رائے سے اجتہاد کر کے فیصلہ کرلو اور چاہو تو پیچھے ہٹ جاؤ (اور کوئی فیصلہ نہ کرو) اور میرے خیال میں پیچھے ہٹنا تمہارے لئے بہتر ہی ہے۔[۱]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جسے کسی معاملہ میں فیصلہ کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو اسے چاہئے کہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرے اور اگر ایسا معاملہ ہو جو کتاب اللہ میں نہیں ہے تو پھر اس میں وہ فیصلہ کرے جو اللہ کے نبی کریم ﷺ نے کیا اور اگر ایسا معاملہ پیش آجائے جو نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ اس کے بارے میں اللہ کے نبیؐ نے کوئی فیصلہ کیا ہو تو پھر اس میں وہ فیصلہ کرے جو نیک لوگوں نے کیا ہو اور اگر ایسا معاملہ پیش آجائے جو نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ اللہ کے نبیؐ اور نیک بندوں نے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کیا ہو تو پھر اپنی رائے سے اجتہاد کرے اور اپنی اس بات پر پکا رہے اور شرمائے نہیں۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ پھر اپنی رائے سے اجتہاد کرے اور یہ ہرگز نہ کہے میرا خیال تو ایسا ہے، البتہ میں ڈرتا بھی ہوں کیونکہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے، البتہ ان دونوں کے درمیان بہت سے مشتبہ امور ہیں (جن کا حلال یا حرام ہونا واضح نہیں ہے) اس لئے وہ کام چھوڑ دو جن میں کسی قسم کا شک ہے اور وہ کام اختیار کرو جن میں کوئی شک نہیں ہے۔[۲]

حضرت عبداللہ بن ابی یزیدؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ معمول دیکھا کہ جب ان سے کوئی چیز پوچھی جاتی اور وہ اللہ کی کتاب میں ہوتی تو وہ فرمادیتے اور وہ اللہ کی کتاب میں نہ ہوتی لیکن اس کے بارے میں حضورؐ سے کچھ منقول ہوتا تو وہ فرمادیتے اور اگر وہ اللہ کی کتاب میں نہ ہوتی اور حضورؐ سے بھی کچھ منقول نہ ہوتا لیکن حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی طرف سے کچھ منقول ہوتا تو وہ فرمادیتے اور اگر وہ اللہ کی کتاب میں نہ ہوتی اور حضورؐ سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ سے بھی کچھ منقول نہ ہوتا تو پھر اپنی رائے سے اجتہاد کرتے۔[۳]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب ہمارے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی مضبوط دلیل آجاتی تو ہم اس کے برابر کسی کو نہ سمجھتے (بلکہ اسی کو اختیار کر لیتے)۔[۴]

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کیا یہ چیز پیش آچکی ہے؟ میں نے کہا نہیں تو فرمایا جب تک یہ پیش نہ آجائے اس وقت تک ہمیں آرام کرنے دو۔ جب پیش آجائے گی تو پھر ہم کوشش کر کے اپنی رائے

۱۔ اخرجه ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۵۶) عن الشعبی

۲۔ اخرجه ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۵۷) ۳۔ اخرجه ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۵۷)

۴۔ عند ابن عبدالبر ایضاو اخرج ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۱) الحدیث الاول بمعناه

بتادیں گے۔[1]

فتویٰ دینے میں احتیاط سے کام لینا اور صحابہؓ میں کون فتویٰ دیا کرتے تھے؟

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضور ﷺ کے ایک سو بیس صحابہؓ کو مسجد میں پایا کہ ان میں جو حدیث بیان کرنے والے تھے وہ یہ چاہتے تھے کہ ان کا بھائی حدیث بیان کردے اور انہیں حدیث بیان نہ کرنی پڑے اور ان میں جو بھی مفتی تھے وہ یہ چاہتے تھے کہ ان کا بھائی فتویٰ دے دے اور خود انہیں فتویٰ نہ دینا پڑے۔[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ آدمی پاگل ہے کہ اس سے جو بھی فتویٰ پوچھا جائے وہ فوراً فتویٰ دے دے۔[3]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگوں کو فتویٰ دینے والے آدمی تین طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ آدمی جو قرآن کے ناسخ و منسوخ کو جانتا ہے، دوسرا وہ امیر جماعت جسے فتویٰ دیئے بغیر چارہ نہیں اور تیسرا احمق۔[4]

حضرت ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہما سے فرمایا کیا مجھے یہ خبر نہیں ملی کہ تم امیر نہیں ہو پھر بھی تم لوگوں کو فتویٰ دیتے ہو؟ جسے امارت کی راحت ملی ہے اسے ہی امارت کی مشقت بھی اٹھانے دو یعنی جو امیر ہے اسے ہی فتویٰ کی ذمہ داری اٹھانے دو تم فتویٰ نہ دو۔[5]

حضرت ابومنہال رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت زید بن ارقم اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہم سے سونے چاندی کی خرید و فروخت کے بارے میں پوچھا تو میں نے جس سے بھی پوچھا اس نے یہی کہا تم دوسرے سے پوچھ لو کیونکہ وہ مجھ سے بہتر اور مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے۔ اس کے بعد سونے چاندی کی خرید و فروخت کے بارے میں حدیث ذکر کی۔[6]

۱۔ اخرجه ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۵۸) ۲۔ اخرجه ابن عبدالبر فی الجامع (ج ۲ ص ۱۶۳) و اخرجه ابن سعد (ج ۶ ص ۱۱۰) عن عبدالرحمن نحوه وزادمن الانصار

۳۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۱۶۵) و هکذا اخرجه عن ابن عباس رضی الله عنهما و اخرجه الطبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود نحوه ورجاله موثقون کما قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۸۳) ۴۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۱۶۶)

۵۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۱۲۶) وزادفی روایة اخری (ج ۲ ص ۱۴۳)

۶۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۲ ص ۱۶۲)

حضرت ابو حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب تو ہر آدمی اس مسئلہ میں فتویٰ دے رہا ہے حالانکہ اگر یہ مسئلہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوتا تو اس کے لئے وہ تمام بدری صحابہؓ کو جمع کر لیتے (اور پھر ان کے مشورہ سے فتویٰ دیتے)۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ حضورؐ کے زمانے میں کون فتویٰ دیا کرتا تھا؟ انھوں نے فرمایا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور میرے علم میں ان دو کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔[2] حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم حضورؐ کے زمانے میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔[3]

حضرت فضیل بن ابی عبداللہ بن دینار اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے تھے جو حضورؐ کے زمانے میں اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں حضورؐ سے سنی ہوئی احادیث کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔[4]

حضرت ابو عطیہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی آیا اور اس نے ایک مسئلہ پوچھا حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کیا تم نے یہ مسئلہ میرے علاوہ کسی اور سے بھی پوچھا ہے؟ اس آدمی نے کہا ہاں میں نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی پوچھا اور انھوں نے اس کا یہ جواب دیا تھا۔ جواب سن کر حضرت عبداللہؓ نے اس کی مخالفت کی۔ اس پر حضرت ابو موسیٰؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا جب تک یہ بڑے عالم تم میں ہیں مجھ سے کچھ نہ پوچھا کرو۔[5] حضرت ابو عمرو شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تک یہ بڑے عالم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تم میں ہیں مجھ سے کچھ نہ پوچھا کرو۔[6]

حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے زمانے میں فتویٰ دینے والے حضرات تین مہاجرین میں سے تھے اور تین انصار میں سے تھے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔[7]

۱۔ اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۵ ص ۲۴۱)

۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۵۱) ۳۔ عند ابن سعد ايضا

۴۔ عند ابن سعد ايضا (ج ۴ ص ۱۵۷) و اخرجه ابن عساكر عن عبدالله بن دينار الاسلمي عن ابيه مثله كما في المنتخب (ج ۵ ص ۷۷) ۵۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۶۰)

۶۔ عند ابن سعد ايضا و اخرجه ابو نعيم في الفتوىٰ (ج ۱ ص ۱۲۹) عن ابي عطيه و عامر عن ابي موسىٰ قوله نحوه ۷۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۶۷)

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضورؐ کے صحابہ میں سے فتویٰ دینے والے حضرات یہ تھے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت زید، حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم۔ ل

حضرت قبیصہ بن ذویب بن حلحلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانے میں اور جب تک حضرت علیؓ مدینہ میں رہے اس وقت تک وہ مدینہ میں قضاء، فتویٰ، قرات اور فرائض و میراث میں امام تھے اور حضرت علیؓ کے مدینہ سے چلے جانے کے بعد بھی وہ پانچ سال مزید امام رہے پھر سنہ چالیس میں حضرت معاویہؓ خلیفہ بنے تو بھی یہی امام تھے یہاں تک کہ سنہ پینتالیس میں حضرت زید کا انتقال ہو گیا۔ ۲

حضرت عطاء بن یسارؒ کہتے ہیں حضرت عمر اور حضرت عثمانؓ حضرت ابن عباسؓ کو بلایا کرتے تھے اور وہ بھی بدری صحابہؓ کے ساتھ مشورہ دیا کرتے تھے اور حضرت ابن عباسؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں فتویٰ دیا کرتے تھے اور پھر انتقال تک حضرت ابن عباسؓ کا یہی مشغلہ رہا۔ ۳

حضرت زیاد بن میناءؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت رافع بن خدیج، حضرت سلمہ بن اکوع، حضرت ابوواقد لیثی اور حضرت عبداللہ بن بحینہؓ اور ان جیسے اور صحابہؓ مدینہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے اور حضور ﷺ کی طرف سے حدیثیں بیان کیا کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے انتقال پر یہ دونوں دینی خدمتیں ان حضرات کو میسر ہوئیں اور یہ سب اپنے انتقال تک ان میں ہی لگے رہے اور پھر ان میں سے فتویٰ میں زیادہ قابل اعتماد حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت ابوہریرہ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ تھے۔ ۴

حضرت قاسمؒ کہتے ہیں حضرت عائشہؓ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں مستقل فتویٰ دیا کرتی تھیں اور پھر انتقال تک ان کا یہی مشغلہ رہا۔ اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے۔ میں ہر وقت ان کے ساتھ رہا کرتا تھا اور وہ میرے ساتھ بہت اچھا سلوک فرمایا کرتی تھیں (حضرت قاسمؒ حضرت عائشہؓ کے بھتیجے تھے) آگے اور حدیث ذکر کی۔ ۵

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے علوم

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں اس حال میں چھوڑ کر گئے کہ آسمان میں جو بھی

۱۔ عند ابن سعد ایضا (ج ۸ ص ۱۶۸)
۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۷۵)
۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۱)
۴۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۷)
۵۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۹)

پرندہ اپنے دونوں پروں کو ہلاتا ہے اس سے ہمیں (حضور کا سکھایا ہوا) کوئی نہ کوئی علم یاد آجاتا ہے۔ طبرانی کی روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو چیز بھی جنت کے قریب کرنے والی اور دوزخ کی آگ سے دور کرنے والی ہے۔ وہ تمہارے لیئے بیان کر دی گئی ہے۔[۱]

حضرت عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے ایک ہزار مثالیں (کہاوتیں) سمجھی ہیں۔[۲]

حضرت عائشہؓ نے ایک حدیث ذکر کی جس میں یہ بھی فرمایا کہ (حضور ﷺ کی وفات کے موقع پر) جس چیز کے بارے میں صحابہ کرامؓ میں اختلاف ہو جاتا تو میرے والد (حضرت ابوبکر) ایسی حدیث سناتے جسے سن کر سب مطمئن ہو جاتے اور فیصلہ کن بات سامنے آجاتی۔ صحابہؓ نے یہ سوال کیا کہ حضور ﷺ کو کہاں دفن کیا جائے؟ تو اس بارے میں ہمیں کسی کے پاس کوئی علم (قرآن یا حدیث کا) نہ مل سکا لیکن حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کی جس جگہ روح قبض کی جاتی ہے اسی جگہ اسے دفن کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی حضور کی میراث کے بارے میں صحابہؓ میں اختلاف ہوا تو ہمیں اس بارے میں کسی کے پاس کوئی علم نہ مل سکا لیکن حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہم انبیاء کی جماعت کسی کو وارث نہیں بناتے اور جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوا کرتا ہے۔[۳]

حضرت ابو وائلؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ اگر حضرت عمرؓ کے علم کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور تمام زمین والوں کے علم کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو حضرت عمرؓ کے علم والا پلڑا جھک جائے گا۔ حضرت اعمشؒ کہتے ہیں میرے دل نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ میں نے جا کر حضرت ابراہیمؒ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا تم اسے نہیں مان رہے ہو اور اللہ کی قسم! حضرت عبداللہؓ نے تو اس سے آگے کی بھی بات کہہ رکھی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ جس دن حضرت عمرؓ دنیا سے گئے اس دن علم کے دس حصوں میں سے نو حصے چلے گئے۔[۴]

حضرت عمرؓ کی وفات کے بارے میں ایک لمبی حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ ارشاد منقول

۱۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج۸ص ۲۶۳) رواه احمد والطبراني ورجال الطبراني رجال الصحيح غير محمد بن عبدالله بن يزيد المقرى وهو ثقة وفي اسناد احمد من لم يسم. انتهى واخرجه الطبراني عن ابي الدرداء مثل حديث ابي ذر عند احمد قال الهيثمي (ج۸ص ۲۶۴) ورجاله رجال الصحيح. اه واخرجه ابن سعد (ج۴ص ۱۷۰) عن ابي ذر مثله

۲۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج۸ص ۲۶۴) واسناده حسن

۳۔ اخرجه البغوى وابن عساكر وغيرهما كذافي منتخب الكنز (ج۴ص ۳۴۶)

۴۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج۹ص ۶۹) رواه الطبراني باسانيد ورجال و هذا رجال الصحيح غير اسد بن موسى وهو ثقة. انتهى و اخرجه ابن سعد (ج۴ص ۱۵۳) نحوه

ہے کہ حضرت عمرؓ ہم میں اللہ کو سب سے زیادہ جاننے والے، اللہ کی کتاب کو ہم سب سے زیادہ پڑھنے والے اور اللہ کے دین کی ہم سب سے زیادہ سمجھ رکھنے والے تھے۔[۱]

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کا علم اتنا زیادہ تھا کہ اس کے سامنے تمام لوگوں کا علم اتنا کم لگتا تھا کہ جیسے وہ کسی سوراخ میں چھپا کر رکھا ہوا ہو۔[۲] مدینہ کے ایک صاحب کہتے ہیں میں حضرت عمرؓ کے پاس گیا تو مجھے ان کے سامنے فقہا بچوں کی طرح نظر آئے۔ وہ دینی سمجھ اور علم کی وجہ سے تمام فقہا پر حاوی تھے۔[۳]

حضرت ابو اسحٰقؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ سے شادی کی تو حضرت فاطمہؓ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے میری ان سے شادی کر دی ہے ان کی آنکھیں کمزور ہیں پیٹ بڑا ہے (شکل و صورت اچھی نہیں) حضورؐ نے فرمایا میں نے تمہاری جن سے شادی کی ہے ان کے فضائل یہ ہیں کہ میرے صحابہ میں سب سے پہلے اسلام لائے اور ان کا علم ان سب سے زیادہ ہے اور یہ ان میں سب سے زیادہ بردبار ہیں (اے فاطمہ! صورت نہ دیکھو سیرت دیکھو)۔[۴] حضرت معقل بن یسارؓ کی روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا (اے فاطمہ!) کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں نے تمہاری شادی ایسے آدمی سے کی ہے جو میری امت میں سب سے پرانے اسلام لانے والے، سب سے زیادہ علم والے اور سب سے زیادہ بردبار ہیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جو آیت بھی نازل ہوئی اس کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ کس معاملہ میں نازل ہوئی؟ اور کہاں نازل ہوئی؟ اور کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی؟ میرے رب نے مجھے سمجھدار دل اور خوب بولنے والی فصیح زبان دی ہے۔[۵] حضرت سعید بن مسیبؒ نے فرمایا حضرت عمرؓ اس مشکل مسئلہ سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے جس کے حل کے لیے حضرت ابو حسن یعنی حضرت علیؓ موجود نہ ہوں۔[۶]

حضرت مسروقؒ کہتے ہیں حضرت عبداللہؓ نے فرمایا جو سورت بھی نازل ہوئی مجھے معلوم ہے کہ وہ کس بارے میں نازل ہوئی؟ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کوئی آدمی مجھ سے زیادہ اللہ کی کتاب کو جاننے والا ہے اور اونٹ اور سواریاں مجھے اس تک پہنچا سکتی ہیں تو میں اس کے پاس ضرور جاؤں گا۔[۷] حضرت مسروقؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ کی مجلسوں میں بہت بیٹھا

۱۔ اخرجه الطبراني كذافي مجمع الزوائد (ج ۹ ص ۶۹) ۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۵۳)

۳۔ عند ابن سعد ايضا ۴۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۹ ص ۱۰۲) هو مرسل صحيح الاسناد.

اه واخرجه الطبراني واحمد عن معقل بن يسار فذكر الحديث قال الهيثمي (ج ۹ ص ۱۰۱) وفيه خالد بن طهمان وثقه ابو حاتم وغيره بقية رجاله ثقات

۵۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۵۴)

۶۔ عند ابن سعد ايضا (ج ۴ ص ۱۵۴) ۷۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۵۹)

ہوں۔ میں نے انہیں (دینی فیضان میں) تالاب کی طرح پایا کسی تالاب سے ایک آدمی سیراب ہوتا ہے اور کسی تالاب سے دو اور کسی سے دس اور کسی سے سو آدمی سیراب ہوتے ہیں اور بعض تالاب اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ ساری زمین والے اس سے سیراب ہو جائیں۔ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو اسی بڑے تالاب کی طرح پایا (ان سے ساری دنیا سیراب ہوتی تھی)۔[1]

حضرت زید بن وہبؒ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے کہ سامنے سے حضرت عبداللہؓ آئے۔ جب حضرت عمرؓ نے انہیں آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ دین کی سمجھ اور علم سے بھری ہوئی کوٹھی ہیں۔ حضرت اسد بن وداعہؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابن مسعودؓ کا ذکر فرمایا اور فرمایا یہ تو علم سے بھری ہوئی کوٹھی ہیں اور انہیں قادسیہ بھیج کر میں نے قادسیہ والوں کو اپنے پر ترجیح دی ہے۔[2]

حضرت ابوالبختریؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت علیؓ کی خدمت میں گئے اور ہم ان سے حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ کے بارے میں پوچھنے لگے۔ انہوں نے فرمایا کس صحابی کے بارے میں پوچھتے ہو؟ ہم نے کہا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں ہمیں کچھ بتا دیں۔ انہوں نے فرمایا انہوں نے قرآن و حدیث کا علم حاصل کیا اور علم کی انتہا کو پہنچ گئے اور یہی بات ان کے زیادہ علم والا ہونے کے لیئے کافی ہے پھر ہم نے عرض کیا حضرت ابو موسیٰؓ کے بارے میں کچھ فرما دیں۔ فرمایا انہیں علم میں اچھی طرح رنگا گیا پھر اچھی طرح رنگ ہو کر باہر نکلے پھر ہم نے عرض کیا حضرت عمار بن یاسرؓ کے بارے میں کچھ بتا دیں۔ فرمایا وہ ایسے مومن ہیں جو بھول گئے تھے اور جب انہیں یاد دلایا گیا تو انہیں یاد آ گیا تھا پھر ہم نے عرض کیا ہمیں حضرت حذیفہؓ کے بارے میں کچھ فرما دیں۔ فرمایا وہ حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ میں منافقوں کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ پھر ہم نے عرض کیا حضرت ابوذرؓ کے بارے میں کچھ بتا دیں فرمایا انہوں نے علم تو خوب اچھی طرح حاصل کیا تھا اور خوب یاد تھا لیکن پھر اس کے پھیلانے میں کامیاب نہ ہو سکے (آخر میں طبیعت میں سختی زیادہ ہو گئی تھی) پھر ہم نے عرض کیا حضرت سلمان فارسیؓ کے بارے میں کچھ بتائیں فرمایا انہوں نے پہلا علم بھی حاصل کیا تھا (جو پہلے نبی لے کر آئے تھے) اور بعد والا علم بھی حاصل کیا (جو حضور ﷺ لے کر آئے تھے) وہ علم کا ایسا سمندر ہیں جس کی گہرائی کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اور وہ ہمارے گھرانے میں سے ہیں۔ پھر ہم نے عرض کیا اے امیر المومنین! اب آپ اپنے بارے میں کچھ بتا دیں فرمایا تم لوگ اصل میں یہ بات پوچھنا چاہتے تھے۔ میں جب حضور ﷺ سے کچھ پوچھتا تو آپؐ اس کا جواب ارشاد فرما دیتے اور جب میں خاموش ہو جاتا تو آپؐ از خود گفتگو کی ابتداء فرماتے۔[3]

---

[1] عند ابن سعد ایضا [2] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۶۱)

[3] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۶۲)

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا حضرت معاذ بن جبلؓ مقتدا تھے اور اللہ کے فرمانبردار تھے اور سب طرف سے یکسو ہو کر ایک اللہ کے ہو گئے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے (حضرت فروہ بن نوفل اشجعی کہتے ہیں) میں نے عرض کیا ابو عبدالرحمٰن یعنی حضرت ابن مسعود سے غلطی ہو گئی ہے۔ یہ الفاظ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں استعمال فرمائے ہیں اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (سورت نحل آیت ۱۲۰) ترجمہ "بے شک ابراہیم علیہ السلام بڑے مقتدا تھے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔" حضرت ابن مسعودؓ نے دوبارہ ارشاد فرمایا حضرت معاذ بن جبلؓ مقتدا تھے اور اللہ کے فرمانبردار تھے اور سب طرف سے یکسو ہو کر ایک اللہ کے ہو گئے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے اس پر میں سمجھا کہ وہ حضرت معاذؓ کے بارے میں یہ الفاظ جان بوجھ کر استعمال کر رہے ہیں۔ اس پر میں خاموش ہو گیا۔ پھر انھوں نے فرمایا کیا تم جانتے ہو لفظ امت کا کیا مطلب ہے؟ لفظ قانت کا کیا مطلب ہے؟ میں نے کہا اللہ ہی جانتے ہیں (میں نہیں جانتا) فرمایا امت وہ انسان ہے جو لوگوں کو بھلائی اور خیر سکھائے اور قانت وہ ہے جو اللہ و رسول کا فرمانبردار ہو تو حضرت معاذؓ لوگوں کو خیر سکھایا کرتے تھے اور اللہ و رسولؐ کے فرمانبردار تھے۔

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضور ﷺ کے صحابہؓ کو غور سے دیکھا تو میں نے دیکھا کہ صحابہؓ کا علم چھ حضرات پر پہنچ کر ختم ہو گیا حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ، حضرت معاذ، حضرت ابوالدرداء اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم پھر میں نے ان چھ حضرات کو غور سے دیکھا تو ان کا علم حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہؓ پر پہنچ کر ختم ہو گیا۔

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں مدینہ گیا اور نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کے بارے میں پوچھا تو مجھے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مضبوط علم والوں میں سے نظر آئے۔[1]

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما (چھوٹی عمر کے نہ ہوتے اور) ہماری عمر کو پا لیتے تو ہم میں سے کوئی آدمی ان کے (علم کے) دسویں حصے کو نہ پا سکتا۔ اس روایت میں حضرت نضر راوی نے یہ بھی بڑھایا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ قرآن کے بہترین ترجمان تھے۔[2]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زیادہ علم کی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو سمندر کہا جاتا تھا۔[3]

حضرت لیث بن ابی سلیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے کہا

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۷۶) ۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۱)
۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۱)

اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ حضور ﷺ کے اکابر صحابہؓ کو چھوڑ کر ان نو عمر (صحابی) یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں؟ انھوں نے کہا میں نے حضورؐ کے ستر صحابہؓ کو دیکھا کہ جب ان میں کسی چیز کے بارے میں اختلاف ہو جاتا تو وہ حضرت ابن عباسؓ کے قول کی طرف رجوع کرتے۔[1]

حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاصؒ کہتے ہیں میں نے اپنے والد (حضرت سعد بن ابی وقاصؓ) کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ حاضر دماغ، زیادہ سمجھدار، زیادہ علم والا اور زیادہ بردبار کوئی نہیں دیکھا اور میں نے دیکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں مشکل مسائل کیلئے بلایا کرتے اور ان سے فرماتے تیار ہو جاؤ یہ مشکل مسئلہ تمہارے پاس آیا ہے (اور ان کے سامنے وہ مشکل مسئلہ رکھتے) پھر حضرت عمرؓ ان ہی کے قول پر فیصلہ کر دیتے حالانکہ ان کے اردگرد بہت سے بدری مہاجر اور انصاری صحابہ بیٹھے ہوئے ہوتے۔[2]

حضرت ابوزناد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بخار ہو گیا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان کے پاس عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا تمہاری بیماری کی وجہ سے ہمارا بڑا نقصان ہو رہا ہے اللہ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں۔[3]

حضرت طلحہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کو (اللہ کی طرف سے) بڑی سمجھ، عقل اور بہت علم دیا گیا تھا۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کسی (کی رائے) کو ان (کی رائے) پر ترجیح دی ہو۔[4]

حضرت محمد بن ابی بن کعب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے پھر حضرت ابن عباسؓ اٹھ کر چلے گئے تو میں نے حضرت ابی بن کعبؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ اس امت کے بہت بڑے عالم بن جائیں گے کیونکہ انہیں (اللہ کی طرف سے) عقل اور سمجھ بھی خوب ملی ہے اور حضور ﷺ نے ان کے لئے یہ دعا فرمائی ہے کہ اللہ انہیں دین کی سمجھ عطا فرمائے۔[5]

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تمام لوگوں میں علم کے اعتبار سے ایسے اونچے تھے جیسے کھجور کے چھوٹے درختوں میں لمبا درخت ہوتا ہے۔[6]

حضرت ابووائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اور میرا ایک ساتھی حج پر گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حج کے امیر تھے وہ سورت نور پڑھنے لگے اور ساتھ کے ساتھ اس کی تفسیر کرنے

۱۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۱) ۲۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۳)
۳۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۵) ۴۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۵)
۵۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۵) ۶۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۵)

لگے جسے سن کر میرے ساتھی نے کہا سبحان اللہ! اس آدمی کے سر سے کیا کچھ نکل رہا ہے؟ اگر ترک لوگ اسے سن لیں مسلمان ہو جائیں۔[1] دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابو وائل کہتے ہیں (تفسیر سن کر) میں نے کہا ان جیسی باتیں نہ تو میں نے کسی آدمی سے سنی ہیں اور نہ کہیں دیکھی ہیں۔ اگر فارس اور روم والے یہ سن لیتے تو مسلمان ہو جاتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے مجھ سے ایک مسئلہ پوچھا جو انہیں یمن سے حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔ میں نے انہیں اس کا جواب دیا تو فرمایا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تم نبوت کے گھرانے سے بولتے ہو۔[2]

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کچھ لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس اشعار کے لئے آتے کچھ لوگ نسب اور کچھ لوگ عرب کے واقعات معلوم کرنے آتے وہ ہر طرح کے لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور جس طرح چاہتے خوب گفتگو کرتے۔[3]

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کئی عمدہ صفات کی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تمام لوگوں پر فوقیت رکھتے تھے وہ گزشتہ علوم کو خوب جانتے تھے اور جب ان کے مشورے کی ضرورت ہوتی تو بہت سمجھداری کا مشورہ دیتے اور بردباری اور جود و سخا ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ میں نے کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا جو ان سے زیادہ حضور ﷺ کی حدیثوں کو اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے فیصلوں کو جاننے والا ہو اور ان سے زیادہ سمجھداری کی رائے والا ہو اور اشعار کو، عربی لغت کو، قرآن کی تفسیر کو، حساب اور میراث کو اور گزشتہ واقعات کو ان سے زیادہ جاننے والا ہو اور ان سے زیادہ درست رائے والا ہو کسی دن وہ اپنی مجلس میں بیٹھتے تو صرف دین کی سمجھ کے بارے میں بات کرتے اور کسی دن صرف قرآن کی تفسیر کے بارے میں بات کرتے اور کسی دن صرف حضور ﷺ کے غزوات کے بارے میں بات کرتے اور کسی دن اشعار کے بارے میں اور کسی دن عرب کی لڑائیوں کے بارے میں بات کرتے اور میں نے یہی دیکھا کہ جو عالم بھی ان کی مجلس میں آیا وہ آخر کار ان (کی علمی عظمت) کے سامنے ضرور جھک گیا اور جو بھی ان سے کچھ پوچھنے آیا اسے اپنے سوال کا جواب ضرور ملا۔[4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کے مہاجر اور انصاری بڑے بڑے صحابہؓ کے ساتھ ہر وقت رہا کرتا تھا اور میں ان سے حضورؐ کے غزوات کے بارے میں اور ان

۱۔ اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۵۳۷) قال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه

۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۴) ۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۲)

۴۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۳)

غزوات کے متعلق اترنے والے قرآن کے بارے میں خوب سوالات کرتا تھا اور میں ان میں سے جس کے پاس جاتا وہ میرے آنے سے بہت خوش ہوتا کیونکہ میں حضورؐ کا رشتہ دار (چچازاد بھائی) تھا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مضبوط اور پختہ علم والوں میں سے تھے۔ میں نے ان سے ایک دن مدینہ میں نازل ہونے والی سورتوں کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا مدینہ میں ستائیس سورتیں نازل ہوئیں اور باقی مکہ میں۔[1]

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما گزرے ہوئے علوم اور واقعات کو ہم سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور جو نیا مسئلہ پیش آجائے اور اس کے بارے میں قرآن وحدیث میں کچھ نہ آیا ہو اس کے متعلق وہ سب سے زیادہ دینی سمجھ رکھنے والے ہیں۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں میں نے یہ بات حضرت ابن عباسؓ کو بتائی تو انھوں نے فرمایا حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پاس بہت علم ہے کیونکہ وہ حضور ﷺ سے حلال وحرام کے بارے میں خوب پوچھا کرتے تھے (یعنی حضرت ابن عباسؓ ان کے فضائل کا اعتراف فرما رہے ہیں)۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حج کی راتوں میں دیکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اردگرد بہت سے حلقے ہیں اور ان سے مناسک حج کے بارے میں لوگ خوب پوچھ رہے ہیں تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا اب جتنے صحابہ باقی رہ گئے ہیں۔ یہ ان میں سے سب سے زیادہ مناسک حج کو جاننے والے ہیں۔[3]

حضرت یعقوب بن زید رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے انتقال کی خبر ملی تو انھوں نے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا اور فرمایا لوگوں میں سب سے زیادہ علم والے اور سب سے زیادہ بردبار انسان کا انتقال ہو گیا ہے اور ان کے انتقال سے اس امت کا ایسا نقصان ہوا ہے جس کی تلافی کبھی نہیں ہو سکے گی۔[4]

حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا انتقال ہوا تو حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج اس شخصیت کا انتقال ہو گیا جس کے علم کے مشرق سے لے کر مغرب تک کے تمام لوگ محتاج تھے۔[5]

حضرت ابوکلثوم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عباسؓ دفن ہو گئے تو حضرت ابن حنفیہ

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۲)
۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۲)
۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۴)
۴۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۲)
۵۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۷)

رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس امت کے عالم ربانی کا انتقال ہو گیا۔ [1]

حضرت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نو عمر فقہا میں شمار کئے جاتے تھے۔ [2]

حضرت خالد بن معدانؒ کہتے ہیں کہ اب ملک شام میں حضور ﷺ کے صحابہؓ میں سے کوئی صحابی حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہما سے زیادہ قابل اعتماد، زیادہ دینی سمجھ رکھنے والا اور ان سے زیادہ پسندیدہ باقی نہیں رہا۔ [3]

حضرت حنظلہ بن ابی سفیان رحمۃ اللہ علیہ اپنے اساتذہ سے یہ نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے نو عمر صحابہؓ میں سے کوئی صحابی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے زیادہ دین کی سمجھ رکھنے والا نہیں ہے۔ [4]

مروان بن حکم کے منشی ابو زعیزعہ کہتے ہیں کہ مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور مجھے تخت کے پیچھے بٹھا دیا۔ مروان ان سے پوچھنے لگا اور میں ان کے جواب لکھنے لگا۔ جب ایک سال ہو گیا تو مروان نے انہیں بلا کر پردے کے پیچھے بٹھایا اور ان سے وہی پچھلے سال والے سوالات کئے۔ انھوں نے بعینہ وہی پچھلے سال والے جواب دیئے نہ کوئی حرف کم کیا اور نہ زیادہ اور نہ آگے کیا اور نہ پیچھے۔ [5]

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب بھی حضورؐ کے صحابہؓ کو کسی چیز میں شک ہوا اور انہوں نے اس کے بارے میں حضرت عائشہؓ سے پوچھا تو انہیں ان کے پاس اس چیز کا علم ضرور ملا۔ [6]

حضرت قبیصہ بن ذویبؒ فرماتے ہیں حضرت عائشہؓ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والی تھیں۔ حضور ﷺ کے اکابر صحابہؓ ان سے مسائل پوچھا کرتے تھے۔ [7] حضرت ابو سلمہؓ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہؓ سے زیادہ حضورؐ کی سنتوں کو جاننے والا اور بوقت ضرورت ان سے زیادہ سمجھداری کی رائے والا، آیت کی شان نزول کو اور میراث کو ان سے زیادہ جاننے والا نہیں دیکھا۔ [8]

حضرت مسروقؒ سے پوچھا گیا کیا حضرت عائشہؓ علم میراث کو اچھی طرح جانتی تھیں؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں نے حضور ﷺ کے بزرگ

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۳) ۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۷)
۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۸) ۴۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۸)
۵۔ اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۵۱۰) قال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه وقال الذهبي صحيح۔ ۶۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۹)
۷۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۸۹) ۸۔ عند ابن سعد ايضا

اکابر صحابہؓ کو دیکھا کہ وہ حضرت عائشہؓ سے میراث کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔[1]

حضرت محمود بن لبیدؓ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ کی تمام ازواج مطہرات کو حضورؐ کی بہت سی حدیثیں یاد تھیں لیکن حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ جیسی کوئی نہ تھی اور حضرت عائشہؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں فتویٰ دیا کرتی تھیں اور پھر انتقال تک ان کا یہ مشغلہ رہا۔ اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے اور حضورؐ کے اکابر صحابہؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ حضورؐ کے بعد ان کے پاس آدمی بھیج کر سنتیں پوچھا کرتے تھے۔[2]

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! میں نے حضرت عائشہؓ سے زیادہ فصیح بلیغ اور ان سے زیادہ عقلمند کوئی خطیب نہیں دیکھا۔[3]

حضرت عروہؒ فرماتے ہیں میں نے کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی جو حضرت عائشہؓ سے زیادہ طب، فقہ اور اشعار کو جاننے والی ہو۔[4]

حضرت عروہؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں عرض کیا میں آپ کے معاملہ میں جتنا سوچتا ہوں اتنا ہی مجھے تعجب ہوتا ہے۔ آپ مجھے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ دین کی سمجھ رکھنے والی نظر آتی ہیں تو میں کہتا ہوں اس میں کیا بات ہے۔ آپ حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں اور حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادی ہیں (آپ کو دین کی سب سے زیادہ سمجھ والا ہونا ہی چاہئے) آپ مجھے عرب کی لڑائیوں کو، ان کے نسب ناموں کو اور ان کے اشعار کو جاننے والی نظر آتی ہیں تو میں کہتا ہوں اس میں کیا بات ہے؟ آپ کے والد (حضرت ابو بکرؓ) قریش کے بہت بڑے عالم تھے (لہٰذا ان کی بیٹی کو ایسا ہونا ہی چاہئے) لیکن مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ آپ طب بھی جانتی ہیں یہ آپ نے کہاں سے سیکھ لی؟ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر (پیار سے نام بدل کر) کہا اے عریہ! جب حضور ﷺ کی بیماریاں زیادہ ہو گئیں تو عرب و عجم کے اطباء ان کے پاس دوائیاں بھیجنے لگے۔ اس طرح میں نے علم طب سیکھ لیا۔ احمد کی روایت میں یہ ہے کہ میں ان دوائیوں سے حضورؐ کا علاج کیا کرتی تھی یہاں سے میں نے طب سیکھی (حضرت عروہ حضرت عائشہؓ کے بھانجے تھے)۔[5]

۱۔ اخرجه ابن سعد(ج۴ص ۱۸۹) واخرجه الطبرانی بلفظه واسناده حسن کما قال الهیثمی(ج۹ ص ۲۴۲)
۲۔ اخرجه ابن سعد(ج۴ص ۱۸۹)
۳۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج۹ ص ۲۴۳) رجاله رجال الصحیح
۴۔ عند الطبرانی ایضا واسناده حسن کما ذکر الهیثمی(ج۹ص ۲۴۲)
۵۔ اخرجه البزار واللفظ له واحمد والطبرانی فی الاوسط والکبیر قال الهیثمی (ج۹ص ۲۴۲) وفیه عبدالله بن معاویة الزبیری قال ابو حاتم مستقیم الحدیث وفیه ضعف وبقیة رجال احمد والطبرانی فی الکبیر ثقات. انتهی

ربانی علماء اور بڑے علماء

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم علم کے چشمے، ہدایت کے چراغ، اکثر گھروں میں رہنے والے، رات کے چراغ، نئے دل والے اور پرانے کپڑوں والے بنو۔ آسمان میں پہچانے جاؤ گے اور زمین والوں پر پوشیدہ رہو گے۔[1] ابو نعیم میں حضرت علیؓ کی روایت میں زمین والوں پر پوشیدہ رہنے کے بجائے یہ الفاظ ہیں کہ ان صفات کی وجہ سے تمہارا زمین پر بھی ذکر خیر ہوگا۔

حضرت وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کو خبر ملی کہ باب بنی سہم کے پاس کچھ لوگ تقدیر کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں وہ اٹھ کر ان کی طرف چلے اور اپنی چھڑی حضرت عکرمہ کو دی اور اپنا ایک ہاتھ اس چھڑی پر رکھا اور دوسرا ہاتھ حضرت طاؤس پر رکھا۔ جب ان کے پاس پہنچے تو ان لوگوں نے خوش آمدید کہا اور اپنی مجلس میں ان کے بیٹھنے کے لیے جگہ بنائی لیکن وہ بیٹھے نہیں بلکہ ان سے فرمایا تم اپنا نسب نامہ بیان کرو تاکہ میں تمہیں پہچان لوں۔ ان سب نے یا ان میں سے کچھ نے اپنا نسب نامہ بیان کیا تو فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو گونگے اور بولنے سے عاجز نہیں ہیں بلکہ اللہ کے ڈر سے خاموش رہتے ہیں۔ یہی لوگ فصاحت والے، فضیلت والے، اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے واقعات کو جاننے والے علماء ہیں۔ جب انہیں اللہ کی عظمت کا دھیان آتا ہے تو ان کی عقلیں اڑ جاتی ہیں ان کے دل شکستہ ہو جاتے ہیں اور ان کی زبانیں بند ہو جاتی ہیں۔ جب ان کو اس کیفیت سے افاقہ ہوتا ہے تو وہ پاکیزہ اعمال کے ذریعے سے اللہ کی طرف تیزی سے چلتے ہیں حالانکہ وہ عقلمند اور طاقتور ہوں گے لیکن پھر بھی وہ اپنے آپ کو کوتاہی کرنے والوں میں شمار کریں گے اور اسی طرح وہ نیک اور خطاؤں سے پاک ہوں گے لیکن اپنے آپ کو ظالم اور خطا کار لوگوں میں شمار کریں گے اور اللہ کے لیے زیادہ (اعمال اور قربانی) کو زیادہ نہیں سمجھیں گے اور اللہ کے لیے کم پر وہ راضی نہیں ہوں گے اور اعمال میں اللہ کے سامنے نخرے نہیں کریں گے۔ تم انہیں جہاں بھی ملو گے وہ اہتمام اور فکر سے چلنے والے، ڈرنے والے اور کپکپانے والے ہوں گے۔ حضرت وہب فرماتے ہیں یہ باتیں ارشاد فرما کر حضرت ابن عباسؓ وہاں سے اٹھے اور اپنی مجلس میں واپس تشریف لے آئے۔[2]

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اگر علم والے علم کی حفاظت کرتے اور جو علم کے اہل ہیں ان ہی کو علم دیتے تو اپنے زمانے والوں کے سردار ہو جاتے لیکن انہوں نے دنیا والوں کے سامنے اپنا علم

۱۔ اخرجه ابن عبدالبر في جامع العلم (ج ۱ ص ۱۲۶) واخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۷۷) عن علي بمعناه

۲۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۲۵)

رکھ دیا تا کہ ان کی دنیا میں سے کچھ حاصل کرلیں اس وجہ سے علم والے دنیا والوں کی نگاہ میں بے قیمت ہو گئے میں نے تمہارے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو تمام فکروں کو ایک فکر یعنی آخرت کی فکر بنا دے گا اللہ تعالیٰ اس کی تمام فکروں کی کفایت فرمائیں گے اور جسے دنیاوی افکار نے پراگندہ کر دیا تو اللہ کو بھی اس بات کی پرواہ نہیں ہوگی کہ وہ دنیا کی کس وادی میں ہلاک ہو گیا۔[1]

حضرت سفیان بن عیینہؒ کہتے ہیں ہمیں حضرت ابن عباسؓ کی طرف سے ان کا یہ ارشاد پہنچا کہ اگر حاملین علم، علم کو اس کے حق کے ساتھ لیتے اور اس کے مناسب جو آداب ہیں انہیں اختیار کرتے تو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور نیک لوگ ان سے محبت کرتے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی ہیبت ہوتی لیکن انہوں نے علم کے ذریعے دنیا حاصل کرنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے وہ اللہ کے ہاں مبغوض بن گئے اور لوگوں کی نگاہ میں بھی بے حیثیت ہو گئے۔[2]

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم میں ایک زبردست فتنہ اٹھے گا جس میں کم عمر تو بڑھ جائے گا اور زیادہ عمر والا بوڑھا ہو جائے گا اور نئے طریقے ایجاد کر کے اختیار کر لیئے جائیں گے اور اگر کسی دن انہیں بدلنے (اور صحیح اور مسنون طریقہ لانے) کی کوشش کی جائے گی تو لوگ کہنے لگیں گے یہ تو بالکل اجنبی اور اوپرا طریقہ ہے۔ اس پر لوگوں نے پوچھا ایسا فتنہ کب ہوگا؟ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا جب تمہارے امین لوگ کم ہو جائیں گے اور تمہارے امراء و حکام زیادہ ہو جائیں گے اور تمہارے دین کی سمجھ رکھنے والے کم ہو جائیں گے اور تمہارے قرآن پڑھنے والے زیادہ ہو جائیں گے اور دین کے غیر یعنی دنیا کے لیئے دینی علم حاصل کیا جائے گا اور آخرت والے عمل سے دنیا طلب کی جائے گی۔[3] اور ایک روایت میں یہ ہے کہ نئے طریقے گھڑے جائیں گے جس پر لوگ چلنے لگیں گے اور جب اس میں کچھ تبدیلی کی جانے لگے گی تو وہ لوگ کہیں گے ہمارا معروف طریقہ بدلا جا رہا ہے اور یہ بھی ہے کہ تمہارے دین کی سمجھ رکھنے والے کم ہو جائیں گے اور تمہارے امراء و حکام خزانے بھرنے لگیں گے۔[4]

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں یہ بات اچھی طرح جان لو کہ یہ احادیث جن میں اصل یہ ہے کہ ان کے ذریعے سے اللہ کی رضامندی حاصل کی جائے اگر انہیں کو دنیا کا سامان حاصل کرنے کے لیئے سیکھے گا تو وہ کبھی جنت کی خوشبو نہیں پا سکے گا۔[5]

حضرت عمرؓ نے حضرت کعبؓ (جو کہ تورات کے بھی بڑے عالم تھے) سے پوچھا جب علماء علم

۱۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج۵ ص ۲۴۳) واخرجه ابن عبدالبر فی جامع العلم (ج ۱ ص ۱۸۷) عن ابن مسعود نحوه
۲۔ اخرجه ابن عبدالبر فی العلم (ج ۱ ص ۱۸۸)
۳۔ اخرجه عبدالرزاق کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۸۲) واخرجه ابن عبدالبر فی العلم (ج ۱ ص ۱۸۸)
۴۔ اخرجه عبدالرزاق کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۸۲) واخرجه ابن عبدالبر فی العلم (ج ۱ ص ۱۸۸)
۵۔ اخرجه ابن عبدالبر فی العلم (ج ۱ ص ۱۸۷)

کو یاد کرلیں گے اور اچھی طرح سمجھ لیں گے تو پھر کون سی چیز ان کے دلوں سے علم کو لے جائے گی؟ حضرت کعب نے کہا دو چیزیں ایک تو دنیا کی لالچ دوسرے لوگوں کے سامنے اپنی حاجتیں لے جانا۔[۱]

ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے ان فتنوں کا ذکر کیا جو آخری زمانہ میں ہوں گے تو حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا اے علی! یہ فتنے کب ہوں گے؟ فرمایا جب غیر دین یعنی دنیا کے لیئے دینی علم حاصل کیا جائے گا اور عمل کے غیر یعنی عزت اور مال کے لیئے علم سیکھا جائے گا اور آخرت کے عمل سے دنیا طلب کی جائے گی۔[۲]

حضرت عمرؓ نے فرمایا میں تمہارے بارے میں دو آدمیوں سے ڈرتا ہوں ایک تو وہ آدمی جو قرآن کی غلط تفسیر کرے گا اور دوسرا وہ آدمی جو ملک کے بارے میں اپنے بھائی سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے گا۔[۳]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں بصرہ کا وفد حضرت عمرؓ کے پاس آیا ان میں احنف بن قیس بھی تھے اور سب کو تو حضرت عمرؓ نے جانے دیا لیکن حضرت احنف بن قیس کو روک لیا اور انہیں ایک سال روکے رکھا اس کے بعد فرمایا تمہیں معلوم ہے میں نے تمہیں کیوں روکا تھا؟ میں نے اس وجہ سے روکا تھا کہ ہمیں حضور ﷺ نے ہر اس منافق سے ڈرایا جو عالمانہ زبان والا ہو مجھے ڈر ہوا کہ شاید تم بھی ان میں سے ہو لیکن (میں نے ایک سال رکھ کر دیکھ لیا کہ) ان شاء اللہ تم ان میں سے نہیں ہو۔[۴]

حضرت ابوعثمان نہدی کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ اس منافق سے بچو جو عالم ہو۔ لوگوں نے پوچھا منافق کیسے عالم ہوسکتا ہے؟ فرمایا بات تو حق کہے گا لیکن عمل منکرات پر کرے گا۔[۵] حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم یہ بات کہا کرتے تھے کہ اس امت کو وہ منافق ہلاک کرے گا جو زبان کا علم ہوگا۔[۶]

حضرت ابوعثمان نہدی کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس امت پر سب سے زیادہ ڈر اس منافق سے ہے جو عالم ہو۔ لوگوں نے پوچھا اے امیر المومنین! منافق کیسے عالم ہوسکتا ہے؟ فرمایا وہ زبان کا تو عالم ہوگا لیکن دل اور عمل کا جاہل ہوگا۔[۷]

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں ایسی جگہوں سے بچو جہاں کھڑے ہونے سے انسان فتنوں

۱۔ عند ابن عبدالبر ایضاً (ج ۲ ص ۲) عن ابی معن ۲۔ اخرجه عبدالرزاق کذافی الترغیب (ج ۱ ص ۸۲) ۳۔ اخرجه ابن عبدالبر فی العلم (ج ۲ ص ۱۹۴) کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۳)
۴۔ اخرجه ابن سعد وابو یعلی کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۲)
۵۔ اخرجه البیهقی وابن النجار ۶۔ عند جعفر الفریابی وابی یعلی ونصر وابن عساکر
۷۔ عند مسدد جعفر الفریابی کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۳۳)

میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ کسی نے پوچھا اے ابو عبداللہ! فتنوں کی یہ جگہیں کونسی ہیں؟ فرمایا امراء اور حکام کے دروازے۔ آدمی کسی حاکم یا گورنر کے پاس جاتا ہے اور غلط بات میں اس کی تصدیق کرتا ہے اور اس کی تعریف میں ایسی خوبیاں ذکر کرتا ہے جو اس میں نہیں ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں جیسے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ میں اونٹ ہوتے ہیں ایسے سلاطین کے دروازوں پر فتنے ہوتے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تم ان سلاطین سے جتنی دنیا حاصل کرلو گے وہ سلاطین تمہارے دین میں اتنی کمی کر دیں گے یا اس سے دگنی کمی کر دیں گے۔ [۱]

علم کا چلا جانا اور اسے بھول جانا

حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ نے آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا اس وقت مجھے وہ وقت بتایا گیا ہے جس میں علم اٹھالیا جائے گا۔ ابن لبیدؓ نامی ایک انصاری صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب علم کتابوں میں لکھ دیا جائے گا اور دل اسے سمجھ لیں گے اور محفوظ کرلیں گے تو علم کیسے اٹھالیا جائے گا؟ حضورؐ نے فرمایا میں تو تمہیں مدینہ والوں میں سب سے زیادہ سمجھدار آدمی سمجھتا تھا پھر حضورؐ نے اس بات کا ذکر کیا کہ یہود و نصاریٰ کے پاس اللہ کی کتاب ہے لیکن پھر بھی گمراہ ہیں۔ راوی کہتے ہیں پھر میری حضرت شداد بن اوسؓ سے ملاقات ہوئی تو میں نے حضرت عوف بن مالکؓ والی حدیث انہیں سنائی۔ حضرت شدادؓ نے فرمایا حضرت عوفؓ نے ٹھیک کہا کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جو علم میں سب سے پہلے اٹھائی جائے گی؟ میں نے کہا ضرور فرمایا خشوع۔ یہاں تک کہ تمہیں کوئی خشوع والا نظر نہ آئے گا۔ [۲] ابن عبدالبر کی روایت میں یہ ہے کہ ایک انصاری صحابی نے عرض کیا جنہیں زیاد بن لبید کہا جاتا تھا یا رسول اللہ! علم ہم میں سے اٹھالیا جائے گا جبکہ ہم میں اللہ کی کتاب ہوگی اور ہم وہ اپنے بیٹوں اور عورتوں کو سکھائیں گے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت شداد نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ علم کے اٹھائے جانے کی کیا صورت ہوگی؟ میںؒ نے کہا میں تو نہیں جانتا فرمایا علم کے برتن یعنی علماء اٹھ جائیں گے اور کیا تم جانتے ہو کہ علم کی کونسی صفت اٹھالی جائے گی؟ میں نے کہا نہیں جانتا۔ فرمایا خشوع۔ کوئی خشوع والا نظر نہیں آئے گا۔ [۳] حضرت ابوالدرداءؓ کی روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا یہ تورات

۱۔ اخرجهما ابن عبدالبر في العلم (ج ا ص ۱۶۷)

۲۔ اخرجه الحاكم (ج ا ص ۹۹) قال الحاكم هذا صحيح وقد احتج الشيخان بجميع رواته و كذا قال الذهبي واخرجه البزار والطبراني في الكبير عن عوف نحوه كما في مجمع الزوائد (ج ا ص ۲۰۰) واخرجه ابن عبدالبر في العلم (ج ا ص ۱۵۲) بنحوه.

۳۔ واخرجه الحاكم ايضا من حديث ابي الدرداء وابن لبيد الانصاريؓ والطبراني في الكبير عن صفوان بن عسال ووحشي بن حربؓ كما في المجمع بمعناه

اور انجیل یہود و نصاریٰ کے پاس ہے لیکن ان کے کس کام آرہی ہے؟ حضرت وحشیؓ کی روایت میں ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ تورات و انجیل کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے ہیں اور حضرت ابن لبیدؓ کی روایت میں ہے کہ ان یہود و نصاریٰ کو تورات و انجیل سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پوچھا تم لوگ جانتے ہو کہ اسلام کیسے کم ہوگا؟ لوگوں نے کہا جیسے کپڑے کا رنگ اور جانور کا موٹاپا کم ہو جاتا ہے اور زیادہ چھپائے اور دبائے رکھنے سے درہم کم ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اسلام کے کم ہونے کی بھی یہی صورت ہوگی لیکن اس کے کم ہونے کی اس سے زیادہ بڑی وجہ علماء کا انتقال کر جانا اور دنیا سے چلے جانا ہے۔[۱] حضرت سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں میں حضرت زید بن ثابتؓ کے جنازہ میں شریک تھا۔ جب ان کو قبر میں دفن کر دیا گیا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اے لوگو! جو یہ جاننا چاہتا ہے کہ علم کیسے چلا جائے گا تو یہ علم اس طرح جائے گا اللہ کی قسم! آج بہت زیادہ علم چلا گیا۔[۲] حضرت عمار بن ابی عمارؒ کہتے ہیں جب حضرت زید بن ثابتؓ کا انتقال ہوا تو ہم جھونپڑی کے سائے میں حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں جا کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے فرمایا اس طرح علم چلا جاتا ہے آج بہت زیادہ علم دفن ہو گیا۔[۳] حضرت ابن عباسؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کی قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یوں علم چلا جاتا ہے ایک آدمی ایک چیز جانتا ہے اس چیز کو اور کوئی نہیں جانتا۔ جب یہ آدمی مر جاتا ہے تو جو علم اس کے پاس تھا وہ بھی چلا جاتا ہے۔[۴]

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا تم جانتے ہو علم کیسے جاتا ہے اس کے جانے کی صورت یہ ہے کہ علماء زمین سے چلے جائیں۔[۵]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ آدمی علم سیکھ کر بھول جاتا ہے اس کی وجہ گناہوں میں مبتلا ہونا ہے۔[۶]

حضرت عبداللہؓ نے فرمایا علم کی آفت، اسے بھول جانا ہے۔[۷]

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۲۰۲) و رجاله موثقون .اه

۲۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۱ ص ۲۰۲) وفیه علی بن زید جد عان وفیه ضعف .اه

۳۔ عند ابن سعد (ج ۳ ص ۱۷۷)   ۴۔ عند ابن سعد ایضا

۵۔ کذافی المجمع (ج ۱ ص ۲۰۲)   ۶۔ اخرجه ابن ابی شیبة کذا فی جامع العلم (ج ۱ ص ۱۰۸)   ۷۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۳۱) واخرجه الطبرانی فی الکبیر ورجاله موثقون الا ان القاسم لم یسمع من جده کما قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۹۹) والمنذری فی الترغیب (ج ۱ ص ۹۲)

ایسے علم کا دوسروں تک پہنچانا جس پر خود عمل نہ کر رہا ہو اور نفع نہ دینے والے علم سے پناہ مانگنا

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں ہم سے حضرت حذیفہؓ نے فرمایا ہمیں یہ علم دیا گیا ہے۔اب ہم یہ علم تم تک پہنچا رہے ہیں اگرچہ ہم اس پر خود عمل نہ کر رہے ہوں۔[1]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک من الاربع من علم لاینفع وقلب لا یخشع ونفس لا تشبع ودعاء لا یسمع اے اللہ! میں چار چیزوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے اور اس دل سے جس میں خشوع نہ ہو اور اس نفس سے جو سیر نہ ہو اور اس دعا سے جو سنی نہ جائے۔[2]

نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اللہ کے ذکر کا کتنا شوق تھا اور وہ کس طرح صبح اور شام، دن رات، سفر اور حضر میں ذکر کی پابندی کرتے تھے اور وہ کس طرح دوسروں کو اس کی ترغیب دیتے تھے اور اس کا شوق دلاتے تھے اور ان کے اذکار کیسے تھے؟

نبی کریم ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ترغیب دینا

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے اتنے میں مہاجرین نے کہا جب سونے اور چاندی کے بارے میں قرآن نازل ہو چکا (جس میں بتایا گیا کہ جو لوگ مال و دولت اکٹھی کریں اور زکوۃ وغیرہ نہ دیں اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کریں انہیں درد ناک عذاب ہوگا) تو اب ہمیں کس طرح پتہ چل جائے کہ کونسا مال بہتر ہے؟ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر کہو تو میں آپ لوگوں کو یہ بات حضورؐ سے پوچھ دوں۔انہوں نے کہا ضرور۔حضرت عمرؓ حضور کی طرف چل دیئے۔میں بھی اپنے اونٹ کو تیز دوڑاتا ہوا ان کے پیچھے چل پڑا۔حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابھی سونے اور چاندی کے بارے میں قرآن کی آیتیں نازل ہوئی ہیں اس پر مہاجرین کہہ رہے ہیں جب سونے اور چاندی کے بارے میں قرآن نازل ہو چکا تو اب ہمیں کسی طرح پتہ چل جائے کہ کون سا مال بہتر ہے؟ حضورؐ نے فرمایا تم اپنی زبان کو ذکر کرنے والا

۱؎ اخرجه البيهقي وابن عساكر كذافي الكنز (ج ۷ ص ۲۴)

۲؎ اخرجه الحاكم (ج ۱ ص ۱۰۴) قال الحاكم هذا حديث صحيح ولم يخر جاه و قال الذهبي صحيح واخرجه ايضا من حديث انس رضي الله عنه وصححه على شرط مسلم

اور دل کو شکر کرنے والا بنا لو اور ایسی مومن عورت سے شادی کرو جو ایمان (والے کاموں) میں تمہاری مدد کرے دوسری روایت میں یہ ہے کہ وہ آخرت (والے کاموں) میں تمہاری مدد کرے۔[1] اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ (سورت توبہ آیت ۳۴) ترجمہ "جو لوگ سونا چاندی جمع کر کر رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو آپ ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے۔" اس کے بارے میں حضرت علیؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا ہلاکت ہو سونے کے لیئے ہلاکت ہو چاندی کے لیئے۔ یہ فرمان حضورؐ کے صحابہ پر بڑا گراں گزرا اور انہوں نے عرض کیا اب ہم کس چیز کو مال بنا کر اپنے پاس رکھیں؟ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا آگے پچھلی حدیث سے مختصر حدیث ذکر کی۔[2]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ مکہ کے راستہ میں تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ کا گذر ایک پہاڑ کے پاس سے ہوا جسے جمدان کہا جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا چلتے رہو یہ جمدان ہے مفردون آگے نکل گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مفردون کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔[3]

ترمذی میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مفردون کون لوگ ہیں آپؐ نے فرمایا جو لوگ اللہ کے ذکر پر فریفتہ ہوں اور ذکر ان کے سارے بوجھ اتار دے گا اور وہ قیامت کے دن بالکل ہلکے پھلکے ہو کر اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے۔[4]

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے کہ اتنے میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہاں ہیں آگے نکل جانے والے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کچھ لوگ آگے جا چکے ہیں اور کچھ لوگ پیچھے رہ گئے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا (سفر میں آگے نکل جانا مراد نہیں ہے بلکہ) وہ آگے نکل جانے والے کہاں ہیں جو اللہ کے ذکر پر فریفتہ ہوں؟ جو جنت کے باغوں میں چرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اللہ کا ذکر زیادہ کرے۔[5]

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کون سے بندے سب سے افضل درجہ والے ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا جو اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے ہوں گے۔ حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ!

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۸۲) واخرجه احمد والترمذي وحسنه وابن ماجة عن ثوبان بمعناه ۲۔ اخرجه عبدالرزاق كذافي التفسير لابن كثير (ج ۲ ص ۳۵۱)

۳۔ اخرجه مسلم ۴۔ كذافي الترغيب (ج ۳ ص ۵۹) واخرجه الطبراني عن ابي الدرداءؓ بسياق الترمذي كما في المجمع (ج ۱۰ ص ۷۵)

۵۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۷۵) وفيه موسى بن عبيدة وهو ضعيف .اه

اللہ کے راستہ میں غزوہ کرنے والوں سے بھی زیادہ افضل ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اگر غازی اپنی تلوار کفار اور مشرکین پر اتنی زیادہ چلائے کہ وہ ٹوٹ جائے اور وہ خود خون میں رنگا جائے تو بھی اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے اس سے درجے میں افضل ہوں گے۔[1]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کسی آدمی نے کوئی عمل ایسا نہیں کیا جو اللہ کے ذکر سے زیادہ عذاب سے نجات دینے والا ہو۔ کسی نے عرض کیا کہ کیا اللہ کے راستہ میں جہاد بھی اللہ کے ذکر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں سوائے اس کے کہ مجاہد اپنی تلوار اتنی چلائے کہ وہ ٹوٹ جائے۔[2]

حضرت معاذ بن انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے ایک آدمی نے پوچھا کون سا مجاہد سب سے زیادہ اجر والا ہے؟ آپ نے فرمایا جو ان میں اللہ کا سب سے زیادہ ذکر کرنے والا ہے۔ پھر اس نے پوچھا کون سا نیک بندہ سب سے زیادہ اجر والا ہے؟ آپ نے فرمایا جو اللہ کا سب سے زیادہ ذکر کرنے والا ہے۔ پھر اس نے نماز، زکوۃ، حج اور صدقہ میں سے ہر ایک عمل کا ذکر کیا۔ حضورؐ ہر ایک کے جواب میں یہی فرماتے رہے کہ جو اللہ کا سب سے زیادہ ذکر کرنے والا ہے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا اے ابوحفص! ذکر والے تو ساری خیر لے گئے۔ حضورؐ نے فرمایا بالکل۔[3]

حضرت عبداللہ بن بسرؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا کہ اسلام کے نفلی اعمال بہت زیادہ ہیں آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جسے میں مضبوطی سے پکڑ لوں۔ آپ نے فرمایا تمہاری زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر رہے۔[4]

حضرت مالک بن یخامرؒ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا حضور ﷺ سے جدائی کے وقت میری جو آخری گفتگو حضورؐ سے ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے عرض کیا کونسا عمل اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری موت اس حال میں آئے کہ

---

۱ اخرجه الترمذی قال الترمذی حدیث غریب واخرجه البیهقی مختصرا کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۵۲)

۲ اخرجه الطبرانی فی الصغیر والاوسط قال المنذری (ج ۳ ص ۵۲) والهیثمی (ج ۱۰ ص ۷۴) رجالهما رجال الصحیح واخرجه الطبرانی عن معاذ بن جبل نحوه کما فی المجمع (ج ۱۰ ص ۷۳)

۳ واخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۷۴) رواه احمد الطبرانی الا انه قال سأله فقال ای المجاهدین اعظم اجرا وفیه زبان بن فائده وهو ضعیف وقدوثق وکذالک ابن لهیعة وبقیة رجال احمد ثقات. انتهی

۴ اخرجه الترمذی قال الترمذی حدیث حسن غریب واخرجه الحاکم وقال صحیح الاسناد وابن ماجة وابن حبان فی صحیحه کما فی الترغیب (ج ۳ ص ۵۴)

تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔ بزار کی روایت میں ہے کہ مجھے سب سے افضل اور اللہ کے سب سے زیادہ قریب عمل بتائیں۔[1]

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کا ذکر کی ترغیب دینا

حضرت عمرؓ نے فرمایا اپنے آپ کو انسانوں کے تذکرے میں مشغول نہ کرو کیونکہ یہ تو بلاء اور مصیبت ہے بلکہ اللہ کا ذکر اہتمام سے کرو۔[2] حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کا ذکر پابندی سے کرو کیونکہ یہ تو سراسر شفاء ہے اور انسانوں کے تذکرے سے بچو کیونکہ یہ سراسر بیماری ہے۔[3]

حضرت عثمانؓ نے فرمایا اگر ہمارے دل پاک ہوتے تو اللہ کے ذکر سے کبھی نہ اکتاتے۔[4]

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ تم صرف ایسے آدمی کے ساتھ رہو جو اللہ کے ذکر میں تمہاری مدد کرے (اصل یہ ہے کہ انسان اصول و آداب کے ساتھ سب سے مل جل کر رہے اور یہی افضل ہے اور جو صبر نہ کر سکے تو مجبوری کی وجہ سے الگ تھلگ رہا کرے)۔[5]

حضرت سلمانؓ نے فرمایا اگر ایک آدمی رات بھر گوری چٹی باندیاں تقسیم کرتا ہے اور دوسرا آدمی رات بھر قرآن پڑھتا رہے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے تو یہ ذکر والا افضل ہوگا۔[6]

حضرت حبیب بن عبیدؒ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابوالدرداءؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت فرما دیں حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا تم خوشی میں اللہ کو یاد رکھو اللہ تکلیف میں تمہیں یاد رکھے گا اور جب تمہارا دل دنیا کی کسی چیز کی طرف جھانکے تو تم اس میں غور کرو کہ اس کا انجام کیا ہوگا؟[7]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتا دوں جو تمہارے اعمال میں سب سے بہتر ہے، تمہارے مالک یعنی اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے، تمہارے درجات کو سب سے زیادہ بڑھانے والا ہے اور اس سے بھی بہتر ہے کہ تم دشمن کی لڑائی کرو اور وہ تم کو قتل کریں اور تم ان کو

۱۔ عند الطبرانی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۷۴) رواہ الطبرانی با سانید وفی ھذہ الطریق خالد بن یزید بن عبدالرحمن بن ابی مالک وضعفہ جماعۃ ووثقہ ابو زرعۃ الدمشقی وغیرہ وبقیۃ رجالہ ثقات ورواہ البزار من غیر طریقہ واسنادہ حسن. انتھی واخرجہ ابن ابی الدنیا وابن حبان فی صحیحہ کما فی الترغیب (ج ۳ ص ۵۵) وابن النجار کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۰۸)

۲۔ اخرجہ ابن ابی الدنیا الکنز (ج ۱ ص ۲۰۷) ۳۔ عند ابن ابی الدنیا ایضا واحمد فی الزھد وھناد کذافی

۴۔ اخرجہ ابن المبارک کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۸)

۵۔ اخرجہ البیھقی کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۰۸) ۶۔ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۰۴)

۷۔ اخرجہ احمد کذافی الصفوۃ (ج ۱ ص ۱۵۸)

قتل کرو اور درہم اور دینار تقسیم کرنے سے بھی بہتر ہے؟ لوگوں نے عرض کیا اے ابوالدرداء! وہ عمل کونسا ہے؟ فرمایا اللہ کا ذکر اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی نیکی ہے۔[1]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا جن لوگوں کی زبانیں ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر رہیں گی ان میں سے ہر آدمی جنت میں ہنستا ہوا داخل ہوگا۔[2]

حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا کسی آدمی نے کوئی عمل ایسا نہیں کیا جو اللہ کے ذکر سے زیادہ اللہ کے عذاب سے نجات دینے والا ہو۔ لوگوں نے عرض کیا اے ابوعبدالرحمٰن! کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی اس سے زیادہ نجات دینے والا نہیں؟ فرمایا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں ولذکر اللہ اکبر (سورت عنکبوت آیت ۴۵) ترجمہ "اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے۔" ہاں اگر مجاہد اتنی تلوار چلائے کہ وہ ٹوٹ جائے (تو یہ اس سے زیادہ نجات دینے والا ہے)۔[3]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں صبح اور شام اللہ کا ذکر کرنا اللہ کے راستہ میں تلواریں توڑ دینے سے اور مال لٹا دینے سے زیادہ افضل ہے۔[4]

نبی کریم ﷺ کا ذکر کرنے کا شوق

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو فجر کی نماز کے بعد سے لے کر سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتی رہے یہ مجھے اولاد اسماعیلؑ میں سے ایسے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے جن میں سے ہر ایک کا خون بہا بارہ ہزار ہو اور میں ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سے لے کر سورج غروب ہونے تک اللہ کا ذکر کرتی رہے یہ مجھے اولاد اسماعیل میں سے ایسے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے جس میں سے ہر ایک کا خون بہا بارہ ہزار ہو۔[5] احمد ابویعلیٰ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو عصر پڑھ کر بیٹھ جائے اور شام ہونے تک خیر کی باتوں کا املا کرائے یہ اس آدمی سے افضل ہے جو اولاد اسماعیل میں سے آٹھ غلام آزاد کرے اور ابویعلیٰ کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا میں ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھوں جو صبح سے لے کر سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتے رہیں یہ مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج نکلتا ہے۔[6]

۱؎ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ا ص ۲۱۹) ۲؎ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ا ص ۲۱۹)
۳؎ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ا ص ۲۳۵) ۴؎ اخرجه ابن ابي شيبة كذافي الكنز (ج ا ص ۲۰۷) ۵؎ اخرجه ابويعلى قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۰۵) وفيه محتسب ابو عائذ وثقه ابن حبان و ضعفه غيره قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۰۵) وفي رواية ابي يعلى يزيد الرقاشي ضعفة الجمهور وقد وثق وفي رواية احمد لم يذكر يزيد الرقاشي اه
۶؎ اخرجه الطبراني في الكبير والاوسط باسانيد ضعيفة كذافي مجمع الزوائد (ج ۱۰ ص ۱۰۵)

حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں صبح کی نماز میں شریک ہو کر سورج نکلنے تک بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا رہوں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں سورج نکلنے تک اللہ کے راستہ میں (مجاہدوں کو) عمدہ گھوڑے دیتا رہوں۔[1]

حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں صبح کی نماز سے لے کر سورج نکلنے تک (اللہ کے ذکر کے لیے) بیٹھا رہوں یہ مجھے اولاد اسمٰعیلؑ میں سے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ بزار اور طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں صبح کی نماز پڑھ کر سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتا رہوں یہ مجھے اللہ کے راستے میں سورج نکلنے تک گھوڑا دوڑانے سے زیادہ محبوب ہے۔[2]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا سبحان اللّٰہ والحمدللّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر کہنا مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج نکلتا ہے۔[3]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں فجر کے بعد بیٹھ کر سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتا رہوں اور اللّٰہ اکبر والحمدللّٰہ وسبحان اللّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ کہتا رہوں یہ مجھے اولاد اسماعیل میں سے دو غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے اور عصر کے بعد سورج ڈوبنے تک یہ کلمات کہتا رہوں یہ مجھے اولاد اسماعیل میں سے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ میں سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتا رہوں اللّٰہ اکبر ولا الٰہ الا اللّٰہ و سبحان اللّٰہ کہتا رہوں یہ مجھے اولاد اسماعیل میں سے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے اور عصر کی نماز سے لے کر سورج ڈوبنے تک اللہ کا ذکر کرنا مجھے اولاد اسماعیلؑ میں سے اتنے اور اتنے غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔[4]

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کرنے کا شوق

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں صبح سے لے کر شام تک سارا دن اللہ کا ذکر کرتا رہوں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں صبح سے لے کر شام تک سارا دن لوگوں

۱؎ اخرجه البزار ۲؎ قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۰۶) رواه البزار والطبراني وفي اسناد هما محمد بن ابي حميد وهو ضعيف. انتهى ۳؎ اخرجه مسلم والترمذي كذافي الترغيب (ج ۳ ص ۸۳) ۴؎ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۰۴) رواه كله احمد والطبراني بنحو الرواية الثانية و اسانيده حسنة. انتهى

کو سواری کے لئے عمدہ گھوڑے دیتا رہوں۔[۱] حضرت ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اللہ کے ذکر کے علاوہ کوئی اور بات کرنے سے بہت گرانی ہوتی تھی۔[۲] طبرانی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صبح صادق سے لے کر فجر کی نماز تک کسی کو بات کرتے ہوئے سنتے تو اس سے ان کو بہت گرانی ہوتی طبرانی کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت عطاءؒ کہتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ باہر آئے تو دیکھا کہ فجر کے بعد کچھ لوگ باتیں کر رہے ہیں انھوں نے ان لوگوں کو بات کرنے سے منع کیا اور فرمایا تم لوگ یہاں نماز کے لئے آئے ہو، اس لئے یا تو نماز پڑھو یا چپ رہو۔[۳]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا سو دفعہ اللہ اکبر کہنا مجھے سو دینار صدقہ کرنے سے زیادہ پسند ہے۔[۴]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا صبح سے لے کر رات تک اللہ کا ذکر کرنا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں صبح سے لے کر رات تک اللہ کے راستہ میں (مجاہدوں کو) عمدہ گھوڑے سواری کے لئے دیتا رہوں۔[۵]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ ایک سفر میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہے تھے انھوں نے لوگوں کو فصیح اور بلیغ باتیں کرتے ہوئے سنا تو فرمایا اے انس! مجھے ان لوگوں سے کیا تعلق؟ آؤ ہم اپنے رب کا ذکر کریں کیونکہ یہ لوگ تو اپنی زبان سے کھال ادھیڑ دیں گے۔ اس کے بعد آگے ویسی حدیث ذکر کی جیسی آخرت پر ایمان لانے کے باب میں گزر چکی ہے۔[۶]

حضرت معاذ بن عبداللہ بن رافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں ایک مجلس میں تھا جس میں حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن جعفر اور حضرت عبداللہ بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ حضرت ابن ابی عمیرہؓ نے فرمایا میں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک تو عرش تک پہنچ کر ہی رکتا ہے اس سے پہلے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور دوسرا زمین آسمان کے درمیان کے خلا کو بھر دیتا ہے اور وہ ہیں لا الہ الا اللہ واللہ اکبر حضرت ابن عمرؓ نے حضرت ابن ابی عمیرہؓ سے کہا کیا آپ نے خود ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا؟

۱۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ١٠ ص ٧٥) رواه الطبراني من طريق القاسم عن جده ابن مسعود ولم يسمع منه ٢۔ رواه الطبراني من طريق القاسم قال الهيثمي (ج ٢ ص ٢١٩) وابو عبيدة لم يسمع من ابيه وبقية رجاله ثقات ٣۔ قال الهيثمي (ج ٢ ص ٢١٩) وعطاء لم يسمع من ابن مسعود وبقية رجاله ثقات ا ه ٤۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٢١٩)

۵۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٢٣٥)

٦۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٢٥٩)

انھوں نے کہا جی ہاں اس پر حضرت ابن عمرا تنا روئے کہ آنسوؤں سے ان کی ڈاڑھی تر ہوگئی (انہیں اس بات کا غم تھا کہ مجھے اب تک حضورؐ کی یہ بات معلوم کیوں نہیں تھی) پھر فرمایا ہمیں ان دونوں کلمات سے بہت تعلق اور محبت ہے۔[1]

حضرت جریری رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ذات عرق مقام سے احرام باندھا اور پھر احرام کھولنے تک ہم نے انہیں اللہ کے ذکر کے علاوہ اور کوئی بات کرتے ہوئے نہیں سنا۔ احرام کھول کر مجھ سے فرمایا اے بھتیجے! احرام اس طرح ہوا کرتا ہے۔[2]

اللہ کے ذکر کی مجلس

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی قیامت کے دن فرمائیں گے عنقریب حشر والوں کو پتہ چل جائے گا کہ کرم والے کون ہیں؟ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! کرم والے کون ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا ذکر کی مجلسوں والے۔[3]

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے نجد کی طرف ایک لشکر بھیجا یہ لشکر بہت سا مال غنیمت لے کر جلد ہی واپس آ گیا۔ ایک آدمی جو اس لشکر کے ساتھ نہیں گیا تھا اس نے کہا ہم نے اس جیسا کوئی لشکر نہیں دیکھا جو اتنا زیادہ مال غنیمت لے کر اتنی جلدی لوٹ آیا ہو۔ حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسے لوگ نہ بتادوں جو ان سے زیادہ مال غنیمت لے کر ان سے بھی زیادہ جلدی واپس آ گئے ہوں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو صبح کی نماز میں شریک ہو کر پھر اپنی جگہوں میں بیٹھ کر سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتے رہیں۔ یہ ہیں وہ لوگ جو ان سے زیادہ مال غنیمت لے کر ان سے بھی زیادہ جلدی واپس آ گئے ہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو صبح کی نماز پڑھیں پھر اپنی جگہوں میں بیٹھ کر سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتے رہیں پھر دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے گھر واپس جائیں یہ ہیں وہ لوگ جو ان سے زیادہ مال غنیمت لیکر ان سے زیادہ جلدی واپس آ گئے ہیں۔[4]

۱۔ اخرجه الطبرانی قال المنذری فی الترغیب (ج ۳ ص ۹۳) رواته الی معاذ بن عبدالله ثقات سوی ابن لهیعة و لحدیثه هذا شواهد وقال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۸۲) و معاذ بن عبدالله لم اعرفه وابن لهیعة حدیثه حسن وبقیة رجاله ثقات ۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۲۲)

۳۔ اخرجه احمد وابو یعلی وابن حبان فی صحیحه والبیهقی وغیر هم کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۲۳) قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۷۶) رواه احمد باسنادین واحد هما حسن وابو یعلی کذلک

۴۔ اخرجه ابن زنجویه والترمذی قال الترمذی غریب لانعرفه الا من هذا الوجه وفیه حماد بن ابی حمید ضعیف کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۸) واخرجه البزار عن ابی هریرةؓ بمعناه وفی روایته فقال ابو بکرؓ یا رسول الله مارایناه بعثا قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۰۷) وفیه حمید مولی ابن علقمة وهو ضعیف. اه

حضرت عبدالرحمٰن بن سہل بن حنیفؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ اپنے ایک گھر میں تھے آپؐ پر یہ آیت نازل ہوئی وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ آخر تک (سورت کہف آیت ۲۸) ترجمہ "اور آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح وشام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لیئے کرتے ہیں۔" حضورؐ ان کو تلاش کرنے نکلے تو دیکھا کہ لوگ اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور ان میں سے کچھ لوگوں کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور کچھ لوگوں کی کھالیں خشک ہیں اور کچھ لوگوں کے پاس صرف ایک ہی کپڑا ہے۔ آپؐ ان کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا کیئے جن کے پاس بیٹھنے کا مجھے حکم دیا۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کا حضرت عبداللہ بن رواحہؓ پر گزر ہوا وہ اپنے ساتھیوں میں بیان کر رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا غور سے سنو تم لوگ ہی وہ جماعت ہو جن کے پاس بیٹھنے کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ سے لے کر وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًا تک غور سے سنو تم لوگ جتنے بیٹھے ہو اتنے ہی تمہارے ساتھ فرشتے بھی بیٹھے ہوئے ہیں اگر تم سبحان اللّٰہ کہو گے تو وہ بھی سبحان اللّٰہ کہیں گے اور اگر تم الحمدللّٰہ کہو گے تو وہ بھی الحمد للّٰہ کہیں گے اگر تم اللّٰہ اکبر کہو گے تو وہ بھی اللّٰہ اکبر کہیں گے پھر (مجلس ختم ہو جانے پر) وہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے پاس اوپر چلے جائیں گے، حالانکہ اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ جانتے ہیں لیکن پھر بھی وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب! تیرے بندے سبحان اللّٰہ کہتے رہے تو ہم بھی سبحان اللّٰہ کہتے رہے اور وہ اللّٰہ اکبر کہتے رہے تو ہم بھی اللّٰہ اکبر کہتے رہے اور وہ الحمد للّٰہ کہتے رہے تو ہم بھی الحمد للّٰہ کہتے رہے پھر ہمارے رب فرمائیں گے اے میرے فرشتو! میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت کر دی ہے۔ وہ فرشتے عرض کریں گے کہ ان میں تو فلاں فلاں خطا کار بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔[2]

حضرت ثابت بنانیؒ کہتے ہیں حضرت سلمانؓ ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے تھے حضور ﷺ ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے ذکر کرنا چھوڑ دیا۔ حضورؐ نے فرمایا آپ لوگ کیا کر رہے تھے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا ذکر کرتے رہو کیونکہ میں نے آپ لوگوں پر رحمت کو اترتے ہوئے دیکھا ہے، اس لیئے میں نے چاہا کہ میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ اس رحمت میں شامل ہو جاؤں پھر فرمایا تمام تعریفیں

۱۔ اخرجہ الطبرانی کذافی التفسیر لابن کثیر (ج۳ص ۸۱)   ۲۔ اخرجہ الطبرانی فی الصغیر قال الھیثمی (ج۱۰ ص ۷۶) وفیہ محمد بن حماد الکوفی وھو ضعیف اھ

اس اللہ کے لیئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ بنائے ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔[1]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورﷺ ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی بہت سی جماعتیں مقرر فرما رکھی ہیں جو کہ زمین پر اللہ کے ذکر کی مجلسوں میں اترتی ہیں اور ان کے پاس ٹھہرتی ہیں، لہٰذا تم جنت کے باغوں میں چرا کرو۔ صحابہؓ نے پوچھا جنت کے باغ کہاں ہیں حضورؐ نے فرمایا ذکر کی مجلس (جنت کے باغ ہیں) صبح شام اللہ کا ذکر کیا کرو بلکہ اپنے آپ کو ہمیشہ اللہ کے ذکر میں مشغول رکھو جو یہ جاننا چاہتا ہے کہ اللہ کے ہاں اس کا کیا مرتبہ ہے تو اس کو چاہیئے کہ وہ یہ دیکھ لے کہ اس کے نزدیک اللہ کا کیا مرتبہ ہے؟ کیونکہ بندہ اللہ کو اپنے نزدیک جو درجہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اپنے ہاں اس بندے کو وہی درجہ دیتے ہیں۔[2]

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں نبی کریمﷺ جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو بیٹھ جاتے اور سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتے رہتے۔[3]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ذکر کی مجلسوں کا ثواب کیا ہے؟ حضورﷺ نے فرمایا ذکر کی مجلسوں کا ثواب، جنت ہے جنت۔[4]

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ذکر کی مجلسیں علم کے زندہ ہونے کا ذریعہ ہیں اور یہ مجلسیں دلوں میں خشوع پیدا کرتی ہیں۔[5]

مجلس کا کفار

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورﷺ جب کسی مجلس میں بیٹھتے یا نماز پڑھ لیتے تو کچھ کلمات پڑھا کرتے۔ میں نے حضورؐ سے ان کلمات کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ ان کلمات کا فائدہ یہ ہے کہ آدمی نے اگر خیر کی بات کی ہو تو یہ کلمات اس پر قیامت کے دن تک کے لیئے مہر بن جائیں گے اور اگر بری باتیں کی ہوں تو یہ کلمات ان کے لیئے کفارہ بن جاتے ہیں اور وہ کلمات یہ

---

۱ ۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۴۲) ۲ ۔ اخرجه ابن ابي الدنيا وابو يعلى والبزار والطبراني والحاكم وصححه والبيهقي قال المنذري في الترغيب (ج ۳ ص ۲۵) في اسانيدهم كلها عمر مولى غفرة وباقي الكلام عليه وبقية اسانيدهم ثقات مشهورون يحتج بهم والحديث حسن. اه قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۷۷) وفيه عمر بن عبدالله مولى غفرة وقدو ثقه غير واحد وضعفه جماعة وبقية رجالهم رجال الصحيح. اه ۳ ۔ اخرجه الطبراني في الصغير قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۰۷) رجاله ثقات وهو في الصحيح غير قوله يذكر الله اه

۴ ۔ اخرجه الطبراني واسناد احمد الله كما قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۷۸) والمنذري (ج ۳ ص ۶۵)

۵ ۔ اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۰۸)

ہیں سبحانک اللھم وبحمدک لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک ترجمہ "اے اللہ! میں تیری پاکی اور تیری تعریف بیان کرتا ہوں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔"[1]

حضرت ابو برزہ اسلمیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب مجلس سے اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو آخر میں یہ دعا پڑھتے سبحانک اللھم وبحمدک اشھدان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک تو ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کچھ کلمات پڑھتے ہیں پہلے تو آپ یہ کلمات نہیں پڑھا کرتے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا مجلس میں جو غلطیاں ہو جاتی ہیں یہ کلمات ان کے لیئے کفارہ ہیں۔[2] طبرانی نے حضرت رافع بن خدیجؓ سے اس جیسی حدیث ذکر کی ہے اس میں واتوب الیک کے بعد یہ کلمات بھی ہیں عملت سوء او ظلمت نفسی فاغفر لی انہ لا یغفر الذنوب الا انت ترجمہ "اور میں نے جو بھی برا کام کیا یا اپنی جان پر ظلم کیا تو اسے معاف کر دے تیرے سوا اور کوئی بھی گناہوں کو معاف نہیں کرتا۔" ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کلمات آپ نے ابھی کہنے شروع کیئے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا جی ہاں حضرت جبرائیلؑ میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں۔[3]

حضرت زبیر بن عوامؓ فرماتے ہیں ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب ہم آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے تو ہم زمانہ جاہلیت کی باتیں شروع کر دیتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم ایسی مجلسوں میں بیٹھو جن میں تمہیں اپنے بارے میں ڈر ہو (کہ تم سے غلط باتیں ہوگئی ہوں گی) تو اٹھتے وقت یہ کلمات پڑھ لیا کرو سبحانک اللھم وبحمدک نشھد ان لا الہ الا انت نستغفرک ونتوب الیک اس مجلس میں جو کچھ ہوا ہوگا یہ کلمات اس کے لیئے کفارہ بن جائیں گے۔[4]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں کچھ کلمات ایسے ہیں کہ جو شخص بھی کسی حق کی یا باطل کی مجلس سے اٹھتے وقت ان کلمات کو تین مرتبہ پڑھ لے گا تو یہ کلمات اس کی طرف سے (اس مجلس کی تمام غلطیوں کا) کفارہ ہو جائیں گے اور اگر (اس مجلس میں اس سے کوئی غلطی نہ ہوئی ہو بلکہ) وہ مجلس خیر کی اور ذکر کی تھی تو پھر اللہ تعالیٰ ان کلمات کے ذریعہ ایسے مہر لگا دیتے ہیں جیسے انگوٹھی سے لکھی ہوئی تحریر پر لگائی جاتی ہے پھر آگے حضرت عائشہؓ جیسی حدیث ذکر کی۔[5]

۱۔ اخرجه ابن ابی الدنیا والنسائی واللفظ لهما والحاکم والبیهقی

۲۔ عند ابی داؤد واخرجه النسائی ایضا واللفظ له والحاکم وصححه والطبرانی فی الثلاثه مختصرا باسناد جید عن رافع بن خدیجؓ نحوه حدیث ابی برزة

۳۔ کذافی الترغیب (ج۳ص ۴۲)

۴۔ اخرجه الطبرانی فی الصغیر والاوسط قال الهیثمی (ج۱۰ ص ۱۴۲) وفیه من لم اعرفه

۵۔ اخرجه ابوداؤد وابن حبان فی صحیحه کذافی الترغیب (ج۳ص ۴۲)

قرآن مجید کی تلاوت

حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کچھ وصیت فرما دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ سے ڈرنے کو اپنے لیئے ضروری سمجھو کیونکہ یہ تمام کاموں کی جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور وصیت فرما دیں۔ آپؐ نے فرمایا قرآن کی تلاوت کو ضروری سمجھو کیونکہ تلاوت زمین پر تمہارے لیئے نور اور آسمان میں تمہارے لیئے ثواب کا ذخیرہ ہے۔[1]

حضرت اوس بن حذیفہ ثقفیؓ فرماتے ہیں کہ ہم قبیلہ ثقیف کا وفد بن کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم میں سے جو احلافی تھے وہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے ہاں ٹھہرے اور مالکی حضرات کو حضورؐ نے اپنے خیمہ میں ٹھہرایا حضورؐ عشاء کے بعد ہمارے پاس تشریف لاتے اور ہم سے (کھڑے کھڑے) باتیں کرتے اور اتنی دیر کھڑے رہتے کہ آپؐ (تھک جاتے اور) باری باری دونوں پاؤں پر آرام فرماتے زیادہ تر آپ قریش کی شکایت کرتے اور فرماتے مکہ میں ہمیں کمزور سمجھا جاتا تھا۔ جب ہم مدینہ آگئے تو ہم نے ان سے بدلہ لینا شروع کر دیا اور لڑائیوں میں کبھی وہ جیتتے اور کبھی ہم۔ حضورؐ روزانہ جس وقت ہمارے پاس تشریف لاتے ایک رات اس سے دیر سے تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ روزانہ جس وقت ہمارے پاس تشریف لایا کرتے تھے آج اس سے دیر سے تشریف لائے ہیں (اس کی کیا وجہ ہے؟) آپؐ نے فرمایا میں نے قرآن کی ایک مقدار روزانہ پڑھنے کے لیئے مقرر کر رکھی ہے وہ آج کسی وجہ سے پوری نہ ہو سکی اس لیئے میں نے چاہا کہ اسے پورا کر کے پھر آپ لوگوں کے پاس آؤں۔ اگلے دن صبح کو ہم نے حضورؐ کے صحابہؓ سے پوچھا کہ انہوں نے قرآن ختم کرنے کے کتنے حصے بنا رکھے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ (قرآن ختم کرنے کے کیلئے سات حصے بنا رکھے ہیں) پہلے حصے میں سورت فاتحہ کے بعد والی تین سورتیں، دوسرے حصے میں اس کے بعد والی پانچ سورتیں، تیسرے حصے میں اس کے بعد والی سات سورتیں، چوتھے حصے میں اس کے بعد والی نو سورتیں، پانچویں حصے میں اس کے بعد والی گیارہ سورتیں، چھٹے حصے میں اس کے بعد والی تیرہ سورتیں اور ساتویں حصے میں مفصل والی سورتیں۔[2] ابو داؤد کی روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اسے پورا کیئے بغیر میں آجاؤں اسے میں نے اچھا نہ سمجھا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ مکہ اور مدینہ کے درمیان ٹھہرے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی نے حضورؐ سے اندر آنے کی اجازت مانگی حضورؐ نے فرمایا روزانہ میں جتنا

۱۔ اخرجه ابن حبان فی حدیث طویل کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۸)

۲۔ اخرجه الطیالسی واحمد وابن جریر والطبرانی وابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۳۲) واخرجه ابو داؤد (ج ۲ ص ۲۱۰) عن اوس بن حذیفة بنحوه مطولا

قرآن پڑھتا تھا آج رات وہ رہ گیا ہے اس پر میں کسی چیز کو ترجیح نہیں دے سکتا (میں وہ پڑھ رہا ہوں اس لیئے ابھی اجازت نہیں ہے)۔[۱]

حضرت ابو سلمہؒ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ حضرت ابو موسیٰؓ سے فرمایا کرتے ہمیں ہمارے رب کی یاد دلاؤ تو حضرت ابو موسیٰؓ قرآن پڑھ کر سنایا کرتے۔[۲]

حضرت حبیب بن ابی مرزوقؒ کہتے ہیں ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ بعض دفعہ حضرت عمر بن خطابؓ حضرت ابو موسیٰؓ سے فرمایا کرتے ہمیں ہمارے رب کی یاد دلاؤ تو حضرت ابو موسیٰؓ قرآن پڑھا کرتے۔ وہ بہت اچھی آواز سے قرآن پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ابو نضرہؒ کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰؓ سے فرمایا ہمیں ہمارے رب کا شوق دلاؤ وہ قرآن پڑھنے لگے۔ لوگوں نے کہا نماز۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا ہم نماز میں نہیں ہیں؟

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ جب گھر تشریف لے جاتے تو قرآن کھول کر اسے پڑھا کرتے۔[۳]

حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں یہ چاہتا ہوں کہ جو دن یا رات آئے میں اس میں قرآن دیکھ کر پڑھا کروں۔[۴] حضرت عثمانؓ نے فرمایا اگر ہمارے دل پاک ہوتے تو ہم اپنے رب کے کلام سے کبھی بھی سیر نہ ہوتے اور مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میری زندگی میں کوئی دن ایسا آئے جس میں میں دیکھ کر قرآن نہ پڑھوں، چنانچہ حضرت عثمانؓ دیکھ کر اتنا زیادہ قرآن پڑھا کرتے تھے کہ ان کے انتقال سے پہلے ہی ان کا قرآن پھٹ گیا تھا۔[۵]

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہمیشہ دیکھ کر قرآن پڑھا کرو۔[۶] حضرت حبیب بن شہیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت نافعؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے انہوں نے کہا جو وہ کیا کرتے تھے لوگ اسے نہیں کر سکتے وہ ہر نماز کے لیئے وضو کیا کرتے اور ہر دو نمازوں کے درمیان قرآن پڑھا کرتے۔[۷] حضرت ابن ابی ملیکہؒ کہتے ہیں حضرت عکرمہ بن ابی جہلؓ قرآن لے کر اپنے چہرے پر رکھا کرتے اور رونے لگ جاتے اور فرماتے یہ میرے رب کا کلام ہے یہ میرے رب کی کتاب ہے۔[۸]

۱۔ اخرجه ابن ابی داؤد فی المصاحف کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۲) ۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۵۸) واخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۰۹) عن ابی سلمة نحوه

۳۔ اخرجه ابن ابی داؤد کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۴) ۴۔ اخرجه احمد فی الزهد وابن عساکر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۵) ۵۔ عند احمد وابن عساکر ایضا کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۸) ۶۔ عند البیهقی فی الاسماء والصفات (ص ۱۸۲)

۷۔ اخرجه ابن ابی داؤد فی المصاحف کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۶)

۸۔ اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۲۴۳) قال الذهبی مرسل

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا جو نبی ﷺ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اس کے لیئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی آدمی بازار سے اپنے گھر واپس آئے تو اسے چاہئے کہ وہ قرآن کھول کر پڑھا کرے کیونکہ اسے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی۔[1] دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کے لیئے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں لکھیں گے میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ آلمٓ پر دس نیکیاں ملیں گی بلکہ الف پر دس نیکیاں ملیں گی اور لام پر دس اور میم پر دس۔[2]

دن اور رات میں، سفر اور حضر میں قرآن کی سورتیں پڑھنا

حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ فرماتے ہیں میری حضور ﷺ سے ملاقات ہوئی تو حضورؐ نے مجھے فرمایا اے عقبہ بن عامر! جو تم سے تعلق توڑے تم اس سے تعلق جوڑو جو تمہیں محروم رکھے (اور تمہیں نہ دے) تم اسے دو اور جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف کردو۔ اس کے بعد میری حضورؐ سے پھر ملاقات ہوئی تو مجھ سے فرمایا اے عقبہ بن عامر! کیا میں تمہیں چند ایسی سورتیں نہ سکھا دوں کہ ان جیسی سورتیں اللہ نے تورات، زبور، انجیل اور قرآن کسی میں بھی نازل نہیں فرمائیں اور میں ہر رات انہیں ضرور پڑھتا ہوں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ جب سے حضور ﷺ نے مجھے ان سورتوں کے پڑھنے کا حکم دیا ہے، اس وقت سے میں ہر رات ان کو ضرور پڑھتا ہوں اور جب حضورؐ نے مجھے ان کے پڑھنے کا حکم دیا ہے تو مجھ پر واجب ہو گیا ہے کہ انہیں نہ چھوڑوں۔[3] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ جب رات کو اپنے بستر پر تشریف لاتے تو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ پڑھ کر دونوں ہاتھوں کو ملا کر اپنے اوپر دم کرتے اور جہاں تک ہو سکتا دونوں ہاتھ سارے جسم پر پھیرتے اپنے سر، چہرے اور جسم کے اگلے حصے سے اس کی ابتداء فرماتے اور اس طرح تین مرتبہ فرماتے۔[4] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ جب بستر پر تشریف لاتے تو قل ھو اللّٰہ احد اور معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر دم کرتے اور انہیں چہرے، بازو، سینے اور جسم پر جہاں تک ہاتھ پہنچتے پھیرتے۔ جب حضورؐ کی بیماری بڑھ گئی تو آپؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپؐ کے ساتھ اس طرح کروں۔[5]

۱۔ اخرجه ابن ابی داؤد ۲۔ عند ابن ابی داؤد ایضا فی روایة اخری وفی اسانید هما ثویر مولی جعدة ابن هبیرة کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۹)

۳۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۳) ۴۔ اخرجه النسائی

۵۔ عند ابن النجار کذافی الکنز (ج۸ ص ۲۸) وعزاه فی جمع الفوائد قرآن الی الستة الا النسائی بمعنی حدیث ابن النجار الا انه قال المعوذات وقل هو الله احد

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جب تک الٓمٓ تَنْزِیْل اور تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ دونوں سورتیں پڑھ نہ لیتے نہ سوتے۔ حضرت طاؤس کہتے ہیں یہ دونوں سورتیں قرآن کی ہر سورت پر ستر نیکیاں زیادہ فضیلت رکھتی ہیں۔۱؎ حضرت عرباض بن ساریہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب بستر پر لیٹتے تو سونے سے پہلے مسبحات پڑھتے یعنی وہ سورتیں پڑھتے جن کے شروع میں سبح یا یسبح آتا ہے اور حضورؐ نے فرمایا ان سورتوں میں ایک ایسی آیت ہے جو ہزار آیتوں سے افضل ہے۔۲؎ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب تک حضور ﷺ سورت زمر اور سورت بنی اسرائیل پڑھ نہ لیتے سویا نہ کرتے۔۳؎ حضرت فروہ بن نوفلؓ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسی چیز بتائیں جسے میں لیٹتے وقت پڑھ لیا کروں۔ آپؐ نے فرمایا قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھا کرو کیونکہ اس سورت میں شرک سے بیزاری ہے۔۴؎

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں آدمی کے پاس اس کی قبر میں عذاب کے فرشتے آئیں گے وہ پاؤں کی طرف سے آئیں گے تو پاؤں کہیں گے تمہارے لیئے ہماری طرف سے کوئی راستہ نہیں ہے کیونکہ یہ سورت ملک پڑھا کرتا تھا پھر وہ سینے کی طرف سے آئیں گے تو سینہ کہے گا تمہارے لیئے میری طرف سے کوئی راستہ نہیں ہے کیونکہ یہ سورت ملک پڑھا کرتا تھا۔ پھر وہ سر کی طرف سے آئیں گے تو سر کہے گا تمہارے لیئے میری طرف سے کوئی راستہ نہیں کیونکہ یہ سورت ملک پڑھا کرتا تھا۔ یہ سورت مانع ہے۔ یہ عذاب قبر کو روکتی ہے۔ اور تورات میں ہے کہ جس نے کسی رات میں اس سورت کو پڑھا اس نے بہت زیادہ ثواب حاصل کیا اور بہت عمدہ کام کیا۔۵؎ نسائی میں حدیث مختصر ہے اور ان الفاظ کے ساتھ ہے کہ جو ہر رات تبارک الذی بیدہ الملک پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے عذاب قبر سے بچائے گا اور ہم لوگ اسے حضور ﷺ کے زمانے میں مانعہ کہا کرتے تھے یعنی عذاب قبر کو روکنے والی۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یہ ہے کہ یہ ایسی سورت ہے کہ جو اسے ہر رات پڑھے گا وہ بہت زیادہ ثواب کمانے والا اور بہت عمدہ کام کرنے والا ہوگا۔۶؎

حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا جو شخص سورت بقرہ، سورت آل عمران اور سورت نساء کسی رات میں پڑھے گا اسے قانتین یعنی فرمانبرداروں میں لکھ دیا جائے گا۔۷؎

حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے جبیر! کیا تم یہ پسند کرتے

۱؎ اخرجه الترمذی کذافی جمع الفوائد (ج ۲ص ۷۲)

۲؎ اخرجه الترمذی وابو داؤد ۳؎ عندا لترمذی ون ، فی جمع الفوائد (ج ۲ص ۲۶۰)

۴؎ عند الترمذی ایضا (ج ۲ص ۱۷۲) ۵؎ اخرجه الحاکم قال الحاکم صحیح الاسناد

۶؎ کذافی الترغیب (ج ۳ص ۳۸) واخرجه البیهقی فی کتاب عذاب القبر عن ابن مسعود بطوله کما فی الکنز (ج ۱ص ۲۲۳) ۷؎ اخرجه ابو عبیده وسعید بن منصور وعبد بن حمید والبیهقی فی شعب الایمان کذافی الکنز (ج ۱ص ۲۲۲)

ہو کہ جب تم سفر میں جایا کرو تو تمہاری حالت سب سے اچھی اور تمہارا توشہ سب سے زیادہ ہو؟ میں نے کہا جی ہاں میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ نے فرمایا تم یہ پانچ سورتیں پڑھا کرو قل یا ایھا الکافرون، اذاجاء نصر اللّٰہ والفتح، قل ھو اللّٰہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ہر سورت کے شروع میں بھی بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم پڑھو اور آخر میں بھی بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم پڑھو (اس طرح سورتیں پانچ ہوں گی اور بسم اللہ چھ مرتبہ ہوگی) حضرت جبیرؓ فرماتے ہیں حالانکہ میں غنی اور مالدار تھا لیکن جب میں سفر میں جایا کرتا تھا تو میں سب سے زیادہ خستہ حالت والا اور سب سے کم توشہ والا ہوتا تھا تو جب مجھے حضورؐ نے یہ سورتیں سکھائیں اور میں نے انہیں پڑھنا شروع کیا تو میں سب سے اچھی حالت والا اور سب سے زیادہ توشہ والا ہو گیا اور پورے سفر میں واپسی تک میرا یہی حال رہتا ہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن خبیبؓ فرماتے ہیں ایک رات بہت زیادہ بارش ہوئی تھی اور سخت اندھیرا چھایا ہوا تھا ہم لوگ حضور ﷺ کو تلاش کرنے نکلے تاکہ آپ ہمیں نماز پڑھا دیں آخر آپ ہمیں مل گئے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہو میں نے کچھ نہ کہا آپ نے دوبارہ فرمایا کہو میں نے کچھ نہ کہا آپ نے تیسری مرتبہ فرمایا کہو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا صبح اور شام تین مرتبہ قل ھو اللّٰہ احد اور معوذ تین پڑھا کرو ان کا پڑھنا ہر چیز سے کفایت کرے گا۔[2]

حضرت علیؓ نے فرمایا جو صبح کی نماز کے بعد دس مرتبہ قل ھو اللّٰہ احد پڑھے گا وہ سارا دن گناہوں سے محفوظ رہے گا چاہے شیطان کتنا ہی زور لگائے۔[3]

دن اور رات میں سفر اور حضر میں قرآنی آیات کا پڑھنا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں نے اس منبر کی لکڑیوں پر حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے اسے جنت میں جانے سے موت کے علاوہ اور کوئی چیز روکنے والی نہیں ہوگی اور جو اسے بستر پر لیٹتے وقت پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے اس کے گھر پر اس کے پڑوسی کے گھر پر اس کے ارد گرد کے چند اور گھروں پر امن عطا فرمائیں گے۔[4]

حضرت علیؓ نے فرمایا مجھے ایسا کوئی آدمی نظر نہیں آتا جو پیدائشی مسلمان ہو یا بالغ ہو کر مسلمان ہوا ہو اور اس آیت اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ کو پڑھے بغیر رات گزارتا ہو کاش کہ آپ لوگ

۱۔ اخرجه ابو یعلی الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۳) وفیه من لم اعرفهم ۱۵۔

۲۔ اخرجه ابو داؤد والترمذی والنسائی بالا سانید الصحیحه قال الترمذی حدیث حسن صحیح کذافی الاذکار للنووی (ص ۹۲)

۳۔ اخرجه سعید بن منصور وابن الفریس کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۳)

۴۔ اخرجه البیهقی فی شعب الایمان قال البیهقی اسناده ضعیف کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۱)

جان لیتے کہ اس آیت کا درجہ کتنا بڑا ہے۔ یہ آیت آپ لوگوں کے نبی کو اس خزانے سے دی گئی ہے جو عرش کے نیچے ہے اور آپ لوگوں کے نبیؐ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی اور میں اسے ہر رات تین مرتبہ پڑھ کر سوتا ہوں۔ عشاء کے بعد کی دو رکعتوں میں اور وتر میں بھی اسے پڑھتا ہوں اور بستر پر لیٹتے وقت بھی پڑھتا ہوں۔[1]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں نے کوئی ایسا عاقل بالغ آدمی نہیں دیکھا جو سورت بقرہ کی آخری آیتوں کو پڑھے بغیر سو جاتا ہو کیونکہ یہ آیتیں اس خزانے سے آئی ہیں جو عرش کے نیچے ہے۔[2]

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں جو آدمی رات کو سورت آل عمران کی آخری آیتیں پڑھے گا اس کے لیئے رات بھر کی عبادت کا ثواب لکھا جائے گا۔[3]

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا جو رات کو کسی گھر میں سورت بقرہ کی دس آیتیں پڑھے گا اس گھر میں صبح تک کوئی شیطان داخل نہیں ہوگا۔ وہ دس آیتیں یہ ہیں سورت بقرہ کی شروع کی چار آیتیں، آیت الکرسی، اس کے بعد کی دو آیتیں اور سورت بقرہ کی آخری تین آیتیں۔[4]

حضرت ابی بن کعبؓ کے کھلیان میں کھجوریں رکھی ہوئی تھیں اور وہ ان کی نگرانی کرتے تھے۔ انہیں محسوس ہوا کہ یہ کھجوریں کم ہو رہی ہیں تو انہوں نے ایک رات ان کھجوروں کا پہرہ دیا تو انہوں نے ایک جانور دیکھا جو بالغ لڑکے جیسا تھا فرماتے ہیں میں نے اسے سلام کیا اس نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا جنات کی شکل وصورت ایسی ہوتی ہے؟ اس نے کہا تمام جنات کو معلوم ہے کہ ان میں مجھ سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں ہے۔ میں نے کہا تم نے (کھلیان سے کھجوریں چرانے کا کام) کیوں کیا؟ اس نے کہا ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ آپ کو صدقہ کرنا بہت پسند ہے تو ہم نے چاہا کہ ہمیں بھی آپ کی کچھ کھجوریں مل جائیں۔ میں نے کہا کونسی چیز ایسی ہے جس کی وجہ سے ہماری تم لوگوں سے حفاظت ہو جائے؟ اس نے کہا یہ آیت الکرسی جو سورت بقرہ میں ہے جو اسے شام کو پڑھے گا وہ صبح تک ہم سے محفوظ رہے گا اور جو اسے صبح کو پڑھے گا وہ شام تک ہم سے محفوظ رہے گا۔ صبح کو حضرت ابیؓ نے جا کر یہ سارا واقعہ حضور ﷺ کو بتایا تو حضورؐ نے فرمایا اس خبیث نے سچ کہا۔[5]

۱۔ اخرجه ابو عبيد في فضائله وابن ابي شيبة والدارمي وغير هم كذافي الكنز (ج ١ ص ٢٢١)

۲۔ اخرجه الدارمي ومسلو د محمد بن نصر وابن الفريس وابن مردويه كذافي الكنز (ج ١ ص ٢٢٢) ۳۔ اخرجه الدارمي كذافي الكنز (ج ١ ص ٢٢٢)

۴۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ١٠ ص ١١٨) رجاله رجال الصحيح الا ان الشعبي لم يسمع من ابن مسعود. انتهى ۵۔ اخرجه النسائي والحاكم والطبراني وابو نعيم والبيهقي مع في الدلائل وسعيد بن منصور وغير هم كذافي الكنز (ج ١ ص ٢٢١) وقال الهيثمي (ج ١٠ ص ١١٨) رواه الطبراني ورجاله ثقات

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حمص سے چلا اور رات کو زمین کے ایک خاص ٹکڑے میں پہنچا تو اس علاقے کے جنات میرے پاس آگئے اس پر میں نے سورت اعراف کی یہ آیت آخر تک پڑھی اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ آخر تک (سورت اعراف آیت ۵۴) ترجمہ "بے شک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا۔ چھپا دیتا ہے شب سے دن کو ایسے طور پر کہ وہ شب اس دن کو جلدی سے آلیتی ہے اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا ایسے طور پر کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔ بڑی خوبیوں کے بھرے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ جو تمام عالم کے پروردگار ہیں۔" اس پر ان جنات نے ایک دوسرے سے کہا اب تو صبح تک اس کا پہرہ دو (چنانچہ انھوں نے ساری رات میرا پہرہ دیا) صبح کو میں سواری پر سوار ہو کر وہاں سے چل دیا۔[1]

حضرت علاء بن لجلاج رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹوں سے کہا جب تم مجھے قبر میں رکھنے لگو تو بسم اللّٰه وعلی ملة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کہہ کر مجھے قبر میں رکھنا اور میری قبر پر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا اور میرے سرہانے سورت بقرہ کی شروع کی اور آخری آیتیں پڑھنا کیونکہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ ایسا کرنے کو بہت پسند کرتے تھے۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو یہ چاہتا ہے کہ اس کا اجر و ثواب بہت بڑے اور مکمل پیمانے میں تولا جائے تو وہ یہ آیتیں تین مرتبہ پڑھے سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (سورت صافات آیت ۱۸۰) ترجمہ "آپ کا رب جو بڑی عظمت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ (کافر) بیان کرتے ہیں۔"[3]

حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جب اپنے گھر میں داخل ہوتے تو اس کے تمام کونوں میں آیت الکرسی پڑھتے۔[4]

کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کا ذکر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! قیامت کے دن لوگوں میں سے کسے آپ کی شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ حاصل ہوگی؟ حضورؐ نے فرمایا

۱۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۳) وفیه المسیب بن واضح وقد و ثقه غیر واحد وضعفه جماعة وبقیة رجاله رجال الصحیح انتهی

۲۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۱۱۹)

۳۔ اخرجه ابن زنجویه فی ترغیبه کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۲۲)

۴۔ ابویعلی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۸) رجاله ثقات الا ان عبدالله لم یسمع من ابن عوف. ا ه

چونکہ مجھے معلوم تھا کہ تمہیں احادیث حاصل کرنے کا بہت زیادہ شوق ہے اس وجہ سے میرا خیال یہی تھا کہ تم سے پہلے یہ بات مجھ سے کوئی نہیں پوچھے گا۔ قیامت کے دن میری شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ اسے حاصل ہوگی جو لا الہ الا اللہ خالص دل سے کہے گا۔[1] حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ نے فرمایا جو لا الہ الا اللہ اخلاص سے کہے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ کسی نے پوچھا اس کا اخلاص کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اس کا اخلاص یہ ہے کہ یہ کلمہ انسان کو اللہ کے حرام کردہ کاموں سے روک دے۔[2]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ مجھے کوئی ورد سکھا دیں جس سے آپ کو یاد کیا کروں اور آپ کو پکارا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ انھوں نے عرض کیا اے میرے پروردگار! یہ تو ساری ہی دنیا کہتی ہے۔ ارشاد ہوا لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ عرض کیا اے میرے رب! میں تو کوئی ایسی خاص چیز مانگتا ہوں جو مجھ ہی کو عطا ہو۔ ارشاد ہوا کہ اگر ساتوں آسمان ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف لا الہ الا اللہ رکھ دیا جائے تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا جھک جائے گا۔[3] اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر ساتوں آسمان اور میرے علاوہ انہیں آباد کرنے والے اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں ہوں اور لا الہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں ہو تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا جھک جائے گا۔[4]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کیا وصیت کی تھی؟ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتائیں۔ ارشاد فرمایا حضرت نوح نے اپنے بیٹے کو یہ وصیت کی تھی کہ اے میرے بیٹے! میں تمہیں دو باتوں کی وصیت کرتا ہوں اور دو باتوں سے روکتا ہوں میں لا الہ الا اللہ کہنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اگر یہ کلمہ ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں سارے آسمان اور زمینیں رکھ دی جائیں تو کلمہ والا پلڑا جھک جائے گا اور اگر سارے آسمان ایک حلقہ بن جائیں تو بھی یہ کلمہ انہیں توڑ کر آگے چلا جائے گا اور اللہ تعالیٰ تک پہنچ کر رہے گا اور دوسری وصیت یہ کرتا ہوں کہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ کہا کرو کیونکہ یہ ساری مخلوق کی عبادت ہے اور اسی کی برکت سے ان کو رزق دیا جاتا ہے اور فرمایا تمہیں دو باتوں سے روکتا ہوں ایک شرک دوسرا تکبر کیونکہ یہ دونوں بری صفات اللہ

۱۔ اخرجه البخاری کذافی الترغيب (ج ۳ ص ۳ ۷)

۲۔ عند الطبرانی فی الاوسط کذافی الترغيب (ج ۳ ص ۷۴)

۳۔ اخرجه النسائی و ابن حبان فی صحيحه والحاكم و صححه كذافی الترغيب (ج ۳ ص ۷۵) و اخرجه ابو يعلى عن ابی سعيد نحوه ۴۔ قال الهيثمی (ج ۱۰ ص ۸۲) ورجاله وثقوا و فيهم ضعف

سے روک دیتی ہیں۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا یہ بات تکبر میں سے ہے کہ آدمی کھانا تیار کرے اور اس کھانے پر ایک جماعت کو بلائے اور انہیں کھلائے یا صاف ستھرے کپڑے پہنے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں یہ دونوں باتیں تکبر میں سے نہیں ہیں۔ تکبر تو یہ ہے کہ تم مخلوق کو بے وقوف بناؤ اور دوسرے لوگوں کو حقیر سمجھو۔[۱] ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر تمام آسمان اور زمینیں اور جو کچھ ان میں ہے یہ سب ایک حلقہ بن جائے اور ان پر لا الہ الا اللہ رکھ دیا جائے تو یہ کلمہ ان سب کو توڑ دے گا۔

حضرت یعلی بن شداد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے والد حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے جب مجھے یہ واقعہ بیان کیا اس وقت حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے اور وہ میرے والد کی تصدیق کر رہے تھے۔ میرے والد نے مجھے بتایا کہ ایک دن ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپؐ نے فرمایا کیا تم میں کوئی اجنبی آدمی اہل کتاب میں سے ہے؟ ہم نے عرض کیا کوئی نہیں۔ ارشاد فرمایا کواڑ بند کر دو۔ اس کے بعد فرمایا ہاتھ اٹھاؤ اور کہو لا الہ الا اللہ ہم نے تھوڑی دیر ہاتھ اٹھائے رکھے (اور کلمہ طیبہ پڑھا) پھر فرمایا الحمد للہ اے اللہ! تو نے مجھے یہ کلمہ دے کر بھیجا ہے اور اس کے پڑھنے کا تو نے مجھے حکم دیا ہے اور اس پر تو نے مجھ سے جنت کا وعدہ کیا ہے اور تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا پھر فرمایا کہ خوش ہو جاؤ۔ اللہ نے تمہاری مغفرت فرما دی۔[۲]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کچھ وصیت فرما دیں۔ ارشاد فرمایا جب تم سے کوئی برائی سرزد ہو جائے تو اس کے بعد فوراً کوئی نیکی کا کام کر و اس سے وہ برائی مٹ جائے گی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا لا الہ الا اللہ بھی نیکیوں میں سے ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ تو تمام نیکیوں سے افضل ہے۔[۳]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہہ رہے ہیں تو آپؓ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم! یہی ہے یہی ہے لوگوں نے پوچھا یہی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہی تقویٰ والا کلمہ ہے مسلمان ہی اس کے زیادہ مستحق ہیں اور اس کے اہل ہیں۔[۴]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے والزمھم کلمۃ التقویٰ (سورت فتح آیت ۲۶) ترجمہ اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا۔'' اس کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ

۱۔ اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۸۳) وفيه محمد بن اسحاق وهو مدلس و هو ثقه وبقية رجاله رجال الصحيح. انتهى و اخرجه الحاكم عن عبدالله نحوه وقال صحيح الاسناد كمافي الترغيب (ج ۳ ص ۷۷) ۲۔ اخرجه احمد باسناد حسن والطبراني وغيرهما كذافي الترغيب (ج ۳ ص ۷۵) وقال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۸۱) رواه احمد وفيه راشد بن داؤد و قد وثقه غير واحد وفيه ضعف وبقية رجاله ثقات. انتهى ۳۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۸۱) رجاله ثقات الا ان شمر بن عطية حدث به عن اشياخه عن ابي ذر ولم يسم احدا منهم

۴۔ اخرجه ابن خسرو و كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۰۷)

نے فرمایا یہ تقویٰ والی بات لا الہ الا اللہ ہے۔ ابن جریر وغیرہ میں اس کے بعد اللہ اکبر بھی ہے۔[1]

سبحان اللہ و الحمدللّٰہ و لا الٰہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر و لاحول و لا قوۃ الا باللّٰہ کے اذکار

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ نے فرمایا باقیات صالحات کثرت سے پڑھا کرو۔ صحابہؓ نے پوچھا باقیات صالحات کیا چیزیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا اللّٰہ اکبر ولا الہ الا اللّٰہ وسبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ کہنا۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورﷺ نے فرمایا تم لوگ اپنی حفاظت کا سامان لے لو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا کوئی دشمن آ گیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں آگ سے حفاظت کا سامان لے لو اور سبحان اللّٰہ والحمدللّٰہ ولا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر کہا کرو کیونکہ یہ کلمات تم سے آگے جا کر آخرت میں کام آئیں گے اور تمہارے اچھے انجام کا سبب بنیں گے اور یہی وہ اعمال صالحہ ہیں جن کا ثواب باقی رہتا ہے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ نجات دینے والے کلمات ہیں اور اوسط میں طبرانی کی روایت میں لاحول ولاقوۃ الا باللہ کا اضافہ بھی ہے۔[3]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضورﷺ نے فرمایا کیا تم اس بات کی طاقت رکھتے ہو کہ روزانہ احد پہاڑ کے برابر عمل کر لیا کرو؟ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! کون روزانہ احد پہاڑ کے برابر عمل کر سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا تم سب کر سکتے ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! کیسے؟ آپؐ نے فرمایا سبحان اللہ کہنا احد سے بڑا ہے اور الحمدللہ کہنا احد سے بڑا ہے اور لا الہ الا اللہ کہنا احد سے بڑا ہے اور اللہ اکبر کہنا احد سے بڑا ہے۔[4]

۱۔ اخرجه عبدالرزاق وابن جرير وابن المنذر و ابن ابى حاتم والحاكم والبيهقى فى الاسماء والصفات كذافى الكنز (ج ۱ ص ۲٦۵) ۲۔ اخرجه احمد ابويعلى والنسائى واللفظ له وابن حبان فى صحيحه والحاكم و صححه كذافى الترغيب (ج ۳ ص ۹۱) وقال الهيثمى (ج ۱ ص ۸۷) لرواية احمد وابى يعلى اسناد هما حسن ۳۔ اخرجه النسائى اللفظ له والحاكم والبيهقى قال الحاكم صحيح على شرط مسلم وفى رواية منجيات بتقديم النون على الجيم و كذارواه الطبرانى فى الاوسط ورواه فى الصغير من حديث ابى هريره فجمع بين اللفظين فقال ومجيبات واسناده جيد قوى كذافى الترغيب (ج ۳ص ۹۲) واخرجه الطبرانى فى الاوسط عن انس رضى الله عنه وفى رواية فانهن مقدمات وهن منجيات ومن معقبات وهن الباقيات والصلحت وفيه كثير بن سليم وهو ضعيف كما قال الهيثمى (ج ۱۰ ص ۸۹) ۴۔ اخرجه ابن الدنيا والنسائى والطبرانى والبزار وقال الهيثمى (ج ۱۰ ص ۹۱) رواه الطبرانى والبزار و رجالهما رجال الصحيح وقال المنذرى فى الترغيب (ج ۳ ص ۹۳) رواه ابن ابى الدنيا والنسائى والطبرانى والبزار كلهم عن الحسن عن عمران ولم يسمع و رجالهم رجال الصحيح الاشيخ النسائى عمرو بن منصور و هوثقة. انتهى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں پودا لگا رہا تھا کہ اتنے میں حضورﷺ میرے پاس سے گزرے اور فرمایا اے ابو ہریرہ! کیا لگا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا پودا لگا رہا ہوں، فرمایا کیا میں تمہیں اس سے بہتر پودا نہ بتا دوں؟ سبحان اللّٰہ والحمدللّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر کہنا ان میں سے ہر کلمہ کے بدلے جنت میں ایک درخت لگ جائے گا۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورﷺ نے فرمایا جب تم جنت کے باغوں پر گزرو تو خوب چرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جنت کے باغ کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا مسجدیں میں نے عرض کیا ان میں چرنے کی کیا صورت ہے؟ آپؐ نے فرمایا سبحان اللّٰہ والحمدللّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر کہنا۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضورﷺ نے ایک ٹہنی پکڑ کر اسے ہلایا تا کہ اس کے پتے گریں لیکن کوئی پتہ نہ گرا۔ آپؐ نے اسے پھر ہلایا تو پھر بھی کوئی پتہ نہ گرا آپؐ نے تیسری مرتبہ ہلایا تو پھر پتے گرنے لگے اس پر حضورؐ نے فرمایا سبحان اللّٰہ والحمدللّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر کہنے سے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے درخت سے پتے۔[3]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دیہاتی نے حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ مجھے ایسا کلام بتا دیں جسے میں پڑھتا رہوں۔ آپؐ نے فرمایا تم یہ پڑھا کرو لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ اللّٰہ اکبر کبیرا والحمدللّٰہ کثیرا وسبحان اللّٰہ رب العالمین ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العزیز الحکیم اس نے کہا یہ تمام کلمات تو میرے رب کی تعریف کے ہو گئے میرے لئے کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا تم یہ دعا مانگا کرو اللھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وارزقنی ''اے اللہ! میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت عطا فرما اور مجھے رزق نصیب فرما۔'' حضرت ابو مالک اشجعی کی روایت میں وعافنی بھی ہے۔ ''مجھے عافیت نصیب فرما'' ایک روایت میں یہ ہے کہ اس دعا میں تمہاری دنیا اور آخرت دونوں آگئیں۔[4] حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دیہاتی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے قرآن سیکھنے کی بہت کوشش کی لیکن سیکھ نہ سکا۔ اب آپ مجھے کوئی ایسی چیز سکھا دیں جو قرآن کی جگہ بھی ہو جائے۔ آپؐ نے فرمایا سبحان اللّٰہ والحمدللّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر پڑھا کرو اس نے انگلیوں پر گنتے ہوئے یہ کلمات کہے اور پھر عرض کیا یا رسول اللہ! یہ سارے کلمات تو میرے رب کی تعریف کے ہو گئے خود

۱۔ اخرجه ابن ماجة باسناد حسن واللفظ له والحاكم وقال صحيح الاسناد كذافي الترغيب (ج ۳ ص ۸۳) ۲۔ اخرجه الترمذی قال الترمذی حديث غريب لقال المنذری فی الترغيب (ج ۳ ص ۹۷) وهو مع غرابة حسن الاسناد ۳۔ اخرجه احمد قال فی الترغيب (ج ۳ ص ۹۳) رجاله رجال الصحيح. ا ه و اخرجه الترمذی بمعناه ۴۔ اخرجه مسلم

میرے لئے کیا ہوا؟ آپؐ نے فرمایا تم یہ دعا مانگا کرو اللھم اغفرلی وارحمنی وعافنی وارزقنی واھدنی یہ سن کر وہ دیہاتی چل دیا۔ آپؐ نے فرمایا یہ دیہاتی دونوں ہاتھوں کو خیر سے بھر کر جا رہا ہے۔ بیہقی کی روایت میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ بھی ہے۔[1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ نے فرمایا کیا میں تجھے وہ کلام نہ بتاؤں جو اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ میں نے عرض کیا مجھے وہ کلام ضرور بتائیں جو اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے فرمایا اللہ کو سب سے زیادہ پسند کلام سبحان اللہ وبحمدہ ہے۔[2] ترمذی کی روایت میں سبحان ربی وبحمدہ ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کونسا کلام سب سے افضل ہے؟ فرمایا وہ کلام جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے لئے یا اپنے بندوں کے لئے چنا اور وہ ہے سبحان اللہ وبحمدہ۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جو آدمی لا الٰہ الا اللہ کہے گا وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا یا فرمایا جنت اس کے لئے واجب ہو جائے گی اور جو آدمی سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ کہے گا اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی۔ صحابہؓ نے عرض کیا پھر تو ہم میں سے کوئی بھی ہلاک نہ ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا ہاں لیکن بات یہ ہے کہ آدمی اتنی نیکیاں لے کر آئے گا کہ کسی پہاڑ پر رکھ دی جائیں تو وہ پہاڑ دب جائے لیکن پھر نعمتیں آئیں گی اور ان کے بدلہ میں وہ نیکیاں سب ختم ہو جائیں گی۔ اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ ہی اپنی رحمت اور فضل سے دستگیری فرمائیں گے۔[3]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپؐ نے فرمایا کیا تم لوگ روزانہ ایک ہزار نیکیاں کمانے سے عاجز ہو؟ پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک صاحب نے پوچھا کہ ہم کس طرح ایک ہزار نیکیاں کما سکتے ہیں؟ فرمایا آدمی سو دفعہ سبحان اللہ کہے تو اس کے لئے ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی یا اس کی ہزار خطائیں گرا دی جائیں گی۔ ترغیب میں ہے کہ مسلم کی روایت میں تو "او" ہے جس کا ترجمہ یا لکھا گیا ہے لیکن ترمذی اور نسائی کی روایت میں "و" ہے جس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ اور اس کی ہزار خطائیں گرا دی جائیں گی واللہ اعلم۔[4]

---

[1] عند ابن ابی الدنیا و رواہ البیھقی مختصر واسنادہ جید کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۹۰) و اخرجہ ابو داؤد بتمامہ [2] اخرجہ مسلم والنسائی و رواہ الترمذی الا انہ قال سبحان ربی وبحمدہ وقال حدیث حسن صحیح [3] اخرجہ الحاکم و صححہ من حدیث اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحۃ عن ابیہ کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۸۱)

[4] اخرجہ مسلم والترمذی وصححہ والنسائی واخرجہ ایضا ابن ابی شیبۃ وعبدبن حمید وابن حبان وابو نعیم کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۱)

حضرت قیس بن سعد بن عبادہؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں خدمت کرنے کے لیئے پیش کیا ایک دن حضورؐ میرے پاس تشریف لائے میں دو رکعت نماز پڑھ کر بیٹھا ہوا تھا آپؐ نے مجھے پاؤں مبارک مار کر فرمایا کیا میں تمہیں جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ نہ بتادوں؟ میں نے کہا ضرور بتائیں فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ (برائیوں سے بچنے کی طاقت اور نیکیاں کرنے کی قوت صرف اللہ ہی سے ملتی ہے۔)[1] حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا کہ اتنے میں آپؐ نے مجھ سے فرمایا اے ابوذر! کیا میں تمہیں جنت کے خزانوں سے ایک خزانہ نہ بتاؤں؟ میں نے کہا ضرور بتائیں فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ[2]

حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں مجھ سے حضرت ابوایوب انصاریؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا کلمہ نہ سکھادوں جو مجھے حضور ﷺ نے سکھایا تھا؟ میں نے کہا اے چچا جان! ضرور سکھائیں فرمایا جب حضورؐ میرے مہمان بنے تھے تو ایک دن آپؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتادوں؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ضرور بتادیں۔ فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ کثرت سے پڑھا کرو۔[3]

حضرت ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں معراج کی رات میں حضور ﷺ کا حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام پر گزر ہوا تو انہوں نے پوچھا اے جبرائیل! یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ حضرت جبرائیل نے کہا یہ حضرت محمد ﷺ ہیں تو حضرت ابراہیمؑ نے حضورؐ سے فرمایا اے محمد! اپنی امت سے کہنا کہ وہ جنت کے پودے کثرت سے لگائیں کیونکہ جنت کی مٹی بہت عمدہ ہے اور وہاں بہت کشادہ زمین ہے۔ حضورؐ نے پوچھا جنت کے پودے کیا ہیں؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ۔ طبرانی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے مجھے سلام کیا اور مجھے خوش آمدید کہا اور فرمایا اپنی امت سے کہنا۔[4]

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جس نے بسم اللّٰہ کہا اس نے اللہ کا ذکر کیا اور جس نے الحمد لله کہا اس نے اللہ کا شکر ادا کیا اور جس نے الله اکبر کہا اس نے اللہ کی عظمت بیان کی اور جس نے لآ الٰہ الا اللّٰہ کہا اس نے اللہ کی توحید بیان کی اور جس نے لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ کہا

---

[1] اخرجه الحاكم وصححه كذافي الترغيب (ج۳ص ۱۰۴)

[2] اخرجه ابن ماجة وابن ابي الدنيا وابن حبان في صحيحه كذافي الترغيب (ج۳ص ۱۰۵)

[3] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۹۸) رواه الطبراني في الكبير والا وسط باسنادين ورجال احد هما ثقات انتهى

[4] اخرجه احمد باسناد حسن وابن ابي الدنيا وابن حبان في صحيحه كذافي الترغيب (ج۳ص ۱۰) قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۹۷) ورجال احمد رجال الصحيح غير عبدالله بن عبدالرحمن بن عبدالله بن عمرو هو ثقة

اس نے فرمانبرداری کا اظہار کیا اور اس نے خود کو اللہ کے سپرد کر دیا اور اسے جنت میں اس کی وجہ سے رونق اور خزانہ ملے گا۔[۱]

حضرت مطرفؒ کہتے ہیں مجھ سے حضرت عمرانؓ نے فرمایا آج میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ تمہیں بعد میں نفع دیں گے اور وہ یہ ہے کہ تم یہ بات جان لو کہ قیامت کے دن اللہ کے سب سے بہترین بندے وہ ہوں گے جو (دنیا میں) اللہ کی خوب حمد وثناء کرنے والے ہوں گے۔[۲]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا سبحان اللّٰہ اور لآ الٰہ الا اللّٰہ کا تو ہمیں پتہ چل گیا لیکن الحمد للّٰہ کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا ایسا کلمہ ہے جسے اللہ نے اپنے لیے پسند فرمایا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ اسے کہا جائے۔[۳] حضرت ابوظبیانؒ کہتے ہیں حضرت ابن کوّاء نے حضرت علیؓ سے سبحان اللہ کے بارے میں پوچھا تو حضرت علیؓ نے فرمایا یہ ایسا کلمہ ہے جسے اللہ نے اپنے لیے پسند فرمایا ہے اور اس میں ہر بری صفت سے اللہ کی پاکی بیان کرنا ہے۔[۴]

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے دو آدمیوں کو مارنے کا حکم دیا تو ان میں سے ایک بسم اللّٰہ اور دوسرا سبحان الله کہنے لگا حضرت عمرؓ نے مارنے والے سے کہا تیرا بھلا ہو سبحان اللّٰہ کہنے والے کی پٹائی ذرا ہلکی کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ہر عیب سے پاک ہونا صرف مومن ہی کے دل میں پختہ ہوتا ہے۔[۵]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے جب بھی میں تمہیں کوئی بات بتاتا ہوں تو اس کے ساتھ ہی اللہ کی کتاب میں سے وہ آیت ضرور لاتا ہوں جس سے میری اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ مسلمان بندہ جب سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولآ الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر وتبارک اللّٰہ کہتا ہے تو ایک فرشتہ ان کلمات کو لے کر اپنے پر کے نیچے رکھ لیتا ہے پھر انہیں لے کر اوپر چڑھتا ہے تو وہ فرشتوں کی جس جماعت پر بھی گزرتا ہے وہ ان کلمات کے کہنے والے کے لیے استغفار کرتے ہیں آخر وہ ان کلمات کو لے کر اللہ تعالیٰ کی ذات عالی تک پہنچ جاتا ہے پھر حضرت عبداللہؓ نے یہ آیت پڑھی اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ (سورت فاطر آیت ۱۰) ترجمہ "اچھا کلام اسی تک پہنچتا ہے اور اچھا کام اس کو پہنچاتا ہے۔"[۶]

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۲۲) ۲۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۹۵) رواه احمد موقوف وهو شبه المرفوع ورجاله رجال الصحيح

۳۔ اخرجه ابن ابي حاتم ۴۔ عند العسكري في الامثال واخرجه ابو الحسن البكائي عنه نحوه كما في الكنز (ج ۱ ص ۲۱۰) ۵۔ اخرجه البيهقي في شعب الايمان كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۱۰)

۶۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۹۰) وفيه المسعودي وهو ثقة ولكنه اختلط وبقية رجاله ثقات. انتهى واخرجه الحاكم وقال صحيح الاسناد وفي رواية حتى يحيا بهن وجه الرحمن قال المنذري في ترغيبه (ج ۳ ص ۹۳) كذافي نسختي يحيا با لحاء المهملة وتشديد المثناة تحت ورواه الطبراني فقال حتى يجثي بالجيم ولعله الصواب

زیادہ اذکار کے بجائے ان جامع اذکار کو اختیار کرنا جن کے الفاظ کم اور معنی زیادہ ہوں

حضرت جویریہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ صبح کی نماز کے وقت میرے پاس سے نماز کے لیے تشریف لے گئے (اور میں اپنے مصلے پر بیٹھی ہوئی تھی) حضورؐ چاشت کی نماز کے بعد (دوپہر کے قریب) تشریف لائے تو میں اسی حال میں بیٹھی ہوئی تھی۔ حضورؐ نے پوچھا تم اسی حال پر ہو جس پر تمہیں میں نے چھوڑا تھا۔ میں نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا میں نے تم سے جدا ہونے کے بعد چار کلمے تین مرتبہ پڑھے۔ اگر ان کو اس سب کے مقابلہ میں تولا جائے جو تم نے صبح سے پڑھا ہے تو وہ غالب ہو جائیں وہ کلمے یہ ہیں سبحان اللّٰہ وبحمدہ عدد خلقہ ورضاء نفسہ وزنۃ عرشہ ومداد کلماتہ (اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اور اس کی تعریف کرتا ہوں اس کی مخلوقات کی تعداد کے بقدر اور اس کی مرضی اور خوشنودی کے بقدر اور اس کے عرش کے وزن کے بقدر اور اس کے کلمات کی مقدار کے بقدر۔) مسلم کی روایت میں اس طرح سے ہے۔ سبحان اللّٰہ عدد خلقہ سبحان اللّٰہ رضاء نفسہ سبحان اللّٰہ وزنۃ عرشہ سبحان اللّٰہ مداد کلماتہ نسائی میں اس کے بعد یہ ہے کہ الحمد للّٰہ بھی اس طرح چار مرتبہ۔ نسائی کی دوسری روایت میں یہ کلمات اس طرح ہیں سبحان اللّٰہ وبحمدہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر عدد خلقہ ورضاء نفسہ وزنۃ عرشہ ومداد کلماتہ[1]

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کے ساتھ ایک صحابی عورت کے پاس تشریف لے گئے اس کے سامنے کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں رکھی ہوئی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جو اس گننے سے آسان ہو یا فرمایا جو اس سے افضل ہو سبحان اللّٰہ عدد ما خلق فی السماء سبحان اللّٰہ عدد ما خلق فی الارض سبحان اللّٰہ عدد ما بین ذلک سبحان اللّٰہ عدد ما ھو خالق واللّٰہ اکبر مثل ذلک والحمد للّٰہ مثل ذلک ولا الٰہ الا اللّٰہ مثل ذلک ولا حول ولا قوۃ مثل ذلک۔ اللہ کی تعریف اس مخلوق کے بقدر کرتی ہوں جو اس نے آسمان میں پیدا کی اور اس مخلوق کے بقدر جو اس نے زمین میں پیدا کی اور اس مخلوق کے بقدر جو ان دونوں زمین و آسمان کے درمیان ہے اور اس مخلوق کے بقدر جسے وہ پیدا کرنے والا ہے اور اس سب کے برابر اللّٰہ اکبر اور اس سب کے برابر الحمد للّٰہ اور اس سب کے برابر لا الٰہ الا اللّٰہ اور اس سب کے برابر لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ[2]

۱۔ اخرجہ الستۃ الا البخاری کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۹۸)

۲۔ اخرجہ ابو داؤد والترمذی وحسنہ والنسائی وابن حبان فی صحیحہ والحاکم وصححہ کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۹۹)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے حضور ﷺ نے دیکھا کہ میں اپنے ہونٹوں کو ہلا رہا ہوں آپؐ نے پوچھا اے ابوامامہ! تم ہونٹ ہلا کر کیا پڑھ رہے ہو؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں اللہ کا ذکر کر رہا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا ذکر نہ بتاؤں جو تمہارے دن رات ذکر کرنے سے زیادہ بھی ہے اور افضل بھی ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور بتائیں۔ فرمایا تم یہ کلمات کہا کرو **سبحان اللّٰہ عدد ماخلق سبحان اللّٰہ ملاماخلق سبحان اللّٰہ عدد مافی الارض سبحان اللّٰہ ملا مافی الارض والسماء سبحان اللّٰہ عدد ما احصی کتابہ سبحان اللّٰہ ملاما احصی کتابہ سبحان اللّٰہ عدد کل شیئ سبحان اللّٰہ ملا کل شیئ الحمدللّٰہ عدد ماخلق والحمدللّٰہ ملا ماخلق والحمدللّٰہ عدد مافی الارض والسماء والحمدللّٰہ ملا مافی الارض والسماء والحمدللّٰہ عدد ما احصی کتابہ والحمدللّٰہ ملا ما احصی کتابہ والحمدللّٰہ عدد کل شیئ والحمد للّٰہ ملا کل شیئ** ۔ میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں مخلوق کی تعداد کے برابر، اللہ کی پاکی مخلوق کے بھر دینے کے بقدر، اللہ کی پاکی ان تمام چیزوں کے برابر جو زمین میں ہیں، اللہ کی پاکی ان تمام چیزوں کے بھر دینے کے بقدر جو زمین و آسمان میں ہیں، اللہ کی پاکی ان تمام چیزوں کی تعداد کے برابر جن کو اس کی کتاب نے شمار کیا، اللہ کی پاکی ہر چیز کی تعداد کے برابر اور اللہ کی پاکی ہر چیز کو بھر دینے کے بقدر بیان کرتا ہوں۔ اسی طرح اللہ کی تعریف بیان کرتا ہوں (چاروں چیزوں کے شمار کرنے اور بھر دینے کے برابر)۔[1] طبرانی میں یہ مضمون ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی زبردست چیز نہ بتاؤں کہ اس کے کہنے پر تمہیں اتنا زیادہ ثواب ملے گا کہ اگر تم دن رات عبادت کر کے تھک جاؤ تو بھی اس کے ثواب تک نہ پہنچ سکو؟ میں نے کہا ضرور بتائیں۔ آپؐ نے فرمایا الحمدللہ آخر تک لیکن یہ کلمات مختصر ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا سبحان اللہ اسی طرح سے اور اللہ اکبر اسی طرح سے۔[2] طبرانی کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ان کلمات کو سیکھ لو اور اپنے بعد اپنی اولاد کو سکھاؤ۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھے دیکھا کہ میرے ہونٹ ہل رہے ہیں فرمایا اے ابوالدرداء! کیا پڑھ رہے ہو؟ میں نے کہا اللہ کا ذکر کر رہا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا ذکر نہ سکھاؤں جو رات کے شروع سے دن تک اور دن کے شروع سے رات تک

۱۔ اخرجه احمد وابن ابی الدنیا واللفظ له والنسائی وابن خزیمة وابن حبان فی صحیحهما باختصار والحاکم وَ صححه علی شرط الشیخین ۲۔ اخرجه الطبرانی باسنادین احدهما حسن کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۹۹) و اخرجها الطبرانی ایضابسناد آخر قال افلا ادلک علی ماهوا کبرمن ذکر الیل علی النهار تقول الحمدلله (فذکره مختصر اوفی روایة وتسبح الله مثلهن وفیه لیث بن ابی سلیم وهو مدلس کما قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۹۳)

مسلسل ذکر کرنے سے افضل ہے۔ میں نے کہا ضرور سکھائیں فرمایا سبحان اللّٰہ عدد ماخلق سبحان اللّٰہ عدد کل شیئ سبحان اللّٰہ ملا ما احصی کتابہ والحمدللّٰہ عدد ماخلق والحمدللّٰہ ملا ماخلق والحمدللّٰہ ملا ما احصی کتابہ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک دن حلقہ میں حضورﷺ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اتنے میں ایک آدمی آیا اور اس نے حضورؐ کو اور لوگوں کو سلام کیا اور کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حضورؐ نے جواب میں فرمایا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جب وہ آدمی بیٹھا تو اس نے کہا الحمدللّٰہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا ان یحمد وینبغی لہ میں اللہ کی ایسی تعریف کرتا ہوں جو بہت زیادہ ہو عمدہ اور بابرکت ہو اور ایسی ہو جیسی ہمارے رب کو پسند ہے اور جیسی اس کی شان کے مناسب ہے۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا تم نے کیا کہا؟ اس نے دوبارہ یہی کلمات دہرا دیئے۔ آپؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! دس فرشتے ان کلمات کی طرف جھپٹے تھے ان میں سے ہر ایک انہیں لکھنا چاہتا تھا لیکن انہیں سمجھ نہ آیا کہ انہیں کیسے لکھیں، اس لئے وہ کلمات لے کر اوپر اللہ رب العزت کے دربار میں پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے جیسے کہے ہیں ویسے ہی لکھ دو۔[2]

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ کی مجلس میں ایک آدمی نے کہا الحمدللّٰہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ تو حضورؐ نے پوچھا کہ یہ کلمات کس نے کہے؟ وہ آدمی خاموش رہا اور یوں سمجھا کہ یہ کلمات جو اچانک اس کی زبان سے نکلے ہیں یہ حضورؐ کو ناگوار گزرے ہیں۔ حضورؐ نے پھر فرمایا وہ کون ہے؟ اس نے ٹھیک بات ہی کہی ہے۔ اس پر اس آدمی نے کہا میں نے کہے ہیں اور مجھے ان سے خیر کی امید ہے۔ فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں نے تیرہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ تمہارے ان کلمات کو اللہ کے دربار میں پیش کرنے کے لئے جھپٹ رہے ہیں۔[3]

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک آدمی کے پاس تسبیح ہے جس پر وہ اللہ کا ذکر کر رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تسبیح پر لمبے چوڑے ذکر کرنے کے بجائے اسے یہ کلمات کہنا کافی ہیں (کہ ان میں الفاظ کم ہیں لیکن معنی بہت زیادہ ہیں) سبحان

۱۔ اخرجہ الطبرانی والبزار قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۹۴) وفیہ لیث بن ابی سلیم وھو ثقۃ ولکنہ اختلط وابواسرائیل الملائی حسن الحدیث وبقیۃ رجالھا رجال الصحیح (انتھی وفی ھامشہ عن ابن حجر بل الاکثر علی تضعیفہ وبعضھم وصفہ مع سوء الحفظ والاضطراب بالصدق

۲۔ اخرجہ احمد قال المنذری فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۰۳) رواہ احمد و رواتہ ثقات والنسائی وابن حبان فی صحیحہ الا انھما قال کما یحب ربنا ویرضی انتھی

۳۔ عند الطبرانی باسناد حسن واللفظ لہ والبیھقی وابن ابی الدنیا کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۱۰۲)

اللّٰہ ملا السمٰوات وملا ماشاء من شیئ بعد میں اللہ کی پاکی اتنی بیان کرتا ہوں جو آسمانوں کو بھر دے اور آسمانوں کے بعد اللہ جس چیز کو چاہے، اسے بھر دے والحمدللّٰہ ملا السمٰوات والارض وملا ماشاء من شیئ بعد واللّٰہ اکبر ملا السمٰوات والارض وملا ماشاء من شیئ بعد[1]

نمازوں کے بعد کے اذکار اور سونے کے وقت کے اذکار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فقراء مہاجرین نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مالدار لوگ سارے بلند درجے لے اڑے اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ان کے حصہ میں آ گئیں۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں؟ عرض کیا جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں ویسے یہ بھی پڑھتے ہیں۔ جیسے ہم روزہ رکھتے ہیں یہ بھی رکھتے ہیں لیکن یہ صدقہ خیرات کرتے ہیں ہم نہیں کر سکتے۔ یہ غلام آزاد کرتے ہیں ہم نہیں کر سکتے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتادوں کہ تم اس پر عمل کر کے اپنے سے پہلوں کو پکڑ لو اور بعد والوں سے بھی آگے بڑھے رہو اور کوئی شخص تم سے اس وقت تک افضل نہ ہو جب تک وہ بھی اس چیز کو نہ کر لے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتا دیجئے۔ ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے بعد سبحان اللّٰہ، اللّٰہ اکبر، الحمدللّٰہ ۳۳-۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کرو (ان حضرات نے شروع کر دیا مگر اس زمانے کے مالدار بھی اسی نمونہ کے تھے۔ انھوں نے بھی معلوم ہونے پر شروع کر دیا) تو فقراء مہاجرین دوبارہ حاضر ہوئے کہ یارسول اللہ! ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی سن لیا اور وہ بھی یہی کرنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔ راوی حضرت سمی کہتے ہیں میں نے گھر والوں کو یہ حدیث سنائی تو انھوں نے مجھے کہا آپ کو سمجھنے میں غلطی ہو گئی ہے۔ آپ کے استاد نے یوں کہا ہوگا سبحان اللہ الحمدللہ ۳۳-۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھا کرو اس پر میں (اپنے استاد) حضرت ابو صالح کے پاس گیا اور گھر والوں کی بات انہیں بتائی۔ انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اللّٰہ اکبر و سبحان اللّٰہ والحمدللّٰہ ایک مرتبہ اللہ اکبر و سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ دو مرتبہ اس طرح انھوں نے ۳۳ مرتبہ ان کلمات کو گنا (کہ اللہ اکبر بھی اس حدیث میں ۳۳ بار ہے ۳۴ بار نہیں۔[2] ابوداؤد میں یہ روایت اس طرح ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! مالدار تو سارا اجر وثواب لے گئے آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور اس روایت میں یوں ہے کہ تم ہر نماز کے بعد اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ، الحمدللہ ۳۳ اور سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ کہا کرو اور ان کے آخر میں یہ کہا

۱؎ اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۰)

۲؎ اخرجہ البخاری ومسلم واللفظ لہ

کرو لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر جب تم یہ سب کچھ کہہ لو گے تو تمہارے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے چاہے سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں[1] ترمذی اور نسائی میں یہ روایت حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے اور اس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فقراء مہاجرین سے فرمایا جب تم نماز پڑھ چکو تو سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ کہہ لیا کرو[2]

حضرت ام درداءؓ فرماتی ہیں حضرت ابوالدرداءؓ کے ہاں ایک مہمان آیا۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے اس سے پوچھا کہ تم نے ٹھہرنا ہے تو ہم تمہاری سواری چرنے کے لیے بھیج دیں؟ اور اگر ابھی جانا ہے تو چارہ ساتھ کر دیں اس نے کہا نہیں میں نے ابھی جانا ہے۔ فرمایا میں تمہیں ایسا عمدہ توشہ دوں گا کہ اگر اس سے بہتر توشہ مجھے ملتا تو میں تمہیں وہ دیتا۔ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! مالدار لوگ تو دنیا اور آخرت دونوں لے اڑے۔ ہم بھی نماز پڑھتے ہیں وہ بھی نماز پڑھتے ہیں ہم بھی روزہ رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں۔ وہ صدقہ دیتے ہیں ہم صدقہ نہیں دے سکتے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا میں ایسا کام نہ بتاؤں کہ جب تم اسے کرو گے تو پہلے والوں میں سے کوئی تم سے آگے نہ نکل سکے گا اور بعد والوں میں سے کوئی تم کو پا نہ سکے گا، البتہ جو یہ عمل کر لے گا وہ تمہیں پا لے گا۔ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہا کرو[3]

حضرت قتادہؒ مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ کچھ مسلمان فقراء نے عرض کیا یا رسول اللہ! مالدار تو سارا اجر و ثواب لے گئے۔ وہ صدقہ کرتے ہیں ہم نہیں کر سکتے وہ خرچ کرتے ہیں ہم نہیں کر سکتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ذرا یہ بتاؤ اگر دنیا کا سارا مال ایک دوسرے پر رکھا جائے تو کیا یہ آسمان تک پہنچ جائے گا؟ انہوں نے کہا نہیں یا رسول اللہ! فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جس کی جڑ زمین میں ہے اور اس کی شاخ آسمان میں؟ تم ہر نماز کے بعد لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر وسبحان اللہ والحمد للہ دس مرتبہ کہا کرو۔ ان کلمات کی جڑ زمین اور شاخ آسمان میں ہے۔[4]

۱۔ واخرجه الترمذی وحسنه والنسائی من حدیث ابن عباسؓ نحوه

۲۔ کذافی الترغیب (ج ۳ص ۱۱۰) واخرجه ابن عساکر عن ابی هریرة نحو روایة ابی داؤد کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۶) والبخاری فی التاریخ والطیالسی وابن عساکر عن ابی ذر نحوه وزادا وبعد ذلک ذکر الصدقات کما فی الکنز (ج ۳ص ۳۱۵) وقال سنده حسن واخرجه البزار عن ابن عمرؓ مطولا جدا کما فی المجمع (ج ۱۰ ص ۱۰۱)

۳۔ اخرجه احمد والبزار والطبرانی باسانید قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۰۰) واحد اسانید الطبرانی رجاله رجال الصحیح اه واخرجه عبدالرزاق کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۶) نحوه وزادو یجاهدون کما نجاهد وصلوة مکتوبة

۴۔ اخرجه عبدالرزاق وابن زنجویه کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۷)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ نے مجھ سے حضرت فاطمہؓ کی شادی کی تو ان کے ساتھ ایک چادر، چمڑے کا ایک گدا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، دو چکیاں، ایک مشکیزہ اور دو گھڑے بھیجے۔ میں نے ایک دن حضرت فاطمہؓ سے کہا کنویں سے ڈول کھینچتے کھینچتے میرے سینے میں تکلیف شروع ہوگئی ہے اور تمہارے والد محترم کے پاس اللہ نے قیدی بھیجے ہیں جاؤ اور ان سے خادم مانگ لاؤ۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا اللہ کی قسم! میں نے بھی اتنی چکی پیسی ہے کہ میرے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے ہیں، چنانچہ وہ حضور کی خدمت میں گئیں۔ حضورؐ نے فرمایا اے بیٹا! کیسے آئی ہو؟ حضرت فاطمہؓ نے کہا بس آپ کو سلام کرنے آئی ہوں اور شرم کی وجہ سے غلام نہ مانگ سکیں اور یوں ہی واپس آگئیں میں نے ان سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ انہوں نے کہا میں شرم کی وجہ سے غلام نہ مانگ سکی پھر ہم دونوں اکٹھے حضور کی خدمت میں گئے اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کنویں سے پانی کھینچتے کھینچتے میرے سینے میں تکلیف ہوگئی ہے حضرت فاطمہؓ نے کہا چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے ہیں۔ اب اللہ نے آپ کے پاس قیدی بھیجے ہیں اور کچھ وسعت عطا فرمائی ہے، اس لیئے ہمیں بھی ایک خادم دے دیں۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ کی قسم! صفہ والے سخت فقر و فاقہ میں ہیں اور بھوک کے مارے ان کا برا حال ہے ان پر خرچ کرنے کے لیئے میرے پاس اور کچھ ہے نہیں، اس لیئے یہ غلام بیچ کر میں ساری رقم ان پر خرچ کروں گا، اس لیئے میں تمہیں کوئی خادم نہیں دے سکتا۔ ہم دونوں واپس آگئے۔ ہمارا ایک چھوٹا سا کمبل تھا جب اس سے سر ڈھانکتے تو پاؤں کھل جاتے اور جب پاؤں ڈھانکتے تو سر کھل جاتا۔ رات کو ہم دونوں اس میں لیٹے ہوئے تھے کہ اچانک حضورؐ ہمارے پاس تشریف لے آئے۔ ہم دونوں اٹھنے لگے تو فرمایا اپنی جگہ لیٹے رہو پھر فرمایا تم نے مجھ سے جو خادم مانگا ہے کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتادوں؟ ہم نے کہا ضرور بتادیں۔ فرمایا یہ چند کلمات مجھے حضرت جبرائیلؑ نے سکھائے ہیں تم دونوں ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ دس مرتبہ الحمد للہ دس مرتبہ اللہ اکبر کہا کرو اور جب بستر پر لیٹا کرو تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہا کرو۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! جب سے میں نے یہ تسبیحات حضورؐ سے سنی ہیں کبھی نہیں چھوڑیں۔ راوی کہتے ہیں ابن کواء نے حضرت علیؓ سے پوچھا کیا جنگ صفین کی رات کو بھی نہیں چھوڑیں؟ فرمایا اے عراق والو! اللہ تمہیں مارے، جنگ صفین کی رات کو بھی نہیں چھوڑیں[1] ابن ابی شیبہ میں حضرت علیؓ کی یہی حدیث اس طرح سے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تم دونوں کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمہارے لیئے خادم سے بھی بہتر ہے؟ تم دونوں ہر نماز

---

[1] اخرجه احمد قال المنذری فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۱۲) رواه احمد و اللفظ له و رواه البخاری ومسلم وابو داؤد والترمذی وفی هذا السیاق ما یستغرب واسناده جید ورواته ثقات وعطاء بن السائب ثقة وقد سمع منه حماد بن سلمة قبل اختلاطه انتهی واخرجه ابن سعد (ج ۸ ص ۲۵) عن علی مثله واخرجه ایضا الحمیدی وابن ابی شیبة وعبدالرزاق والعدنی وابن جریر والحاکم وغیرهم عن عطاء بن السائب عن ابیه عن علی مطولا وروی النسائی وابن ماجة بعضه کما فی الکنز (ج ۸ ص ۲۶)

کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہا کرو۔ اس طرح یہ سو ہو جائیں گے اور جب رات کو بستر پر لیٹا کرو تو بھی یہی کلمات کہا کرو۔ ؎۱

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں حضرت فاطمہؓ گھر کے کام کاج کی شکایت کرنے حضور ﷺ کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! چکی پیسنے کی وجہ سے میرے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے خود ہی چکی پیستی ہوں۔ خود ہی آٹا گوندھتی ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا اگر اللہ تمہیں کوئی چیز دینا چاہتے ہیں تو وہ تمہارے پاس خود ہی آجائے گی لیکن میں تمہیں اس سے بہتر چیز بتاؤں گا جب تم بستر پر لیٹا کرو تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہا کرو اس طرح یہ کلمات سو ہو جائیں گے اور یہ تمہارے لیئے خادم سے بہتر ہیں۔ صبح کی نماز کے بعد اور مغرب کی نماز کے بعد دس۔ دس مرتبہ یہ کلمات کہا کرو لآالہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت بیدہ الخیر وھو علی کل شیئ قدیر ان میں سے ہر کلمہ کے بدلے میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور دس گناہ گرائے جائیں گے اور ان میں سے ہر کلمہ کا ثواب اتنا ہوگا جتنا اولاد اسماعیلؑ میں سے ایک غلام آزاد کرنے کا اور اس دن کا شرک کے علاوہ کا ہر گناہ معاف کر دیا جائے گا لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ جب تم صبح کو ان کلمات کو کہہ لوگی تو شام کو کہنے تک ہر شیطان سے اور ہر بری حالت سے ان کلمات کی وجہ سے حفاظت ہوگی۔ ؎۲

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ نماز پڑھ لیتے تو ان کلمات کو فرماتے لآ الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو علی کل شیء قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا رادلما قضیت ولا ینفع ذالجد منک الجد اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں (سارا) ملک اسی کا ہے اور ساری تعریفیں اسی کے لیئے ہیں وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! جو نعمت تو دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں اور جو فیصلہ تو کر دے اسے کوئی ٹالنے والا نہیں اور تیرے سامنے کسی مالدار کو اس کی دولت کام نہیں دیتی۔" ؎۳

۱۔ کذافی الکنز وقد بسط فیہ فی طرق حدیث علی ھذا

۲۔ عند احمد قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۰۸) رواہ احمد والطبرانی بنحوہ اخصر منہ وقال ھی تحر سک مکان وھو واسناد ھما حسن. انتھی۔ ۳۔ اخرجہ البزار قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۰۳) واسنادہ حسن واخرجہ البزار ایضا عن ابن عباسؓ مثلہ الا ان فی روایتہ اذا انصرف من صلاتہ وزاد بیدہ الخیر ولم یذکر یحی یمیت ولا قولہ ولا راد لماقضیت قال الھیثمی رواہ البزار والطبرانی بنحوہ الا انہ زاد یحیی ویمیت ولم یقل بیدہ الخیر واسناد ھما حسن واخرجھا لطبرانی عن المغیرةؓ مثل حدیث جابرؓ الا ان فی روایة فی دبر صلاة وزادوھو حی لایموت بیدہ الخیر ولم من قولہ اللھم لا مانع. الی آخرہ قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۰۳) رجالہ رجال الصحیح وھو فی الصحیح باختصار. اہ

صبح اور شام کے اذکار

بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلام عبدالحمید کی والدہ حضور ﷺ کی ایک صاحبزادی کی خدمت کیا کرتی تھیں انہوں نے اپنے بیٹے کو بتایا کہ حضور کی صاحبزادی نے مجھے بتایا کہ نبی کریم ﷺ مجھے سکھایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے صبح کو یہ کلمات کہو سبحان اللّٰہ و بحمدہ لاقوۃ الا باللّٰہ ماشاء اللّٰہ کان ومالم یشا لم یکن اعلم ان اللّٰہ علی کل شیء قدیر وان اللّٰہ قد احاط بکل شیء علما ''میں اللہ کی پاکی اور اس کی تعریف بیان کرتی ہوں نیکیاں کرنے کی طاقت صرف اللہ ہی سے ملتی ہے۔ جو اللہ نے چاہا وہی ہوا اور جو نہیں چاہا وہ نہیں ہوا۔ میں جانتی ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ کے علم نے ہر چیز کو گھیرا ہوا ہے۔'' جو ان کلمات کو صبح کہے گا وہ شام تک محفوظ رہے گا اور جو شام کو کہے گا وہ صبح تک محفوظ رہے گا۔[1]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا جو آدمی صبح و شام یہ کلمات سات مرتبہ کہے گا حسبی اللّٰہ لاالٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم ''اللہ مجھے کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی پر میں نے توکل کیا وہ عظیم عرش کا رب ہے'' اللہ تعالیٰ ہر فکر و پریشانی سے اس کی کفایت کریں گے چاہے سچے دل سے کہے یا جھوٹے سے۔[2]

بازاروں میں اور غفلت کی جگہوں میں اللہ کا ذکر کرنا

حضرت عصمہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ پسندیدہ عمل سبحۃ الحدیث ہے اور اللہ کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ عمل تحریف ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! سبحۃ الحدیث کیا ہے؟ فرمایا سبحۃ الحدیث یہ ہے کہ لوگ باتیں کر رہے ہوں اور ایک آدمی تسبیح و تہلیل اور اللہ کا ذکر کر رہا ہو پھر ہم نے پوچھا یا رسول اللہ! تحریف کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا تحریف یہ ہے کہ لوگ خیریت سے ہوں اچھے حال پر ہوں اور کوئی پڑوسی یا ساتھی پوچھے تو یوں کہہ دیں کہ ہم برے حال میں ہیں۔[3]

حضرت ابوادریس خولانی کہتے ہیں حضرت معاذؓ نے فرمایا تم لوگوں کے ساتھ بیٹھتے ہو تو وہ لوگ لامحالہ باتیں شروع کر دیں گے جب تم دیکھو کہ وہ (اللہ سے) غافل ہو گئے ہیں تو تم اس وقت اپنے رب کی طرف پورے ذوق شوق سے متوجہ ہو جانا۔ ولید راوی کہتے ہیں حضرت

۱۔ اخرجه ابوداؤد والنسائی قال المنذری فی مختصر السنن وفی اسناده امرأة مجهولة واخرجه ایضا ابن السنی كما فی تحفة الذاكرین (ص ۲۶)　۲۔ اخرجه ابو داؤد

۳۔ اخرجه الطبرانی كذا فی الترغیب (ج۳ ص ۱۹۳) قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۸۱) وفیه الفضل بن المختار وهو ضعیف

عبدالرحمٰن بن یزید بن جابرؒ سے اس حدیث کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا یہ بات ٹھیک ہے اور مجھے حضرت ابوطلحہ حکیم بن دینارؒ نے بتایا کہ صحابہ کرامؓ کہا کرتے تھے کہ مقبول دعا کی نشانی یہ ہے کہ جب تم لوگوں کو غافل دیکھو تو اس وقت تم اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔[1]

حضرت ابو قلابہؒ فرماتے ہیں بازار میں دو آدمیوں کی آپس میں ملاقات ہوئی۔ ایک نے دوسرے سے کہا لوگ اس وقت (اللہ سے) غافل ہیں آؤ ہم اللہ سے استغفار کریں۔ چنانچہ دونوں نے ایسا کیا پھر دونوں میں سے ایک کا انتقال ہو گیا۔ دوسرے نے اسے خواب میں دیکھا تو اس نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ جب شام کو بازار میں ہماری ملاقات ہوئی تھی تو اللہ نے اس وقت ہماری مغفرت کر دی تھی۔[2]

سفر کے اذکار

حضرت ابو لاس خزاعیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ہمیں سفر حج کے لیئے صدقہ کے اونٹ دیئے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ اونٹ ہمیں اٹھا نہیں سکیں گے۔ فرمایا ہر اونٹ کے کوہان پر ایک شیطان ہوتا ہے جب تم ان پر سوار ہونے لگو تو جیسے اللہ نے تمہیں حکم دے رکھا ہے تم اللہ کا نام لو پھر انہیں اپنے کام میں لاؤ ان سے اپنی خدمت لو یہ تمہیں اللہ کے حکم سے اٹھا لیں گے۔[3]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھے سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا۔ جب آپ سواری پر ٹھیک طرح سے بیٹھ گئے تو آپ نے ۳ مرتبہ اللّٰہ اکبر ۳ مرتبہ سبحان اللّٰہ اور ایک مرتبہ لآالٰہ الا اللّٰہ کہا پھر میرے اوپر لیٹ کر مسکرانے لگے پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا جو بھی آدمی اپنی سواری پر سوار ہو کر وہ کام کرے جو میں نے کیئے ہیں تو اللہ اس کی طرف متوجہ ہو کر ایسے ہی مسکرائیں گے جیسے میں تمہیں دیکھ کر مسکرایا ہوں۔[4]

حضرت ابو ملیح بن اسامہؒ کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت اسامہؓ نے فرمایا میں سواری پر حضور ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ہمارے اونٹ کو ٹھوکر لگی میں نے کہا شیطان ہلاک

---

۱ ۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۳۶) ۲ ۔ اخرجه ابن ابی الدنیا وغیره کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۱۹۱) ۳ ۔ اخرجه احمد والطبرانی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۱) رواه احمد و الطبرانی باسانید رجال احدها رجال الصحیح غیر محمد بن اسحق وقد صرح بالسماع فی احدها انتهی و ذکر فی الاصابة (ج ۴ ص ۱۶۸) فی ترجمه ابی لاس روی عن النبی ﷺ فی الحمل علی اهل الصدقة فی الحج و ذکر البخاری حدیثه فی الصحیح تعلیقا واخرج البغوی وغیره عن ابی سهل الخزاعیؓ قال حملنا رسول اللہ ﷺ علی اهل الحدیث

۴ ۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۱ ص ۱۳۱) وفیه ابو بکر بن ابی مریم وهو ضعیف اه

ہو۔ حضورؐ نے فرمایا یہ مت کہو کہ شیطان ہلاک ہو کیونکہ اس سے تو وہ پھول کر کمرے جتنا ہو جائے گا (یوں کہے گا کہ یہ مجھے کچھ سمجھتا ہے جبھی تو مجھے برا کہا) اور کہے گا میری طاقت سے ایسا ہوا بلکہ یوں کہو بسم اللہ اس سے وہ مکھی کی طرح چھوٹا ہو جائے گا۔[1]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب کسی اونچی جگہ پر چڑھتے تو یہ دعا پڑھتے اللھم لک الشرف علی کل شرف ولک الحمد علی کل حال "اے اللہ! ہر اونچی جگہ پر تیرے لیئے بلندی ہے اور ہر حال میں تیرے لیئے تمام تعریفیں ہیں۔"[2]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں جب ہم کسی منزل پر اترتے تو کجاوں کے کھولنے تک سبحان اللہ پڑھتے رہتے۔[3] سفر جہاد میں اللہ کے ذکر کرنے کے عنوان میں اس باب کے کچھ قصے گزر چکے ہیں۔

حضرت عونؒ کہتے ہیں جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے گھر سے نکلتے تو یہ دعا پڑھتے بسم اللہ توکلت علی اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ "اللہ کے نام سے نکلتا ہوں۔ میں نے اللہ پر توکل کیا گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت صرف اللہ سے ہی ملتی ہے۔" حضرت محمد بن کعب قرظیؒ کہتے ہیں یہ دعا تو قرآن میں بھی ہے ارکبوا فیھا بسم اللہ (سورت ہود آیت ۴۱) ترجمہ "اس کشتی میں سوار ہو جاؤ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللہ ہی کے نام سے ہے" اور انہوں نے علی اللہ توکلنا کے الفاظ بیان کیئے۔[4]

نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب رات کا دو تہائی حصہ گزر جاتا تو آپ کھڑے ہو جاتے اور فرماتے اے لوگو! اللہ کا ذکر کرو۔ اللہ کا ذکر کرو۔ ہلا دینے والی چیز آگئی (مراد پہلی مرتبہ صور پھونکنا ہے) جس کے بعد ایک پیچھے آنیوالی چیز آئے گی (مراد دوسری مرتبہ صور پھونکنا ہے) موت اپنے اندر لی ہوئی مصیبتوں کے ساتھ آگئی ہے میں نے عرض

۱۔ اخرجه الطبرانی قال الهيثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۲) رجاله رجال الصحيح غير محمد بن حمران وهو ثقة واخرجه احمد باسانيد عن ابی تميمة الهجيمی عمن كان روف رسول اللہ ﷺ قال كنت روفه علی الحمار فعثر الحمار فذكر نحوه وفی رواية وقال صرعته بقوتی واذا قلت بسم اللہ تصاغرت اليه نفسه حتی يكون اصغر من ذباب ورجالها كلهار جال الصحيح

۲۔ اخرجه احمد وابو يعلی قال الهيثمی وفيه زياد النميری وقد وثق علی ضعفه وبقية رجاله ثقات انتهی۔ ۳۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال شعبة تسبيحا باللسان واسناده جيد كما قال الهيثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۳) ۴۔ اخرجه الطبرانی قال الهيثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۹) رواه الطبرانی موقوفا واسناده منقطع وفيه المسعودی وقد اختلط انتهی

کیا یا رسول اللہ! میں آپ پر درود شریف کثرت سے پڑھنا چاہتا ہوں تو میں نے ذکر و دعا کے لیئے جتنا وقت مقرر کر رکھا ہے اس میں سے کتنا وقت آپ پر درود پڑھنے کے لیئے مقرر کر دوں؟ فرمایا جتنا تم چاہو۔ میں نے کہا چوتھائی وقت مقرر کر دوں؟ فرمایا جتنا تم چاہو لیکن اگر اس سے بڑھا دو تو بہتر ہے میں نے کہا دو تہائی کر دوں؟ فرمایا جتنا تم چاہو لیکن اگر بڑھا دو تو بہتر ہے۔ میں نے کہا پھر تو میں سارا وقت ہی آپ کے لیئے کر دیتا ہوں فرمایا پھر تو تمہارے ہر فکر کی کفایت کی جائے گی اور تمہارا ہر گناہ معاف کر دیا جائے گا۔[۱]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں ہم میں سے یعنی نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ میں سے چار پانچ صحابیؓ دن رات حضورؐ کے ساتھ رہا کرتے تھے کبھی آپؐ سے جدا نہیں ہوتے تھے تا کہ آپ کو جو ضرورت پیش آئے اس میں کام آسکیں چنانچہ ایک دن میں آپ کی خدمت میں آیا تو آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ میں بھی آپؐ کے پیچھے ہولیا آپؐ رؤساء انصار کے ایک باغ میں تشریف لے گئے اور نماز شروع کر دی اور سجدہ فرمایا اور بہت لمبا سجدہ کیا میں رونے لگ پڑا۔ میں یہ سمجھا اللہ نے آپ کی روح قبض کر لی ہے پھر آپؐ نے سر اٹھا کر مجھے بلایا اور فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ نے بہت لمبا سجدہ کیا جس کی وجہ سے مجھے اندیشہ ہوا کہ شاید اللہ نے اپنے رسول کی روح قبض کر لی ہے اور اب میں آپ کو کبھی بھی زندہ نہ دیکھ سکوں گا۔ آپؐ نے فرمایا میرے رب نے مجھ پر میری امت کے بارے میں ایک خاص فضل فرمایا ہے اس کے شکرانے میں میں نے اتنا لمبا سجدہ کیا اور وہ یہ ہے کہ میری امت میں سے جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیئے دس نیکیاں لکھیں گے اور اس کی دس برائیاں مٹا دیں گے[۲] احمد اور حاکم کی روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا حضرت جبرائیلؑ نے مجھے کہا کیا میں آپ کو خوشخبری نہ سناؤں؟ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جو آپ پر درود بھیجے گا میں اس پر رحمت نازل کروں گا اور جو آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا، اس لیئے میں نے شکرانے میں اللہ کے لیئے اتنا لمبا سجدہ کیا۔[۳]

حضرت ابو طلحہ انصاریؓ فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ بہت خوش تھے اور خوشی کے آثار آپؐ

۱۔ اخرجه احمد وابن منيع والروياني والحاكم والبيهقي في شعب الايمان وسعيد بن منصور وعبدبن حميد كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۱۵) وقال لرواية ابن منيع حسن واخرجه الترمذي وقال حسن وصححه الحاكم كما في الترغيب (ج ۳ ص ۱۶۱) وابو نعيم كما في الكنز (ج ۱ ص ۲۱۵) عن حبان ابن منقذ مختصرا مقتصرا على اخره.

۲۔ اخرجه ابو يعلى واللفظ له وابن ابي الدنيا

۳۔ قال الحاكم صحيح كذافي الترغيب (ج ۳ ص ۱۵۵) وقال في روايتهما اى ابي يعلى وابن ابي الدنيا موسى بن عبيدة الزبدي وقال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۶۱) وهو ضعيف

کے چہرے پر نظر آرہے تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج تو آپ بہت ہی خوش ہیں اور خوشی کے آثار آپؐ کے چہرے پر نظر آرہے ہیں۔ فرمایا جی ہاں! میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا آپ کی امت میں سے جو آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیئے دس نیکیاں لکھیں گے اور اس کی دس برائیاں مٹا دیں گے اور اس کے دس درجے بلند کر دیں گے اور جواب میں اس پر اتنی ہی رحمت نازل کریں گے۔[1]

حضرت کعب بن عجرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا منبر کے قریب ہو جاؤ ہم لوگ حاضر ہو گئے جب حضورؐ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین جب دوسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین جب آپؐ فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے (منبر پر چڑھتے ہوئے) ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس وقت حضرت جبرائیلؑ میرے سامنے آئے تھے (جب میں نے پہلے درجہ پر قدم رکھا تو) انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی ہو۔ میں نے کہا آمین پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انھوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر مبارک ہوا اور وہ درود نہ بھیجے میں نے کہا آمین جب میں تیسرے درجے پر چڑھا تو انھوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پاویں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں میں نے کہا آمین۔[2]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میں باہر آیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں لوگوں میں سب سے زیادہ بخیل آدمی نہ بتاؤں؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور بتائیں فرمایا جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے تو یہ لوگوں میں سب سے زیادہ بخیل آدمی ہے۔[3]

۱۔ اخرجه احمد والنسائي واخرجه ابن حبان في صحيحه والطبراني بنحوه كذافي الترغيب (ج ٣ ص ١٥٧) واخرجه ايضا عبدالرزاق بنحوه كما في الكنز (ج ١ ص ٢١٦) وللحديث طرق كثيرة والفاظ مختلفه

۲۔ اخرجه الحاكم و صححه و اخرجه ابن حبان في صحيحه عن مالك بن الحويرث والبزار والطبراني عن عبدالله بن الحارث بن جزء الزبيدي رضي الله عنه وابن خزيمة وابن حبان عن ابي هريرة رضي الله عنه والطبراني عن ابن عباس رضي الله عنهما بنحوه كمافي الترغيب (ج ٣ ص ١٦٦) و اخرج الطبراني ايضا حديث كعب و رجاله ثقات كما قال الهيثمي و حديث مالك وفيه عمران بن ابان وثقه ابن حبان وضعفه غير واحد من هذا الطريق اخرجه ابن حبان كما قال الهيثمي (ج ١٠ ص ١٦٦)

۳۔ اخرجه ابن ابي عاصم في كتاب الصلاة كذافي الترغيب (ج ٣ ص ١٧٠)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمارے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھ گئے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے حضور ؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے تو یا رسول اللہ! آپ ہمیں بتائیں کہ ہم آپ پر کس طرح درود پڑھا کریں۔ حضور ؐ نے سکوت فرمایا یہاں تک کہ ہم تمنا کرنے لگے کہ کاش وہ حضور ؐ سے یہ بات نہ پوچھتے پھر حضور ؐ نے کچھ دیر کے بعد فرمایا یوں کہا کرو۔ اللھم صل علی محمد و علی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم وبارک علی محمد و علی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم فی العالمین انک حمید مجید "اے اللہ! محمد (ﷺ) پر اور آل محمد ؐ پر ایسے درود بھیج جیسے تو نے ابراہیم (علیہ السلام) پر درود بھیجا اور محمد ؐ پر اور آل محمد ؐ پر ایسے برکت نازل فرما جیسے تو نے ابراہیم ؑ پر تمام جہانوں میں برکت نازل فرمائی بے شک تو ہر تعریف کا مستحق اور بڑی شان والا ہے۔" اور مجھ پر سلام پڑھنے کا طریقہ تو تمہیں (التحیات میں) معلوم ہو چکا ہے۔[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تم لوگ حضور ﷺ پر درود بھیجنے لگو تو اچھی طرح بھیجا کرو کیونکہ تمہیں پتہ نہیں ہے تمہارا درود تو حضور ؐ پر (فرشتوں کے ذریعہ) پیش کیا جاتا ہے لوگوں نے عرض کیا آپ ہمیں سکھا دیں فرمایا یوں کہا کرو اللھم اجعل صلواتک و رحمتک و برکاتک علی سید المرسلین و امام المتقین و خاتم النبین محمد عبدک و رسولک امام الخیر و قائد الخیر و رسول الرحمۃ اللھم ابعثہ مقاما محمودا یغبطہ بہ الاولون والاخرون "اے اللہ! اپنی خاص رحمتیں، مہربانی اور اپنی برکتیں اس ذات کے حصے میں کر دے جو تمام رسولوں کے سردار، سب متقیوں کے امام اور آخری نبی ہیں جن کا نام محمد ؐ ہے جو تیرے بندے اور رسول ہیں جو خیر کے امام اور پیشوا ہیں اور رحمت والے رسول ہیں۔ اے اللہ! ان کو اس مقام محمود میں اٹھا جس پر تمام اگلے پچھلے لوگ رشک کریں گے۔" اللھم صل علی محمد و علی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی ال ابراھیم انک حمید مجید اللھم بارک علی محمد و علی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم و علی ال ابراھیم انک حمید مجید ۔"[2] حضرت علی رضی اللہ عنہ درود کے جو الفاظ سکھایا کرتے تھے وہ پہلے گزر چکے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جیسے پانی آگ کو مٹا دیتا ہے، حضور ﷺ پر درود بھیجنا اس سے زیادہ خطاؤں کو مٹانے والا ہے اور نبی کریم ﷺ پر سلام بھیجنا غلام آزاد کرنے سے

۱۔ اخرجہ مالک و ابن ابی شیبۃ و مسلم والاربعۃ الا ابن ماجۃ و عبدالرزاق وعبد بن حمید کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۷)

۲۔ اخرجہ ابن ماجۃ موقوفا باسناد حسن کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۱۶۵)

افضل ہے اور حضور ﷺ کی محبت غلام آزاد کرنے سے اور اللہ کے راستہ میں تلوار چلانے سے افضل ہے۔ ا

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تک تم اپنے نبی ﷺ پر درود نہیں بھیجتے اس وقت تک دعا آسمان اور زمین کے درمیان رکی رہتی ہے بالکل اوپر نہیں جاتی۔ ۲ حضرت عمرؓ نے فرمایا جب تک نبی کریم ﷺ پر درود نہیں پڑھ لیا جاتا اس وقت تک دعا ساری کی ساری آسمان سے پہلے رکی رہتی ہے جب درود آجاتا ہے پھر دعا اوپر جاتی ہے۔ ۳

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تک حضرت محمد ﷺ پر درود نہیں پڑھ لیا جاتا اس وقت تک ہر دعا رکی رہتی ہے۔ ۴

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو آدمی جمعہ کے دن نبی کریم ﷺ پر سو دفعہ درود پڑھے گا وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر خاص قسم کا نور ہوگا جسے دیکھ کر لوگ کہیں گے یہ کونسا عمل کیا کرتا تھا؟ (جس کی وجہ سے اسے یہ نور ملا ہے۔ ۵

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا نبیوں کے علاوہ کسی اور پر درود بھیجنا مناسب نہیں۔ ۶

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کسی کی طرف سے کسی پر درود بھیجنا مناسب نہیں صرف نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا چاہئے۔ ۷

استغفار کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم شمار کیا کرتے تھے کہ حضور ﷺ ایک ہی مجلس میں

۱۔ اخرجه الخطیب والاصبهانی کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۳)
۲۔ اخرجه الترمذی و عند ابن راهویه بسند صحیح عن عمر قال ذکر لی ان الدعا یکون بین السماء والارض فذکر نحوه ۳۔ عند الرهاوی واخرجه الدیلمی و عبدالقادر الرهاوی فی الاربعین عن عمر مرفوعا موقوفا من قوله وهوا صح من المرفوع وقال الحافظ العراقی وهوان کان موقوفا علیه فمثله لا یقال من قبل الرای وانما هوامر توفیقی فحکمه حکم المرفوع کما صرح به جماعة من الائمة اهل الحدیث والا صول کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۳)
۴۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط موقوفا قال المنذری فی ترغیبه رواته ثقات ورفعه بعضهم والموقوف اصح. ا ه و اخرجه ایضا البیهقی فی شعب الایمان و عبیدالله العیشی فی حدیثه وعبدالقادر الرهاوی فی الاربعین کمافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۴)
۵۔ اخرجه البیهقی فی شعب الایمان کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۴)
۶۔ اخرجه عبدالرزاق کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۶) ۷۔ عند الطبرانی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۶۷) رواه الطبرانی موقوفا و رجاله رجال الصحیح. انتهی

سو دفعہ رب اغفرلی وتب علی انک انت التواب الرحیم کہہ لیتے ''اے میرے رب! میری مغفرت فرما میری توبہ قبول فرما بے شک تو ہی توبہ قبول کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔[1]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے اپنی زبان کی تیزی کی شکایت کی آپؐ نے فرمایا تم استغفار سے کہاں غفلت میں پڑے ہو؟ میں تو روزانہ اللہ سے سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔[2] ابو نعیم کی دوسری روایت میں حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میری زبان گھر والوں کے بارے میں تیزی کر جاتی ہے جس سے مجھے ڈر ہے کہ یہ تو مجھے آگ میں داخل کر دے گی۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ ایک سفر میں تھے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ سے استغفار کرو۔ ہم نے استغفار کیا فرمایا پورے ستر مرتبہ کرو۔ ہم نے ستر مرتبہ کیا۔ فرمایا جو بندہ اور بندی ایک دن میں ستر مرتبہ اللہ سے استغفار کرے گا اللہ اس کے سات سو گناہ معاف کر دیں گے اور وہ بندہ اور بندی نامراد ہو گیا جو دن اور رات میں سات سو سے زیادہ گناہ کرے۔[3]

حضرت علی بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے حضرت علیؓ نے اپنے پیچھے بٹھایا اور حرہ کی طرف لے گئے پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرما کیونکہ تیرے علاوہ اور کوئی بھی گناہوں کو معاف نہیں کرتا پھر میری طرف متوجہ ہو کر مسکرانے لگے۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! پہلے آپ نے اپنے رب سے استغفار کیا پھر میری طرف متوجہ ہو کر مسکرانے لگے یہ کیا بات ہے؟ انھوں نے فرمایا حضور ﷺ نے ایک دن مجھے اپنے پیچھے بٹھایا تھا پھر مجھے حرہ کی طرف لے گئے تھے پر آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرما کیونکہ تیرے علاوہ اور کوئی بھی گناہوں کو معاف نہیں کرتا پھر میری طرف متوجہ ہو کر مسکرانے لگے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! پہلے آپؐ نے اپنے رب سے استغفار کیا پھر میری طرف متوجہ ہو کر مسکرانے لگے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا میں اس وجہ سے مسکرا رہا ہوں کہ میرا رب اپنے بندے پر تعجب کر کے مسکراتا ہے، اس بندے کو معلوم ہے کہ میرے علاوہ اور کوئی بھی گناہوں کو معاف نہیں کرتا۔[4]

---

[1] اخرجہ ابو داؤد والترمذی [2] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۷۶) و اخرجہ ابن ابی شیبۃ عن حذیفۃ مثلہ کمافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۲)

[3] اخرجہ ابن ابی الدنیا والبیھقی والاصبھانی کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۱۳۱) و اخرجہ ابن النجار مثلہ کمافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۲)

[4] اخرجہ ابن ابی شیبۃ وابن منیع و صححہ کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کے بعد کسی کو آپ سے زیادہ استغفر اللہ و اتوب الیہ کہتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ''میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کر کے اسی کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔''[1]

حضرت محمد بن عبداللہ بن محمد بن جابر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں وہ اپنے دادا حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دو یا تین مرتبہ کہا ہائے میرے گناہ! ہائے میرے گناہ! حضورؐ نے فرمایا یہ کہو اللھم مغفرتک اوسع من ذنوبی و رحمتک ارجی عندی من عملی ''اے اللہ! تیری مغفرت میرے گناہوں سے زیادہ وسعت والی ہے اور مجھے اپنے عمل سے زیادہ تیری رحمت کی امید ہے۔'' اس نے یہ کہا حضورؐ نے کہا دوبارہ کہو اس نے دوبارہ کہا حضورؐ نے کہا پھر کہو اس نے پھر کہا حضورؐ نے کہا اٹھ جا، اللہ نے تیری مغفرت کر دی ہے۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا استغفر اللّٰہ واتوب الیہ ''میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔'' فرمایا تیرا بھلا ہو اس کے پیچھے اس کی بہن کو بھی لے آ اور وہ یہ ہے فاغفرلی وتب علی ''تو تو میری مغفرت کر دے اور میری توبہ قبول فرما۔''[3]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اس آدمی پر تعجب ہوتا ہے جو ہلاک ہو جائے حالانکہ نجات کا سامان اس کے پاس تھا پوچھا گیا نجات کا سامان کیا ہے؟ فرمایا استغفار۔[4]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس آدمی کے لئے خوشخبری ہے جس کے اعمال نامہ میں تھوڑا سا بھی استغفار پایا جائے۔[5]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو آدمی بھی تین مرتبہ استغفر اللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ میں اس اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو سدا زندہ رہنے والا سب کو قائم رکھنے والا ہے اور میں اس کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔'' کہے گا اس کی پوری مغفرت کر دی جائے گی اگرچہ وہ میدان جنگ سے بھاگ کر آیا ہو۔''[6]

۱۔ اخرجہ ابویعلی وابن عساکر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۲) ۲۔ اخرجہ الحاکم قال الحاکم رواتہ مدنیون لایعرف واحد منھم بجرح کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۱۳۲)
۳۔ اخرجہ احمد فی الزھد وھنا و کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۱) ۴۔ اخرجہ الدینوری کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۱) ۵۔ اخرجہ ابن شیبۃ کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۲)
۶۔ اخرجہ الطبرانی موقوفا قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۲۱۰) ورجالہ وثقوا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم لوگوں کو میرے گناہ معلوم ہو جائیں تو میرے پیچھے دو آدمی بھی نہ چلیں اور تم لوگ میرے سر پر مٹی ڈالنے لگو اگر اللہ تعالیٰ میرے گناہوں میں سے ایک گناہ کو بھی معاف کردے اور مجھے اس کے بدلہ میں عبداللہ ابن روثہ (گوبر کا بیٹا عبداللہ کہہ) کر پکارا جائے تو بھی میں اس پر راضی ہوں۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں روزانہ بارہ ہزار مرتبہ توبہ اور استغفار کرتا ہوں اور یہ مقدار میرے (گناہوں کے) قرضے کے مطابق ہے یا فرمایا اس کے (یعنی اللہ کے مجھ پر) قرضے کے مطابق ہے۔[2] ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ میرے گناہوں کے برابر ہے۔[3]

ایک آدمی نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے ابو عمارہ! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولا تلقوا بايدیكم الى التهلكة (سورت بقرہ آیت ۱۹۵) ترجمہ "اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو" کیا اس سے مراد وہ آدمی ہے جو دشمن سے اتنی جنگ کرتا ہے کہ خود شہید ہو جاتا ہے؟ آپؓ نے فرمایا نہیں بلکہ اس سے مراد تو وہ آدمی ہے جو گناہ کرے اور یوں کہے کہ اللہ اسے معاف نہیں کریں گے۔[4]

ذکر میں کونسی چیزیں شامل ہیں

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بعض قوموں کا حشر ایسی طرح فرمائیں گے کہ ان کے چہروں میں نور چمکتا ہوا ہوگا، وہ موتیوں کے منبروں پر ہوں گے، لوگ ان پر رشک کرتے ہوں گے وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہوں گے ایک دیہاتی نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کیا یا رسول اللہ! ان کا حال بیان کر دیجئے تاکہ ہم انہیں پہچان لیں حضورؐ نے فرمایا یہ مختلف جگہوں کے اور مختلف خاندانوں کے وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی وجہ سے آپس میں محبت کریں اور ایک جگہ جمع ہو کر اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں۔[5]

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضورﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رحمان کے دائیں طرف ایسے لوگ ہوں گے جو انبیاء اور شہداء نہیں ہوں گے۔ اور رحمان کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ ان کے چہروں کی سفیدی دیکھنے والوں کی نگاہ کو چکا چوند کر دے گی۔ ان کو جو مقام اور اللہ کا قرب نصیب ہوگا اسے انبیاء اور شہداء بہت اچھا سمجھیں گے۔ کسی نے پوچھا

۱۔ اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۳۱۶) و صححه الحاكم والذهبي
۲۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۸۳) ۳۔ كما ذكر في صفة الصفوة (ج ۱ ص ۲۸۸)
۴۔ اخرجه الحاكم صحيح على شرط هما كذافي الترغيب (ج ۳ ص ۱۳۲)
۵۔ اخرجه الطبراني باسناد حسن

یارسول اللہ! یہ لوگ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا یہ مختلف قبیلوں کے لوگ ہیں جو اللہ کے ذکر کی وجہ سے آپس میں جمع ہوں اور اچھی اچھی باتوں کو ایسے چن لیں جیسے کھجور۔ کھانے والا اچھی کھجوریں چنتا ہے۔[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ اپنے صحابہؓ کے پاس تشریف لائے وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہم آپس میں زمانہ جاہلیت کے بارے میں بات کر رہے تھے کہ کس طرح ہم گمراہ تھے پھر کیسے اللہ نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی حضورؐ کو ان کا یہ عمل بہت پسند آیا۔ آپؐ نے فرمایا تم نے بہت اچھا کام کیا اسی طرح رہا کرو اسی طرح کیا کرو۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کثرت سے کیا کرو کیونکہ جب حضرت عمرؓ کا ذکر ہوگا تو عدل و انصاف کا ذکر بھی ہوگا اور جب عدل و انصاف کا ذکر ہوگا تو اللہ کا ذکر ہوگا۔[3] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نبی کریم ﷺ پر درود بھیج کر اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کر کے اپنی مجلسوں کو آراستہ کیا کرو۔[4]

ذکر کے آثار اور اس کی حقیقت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے پوچھا یارسول اللہ! اللہ کے ولی اور دوست کون لوگ ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا جنہیں دیکھنے سے اللہ یاد آجائے۔[5]

حضرت حنظلہ کاتب اسیدی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے کاتبوں میں سے تھے وہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضورؐ کے پاس تھے حضورؐ نے ہمارے سامنے جنت اور جہنم کا ذکر اس طرح فرمایا کہ گویا ہم دونوں کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں پھر میں اٹھ کر بیوی بچوں کے پاس چلا گیا اور ان کے ساتھ ہنسنے کھیلنے میں لگ گیا پھر مجھے وہ حالت یاد آگئی جو (حضورؐ کے سامنے) ہماری تھی (کہ دنیا بھولے ہوئے تھے اور جنت اور جہنم آنکھوں کے سامنے تھیں) تو میں گھر سے نکلا آگے پوری حدیث ذکر کی جس طرح کہ جنت اور جہنم پر ایمان لانے کے عنوان میں گزر چکی ہے اس کے آخر میں یہ ہے کہ

---

۱ ۔ عند الطبراني ايضا و اسناده مقارب لاباس به كذافي الترغيب (ج ٣ ص ١٦) وقال الهيثمي (ج ١٠ ص ٧٧) الحديث عمرو بن عبسة رواه الطبراني ورجاله موثقون. انتهى

۲ ۔ اخرجه الطبراني في الاوسط قال الهيثمي (ج ١٠ ص ٨٠) وفيه مبارك بن فضالة وقد وثق وضعفه غير واحد وبقية رجاله رجال الصحيح انتهى

۳ ۔ اخرجه ابن عساكر كذافي المنتخب (ج ۴ ص ۳۹۱) ۴ ۔ عند ابن عساكر ايضا كذافي المنتخب (ج ۴ ص ۳۹۴) ۵ ۔ اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ١٠ ص ٧٨) رواه البزار عن شيخه علي بن حرب الرازي ولم اعرفه وبقية رجاله وثقوا. انتهى

آپؐ نے فرمایا اے حنظلہ! تمہاری جو حالت میرے پاس ہوتی ہے وہی حالت اگر گھر والوں کے پاس جا کر بھی رہے تو فرشتے تم سے بستروں پر اور راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں لیکن حنظلہ! بات یہ ہے کہ گاہے گاہے گاہے گاہے۔[۱] ایک روایت میں ہے کہ جیسے تم میرے پاس ہوتے ہو ویسے ہی گھر جا کر بھی رہو تو فرشتے تم پر پروں سے سایہ کریں۔[۲]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں تو ہمارے دل نرم ہو جاتے ہیں اور دنیا کی بے رغبتی اور آخرت کی رغبت کی کیفیت بن جاتی ہے (لیکن جب ہم چلے جاتے ہیں تو پھر یہ کیفیت نہیں رہتی) حضور ﷺ نے فرمایا میرے پاس تمہاری جو کیفیت ہوتی ہے اگر میرے پاس سے جانے کے بعد بھی وہی رہے تو فرشتے تمہاری زیارت کرنے آئیں اور راستوں میں تم سے مصافحہ کریں اگر تم گناہ نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لے آئیں گے جو اتنے گناہ کریں گے کہ وہ آسمان کے بادلوں تک پہنچ جائیں گے پھر وہ اللہ سے استغفار کریں گے تو ان کے جتنے گناہ ہوں گے اللہ ان سب کو معاف کر دیں گے اور کوئی پرواہ نہیں کریں گے۔[۳]

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ طواف کر رہے تھے میں نے طواف کے دوران حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ان کی بیٹی سے شادی کا پیغام دیا تو وہ خاموش رہے اور میرے پیغام کا کوئی جواب نہ دیا میں نے کہا اگر یہ راضی ہوتے تو کوئی نہ کوئی جواب ضرور دیتے اب اللہ کی قسم! میں ان سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کروں گا۔ اللہ کی شان وہ مجھ سے پہلے مدینہ واپس پہنچ گئے میں بعد میں مدینہ آیا، چنانچہ میں حضور ﷺ کی مسجد میں داخل ہوا اور جا کر حضورؐ کو سلام کیا اور آپ کی شان کے مطابق آپ کا حق ادا کرنے کی کوشش کی پھر حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے خوش آمدید کہا اور فرمایا کب آئے ہو؟ میں نے کہا ابھی پہنچا ہوں۔ انھوں نے فرمایا ہم لوگ طواف کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کے اپنی آنکھوں کے سامنے ہونے کا دھیان جمارہے تھے کیا اس وقت تم نے مجھ سے (میری بیٹی) حضرت سودہ بنت عبداللہ کا ذکر کیا تھا حالانکہ تم مجھ سے اس بارے میں کسی اور جگہ بھی مل سکتے تھے؟ میں نے کہا ایسا ہونا مقدر تھا، اس لئے ایسا ہو گیا۔ انھوں نے فرمایا اب تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ میں نے کہا اب تو پہلے سے بھی زیادہ تقاضا ہے، چنانچہ انھوں نے دونوں بیٹوں حضرت سالم اور حضرت عبداللہ کو بلا کر میری شادی کر دی۔[۴]

۱ـ اخرجه الحسن بن سفيان و ابو نعيم ۲ـ عند الطيالسي و ابي نعيم كذافي الكنز (ج ۱ ص ۱۰۰) ۳ـ اخرجه ابن النجار كذافي الكنز (ج ۱ ص ۱۰۱) ۴ـ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۰۹) و اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۶۷) عن نافع بمعناه مع زيادة

آہستہ آواز سے ذکر کرنا اور بلند آواز سے ذکر کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ بتاتے تھے کہ جس نماز کے لئے مسواک کی جاتی ہے اسے اس نماز پر ستر گنا فضیلت حاصل ہے جس کے لئے مسواک نہ کی جائے اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا ذکر خفی جسے کوئی نہ سنے اسے (بلند آواز والے ذکر پر) ستر گنا فضیلت حاصل ہے اور فرماتے تھے جب قیامت کا دن آئے گا اور اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو حساب کے لئے جمع کریں گے اور لکھنے والے فرشتے اپنے لکھے ہوئے دفتر لے کر آئیں گے تو اللہ تعالیٰ ان فرشتوں سے فرمائیں گے کیا اس بندے کا کوئی عمل لکھنے سے رہ گیا ہے؟ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں اس کے جس عمل کا پتہ چلا وہ ہم نے ضرور لکھا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس بندے سے کہیں گے تیرا ایک چھپا ہوا عمل میرے پاس ہے جسے تو بھی نہیں جانتا اور میں تجھے اس کا بدلہ دوں گا اور وہ ہے ذکر خفی یعنی آہستہ آواز سے ذکر کرنا۔[1]

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے جنت البقیع میں آگ کی روشنی دیکھی تو ہم وہاں گئے تو دیکھا کہ حضور ﷺ قبر میں اترے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں مجھے یہ آدمی دو چنانچہ انھوں نے قبر کے پاؤں کی طرف سے وہ جنازہ دیا میں نے دیکھا تو یہ وہ صحابی تھے جو اونچی آواز سے ذکر کیا کرتے تھے۔[2]

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے حضرت محمد بن ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قصہ سنایا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ قبیلہ مزینہ کے آدمی تھے اور وہ ذوالبجادین یعنی دو چادر والے کہلاتے تھے۔ وہ یتیم تھے اور اپنے چچا کی تربیت میں تھے اور وہ چچا ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتا تھا۔ ان کے چچا کو یہ خبر ملی کہ حضرت عبداللہ مسلمان ہوگئے ہیں۔ اس نے جو کچھ حضرت عبداللہ کو دے رکھا تھا وہ سب ان سے چھین لیا اور انہیں بالکل ننگا کر کے نکال دیا۔ وہ اپنی والدہ کے پاس آئے تو اس نے اپنی ایک دھاری دار چادر کے دو ٹکڑے کر کے انہیں دیئے۔ انھوں نے ایک ٹکڑے کو لنگی بنا کر باندھ لیا اور دوسرے کو اوڑھ لیا پھر وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آگئے۔ حضورؐ نے فرمایا آج سے تم عبداللہ ذوالبجادین ہو اور تم میرے دروازے پر پڑ جاؤ، چنانچہ وہ حضورؐ کے دروازے پر پڑ گئے اور وہ اونچی آواز سے ذکر کیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کیا یہ ریاکار ہے؟ حضورؐ نے فرمایا نہیں یہ تو آہیں بھر کر رونے والوں میں سے ایک ہے۔ حضرت تیمی رحمۃ اللہ

۱؎ اخرجه ابويعلى قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۸۱) وفيه معاوية بن يحيىٰ الصدفي وهو ضعيف. انتهى

۲؎ اخرجه ابوداؤد كذافي جمع الفوائد (ج ۱ ص ۱۳۷) و اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۳ ص ۳۵۱) عن جابر نحوه مختصرا

علیہ فرماتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کیا کرتے تھے کہ میں غزوۂ تبوک میں ایک دفعہ آدھی رات کو کھڑا ہوا تو میں نے لشکر کے ایک کونے میں آگ جلتی ہوئی دیکھی میں وہاں گیا تو دیکھا حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تشریف فرما ہیں اور حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ کا انتقال ہو چکا ہے اور لوگ ان کی قبر کھود چکے ہیں اور حضورؐ ان کی قبر میں اترے ہوئے ہیں۔ جب ہم انہیں دفن کر چکے تو حضورؐ نے فرمایا اے اللہ! میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔[1] حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی جنہیں ذوالبجادین کہا جاتا تھا ان کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک یہ آہیں بھر کر رونے والا ہے اور یہ اس وجہ سے فرمایا کہ وہ تلاوت قرآن، دعا اور اللہ کا ذکر کثرت سے اونچی آواز سے کیا کرتے تھے۔[2]

ذکر اور تسبیحات کو گننا اور تسبیح کا ثبوت

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے میرے سامنے چار ہزار گٹھلیاں پڑی ہوئی تھیں جن پر میں سبحان اللہ پڑھ رہی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس طرح سبحان اللہ پڑھنا نہ بتاؤں جو تمہارے اب تک کے سبحان اللہ پڑھنے کی مقدار سے زیادہ ہو میں نے کہا ضرور بتائیں فرمایا (سبحان اللّٰہ عدد خلقه اللہ کی مخلوق کی تعداد کے برابر سبحان اللہ" حاکم کی روایت میں ہے سبحان اللّٰہ عدد ما خلق من شیئٍ اللہ نے جو کچھ پیدا کیا ہے اس کے برابر سبحان اللہ۔"[3] جامع اذکار کے عنوان میں بھی کچھ اذکار گزر چکے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابوصفیہؓ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے سامنے چمڑے کا ایک بچھونا رکھا جاتا اور ایک ٹوکرا لایا جاتا جس میں کنکریاں ہوتیں تو وہ ان پر زوال تک سبحان اللہ پڑھتے رہتے پھر اسے اٹھا لیا جاتا پھر جب ظہر پڑھ لیتے تو پھر شام تک سبحان اللہ پڑھتے رہتے۔[4]

حضرت یونس بن عبید رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں وہ کہتی ہیں کہ میں نے مہاجرین کے ایک آدمی حضرت ابوصفیہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ گٹھلیوں پر تسبیح پڑھ رہے تھے۔[5]

---

۱ ـ قال الحافظ فی الاصابة (ج ۲ ص ۳۳۸) رواہ البغوی بطوله من هذا الوجه ورجاله ثقات الا ان فيه انقطاعا و اخرجه ابن منده من طریق سعد بن الصلت عن الاعمش عن ابی وائل عن عبدالله بن مسعود ومن طریق کثیر بن عبدالله بن عمرو بن عوف عن ابیه عن جده نحوه

۲ ـ اخرجه احمد و جعفر بن محمد الفریابی فی کتاب الذکر. انتهی

۳ ـ اخرجه الترمذی و الحاکم و قال الترمذی حدیث غریب لانعرفه من حدیث صفیة الامن هذا الوجه من حدیث هاشم بن سعید الکوفی ولیس اسناده بمعروف کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۹۹)

۴ ـ اخرجه البغوی کذافی البدایة (ج ۵ ص ۳۲۲)　۵ ـ اخرجه البغوی ایضا وهکذا اخرجه البخاری ای فی غیر الصحیح کذافی الاصابة (۴ ص ۱۰۹) وهکذا اخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۱۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں دو ہزار گرہیں لگی ہوئی تھیں جب تک ان سب پر تسبیح نہ پڑھ لیتے اس وقت تک سویا نہ کرتے۔[1] حضرت ابونضرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے قبیلہ طفاوہ کے ایک بڑے میاں نے اپنا قصہ سنایا۔ کہتے ہیں میں مدینہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مہمان بنا میں نے نبی کریم ﷺ کا کوئی صحابی ان سے زیادہ عبادت میں محنت کرنے والا اور ان سے زیادہ مہمان کی خیر خبر لینے والا نہیں دیکھا۔ ایک دن میں ان کے پاس تھا اور وہ اپنے تخت پر تھے اور ان کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کنکریاں یا گھٹلیاں تھیں اور ان کے تخت کے نیچے ان کی ایک کالی باندی بیٹھی ہوئی تھی اور وہ ان کنکریوں پر تسبیح پڑھ رہے تھے جب تھیلی کی تمام کنکریاں ختم ہوگئیں تو انھوں نے وہ تھیلی اس باندی کے سامنے ڈال دی۔ اس باندی نے وہ ساری کنکریاں اس تھیلی میں ڈال دیں اور تھیلی اٹھا کر پھر ان کے سامنے رکھ دی آگے لمبی حدیث ذکر کی۔[2]

حضرت حکیم بن دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کنکریوں پر سبحان اللہ پڑھا کرتے تھے۔[3]

ذکر کے آداب اور نیکیوں کا بڑھنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم اس کی پوری کوشش کرو کہ اللہ کا ذکر صرف طہارت کی حالت میں کیا کرو۔[4]

حضرت ابوعثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ بات پہنچی کہ انھوں نے فرمایا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو ایک نیکی کے بدلے دس لاکھ نیکیاں دیتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا بالکل نہیں میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ اسے بیس لاکھ نیکیاں دیں گے پھر یہ آیت پڑھی یُضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا (سورت نساء آیت ۴۰) ترجمہ ''تو اس کو کئی گنا کر دیں گے اور اپنے پاس سے اور اجر عظیم دیں گے۔'' پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ اسے اجر عظیم کہہ رہے ہیں تو اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابوعثمانؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ نیکی کو دس لاکھ گنا بڑھایا جاتا ہے۔ انھوں نے فرمایا تمہیں اسی بات پر حیرانی ہو رہی

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۸۳)
۲۔ عند ابی داؤد (ج ۳ ص ۵۵)
۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۴۳)
۴۔ اخرجه ابن جرير كذا في الكنز (ج ۱ ص ۲۰۹)

ہے، اللہ کی قسم! میں نے تو حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[۱]

نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح دعا میں اللہ کے سامنے گڑگڑایا کرتے تھے اور کن کاموں کے لئے دعا کیا کرتے تھے اور کس وقت دعا کیا کرتے تھے اور ان کی دعائیں کیسی ہوا کرتی تھیں

دعا کے آداب

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گزرے وہ یہ دعا کر رہا تھا اے اللہ! میں تجھ سے صبر کی توفیق مانگتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تو نے تو اللہ سے مصیبت کو مانگ لیا (کیونکہ پہلے کوئی مصیبت آئے گی پھر اس کے بعد صبر ہوگا) تو اللہ سے عافیت کو مانگ (کوئی مصیبت آجائے تو پھر صبر مانگنا چاہئے) اور آپ کا گزر ایک اور آدمی پر ہوا جو یہ دعا مانگ رہا تھا اے اللہ میں تجھ سے پوری نعمت مانگتا ہوں حضورؐ نے فرمایا او آدم کے بیٹے! ا تم جانتے ہو کہ پوری نعمت کیا ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو میں نے خیر کی امید میں دعا مانگ لی ہے (مجھے نہیں پتہ کہ پوری نعمت کیا ہوتی ہے) آپؐ نے فرمایا پوری نعمت یہ ہے کہ آدمی جہنم کی آگ سے بچ جائے اور جنت میں چلا جائے حضورؐ ایک اور آدمی کے پاس سے گزرے وہ کہہ رہا تھا یاذا الجلال والا کرام آپؐ نے فرمایا ان الفاظ سے پکارنے کی وجہ سے تیرے لئے قبولیت کا دروازہ کھل گیا ہے اب تو مانگ۔[۲]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ ایک آدمی کے پاس گئے وہ کمزوری اور بیماری کی وجہ سے پرندے کے اس بچے کی طرح نظر آرہا تھا جس کے پر کسی نے نوچ لئے ہوں۔ حضورؐ نے اس سے پوچھا کیا تو کوئی خاص دعا مانگا کرتا تھا؟ اس نے کہا میں یہ دعا مانگا کرتا تھا کہ اے اللہ! تو نے مجھے جو سزا آخرت میں دینی ہے وہ دنیا ہی میں جلد دے دے، حضورؐ نے فرمایا تم نے یہ دعا کیوں نہیں مانگی اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی خیر و خوبی عطا فرما اور آخرت میں بھی خیر و خوبی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لے! چنانچہ اس نے اللہ سے یہ دعا مانگی تو اللہ نے اسے شفا دے دی۔[۳]

۱۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۴۵) رواه احمد باسنادين والبزار بنحوه واحد اسنادي احمد جيد. انتهى

۲۔ اخرجه ابن ابی شيبة كذافی الكنز (ج ۱ ص ۲۹۲)

۳۔ اخرجه ابن ابی شيبه كذافی الكنز (ج ۱ ص ۲۹۰) و اخرجه ابن النجار عنه بنحوه كمافی الكنز

حضرت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمہیں ربیعۃ الفُشعم قبیلہ سے یہاں لایا اور پھر تمہیں! اللہ کے رسول کے ہاتھ پر مسلمان ہونے کی توفیق دی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے آپ سے پہلے موت دے دے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ دعا میں کسی کے لئے نہیں کرسکتا۔ [1]

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب کسی کے لئے دعا فرماتے تو دعا کی ابتداء اپنے سے فرماتے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا تو ارشاد فرمایا اللہ کی رحمت ہم پر ہو اور حضرت موسیٰؑ پر ہو اگر وہ صبر کرتے تو وہ اپنے استاد (حضرت خضر علیہ السلام) کی طرف سے اور بہت سی عجیب عجیب باتیں دیکھتے لیکن انھوں نے یہ کہہ دیا اِنْ سَاَلْتُکَ عَنْ شَیْئٍ بَعْدَھَا فَلَا تُصَاحِبْنِیْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا (سورت کہف آیت ۷۶) ترجمہ "اگر اس مرتبہ کے بعد آپ سے کسی امر کے متعلق کچھ پوچھوں تو آپ مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھئے بے شک میری طرف سے آپ عذر (کی انتہا) کو پہنچ چکے ہیں۔" [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن ابی السائب رحمتہ اللہ علیہ سے فرمایا جو کہ مدینہ والوں کے واعظ تھے دعا میں بتکلف ایک جیسی عبارت لانے سے بچو کیونکہ میں نے حضور ﷺ اور صحابہؓ کا زمانہ پایا ہے وہ ایسا نہیں کیا کرتے تھے۔ [3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو سنا کہ فتنہ سے پناہ مانگ رہا تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا اے اللہ! اس کی دعا کے الفاظ سے تیری پناہ چاہتا ہوں پھر اس آدمی سے فرمایا کیا تم اللہ سے یہ مانگ رہے ہو کہ وہ تمہیں بیوی بچے اور مال نہ دے؟ (کیونکہ قرآن میں مال اور اولاد کو فتنہ کہا گیا ہے) تم میں سے جو بھی فتنہ سے پناہ مانگنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ گمراہ کرنے والے فتنوں سے پناہ مانگے۔ [4]

حضرت محارب بن دثار کے چچا کہتے ہیں میں آخر شب میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر کے پاس سے گزرا کرتا تھا تو انہیں میں یہ دعا فرماتے ہوئے سنتا تھا اے اللہ! تو نے مجھے بلایا میں نے اس پر لبیک کہا تو نے مجھے حکم دیا میں نے تیری اطاعت کی اور یہ سحری کا وقت ہے، لہٰذا تو میری مغفرت کردے پھر میری حضرت ابن مسعودؓ سے ملاقات ہوئی میں نے ان سے

۱۔ اخرجه ابو نعیم کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۱۴۷) ۲۔ اخرجه ابن ابی شیبه و احمد وابو داؤد والنسائی وغیرهم و اخرجه الترمذی نحوه ولم یذکر من قوله فذکر ذات یوم الی آخره وقال حسن غریب صحیح کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۰) و اخرجه الطبرانی باسناد حسن عن ابی ایوب رضی الله عنه بلفظ کان اذادعا بدابنفسه کمافی المجمع (ج ۱۰ ص ۱۵۲)

۳۔ اخرجه ابن ابی شیبة عن الشعبی کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۲)

۴۔ اخرجه ابن ابی شیبة وابو عبید کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۸۹)

کہا میں نے آپ کو آخر شب میں چند کلمات کہتے ہوئے سنا ہے پھر میں نے وہ کلمات انہیں بتائے تو انھوں نے فرمایا حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے وعدہ فرمایا تھا کہ میں تمہارے لئے اپنے رب سے استغفار کروں گا تو انھوں نے آخر شب میں ان کے لئے دعائے مغفرت کی تھی۔[1]

دعا میں دونوں ہاتھ اٹھانا اور پھر چہرے پر دونوں ہاتھ پھیرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب دعا فرماتے تھے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے اور جب دعا سے فارغ ہو جاتے تو دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر پھیر لیتے۔[2] حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ جب دعا میں ہاتھ اٹھا لیتے تھے تو جب تک انہیں اپنے چہرے پر نہ پھیر لیتے اس وقت تک نیچے نہ کرتے۔[3] حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریمؐ کو احجار الزیت (مسجد نبوی کے مغرب میں ایک جگہ کا نام ہے) کے پاس دیکھا کہ آپؐ دعا مانگ رہے تھے اور آپ کی ہتھیلیاں منہ کی طرف تھیں۔ جب آپؐ دعا سے فارغ ہو گئے تو آپؐ نے ہتھیلیاں اپنے منہ پر پھیر لیں۔[4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ دعا میں اتنی دیر ہاتھ اٹھائے رکھتے تھے کہ میں تھک جاتی تھی۔[5] عبدالرزاق میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس جیسی روایت منقول ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے یہ دعا مانگی اللھم انما انا بشر فلا تعذ بنی بشتم رجل شتمته و اذیته اے اللہ! میں بشر ہی تو ہوں میں نے کسی کو برا بھلا کہا ہو یا کسی کو تکلیف پہنچائی ہو تو اس وجہ سے مجھے عذاب نہ دینا۔[6] ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ حضور ﷺ دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کر رہے ہیں میں بشر ہی تو ہوں اس لئے مجھے سزا نہ دے کسی مومن کو میں نے تکلیف دی ہو یا اسے برا بھلا کہا ہو تو اس وجہ سے مجھے سزا نہ دینا۔[7]

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا دیہاتیوں کی ایک قوم کے پاس سے گزر ہوا۔ یہ مسلمان ہو چکے تھے اور کافروں کے لشکروں نے ان کے علاقے کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ حضورؐ نے ان کے لیئے دعا کرنے کے لیئے ہاتھ اپنے چہرے کی طرف اٹھائے تو ایک دیہاتی نے کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہاتھ اور لمبے فرما دیں تو آپؐ نے اپنے

---

[1] اخرجه الطبرانی عن محارب بن وثار قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۵۵) وفيه عبدالرحمن بن اسحاق الکوفی وهو ضعیف [2] اخرجه الحاکم [3] عند الحاکم ايضا والترمذی و صححه [4] عند عبدالغنی فی ایضاح الاشکال کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۸۹) [5] اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۶۸) رواه احمد بثلاثة اسانيد و رجالها كلها رجال الصحيح. انتهى
[6] کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۱) [7] عند البخاری فی الادب المفرد (ص ۹۰)

چہرے کے آگے اور بڑھا دیئے آسمان کی طرف اوپر اور نہ اٹھائے۔[1]

حضرت ابو نعیم وہبؒ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن زبیرؓ دعا کر رہے تھے اور دعا کے بعد انہوں نے اپنی ہتھیلیاں اپنے چہرے پر پھیریں۔[2]

اجتماعی دعا کرنا اور اونچی آواز سے دعا کرنا اور آمین کہنا

حضرت قیس مدنیؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت زید بن ثابتؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کسی چیز کے بارے میں پوچھا انہوں نے فرمایا تم جا کر یہ بات حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھو کیونکہ ایک مرتبہ میں، حضرت ابو ہریرہؓ اور فلاں آدمی ہم تینوں مسجد میں دعا کر رہے تھے اور اپنے رب کا ذکر کر رہے تھے کہ اتنے حضورﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمارے پاس بیٹھ گئے تو ہم خاموش ہو گئے پھر فرمایا جو تم کر رہے تھے اسے کرتے رہو، چنانچہ میں نے اور میرے ساتھی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے پہلے دعا کی اور حضورؐ ہماری دعا پر آمین کہتے رہے پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ دعا کی اے اللہ! میرے ان دو ساتھیوں نے جو کچھ تجھ سے مانگا ہے وہ بھی تجھ سے مانگتا ہوں اور ایسا علم بھی مانگتا ہوں جو کبھی نہ بھولے۔ حضورؐ نے فرمایا آمین۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم بھی اللہ سے وہ علم مانگتے ہیں جو کبھی نہ بھولے۔

حضورؐ نے فرمایا یہ دوسی نوجوان (یعنی حضرت ابو ہریرہؓ) تم دونوں سے آگے نکل گئے۔[3]

حضرت جامع بن شدادؒ کے ایک رشتہ دار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تین دعائیں ایسی ہیں کہ جب وہ مانگوں تو تم ان پر آمین کہنا اے اللہ! میں کمزور ہوں مجھے قوت عطا فرما، اے اللہ! میں سخت ہوں مجھے نرم کر دے، اے اللہ! میں کنجوس ہوں مجھے سخی بنا دے۔[4]

حضرت سائب بن یزیدؒ کہتے ہیں میں نے رمادہ قحط سالی کے زمانے میں حضرت عمر بن خطابؓ کو دیکھا کہ وہ صبح کے وقت عام سادہ سے کپڑے پہنے ہوئے عاجز اور مسکین بن کر جا رہے ہیں اور ان کے جسم پر ایک چھوٹی سی چادر پڑی ہوئی ہے جو گھٹنوں تک مشکل سے پہنچ رہی ہے۔ اونچی آواز سے اللہ سے معافی مانگ رہے ہیں اور ان کی آنکھوں سے رخسار پر آنسو بہہ رہے

---

[1] اخرجه عبدالرزاق كذافي الكنز (ج ١ ص ٢٩١)

[2] اخرجه البخاري في الادب المفرد (ص ٩٠)

[3] اخرجه الطبراني في الاوسط قال الهيثمي (ج ٩ ص ٣٦١) وقيس هذا كان قاص عمر بن عبدالعزيز لم يروعنه غير ابنه محمد وبقية رجاله ثقات. انتهى

[4] اخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ٢٧٥)

ہیں اوران کے دائیں طرف حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ ہیں۔اس دن انہوں نے قبلہ کی طرف منہ کر کے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر بہت گڑگڑا کر دعا مانگی لوگ بھی ان کیساتھ دعا مانگ رہے تھے پھر حضرت عباسؓ کے ہاتھ کو پکڑ کر کہا اے اللہ! ہم تیرے رسولؐ کے چچاؓ کو تیرے سامنے سفارشی بناتے ہیں پھر حضرت عباسؓ بہت دیر تک حضرت عمرؓ کے پہلو میں کھڑے ہوکر دعا مانگتے رہے۔ان کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ رہے تھے۔[1]

حضرت ابواسیدؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابوسعیدؒ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ عشاء کے بعد مسجد کا چکر لگاتے اوراس میں جو آدمی بھی نظر آتا اسے مسجد سے نکال دیتے جسے کھڑا ہوا نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے اسے رہنے دیتے۔ایک رات ان کا حضورﷺ کے چند صحابہؓ پر گزر ہوا جن میں حضرت ابی بن کعبؓ بھی تھے۔حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں؟ حضرت ابیؓ نے کہا اے امیرالمومنین! آپ کے گھر کے چند آدمی ہیں۔فرمایا نماز کے بعد تم لوگ اب تک یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہو؟ حضرت ابیؓ نے فرمایا ہم بیٹھ کر اللہ کا ذکر کر رہے ہیں۔اس پر حضرت عمرؓ بھی ان کے پاس بیٹھ گئے اوران میں سے جو ان کے سب سے قریب تھا اس سے فرمایا تم دعا کراؤ۔اس نے دعا کرائی اس طرح ان سب سے ایک ایک سے دعا کروائی، چنانچہ سب نے دعا کرائی یہاں تک کہ میری باری آ گئی۔میں آپؓ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا فرمایا اب تم دعا کراؤ تو میری زبان بند ہوگئی اور مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی جس کا انہیں بھی اندازہ ہو گیا تو فرمایا اور کچھ نہیں تو اتنی ہی دعا کرادو اللھم اغفر لنا اللھم ارحمنا ''اے اللہ! ہماری مغفرت فرما، اے اللہ! ہم پر رحم فرما'' پھر حضرت عمرؓ نے دعا شروع کی تو ان لوگوں میں سب سے زیادہ آنسوؤں والا اور سب سے زیادہ رونے والا ان کے علاوہ کوئی نہیں تھا پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا اب آپ سب لوگ بھی خاموش ہو جائیں اور بکھر جائیں۔[2]

حضرت ابوہیرہؒ کہتے ہیں حضرت حبیب بن مسلمہ فہریؓ مستجاب الدعوات صحابی تھے انہیں ایک لشکر کا امیر بنایا گیا انہوں نے ملک روم جانے کے راستے تیار کرائے۔جب دشمن کا سامنا ہوا تو انہوں نے لوگوں سے کہا میں نے حضورﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو جماعت ایک جگہ جمع ہو اور ان میں سے ایک دعا کرائے اور باقی سب آمین کہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا ضرور قبول فرمائیں گے پھر حضرت حبیبؓ نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور یہ دعا مانگی اے اللہ! ہمارے خون کی حفاظت فرما اور شہداء والا اجر ہمیں عطا فرما۔ابھی د[illegible]مانگی ہی تھی کہ اتنے میں دشمن کا سپہ سالار جسے رومی زبان میں ہنباط کہا جاتا ہے وہ آ گیا اور حضرت حبیبؓ کے پاس ان کے خیمے کے اندر چلا گیا گویا اس نے

۱۔ اخرجه ابن سعد ایضا (ج ۳ ص ۳۲۱)
۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۹۳)

اپنی شکست مان لی۔ ا؎ شہادت کی تمنا اور شہادت کی دعا کے باب میں حضرت معقل بن یسارؓ کی لمبی حدیث گزر چکی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ حضرت نعمان بن مقرنؓ نے فرمایا کہ اب میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا تم میں سے ہر آدمی اس پر ضرور آمین کہے اس کی میری طرف سے پوری تاکید ہے پھر یہ دعا مانگی اے اللہ! آج نعمان کو شہادت کی موت نصیب فرما اور مسلمانوں کی مدد فرما اور انہیں فتح نصیب فرما۔ ۲؎

حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں ایک صحابی کو ذوالبجادین کہا جاتا تھا ان کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ آہیں بھر کر رونے والا ہے اور یہ اس وجہ سے فرمایا کہ یہ صحابی بہت زیادہ تلاوت اور اللہ کا ذکر کرنے والے تھے اور اونچی آواز سے دعا کیا کرتے تھے۔ ۳؎

نیک لوگوں سے دعا کرانا

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ سے عمرہ کی اجازت مانگی۔ آپؐ نے اجازت مرحمت فرما دی اور فرمایا اے میرے چھوٹے سے بھائی! اپنی دعاؤں میں ہمیں نہ بھولنا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں حضورؐ نے یہ جو مجھے اپنا بھائی فرمایا یہ ایسا کلمہ ہے کہ اگر اس کے بدلے مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو مجھے ہرگز خوشی نہ ہو۔ ۴؎

حضرت ابوامامہ باہلیؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے آپؐ نے محسوس کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپؐ ہمارے لیئے دعا فرمائیں تو آپؐ نے یہ دعا فرمائی اللھم اغفر لنا وارحمنا وارض عنا وتقبل منا واد خلنا الجنة ونجنا من النار واصلح لنا شأننا كله ۔ اے اللہ! ہماری مغفرت فرما ہم پر رحم فرما ہم سے راضی ہو جا اور ہمارے اعمال قبول فرما ہمیں جنت میں داخل فرما اور ہمیں آگ سے نجات نصیب فرما اور ہمارے تمام احوال کو درست فرما۔ پھر آپؐ نے محسوس فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپؐ ہمارے لیئے اور دعا فرمائیں تو آپؐ نے فرمایا ان دعاؤں میں میں نے تمہارے تمام کاموں کی دعا کر دی ہے۔ ۵؎

حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ فرماتے ہیں ایک آدمی ایک دن باہر نکل گیا اور کپڑے اتار کر گرم

۱؎ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۷۰) رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحیح غیر ابن لهیعة وهو حسن الحدیث. انتهی ۲؎ اخرجه الطبری وهکذا اخرجه الطبرانی ورجاله رجال الصحیح وزادفی روایة فامن القوم کما فی المجمع (ج ۶ ص ۲۱۶) وهکذا اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۲۹۴) فی حدیث طویل ۳؎ اخرجه احمد والطبرانی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۳۶۹) واسنادهما حسن واخرجه ابن جریر ایضا عن عقبة نحوه کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۳۹۵)

۴؎ اخرجه ابو داؤد والترمذی واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۷۳) عن عمر بمعناه

۵؎ اخرجه ابن ابی شیبة کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۱)

زمین پر لوٹ پوٹ ہونے لگا اور اپنے نفس سے کہنے لگا جہنم کی آگ کا مزہ چکھ لے تو رات کو مردار پڑا رہتا ہے اور دن کو بیکار۔ اتنے میں اس نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ ایک درخت کے سایہ میں تشریف فرما ہیں اس نے حضور کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ میرا نفس مجھ پر غالب آ گیا حضورؐ نے اس سے فرمایا غور سے سنو (تمہاری تواضع کی اور اپنے نفس کو سزا دینے کی کیفیت اللہ کو بہت پسند آئی ہے) اس وجہ سے تمہارے لیئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر فرما رہے ہیں پھر حضورؐ نے صحابہ سے فرمایا اپنے اس بھائی سے دعا کا توشہ لے لو (اس کی اس کیفیت کی وجہ سے اس کی دعا اللہ کے ہاں قبول ہو رہی ہے اس سے دعا کرواؤ) چنانچہ ایک آدمی نے کہا اے فلانے! میرے لیئے دعا کر دو۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا نہیں صرف ایک کے لیئے نہیں بلکہ سب کے لیئے دعا کرو۔ اس نے یہ دعا کی اے اللہ! تقویٰ کو ان کا توشہ بنا دے اور تمام کاموں میں ان کی پوری رہبری فرما۔ اس دوران حضورؐ نے اس کے لیئے یہ دعا کی اے اللہ! اسے صحیح دعا کرنے کی توفیق عطا فرما تو اس نے کہا اے اللہ! جنت کو ان کا ٹھکانہ بنا دے۔[1] حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ ایک سفر میں جا رہے تھے کہ اتنے میں آپ کا گزر ایک آدمی پر ہوا جو گرم زمین پر لیٹ کر الٹ پلٹ ہو رہا تھا اور کہہ رہا تھا اے میرے نفس! رات بھر تو سوتا رہتا ہے اور دن کو بیکار رہتا ہے اور جنت کی امید رکھتا ہے جب وہ اپنے نفس کی سزا پوری کر چکا تو حضورؐ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم اپنے اس بھائی کو پکڑ لو (یعنی اس سے دعا کراؤ) ہم نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے اللہ سے ہمارے لیئے دعا کریں اس پر اس نے یہ دعا کی اے اللہ! تمام کاموں میں ان کی پوری رہبری فرما ہم نے کہا ہمارے لیئے اور دعا کریں اس نے کہا اے اللہ! تقویٰ کو ان کا توشہ بنا دے ہم نے کہا اور دعا کر دیں حضورؐ نے بھی فرمایا ان کے لیئے اور دعا کر دو اور حضورؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! اسے (جامع دعا کرنے کی) توفیق عطا فرما، چنانچہ اس نے کہا اے اللہ! جنت کو ان کا ٹھکانہ بنا دے۔[2]

حضرت اسیر بن جابرؒ کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے حضرت اویس سے فرمایا تم میرے لیئے دعائے مغفرت کرو۔ حضرت اویس نے کہا میں آپ کے لیئے دعائے مغفرت کیسے کروں آپ تو حضور ﷺ کے صحابی ہیں؟ فرمایا میں نے حضور کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمام تابعین میں سب سے بہترین آدمی وہ ہے جسے اویس کہا جائے گا۔[3] مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا

۱۔ اخرجه ابن ابی الدنیا كذافی الكنز (ج ۱ ص ۲۹۰) ۲۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۸۵) رواه الطبرانی من طریق ابی عبدالله صاحب الصدقة عن علقمة بن مرثد ولم اعرفه وبقية رجاله ثقات. انتهى واخرجه ابو نعيم عن بريدة نحوه كما في الكنز (ج ۱ ص ۳۰۸)
۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۶ ص ۱۶۳) وفي الحديث طول واخراج المرفوع منه مسلم في صحيحه كمافي الاصابة (ج ۱ ص ۱۱۵)

لہٰذا تم میں سے جو بھی اویس سے ملے وہ ان سے کہے کہ وہ اس کے لیئے استغفار کریں۔

حضرت عبداللہ رومیؒ کہتے ہیں حضرت انس بن مالکؓ زاویہ بستی میں ٹھہرے ہوئے تھے کسی نے ان سے کہا بصرہ سے آپ کے بھائی آپ کے پاس اس لیئے آئے ہیں تا کہ آپ ان کے لیئے دعا کریں تو انہوں نے یہ دعا کی اے اللہ! ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما اور ہمیں دنیا میں بھی بہتری عطا فرما اور آخرت میں بھی خیر و بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کی آگ کے عذاب سے بچا۔ ان لوگوں نے مزید دعا کی درخواست کی تو انہوں نے وہی دعا پھر کر دی اور فرمایا اگر تمہیں یہ چیزیں دے دی گئیں تو دنیا اور آخرت کی خیر تمہیں دے دی جائے گی۔[1]

گنہگاروں کے لیئے دعا کرنا

حضرت یزید بن اصمؒ کہتے ہیں شام کا ایک آدمی بہت طاقتور اور خوب لڑائی کرنے والا تھا وہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں آیا کرتا تھا وہ چند دن حضرت عمرؓ کو نظر نہ آیا تو فرمایا فلاں ابن فلاں کا کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا اے امیر المومنین! اس نے تو شراب پینی شروع کر دی ہے اور مسلسل پی رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے منشی کو بلا کر فرمایا خط لکھو "یہ خط عمر بن خطاب کی طرف سے فلاں بن فلاں کے نام۔ سلام علیک! میں تمہارے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ کو قبول کرنے والا، سخت سزا دینے والا اور بڑا انعام و احسان کرنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔" پھر حضرت عمرؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم لوگ اپنے بھائی کے لیئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو اپنی طرف متوجہ فرما دے اور اسے توبہ کی توفیق عطا فرما دے۔ جب اس کے پاس حضرت عمرؓ کا خط پہنچا تو وہ اسے بار بار پڑھنے لگا اور کہنے لگا وہ گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ کو قبول کرنے والا اور سخت سزا دینے والا ہے (اس آیت میں) اللہ نے مجھے اپنی سزا سے ڈرایا ہے اور معاف کرنے کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔[2] ابو نعیم کی روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ وہ اسے بار بار پڑھتا رہا پھر رونے لگ گیا پھر اس نے شراب پینی چھوڑ دی اور مکمل طور سے چھوڑ دی۔ جب حضرت عمرؓ کو اس کی یہ خبر پہنچی تو فرمایا ایسے کیا کرو جب تم دیکھو کہ تمہارا بھائی پھسل گیا ہے اسے راہ راست پر لاؤ اور اسے اللہ کی معافی کا یقین دلاؤ اور اللہ سے دعا کرو کہ اسے توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور تم اس کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بنو (اور اسے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ کرو)۔[3]

۱۔ اخرجه البخاری فی الادب المفرد (ص ۹۳)

۲۔ اخرجه ابن ابی حاتم ورواه الحافظ ابو نعیم من حدیث جعفر بن برقان

۳۔ کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۷۰)

وہ کلمات جن سے دعا شروع کی جاتی ہے

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں حضورﷺ نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا اللھم انی اسئلک بانی اشھد انک انت اللہ ولا الہ الا انت الا حد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد "اے اللہ! میں تجھ سے اس وسیلہ سے مانگتا ہوں کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ بیشک تو ہی اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے، بے نیاز ہے جس سے نہ کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے" آپؐ نے فرمایا تم نے اللہ کے اس اسم اعظم کے ساتھ مانگا ہے کہ جب بھی اس کے ساتھ مانگا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور دیتے ہیں اور جب اس کے ساتھ اسے پکارا جاتا ہے تو وہ ضرور قبول کرتے ہیں۔[1]

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں نبی کریمﷺ نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا یاذاالجلال والا کرام حضورؐ نے فرمایا تیرے لیئے قبولیت کا دروازہ کھل گیا ہے اب تو مانگ۔[2]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں حضورﷺ کا حضرت ابوعیاش زید بن صامت زرقیؓ کے پاس سے گزر ہوا وہ نماز پڑھ رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے اللھم انی اسئلک بان لک الحمد لآالہ الا انت یا حنان یا منان یا بدیع السموات والارض یا ذاالجلال والا کرام "اے اللہ! میں تجھ سے اس وسیلہ سے مانگتا ہوں کہ تمام تعریفیں تیرے لیئے ہیں تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے بڑے مہربان! اے بہت دینے والے! اے آسمانوں اور زمین کو کسی نمونہ کے بغیر بنانے والے! اے بزرگی اور بخشش والے!" حضورؐ نے فرمایا تم نے اللہ سے اس کے اسم اعظم کے وسیلہ سے مانگا ہے کہ جب اس کے ذریعے سے دعا کی جائے تو اللہ ضرور قبول فرماتے ہیں اور جب اس کے وسیلہ سے اس سے مانگا جائے تو ضرور عطا فرماتے ہیں۔[3] ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: یا حی یاقیوم "اے سدا زندہ رہنے والے! اے سب کو قائم رکھنے والے!" حاکم کی روایت میں اس کے بعد یہ الفاظ بھی ہیں اسئلک الجنۃ واعوذبک من النار "میں تجھ سے جنت مانگتا ہوں اور آگ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"

حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضورﷺ ایک دیہاتی کے پاس سے گزرے وہ اپنی نماز میں دعا

---

[1] اخرجہ ابو داؤد والترمذی وحسنہ وابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ واخرجہ الحاکم الا انہ قال لقد سألت اللہ باسمہ الاعظم وقال صحیح علی شرطھما کذافی الترغیب (ج۳ص ۱۴۵) واخرجہ النسائی ایضا کما فی اذکار النووی (ص ۵۰۱)

[2] اخرجہ الترمذی وحسنہ کذافی الترغیب (ج۳ص ۱۴۵) [3] اخرجہ احمد واللفظ لہ وابن ماجۃ ورواہ ابو داؤد والنسائی وابن حبان فی صحیحہ والحاکم وزاد ھو لاء الا ربعۃ یا حی یا قیوم وقال الحاکم صحیح علی شرط مسلم کذافی الترغیب (ج۳ص ۱۴۶)

مانگ رہا تھا اور کہہ رہا تھا یا من لاتراہ العیون ولا تخالطہ الظنون ولا یصفہ الواصفون ولا تغیرہ الحوادث ولا یخشی الدوائر یعلم مثاقیل الجبال ومکاییل البحار وعدد قطر الامطار وعدد ورق الاشجار وعدد ما اظلم علیہ اللیل واشرق علیہ النھار وما تواری من سماء ولا ارض ارضا ولا بحر ما فی قعرہ ولا جبل ما فی وعرہ اجعل خیر عمری آخرہ وخیر عملی خواتیمہ وخیر ایامی یوم القاک فیہ ''اے وہ ذات جس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور کسی کا خیال وگمان اس تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ اوصاف بیان کرنے والے اس کے اوصاف بیان کر سکتے ہیں اور نہ حوادث زمانہ اس پر اثر انداز ہو سکتے ہیں اور نہ اسے گردش زمانہ سے کوئی اندیشہ ہے جو پہاڑوں کے وزن اور سمندروں کے پیمانے اور بارش کے قطروں کی تعداد اور درختوں کے پتوں کی تعداد کو جانتا ہے اور وہ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جن پر رات کی تاریکی چھاتی ہے اور جن پر دن روشنی ڈالتا ہے اور نہ اس سے ایک آسمان دوسرے آسمان کو چھپا سکتا ہے اور نہ ایک زمین دوسری زمین کو اور نہ سمندر ان چیزوں کو چھپا سکتا ہے جو اس کی تہ میں ہیں اور نہ کوئی پہاڑ ان چیزوں کو چھپا سکتا ہے جو اس کی سخت چٹانوں میں ہیں تو میری عمر کے آخری حصے کو سب سے بہترین حصہ بنادے اور میرے آخری عمل کو سب سے بہترین عمل بنادے اور میرا بہترین دن وہ بنا جس دن میری تجھ سے ملاقات ہو'' آپؐ نے ایک آدمی کے ذمہ لگایا کہ جب یہ دیہاتی نماز سے فارغ ہو جائے تو اسے میرے پاس لے آنا چنانچہ وہ نماز کے بعد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ کے پاس ایک کان سے کچھ سونا ہدیہ میں آیا ہوا تھا حضورؐ نے اسے وہ سونا ہدیہ میں دیا پھر اس سے پوچھا کہ اے اعرابی! تم کونسے قبیلہ میں سے ہو؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! بنی عامر بن صعصعہ قبیلہ میں سے ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو میں نے تم کو یہ سونا کیوں ہدیہ کیا ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! ہماری آپ کی رشتہ داری ہے اس وجہ سے کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا رشتہ داری کا بھی حق ہوتا ہے لیکن میں نے تمہیں سونا اس وجہ سے ہدیہ کیا ہے کہ تم نے بہت عمدہ طریقہ سے اللہ کی ثنا بیان کی ہے۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے حضور ﷺ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا اللھم انی اسئلک باسمک الطاھر الطیب المبارک الا حب الیک الذی اذا دعیت بہ اجبت واذا سئلت بہ اعطیت واذا استرحمت بہ رحمت واذا استفرجت بہ فرجت ''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے اس نام کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جو پاک عمدہ، مبارک اور تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے جب تجھے اس کے ذریعہ پکارا جاتا ہے تو تو ضرور متوجہ ہوتا ہے اور جب تجھ سے اس کے وسیلے سے

---

[1] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۵۸) رجالہ رجال الصحیح غیر عبداللہ بن محمد ابی عبدالرحمن الاذرمی وھو ثقۃ. انتھی

مانگا جاتا ہے تو تو ضرور دیتا ہے اور جب تجھ سے اس کے ذریعہ رحم طلب کیا جاتا ہے تو تو ضرور رحم فرماتا ہے اور جب اس کے وسیلہ سے تجھ سے کشادگی مانگی جاتی ہے تو تو ضرور کشادگی دیتا ہے۔" حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ایک دن حضورؐ نے فرمایا اے عائشہؓ! کیا تمہیں پتہ چلا کہ اللہ نے مجھے وہ نام بتادیا ہے کہ جب اس نام کے وسیلہ سے اس سے دعا کی جاتی ہے تو وہ ضرور قبول فرماتا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں وہ نام مجھے بھی سکھا دیں۔ آپؐ نے فرمایا اے عائشہ! تجھے سکھانا مناسب نہیں۔ وہ فرماتی ہیں میں ایک طرف ہو کر بیٹھ گئی پھر میں کھڑی ہوئی اور حضورؐ کے سر کا بوسہ لیا پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے وہ نام سکھا دیں۔ حضورؐ نے فرمایا اے عائشہ! تمہارے لیئے مناسب نہیں کہ میں تمہیں سکھاؤں کیونکہ تمہارے لیئے مناسب نہیں کہ تم اس کے ذریعہ دنیا کی کوئی چیز مانگو۔ میں وہاں سے اٹھی اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی پھر یہ دعا مانگی اللھم انی ادعوک اللّٰہ وادعوک الرحمٰن وادعوک البرالرحیم وادعوک باسمائک الحسنیٰ کلھا ما علمت منھا وما لم اعلم ان تغفر لی وترحمنی "اے اللہ! میں تجھے اللہ کہہ کر پکارتی ہوں تجھے رحمٰن کہہ کر پکارتی ہوں تجھے نیکو کار رحیم کہہ کر پکارتی ہوں اور تجھے تیرے ان تمام اچھے ناموں سے پکارتی ہوں جن کو میں جانتی ہوں اور جن کو میں نہیں جانتی ہوں اور یہ سوال کرتی ہوں کہ تو میری مغفرت فرمادے اور مجھ پر رحم فرمادے۔" حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضورؐ میری یہ دعا سن کر بہت ہنسے اور فرمایا تم نے جن ناموں سے اللہ کو پکارا ہے ان میں وہ خاص نام بھی شامل ہے۔[1]

حضرت سلمہ بن اکوع اسلمیؓ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو کبھی ایسی دعا مانگتے ہوئے نہیں سنا کہ جس کے شروع میں آپؐ نے یہ الفاظ نہ کہے ہوں سبحان ربی العلی الاعلی الوھاب "میں اپنے رب کی پاکی بیان کرتا ہوں جو کہ بلند، بہت بلند اور بہت دینے والا ہے۔"[2]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں اگر حضور ﷺ سو دعائیں بھی مانگتے تو ان کے شروع میں درمیان میں اور آخر میں یہ دعا ضرور مانگتے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ "اے ہمارے پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت کیجئے اور آخرت میں بھی بہتری دیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچائیے۔"[3]

حضرت فضالہ بن عبیدؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ تشریف فرما تھے اتنے میں ایک آدمی

---

[1] اخرجه ابن ماجة (ص ۲۹۸)
[2] اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۵۶) رواه احمد والطبراني بنحوه وفيه عمر بن راشد اليمامي وثقه غير واحد وبقية رجاله رجال الصحيح. انتهى واخرجه ابن ابي شيبة عن سلمة بنحوه كما في الكنز (ج ۱ ص ۲۹۰)
[3] اخرجه ابن النجار كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۹۰)

نے اندر آ کر نماز پڑھی اور پھر اس نے یہ دعا مانگی اللھم اغفرلی وارحمنی ''اے اللہ! میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما'' حضورؐ نے فرمایا اے نمازی! تم نے دعا مانگنے میں جلدی کی۔ جب تم نماز پڑھ کر بیٹھ جاؤ تو پہلے اللہ کی شایان شان تعریف کرو اور مجھ پر درود بھیجو پھر دعا مانگو پھر ایک اور آدمی نے نماز پڑھی پھر اس نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا تو حضورؐ نے اس سے فرمایا اے نمازی! اب تم دعا کرو ضرور قبول کی جائے گی۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اللہ سے مانگنا چاہے تو اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی شایان شان حمد وثنا سے ابتداء کرے پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے پھر اللہ سے مانگے تو اس طرح مقصد میں کامیابی کی زیادہ امید ہے۔[2]

نبی کریم ﷺ کی اپنی امت کے لیئے دعائیں

حضرت عباس بن مرداسؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے عرفات (یعنی حج کے دن نو ذی الحجہ) کی شام کو اپنی امت کے لیئے مغفرت اور رحمت کی دعا مانگی اور بہت دیر تک یہ دعا مانگتے رہے آخر اللہ نے وحی بھیجی کہ میں نے تمہاری دعا منظور کر لی اور ان کے جن گناہوں کا تعلق مجھ سے تھا وہ میں نے معاف کر دیئے لیکن انہوں نے ایک دوسرے پر جو ظلم کر رکھا ہے اس کی معافی نہیں ہو سکتی اس پر حضورؐ نے غایت شفقت کی وجہ سے عرض کیا اے رب! تو یہ کر سکتا ہے کہ مظلوم کو اس ظلم سے بہتر بدلہ اپنے پاس سے دے دے اور ظالم کو معاف فرما دے اس شام کو تو اللہ نے یہ دعا قبول نہ فرمائی البتہ مزدلفہ کی صبح کو حضورؐ نے یہ دعا پھر مانگنی شروع کی تو اللہ نے قبول فرمالی اور فرمایا چلو ظالموں کو بھی معاف کر دیا۔ اس پر حضورؐ مسکرانے لگے تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا! یا رسول اللہ! (تہجد کا وقت ہے) آپ اس وقت تو مسکرایا نہیں کرتے تھے کیوں مسکرا رہے ہیں؟ فرمایا میں اس وجہ سے مسکرا رہا ہوں کہ جب اللہ کے دشمن ابلیس کو پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے ظالم امتیوں کے بارے میں بھی میری یہ دعا قبول کر لی ہے تو وہ ہلاکت اور بربادی پکارنے لگا اور سر پر مٹی ڈالنے لگا (اسے دیکھ کر میں مسکرا رہا تھا)۔[3]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت ابراہیمؑ کے اس قول کی تلاوت فرمائی رَبِّ اِنَّھُنَّ اَضْلَلْنَ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ (سورت ابراہیم آیت ۳۶) ترجمہ ''اے میرے

۱؎ اخرجه احمد وابوداؤد والترمذي واللفظ له وحسنه والنسائي وابن خزيمه وابن حبان في صحيحهما كذافي الترغيب (ج ۲ ص ۱۴۷) واخرجه الطبراني ايضا بنحوه كمافي المجمع (ج ۱۰ ص ۱۵۵)

۲؎ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۵۵) رجاله رجال الصحيح الا ان ابا عبيدة لم يسمع من ابيه. انتهى.

۳؎ اخرجه البيهقي

پروردگار! ان بتوں نے بہتیرے آدمیوں کو گمراہ کر دیا پھر جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہے اور جو شخص (اس باب میں) میرا کہنا نہ مانے سو آپ تو کثیر المغفرت اور کثیر الرحمت ہیں۔'' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول کی تلاوت فرمائی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ (سورت مائدہ آیت ۱۱۸) ترجمہ ''اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔'' پھر آپؐ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر امت کے لیئے یہ دعا شروع کر دی، اے اللہ! میری امت، اے اللہ! میری امت، اے اللہ! میری امت اور آپؐ رونے لگے۔ اس پر اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا اے جبرائیل! تمہارا رب سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے لیکن تم محمدؐ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ وہ کیوں رو رہے ہیں؟ چنانچہ حضرت جبرائیلؑ نے حاضر ہو کر پوچھا حضورؐ نے رونے کی وجہ بتائی (کہ امت کے غم میں رو رہا ہوں۔ حضرت جبرائیلؑ نے واپس آ کر اللہ تعالی کو وجہ بتائی) اللہ تعالی نے فرمایا محمدؐ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو ہم تم کو تمہاری امت کے بارے میں راضی کریں گے اور تمہیں رنجیدہ اور غمگین نہ ہونے دیں گے۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے اپنی امت کے لئے یہ دعا مانگی اللھم اقبل بقلوبھم علی طاعتک وحط من ورائھم برحمتک ''اے اللہ! ان کے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف متوجہ فرما اور ان کے پیچھے سے اپنی رحمت سے ان کی حفاظت فرما۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دن میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ بہت خوش ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لئے اللہ سے دعا فرما دیں۔ آپؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! عائشہ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف فرما اور جو اس نے چھپ کر کئے اور علی الاعلان کئے وہ بھی سب معاف فرما۔ اس دعا سے خوش ہو کر میں خوشی کے مارے لوٹ پوٹ ہو گئی جس سے میرا سر میری گود میں چلا گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تمہیں میری دعا سے بہت خوشی ہو رہی ہے؟ میں نے کہا مجھے آپ کی دعا سے خوشی کیوں نہ ہو؟ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! یہ دعا تو میں اپنی امت کے لئے ہر نماز میں مانگتا ہوں۔[3]

۱۔ اخرجه ابن وهب كذافي التفسير لابن كثير (ج ۲ ص ۵۴۰)

۲۔ اخرجه الطبرانی قال الهيثمی (ج ۱۰ ص ۲۹) وفيه ابو شيبه و هو ضعيف انتهى.

۳۔ اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۹ ص ۲۴۴) رجاله رجال الصحيح غير احمد بن منصور الرمادی وهو ثقة. انتهى

نبی کریم ﷺ کی خلفاء اربعہ کے لئے دعائیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے یہ دعا مانگی اے اللہ! ابوبکرؓ کو قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں رکھنا۔[1]

حضرت عمر اور حضرت احباب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ دعا مانگی اے اللہ! عمرؓ بن خطاب اور ابوجہل بن ہشام میں سے جو تجھے زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعہ اسلام کو عزت عطا فرما۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ نے یہ دعا مانگی اے اللہ! اسلام کو خاص طور سے عمرؓ بن خطاب کے ذریعہ عزت عطا فرما۔[3]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ نے یہ دعا مانگی اے اللہ! اسلام کو عمرؓ کے ذریعے قوت عطا فرما۔[4]

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک بھورے رنگ کی اونٹنی حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجی حضورؐ نے ان کے لئے یہ دعا فرمائی اے اللہ! انہیں پل صراط (آسانی سے اور جلدی سے) پار کرا دینا۔[5]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے یہ دعا تین مرتبہ فرمائی اے اللہ! میں عثمانؓ سے راضی ہوں تو بھی ان سے راضی ہو جا۔[6]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! عثمانؓ کے اگلے پچھلے گناہ اور جو گناہ چھپ کر کئے اور جو علی الاعلان کئے اور جو پوشیدہ طور سے کئے اور جو سب کے سامنے کئے سارے معاف فرما۔[7]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں بیمار ہوا میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے مجھے اپنی جگہ بٹھایا اور خود کھڑے ہو کر نماز شروع فرما دی اور اپنے کپڑے کا ایک کنارہ مجھ پر ڈال دیا پھر نماز کے بعد فرمایا اے ابن ابی طالب! اب تم ٹھیک ہو گئے ہو کوئی فکر نہ

---

۱ ۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية كذافي المنتخب (ج ۴ ص ۳۴۵)

۲ ۔ اخرجه احمد والترمذی و صححه و ابن سعد وغيرهم عن عمر رضی الله عنه والنسائی عن خباب رضی الله عنه ۳ ۔ عند ابن ماجة والحاكم والبيهقی

۴ ۔ عندالطبرانی و احمد كذافي المنتخب (ج ۴ ص ۳۷۰)

۵ ۔ اخرجه ابن عساكر ۶ ۔ عند ابن عساكر ايضا عن عائشة وابی سعيد رضی الله عنهما وعند ابی نعيم عن ابی سعيد ۷ ۔ عندالطبرانی فی الاوسط وابی نعيم فی الحلية وابن عساكر كذافي المنتخب (ج ۵ ص ۱)

کرو میں نے جو چیز اللہ سے اپنے لئے مانگی اس جیسی میں نے اللہ سے تمہارے لئے بھی مانگی اور میں نے جو چیز بھی اللہ سے مانگی وہ اللہ نے مجھے ضرور دی بس اتنی بات ہے کہ مجھ سے یوں کہا گیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ چنانچہ میں وہاں سے اٹھا تو میں بالکل ٹھیک ہو چکا تھا اور ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے میں بیمار ہی نہیں ہوا تھا۔[1]

حضرت زید بن یثیع، حضرت سعید بن وہب اور حضرت عمرو بن ذی مر رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ہر اس آدمی کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں جس نے حضور ﷺ کو (حجۃ الوداع سے واپسی پر) غدیر خم کے دن کچھ فرماتے ہوئے سنا کہ وہ ضرور کھڑا ہو جائے، چنانچہ تیرہ آدمی کھڑے ہو گئے اور انھوں نے اس بات کی گواہی دی کہ اس دن حضورؐ نے فرمایا تھا کیا میں مومنوں کے ساتھ خود ان کی جان سے بھی زیادہ تعلق نہیں رکھتا؟ صحابہؓ نے عرض کیا بالکل رکھتے ہیں یا رسول اللہ! پھر حضورؐ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا میں جس کا دوست ہوں یہ (حضرت علیؓ) اس کے دوست ہیں اے اللہ! جو ان سے دوستی کرے تو اس سے دوستی کر اور جو ان سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر اور جو ان سے محبت کرے تو ان سے محبت کر اور جو ان سے بغض رکھے تو ان سے بغض رکھ اور جو ان کی مدد کرے تو اس کی مدد کر اور جو ان کی مدد چھوڑ دے تو اس کی مدد چھوڑ دے۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضورؐ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے یہ دعا نقل کی ہے اے اللہ! علیؓ کی اعانت فرما اور ان کے ذریعہ سے اعانت فرما اور ان پر رحم فرما اور ان کے ذریعہ سے دوسروں پر رحم فرما اور ان کی مدد فرما اور ان کے ذریعہ سے مدد فرما اے اللہ! جو ان سے دوستی کرے تو اس سے دوستی کر اور جو ان سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر۔[3] حضرت علیؓ فرماتے ہیں حضورؐ نے میرے لئے یہ دعا فرمائی اے اللہ! اس کی زبان کو (حق پر) جما دے اور اس کے دل کو ہدایت نصیب فرما۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ الفاظ منقول ہیں۔ اے اللہ! اس کو فیصلہ کرنے کا صحیح راستہ دکھلا۔[4]

۱۔ اخرجه ابن ابی عاصم وابن جریر و صححه والطبرانی فی الاوسط وابن شاهین فی السنة كذافی المنتخب (ج ۵ ص ۴۳)

۲۔ اخرجه البزار قال الهيثمی (ج ۹ ص ۱۰۵) رجاله رجال الصحيح غير فطر بن خليفة وهو ثقة. انتهى وفی هامش المجمع اخرج له البخاری ايضا

۳۔ عند الطبرانی كذافی المنتخب (ج ۵ ص ۳۲)

۴۔ عندالحاكم فی المنتخب (ج ۵ ص ۳۵)

حضور ﷺ کی حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کے لئے دعائیں

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لئے یہ دعا کرتے ہوئے سنا اے اللہ! اس کے تیر کو سیدھا نشانہ پر لگا اور اس کی دعا کو قبول فرما اور اسے اپنا محبوب بنا۔[۱] حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے میرے لئے یہ دعا فرمائی اے اللہ! جب سعد تجھ سے دعا کرے تو اس کی دعا قبول فرما۔[۲]

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ نے میرے لئے، میری اولاد کی اولاد کے لئے دعا فرمائی۔[۳]

حضور ﷺ کی اپنے گھر والوں کے لئے دعائیں

حضور کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضورؐ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اپنے خاوند اور دونوں بیٹوں کو میرے پاس لے آؤ چنانچہ وہ ان تینوں کو لے آئیں تو آپؐ نے خیبر والی چادر جو ہمیں خیبر میں ملی تھی اور میں اپنے نیچے بچھاتی تھی ان پر ڈالی اور پھر ان کے لئے یہ دعا فرمائی اے اللہ! یہ محمد (علیہ السلام) کی آل ہے تو محمدؐ کی آل پر اپنی رحمتیں اور برکتیں ایسے نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر نازل فرمائی تھیں۔ بے شک تو بہت تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔[۴]

حضرت ابوعمار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت واثل بن اسقع رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں کچھ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا اور انہیں کچھ برا بھلا کہہ دیا جب وہ لوگ کھڑے ہو کر چلے گئے تو مجھ سے فرمایا تم ذرا بیٹھے رہو میں اس ہستی کے بارے میں بتاتا ہوں جسے انھوں نے برا بھلا کہا ہے۔ ایک دن میں حضورؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم آئے آپؐ نے ان پر اپنی چادر ڈال کر یہ دعا فرمائی اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں ان سے ناپاکی دور کر اور انہیں اچھی طرح پاک فرما۔ میں نے عرض کیا۔ میں بھی حضورؐ نے فرمایا تم بھی حضرت واثلہؓ فرماتے ہیں اللہ کی قسم!

۱؎ اخرجه ابن عساكر و ابن النجار ۲؎ عند الترمذى و ابن حبان والحاكم كذافى المنتخب (ج ۵ ص ۷۰) ۳؎ اخرجه ابو يعلى و ابن عساكر كذافى المنتخب (ج ۵ ص ۷۰) ۴؎ اخرجه ابو يعلى قال الهيثمى (ج ۹ ص ۱۶۶) وفيه عقبة بن عبدالله الرفاعى وهو ضعيف و رواه الترمذى باختصار الصلوة

میرے دل کو حضورؐ کے اس فرمان پر تمام اعمال سے زیادہ اعتماد ہے اور ایک روایت میں یہ ہے مجھے حضورؐ کے اس فرمان سے سب سے زیادہ امید ہے۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا حضورؐ نے ایک چادر بچھا رکھی تھی اس پر حضورؐ، میں، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سب بیٹھ گئے پھر حضورؐ نے چادر کے چاروں کونے پکڑ کر ہم پر گرہ لگا دی پھر یہ دعا فرمائی اے اللہ! جیسے میں ان سے راضی ہوں تو بھی ان سے راضی ہو جا۔[2]

حضور ﷺ کی حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کیلئے دعائیں

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ نے حضرت حسن حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لئے یہ دعا فرمائی اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے حقیقت میں مجھ سے محبت کی۔[3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس دعا کے یہ الفاظ منقول ہیں اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت فرما۔[4] نسائی اور ابن حبان میں یہ دعا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس کے آخر میں یہ ہے کہ جو ان دونوں سے محبت کرے تو اس سے بھی محبت فرما اور اس کے شروع میں یہ ہے کہ یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔[5] ابن ابی شیبہ اور طیالسی میں یہ دعا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں مزید یہ بھی ہے کہ جو ان سے بغض رکھے تو اس سے بغض رکھ۔[6]

بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی میں حضرت سعید بن زید اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! مجھے حسن سے محبت ہے تو بھی اس سے محبت فرما اور جو اس سے محبت کرے اس سے بھی محبت فرما۔[7] ابن عساکر میں حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی منقول ہے کہ اے اللہ! اسے بچا اور اس کے ذریعہ سے (دوسروں کو) بچا۔[8] حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی

۱۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۶۷) رواه الطبرانی باسنادین رجال السیاق رجال الصحیح غیر کلثوم بن زیاد و وثقه ابن حبان وفیه ضعف . انتهی

۲۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۶۹) رجاله رجال الصحیح غیر عبید بن طفیل وهو ثقة کنیة ابو سیدان. ۱ ه

۳۔ اخرجه البزار قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۸۰) واسناده جید

۴۔ عندالبزار ایضا واسناده حسن کما قال الهیثمی

۵۔ کمافی المنتخب (ج ۵ ص ۱۰۵)

۶۔ کمافی المنتخب (ج ۵ ص ۱۰۲)

۷۔ کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۱۰۳)

۸۔ کمافی المنتخب (ج ۵ ص ۱۰۴)

کریم ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھا رکھا ہے اور یہ دعا فرمارہے ہیں اے اللہ! مجھے اس سے محبت ہے تو بھی اس سے محبت فرما۔[1]

حضور ﷺ کی حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹوں کے لئے دعائیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! عباس کی اور اس کی اولاد کی ظاہری باطنی ہر طرح کی مغفرت فرما اور ان کی اولاد میں تو ان کا خلیفہ بن جا۔[2]
ابن عساکر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! عباس کے وہ گناہ جو چھپ کر کئے یا علی الاعلان کئے یا سب کے سامنے کئے یا پردے میں کئے سب معاف فرما اور آئندہ ان سے یا ان کی اولاد سے قیامت تک جو گناہ ہوں وہ سب معاف فرما ابن عساکر اور خطیب میں حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت ہے کہ حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! عباس کی، عباس کی اولاد کی اور جو ان سے محبت کرے اس کی مغفرت فرما۔ ابن عساکر میں حضرت عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے والد کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عباس میرے چچا اور میرے والد جیسے ہیں اور میرے آباء واجداد میں سے اب یہی باقی ہیں۔ اے اللہ! ان کے گناہوں کو معاف فرما اور ان کے اچھے عملوں کو قبول فرما اور برے عملوں سے درگزر فرما اور ان کے فائدے کے لئے ان کی اولاد کی اصلاح فرما۔[3]

حضرت ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب تک میں کل آپ کے گھر نہ آجاؤں اس وقت تک آپ اور آپ کے بیٹے گھر سے کہیں نہ جائیں مجھے آپ لوگوں سے ایک کام ہے، چنانچہ اگلے دن یہ سب لوگ گھر میں حضورؐ کا انتظار کرتے رہے۔ آپؐ چاشت کے بعد ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا السلام علیکم جواب میں ان حضرات نے کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر حضورؐ نے فرمایا آپ لوگوں نے کس حال میں صبح کی؟ ان لوگوں نے کہا ہم اللہ کی تعریف کرتے ہیں (اچھے حال میں صبح کی) آپؐ نے فرمایا آپ لوگ سمٹ جائیں اور مل کر بیٹھیں، چنانچہ جب وہ اس طرح بیٹھ گئے تو آپؐ نے ان سب پر اپنی ایک چادر ڈال دی پھر یہ دعا فرمائی اے میرے رب! یہ میرے چچا اور میرے والد جیسے ہیں اور یہ سب میرے گھر والے ہیں، لہٰذا جیسے میں نے ان کو اپنی اس چادر میں چھپا رکھا ہے تو بھی ان کو ایسے ہی آگ سے چھپا لے اس پر دروازے کی چوکھٹ اور کمرے کی

---

[1] اخرجه الستة الا ابا داؤد كذافي المنتخب (ج ٥ ص ١٠٥)
[2] اخرجه الترمذى و حسنه و ابو يعلى [3] كذافي المنتخب (ج ٥ ص ٢٠٧)

دیواروں نے تین دفعہ آمین کہا۔[۱]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں (اپنی خالہ) حضرت میمونہؓ کے گھر میں تھا میں نے حضور ﷺ کے لیئے وضو کا پانی رکھا آپ نے پوچھا یہ پانی میرے لیئے کس نے رکھا؟ حضرت میمونہؓ نے عرض کیا عبداللہ نے آپ نے خوش ہو کر فرمایا اے اللہ! اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور اسے قرآن کی تفسیر سکھا۔[۲] ابن نجار میں حضرت ابن عباسؓ سے یہ دعا اس طرح منقول ہے اے اللہ! اسے کتاب سکھا دے اور اسے دین کی سمجھ عطا فرما دے۔[۳] ابن ماجہ، ابن سعد اور طبرانی میں حضرت ابن عباسؓ سے یہ دعا اس طرح منقول ہے اے اللہ! اسے حکمت اور کتاب کی تفسیر سکھا دے۔

حضرت ابن عمرؓ سے یہ دعا اس طرح منقول ہے اے اللہ! اس میں برکت عطا فرما اس کے ذریعہ کتاب کو پھیلا۔[۴]

حضور ﷺ کی حضرت جعفر بن ابی طالب، ان کی اولاد، حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابن رواحہؓ کے لیئے دعائیں

طبرانی اور ابن عساکر میں حضرت ابن عباسؓ سے اور احمد و ابن عساکر میں حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! جعفر کی اولاد میں تو اس کا خلیفہ بن جا۔ طیالسی، ابن سعد اور احمد وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے تین مرتبہ یہ دعا فرمائی اے اللہ! تو جعفر کے اہل و عیال میں اس کا خلیفہ بن جا اور (ان کے بیٹے) عبداللہ کی خرید و فروخت میں برکت عطا فرما۔ ابن ابی شیبہ میں حضرت شعبیؒ سے منقول ہے بلقاء علاقہ کے غزوہ موتہ میں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ جب شہید ہو گئے تو حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! اب تک تو اپنے جتنے نیک بندوں کا خلیفہ بنا ہے ان سب سے زیادہ اچھی طرح تو جعفر کے اہل و عیال میں اس کا خلیفہ بن جا۔[۵]

حضرت ابو میسرہؒ کہتے ہیں جب حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر ان تینوں کے حالات بیان کیئے اور ابتداء حضرت زیدؓ سے فرمائی پھر یہ دعا فرمائی اے اللہ! زید کی مغفرت فرما، اے اللہ زید کی مغفرت

۱۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲۷۰) اسناده حسن واخرجه ایضا البیهقی عن ابی اسید بنحوه وابن ماجة عنه مختصرا کما فی البدایة (ج ۶ ص ۱۳۳) وابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۵۴) عنه بطوله

۲۔ اخرجه ابن ابی شیبة

۳۔ کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۲۳۱)

۴۔ عند ابی نعیم فی الحلیة کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۲۲۸)

۵۔ کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۱۵۵) اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۳۹) عن الشعبی نحوه

فرما، اے اللہ! زید کی مغفرت فرما، اے اللہ! جعفر اور عبداللہ بن رواحہ کی مغفرت فرما۔[1]

حضرت یاسرؓ کے خاندان، حضرت ابوسلمہ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کے لیے حضور ﷺ کی دعائیں

احمد اور ابن سعد میں حضرت عثمان بن عفانؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! تو آل یاسر کی مغفرت فرما اور تو نے ان کی مغفرت فرما دی ہے اور ابن عساکر میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! عمار میں برکت عطا فرما۔ آگے باقی حدیث ذکر کی۔[2]

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! ابوسلمہ کی مغفرت فرما اور مقربین میں ان کے درجے کو بلند فرما اور ان کے پیچھے رہ جانے والوں میں تو ان کا خلیفہ بن جا اور اے رب العالمین! ہماری اور ان کی مغفرت فرما اور ان کی قبر کو کشادہ اور منور فرما۔[3]

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ مجھے پکڑ کر اپنی ران پر بٹھا لیا کرتے تھے اور حضرت حسن بن علیؓ کو بائیں ران پر بٹھا لیا کرتے پھر ہم دونوں کو اپنے ساتھ چمٹا کر یوں فرماتے اے اللہ! میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں تو بھی ان دونوں پر رحم فرما۔[4] ایک روایت میں یہ ہے کہ اے اللہ! مجھے ان دونوں سے محبت ہے تو بھی ان دونوں سے محبت فرما۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں (میں لشکر کی تیاری کے لیے مدینہ سے باہر جرف میں ٹھہرا ہوا تھا) جب حضور ﷺ کی بیماری بڑھ گئی تو میں مدینہ واپس آیا اور میرے ساتھ جو لوگ تھے وہ بھی مدینہ آ گئے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ خاموش تھے اور بالکل بات نہیں کر رہے تھے۔ حضورؐ میرے اوپر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر پھر اوپر کو اٹھاتے حضورؐ نے بار بار ایسا کیا جس سے میں سمجھا کہ آپؐ میرے لیے دعا فرما رہے ہیں۔[5]

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۴۲) [2] کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۴۵)

[3] اخرجه احمد ومسلم وابو داؤد کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۲۱۹) [4] اخرجه احمد وابو یعلی والنسائی وابن حبان واخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۶۲) عن اسامة نحوه۔ [5] عند احمد و الترمذی وحسنه والطبرانی وغیرهم کذافی الکنز (ج ۷ ص ۵) والمنتخب (ج ۵ ص ۱۳۶)

حضرت عمرو بن عاص، حضرت حکیم بن حزام، حضرت جریر اور آل بسرؓ کے لیئے حضور ﷺ کی دعائیں

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے یہ دعا تین مرتبہ فرمائی اے اللہ! عمرو بن عاص کی مغفرت فرما کیونکہ جب بھی میں نے انہیں صدقہ دینے کے لیئے بلایا وہ ہمیشہ میرے پاس صدقہ لے کر آئے۔[1]

حضرت حکیمؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے میرے لیئے یہ دعا فرمائی اے اللہ! تو اس کے ہاتھ کے کاروبار میں برکت عطا فرما۔[2] حضرت حکیمؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھے ایک دینار دے کر قربانی کا جانور خریدنے کے لیئے بھیجا۔ میں نے ایک دینار میں جانور خرید کر دو دینار میں بیچ دیا اور پھر ایک دینار کی بکری خریدی اور ایک دینار لا کر حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضورؐ نے میرے لیئے برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا جو دینار تم لائے ہو اسے صدقہ کر دو۔[3]

حضرت جریرؓ فرماتے ہیں میں گھوڑے پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا تھا نیچے گر جایا کرتا تھا میں نے حضور ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا آپؐ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر مارا اور آپؐ کے ہاتھ (کی برکت) کا اثر میں نے اپنے سینے میں محسوس کیا اور آپؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! اسے (گھوڑے پر) جما دے اور دوسروں کو ہدایت پر لانے والا اور خود ہدایت یافتہ بنا دے چنانچہ میں اس دعا کے بعد کبھی گھوڑے سے نہیں گرا۔[4] حضرت جریرؓ فرماتے ہیں مجھ سے حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم خلصہ بت والا گھر گرا کر مجھے راحت نہیں پہنچاتے؟ یہ زمانہ جاہلیت میں قبیلہ خثعم کا ایک گھر تھا جسے یمنی کعبہ کہا جاتا تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (میں گھوڑے سے) گر جاتا ہوں پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[5]

حضرت عبداللہ بن بسرؓ فرماتے ہیں میں اور میرے والد ہم دونوں اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں سامنے سے حضور ﷺ اپنے خچر پر تشریف لائے۔ میرے والد نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ ہمارے گھر نہیں آتے اور کھانا کھا کر ہمارے لیئے برکت کی دعا نہیں کر دیتے؟ چنانچہ آپؐ ہمارے گھر تشریف لے گئے اور کھانا کھا کر یہ دعا فرمائی اے اللہ! ان پر رحم فرما ان کی مغفرت فرما اور ان کے رزق میں برکت نصیب فرما۔ طبرانی کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ پھر ہم ہمیشہ اللہ کی طرف سے رزق میں وسعت ہی دیکھتے رہے۔[6]

۱۔ اخرجه الطبرانی كذافی المنتخب (ج۵ص ۲۵۰) ۲۔ اخرجه الطبرانی

۳۔ عند عبدالرزاق وابن ابی شيبة كذافی المنتخب (ج۵ص ۱۲۹) ۴۔ اخرجه الطبرانی

۵۔ اخرجه ابن ابی شيبة كما فی المنتخب (ج۵ص ۱۵۲)

۶۔ اخرجه ابن عساكر كذافی المنتخب (ج۵ص ۲۲۰)

حضرت براء بن معرور، حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہم کے لیے حضور ﷺ کی دعائیں

حضرت ثعلبہ بن عمرو غفاریؓ فرماتے ہیں قبیلہ غفار کا ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا حضورؐ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا مہان (جس کا لفظی ترجمہ قابل اہانت ہے) حضورؐ نے فرمایا نہیں بلکہ تم مکرم یعنی قابل اکرام ہو۔ حضورؐ نے مدینہ آنے کے بعد حضرت براء بن معرورؓ کے لیے یہ دعا فرمائی اے اللہ! براء بن معرور پر رحمت نازل فرما اور قیامت کے دن اسے اپنے سے پردہ میں نہ رکھ اور اسے جنت میں داخل فرما اور تو نے واقعی ایسے کر دیا۔[1] حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے سب سے پہلے حضرت براء بن معرورؓ کے لیے دعائے رحمت فرمائی۔ حضورؐ صحابہ کو لے کر وہاں گئے صحابہؓ ان کے سامنے صف بنا کر کھڑے ہو گئے۔ حضورؐ نے ان کے لیے یہ دعا فرمائی اے اللہ! ان کی مغفرت فرما، ان پر رحم فرما، ان سے راضی ہو جا اور تو نے واقعی ایسے کر دیا۔[2]

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! اپنی خاص رحمت اور اپنی عام رحمت سعد بن عبادہ کے خاندان پر نازل فرما۔[3]

حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں ہم لوگ ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے آپؐ (نیند کی وجہ سے) سواری سے ایک طرف کو جھک گئے۔ میں نے آپ کو سہارا دیا یہاں تک کہ آپ کی آنکھ کھل گئی تو آپؐ نے مجھے یہ دعا دی اے اللہ! ابو قتادہ کی ایسے حفاظت فرما جیسے اس نے آج رات میری حفاظت کی اور پھر مجھے فرمایا میرا خیال یہ ہے کہ ہماری وجہ سے تمہیں بڑی مشقت اٹھانی پڑی ہے۔[4]

حضرت انس بن مالک اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے حضور ﷺ کی دعائیں

حضرت انسؓ فرماتے ہیں (میری والدہ) حضرت ام سلیمؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! انس کے لیے دعا فرما دیں آپؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! اس کے مال اور اولاد کو زیادہ فرما دے اور اس کے مال اور اولاد میں برکت عطا فرما آگے اور حدیث ذکر کی۔[5]

---

۱ ۔ اخرجه ابن منده وابن عساكر كذافي المنتخب (ج ۵ ص ۱۴۴)

۲ ۔ عند ابن سعد (ج ۳ ص ۶۲۰) ۳ ۔ اخرجه ابو داود كذافي المنتخب (ج ۵ (۱۹۰)

۴ ۔ اخرجه ابو نعيم واخرجه الطبراني مقتصر اعلى الدعاء كذافي المنتخب (ج ۵ ص ۱۶۱)

۵ ۔ اخرجه ابو نعيم كما في المنتخب (ج ۵ ص ۱۴۲)

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں ایک آدمی کو حرملہ کہا جاتا تھا اس نے نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ! ایمان تو بس یہاں ہے اور زبان کی طرف اشارہ کیا اور نفاق یہاں ہے اور دل کی طرف اشارہ کیا اور میں اللہ کا ذکر بس تھوڑا سا کرتا ہوں۔ حضورؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! اسے ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل عطا فرما اور اسے اس بات کی توفیق عطا فرما کہ یہ اس سے محبت کرے جو مجھ سے محبت کرتا ہے اور ہر کام میں اس کے انجام کو خیر فرما۔[1]

حضرت تلبؓ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ! میرے لیئے دعائے مغفرت فرمادیں۔ حضورؐ نے فرمایا جب تمہارے لیئے دعا کرنے کی اللہ کی طرف سے اجازت ملے گی تب کروں گا۔ حضورؐ کچھ دیر ٹھہرے پھر میرے لیئے یہ دعا تین مرتبہ فرمائی اے اللہ! تلب کی مغفرت فرما اور اس پر رحم فرما پھر آپؐ نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرے۔[2]

حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی اس چھوٹے سے بندے ابوعامر کو درجہ میں قیامت کے دن اکثر لوگوں سے اوپر کردینا۔[3]

حضرت حسان بن شدادؓ فرماتے ہیں میری والدہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ! میں آپ کی خدمت میں اس لیئے حاضر ہوئی ہوں تاکہ آپ میرے اس بیٹے کے لیئے دعا کردیں اور اسے بڑا اور اچھا بنادیں۔ آپؐ نے وضو کیا اور وضو کے بچے ہوئے پانی کو میرے چہرے پر پھیرا اور یہ دعا مانگی اے اللہ اس عورت کے لئے اس کے بیٹے میں برکت عطا فرما اور اسے بڑا اور عمدہ بنا۔[4]

حضور ﷺ کی اپنے کمزور صحابہؓ کے لیئے دعا

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے نماز سے سلام پھیرا اور ابھی آپ کا چہرہ قبلہ کی طرف تھا کہ آپؐ نے سر اٹھا کر یہ دعا مانگی اے اللہ! سلمہ بن ہشام عیاش بن ابی ربیعہ، ولید بن ولید اور ان تمام کمزور مسلمانوں کو (ظالم کافروں کے ہاتھ سے) چھڑادے جو کوئی تدبیر نہیں کرسکتے اور جنہیں کوئی راستہ بجھائی نہیں دیتا۔[5] ابن سعد کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ

۱۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۴۰۲) وفیه راولم یسم وبقیة رجاله ثقات . انتهی

۲۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۴۰۲) وملقام بن التلب روی عنه اثنان وبقیة رجاله وثقوا. انتهی واخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۴۲) وفی روایته قال قلت یا رسول الله استغفرلی فقال لی اذا اذن فذکر مثله ۳۔ اخرجه ابن سعد والطبرانی کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۲۳۹)

۴۔ اخرجه ابو نعیم کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۱۶۷) ۵۔ اخرجه البزار قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۵۲) وفیه علی بن زید وفیه خلاف وبقیة رجاله ثقات وفی الصحیح انه قنت به. انتهی و اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۳۰) عن ابی هریرة نحوه الا ان فی روایة اللهم انج

فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے فجر کے رکوع سے سر اٹھایا تو یہ دعا فرمائی اے اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور مکہ کے تمام کمزور مسلمانوں کو (کافروں سے) نجات نصیب فرما۔ اے اللہ! قبیلہ مضر کی سخت پکڑ فرما اور انہیں قحط سالی میں ایسے مبتلا فرما جیسے تو نے حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں سات سال کا قحط بھیجا تھا۔

حضور ﷺ کی نماز کے بعد کی دعائیں

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے معاذ! اللہ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اللہ کی قسم! مجھے بھی آپ سے محبت ہے حضورؐ نے فرمایا اے معاذ! میں تمہیں یہ وصیت کرتا ہوں کہ تم نماز کے بعد یہ دعا کبھی نہ چھوڑنا ہمیشہ مانگنا اللھم اعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک "اے اللہ" اپنے ذکر میں اپنے شکر ادا کرنے میں اور اپنی اچھی طرح عبادت کرنے میں میری مدد فرما" راوی کہتے ہیں حضرت معاذؓ نے اپنے شاگرد صنابحی کو اور صنابحی نے ابو عبدالرحمٰن کو اور ابو عبدالرحمٰن نے عقبہ بن مسلم کو اس دعا کی وصیت فرمائی۔[1]

حضرت عون بن عبداللہ بن عتبہؒ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کے پہلو میں نماز پڑھی اس نے سنا کہ حضرت عبداللہؓ سلام کے بعد یہ دعا پڑھ رہے ہیں اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذاالجلال والاکرام "اے اللہ! تو ہی سلامتی دینے والا ہے تیری ہی جانب سے سلامتی نصیب ہوتی ہے۔ تو بہت برکت والا ہے اے عظمت وجلال والے اور اکرام واحسان والے!" پھر اس آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پہلو میں نماز پڑھی تو اس نے انہیں بھی سلام کے بعد یہی دعا پڑھتے ہوئے سنا تو وہ ہنس پڑا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس سے پوچھا میاں کیوں ہنس رہے ہو؟ اس نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پہلو میں نماز پڑھی تھی تو ان کو بھی یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا خود حضور ﷺ بھی یہ دعا پڑھتے تھے۔[2]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو دایاں ہاتھ اپنے سر پر پھیرتے اور فرماتے بسم اللہ الذی لاالہ الا ھو الرحمن الرحیم اللھم اذھب عنی

---

[1] اخرجہ ابو داود والنسائی واللفظ لہ وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحھما والحاکم وصححہ علی شرط الشیخین کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۱۱۳)

[2] اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۰۲) رجالہ رجال الصحیح. اھ واخرجہ ابن ابی شیبۃ عن صلۃ بن زفر قال سمعت ابن عمر یقول فی دبر الصلاۃ فذکر الحدیث نحوہ الا انہ جعل المرفوع عن حدیث عبداللہ بن عمرو کما فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۵) واخرجہ ابو داؤد (ج ۲ ص ۳۵۹) عن عائشۃؓ ان النبی ﷺ کان اذا سلم قال فذکرہ

الھم والحزن ”اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ بڑا مہربان اور بہت رحم کرنے والا ہے اے اللہ! تو ہر فکر اور پریشانی مجھ سے دور فرما دے“ ایک روایت میں یہ ہے کہ اپنا دایاں ہاتھ اپنی پیشانی پر پھیرتے اور فرماتے اللھم اذھب عنی الغم والحزن ”اے اللہ! تو ہر غم اور پریشانی کو مجھ سے دور فرما دے۔“[1]

حضرت ابو ایوبؓ فرماتے ہیں جب بھی میں نے تمہارے نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو میں نے انہیں نماز سے فارغ ہو کر یہی کہتے ہوئے سنا: اللھم اغفر خطا یای وذنوبی کلھا اللھم وانعشنی واجبر نی واھدنی لصالح الا عمال والا خلاق لا یھدی لصالحھا ولا یصرف سیئھا الا انت ”اے اللہ! میری تمام خطائیں اور گناہ معاف فرما اے اللہ! مجھے بلندی عطا فرما اور میری کمیوں کو دور فرما اور مجھے نیک اعمال اور اچھے اخلاق کی ہدایت نصیب فرما (اس لیئے کہ) اچھے کاموں اور اچھے اخلاق کی ہدایت تیرے سوا اور کوئی نہیں دے سکتا اور برے کاموں اور برے اخلاق کو تیرے سوا اور کوئی ہم سے دور نہیں کر سکتا۔“[2]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں جب بھی میں نے تمہارے نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو نماز سے فارغ ہوتے ہی حضور کو یہی کہتے ہوئے سنا اللھم اغفر لی خطائی وعمدی اللھم اھدنی لصالح الا عمال والا خلاق انہ لا یھدی لصا لحھا ولا یصرف سیئھا الا انت ”اے اللہ! میں نے جو گناہ بھولے سے کیئے اور جو جان کر کیئے وہ سب معاف فرما۔“ (باقی ترجمہ گزر چکا)۔[3]

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ فجر کی نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے اللھم انی اسئلک رزقا طیبا وعلما نافعا وعملا متقبلا ”اے اللہ! میں تجھ سے پاکیزہ روزی، نفع دینے والا علم اور مقبول عمل کی توفیق مانگتا ہوں۔“[4]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے اللھم رب جبریل ومیکائیل واسرافیل اعذنی من حر النا ر وعذاب القبر ”اے اللہ! اے جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے رب! مجھے جہنم کی گرمی سے اور قبر کے عذاب سے پناہ عطا فرما۔“[5]

---

۱ ۔ اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۱۰) رواہ الطبرانی فی الا وسط والبزار بنحوہ با سانید وفیہ زید العمی وقد وثقہ غیر واحد وضعفہ الجمہورو بقیۃ رجال احد اسنادی الطبرانی ثقات وفی بعضھم خلاف ۔انتھی ۲ ۔ اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۱۱) رواہ الطبرانی فی الصغیر والا وسط واسنادہ جید ۔اہ ۳ ۔ اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۷۳) رجالہ وثقوا ۔اہ ۴ ۔ اخرجہ الطبرانی فی الصغیر قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۱۱) ورجالہ ثقات ۔انتھی ۵ ۔ اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۱۰) رواہ الطبرانی فی الا وسط عن شیخہ علی بن سعید الرازی وفیہ کلام لا یضر بقیۃ رجالہ ثقات ورواہ النسائی غیر قولھا فی دبر کل صلوۃ ۔انتھی

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک من الکفر و الفقر و عذاب القبر ''اے اللہ! میں کفر فقر اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں''۔[۱]

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں میں نے سنا کہ جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے اللھم لا مانع لما اعطیت و لا معطی لما منعت و لا ینفع ذاالجد منک الجد ''اے اللہ! جو تو دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے تو روکے اسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی دولتمند کو اس کی دولت تیری پکڑ سے بچا نہیں سکتی''۔[۲]

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کی خدمت میں وضو کا پانی لے کر آیا آپؐ نے وضو فرما کر نماز پڑھی پھر یہ دعا پڑھی اللھم اغفرلی ذنبی ووسع لی فی داری وبارک لی فی رزقی ''اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما اور میرے گھر میں وسعت عطا فرما اور میرے رزق میں برکت عطا فرما''۔[۳]

حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نماز کے بعد یہ کلمات کہا کرتے تھے اللھم ربنا ورب کل شیئی انا شھید انک انت الرب وحدک لا شریک لک اللھم ربنا ورب کل شیئی انا شھید ان محمد اعبدک ورسولک اللھم ربنا ورب کل شیئی انا شھید ان العباد کلھم اخوۃ اللھم ربنا ورب کل شیئی اجعلنی مخلصا لک واھلی فی کل ساعۃ فی الدنیا والاخرۃ یا ذاالجلال والاکرام اسمع واستجب اللہ اکبر الاکبر اللھم نور السموات والارض اللہ اکبر حسبی اللہ ونعم الوکیل اللہ اکبر الاکبر ''اے اللہ! اے ہمارے اور ہر چیز کے رب! میں اس بات پر گواہ ہوں کہ تو ہی رب ہے تو اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔ اے اللہ! اے ہمارے اور ہر چیز کے رب! میں اس بات پر گواہ ہوں کہ حضرت محمد (علیہ السلام) تیرے بندے اور رسول ہیں اے اللہ! اے ہمارے اور ہر چیز کے رب! میں اس بات پر گواہ ہوں کہ تمام بندے بھائی ہیں اے اللہ! اے ہمارے اور ہر چیز کے رب! دنیا اور آخرت کے تمام کاموں میں ہر گھڑی مجھے اور میرے گھر والوں کو مخلص بنا دے اور بزرگی اور عظمت والے اے اکرام و احسان والے! سن لے اور قبول فرما لے اللہ سب سے بڑا سب سے ہی بڑا ہے۔ اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کے نور! اللہ سب سے بڑا سب سے ہی بڑا ہے اللہ مجھے کافی ہے اور بہترین کارساز ہے اللہ سب سے بڑا سب سے ہی بڑا ہے''۔[۴]

۱۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذافی الکنز (ج ا ص ۲۹۶)
۲۔ اخرجہ النسائی کذافی الکنز (ج ا ص ۲۹۶)　۳۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذافی الکنز (ج ا ص ۳۰۶)
۴۔ اخرجہ ابو داؤد (ج ۲ ص ۳۵۸)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب نماز سے سلام پھیرتے تو یہ دعا فرماتے اللھم اغفرلی ماقدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم به منی انت المقدم والموخر لا اله الا انت "اے اللہ! میرے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما اور وہ گناہ بھی معاف فرما جو میں نے چھپ کر کیئے اور جو میں نے علی الاعلان کیئے اور میں نے جو بے اعتدالیاں کی ہیں اور میرے جن گناہوں کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے ان سب کو معاف فرما تو ہی آگے اور پیچھے کرنے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔"[1]

حضور ﷺ کی صبح اور شام کی دعائیں

حضرت عبداللہ بن قاسمؒ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ کی ایک پڑوسن نے مجھے بتایا کہ وہ حضور کو فجر طلوع ہوتے وقت یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا کرتی تھی اللھم انی اعوذ بک من عذاب القبر ومن فتنة القبر "اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے اور قبر کی آزمائش (منکر نکیر کے سوال) سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"[2]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں جب صبح ہوتی تو حضور ﷺ یہ پڑھا کرتے اصبحنا واصبح الملک للّٰه والحمد للّٰه لاشریک له لآاله الا هو والیه النشور "ہم نے اور تمام ملک نے اللہ (کی عبادت اور اطاعت) کے لیئے صبح کی اور تمام تعریفیں اللہ کے لیئے ہیں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کے پاس موت کے بعد اٹھایا جانا ہے" اور جب شام ہوتی تو یہ پڑھا کرتے امسینا وامسی الملک لله والحمد للّٰه لا شریک له لآ اله الا هو والیه المصیر "ہم نے اور تمام دنیا نے اللہ (کی عبادت واطاعت) کے لیئے شام کی" آگے ترجمہ صبح والی دعا کی طرح ہے۔[3] حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں جب شام ہوتی تو حضور ﷺ یہ کلمات کہتے امسینا وامسی الملک للّٰه والحمد للّٰه لآاله الا اللّٰه وحده لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علی کلی شیئی قدیر رب اسئلک خیر ما فی هذه اللیلة وخیر ما بعد ها واعوذ بک من شر ما فی هذه اللیلة وشر ما بعد ها رب اعوذ بک من الکسل وسوء الکبر رب اعوذ بک من عذاب فی النار وعذاب فی القبر "ہم نے اور تمام دنیا نے اللہ (کی عبادت واطاعت) کے لیئے شام کی اور تمام تعریفیں اللہ کے لیئے ہیں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لیئے ساری بادشاہت اور ساری تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے میرے رب! میں تجھ سے اس چیز کی خیر مانگتا ہوں جو اس رات میں ہے اور جو اس کے

---

[1] عند ابی داؤد ایضا [2] اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۱۵) رجاله ثقات

[3] البزار قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۱۴) واسناده جید

بعد ہے اور اس چیز کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو اس رات میں ہے اور جو اس کے بعد ہے۔ اے میرے رب! میں سستی سے اور برے بڑھاپے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے میرے رب! میں جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں' اور جب صبح ہوتی تو بھی یہ کلمات کہتے البتہ شروع میں امسینا و امسی الملک للہ کی جگہ اصبحنا و اصبح الملک للہ کہتے[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ صبح و شام یہ پڑھا کرتے اصبحنا علی ملة الاسلام او امسینا علی فطرة الاسلام و علی کلمة الاخلاص و علی دین نبینا محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم و علی ملة ابینا ابراھیم حنیفا مسلما و ما کان من المشرکین ''ہم نے ملت اسلام پر، اسلامی فطرت پر، کلمہ اخلاص پر اور اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کے دین پر اور اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر صبح کی اور شام کی، حضرت ابراہیمؑ سب سے یکسو ہو کر ایک اللہ کے ہو گئے تھے اور وہ مسلمان تھے اور مشرکوں میں سے نہیں تھے۔''[2]

حضرت ابوسلام رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک صاحب حمص کی مسجد میں سے گزرے لوگوں نے کہا انھوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت کی ہے میں اٹھ کر ان کے پاس گیا اور ان سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی حدیث بیان کریں جو حضورؐ سے آپ نے براہ راست سنی ہو اور آپ کے اور حضور کے درمیان کوئی واسطہ نہ ہو۔ انھوں نے فرمایا حضورؐ نے فرمایا کہ جو بھی صبح اور شام تین تین مرتبہ یہ کلمات کہے گا تو اس کا اللہ پر یہ حق (اللہ کے فضل سے) ہوگا کہ اللہ اسے قیامت کے دن راضی کرے۔ رضیت باللّٰہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلی اللّٰہ علیه وسلم نبیا ''میں نے اللہ کو رب، اسلام کو دین اور حضرت محمد ﷺ کو نبی مان لیا اور میں اس پر راضی ہوں۔''[3]

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو صبح اور شام کی دعاؤں میں یہ دعا ہمیشہ پڑھتے ہوئے سنا اور آپؐ نے اپنے انتقال تک اس دعا کو کبھی نہیں چھوڑا اللھم انی اسئلک العافیة فی الدنیا و الاخرة اللھم انی اسئلک العفو و العافیة فی دینی و دنیای و اھلی ومالی اللھم استر عوراتی وامن روعاتی اللھم احفظنی من بین یدی و من خلفی و عن یمینی و عن شمالی و من فوقی و اعوذ بعظمتک ان اغتال من تحتی ''اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں عافیت مانگتا ہوں اور میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں اور اپنے دین اور دنیا میں اور اپنے

---

[1] عند مسلم والترمذی وابی داؤد کما فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۵۸)

[2] اخرجه احمد والطبرانی ور جالھما رجال الصحیح کما قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۱۶)

[3] اخرجه احمد و رواہ الطبرانی بنحوہ ورجالھما ثقات کما قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۱۶) و اخرجه ابو داؤد والنسائی۔

اہل وعیال اور مال میں عافیت وسلامتی چاہتا ہوں اے اللہ! میرے عیوب کی پردہ پوشی فرما اور میرے خوف اور پریشانی کو امن وامان سے بدل دے اے اللہ! آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے اوپر سے میری حفاظت فرما اور میں اس بات سے تیری عظمت کی پناہ چاہتا ہوں کہ مجھے اچانک نیچے سے (زمین میں دھنسا کر) ہلاک کر دیا جائے۔"[1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے حضور ﷺ نے اس بات کا حکم دیا کہ میں صبح اور شام اور رات کو بستر پر لیٹتے وقت یہ کلمات کہا کروں اللھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشھادۃ انت رب کل شیئ و ملیکہ اشھد ان لا الہ الا انت وحدک لاشریک لک وان محمدا عبدک و رسولک واعوذبک من شر نفسی و شر الشیطن و شرکہ وان اقترف علی نفسی سوءا اواجرہ الی مسلم "اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کے پیدا فرمانے والے! ہر پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے! تو ہر چیز کا پروردگار اور مالک ہے۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد (علیہ السلام) تیرے بندے اور رسول ہیں اور میں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر اور پھندے سے اور اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے نفس پر کسی برائی کا ارتکاب کروں یا کسی مسلمان پر کسی برائی کی تہمت لگاؤں۔"[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! مجھے اپنی جان، اپنے اہل وعیال اور مال کے بارے میں بہت ڈر رہتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا صبح اور شام یہ کلمات کہا کرو بسم اللّٰہ علی دینی ونفسی وولدی واھلی ومالی "میں اپنے دین پر، اپنی جان پر، اپنی اولاد پر، اپنے گھر والوں پر اور اپنے مال پر اللہ کا نام لیتا ہوں۔" اس آدمی نے یہ کلمات کہنے شروع کر دیئے اور پھر حضور کی خدمت میں آیا۔ حضورؐ نے اس سے پوچھا تمہیں جو ڈر لگتا تھا اس کا کیا ہوا؟ اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے وہ ڈر بالکل جاتا رہا ہے۔[3]

حضور علیہ السلام کی سونے کے وقت کی اور سو کر اٹھنے کے وقت کی دعائیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جب بستر پر تشریف لے جاتے تو یہ دعا

۱۔ اخرجہ ابن شیبۃ قال جبیر بن سلیمان وھو (ای الاعیال) الخسف ولا ادری قول النبی ﷺ او قول جبیر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۴)

۲۔ اخرجہ احمد و ابن منیع و ابو یعلی وابن السنی فی عمل یوم ولیلۃ کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۴) و اخرجہ ابو داؤد والترمذی بفرق یسیر فی الالفاظ من حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ

۳۔ اخرجہ ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۴)

پڑھتے الحمدللّٰہ الذی اطعمنا وسقانا و کفانا و اوانا فکم ممن لا کافی لہ و لا مؤوی ''اس اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور ہماری تمام ضرورتوں کو پورا کیا اور ہمیں (رات گزارنے کے لئے) ٹھکانہ دیا، اس لئے کہ کتنے لوگ ایسے ہیں جن کا نہ کوئی ضرورت پوری کرنے والا ہے اور نہ کوئی ٹھکانہ دینے والا۔'' [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جب بستر پر لیٹتے تو یہ دعا پڑھتے الحمدللّٰہ الذی کفانی و آوانی واطعمنی و سقانی والحمدللّٰہ الذی من علی فافضل و اعطانی فاجزل الحمدللّٰہ علی کل حال اللھم رب کل شیئ وملیکہ اعوذ باللّٰہ من النار ''اس اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے میری تمام ضرورتیں پوری کیں اور مجھے ٹھکانہ دیا اور مجھے کھلایا پلایا اور جس نے مجھ پر خوب احسانات کئے اور بہت زیادہ نعمتیں دیں ہر حال میں اللہ کا شکر ہے اے اللہ! اے ہر چیز کے رب اور مالک! میں آگ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔'' [2]

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جب سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنا ہاتھ سر کے نیچے رکھ لیتے پھر یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ قِنِی عَذَابَکَ یَوْمَ تَجْمَعُ (یا تَبْعَثُ کہے) عِبَادَکَ اے اللہ! جس دن تو اپنے بندوں کو جمع کرے گا اس دن تو مجھے اپنے عذاب سے بچالے۔ [3]

حضرت ابواز ہر انماری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جب رات کو بستر پر لیٹتے تو یہ دعا پڑھتے بسم اللّٰہ وضعت جنبی للّٰہ اللھم اغفرلی ذنبی واخسأ شیطانی وفک رھانی واجعلنی فی الندی الاعلی ''میں نے اللہ کے نام کے ساتھ اپنا پہلو (سونے کے لئے بستر پر) رکھا اے اللہ! تو میرے گناہ بخش دے اور میرے شیطان کو (مجھ سے) دور کر دے اور میری گردن کو (ہر ذمہ داری سے) آزاد کر دے اور مجھے اعلیٰ مجلس والوں میں شامل کر دے۔'' [4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ بستر پر لیٹتے وقت یہ دعا پڑھتے اللھم انی اعوذ بوجھک الکریم وبکلمتک التامات من شر کل دابۃ انت اخذ بناصیتھا اللھم انت تکشف المغرم والماثم اللھم لایھزم جندک ولایخلف وعدک ولا ینفع ذا الجدمنک الجد سبحانک اللھم وبحمدک ''اے اللہ! میں ہر اس جانور کے شر سے تیری کریم ذات کی اور تیرے پورے کلمات کی پناہ چاہتا ہوں جو تیرے قبضہ اور قدرت میں ہے اے اللہ! تو ہی

۱۔ اخرجہ مسلم والترمذی و ابو دائود

۲۔ عند ابی دائود کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۵۹)

۳۔ اخرجہ الترمذی کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۶۰) و اخرجہ البزار عن انس رضی اللہ عنہ مثلہ و جزم بلفظ یوم تبعث و اسنادہ حسن کما قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۳) و اخرجہ ابن ابی شیبۃ وابن جریر و صححہ باللفظین کمافی الکنز (ج ۸ ص ۶۷)

۴۔ اخرجہ ابو دائود کذافی المجمع (ج ۲ ص ۲۶۰)

(بندے کے) قرض اور گناہ کو دور کرتا ہے (لہٰذا میرا قرضہ اتار دے اور میرے گناہ معاف کر دے) اے اللہ! تیرے لشکر کو شکست نہیں ہو سکتی اور تیرے وعدے کے خلاف نہیں ہو سکتا اور کسی مالدار کو اس کی مالداری تیرے قہر و غضب سے نہیں بچا سکتی اے اللہ! میں تیری پاکی اور تعریف بیان کرتا ہوں۔"[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ جب سونے کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے اللهم فاطر السموات والارض عالم الغيب والشهادة رب كل شيئ و اله كل شيئ اشهد ان لا اله الا انت وحدك لاشريك لك و ان محمدا عبدك و رسولك والملائكة يشهدون اللهم اني اعوذبك من الشيطن وشركه او ان اقترف على نفسي سوء او اجره الى مسلم "اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کے ایجاد کرنے والے! پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے! اے ہر چیز کے رب! ہر چیز کے معبود! میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد (ﷺ) تیرے بندے اور رسول ہیں اور فرشتے بھی ان ہی دو باتوں کی گواہی دیتے ہیں اے اللہ! میں شیطان سے اور اس کے (فریب کے) جال سے اور اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں خود کوئی برا عمل کروں یا کسی مسلمان پر برائی کی تہمت لگاؤں۔" حضرت ابو عبدالرحمن کہتے ہیں حضورؐ نے یہ دعا حضرت عبداللہ بن عمروؓ کو سکھائی تھی اور خود بھی جب سونے کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھا کرتے۔[2] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے حضرت عبداللہ بن یزید سے فرمایا کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ سکھا دوں جو حضورؐ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سوتے وقت پڑھنے کے لئے سکھائے تھے پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[3]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جب سونے کے لئے لیٹتے تو یہ دعا پڑھتے باسمك ربي فاغفرلي ذنوبي "اے میرے رب! میں تیرے نام کے ساتھ لیٹتا ہوں میرے تمام گناہوں کو معاف فرما۔"[4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کے پاس ایک رات گزاری نماز سے

۱۔ اخرجه ابو داؤد في الاذكار للنووي انه لنسائي ايضا و عزاه في الكنز (ج ۸ ص ٦٧) الى النسائي وابن جرير وابن ابي الدنيا بنحوه ۲۔ اخرجه احمد و اسناده حسن كما قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۲۲) وفي رواية اخرى عنده باسناد حسن و اعوذبك ان اقترف بدل اوان اقترف و اخرجه الطبراني نحوه الا ان في رواية على نفسي اثما ۳۔ فذكر نحوه قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۲۳) رواه الطبراني باسنادين و رجال الرواية الاولى رجال الصحيح غير حي بن عبدالله المعافري وقدوثقه جماعة وضعفه غيرهم. انتهى وقدتقدم حديث ابى بكر في هذا.

۴۔ اخرجه احمد باسناد حسن كذافي المجمع (ج ۱۰ ص ۱۲۳)

فارغ ہو کر جب آپ بستر پر لیٹنے لگے تو میں نے آپ کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا اللھم اعوذ بمعا اتک من عقوبتک واعوذ برضاک من سخطک و اعوذبک منک اللھم لا استطیع ثناء علیک ولو حرصت ولکن انت کما اثنیت علی نفسک ''اے اللہ! میں تیری سزا سے تیرے عفو و درگزر کی پناہ چاہتا ہوں اور تیرے غصہ سے تیری رضا کی پناہ چاہتا ہوں اور تجھ سے تیری ہی پناہ چاہتا ہوں اور چاہے مجھے کتنا شوق ہو اور میں کتنا زور لگاؤں تیری تعریف کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ تو تو ویسا ہے جیسے تو نے اپنی تعریف کی ہے۔''[1]

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ بستر پر لیٹتے تو یہ دعا پڑھتے اللھم الیک اسلمت نفسی وو جھت وجھی والیک فوضت امری والیک الجات ظھری رغبة و رھبة الیک لاملجا ولا منجا منک الا الیک امنت بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی ارسلت ''اے اللہ! میں نے اپنی جان تیرے سپرد کر دی اور اپنا چہرہ تیری طرف کر دیا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا اور میں نے تیری رحمت کے شوق میں اور تیرے عذاب کے ڈر سے تجھے اپنا پشت پناہ بنا لیا اور تیری پکڑ سے بچنے کا تیری رحمت کے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور تیرے اس نبی پر ایمان لایا جو تو نے بھیجا۔''[2]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جب بستر پر لیٹتے تو یہ دعا پڑھتے باسمک اللھم احیا و اموت ''اے اللہ! میں تیرے نام پر جیتا ہوں اور اسی پر مروں گا۔'' اور جب صبح ہوتی تو یہ دعا پڑھتے الحمدللّٰہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور ''اس اللہ کا بہت بہت شکر ہے جس نے ہمیں مارنے کے بعد پھر زندہ کیا اور اسی کے پاس مر کر جانا ہے۔''[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ جب رات کو بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے لا الہ الا انت سبحانک اللھم و بحمدک استغفرک لذنبی واسئلک رحمتک اللھم زدنی علما ولاتزغ قلبی بعد اذھدیتنی وھب لی من لدنک رحمة انک انت الوھاب ''تیرے سوا کوئی معبود نہیں اے اللہ! میں تیری پاکی اور تیری تعریف بیان کرتا ہوں اور تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں اور تجھ سے تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں اے اللہ! مجھے اور علم عطا فرما اور ہدایت دینے کے بعد میرے دل کو (گمراہ کر کے ٹیڑھا نہ کر اور تو مجھے اپنی بارگاہ سے خاص

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۴) رجاله رجال الصحیح غیر ابراهیم بن عبدالله بن عبدالقادری وقد وثقه ابن حبان. انتھی و اخرجه ایضا النسائی ویوسف القاضی فی سننه عن علی بنحوه کمافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۴)

۲۔ اخرجه ابن جریر و صححه و ابن ابی شیبة کذافی الکنز (ج ۸ ص ۶۷) ۳۔ اخرجه البخاری و ابوداؤد والترمذی کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۵۹) و اخرجه ابن جریر و صححه عن ابی ذرنحوه الا انه قال اللھم باسمک نموت و نحیی کمافی الکنز (ج ۸ ص ۶۷)

رحمت عطا فرما بے شک تو بہت بڑا عطا فرمانے والا ہے۔"[1]

مجلسوں میں اور مسجد اور گھر میں داخل ہونے اور دونوں سے نکلنے کے وقت کی حضور ﷺ کی دعائیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بہت کم ایسا ہوا کہ نبی کریم ﷺ مجلس سے اٹھے ہوں اور اپنے ساتھیوں کے لئے یہ دعائیں نہ مانگی ہوں (بلکہ اکثر مانگا کرتے تھے) اللھم اقسم لنامن خشیتک ماتحول بہ بیننا وبین معصیتک ومن طاعتک ما تبلغنابہ جنتک ومن الیقین ماتھون بہ علینا مصیبات الدنیا و متعنا باسماعنا و ابصارنا وقوتنا مآ احییتنا واجعلہ الوارث منا واجعل ثارنا علی من ظلمنا وانصرنا علی من عادانا ولا تجعل مصیبتنا فی دیننا ولا تجعل الدنیا اکبر ھمنا ولا مبلغ علمنا ولا تسلط علینا من لایرحمنا "اے اللہ! تو ہمیں اپنا اتنا ڈر نصیب فرما جو ہمارے اور تیری نافرمانی کے درمیان حائل ہو جائے اور ہمیں اپنی ایسی فرمانبرداری نصیب فرما جس کے ذریعے تو ہمیں اپنی جنت میں پہنچا دے اور ایسا یقین نصیب فرما جس سے دنیا کی مصیبتوں کو جھیلنا ہمارے لئے آسان ہو جائے اور تو ہمیں جتنی زندگی نصیب فرمائے اس میں ہمیں اپنے کانوں، آنکھوں اور اپنی قوت سے فائدہ اٹھانے والا بنا اور ان تمام اعضاء کو ہماری زندگی تک باقی رکھ کر ہمارا وارث بنا اور ہمیں اس کی توفیق دے کہ ہم صرف ان لوگوں سے بدلہ لیں جو ہم پر ظلم کریں اور ان لوگوں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما جو ہم سے دشمنی رکھیں اور ہماری مصیبت ہمارے دین پر نہ ڈال اور دنیا کو ہمارا بڑا مقصد نہ بنا اور نہ اس کو ہمارے علم کی انتہا پرواز بنا اور جو ہمارے اوپر رحم نہ کھائے اس کو ہم پر مسلط نہ فرما۔"[2] اس باب سے متعلق کچھ دعائیں کفارہ مجلس کے باب میں گزر چکی ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ جب گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے بسم اللّٰہ توکلت علی اللّٰہ اللھم انا نعوذبک ان نزل او نضل او نظلم او نظلم او نجھل او یجھل علینا "اللہ کے نام کے ساتھ میں گھر سے باہر نکل رہا ہوں اور میں نے اللہ پر بھروسہ کیا اے اللہ! ہم اس بات سے تیری پناہ چاہتے ہیں کہ ہم خود صحیح راستہ سے پھسل جائیں یا ہم دوسروں کو گمراہ کر دیں یا ہم کسی پر ظلم کریں یا کوئی ہم پر ظلم کرے یا ہم کسی کے ساتھ نادانی کا معاملہ کریں یا کوئی ہم سے نادانی کا معاملہ کرے۔"[3]

۱۔ اخرجہ ابوداؤد کذافی الجمع (ج ۲ ص ۲۶۰)

۲۔ اخرجہ الترمذی کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۶۱)

۳۔ اخرجہ ابو داؤد والترمذی والنسائی کذافی الجمع (ج ۲ ص ۲۶۱)

حضرت ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب نبی کریم ﷺ مسجد میں داخل ہوتے تو یہ کلمات کہتے اعوذ باللّٰہ العظیم وبوجھہ الکریم وسلطانہ القدیم من الشیطٰن الرجیم '' میں مردود شیطان سے عظمت والے اللہ، اس کی کریم ذات کی اور اس کی قدیم سلطنت کی پناہ چاہتا ہوں'' آدمی جب یہ کلمات کہتا ہے تو شیطان کہتا ہے باقی سارے دن میں اس آدمی کی مجھ سے حفاظت ہوگئی۔[۱]

حضرت فاطمہ بنت حسین رحمۃ اللہ علیہا اپنی دادی حضرت فاطمۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتی ہیں کہ جب حضور ﷺ مسجد میں داخل ہوتے تو پہلے اپنے اوپر درود وسلام بھیجتے پھر یہ دعا پڑھتے رب اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک '' اے میرے رب! میرے تمام گناہ معاف فرما اور اپنی رحمت کے دروازے میرے لئے کھول دے'' اور جب مسجد سے باہر نکلتے تو اپنے اوپر درود وسلام بھیجتے اور یہ دعا پڑھتے رب اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلک '' اے میرے رب! میرے تمام گناہ معاف فرما اور اپنے فضل کے دروازے میرے لئے کھول دے۔''[۲]

حضور ﷺ کی سفر میں دعائیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نبی کریم ﷺ سفر کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے اللھم بک اصول وبک احول وبک اسیر '' اے اللہ! میں تیری مدد سے حملہ کروں گا اور تیری مدد سے تدبیر کروں گا اور تیری ہی مدد سے چلوں گا۔''[۳]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضور ﷺ باہر سفر پر تشریف لے جانے کے لئے اپنے اونٹ پر بیٹھ جاتے تو تین تین مرتبہ الحمدللّٰہ سبحان اللّٰہ، اللّٰہ اکبر کہتے پھر یہ دعا پڑھتے سبحان الذی سخرلنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون اللھم انا نسئلک فی سفرنا ھٰذا البر والتقوی ومن العمل ماترضی اللھم ھون علینا سفرنا ھذا واطوعنا بعد الارض اللھم انت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی الاھل اللھم انی اعوذبک من وعثاء السفر وکابۃ المنظر وسوء المنقلب فی الاھل والمال '' پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے لئے مسخر کیا اور اس کی مدد کے بغیر اس پر قابو پانے والے نہیں تھے اور بلاشبہ ہم کو اپنے رب کی طرف جانا ہے اے اللہ! ہم تجھ سے اس سفر میں نیکی اور پرہیزگاری کا اور ان اعمال کا

۱۔ اخرجہ ابو داؤد ۲۔ اخرجہ الترمذی و اخرجہ احمد و ابن ماجۃ کمافی المشکوۃ (ص ۶۲) وفی روایتھما قالت اذا دخل المسجد و کذا اذا خرج قال بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ بدل صلی علی محمد وسلم وقال الترمذی حدیث فاطمۃ حدیث حسن لیس اسنادہ بمتصل وفاطمۃ بنت الحسین لم تدرک فاطمۃ الکبری

۳۔ اخرجہ احمدو البزار قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۰) ورجالھما ثقات۔

سوال کرتے ہیں جن سے تو راضی ہوتا ہے اے اللہ! ہمارے اس سفر کو ہمارے لئے آسان فرما اور اس کی مسافت کو جلدی طے کرا دے۔ اے اللہ! تو سفر میں ہمارا ساتھی اور اہل و عیال میں ہمارا خلیفہ اور نائب ہے اے اللہ! میں سفر کی مشقت سے اور تکلیف دہ منظر اور اہل و عیال اور مال و دولت میں بری واپسی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔" اور جب سفر سے واپس ہوتے تو بھی یہ دعا پڑھتے اور مزید یہ کلمات بھی کہتے انبون تائبون عابدون لربنا ساجدون "ہم واپس لوٹنے والے ہیں توبہ کرنے والے ہیں (اللہ کی) عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے رب کے سامنے سجدہ کرنے والے ہیں۔"[۱] حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب سفر میں تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے اللهم بلاغا يبلغ خيرا مغفرة منك و رضوانا بيدك الخير انك على كل شئى قدير اللهم انت الصاحب في السفر والخليفة في الاهل اللهم هون علينا السفر واطولنا الارض اللهم اعوذبك من وعثاء السفر و كابة المنقلب "اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ذریعہ مانگتا ہوں جو خیر تک پہنچے اور تیری مغفرت اور رضا مندی کا سوال کرتا ہوں۔ تمام بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! تو سفر میں ساتھی اور اہل و عیال میں خلیفہ ہے۔ اے اللہ! سفر ہمارے لئے آسان فرما اور ہمارے لئے زمین لپیٹ دے یعنی تھوڑے وقت میں زیادہ مسافت طے کرا دے اور سفر کی مشقت سے اور تکلیف دہ واپسی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"[۲]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جب سفر میں ہوتے اور سحری کا وقت ہو جاتا تو یہ دعا پڑھتے سمع سامع بحمدالله وحسن بلائه علينا ربنا صاحبنا وافضل علينا عائذا بالله من النار "سننے والے نے ہم سے اللہ کی حمد و ثنا اور اللہ کے ہمیں اچھی طرح آزمانے کو سنا اے ہمارے رب! تو ہمارا ساتھی ہو جا اور ہم پر فضل فرما میں جہنم کی آگ سے اللہ کی پناہ لیتے ہوئے (یہ کہہ رہا ہوں)"[۳]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ جب آپ کی نگاہ اس بستی پر پڑتی جس میں داخل ہونے کا ارادہ ہوتا تو اللهم بارك لنا فيها "اے اللہ! تو ہمارے لئے اس بستی میں برکت نصیب فرما" تین دفعہ کہتے اور یہ دعا پڑھتے اللهم ارزقنا حياها وحببنا الى اهلها وحبب صالحى اهلها الينا "اے اللہ! تو ہمیں اسی بستی کی تروتازگی نصیب فرما۔ بستی والوں کے دل میں ہماری محبت ڈال دے اور بستی کے نیک لوگوں کی محبت ہمیں نصیب فرما۔"[۴]

۱۔ اخرجه مسلم و ابوداؤد والترمذی كذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۶۱)
۲۔ عند ابی یعلی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۰) رجاله رجال الصحيح غير فطر بن خليفة و هو ثقة . انتهی
۳۔ اخرجه مسلم و ابو داؤد و كذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۶۲)
۴۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۴) اسناده جيد

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب بستی میں داخل ہونا چاہتے اسے دیکھتے ہی یہ دعا پڑھتے اللھم رب السموات السبع وما اظللن ورب الریاح وما ذرین انا نسئلک خیر ھذہ القریۃ وخیر اھلھا ونعوذبک من شرھا و شر اھلھا وشر ما فیھا "اے اللہ! ساتوں آسمانوں اور اس تمام مخلوق کے رب جس پر یہ آسمان سایہ کر رہے ہیں اور ہواؤں کے اوران چیزوں کے رب جن کو ہوا نے اڑایا ہم تجھ سے اس بستی کی اور بستی والوں کی خیر مانگتے ہیں اور اس بستی کے شر سے اور بستی والوں کے اور جو کچھ اس بستی میں ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔" [1] جہاد فی سبیل اللہ کے دوران دعاؤں کے اہتمام کے باب میں حضور ﷺ کی سفر کی دعائیں گزر چکی ہیں۔

صحابہ کرامؓ کو رخصت کرتے وقت کی حضور ﷺ کی دعائیں

حضرت قزعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا آؤ میں تمہیں اس طرح رخصت کروں جس طرح حضور ﷺ نے مجھے رخصت کیا تھا اور پھر یہ کلمات کہے استودع اللہ دینک وامانتک وخواتیم عملک "میں تمہارے دین کو اور تمہاری صفت امانت داری کو اور تمہارے ہر عمل کے آخری حصہ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔" [2]

حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب کوئی آدمی سفر میں جانے کا ارادہ کرتا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس سے فرماتے میرے قریب آؤ میں تمہیں اس طرح رخصت کروں جس طرح حضور ﷺ ہمیں رخصت کیا کرتے تھے پھر پچھلی حدیث جیسی دعا ذکر کی۔ [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میرا سفر میں جانے کا ارادہ ہے آپ کچھ توشہ عنایت فرمادیں یعنی میرے لئے دعا فرمادیں۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ تمہیں تقویٰ کا توشہ دے۔ اس نے عرض کیا کچھ اور دعا فرمادیں۔ حضورؐ نے فرمایا اور اللہ تمہارے گناہ معاف کرے اس نے پھر عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کچھ اور دعا فرمادیں۔ حضورؐ نے فرمایا جہاں بھی تم ہو وہاں بھلائی کو تمہارے لئے آسان کردے۔ [4]

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ نے مجھے اپنی قوم کا امیر بنایا تو میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو رخصت کیا۔ آپ نے یہ دعا پڑھی جعل اللہ التقویٰ زادک

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۵) رجاله الصحیح غیر عطاء بن ابی مروان وابیهو کلاهما ثقة. انتهی

[2] اخرجه ابو داؤد (ج ۳ ص ۲۳۲) [3] اخرجه الترمذی (ج ۲ ص ۱۸۲) قال الترمذی هذا حدیث حسن صحیح غریب

[4] اخرجه الترمذی (ج ۲ ص ۱۸۲) قال الترمذی هذا حدیث حسن غریب

وغفرذنبک و وجهک للخیر حیثما توجهت ''اللہ تقویٰ کو تمہارا توشہ بنائے اور تمہارے گناہ کو معاف کرے اور جہاں بھی تم جاؤ وہاں تمہیں خیر کی توفیق عطا فرمائے[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا سفر میں جانے کا ارادہ ہے آپ مجھے کچھ وصیت فرما دیں۔ آپؐ نے فرمایا اللہ کے ڈر کو اور ہر بلندی پر چڑھتے وقت تکبیر کہنے کو لازم پکڑے رکھو۔ جب وہ آدمی پشت پھیر کر چل دیا تو حضورؐ نے یہ دعا فرمائی اللھم اطوله البعد وهون علیه السفر ''اے اللہ! اس کے سفر کی مسافت کو جلد طے کرا دے اور سفر اس پر آسان فرما دے۔''[2]

کھانے پینے اور کپڑے پہننے کے وقت حضور ﷺ کی دعائیں

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کے سامنے سے دستر خوان اٹھالیا جاتا تو آپ یہ دعا پڑھتے الحمدللہ کثیرا طیبا مبارکا فیه غیر مکفی و لا مودع و لا مستغنی عنه ربنا ''تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں ایسی تعریف جو بہت زیادہ ہو اور پاکیزہ اور بابرکت ہو ہماری یہ تعریف کافی (اور تیری شان کے لائق) نہیں ہو سکتی اور نہ ہم اسے کبھی چھوڑ سکتے اور نہ کبھی اس سے مستغنی ہو سکتے ہیں اے ہمارے رب۔''[3]

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب کھاتے یا پیتے تو فرماتے الحمدللہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور ہمیں مسلمانوں میں سے بنایا۔''[4]

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ نیا کپڑا پہنتے تو یہ دعا فرماتے اللھم لک الحمد انت کسوتنی هذا (اس کے بعد اس کپڑے کا نام کرتا، عمامہ یا چادر وغیرہ لیتے) اسئلک خیره وخیر ماصنع له واعوذبک من شره و شرما صنع له ''اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں تو نے ہی مجھے یہ کپڑا پہنایا میں تجھ سے اس کپڑے کی خیر اور جس مقصد کے لئے بنایا گیا ہے اس کی خیر کو مانگتا ہوں اور اس کے شر سے اور جس مقصد کے لئے اسے بنایا گیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''[5]

---

[1] اخرجه الطبرانی والبزار عن هشام بن قتادة الرهاوی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۱) رجالهما ثقات

[2] اخرجه الترمذی (ج ۲ ص ۱۸۲) قال الترمذی هذا حدیث حسن

[3] اخرجه البخاری و ابو داؤد والترمذی

[4] عند الترمذی و ابی داؤد کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۶۴)

[5] اخرجه الترمذی و ابوداؤد کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۶۴)

چاند دیکھنے، کڑک سننے، بادل آنے اور تیز ہوا چلنے کے وقت کی حضور ﷺ کی دعائیں

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جب نیا چاند دیکھتے تو فرماتے اللھم اھلہ علینا بالیمن والایمان والسلامۃ والاسلام ربی و ربک اللہ ''اے اللہ! تو اس چاند کو ہم پر برکت اور ایمان کے ساتھ، سلامتی اور اسلام کے ساتھ نکال (اے چاند!) میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔''[1] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ الفاظ روایت کئے ہیں اللہ اکبر اللھم اھلہ علینا بالامن والامان والسلامۃ والاسلام والتوفیق لما تحب وترضی ربنا وربک اللہ ''اللہ سب سے بڑا ہے، اے اللہ! اس چاند کو ہم پر امن وامان سلامتی اور اسلام کے ساتھ اور اپنے محبوب اور پسندیدہ اعمال کی توفیق کے ساتھ نکال (اے چاند!) ہمارا اور تیرا رب اللہ ہے۔''[2]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور جب نیا چاند دیکھتے تو فرماتے ھلال خیر ورشد ''یہ خیر اور ہدایت کا چاند ہے''۔ پھر تین مرتبہ یہ کلمات کہتے اللھم انی اسئلک من خیر ھذا الشھر و خیر القدر و اعوذبک من شرہ ''اے اللہ! میں تجھ سے اس مہینے کی بھلائی اور تقدیر کی بھلائی مانگتا ہوں اور اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جب بادل گرجنے اور بجلی کڑکنے کی آواز سنتے تو فرماتے اللھم لاتقتلنا بغضبک ولا تھلکنا بعذابک وعافنا قبل ذلک ''اے اللہ! ہمیں اپنے غضب سے قتل نہ فرما اور ہمیں اپنے عذاب سے ہلاک نہ فرما اور ہمیں اس سے پہلے ہی عافیت نصیب فرما۔''[4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب تیز ہوا چلتی تو نبی کریم ﷺ یہ دعا مانگتے اللھم انی اسئلک خیرھا و خیر مافیھا و خیر ما ارسلت بہ واعوذبک من شرھا وشر ما فیھا و شر ما ارسلت بہ ''اے اللہ! میں تجھ سے اس ہوا کی خیر اور جو کچھ اس میں ہے اس کی خیر اور جو کچھ دے کر یہ ہوا بھیجی گئی اس کی خیر مانگتا ہوں اور تجھ سے اس ہوا کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے اور جو کچھ دے کر یہ ہوا بھیجی گئی ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔''[5] حضرت عائشہ

۱۔ اخرجہ الترمذی (ج ۲ ص ۱۸۳) ۲۔ اخرجہ ابن عساکر کمافی الکنز (ج ۴ ص ۳۲۶) و اخرجہ الطبرانی ایضا عن ابن عمر مثلہ الاانہ لم یذکر اللہ اکبر وعندہ والا یمان بدل الامان قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۹) وفیہ عثمان بن ابراھیم الحاطبی وفیہ ضعف

۳۔ اخرجہ الطبرانی واسنادہ حسن کما قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۹)

۴۔ اخرجہ الترمذی کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۶۴) ۵۔ اخرجہ الشیخان والترمذی

رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ جب آسمان کے کنارے میں اٹھتا ہوا بادل دیکھتے تو کام چھوڑ دیتے اور اگر نماز میں ہوتے تو اسے مختصر کر دیتے پھر یہ کلمات فرماتے اللھم انی اعوذبک من شرھا "اے اللہ! اس بادل کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں" اگر بارش ہو جاتی تو فرماتے اللھم صیبا ھنیئا "اے اللہ! اسے بہت برسنے والا لیکن بابرکت اور نفع بخش بنا دے۔"[۱]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ جب آسمان کے کسی کنارے پر گہرے بادل دیکھتے تو جس کام میں بھی ہوتے اسے چھوڑ دیتے چاہے وہ نماز ہی کیوں نہ ہو اور اس بادل کی طرف متوجہ ہو جاتے اور فرماتے اللھم انا نعوذبک من شرما ارسل بہ "اے اللہ! ہم اس چیز کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں جسے دے کر اس بادل کو بھیجا گیا ہے۔" پھر اگر بارش ہو جاتی تو دو تین دفعہ فرماتے صیبا نافعا "اسے بہت برسنے والا نفع دینے والا بنا دے۔" اگر اللہ تعالیٰ اس بادل کو ہٹا دیتے اور بارش نہ ہوتی تو اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے۔"[۲]

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہوا تیز چلتی تو حضور ﷺ فرمایا کرتے اللھم لقحا لا عقیما "اے اللہ! اسے ایسی ہوا بنا جس سے درختوں پر خوب پھل لگیں اور اسے بانجھ نہ بنا (جس سے کوئی فائدہ نہ ہو)۔"[۳]

حضور ﷺ کی وہ دعائیں جن کا وقت مقرر نہیں تھا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے اللھم انی اسئلک الھدی والتقی والعفاف والغنی "اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی اور دل کا غنا مانگتا ہوں۔"[۴]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے اللھم اغفرلی خطیئتی وجھلی واسرافی فی امری وما انت اعلم بہ منی اللھم اغفرلی جدی وھزلی وخطای وعمدی وکل ذلک عندی اللھم اغفرلی ماقدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم وانت المؤخر وانت علی کل شئی قدیر "اے اللہ! میری خطا اور میرے نادانی والے کام اور کاموں میں میرا حد سے بڑھ جانا اور وہ گناہ جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے سب معاف فرما اور میرے وہ گناہ جو سچ مچ ارادہ سے سرزد ہوئے یا ہنسی مذاق میں ہو گئے یا غلطی سے ہو گئے یا جان بوجھ کر قصداً کئے وہ سب معاف فرما اور یہ سب طرح کے گناہ

۱۔ عند ابی داؤد کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۶۵)

۲۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۹۰) ۳۔ اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والا وسط قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۵) رجالہ رجال الصحیح غیر المغیرۃ بن عبدالرحمن ھو ثقۃ. انتھی ۴۔ اخرجہ مسلم

میرے پاس ہیں اے اللہ! میرے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف فرما اور جو گناہ چھپ کر کئے اور جو علی الاعلان کئے وہ بھی معاف فرما اور جن گناہوں کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے وہ بھی معاف فرما۔ تو ہی آگے کرنے والا اور پیچھے کرنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔''[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے: اللھم اصلح لی دینی الذی ھو عصمة امری واصلح لی دنیای التی فیھا معاشی واصلح لی اخرتی التی فیھا معادی واجعل الحیاة زیادة لی فی کل خیر واجعل الموت راحة لی من کل شر ''اے اللہ! میرا وہ دین سنوار دے جس سے میرے تمام کاموں کی حفاظت ہوتی ہے اور میری وہ دنیا درست فرما دے جس سے میری معاش کا تعلق ہے اور میری آخرت کو بھی ٹھیک کر دے جہاں مجھے لوٹ کر جانا ہے اور زندگی کو میرے لئے ہر خیر میں بڑھنے کا ذریعہ بنا اور موت کو میرے لئے ہر شر سے راحت پانے کا ذریعہ بنا۔''[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے اللھم لک اسلمت وبک امنت وعلیک توکلت والیک انبت وبک خاصمت اللھم انی اعوذ بعزتک لا الہ الا انت ان تضلنی انت الحی الذی لایموت والجن والانس یموتون۔ ''اے اللہ! میں تیرا فرمانبردار ہو گیا اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر ہی بھروسہ کیا اور تیری طرف ہی متوجہ ہوا اور تیری مدد سے ہی میں نے اہل باطل سے جھگڑا کیا اے اللہ! میں اس بات سے تیری عزت کی پناہ چاہتا ہوں کہ تو مجھے گمراہ کر دے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی وہ ذات ہے جو ہمیشہ زندہ رہے گی اور اسے موت نہیں آئے گی باقی تمام جنات اور انسان ایک دن مر جائیں گے۔''[3]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے یا مقلب القلوب! ثبت قلبی علی دینک ''اے دلوں کو پلٹنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر جمائے رکھ۔''[4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے اللھم عافنی فی جسدی و عافنی فی بصری واجعله الوارث منی لا الہ الا انت الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم والحمدللہ رب العالمین ''اے اللہ! مجھے جسم میں اور نگاہ میں عافیت نصیب فرما اور اس نگاہ کو موت تک باقی رکھ۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو بردبار اور کریم ہے میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں جو عرش عظیم کا رب ہے اور تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام

۱۔ عند مسلم ایضا والبخاری
۲۔ عند مسلم
۳۔ عند مسلم ایضا و البخاری
۴۔ عند الترمذی وقال الترمذی حدیث حسن

جہانوں کا پالنے والا ہے۔''[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ دعا میں یہ کہا کرتے تھے رب اعنی ولاتعن علی وانصرنی ولاتنصر علی وامکرلی ولاتمکر علی واھدنی و یسر ھدای وانصرنی علی من بغی علی رب اجعلنی لک شاکرالک ذاکرالک راھبا لک مطواعا الیک مجیبا اومنیبا تقبل توبتی واغسل حوبتی واجب دعوتی وثبت حجتی واھد قلبی وسدد لسانی واسلل سخیمۃ قلبی ''اے میرے رب! میری اعانت فرما اور میرے خلاف کسی کی اعانت نہ فرما اور میری مدد فرما اور میرے خلاف کسی کی مدد نہ فرما اور میرے لئے تدبیر فرما اور میرے خلاف کوئی تدبیر نہ فرما اور مجھے ہدایت نصیب فرما اور ہدایت پر قائم رہنے کو میرے لئے آسان فرما اور جو مجھ پر زیادتی کرے اس کے خلاف میری مدد فرما اے میرے رب! تو مجھے اپنا شکر کرنے والا، اپنا ذکر کرنے والا، اپنے سے ڈرنے والا، اپنا فرمانبردار، اور اپنی طرف متوجہ ہونے والا بنادے میری توبہ قبول فرما میرے گناہ دھودے اور میری دعا قبول فرما اور میری دلیل کو مضبوط فرما اور میرے دل کو ہدایت نصیب فرما اور میری زبان کو ٹھیک رکھ اور میرے دل کے کینہ اور کھوٹ کو نکال دے۔''[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ یہ دعا بھی مانگا کرتے تھے اللھم انا نسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والسلامۃ من کل اثم والغنیمۃ من کل بروالفوز بالجنۃ والنجاۃ من النار ''اے اللہ! ہم تجھ سے تیری رحمت کو واجب کرنے والے اعمال اور تیری مغفرت کو ضروری بنانے والے اسباب اور ہر گناہ سے حفاظت اور ہر نیکی کی توفیق اور جنت میں داخلہ کی کامیابی اور دوزخ سے نجات مانگتے ہیں۔''[3]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے اللھم اغفرلنا ذنوبنا وظلمنا وھزلنا وجدنا وعمدنا ''اے اللہ! ہمارے تمام گناہوں کو معاف فرما۔ ہمارے ظلم کو اور ہنسی مذاق کے گناہوں کو اور شعوری گناہوں کو اور جو گناہ جان بوجھ کر کئے ان سب کو معاف فرما۔''[4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے اللھم احسنت خلقی

۱۔ عند الترمذی ایضا ۲۔ عندالترمذی ایضا وابی دائود وابن ماجۃ وفی روایۃ الترمذی اوابا منیبا قال الترمذی حدیث حسن صحیح۔

۳۔ عندا لحاکم و صححہ علی شرط مسلم کذافی کتاب الاذکار للنووی (ص ۴۹۸)

۴۔ اخرجہ احمد والطبرانی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۷۲) واسناد ھما حسن عند احمد والطبرانی ایضا والبزار قال الھیثمی رجالھم رجال الصحیح غیر عون العقیلی و ھو ثقۃ

فاحسن خلقی ''اے اللہ! تو نے میری صورت اچھی بنائی اب سیرت بھی اچھی بنادے۔''[۱]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے رب اغفر وارحم واھدنی السبیل الاقوم ''اے میرے رب! مغفرت فرما اور رحم فرما اور مجھے سیدھے اور پختہ راستہ پر چلا۔''[۲]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے یا ولی الاسلام واھلہ! ثبتنی بہ حتی القاک ''اے اسلام کے والی اور اسلام والوں کے مددگار! مجھے اپنی ملاقات کے وقت تک یعنی موت تک اسلام پر جمائے رکھ۔''[۳]

حضرت بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا اللھم احسن عاقبتنا فی الامور کلھا واجرنا من خزی الدنیا و عذاب الآخرۃ ''اے اللہ! تمام کاموں میں ہمارا انجام اچھا فرما اور ہمیں دنیا کی رسوائی سے اور آخرت کے عذاب سے محفوظ فرما'' طبرانی کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جو یہ دعا مانگتا رہے گا وہ آزمائش میں مبتلا ہونے سے پہلے ہی مرجائے گا۔''[۴]

حضرت ابوصرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے اللھم انی اسئلک غنای وغنی مولای ''اے اللہ! میں تجھ سے اپنے غنا اور اپنے ہر تعلق والے کے غنا کا سوال کرتا ہوں۔''[۵]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ فرمایا کرتے تھے اللھم انی اسئلک الطیبات وترک المنکرات وحب المساکین وان تتوب علی وان اردت بعبادک فتنۃ ان تقبضنی غیر مفتون ''اے اللہ! میں تجھ سے پاکیزہ چیزیں اور منکرات کے چھوڑنے کی ہمت اور مسکینوں کی محبت مانگتا ہوں اور یہ بھی مانگتا ہوں کہ تو میری توبہ قبول فرمالے اور یہ بھی کہ اگر کسی وقت تو اپنے بندوں کو آزمائش میں ڈالنا چاہے تو مجھے اس آزمائش میں ڈالے بغیر اپنے پاس بلالے۔[۶]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضورؐ فرمایا کرتے تھے اللھم اجعل اوسع رزقک علی عند کبر سنی وانقطاع عمری ''اے اللہ! بڑھاپے میں اور آخیر عمر میں مجھے سب سے زیادہ

۱۔ اخرجہ احمد قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۷۳) رجالہ رجال الصحیح و اخرجہ و ابو یعلی عن ابن مسعود مثلہ باسناد صحیح
۲۔ اخرجہ احمد و ابو یعلی باسنادین حسنین
۳۔ عندالطبرانی فی الاوسط و رجالہ ثقات کما قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۷۴ و ۱۷۶)
۴۔ اخرجہ احمد والطبرانی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۷۸) رجال احمد واحد اسانیدالطبرانی ثقات
۵۔ عند احمد والطبرانی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۷۸) احد اسنادی احمد رجالہ رجال الصحیح
۶۔ عند البزار قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۸۱) اسنادہ حسن

فراخ روزی عطا فرما۔"[1]

جامع دعائیں جن کے الفاظ کم اور معنی زیادہ ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضورؐ جامع دعائیں پسند فرماتے تھے اور دوسری دعائیں چھوڑ دیتے تھے۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضورؐ کے پاس آئے اور انھوں نے مجھ سے چھپا کر حضورؐ سے کوئی بات کرنی چاہی میں نماز پڑھ رہی تھی حضورؐ نے مجھ سے کہا اے عائشہ! کامل اور جامع دعائیں کیا کرو۔ نماز سے فارغ ہو کر میں نے ان دعاؤں کے بارے میں پوچھا حضورؐ نے فرمایا یہ کہو اللھم انی اسئلک من الخیر کلہ عاجلہ وآجلہ وما علمت منہ ومالم اعلم واعوذبک من الشر کلہ عاجلہ وآجلہ وما علمت منہ ومالم اعلم واسئلک الجنۃ وما قرب الیھا من قول او عمل و اعوذبک من النار وما قرب الیھا من قول او عمل و اسئلک من خیر ما سئلک منہ عبدک ورسولک محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم واستعیذک مما استعاذک منہ عبدک ورسولک محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم واسئلک ما قضیت لی من امر ان تجعل عاقبتہ رشدا "اے اللہ! میں تجھ سے ہر قسم کی خیر، جلد آنے والی بھی اور دیر سے آنے والی بھی، جو میں جانتا ہوں وہ بھی اور جو نہیں جانتا وہ بھی مانگتا ہوں اور ہر قسم کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں چاہے وہ شر جلد آنے والا ہو یا دیر سے آنے والا ہو چاہے میں اسے جانتا ہوں یا نہ جانتا ہوں اور میں تجھ سے جنت اور ہر اس قول و فعل کی توفیق مانگتا ہوں جو جنت کے قریب کرے اور دوزخ کی آگ سے اور ہر اس قول و فعل سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو دوزخ کے قریب کرے اور میں تجھ سے ہر وہ خیر مانگتا ہوں جو تجھ سے تیرے بندے اور رسول حضرت محمدؐ نے مانگی ہے اور ہر اس چیز سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس سے تیرے بندے اور رسول حضرت محمدؐ نے پناہ چاہی اور میں تجھ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ جس امر کا تو میرے لئے فیصلہ کرے اس کا انجام میرے لئے اچھا کر دے۔"[3] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے میں نماز پڑھ رہی تھی آپ کو کچھ کام تھا مجھے نماز میں دیر ہو گئی۔ آپؐ نے فرمایا اے عائشہ! مجمل اور جامع دعا کیا کرو میں نے نماز سے فارغ ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ!

۱؎ عند الطبرانی واسنادہ حسن کما قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۸۲)

۲؎ اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۱)

۳؎ اخرجہ الحاکم کذافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۶) و اخرجہ احمد وابن ماجۃ عن عائشۃ نحوہ قال الحاکم ھذا حدیث صحیح الاسناد کمافی الاذکار للنووی (ص ۵۰۶)

مجمل اور جامع دعا کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا تم یہ کہا کرو پھر پچھلی دعا ذکر کی۔[۱]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے بہت زیادہ دعا مانگی لیکن ہمیں اس میں سے کچھ یاد نہ رہا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے بہت زیادہ دعا مانگی لیکن ہمیں اس میں سے کچھ یاد نہ رہا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں کوئی ایسی جامع دعا نہ بتا دوں جس میں یہ سب کچھ آ جائے؟ تم یہ دعا مانگا کرو اللھم انا نسئلک من خیر ما سئلک منہ نبیک محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم ونعوذبک من شر ما استعاذمنہ نبیک محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم وانت المستعان وعلیک البلاغ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ ''اے اللہ! ہم تجھ سے وہ تمام بھلائیاں مانگتے ہیں جو تجھ سے تیرے نبی حضرت محمد ﷺ نے مانگی ہیں اور ان تمام چیزوں سے تیری پناہ مانگتے ہیں جن سے تیرے نبی حضرت محمد ﷺ نے پناہ مانگی ہے اور تو ہی وہ ذات ہے جس سے مدد مانگی جاتی ہے اور (ہمیں مقصود تک) پہنچانا (تیرے فضل سے) تیرے ہی ذمہ ہے برائیوں سے بچنے کی طاقت اور نیکیاں کرنے کی قوت تیری توفیق سے ہی ملتی ہے۔''[۲]

اللہ کی پناہ چاہنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ فرمایا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک من العجز والکسل والجبن والھرم والبخل واعوذبک من عذاب القبر واعوذبک من فتنۃ المحیا والممات وفی روایۃ وضلع الدین وغلبۃ الرجال ''اے اللہ! میں عاجز ہو جانے سے، کاہلی سے، بزدلی سے، زیادہ بوڑھا ہو جانے سے اور کنجوسی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ قرض کے بوجھ سے اور لوگوں کے غلبہ اور دباؤ سے (تیری پناہ چاہتا ہوں)''[۳]

مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دعا میں فرمایا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک من شر ما عملت ومن شر مالم اعمل ''اے اللہ! میں نے اب تک جو کیا اس کے شر سے بھی پناہ مانگتا ہوں اور جو نہیں کیا اس کے شر سے بھی پناہ مانگتا ہوں۔''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ کی ایک دعا یہ بھی تھی اللھم انی اعوذبک من زوال نعمتک وتحول عافیتک وفجاۃ نقمتک وجمیع سخطک ''اے اللہ! میں تیری نعمت کے چلے جانے سے، تیری دی ہوئی عافیت کے ہٹ جانے سے، اور تیری اچانک پکڑ سے

۱؎ اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۹۴)

۲؎ اخرجہ الترمذی (ج ۲ ص ۱۹۰) قال الترمذی ھذا حدیث حسن غریب و اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۹۹) بمعناہ ۳؎ اخرجہ الشیخان

اور تیری ہر طرح کی ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں۔"

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں تمہیں وہی دعا بتانے لگا ہوں جو حضور ﷺ مانگا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک من العجز والکسل والجبن والبخل والھم وعذاب القبر اللھم ات نفسی تقوھا وزکھا انت خیر من زکاھا انت ولیھا و مولاھا اللھم انی اعوذبک من علم لا ینفع ومن قلب لایخشع ومن نفس لا تشبع ومن دعوۃ لایستجاب لھا "اے اللہ! عاجزی، کاہلی، بزدلی، کنجوسی، رنج وغم اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اے اللہ! میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما اور اسے پاک صاف کر دے تو ہی اس کو بہترین پاک صاف کرنے والا ہے تو ہی اس کا مالک اور آقا ہے اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس علم سے جو (دین دنیا میں) نفع نہ دے اور اس دل سے جس میں خشوع نہ ہو اور حریص نفس سے جو کبھی سیر نہ ہو اور اس دعا سے جو قبول نہ ہو۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک من فتنۃ النار و عذاب النار ومن شر الغنی والفقر "اے اللہ! آگ کے فتنے سے، آگ کے عذاب سے اور مالداری اور فقیری کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"[1]

حضرت قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک من منکرات الاخلاق و الاعمال والاھواء۔ "اے اللہ! میں برے اخلاق و اعمال سے اور بری نفسانی خواہشات سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک من البرص والجنون والجذام وسیئ الاسقام "اے اللہ! برص (پھلبری) سے، دیوانگی سے، کوڑھ پن سے اور تمام بری اور موذی بیماریوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"[3]

حضرت ابوالیسر صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک من الھدم و اعوذبک من التردی و اعوذبک من الغرق والحرق والھرم واعوذبک ان یتخبطنی الشیطان عند الموت واعوذبک ان اموت فی سبیلک مدبرا واعوذبک ان اموت لدیغا "اے اللہ! کسی عمارت کے نیچے دب کر مرنے سے کسی اونچی جگہ سے گر کر مرنے سے اور ڈوب کر یا جل کر مرنے سے اور حد سے زیادہ بوڑھا ہونے سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ موت کے وقت شیطان مجھے خبطی بنا دے یعنی عقل خراب کر کے گمراہ کر دے اور تیرے راستہ میں میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے مرنے سے تیری پناہ

۱۔ عند الاربعۃ بالاسانید الصحیحۃ ۲۔ عند الترمذی قال الترمذی حدیث حسن

۳۔ عند ابی داؤد والنسائی باسنادین صحیحین

چاہتا ہوں اور سانپ وغیرہ کے ڈسنے سے مرنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ فرمایا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک من الجوع فانہ بئس الضجیع واعوذبک من الخیانۃ فانھا بئست البطانۃ "اے اللہ! میں بھوک سے تیری پناہ چاہتا ہوں کیونکہ بھوک بہت برا ساتھی ہے اور خیانت سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اس لئے کہ یہ بدترین خصلت ہے۔"[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ فرمایا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک من الشقاق والنفاق وسوء الاخلاق "اے اللہ! میں آپس کے جھگڑے، فساد، نفاق اور برے اخلاق سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک من العجز والکسل واعوذبک من القسوۃ والغفلۃ والعیلۃ والذلۃ والمسکنۃ واعوذبک من الفسوق والشقاق والنفاق والسمعۃ والریاء واعوذبک من الصمم والبکم والجنون والجذام وسیئ الاسقام "اے اللہ! عاجز ہو جانے اور سستی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور دل کی سختی، غفلت، فقیری، ذلت و مسکنت سے تیری پناہ چاہتا ہوں، فسق و فجور، آپس کے لڑائی جھگڑے، نفاق اور شہرت وریا سے تیری پناہ چاہتا ہوں بہرہ اور گونگا ہو جانے سے، پاگل پن، کوڑھ اور تمام بری بیماریوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"[4] حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک من یوم السوء ومن لیلۃ السوء ومن ساعۃ السوء ومن صاحب السوء ومن جار السوء فی دار المقامۃ "اے اللہ! برے دن سے، بری رات سے، بری گھڑی سے، برے ساتھی سے اور (مستقل رہائش والے) وطن کے برے پڑوسی سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔"[5]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ پانچ چیزوں سے اللہ کی پناہ اس طرح مانگا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک من البخل والجبن وفتنۃ الصدر و عذاب القبر وسوء العمر "اے اللہ! کنجوسی سے، بزدلی سے، سینے کے فتنہ سے، عذاب قبر سے اور بری عمر یعنی زیادہ بوڑھا ہو جانے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"[6] حضرت عمرؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ، حضرت حسن حضرت حسین

---

[1] عنہ هما و هذا لفظ ابی دائود [2] عند ابی دائود والنسائی بالاسناد الصحیح کذافی کتاب الاذکار (ص ۴۹۹) [3] عند ابی دائود والنسائی کذافی تیسیر الوصول (ج ۲ ص ۸۳)
[4] اخرجه الطبرانی فی الصغیر قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۴۳) رجاله رجال الصحیح
[5] عندالطبرانی ایضاقال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۴۴) رجاله رجال الصحیح غیر بشر بن ثابت البزار و هوثقة [6] اخرجه احمد و ابن ابی شیبة وابو دائود والنسائی وغیرهم

رضی اللہ عنہما کو ان کلمات سے اللہ کی پناہ میں دیا کرتے تھے انی اعیذ کما بکلمات اللّٰہ التامۃ من کل شیطان وھامۃ ومن کل عین لامۃ ''میں تم دونوں کو ہر شیطان سے، موذی زہریلے جانوروں سے اور ہر لگنے والی بری نظر سے اللہ کے ان کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں جو پورے ہیں۔'' [1]

جنات سے اللہ کی پناہ چاہنا

حضرت ابو تیاح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن حنبش تمیمی رضی اللہ عنہ عمر رسیدہ ہو چکے تھے میں نے ان سے پوچھا کیا آپ نے حضور ﷺ کا زمانہ پایا ہے؟ انھوں نے کہا جی ہاں۔ میں نے کہا جس رات جنات نے حضورؐ کے ساتھ مکر و فریب کرنا چاہا تھا اس رات حضورؐ نے کیا کیا تھا؟ انھوں نے کہا اس رات شیاطین گھاٹیوں اور پہاڑی راستوں سے اتر کر حضورؐ کے پاس آنے لگے۔ ان میں سے ایک شیطان کے ہاتھ میں آگ کا ایک شعلہ تھا جس سے وہ حضورؐ کا چہرہ انور جلانا چاہتا تھا اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمان سے اتر کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا اے محمد! پڑھئے حضورؐ نے فرمایا کیا پڑھوں؟ انھوں نے کہا یہ دعا پڑھئے اعوذ بکلمات اللّٰہ التامۃ من شر ما خلق وذراء وبراء ومن شر ما ینزل من السماء ومن شر ما یعرج فیھا ومن شر فتن اللیل والنھار ومن شر کل طارق الا طارقا یطرق بخیریا رحمٰن ''میں اللہ کے کامل کلمات کی پناہ لیتا ہوں ان تمام چیزوں کے شر سے جنہیں اس نے پیدا فرمایا۔ پھیلا دیا اور جنہیں اس نے بے مثال بنایا اور ہر اس چیز کے شر سے جو آسمان سے اترتی ہے اور ہر اس چیز کے شر سے جو آسمان میں چڑھتی ہے اور رات اور دن کے فتنوں سے اور رات کو پیش آنے والے ہر حادثہ کے شر سے سوائے اس حادثہ کے جو خیر لے کر آئے۔ اے رحمٰن! (چنانچہ حضورؐ نے یہ کلمات کہے جس سے) ان شیاطین کی آگ بجھ گئی اور اللہ نے انہیں شکست دے دی۔ [2]

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا کہ اتنے میں آپؐ کے پاس ایک دیہاتی آیا اور اس نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! میرا ایک بھائی ہے جسے تکلیف ہے۔ حضورؐ نے پوچھا اسے کیا تکلیف ہے؟ اس نے کہا اس پر جنات کا اثر ہے۔ آپؐ نے فرمایا اسے میرے پاس لاؤ۔ وہ دیہاتی اپنے بھائی کو لایا اور اسے حضورؐ کے سامنے بٹھا دیا۔ حضورؐ نے سورت فاتحہ اور مندرجہ ذیل آیتیں پڑھ کر اسے اللہ کی پناہ میں دیا۔ سورت بقرہ کی شروع کی چار آیتیں اور یہ دو آیتیں وَاِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ اور آیت الکرسی اور سورت بقرہ کی آخری تین اور آل

---

[1] عند ابی نعیم فی الحلیۃ کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۲)

[2] اخرجہ احمد و ابو یعلی قال المنذری فی الترغیب (ج ۳ ص ۱۱۷) ولکل منھما اسناد جید محتج بہ وقد رواہ مالک فی الموطا عن یحیی بن سعید مرسلا ورواہ النسائی من حدیث ابن مسعود بنحوہ. انتھی و اخرجہ ابن ابی شیبۃ عن مکحول بمعناہ مختصرا مع فرق فی الفاظ التعوذ کمافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۲)

عمران کی ایک آیت شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اوراعراف کی ایک آیت اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ اورسورت مومنین کی آخری آیت فَتَعَالَی اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ اورسورت جن کی ایک آیت وَاَنَّہٗ تَعَالٰی جَدُّ رَبِّنَا اور سورت صافات کی شروع کی دس آیتیں اورسورت حشر کی آخری تین آیتیں اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اور معوذتین یعنی قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (حضورؐ کے اس پڑھنے کی برکت سے) وہ آدمی وہاں سے اس طرح ٹھیک ہوکر اٹھا کہ جیسے اسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔[1]

رات کو جب نیند نہ آئے یا گھبرا جائے تو کیا کہے؟

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو بتایا کہ وہ رات کو کچھ ڈراؤنی چیزیں دیکھتے ہیں جن کی وجہ سے وہ رات کو تہجد کی نماز نہیں پڑھ سکتے۔ حضورؐ نے فرمایا اے خالد بن ولید! کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھادوں کہ جب تم ان کو تین مرتبہ پڑھ لو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری یہ تکلیف دور کردیں گے۔ حضرت خالدؓ نے کہا یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ضرور سکھائیں میں نے آپ کو اپنی یہ تکلیف اسی لئے تو بتائی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ کلمات کہا کرو اعوذ بکلمات اللّٰہ التامة من غضبه وعقابه وشر عباده ومن همزات الشیاطین وان یحضرون ''میں اللہ کے غصہ اور اس کی سزا سے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیاطین کے وساوس سے اور شیاطین کے میرے پاس آنے سے اس کے کامل کلمات کی پناہ چاہتا ہوں۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں چند راتیں ہی گزری تھیں کہ حضرت خالدؓ نے آکر عرض کیا یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! جو کلمات آپ نے مجھے سکھائے تھے وہ میں نے تین مرتبہ پورے ہی کئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میری وہ تکلیف دور کردی اور اب تو میرا یہ حال ہے کہ شیر کے بن میں اس کے پاس رات کو بھی بلاخوف وخطر جاسکتا ہوں۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نیند میں گھبرا جائے تو یہ دعا پڑھے اعوذ بکلمات اللّٰہ التامات آگے پچھلی جیسی دعا ذکر کی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو کا جو بچہ سمجھدار ہوتا اسے تو یہ دعا سکھاتے اور جو ابھی ناسمجھ ہوتا تو یہ دعا کسی کاغذ پر لکھ کر اس کے گلے میں ڈال دیتے۔[3] نسائی کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولید

۱۔ اخرجه احمد والحاکم والترمذی فی الدعوات کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۱۲)

۲۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۱۱۲) قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۷) وفیه الحکم بن عبدالله الایلی وهو متروک۔ ا ھ

۳۔ عند النسائی وابی داؤد والحاکم وصححه والترمذی وحسنه واللفظ عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده مرفوعا

رضی اللہ عنہ نیند میں گھبرا جایا کرتے تھے۔ انھوں نے حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ حضورؐ نے فرمایا جب تم لیٹا کرو تو یہ دعا پڑھ لیا کرو۔ بسم اللہ آگے پچھلی جیسی دعا ذکر کی۔ امام مالکؒ نے موطا میں لکھا ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں سوتے میں ڈر جاتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا یہ دعا پڑھ لیا کرو اور پچھلی دعا ذکر کی۔ حضرت ولید بن ولیدؓ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے گھبراہٹ اور وحشت محسوس ہوتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا جب تم بستر پر لیٹا کرو تو یہ دعا پڑھا کرو پھر پچھلی دعا ذکر کی۔ [۱]

بے چینی، پریشانی اور رنج وغم کے وقت کی دعائیں

حضرت علیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھے یہ کلمات سکھائے اور فرمایا جب تمہیں کوئی پریشانی یا سختی پیش آیا کرے تو انہیں پڑھا کرو لا الٰہ الا اللّٰہ الحلیم الکریم سبحان اللّٰہ وتبارک اللّٰہ رب العرش العظیم والحمدللّٰہ رب العالمین ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو حلیم اور کریم ہے۔ اللہ پاک اور بابرکت ہے جو کہ عظیم عرش کا رب ہے۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔'' [۲]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب کسی بات کی وجہ سے پریشان اور بے چین ہوتے تو فرماتے یا حی یا قیوم برحمتک استغیث ''اے ہمیشہ زندہ رہنے والے! اے دوسروں کو قائم رکھنے والے! تیری رحمت کے واسطہ سے فریاد کرتا ہوں''۔ [۳]

حضرت اسماء بنت عمیسؓ فرماتی ہیں جب حضور ﷺ کو غم یا پریشانی پیش آتی تو فرمایا کرتے اللّٰہ اللّٰہ ربی لااشرک بہ شیئا ''اللہ۔ اللہ میرا رب ہے۔ میں اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتا''۔ [۴] ابن جریر اور ابن ابی شیبہ میں حضرت اسماءؓ کی روایت اس طرح سے ہے کہ مجھے حضور ﷺ نے پریشانی کے وقت پڑھنے کے لیئے یہ کلمات سکھائے اور پچھلے کلمات ذکر کیئے۔ [۵]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ہم سب گھر میں تھے حضور ﷺ نے دروازے کی دونوں چوکھٹوں کو پکڑ کر فرمایا اے بنوعبدالمطلب! جب تم لوگوں کو کوئی پریشانی، سختی یا تنگدستی پیش آئے تو یہ

۱۔ کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۱۱۶)

۲۔ اخرجہ احمد والنسائی وابن جریر وصححہ وابن حبان وغیرھم کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۸) وصححہ ابن حبان واخرجہ الحاکم وصححہ علی شرط مسلم کما فی تحفۃ الذاکرین (ص ۱۹۴) وقد تقدم لہ طریق فی تعلیم الاذکار (ج ۳ ص ۱۸۴)

۳۔ اخرجہ ابن النجار کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۹)

۴۔ اخرجہ ابن جریر ۵۔ کما فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۰)

کلمات کہا کرو اللّٰہ اللّٰہ ربنا لا نشرک بہ شیئا ۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ پریشانی کے وقت یہ کلمات پڑھا کرتے تھے لاالٰہ الا اللّٰہ العظیم الحلیم لا الٰہ الا اللّٰہ رب العرش العظیم لا الٰہ الا اللّٰہ رب السموات ورب الارض ورب العرش الکریم ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عظیم اور حلیم ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرش عظیم کا رب ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور عرش کریم کا رب ہے۔''[2]

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کسی چیز سے خوف محسوس کرتے تو فرماتے اللّٰہ اللّٰہ ربی لاشریک بہ شیئا ۔[3]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا جو بندہ بھی سات مرتبہ یہ دعا پڑھے گا چاہے وہ سچے دل سے پڑھے یا جھوٹے دل سے، اللہ تعالیٰ اس کے غم اور پریشانی کو ضرور دور کردیں گے وہ دعا یہ ہے حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم ''اللہ مجھے کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہ عظیم عرش کا رب ہے۔''[4]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جسے کوئی فکر یا غم یا پریشانی پیش آئے یا اسے کسی بادشاہ سے خوف ہو اور وہ ان کلمات کے ذریعہ سے دعا کرے گا تو اس کی دعا ضرور قبول ہوگی اسئلک بلا الٰہ الا انت رب السموات السبع ورب العرش العظیم واسئلک بلا الٰہ الا انت رب السموات السبع ورب العرش الکریم واسئلک بلا الٰہ الا انت رب السموات السبع والارضین السبع وما فیھن انک علی کل شیئ قدیر ''میں تجھ سے اس بات کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اے ساتوں آسمانوں کے اور عظیم عرش کے رب! اور میں تجھ سے اس بات کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اے ساتوں آسمانوں کے اور کریم عرش کے رب! اور میں تجھ سے اس بات کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اے ساتوں آسمانوں کے، ساتوں زمینوں کے اور ان تمام چیزوں کے رب! جو ان میں ہیں بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے'' پھر تم اللہ سے اپنی ضرورت مانگو۔[5]

۱۔ عند الطبرانی فی الاوسط والکبیر قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۷) وفیہ صالح بن عبداللہ ابو یحیی وھو ضعیف. اھ واخرجہ ابن جریر عنہ بنحوہ مع زیادۃ بلفظ اللہ اللہ لاشریک لہ کما فی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۰)
۲۔ اخرجہ الشیخان کما فی تحفۃ الذاکرین (ص ۱۹۳)
۳۔ عند ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۰)
۴۔ اخرجہ الحاکم کذافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۰)
۵۔ اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۱۰۵)

ظالم بادشاہ سے ڈر کے وقت کی دعائیں

حضرت علیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھے ظالم بادشاہ کے پاس اور ہر طرح کے خوف کے وقت پڑھنے کے لیئے یہ کلمات سکھائے لا الٰہ الا اللّٰہ الحلیم الکریم سبحان اللّٰہ رب السمٰوات السبع ورب العرش العظیم والحمدللّٰہ رب العالمین انی اعوذبک من شر عبادک ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو حلیم اور کریم ہے وہ اللہ پاک ہے جو ساتوں آسمانوں کا اور عظیم عرش کا رب ہے۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ میں تیرے بندوں کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''[1]

حضرت ابورافع رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے (مجبور ہو کر) حجاج بن یوسف سے اپنی بیٹی کی شادی کی اور بیٹی سے کہا جب وہ تمہارے پاس اندر آئے تو تم یہ دعا پڑھنا لا الٰہ الا اللّٰہ الحلیم الکریم سبحان اللّٰہ رب العرش العظیم والحمدللّٰہ رب العالمین ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو حلیم اور کریم ہے اللہ پاک ہے جو عظیم عرش کا رب ہے اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔'' حضرت عبداللہؓ نے کہا جب حضور ﷺ کو کوئی سخت امر پیش آتا تو آپ یہ دعا پڑھتے۔ راوی کہتے ہیں (حضرت عبداللہؓ کی بیٹی نے یہ دعا پڑھی جس کی وجہ سے) حجاج اس کے قریب نہ آسکا۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب تم کسی بارعب بادشاہ کے پاس جاؤ اور تمہیں ڈر ہو کہ وہ تمہارے ساتھ زیادتی کرے گا تو تم تین مرتبہ یہ دعا پڑھو اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اللّٰہ اعز من خلقہ جمیعا اللّٰہ اعز مما اخاف واحذر اعوذباللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو الممسک السمٰوات السبع ان یقعن علی الارض الا باذنہ من شر عبدک فلان وجنودہ و اتباعہ واشیاعہ من الجن والانس اللھم کن لی جارا من شرھم جل ثناوک وعزجارک و تبارک اسمک ولا الٰہ غیرک ''اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے اللہ اپنی ساری مخلوق سے زیادہ عزت وغلبہ والا ہے اللہ ان سب سے زیادہ عزت وغلبہ والا ہے جن سے میں بچنا چاہتا ہوں۔ میں اس اللہ کی پناہ چاہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے اپنے حکم سے ساتوں آسمانوں کو زمین پر گرنے سے روک رکھا ہے۔ تیرے فلاں بندے کے شر اور اس کے لشکروں اور اس کے پیچھے چلنے والوں اور اس کی بات ماننے والوں کے شر سے چاہے وہ جنات ہوں یا انسان ہوں اے اللہ! تو میرے لئے ان سب کے شر سے پناہ بن جا۔ تیری ثنا بہت بڑی ہے اور تیری پناہ

۱۔ اخرجہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۹)

۲۔ عند ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۰)

لینے والا غالب ہوتا ہے اور تیرا نام بابرکت ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔''[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تمہیں کسی حاکم کے غیظ و غضب اور زیادتی کا خوف ہو تو یہ دعا پڑھو اللهم رب السمٰوات السبع ورب العرش العظيم كن لي جارا من فلان و احزابه واشياعه من الجن والانس ان يفرطوا علي وان يطغوا عز جارك وجل ثناؤك ولا اله غيرك ''اے اللہ! جو ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا رب ہے تو میرے لئے فلاں کے شر سے اور اس کی مددگار جماعتوں اور اس کی ماننے والے جنات اور انسانوں کے شر سے پناہ بن جا۔ تاکہ وہ مجھ پر ظلم اور زیادتی نہ کر سکیں۔ تیری پناہ لینے والا باعزت ہوتا ہے اور تیری ثناء بہت بڑی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔'' جب تم یہ دعا پڑھو گے تو اس ظالم حاکم کی طرف سے تمہیں کوئی ناگواری پیش نہیں آئے گی۔[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو ظالم بادشاہ کا خوف ہو تو وہ یہ دعا پڑھے اور پھر پچھلی دعا ذکر کی، البتہ اس روایت میں یہ الفاظ ہیں كن لي جارا من شر فلان بن فلان يعني الذي يريد وشر الجن والانس و اتباعهم ان يفرط علي احدمنهم عز جارك وجل ثناؤك ولا اله غيرك ''تو میرے لئے فلاں بن فلاں کے شر سے (یہاں اس ظالم بادشاہ کا نام لے) اور جنات اور انسانوں اور ان کے پیچھے چلنے والوں کے شر سے پناہ بن جاتا کہ ان میں سے کوئی بھی مجھ پر زیادتی نہ کر سکے۔ تیری پناہ لینے والا غالب ہوتا ہے اور تیری ثناء بہت بڑی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔''[3]

ادائیگی قرض کی دعائیں

حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مکاتب غلام (مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جسے اس کے آقا نے کہا ہو کہ اگر تم اتنا مال اتنے عرصہ میں ادا کر دو گے تو تم آزاد ہو جاؤ گے) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں کتابت میں مقرر شدہ مال ادا کرنے سے عاجز ہو گیا ہوں آپ اس بارے میں میری مدد فرمائیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ

---

۱ ۔ اخرجه ابن ابی شيبة كذافي الكنز (ج ۱ ص ۳۰۰) و اخرجه الطبراني عن ابن عباس بنحوه بفرق يسير في الالفاظ ورجاله رجال الصحيح كما قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۳۷) و اخرجه البخاري في الادب المفرد (ص ۱۰۳) عن ابن عباس بنحوه

۲ ۔ اخرجه ابن ابی شيبة وابن جرير كذافي الكنز (ج ۱ ص ۳۰۰) و اخرجه البخاري في الادب المفرد (ص ۱۰۳) عن ابن مسعود موقوفا بمعناه اخصر منه

۳ ۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۱۳۷) وفيه جنادة بن سلم وثقه ابن حبان و ضعفه غيره و بقية رجاله رجال الصحيح. انتهى

کلمات نہ سکھاؤں جو حضورؐ نے مجھے سکھائے تھے؟ اگر تم پر (یمن کے) صیر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو تو بھی اللہ تمہارا وہ قرض ادا کرا دے گا تم یہ دعا پڑھا کرو اللھم اکفنی بحلالک عن حرامک واغننی بفضلک عمن سواک "اے اللہ! مجھے اپنا حلال رزق دے کر حرام سے بچا دے اور اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنے ماسوا سے بے نیاز کر دے۔"[1]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ ایک دن مسجد میں تشریف لائے تو اچانک آپؐ کی نظر ایک انصاری شخص پر پڑی جنہیں ابو امامہ کہا جاتا تھا حضورؐ نے فرمایا اے ابو امامہ! کیا بات ہے تم آج مسجد میں نماز کے وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں بیٹھے ہوئے ہو۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! غموں اور قرضوں نے مجھے گھیر لیا ہے حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا کلام نہ سکھاؤں کہ جب تم اسے کہو گے تو اللہ تمہارا غم دور کر دیں گے اور قرض اتروا دیں گے۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! ضرور سکھا دیں۔ حضورؐ نے فرمایا صبح اور شام یہ دعا پڑھا کرو اللھم انی اعوذبک من الھم والحزن واعوذبک من العجز والکسل واعوذبک من الجبن والبخل و اعوذبک من غلبۃ الدین و قھر الرجال "اے اللہ! میں ہر فکر و غم سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور عاجز ہو جانے اور سستی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور بزدلی اور کنجوسی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور قرضہ کے غلبہ اور لوگوں کے میرے اوپر دباؤ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔" حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں میں نے ایسا کیا تو اللہ نے میرے غم بھی دور کر دیئے اور میرا قرضہ بھی سارا ادا کرا دیا۔[2]

ایک دفعہ جمعہ کے دن حضورؐ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو نہ دیکھا حضورؐ جب نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت معاذؓ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے معاذ! کیا بات ہے آج تم (جمعہ کی نماز میں) نظر نہیں آئے؟ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! ایک یہودی کا مجھ پر ایک اوقیہ سونا قرضہ ہے میں گھر سے آپ کی خدمت میں حاضری کے لئے چل پڑا لیکن راستہ میں وہ یہودی مل گیا جس کی وجہ سے دیر ہو گئی۔ حضورؐ نے فرمایا اے معاذ! کیا میں تمہیں ایسی دعا نہ سکھا دوں کہ اگر (یمن کے) صیر پہاڑ جتنا بھی تم پر قرض ہو اور تم یہ دعا پڑھو تو اللہ تعالیٰ تمہارا وہ قرضہ ضرور ادا کرا دیں گے؟ اے معاذ! تم یہ دعا کیا کرو اللھم مالک الملک توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شئی قدیر تولج اللیل فی النھار وتولج النھار فی اللیل و تخرج الحی من المیت و تخرج المیت من الحی و ترزق من تشاء بغیر حساب رحمن الدنیا والاخرۃ و رحیمھما تعطی منھما من تشاء و تمنع من تشاء ارحمنی رحمۃ تغنینی بھا عن رحمۃ من سواک "اے اللہ! اے تمام ملک کے مالک! تو جس کو

---

[1] اخرجه الترمذی (ج ۲ ص ۱۹۵) قال الترمذی هذا حدیث حسن غریب

[2] اخرجه ابو داؤد (ج ۲ ص ۲۷۰)

چاہے ملک دے دیتا ہے اور جس سے چاہے ملک چھین لیتا ہے اور تو جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت دیتا ہے۔ ہر بھلائی تیرے ہی اختیار میں ہے بلاشبہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے (کبھی دن بڑا ہوتا اور کبھی رات) اور تو زندہ کو مردہ سے نکال لیتا ہے اور مردے کو زندہ سے نکال لیتا ہے (پرندہ سے انڈا نکال لیتا ہے اور انڈے سے پرندہ) اور تو جسے چاہتا ہے اسے بے حساب روزی دیتا ہے۔ اے دنیا و آخرت کے رحمٰن! اے دنیا و آخرت کے رحیم! تو دنیا اور آخرت جسے چاہے دے دیتا ہے اور جس سے چاہے روک لیتا ہے۔ تو مجھ پر ایسی خاص رحمت نازل فرما جس کے بعد مجھے تیرے سوا کسی کی ضرورت نہ رہے''۔[1]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت معاذؓ کو فرمایا کیا میں تمہیں ایسی دعا نہ سکھادوں کہ اگر احد پہاڑ جتنا بھی تم پر قرضہ ہو تو بھی اللہ تعالیٰ ضرور اتروا دے گا۔ اے معاذ! تم یہ دعا پڑھو اللھم مالک الملک پچھلی دعا جیسی دعا ذکر فرمائی، البتہ اس میں تولج اللیل سے آخر تک کا ذکر نہیں ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں رحمٰن الدنیا والآخرۃ تعطیھما من تشآء وتمنع منھما من تشآء، آگے پچھلی حدیث جیسی دعا ذکر کی۔[2]

حفظِ قرآن کی دعا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہم لوگ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت علی بن ابی طالبؓ نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ قرآن تو میرے سینے سے نکل گیا۔ مجھے تو ایسے لگ رہا ہے کہ میں قرآن پر قابو نہیں پا سکتا اسے یاد نہیں رکھ سکتا۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا کیا میں تمہیں ایسے چند کلمات نہ سکھادوں جن سے تمہیں بھی فائدہ ہو اور جسے تم یہ کلمات سکھاؤ گے اسے بھی فائدہ ہوگا اور جو کچھ تم سیکھو گے وہ تمہارے سینے میں باقی رہے گا؟ حضرت علیؓ نے کہا یا رسول اللہ! جی ہاں مجھے یہ کلمات ضرور سکھا دیں۔ حضورؐ نے فرمایا جب جمعہ کی رات آئے تو اگر تم رات کے آخری تہائی حصہ میں اٹھ سکو (تو بہت اچھا ہے) کیونکہ یہ ایسا وقت ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور اس میں دعا قبول ہوتی ہے اور میرے بھائی حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا سوف استغفر لکم ربی (سورت یوسف آیت ۹۸) ''عنقریب تمہارے لیے اپنے رب سے دعائے مغفرت کروں

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ١٠ ص ١٨٦) وفيه نصر بن مرزوق ولم اعرفه وبقية رجاله ثقات الا ان سعيد بن المسيب لم يسمع من معاذ

[2] عند الطبراني في الصغير قال الهيثمي (ج ١٠ ص ١٨٦) ورجاله ثقات

گا۔'' تو عنقریب سے حضرت یعقوبؑ کی مراد یہی جمعہ کی رات تھی اگر تم آخری تہائی رات میں نہ اٹھ سکو تو پھر درمیان رات میں اٹھو اگر تم یہ بھی نہ کر سکو تو پھر شروع رات میں اٹھو اور چار رکعت نماز پڑھو پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ اور سورت یٰسین اور دوسری رکعت میں سورت فاتحہ اور سورت حٰم اور تیسری رکعت میں سورت فاتحہ اور سورۃ الم تنزیل سجدہ اور چوتھی رکعت میں سورت فاتحہ اور سورت تبارک الذی پڑھو اور جب التحیات سے فارغ ہو جاؤ تو خوب اچھی طرح حمد و ثناء بیان کرو اور پھر خوب اچھی طرح مجھ پر اور سارے نبیوں پر درود پڑھو پھر تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لیئے اور جو بھائی تم سے پہلے ایمان کے ساتھ گزر چکے ان کے لیئے دعائے مغفرت کرو پھر آخر میں یہ دعا پڑھو اللھم ارحمنی بترک المعاصی ابدا ما ابقیتنی وارحمنی ان اتکلف مالا یعنینی وارزقنی حسن النظر فیما یر ضیک عنی اللھم بدیع السموات والارض ذاالجلال والا کرام والعزۃ التی لا ترام اسئلک یا اللہ ! یا رحمن ! بجلالک ونور وجھک ان تلزم قلبی حفظ کتا بک کما علمتنی وارزقنی ان اتلوہ علی النحو الذی یر ضیک عنی اللھم بدیع السموات والارض ذاالجلال والا کرام والعزۃ التی لا ترام اسئلک یا اللہ ! یا رحمن ! بجلا لک ونور وجھک ان تنور بکتا بک بصری وان تطلق بہ لسانی وان تفرج بہ عن قلبی وان تشرح بہ صدری وان تغسل بہ بدنی فانہ لا یعیننی علی الحق غیر ک ولا یو تیہ الا انت ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ''اے اللہ! مجھ پر مہربانی فرما تاکہ جب تک زندہ رہوں گناہوں سے بچتا رہوں اور مجھ پر مہربانی فرما جو کام میرے مطلب اور فائدے کے نہ ہوں میں ان میں نہ پڑوں اور مجھے اس بات کی توفیق دے کہ میں ان کاموں کی اچھی طرح فکر کروں جن سے تو مجھ سے راضی ہو جائے اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے بے نمونہ پیدا کرنے والے! اے اللہ میں تیری عظمت وجلال کا اور تیری ذات کے نور کا واسطہ دے کر تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ جیسے تو نے مجھے اپنی کتاب کا علم عنایت فرمایا ہے ایسے ہی میرے دل کو اس کا یاد رکھنا نصیب فرما اور مجھے اس کی اس طرح تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرما جس سے تو مجھ سے راضی ہو جائے اے اللہ ! آسمانوں اور زمین کے بے نمونہ پیدا کرنیوالے! اے عظمت وجلال والے! اے اکرام واحسان والے! اور ایسی عزت والے جس کے حاصل ہونے کا کسی کو وہم وگمان بھی نہیں ہو سکتا اے اللہ! اے رحمٰن! میں تیری عظمت وجلال کا اور تیری ذات کے نور کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اپنی کتاب کی برکت سے میری نگاہ کو روشن کر دے اور اس کو میری زبان پر جاری کر دے اور اس کی برکت سے میرے دل کے غم کو دور کر دے اور میرا سینہ کھول دے اور اس کی برکت سے میرے بدن کو (گناہوں سے) دھو دے کیونکہ حق بات پر تیرے سوا اور کوئی میری مدد نہیں کر سکتا اور تیرے سوا اور کوئی میری یہ آرزو پوری نہیں کر سکتا اور برائیوں سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے

کی قوت صرف اللہ سے ہی ملتی ہے جو کہ بزرگ و برتر ہے۔" اے ابوالحسن! تم تین جمعے یا پانچ جمعے یا سات جمعے تک ایسا کرو اللہ کے حکم سے تمہاری دعا ضرور قبول ہوگی۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے! آج تک کبھی کسی مومن کی یہ دعا رد نہیں ہوئی۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں حضرت علیؓ کو پانچ یا سات ہی جمعے گزرے ہوں گے کہ وہ حضورؐ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! پہلے میں تقریباً چار آیتیں پڑھتا تھا اور وہ بھی مجھے یاد نہ ہوتی تھیں اور اب تقریباً چالیس آیتیں پڑھتا ہوں اور ایسی از بر ہو جاتی ہیں کہ جب پڑھتا ہوں تو ایسے لگتا ہے کہ گویا اللہ کی کتاب میری آنکھوں کے سامنے کھلی رکھی ہے اور پہلے میں حدیث سنتا تھا اور جب اس کو دوبارہ کہتا تھا تو ذہن سے نکل جاتی تھی اور اب بہت سی حدیثیں سنتا ہوں اور جب دوسروں سے نقل کرتا ہوں تو ایک لفظ بھی نہیں چھوٹتا۔ اس پر حضورؐ نے ان سے فرمایا اے ابوالحسن! رب کعبہ کی قسم! تم مومن ہو۔[1]

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کی دعائیں

حضرت حسنؒ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے اللھم انی اسئلک الذی ھو خیر فی عاقبۃ امری اللھم اجعل ماتعطینی من الخیر رضوانک والدرجات العلی فی جنات النعیم "اے اللہ! میں تجھ سے اپنے ہر کام کے انجام میں خیر کا سوال کرتا ہوں اے اللہ! تو مجھے جس خیر کی توفیق عطا فرمائے اسے اپنی رضا کا اور نعمتوں والی جنتوں میں اونچے درجات کے حاصل ہونے کا ذریعہ بنا۔"[2]

حضرت معاویہ بن قرہؒ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے اللھم اجعل خیر عمری اخرہ و خیر عملی خواتمہ و خیر ایامی یوم القاک "اے اللہ! میری عمر کا سب سے بہترین حصہ وہ بنا جو اس کا آخر ہو اور میرا سب سے بہترین عمل وہ بنا جو خاتمہ والا ہو اور میرا سب سے بہترین دن وہ بنا جو تیری ملاقات کا دن ہو۔"[3]

حضرت عبدالعزیز بن سلمہ ماجشونؒ کہتے ہیں مجھے ایک ایسے صاحب نے بیان کیا جنہیں میں سچا سمجھتا ہوں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے اسئلک تمام النعمۃ فی الاشیاء کلھا والشکرلک علیھا حتی ترضی وبعد الرضا والخیرۃ فی جمیع مایکون فیہ الخیرۃ بجمیع میسور الامور کلھا لا بمعسور ھایا کریم "میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تمام چیزوں میں تو نعمت پوری فرما دے اور ان چیزوں پر اتنا شکر ادا کرنے کی توفیق مانگتا ہوں کہ جس

۱۔ اخرجہ الترمذی (ج ۲ ص ۱۹۶) قال الترمذی ھذا حدیث حسن غریب

۲۔ اخرجہ احمد فی الزھد ۳۔ عند سعید بن منصور وغیرہ کذافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۳)

سے تو راضی ہو جائے اور اس کے بعد یہ درخواست کرتا ہوں کہ جتنی چیزوں میں کسی ایک جانب کے اختیار کرنے کی صورت ہوتی ہے ان میں میں آسان صورت اختیار کروں اور مشکل اختیار نہ کروں اے کریم۔''[1]

حضرت ابو یزید مدائنیؒ کہتے ہیں حضرت ابو بکرؓ کی ایک دعا یہ بھی تھی اللھم ھب لی ایمانا ویقینا ومعافاۃ ونیۃ ''اے اللہ! مجھے ایمان ویقین، عافیت اور سچی نیت نصیب فرما۔''[2]

حضرت عمرؓ فرماتے تھے اللھم انی اعوذ بک ان تاخذنی علی غرۃ او تذرنی فی غفلۃ او تجعلنی من الغافلین ''اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تو اچانک بے خبری میں میری پکڑ کرے یا مجھے غفلت میں پڑا رہنے دے یا مجھے غافل لوگوں میں سے بنا دے۔''[3]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے اللھم اجعل عملی صالحا واجعلہ لک خالصا ولا تجعل لاحد فیہ شیئا ''اے اللہ! میرے عمل میں اور کسی کا ذرہ بھر بھی حصہ نہ ہونے دے۔''[4]

حضرت عمرو بن میمونؒ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ اپنی دعا میں یہ بھی کہا کرتے تھے اللھم توفنی مع الابرار ولا تجعلنی فی الاشرار وقنی عذاب النار والحقنی بالاخیار ''اے اللہ! تو مجھے نیک لوگوں کے ساتھ موت دے اور مجھے برے لوگوں میں سے نہ بنا اور مجھے جہنم کے عذاب سے بچا اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ موت دے اور مجھے برے لوگوں میں سے نہ بنا اور مجھے جہنم کے عذاب سے بچا اور مجھے نیک اور بھلے لوگوں کے ساتھ شامل فرما۔''[5]

حضرت ابو العالیہؒ کہتے ہیں میں اکثر حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ کہتے ہوئے سنتا اللھم عافنا واعف عنا ''اے اللہ! ہمیں عافیت نصیب فرما اور ہمیں معاف فرما۔''[6]

حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں میں نے اپنے والد (حضرت عمرؓ) کو یہ کہتے ہوئے سنا اللھم ارزقنی قتلا فی سبیلک ووفاۃ فی بلد نبیک ''اے اللہ! مجھے اپنے راستہ کی شہادت اور اپنے نبیؐ کے شہر کی موت نصیب فرما''۔ میں نے کہا آپ کو یہ دونوں باتیں کیسے حاصل ہو سکتی ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ جہاں چاہے اپنے فیصلہ کو وجود دے سکتا ہے۔[7]

حضرت عمرؓ نے یوں دعا کی اللھم اغفرلی ظلمی وکفری ''اے اللہ! میرے ظلم اور میرے کفر کو معاف فرما۔'' ایک آدمی نے کہا یہ ظلم کا لفظ تو ٹھیک ہے لیکن کفر کا کیا مطلب؟ حضرت عمرؓ نے

۱۔ اخرجہ ابن ابی الدنیا ۲۔ عند ابن ابی الدنیا ایضا کذافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۳)
۳۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ وابو نعیم فی الحلیۃ ۴۔ عند احمد فی الزھد
۵۔ عند ابن سعد والبخاری فی الادب ۶۔ عند احمد فی الزھد کذافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۳)
۷۔ عند ابن سعد وابو نعیم فی الحلیۃ

فرمایا (قرآن میں ہے) ان الانسان لظلوم کفار ”سچ یہ ہے کہ آدمی بہت ہی بے انصاف اور بڑا ہی ناشکرا ہے“ (یعنی کفر سے ناشکری مراد ہے) ۔[1]

حضرت ابوعثمان نہدیؒ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے میں نے یہ کہتے ہوئے سنا اللھم ان کتبتنی فی السعادۃ فاثبتنی فیھا وان کنت کتبتنی فی الشقاوۃ فامحنی منھا واثبتنی فی السعادۃ فانک تمحو ما تشآء وتثبت وعندک ام الکتاب ”اے اللہ! اگر تو نے میرا نام خوش قسمت انسانوں میں لکھا ہے تو میرا نام ان میں لکھا رہنے دے اور اگر میرا نام بدقسمت لوگوں میں لکھا ہوا ہے تو اس میں سے مٹا کر خوش قسمت لوگوں میں لکھ دے کیونکہ تو جو چاہے مٹا سکتا ہے اور جو چاہے باقی رکھ سکتا ہے اور تیرے پاس لوح محفوظ ہے۔“[2]

حضرت یزیدؒ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو آدھی رات کے وقت رمادہ قحط کے زمانہ میں حضور ﷺ کی مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا وہ یہ دعا کر رہے تھے اللھم لا تھلکنا بالسنین وارفع عنا ھذا البلاء ”اے اللہ! ہمیں قحط سے ہلاک نہ فرما اور ہم سے یہ مصیبت دور فرما“ اور وہ یہ دعا بار بار کرتے رہے۔[3]

حضرت یزیدؒ کہتے ہیں میں نے رمادہ قحط کے زمانہ میں حضرت عمر بن خطابؓ پر چادر دیکھی جس پر سولہ پیوند لگے ہوئے تھے اور آپ کی چادر پانچ ہاتھ اور ایک بالشت لمبی تھی اور یہ دعا کر رہے تھے اللھم لا تجعل ھلکۃ امۃ محمد علی رجلی ”اے اللہ! حضرت محمد ﷺ کی امت کی ہلاکت میرے زمانہ میں نہ کر۔“[4]

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا اللھم لا تجعل قتلی بیدر جل صلی رکعۃ او سجدۃ واحدۃ یحاجنی بھا عندک یوم القیمۃ ”اے اللہ! میرا قتل ایسے شخص کے ہاتھوں نہ کر جس نے ایک رکعت ہی پڑھی ہو یا ایک سجدہ ہی کیا ہو اور وہ اس کی وجہ سے قیامت کے دن مجھ سے جھگڑا کرے“ (یعنی میری شہادت مسلمان کے ہاتھوں نہ ہو) ۔[5]

حضرت سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ نے کنکریوں کی ایک ڈھیر بنائی پھر اس پر اپنے کپڑے کا کنارہ ڈال کر اس پر سر رکھ کر لیٹ گئے پھر آسمان کی طرف اپنے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی اللھم کبرت سنی وضعفت قوتی وانتشرت رعیتی فاقبضنی الیک غیر مضیع ولا مفرط ”اے اللہ! میری عمر زیادہ ہو گئی اور میرے قویٰ کمزور ہو گئے اور میری رعایا پھیل

---

[1] عند ابن ابی حاتم [2] عند اللالکائی کذافی الکنز (ج ا ص ۳۰۳) واخرجہ عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر اخصر منہ کما فی الکنز (ج ا ص ۳۰۲)

[3] عند ابن سعد (ج ۳ ص ۳۱۹) [4] اخرجہ البخاری ومالک وابن راھویہ وابو نعیم فی الحلیۃ وصححہ عن زید بن اسلم کذافی المنتخب (ج ۴ ص ۳۱۳) [5] عند ابن سعد (ج ۳ ص ۲۴۰)

گئی، لہٰذا اب تو مجھے اپنی طرف اس طرح اٹھا لے کہ
کسی کے حق ضائع کرنے والا ہوں اور نہ کسی کے حق میں کمی کرنے والا ہوں۔[۱]

حضرت اسود بن ہلال محاربیؒ کہتے ہیں جب حضرت عمر بن خطابؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! غور سے سنو! میں دعا کروں گا تم سب اس پر آمین کہنا اللهم انی غلیظ فلینی وشحیح فسخنی وضعیف فقونی ''اے اللہ! میں سخت ہوں مجھے نرم کر دے کنجوس ہوں مجھے سخی بنا دے کمزور ہوں مجھے قوی کر دے۔''[۲]

حضرت سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں حضرت عمرؓ کسی کی نماز جنازہ پڑھاتے تو فرماتے تیرا یہ بندہ دنیا سے رہائی پا گیا اور دنیا دنیا والوں کے لیے چھوڑ کر چلا گیا اور اب وہ تیرا محتاج ہے تجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں وہ اس بات کی گواہی دیا کرتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ تیرے بندے اور رسول ہیں۔ اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اس سے درگزر فرما اور اسے اس کے نبی کے پاس پہنچا دے۔[۳]

حضرت کثیر بن مدرکؒ کہتے ہیں جب قبر پر مٹی ڈال دی جاتی تو حضرت عمرؓ فرماتے اللهم اسلمه اليك الا هل والمال والعشيرة وذنبه عظيم فا غفرله ''اے اللہ! اہل وعیال، مال اور خاندان والوں نے اسے تیرے سپرد کر دیا ہے اور اس کے گناہ بھی بڑے بڑے ہیں اور اس کی مغفرت فرما۔''[۴]

حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے اعوذ بک من جهد البلاء ودرک الشقاء وشماتة الاعداء واعوذبک من السجن والقيد والسوط ''(اے اللہ!) بلا ومصیبت کی سختی سے اور بدقسمتی کے پکڑ لینے سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور جیل، بیڑی اور کوڑے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''[۵]

حضرت ثوریؒ کہتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ یہ دعا کیا کرتے تھے اللهم ان ذنوبی لا تضرک وان رحمتک ایا ی لا تنقصک ''اے اللہ! میرے گناہ تیرا کوئی نقصان نہیں کر سکتے اور تو مجھ پر رحم فرمائے تو اس سے تیرے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔''[۶]

حضرت علیؓ جب نیا چاند دیکھا کرتے تو فرمایا کرتے اللهم انی اسئلک خير هذا الشهر وفتحه ونصره وبركته ورزقه ونوره وطهوره واعوذ بک من شره وشر ما فيه وشر ما

---

۱ ۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ا ص ۵۳) ۲ ۔ عند ابی نعيم في الحلية ايضا
۳ ۔ اخرجه ابو يعلى باسناد صحيح كذافي الكنز (ج۸ص ۱۱۳)
۴ ۔ عند البيهقي كذافي الكنز (ج۸ص ۱۱۹) ۵ ۔ اخرجه يوسف القاضي كذافي الكنز (ج ا ص ۳۰۳) ۶ ۔ عند الدينوری كذافي الكنز (ج ا ص ۳۰۵)

بعدہ ''اے اللہ! میں تجھ سے اس مہینے کی خیر اور اس کی فتح، نصرت، برکت، رزق، نور، طہارت اور ہدایت مانگتا ہوں اور اس کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے اور جو کچھ اس کے بعد ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''[1]

حضرت عمر بن سعید نخعیؒ کہتے ہیں میں نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کے پیچھے ابن مکنف کی نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت علیؓ نے چار تکبیریں کہیں اور ایک طرف سلام پھیرا پھر انہوں نے ابن مکنف کو قبر میں اتارا اور پھر فرمایا اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا بیٹا ہے تیرا مہمان بنا ہے اور تو بہترین میزبان ہے اے اللہ! جس قبر میں یہ داخل ہوا ہے اسے وسیع فرما دے اور اس کے گناہ معاف فرما دے ہم تو اس کے بارے میں خیر ہی جانتے ہیں لیکن تو ہم سے زیادہ جانتا ہے اور یہ کلمہ شہادت اشهدان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله پڑھا کرتا تھا۔[2]

حضرت ابو ہیاج اسدیؒ کہتے ہیں میں بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ اتنے میں میں نے ایک آدمی دیکھا جو صرف یہ دعا مانگ رہا تھا اللهم قنی شح نفسی ''اے اللہ! مجھے میرے نفس کے بخل سے بچا دے'' اور کچھ نہیں مانگ رہا تھا میں نے اس سے صرف یہی دعا کرنے کی وجہ پوچھی اس نے کہا جب مجھے میرے نفس کے شر سے بچا دیا جائے گا تو میں نہ چوری کروں گا، نہ زنا کروں گا اور نہ کوئی اور برا کام کروں گا۔ میں نے ان کے بارے میں لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ ہیں۔''[3]

حضرت ابو عبیدہؒ کہتے ہیں (میرے والد) حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ جس رات حضور ﷺ نے آپ سے فرمایا تھا کہ مانگو جو مانگو گے تمہیں دیا جائے گا۔ اس رات آپ نے کیا دعا مانگی تھی حضرت عبداللہ نے فرمایا میں نے یہ دعا مانگی تھی۔

اللهم انی اسئلک ایمانا لا یرتد ونعیما لا ینفد ومرافقة نبیک ﷺ فی اعلی درجة الجنة جنة الخلد ''اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جو باقی رہے اور زائل نہ ہو اور ایسی نعمت مانگتا ہوں جو کبھی ختم نہ ہو اور ہمیشہ رہنے کی جنت کے اعلیٰ درجے میں تیرے نبی کریم ﷺ کی رفاقت مانگتا ہوں۔''[4]

حضرت ابو عبیدہؒ کہتے ہیں میرے والد صاحب نے فرمایا ایک رات میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ میرے پاس سے گزرے۔ حضورؐ نے فرمایا مانگو

۱۔ اخرجه ابن النجار کذافی الکنز (ج۴ص ۳۲۶)

۲۔ اخرجه البیهقی کذافی الکنز (ج۸ص ۱۱۹)

۳۔ اخرجه ابن جریر کذافی التفسیر لا بن کثیر (ج۴ص ۳۳۹)

۴۔ اخرجه ابن ابی شیبة کذافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۷) واخرجه ابن عساکر عن کمیل عن عمرؓ مع زیادة قصة صلاته ودعائه کما فی المنتخب (ج۵ص ۲۳۶)

جو مانگو گے وہ تمہیں دیا جائے گا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے بعد میں جا کر حضرت عبداللہؓ سے پوچھا کہ کیا دعا مانگی تھی؟ انہوں نے کہا میری ایک دعا ہے جو میں کبھی نہیں چھوڑتا اور وہ یہ ہے اللھم انی اسئلک ایمانا لا یبید ''اے اللہ! میں تجھ سے ہلاک نہ ہونے والا ایمان مانگتا ہوں''۔ پھر آگے پیچھے جیسی دعا ذکر کی ہے اور یہ الفاظ بھی ذکر کیئے ہیں وقرۃ عین لا تنقطع ''اور ختم نہ ہونے والی آنکھوں کی ٹھنڈک مانگتا ہوں''۔[1] ابو نعیم کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے واپس آ کر حضرت عبداللہؓ سے کہا جو دعا تم مانگ رہے تھے وہ ذرا مجھے بھی سناؤ۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا پہلے میں نے اللہ کی حمد وثناء اور عظمت بیان کی پھر میں نے یہ کہا لآالٰہ الا انت وعدک حق ولقاوک حق والجنۃ حق والنار حق ورسلک حق وکتابک حق والنبیون حق ومحمد ﷺ حق ''تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیرا وعدہ حق ہے تیری ملاقات حق ہے جنت حق ہے دوزخ حق ہے تیرے رسول برحق ہیں تیری کتاب برحق ہے سارے نبی برحق ہیں۔ محمد ﷺ برحق ہیں''۔[2]

حضرت شقیقؒ کہتے ہیں حضرت عبداللہؓ یہ دعائیں کثرت سے کیا کرتے تھے ربنا اصلح بیننا واھدنا سبل السلام ونجنا من الظلمات الی النور واصرف عنا الفواحش ماظھر منھا وما بطن وبارک لنا فی اسماعنا وابصارنا وقلوبنا وازواجنا وذریّٰتنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم واجعلنا شاکرین لنعمتک مثنین بھا قائلین بھا واتممھا علینا ''اے ہمارے رب! ہمارے آپس کے تعلقات خوشگوار بنادے اور ہمیں اسلام کے راستے دکھا اور ہمیں تاریکیوں سے نجات دے کر روشنی میں لا اور ہم کو ظاہری و باطنی بدکاریوں سے دور رکھ اور ہمارے کانوں کو ہماری آنکھوں کو، ہمارے دلوں کو اور ہمارے بیوی بچوں کو ہمارے حق میں باعث برکت بنادے اور ہماری توبہ قبول فرما۔ بیشک تو ہی بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے اور ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر گزاران کا ثناخواں اور لوگوں کے سامنے انہیں بیان کرنے والا بنادے اور ان (نعمتوں) کو ہم پر پورا فرمادے''۔[3]

حضرت ابوالاحوصؒ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا اللھم انی اسئلک بنعمتک السابغۃ التی انعمت بھا وبلاءک الذی ابتلیتنی وبفضلک الذی افضلت علی ان تدخلنی الجنۃ اللھم ادخلنی الجنۃ بفضلک ومنک ورحمتک ''اے اللہ! میں تجھ سے تیری اس نعمت کاملہ کے واسطہ سے جو تو نے مجھ پر کیا یہ سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے جنت

۱؎ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ا ص ۱۲۷) ۲؎ قال ابو نعیم (ج ا ص ۱۳۸) ورواہ سعید بن ابی الحسام عن شریک وادخل سعید بن المسیب بین عون وعبداللہ ثم اسندہ من طریقہ
۳؎ اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۹۳)

میں داخل کر دے۔ اے اللہ! تو اپنے فضل واحسان اور رحمت سے مجھے جنت میں داخل کر دے۔"[1]

حضرت ابوقلابہؒ کہتے ہیں حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے اللھم ان کنت کتبتنی فی اھل الشقاء فامحنی واثبتنی فی اھل السعادۃ "اے اللہ! اگر تو نے میرا نام بدبختی والوں میں لکھا ہوا ہے تو وہاں سے میرا نام مٹا کر خوش قسمت لوگوں میں لکھ دے۔"[2]

حضرت عبداللہ بن عکیمؒ کہتے ہیں حضرت ابن مسعودؓ یہ دعا مانگا کرتے تھے اللھم زدنی ایمانا ویقینا وفھما او علما "اے اللہ! میرے ایمان ویقین سمجھ اور علم کو بڑھا دے۔"[3]

حضرت ابووائلؒ کہتے ہیں میں ایک دن نماز فجر سے فارغ ہو کر ابن مسعودؓ کی خدمت میں گیا۔ ہم نے ان سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ انھوں نے فرمایا اندر آ جاؤ۔ ہم نے اپنے دل میں کہا ہم کچھ دیر انتظار کر لیتے ہیں شاید گھر والوں میں سے کسی کو ان سے کوئی کام ہو (تو وہ اپنا کام پورا کر لیں) اتنے میں حضرت ابن مسعودؓ تسبیح پڑھتے ہوئے ہمارے پاس آئے اور فرمایا شاید تم لوگوں نے یہ گمان کیا ہوگا کہ عبداللہ کے (یعنی میرے) گھر والے اس وقت غفلت میں ہوں گے پھر فرمایا اے باندی! دیکھو سورج نکل آیا ہے؟ اس نے کہا نہیں پھر جب اس کو تیسری مرتبہ کہا دیکھو سورج نکل آیا ہے؟ تو اس نے کہا جی ہاں۔ اس پر انہوں نے کہا الحمدللہ الذی وھبنا ھذا الیوم واقا لنا فیہ عثراتنا احسبہ قال ولم یعذ بنا بالنار "تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں یہ دن عطا فرمایا اور اس نے اس دن میں ہماری تمام لغزشیں معاف فرما دیں (تبھی تو ہمیں لغزشوں کے باوجود زندہ رکھا ہوا ہے) راوی کہتے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اس نے ہمیں (لغزشوں کی وجہ سے) آگ سے عذاب نہیں دیا۔"[4]

حضرت سلیم بن حنظلہؒ کہتے ہیں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بازار کے دروازے کے پاس آئے اور یہ دعا پڑھی اللھم انی اسئلک من خیرھا و خیر اھلھاو اعوذبک من شرھا وشر اھلھا "اے اللہ! میں تجھ سے اس بازار کی خیر اور بازار والوں کی خیر مانگتا ہوں اور اس بازار کے شر اور بازار والوں کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"[5]

حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جب کسی بستی میں داخل

۱۔ اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۸۵) ورجالہ رجال الصحیح

۲۔ عند الطبرانی ایضا قال الھیثمی رجالہ رجال الصحیح الا ان ابا قلابۃ لم یدرک ابن مسعود

۳۔ عند الطبرانی ایضا قال الھیثمی واسنادہ جید

۴۔ عند الطبرانی ایضا قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۱۸) رجالہ رجال الصحیح

۵۔ عند الطبرانی ایضا قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۹) رواہ الطبرانی موقوفا ورجالہ رجالہ الصحیح غیر سلیم بن حنظلہ وھو ثقۃ

ہونے کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے اللھم رب السمٰوات وما اظلت و رب الشیاطین وما اضلت ورب الریاح وما اذرت اسئلک خیرھا وخیر ما فیھا واعوذ بک من شرھا و شرما فیھا ''اے اللہ! جو کہ تمام آسمانوں کا اور جن پر آسمانوں نے سایہ ڈالا ہے ان تمام چیزوں کا رب ہے جو کہ شیطانوں کا اور جن کو شیطانوں نے گمراہ کیا ہے ان سب کا رب ہے اور جو کہ ہواؤں کا اور ان تمام چیزوں کا رب ہے جنہیں ہواؤں نے اڑایا ہے میں تجھ سے اس بستی کی خیر اور جو کچھ اس بستی میں ہے اس سب کی خیر مانگتا ہوں اور اس کے شر سے اور جو کچھ اس بستی میں ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''[1]

حضرت ثور بن یزیدؒ کہتے ہیں حضرت معاذ بن جبلؓ جب رات کو تہجد کے لیئے اٹھتے تو یہ دعا کرتے۔ اللھم قد نامت العیون و غارت النجوم وانت حی قیوم اللھم طلبی للجنۃ بطیئی وھربی من النار ضعیف اللھم اجعل لی عندک ھدی تردہ الی یوم القیٰمۃ انک لا تخلف المیعاد ''اے اللہ! آنکھیں سو چکی ہیں اور ستارے غروب ہو گئے ہیں اور تو ہمیشہ زندہ رہنے والا اور ساری کائنات کو قائم رکھنے والا ہے۔ اے اللہ! میرے اندر جنت کی طلب بہت سست ہے اور مجھ میں دوزخ کی آگ سے بھاگنے کا جذبہ بالکل کمزور ہے۔ اے اللہ! مجھے اپنے پاس سے ایسی ہدایت عطا فرما جو قیامت تک چلتی رہے بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔''[2]

بنونجار کی ایک عورت کہتی ہیں مسجد کے اردگرد کے گھروں میں میرا گھر سب سے اونچا تھا حضرت بلالؓ روزانہ صبح کو فجر کی اذان میرے گھر کی چھت پر دیا کرتے تھے۔ سحری کے وقت آ کر چھت پر بیٹھ کر صبح صادق کا انتظار کرتے۔ جب صبح صادق نظر آتی تو انگڑائی لیتے پھر یہ دعا پڑھتے اللھم احمدک واستعینک علی قریش ان یقیموا دینک ''اے اللہ! میں تیری تعریف کرتا ہوں اور قریش کے لیئے تجھ سے مدد مانگتا ہوں تا کہ وہ تیرے دین کو قائم کریں۔'' پھر وہ اذان دیتے مجھے بالکل یاد نہیں کہ کسی رات حضرت بلالؓ نے یہ دعائیہ کلمات (اذان سے پہلے چھوڑے) ہوں۔[3]

حضرت بلالؓ کی بیوی حضرت ہند کہتی ہیں حضرت بلالؓ جب بستر پر لیٹتے تو یہ دعا کرتے اللھم تجاوز عن سیئاتی واعذرنی بعلاتی ''اے اللہ! میری برائیوں سے درگزر فرما اور میری بیماریوں کی وجہ سے مجھے معذور قرار دے۔''[4]

---

[1] عند الطبرانی ایضا قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۵) رجالہ رجال الصحیح الا ان قتادہ لم یلرک ابن مسعود. انتھی
[2] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۳۳) اخرجہ الطبرانی واسنادہ منقطع کما قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۸۵)
[3] اخرجہ ابن اسحق من طریق عروۃ و رواہ ابوداوٗد من حدیثہ منفرد ابہ کذافی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۳۳)
[4] اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۵) ھند لم اعرفھا وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح

حضرت زید بن ثابتؓ جب بستر پر لیٹتے تو یہ دعا کرتے اللھم انی اسئلک غنی الاھل والمولی واعوذبک ان تدعو علی رحم قطعتھا "اے اللہ! میں تجھ سے اہل وعیال کے اور تمام متعلقین کے غنا کو مانگتا ہوں اور میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں رشتہ توڑوں اور وہ رشتہ میرے لیئے بددعا کرے۔"[1]

حضرت عروہؓ کہتے ہیں حضرت سعد بن عبادہؓ یہ دعا کیا کرتے اللھم ھب لی حمدا وھب لی مجدا لا مجد الا بفعال ولا فعال الا بمال اللھم لا یصلحنی القلیل ولا اصلح علیہ "اے اللہ! مجھے تعریف عطا فرما اور مجھے بزرگی عطا فرما اور بزرگی کسی بڑے کام کے ذریعہ سے ہی حاصل ہوسکتی ہے اور کوئی بڑا کام مال کے ذریعہ سے ہی ہوا کرتا ہے اے اللہ! تھوڑا مال میرے حالات درست نہیں کرسکتا اور نہ ہی تھوڑے مال سے میں درست رہ سکتا ہوں (لہذا تو اپنی شان کے مطابق اپنے خزانوں میں سے عطا فرما)۔"[2]

حضرت بلال بن سعدؒ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ فرمایا کرتے تھے اللھم انی اعوذ بک من تفرقۃ القلب "اے اللہ! میں دل کے بکھر جانے سے تیری پناہ چاہتا ہوں" کسی نے پوچھا دل کے بکھر جانے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے میرے لیئے ہر وادی میں کچھ مال رکھ دیا جائے (اور مجھے ہر وادی میں جاکر اپنے مقدر کا مال جمع کرنا پڑے)۔[3]

حضرت اسماعیل بن عبید اللہؒ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ فرمایا کرتے تھے اللھم توفنی مع الابرار ولا تبقنی مع الاشرار "اے اللہ! مجھے نیک لوگوں کے ساتھ موت دے اور مجھے برے لوگوں کے ساتھ باقی نہ رکھ" حضرت لقمان بن عامرؒ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ فرمایا کرتے تھے اللھم لا تبتلنی بعمل سوء فادعی بہ رجل سوء "اے اللہ! مجھے کسی برے عمل میں مبتلا نہ فرما اور نہ مجھے برا آدمی کہہ کر پکارا جائے گا۔"[4]

حضرت حسان بن عطیہؒ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ فرمایا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک ان تلعننی قلوب العلماء "اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ علماء کے دل مجھ پر لعنت کریں" کسی نے پوچھا ان کے دل آپ کو کیسے لعنت کریں گے؟ فرمایا ان کے دل مجھے ناپسند کرنے لگیں۔[5]

حضرت عبداللہ بن یزید بن ربیعہ دمشقیؒ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں شروع رات میں مسجد گیا وہاں میرا گزر ایک آدمی پر ہوا جو سجدے میں یہ کہہ رہا تھا اللھم انی

---

۱ ۔ اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۲۵) واسنادہ جید
۲ ۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۶۱۴)
۳ ۔ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۹)
۴ ۔ عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۲۲۰)
۵ ۔ عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۲۲۳)

خائف مستجیر فاجر نی من عذابک وسائل فقیر فارزقنی من فضلک لا مذنب فا عتذر ولا ذو قوۃ فانتصر ولکن مذنب مستغفر۔ ''اے اللہ! میں ڈرنے والا اور پناہ مانگنے والا ہوں لہٰذا مجھے اپنے عذاب سے پناہ دے اور مانگنے والا فقیر ہوں لہٰذا اپنے فضل سے روزی عطا فرما اور جو گناہ مجھ سے ہوئے ہیں ان کے بارے میں میرے پاس کوئی عذر نہیں جسے میں تیرے سامنے پیش کرسکوں اور نہ میں ایسا طاقتور ہوں کہ تجھ سے خود کو بچا سکوں بلکہ میں تو سراپا گناہگار ہوں اور تجھ سے مغفرت کا طلبگار ہوں۔'' راوی کہتے ہیں حضرت ابو الدرداء کو یہ دعائیہ کلمات بہت پسند آئے اور وہ اپنے ساتھیوں کو یہ کلمات سکھانے لگے۔[1]

حضرت ثمامہ بن حزنؒ کہتے ہیں میں نے ایک بڑے میاں کو بلند آواز سے یہ کہتے ہوئے سنا اللھم انی اعوذ بک من الشر لا یخلطہ شیئی ''اے اللہ! میں اس شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس کے ساتھ کچھ بھی خیر ملا ہوا نہ ہو یعنی خالص شر ہو'' میں نے پوچھا یہ بڑے میاں کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا حضرت ابو الدرداءؓ ہیں۔[2]

حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے تھے اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تو میرے بھائی عبداللہ بن رواحہ کے سامنے میرا ایسا کوئی عمل پیش کرے جس سے وہ شرمندہ ہوں (حضرت ابن رواحہ ان کے جاہلیت میں بھائی تھے اور ان کی دعوت پر مسلمان ہوئے تھے)۔[3]

حضرت نافعؒ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ صفا پر یہ دعا کیا کرتے تھے اللھم اعصمنی بدینک وطواعیتک وطواعیۃ رسولک اللھم جنبنی حدودک اللھم اجعلنی ممن یحبک ویحب ملائکتک ویحب رسلک ویحب عبادک الصالحین اللھم جنبنی الیک والی ملائکتک والی رسلک والی عبادک الصالحین اللھم یسر نی للیسری وجنبنی العسری واغفرلی فی الاخرۃ والا ولی واجعلنی من ائمۃ المتقین اللھم انک قلت ادعونی استجب لکم وانک لا تخلف المیعاد اللھم اذھدیتنی للاسلام فلا تنزعنی منہ ولا تنزعہ منی حتی تقبضنی وانا علیہ ''اے اللہ! اپنے دین کے ذریعہ سے اور اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کے ذریعہ سے میری حفاظت فرما اے اللہ! مجھے اپنے حرام کردہ کاموں سے بچا۔ اے اللہ! مجھ کو ان لوگوں میں سے بنادے جو تجھ سے تیرے فرشتوں سے تیرے رسولوں سے اور تیرے نیک بندوں سے محبت کرتے ہیں۔ اے اللہ! مجھے اپنا اور اپنے فرشتوں کا اپنے رسولوں کا اور اپنے نیک بندوں کا محبوب بنادے۔ اے اللہ! مجھے نیکی کی توفیق عطا فرما اور برائی سے محفوظ فرما اور دنیا و آخرت میں میری مغفرت فرما اور مجھے متقیوں کا امام بنا۔ اے اللہ! تو نے (قرآن میں) فرمایا ہے مجھے پکارو میں

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحیلۃ (ج ۱ ص ۲۲۴) [2] اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۹۹)
[3] اخرجہ الحاکم کذافی الکنز (ج ۱ ص ۳۰۶)

تمہاری درخواست قبول کروں گا اور تو وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ اے اللہ! جب تو نے مجھے اسلام کی ہدایت دے دی ہے تو مجھے اسلام سے نہ نکال اور نہ اسے مجھ سے چھین بلکہ جب تو میری روح قبض کرے تو میں اسلام پر ہوں۔'' حضرت ابن عمرؓ صفا، مروہ پر اور عرفات ومزدلفہ میں اور منی کے دو جمروں کے درمیان اور طواف میں اپنی لمبی دعا کے ساتھ یہ دعا بھی مانگتے تھے۔[1]

حضرت عبداللہ بن سبرہؒ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ صبح کے وقت یہ دعا پڑھتے اللھم اجعلنی من اعظم عبادک عندک نصیبا فی کل خیر تقسمه الغداة ونورا تھدی به ورحمة تنشر ھا ورزقا تبسطه وضر ا تکشفه وبلاء ترفعه وفتنة تصرفھا ''اے اللہ! مجھے اپنے ان بندوں میں سے بنا کہ آج صبح تو جتنی خیریں تقسیم کرے گا ان کا ان خیروں میں تیرے نزدیک سب سے زیادہ حصہ ہو اور جس نور سے تو ہدایت دیتا ہے اور جس رحمت کو تو پھیلاتا ہے اور جس رزق کو تو وسعت دیتا ہے اور جس تکلیف کو تو دور کرتا ہے اور جس آزمائش کو تو ہٹاتا ہے اور جس فتنے کو تو پھیر دیتا ہے سب چیزیں انہیں سب سے زیادہ حاصل ہوں۔''[2]

حضرت سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے اللھم انی اسئلک بنور وجھک الذی اشرقت له السموات والارض ان تجعلنی فی حرزک وحفظک وجوارک وتحت کنفک ''اے اللہ! میں تیری ذات کے اس نور کے واسطہ سے جس کی وجہ سے سارے آسمان اور زمین روشن ہو گئے تجھ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے اپنے حفظ وامان میں اپنی پناہ میں اپنے سایہ کے نیچے لے لے۔''[3]

حضرت سعیدؒ کہتے ہیں حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے اللھم قنعنی وبارک لی فیه واخلف علی کل غائبة بخیر ''اے اللہ! تو نے مجھے جو کچھ دیا ہے اس پر مجھے قناعت نصیب فرما اور اس میں برکت نصیب فرما اور میری جتنی چیزیں اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں بلکہ غائب ہیں ان سب چیزوں میں تو خیر کے ساتھ میرا خلیفہ بن جا انہیں اچھی طرح سنبھال لے۔''[4] حضرت طاؤسؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباسؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا اللھم تقبل شفاعة محمد الکبری وارفع درجته العلیا واعطه سوله فی الآخرة والاولی کما اتیت ابراھیم وموسی علیھما السلام ''اے اللہ! محمد (ﷺ) کی شفاعت کبری قبول فرما اور ان کے بلند درجے کو اور اونچا فرما اور انہوں نے آپ سے جو کچھ مانگا ہے وہ سب کچھ انہیں دنیا اور آخرت میں عطا فرما جیسے تو نے

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۰۸)

۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۰۴) اخرجه الطبرانی عنه بنحوه قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۱۸۴) ورجاله رجال الصحیح ۳۔ اخرجه البزار قال الھیثمی ورجاله رجال الصحیح ۴۔ اخرجه البخاری فی الادب المفرد (ص ۱۰۱)

حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمایا۔''[1]

حضرت ام الدرداءؓ فرماتی ہیں حضرت فضالہ بن عبیدؓ یہ دعا کیا کرتے اللھم انی اسئلک الرضا بالقضاء والقدر وبرد العیش بعد الموت ولذۃ النظر الی وجھک والشوق الی لقاء ک فی غیر ضراء مضرۃ ولا فتنۃ مضلۃ ''اے اللہ! میں تجھ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ میں تیری ہر تقدیر اور فیصلے پر راضی رہا کروں اور موت کے بعد مجھے عمدہ زندگی نصیب ہو اور تیرے دیدار کی لذت حاصل ہو اور مجھے تیری ملاقات کا شوق نصیب ہو اور تکلیف دہ مصیبت اور گمراہ کن فتنہ سے میری حفاظت ہو''۔ حضرت فضالہؓ کہتے تھے حضور ﷺ یہ تمام دعائیں مانگا کرتے تھے۔[2]

حضرت مقبریؒ کہتے ہیں مروان حضرت ابو ہریرہؓ کے مرض الوفات میں ان کے پاس گیا اور اس نے کہا اے ابو ہریرہ! اللہ آپ کو شفاء عطا فرمائے۔ انہوں نے فرمایا اللھم انی احب لقاء ک فاحب لقائی ''اے اللہ! میں تیری ملاقات کو محبوب رکھتا ہوں تو میرے سے ملاقات کو محبوب بنالے'' چنانچہ وہاں سے چل کر مروان ابھی اصحاب القطا مقام تک نہیں پہنچا تھا کہ پیچھے حضرت ابو ہریرہؓ کا انتقال ہو گیا۔[3]

حضرت عبداللہ بن ہشامؒ کہتے ہیں حضور ﷺ کے صحابہؓ سال یا مہینہ کے شروع ہونے پر یہ دعا پڑھا کرتے تھے اللھم ادخلہ علینا بالامن والایمان والسلامۃ والا سلام ورضوان من الرحمن وجوار من الشیطن ''اے اللہ! اس سال اور مہینے کو امن، ایمان، سلامتی، اسلام، رحمان کی رضا اور شیطان سے پناہ کے ساتھ ہم پر داخل فرما''۔[4]

حضرت ابو امامہ بن سہلؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا صحابہؓ جب کسی بستی کے پاس پہنچتے یا اس میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے اللھم اجعل لنا فیھا رزقا ''اے اللہ! اس بستی میں ہمارے لیئے رزق مقدر فرما'' وہ یہ دعا کس ڈر سے پڑھا کرتے تھے؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا بستی کے والی کے ظلم کا اور بارش نہ ہونے کا ڈر ہوتا تھا۔[5]

حضرت ثابتؒ کہتے ہیں حضرت انسؓ جب اپنے بھائی کے لیئے دعا کرتے تو یہ کہتے اللہ اس پر ان نیک لوگوں والی رحمتیں نازل فرمائے جو ظالم اور بدکار نہیں جو رات بھر عبادت کرتے ہیں اور

---

[1] اخرجه اسمعیل القاضی قال ابن کثیر فی تفسیره (ج۳ ص ۵۱۳) اسناده جید قوی صحیح. انتهی [2] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج۱۰ ص ۱۷۷) رواه الطبرانی فی الا وسط والکبیر ورجالهما ثقات . انتهی. [3] اخرجه ابن سعد (ج۴ ص ۳۳۹)
[4] اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج۱۰ ص ۱۳۹) واسناده حسن وفی هامشه عن ابن حجر فیه رشدین بن سعد وهو ضعیف [5] اخرجه البزار قال الهیثمی (ج۱۰ ص ۱۳۵) رجاله رجال الصحیح غیر قیس بن سالم وهو ثقة. انتهی

دن کو روزہ رکھتے ہیں۔[1]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جب بادل گرجنے کی آواز سنتے تو بات کرنا چھوڑ دیتے اور یہ پڑھتے سبحان الذی یسبح الرعد بحمدہ والملائکۃ من خیفتہ ''وہ ذات پاک ہے جس کے خوف سے رعد فرشتہ اور دوسرے فرشتے اس کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرتے ہیں'' پھر فرماتے یہ زمین والوں کے لیئے اللہ کی طرف سے دھمکی ہے۔[2]

صحابہ کرامؓ کی ایک دوسرے کے لیئے دعائیں

حضرت محمد، حضرت طلحہ، حضرت مہلب، حضرت عمرو اور حضرت سعیدؒ کہتے ہیں حضرت سماک بن مخرمہ، حضرت سماک بن عبید اور حضرت سماک بن خرشہ حضرت عمرؓ کے پاس وفد بن کر آئے حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ آپ لوگوں میں برکت عطا فرمائے اے اللہ! ان کے ذریعہ سے اسلام کو بلند فرما اور ان کے ذریعہ سے اسلام کو مضبوط فرما۔[3]

حضرت عبدالرحمٰن بن کعب بن مالکؒ کہتے ہیں جب میرے والد (حضرت کعب بن مالکؓ) کی بینائی چلی گئی تو میں ان کا رہبر ہوا کرتا تھا۔ جب میں ان کے ساتھ جمعہ کے لیئے جاتا اور وہ اذان سنتے تو حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہؓ کے لیئے استغفار کرتے اور ان کے لیئے دعا کرتے میں نے ان سے پوچھا اے ابا جان! کیا بات ہے آپ جب اذان سنتے ہیں تو ابوامامہؓ کے لیئے استغفار کرتے ہیں اور ان کے لیئے دعائے خیر اور دعائے رحمت کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا اے میرے بیٹے! انہوں نے حضورﷺ کے آنے سے پہلے ہمیں سب سے پہلے جمعہ پڑھایا تھا اور یہ جمعہ انہوں نے بقیع الخضمات بستی میں بنو بیاضہ قبیلہ کے پتھریلے میدان کے اس حصہ میں پڑھایا تھا جہاں نبیت قبیلہ کو شکست ہوئی تھی میں نے پوچھا اس دن آپ لوگ کتنے تھے؟ فرمایا ہم چالیس آدمی تھے۔[4]

بنو بکر بن وائل کے ایک صاحب کہتے ہیں میں سجستان میں حضرت بریدہ اسلمیؓ کے ساتھ تھا۔ میں حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت طلحہ اور حضرت زبیرؓ کے بارے میں ان کی رائے معلوم کرنے کے لیئے ان سب حضرات کے کچھ عیب بیان کرنے لگا۔ اس پر حضرت بریدہؓ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی اے اللہ! عثمان کی مغفرت فرما اور علی بن ابی طالب کی

۱۔ اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۹۳)

۲۔ اخرجہ البخاری فی الادب المفرد (ص ۱۰۶) واخرجہ مالک ایضا عن ابن الزبیر مثلہ کما فی المشکوۃ الا انہ لم یذکر من قولہ ثم یقول الی آخرہ

۳۔ اخرجہ ابن عساکر عن سیف بن عمر کذافی المنتخب (ج۵ص ۱۳۱)

۴۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ والطبرانی وابو نعیم فی المعرفۃ کذافی المنتخب (ج۵ص ۱۳۶)

مغفرت فرما اور طلحہ بن عبید اللہ کی مغفرت فرما اور زبیر بن عوام کی مغفرت فرما۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا تمہارا باپ نہ رہے کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا اللہ کی قسم! میں آپ کو قتل کرنا نہیں چاہتا بلکہ ان حضرات کے بارے میں آپ کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا ان لوگوں نے اللہ کے کرم سے شروع اسلام میں بڑے کارنامے سرانجام دیئے ہیں (اور ان سے کچھ لغزشیں اختلاف وغیرہ بھی ہوئے ہیں) اب اللہ کی مرضی ہے چاہے تو ان کے کارناموں کی وجہ سے ان کی چھوٹی موٹی لغزشیں معاف فرمادے اور چاہے تو انہیں عذاب دے۔ ان کا حساب تو اللہ کے ذمہ ہے (ہمارے ذمہ نہیں ہے) [1]

نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کس طرح جمعوں میں، جماعتوں میں، حج اور غزوات میں اور تمام حالات میں بیان کیا کرتے تھے اور لوگوں کو اللہ کا حکم ماننے کی ترغیب دیا کرتے تھے چاہے اللہ کے حکم مشاہدہ اور تجربہ کے خلاف کیوں نہ ہوں اور کس طرح لوگوں کے دلوں میں دنیا اور اس کی فانی لذتوں کی بے رغبتی اور آخرت اور اس کی ہمیشہ رہنے والی لذتوں کا شوق پیدا کیا کرتے تھے اور گویا کہ وہ پوری امت مسلمہ کو مالدار اور غریب کو خواص اور عوام کو اس بات پر کھڑا کرتے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جو احکام ان کی طرف متوجہ ہیں وہ اپنی جان لگا کر اپنا مال خرچ کر کے ان احکام کو پورا کریں اور وہ امت مسلمہ کو فانی مال اور ختم ہو جانے والے سامان پر کھڑا نہیں کرتے تھے

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۲۴۳)

حضرت محمد ﷺ کا پہلا بیان

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مدینہ میں سب سے پہلا بیان فرمایا اس کی صورت یہ ہوئی کہ آپؐ نے کھڑے ہوکر پہلے اللہ کی شان کے مطابق حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا اما بعد اے لوگو! اپنے لیئے (آخرت میں کام آنے کے لیئے نیک اعمال کا ذخیرہ) آگے بھیجو تم اچھی طرح جان لو تم میں سے ہر آدمی نے ضرور مرنا ہے اور اپنی بکریاں بغیر چرواہے کے چھوڑ کر چلے جانا ہے پھر اس کے اور اس کے رب کے درمیان نہ کوئی ترجمان ہوگا اور نہ کوئی دربان۔ اور اس کا رب اس سے پوچھے گا کیا میرے رسول نے تیرے پاس آکر میرا دین نہیں پہنچایا تھا؟ کیا میں نے تجھے مال نہیں دیا تھا؟ اور تجھ پر فضل واحسان نہیں کیا تھا؟ اب بتا تو نے اپنے لئے یہاں آگے کیا بھیجا ہے؟ چنانچہ وہ دائیں بائیں دیکھے گا تو اسے کوئی چیز نظر نہ آئے گی پھر وہ اپنے سامنے دیکھے گا تو اسے جہنم کے سوا اور کچھ نظر نہ آئے گا، لہٰذا تم میں سے جو اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی بچا سکتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ یہ ٹکڑا دے کر ہی خود کو بچالے اور جسے اور کچھ نہ ملے تو وہ اچھی بات بول کر ہی خود کو بچالے کیونکہ آخرت میں نیکی کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ملے گا۔ والسلام علی رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضورؐ نے ایک مرتبہ پھر بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا بات یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں میں اس کی تعریف کرتا ہوں وراس سے مدد طلب کرتا ہوں ہم اپنے نفس کے اور برے اعمال کے شرور سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ سب سے اچھا کلام اللہ کی کتاب ہے وہ آدمی کامیاب ہو گیا جس کے دل کو اللہ نے قرآن سے مزین کیا اور اسے کفر کے بعد اسلام میں داخل کیا اور اس آدمی نے باقی تمام لوگوں کے کلام کو چھوڑ کر اللہ کی کتاب کو اختیار کیا یہ اللہ کی کتاب سب سے عمدہ اور سب سے زیادہ بلیغ کلام ہے جو اللہ سے محبت کرے تم اس سے محبت کرو اور تم اللہ سے محبت اس طرح کرو کہ سارے دل میں رچ جائے اور اللہ کے کلام اور اس کے ذکر سے مت اکتاؤ اور قرآن سے اعراض نہ کرو ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ (اعمال میں سے) جو کچھ پیدا کرتے ہیں اس میں سے بعض (اعمال) کو چن لیتے ہیں پسند کر لیتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کا نام پسندیدہ عمل، پسندیدہ عبادت، نیک کلام اور لوگوں کو حلال وحرام والا جو دین دیا گیا ہے اس میں سے نیک عمل رکھا ہے، لہٰذا تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور اس سے ایسے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم لوگ اپنے منہ سے جو نیک اور بھلی باتیں بولتے ہو

ان میں تم اللہ سے سچ کہو اور اللہ کی رحمت کی وجہ سے تم ایک دوسرے سے محبت کرو اللہ تعالیٰ اس بات سے ناراض ہوتے ہیں کہ ان سے جو عہد کیا جائے اسے توڑا جائے والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ [1]

حضور علیہ السلام کا خطبہ جمعہ

حضرت سعید بن عبدالرحمٰن جمحی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضور ﷺ نے مدینہ میں بنو سالم بن عوف کے محلّہ میں جو سب سے پہلا جمعہ پڑھایا تھا اس میں یہ خطبہ دیا تھا تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں میں اس کی تعریف کرتا ہوں اس سے مدد مانگتا ہوں اس سے مغفرت چاہتا ہوں اور اس سے ہدایت طلب کرتا ہوں اور اس پر ایمان لاتا ہوں اور اس کا انکار نہیں کرتا بلکہ جو اس کا انکار کرتا ہے اس سے دشمنی رکھتا ہوں۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور (حضرت) محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں انہیں اللہ نے ہدایت، نور اور نصیحت دے کر وقت بھیجا جبکہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ رکا ہوا تھا اور علم بہت کم ہو گیا تھا اور لوگ گمراہ ہو چکے تھے اور زمانے میں خیر و برکت نہیں رہی تھی اور قیامت قریب آ چکی تھی اور کا مقررہ وقت پورا ہونے والا تھا اب جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ ہدایت والا ہوگا اور جو ان دونوں کی نافرمانی کرے گا وہ بھٹکا ہوا اور کوتاہی کا مرتکب ہوگا اور بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑے گا۔ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو جن باتوں کی تاکید کرتا ہے ان میں سب سے بہتر بات یہ ہے کہ اسے آخرت کی ترغیب دے اور اللہ سے ڈرنے کا حکم دے، لہٰذا تم ان تمام کاموں سے بچو جن کے بارے میں تمہیں اللہ نے اپنی ذات سے ڈرایا ہے اس سے بہتر کوئی نصیحت نہیں اس سے بہتر کوئی یاد دہانی نہیں۔ اپنے رب سے ڈر کر تقویٰ پر عمل کرنا ان تمام چیزوں کے حاصل ہونے کے لئے سچا مددگار ہے جنہیں تم آخرت میں چاہتے ہو اور جو شخص اللہ کی رضا کی نیت سے لوگوں کے سامنے بھی اور ان سے چھپ کر بھی اپنے اور اپنے رب کے درمیان کے معاملے کو ٹھیک کر لے گا تو یہ اس کے لئے دنیا میں ذکر خیر کا ذریعہ ہوگا اور موت کے بعد ذخیرہ آخرت ہوگا جب کہ آدمی کو آگے بھیجے ہوئے اپنے اعمال کی بہت زیادہ ضرورت ہوگی اور جو اپنے اور اپنے رب کے درمیان کے معاملے کو ٹھیک نہیں کرے گا وہ تمنا کرے گا کاش میرے ا ر میرے آگے بھیجے ہوئے برے اعمال میں بہت زیادہ

---

[1] اخرجه البيهقي و هذه الطريق مرسلة كذافي البداية (ج ۳ ص ۲۱۴) وقد اخرج ابن عساكر عن انس رضي الله عنه اول خطبة خطبها رسول الله صلى الله عليه وسلم بالفاظ اخرى مختصرا كما تقدم

مسافت ہوتی اور اللہ تمہیں اپنی ذات (کے غصہ اور سزا) سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر بہت مہربان ہے۔ اللہ اپنی ہر بات کو سچ کر دکھاتے ہیں اور اپنے وعدے کو پورا کرتے ہیں ان کے وعدے کے خلاف نہیں ہوسکتا کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ (سورت ق آیت ۲۹) ''میرے ہاں (وہ) بات (وعید مذکور کی) نہیں بدلی جاوے گی اور میں (اس تجویز میں) بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں'' لہٰذا دنیا و آخرت کے تمام معاملات میں خفیہ اور اعلانیہ طور سے اللہ سے ڈرو کیونکہ جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کی تمام برائیوں کو مٹا دے گا اور اسے اجر عظیم عطا فرمائے گا اور جو اللہ سے ڈرے گا اسے بہت بڑی کامیابی ملے گی اور اللہ کا ڈر ہی اس کے غصہ، اس کی سزا اور ناراضگی سے بچاتا ہے اور اللہ کے ڈر سے ہی چہرے (قیامت کے دن) سفید ہوں گے اور رب عظیم راضی ہوں گے اور درجے بلند ہوں گے لہٰذا تم تقویٰ میں سے پورا حصہ لو اور اللہ کی جناب میں کوتاہی نہ کرو اللہ نے تمہیں اپنی کتاب کا علم عطا فرمایا ہے اور اپنا راستہ تمہارے لئے واضح کیا تا کہ اللہ کو سچوں اور جھوٹوں کا پتہ چل جائے اور لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو جیسے اس نے تمہارے ساتھ کیا ہے اور اللہ کے دشمنوں سے دشمنی رکھو اور اللہ کے دین کے لئے خوب محنت کرو جیسے کہ محنت کرنے کا حق ہے، اسی نے تمہیں چنا ہے اور اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے تا کہ جسے گمراہ ہو کر برباد ہونا ہے وہ دلیل اور نشانی دیکھ کر پھر برباد ہو اور جسے ہدایت پا کر حقیقی زندگی حاصل کرنی ہے وہ دلیل اور نشانی دیکھ کر حاصل کرے اور نیکیاں کرنے کی طاقت صرف اللہ سے ہی ملتی ہے۔ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو اور آج کے بعد والی زندگی یعنی آخرت کے لئے عمل کرو جو اپنے اور اللہ کے تعلق کو ٹھیک کرلے گا اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان کے معاملات کو خود ٹھیک کر دیں گے کیونکہ اللہ کا فیصلہ لوگوں پر چلتا ہے اور لوگوں کا فیصلہ اللہ پر نہیں چلتا۔ اللہ لوگوں کی ہر چیز کے مالک ہیں اور لوگ اللہ کے ہاں کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ اللہ سب سے بڑے ہیں اور اللہ عظیم سے ہی نیکی کرنے کی طاقت ملتی ہے۔[1]

غزوات میں حضور ﷺ کے بیانات

نبی کریم ﷺ کے صحابی حضرات جدار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضورؐ کے ساتھ ایک غزوے میں گئے۔ جب ہمارا دشمن سے سامنا ہوا تو آپؐ نے کھڑے ہو کر اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! تم سبز، زرد اور سرخ رنگ کی مختلف نعمتوں والے ہو گئے ہو اور تمہارے گھروں اور قیام گاہوں میں بہت قسم کی نعمتیں ہیں۔ جب تم دشمن سے لڑو تو قدم قدم آگے بڑھو کیونکہ جب بھی

---

[1] اخرجه ابن جرير (ج ۲ ص ۱۱۵) قال في البداية (ج ۳ ص ۲۱۳) هكذا اور دبا ابن جرير و في السند ارسال. انتهى و ذكره ايضا القرطبي في تفسيره (ج ۱۸ ص ۹۸) بنحوه مطولا بلا اسناد

کوئی آدمی اللہ کے راستے میں دشمن پر حملہ کرتا ہے تو وہ حوریں اس کی طرف جھپٹتی ہیں اور جب وہ شہید ہوتا ہے تو خون کے پہلے قطرے کے زمین پر گرتے ہی اللہ تعالیٰ اس کے ہر گناہ کو معاف کردیتے ہیں اور یہ دونوں حوریں اس کے منہ سے غبار کو صاف کرتی ہیں اور کہتی ہیں تمہارا وقت آگیا ہے وہ ان سے کہتا ہے تم دونوں کا وقت بھی آگیا ہے۔[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ غزوۂ تبوک کے سفر میں حجر مقام میں ٹھہرے وہاں آپؐ نے کھڑے ہو کر لوگوں میں بیان فرمایا اور فرمایا اے لوگو! تم اپنے نبی سے معجزوں کا مطالبہ نہ کرو یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کی جگہ ہے۔ انھوں نے اپنے نبی سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کے لئے (معجزے کے طور پر) ایک اونٹنی بھیجیں۔ حضرت صالحؑ نے ان کا یہ مطالبہ پورا کردیا، چنانچہ وہ اونٹنی اس وسیع اور کشادہ راستہ سے پانی پینے آتی تھی اور اپنی باری کے دن وہ ان کا سارا پانی پی جاتی تھی اور جتنا دودھ پانی کے ناغہ والے دن دیتی تھی اتنا ہی پانی کی باری والے دن بھی دیتی تھی۔ پھر اسی وسیع راستے سے واپس چلی جاتی تھی۔ پھر انھوں نے اس کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں۔ اللہ نے انہیں تین دن کی مہلت دی اور اللہ کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوتا۔ پھر ان پر (ایک فرشتے کی) چیخ آئی اور اس قوم کے جتنے آدمی آسمان اور زمین کے درمیان تھے ان سب کو اللہ نے اس چیخ سے ہلاک کردیا صرف ایک آدمی بچا جو اس وقت اللہ کے حرم میں تھا۔ وہ اللہ کے حرم کی وجہ سے اللہ کے عذاب سے بچ گیا۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کون تھا؟ آپؐ نے فرمایا ابورغال۔[2]

حضرت حسن بن علیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ غزوۂ تبوک کے دن منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! میں تمہیں اسی بات کا حکم دیتا ہوں جس کا اللہ تمہیں حکم دیتے ہیں اور اسی چیز سے تمہیں روکتا ہوں جس سے اللہ تمہیں روکتے ہیں، لہٰذا روزی کی تلاش میں درمیانہ راستہ اختیار کرو اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں ابوالقاسم کی جان ہے! تم میں سے ہر آدمی کو اس کی روزی ایسے ڈھونڈتی ہے جیسے اسے اس کی موت ڈھونڈتی ہے۔ اگر تمہیں روزی میں کچھ مشکل پیش آئے تو اللہ کی اطاعت والے اعمال (تلاوت دعا ذکر توبہ استغفار وغیرہ) کے ذریعہ آسانی طلب کرو۔[3]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ نے مکہ فتح کرلیا تو آپؐ نے فرمایا اب تم ہر ایک سے اپنے ہتھیار روک لو اور کسی پر ہتھیار نہ چلاؤ، البتہ قبیلہ خزاعہ والے قبیلہ بنو بکر پر ہتھیار

۱۔ اخرجه الطبرانی والبزار قال الهيثمی (ج ۵ ص ۲۷۵) وفيه العباس بن الفضل الانصاری و هو ضعيف ۲۔ اخرجه الطبرانی قال الهيثمی (ج ۷ ص ۳۸) رواه الطبرانی فی الاوسط والبزار و احمد بنحوه و رجال احمد رجال الصحيح. انتهى

۳۔ اخرجه الطبرانی فی الكبير كذافی الترغيب (ج ۳ ص ۱۹۶)

اٹھا سکتے ہیں، چنانچہ آپؐ نے بنوخزاعہ کو ہتھیار اٹھانے کی اجازت دے دی لیکن جب عصر کی نماز پڑھ لی تو قبیلہ خزاعہ سے فرمایا اب تم بھی ہتھیار روک لو۔ اگلے دن مزدلفہ میں خزاعہ کے ایک آدمی کو بنوبکر کا ایک آدمی ملا۔ اس نے بنوبکر کا وہ آدمی قتل کر دیا۔ حضورؐ کو جب خبر ملی تو آپؐ بیان کے لیئے کھڑے ہوئے۔ راوی کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضورؐ اپنی کمر سے بیت اللہ کے ساتھ سہارا لگائے کھڑے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا لوگوں میں سے اللہ کا سب سے زیادہ دشمن وہ ہے جو حرم میں کسی کو قتل کرے یا اپنے قاتل کے علاوہ کسی اور کو قتل کرے یا زمانہ جاہلیت کے قتل کے بدلے میں قتل کرے۔ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا بیشک فلاں آدمی میرا بیٹا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کسی کو اپنا بیٹا بنالینا اسلام میں (جائز) نہیں ہے۔ جاہلیت کی تمام باتیں اب ختم ہو چکی ہیں۔ اولاد عورت کے خاوند کی ہوگی (اگر وہ عورت باندی ہے تو اس کی اولاد باندی کے آقا کی ہوگی) اور زنا کرنے والے مرد کے لیئے اثلب ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا اثلب کیا چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا پتھر (یعنی زنا کار کو پتھر مار مار کر مار دیا جائے گا) اور فرمایا فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہئے اور ایسے ہی [illegible] کے بعد سورج ڈوبنے تک کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ کسی عورت کی خالہ یا پھوپھی نکاح میں ہو تو اب اس عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔[1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فتح مکہ کے دن بیت اللہ کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے ہی تمام لشکروں کو شکست دی۔ غور سے سنو! خطاء مقتول وہ ہوگا جو کوڑے یا لاٹھی سے قتل ہوا ہو اس کا خون بہا سو اونٹ ہیں جن میں چالیس گابھن اونٹنیاں بھی ہوں۔ توجہ سے سنو! جاہلیت کی ہر فخر کی چیز اور جاہلیت کے زمانہ کا ہر خون میرے ان دو قدموں کے نیچے رکھا ہوا ہے، البتہ بیت اللہ کی خدمت اور حاجیوں کو پانی پلانے کا کام جاہلیت میں جن کے پاس تھا میں نے اب بھی انہیں کے پاس باقی رہنے دیا ہے۔[2] حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فتح مکہ کے دن اپنی قصواء اونٹنی پر بیت اللہ کا طواف کیا۔ آپؐ کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی جس کا سرا مڑا ہوا تھا۔ آپؐ اس سے بیت اللہ کے کونوں کا بوسہ لے رہے تھے۔ مسجد حرام میں اونٹنی کے لیئے بیٹھنے کی جگہ آپؐ کو نہ ملی، اس لیئے آپؐ اونٹنی سے اترے تو لوگوں نے آپؐ کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا پھر آپؐ اونٹنی کو پانی بہنے کی جگہ کے درمیان لے گئے اور اسے وہاں بٹھا دیا پھر اپنی سواری پر سوار ہو کر لوگوں میں بیان فرمایا۔ پہلے اللہ کی شان کے مطابق حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! جاہلیت کے زمانے میں لوگ کبر و نخوت میں مبتلا تھے اور اپنے آباء

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۶ ص ۱۷۸) رجاله ثقات وفي الصحيح منه النهي عن الصلاة بعد الصبح وفي السنن بعضه انتهى

[2] اخرجه ابن ماجه

واجداد کے کارناموں کی بنا پر خود کو بڑا سمجھتے تھے۔ اب اللہ نے یہ تمام باتیں ختم کر دی ہیں۔ لوگ دو طرح کے ہیں ایک نیک متقی اور پرہیز گار جو کہ اللہ کے ہاں عزت و شرافت والے ہوتے ہیں دوسرے بدکار بد بخت جن کی اللہ کے ہاں کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَآ اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ''(سورت حجرات آیت ۱۳) ترجمہ ''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو اللہ خوب جاننے والا پورا خبر دار ہے'' اس کے بعد آپؐ نے فرمایا میں اپنی یہ بات کہتا ہوں اور میں اپنے لیئے اور تمہارے لیئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔[1]

رمضان کی آمد پر حضور ﷺ کے بیانات

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے شعبان کی آخری تاریخ میں ہم لوگوں میں بیان فرمایا کہ اے لوگو! تمہارے اوپر ایک مہینہ آ رہا ہے جو بہت بڑا اور مبارک مہینہ ہے۔ اس میں ایک رات (شب قدر) ہے جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے کو فرض فرمایا اور اس کے رات کے قیام (یعنی تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض ادا کیا اور جو شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرے یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے۔ اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کے لیئے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہوگا اور روزہ دار کے ثواب کی مانند اس کو ثواب ہوگا مگر اس روزہ دار کے ثواب میں سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے تو آپؐ نے فرمایا کہ (پیٹ بھر کھلانے پر موقوف نہیں) یہ ثواب تو اللہ تعالیٰ ایک کھجور سے کوئی افطار کرا دے یا ایک گھونٹ پانی پلا دے یا ایک گھونٹ لسی پلا دے اس پر بھی مرحمت فرما دیتے ہیں یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول حصہ اللہ کی رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آگ سے آزادی ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام (و خادم) کے بوجھ کو ہلکا کر دے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرماتے ہیں اور آگ سے آزادی عطا فرماتے ہیں۔ اور اس میں چار چیزوں کی کثرت رکھا کرو جن میں سے دو چیزوں سے تم اللہ کو

---

[1] اخرجه ابن ابی حاتم وهكذا رواه عبد بن حميد كما في التفسير لا بن كثير (ج ۴ ص ۲۱۸)

راضی کرلو گے اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے تمہیں چارہ کار نہیں۔ وہ دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو گے وہ کلمہ شہادت اور استغفار کی کثرت ہے اور دوسری چیزیں یہ ہیں کہ جنت کی طلب کرو اور آگ سے پناہ مانگو۔ جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے، اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) میرے حوض سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک اسے پیاس نہیں لگے گی۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں جب ماہ رمضان قریب آ گیا تو حضور ﷺ نے مغرب کے وقت مختصر بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا رمضان تمہارے سامنے آ گیا ہے اور تم اس کا استقبال کرنے والے ہو۔ غور سے سنو! رمضان کی پہلی رات میں ہی اہل قبلہ (مسلمانوں) میں سے ہر ایک کی مغفرت کردی جاتی ہیں۔[2]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوئی تو حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے دشمن جنات (شیاطین) سے خود ہی نمٹ لیا ہے (کیونکہ انہیں قید کر دیا ہے) اور تم سے دعا قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے اور فرمایا ہے ادعونی استجب لکم "مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا" توجہ سے سنو! اللہ تعالیٰ نے ہر سرکش شیطان پر سات فرشتے مقرر فرما دیئے ہیں اور وہ رمضان ختم ہونے تک چھوٹ نہیں سکتا۔ غور سے سنو! رمضان کی پہلی رات سے لے کر آخری رات تک آسمان کے تمام دروازے کھلے رہیں گے اور اس مہینہ میں ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ جب آخری عشرہ کی پہلی ہوتی تو حضورؐ لنگی کس لیتے اور عورتوں کے بیچ میں سے نکل جاتے اور اعتکاف فرماتے اور رات بھر عبادت فرماتے۔ کسی نے پوچھا لنگی کسنے کا مطلب کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا ان دنوں میں عورتوں سے جدا رہتے۔[3]

نماز جمعہ کی تاکید کے بارے میں حضور ﷺ کا بیان

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ہم میں بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! مرنے سے پہلے توبہ کرلو۔ مشغول ہونے سے پہلے اعمال صالحہ میں جلدی لگ جاؤ تمہارا اللہ سے جو تعلق ہے اس کو اللہ کے زیادہ ذکر کرنے سے اور چھپ کر اور برملا خوب صدقہ دینے سے جوڑے

۱۔ اخرجه ابن خزيمة قال المنذري في الترغيب (ج ۲ ص ۲۱۸) رواه ابن خزيمة في صحيحه ثم قال صح الخبر ورواه من طريق البيهقي ورواه ابو الشيخ ابن حبان في الثواب باختصار عنهما. انتهى واخرجه ايضا ابن النجار بطوله كما في الكنز (ج ۴ ص ۳۲۳)

۲۔ اخرجه ابن النجار كذافي الكنز (ج ۴ ص ۳۲۵)

۳۔ اخرجه الا صبهاني في الترغيب كذافي الكنز (ج ۴ ص ۳۲۳)

رکھو اس طرح تمہیں رزق دیا جائے گا اور تمہاری مدد کی جائے گی میرے اس مہینہ کے اس دن میں اس سال سے قیامت تک جمعہ کی نماز کو تم پر فرض کر دیا ہے، لہٰذا جس کا کوئی عادل یا ظالم امام ہو اور وہ میری زندگی میں یا میرے بعد جمعہ کو ہلکا سمجھ کر یا اس کا انکار کر کے اسے چھوڑ دے، اللہ اس کے بکھرے ہوئے کاموں کو جمع نہ فرمائے اور اس کے حالات ٹھیک نہ کرے اور اس کے کسی کام میں برکت نہ فرمائے اور غور سے سنو! اور جب تک وہ اپنے اس گناہ سے توبہ نہیں کرے گا اس کی نہ نماز قبول ہوگی نہ زکوٰۃ، نہ حج، نہ روزہ اور نہ کوئی اور نیکی۔ جو توبہ کرے گا اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا۔ توجہ سے سنو! کوئی عورت ہرگز کسی مرد کی امامت نہ کرے اور نہ کوئی بدوی کسی مہاجر کا امام بنے اور نہ کوئی فاجر بدکار کسی مومن کا امام بنے۔ ہاں اگر وہ فاجر طاقت سے اسے دبا کر مجبور کر دے اور اسے اس کی تلوار اور کوڑے کا ڈر ہو۔[1] حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں جمعہ کے دن حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا جو آدمی مدینہ سے ایک میل دور رہتا ہے اور جمعہ کا دن آجاتا ہے اور وہ جمعہ پڑھنے نہیں آتا اللہ اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔ پھر دوسری مرتبہ میں ارشاد فرمایا جو آدمی مدینہ سے دو میل دور رہتا ہے اور جمعہ کا دن آجاتا ہے اور وہ جمعہ پڑھنے نہیں آتا اللہ اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔ پھر تیسری مرتبہ میں ارشاد فرمایا جو آدمی مدینہ سے تین میل دور رہتا ہے اور جمعہ کا دن آجاتا ہے اور وہ جمعہ پڑھنے نہیں آتا اللہ اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔[2]

حج میں حضور ﷺ کے بیانات وخطبات

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حجۃ الوداع میں لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا شیطان اس بات سے تو ناامید ہو گیا ہے کہ تمہاری زمین میں اس کی عبادت کی جائے (یعنی بتوں کی پرستش ہونے لگے) لیکن وہ اس بات پر راضی ہے کہ کفر و شرک کے علاوہ دوسرے ایسے گناہوں میں اس کی مانی جائے جن کو تم لوگ چھوٹا سمجھتے ہو (چونکہ کافر تو کفر و شرک کے بڑے گناہ میں مبتلا ہیں اس لیے شیطان انہیں چھوٹے گناہوں میں لگانے پر زور نہیں لگاتا اور مسلمان چونکہ بڑے گناہ سے بچے ہوئے ہیں اس وجہ سے شیطان انہیں کفر و شرک سے کم درجہ کے گناہ قتل، جھوٹ، خیانت وغیرہ میں لگانے پر سارا زور لگاتا ہے) لہٰذا چوکنے ہو جاؤ اے لوگو! میں تمہارے پاس ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور کسی آدمی کے لیے اپنے مسلمان بھائی کے مال کو اس کی رضامندی کے بغیر لینا حلال نہیں اور ظلم نہ کرنا اور میرے بعد کافر نہ بن جانا (یا ناشکرے نہ بن جانا) کہ تم ایک دوسرے کی

۱؎ اخرجه ابن ماجة (ص ۷۷ ۱) قال المنذری فی الترغیب (ج ۲ ص ۳۱ ۱) ورواه الطبرانی فی الاوسط من حدیث ابی سعید الخدری اخصرّ منه

۲؎ رواه ابو یعلی باسنادین

گردن اڑانے لگ جاؤ۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ہم لوگوں میں مسجد خیف میں (جو کہ منیٰ میں ہے) بیان فرمایا اللہ کی شان کے مطابق حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا جو آخرت کی فکر کرتا ہے اور اسے مقصد بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بکھرے ہوئے کاموں کو جمع کر دے گا اور غنا کو اس کی آنکھوں کے سامنے کر دے گا اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آئے گی اور جو دنیا کو مقصد بنا کر اس کی فکر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے جمع شدہ کاموں کو بکھیر دے گا اور محتاجی کو اس کی آنکھوں کے سامنے کر دے گا اور دنیا تو اسے اتنی ہی ملے گی جو مقدر میں ہے۔[2]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے منیٰ کی مسجد خیف میں ہم لوگوں میں بیان فرمایا ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اس بندے کو تر وتازہ رکھے جس نے میری بات کو سنا اور کوشش کر کے وہ بات اپنے بھائی سے بیان کی۔ تین چیزیں ایسی ہیں جن میں کسی مسلمان کا دل کمی اور خیانت نہیں کرے گا ایک عمل کو خالص اللہ کے لیئے کرنا اور دوسرے حاکم اور امراء کی خیر خواہی کرنا تیسرے مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ چمٹے رہنا کیونکہ مسلمانوں کی دعا ان کو ہر طرف سے گھیر لیتی ہے (اور شیطان کے مکر وفریب سے ان کی حفاظت کرتی ہے)۔[3]

حضرت جابرؓ نے حضور ﷺ کے حج کے بارے میں ایک لمبی حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ ہے کہ حضورؐ منیٰ سے چلے اور مزدلفہ سے گزرتے ہوئے عرفات پہنچ گئے وہاں جا کر آپؐ نے دیکھا کہ آپؐ کا خیمہ وادی نمرہ میں لگا ہوا ہے۔ آپؐ اس میں ٹھہر گئے جب زوال کا وقت ہو گیا تو آپؐ نے حکم فرمایا تو قصواء اونٹنی پر کجاوہ رکھا گیا پھر آپؐ وادی کے درمیانی حصہ میں تشریف لے گئے اور لوگوں میں مشہور خطبہ بیان فرمایا جس میں آپؐ نے فرمایا تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر ایسے قابل احترام ہیں جیسے کہ تمہارا یہ دن تمہارا یہ مہینہ اور تمہارا یہ شہر قابل احترام ہے۔ غور سے سنو! جاہلیت کا ہر غلط کام اور طور طریقہ میرے ان دو قدموں کے نیچے رکھا ہوا ہے یعنی اسے ختم کر دیا گیا ہے۔ جاہلیت کے تمام خون بھی آج سے ختم ہیں اور میں اپنے خونوں میں سے سب سے پہلے ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون ختم کراتا ہوں جو کہ بنو سعد کے ہاں دودھ پی رہا تھا اور قبیلہ ہذیل نے اسے قتل کر دیا تھا۔ جاہلیت کے سود بھی ختم کر دیئے گئے ہیں اور میں اپنے سودوں میں سے سب

۱؎ اخرجه الحاكم (ج ۱ ص ۹۳) قال الحاكم (ج ۱ ص ۹۳) فقد احتج البخاري باحاديث عكرمة واحتج مسلم بابي اويس وسائر رواته متفق عليهم وهذا الحديث لخطبة النبي ﷺ متفق على اخراجه في الصحيح يا ايها الناس اني قد تركت فيكم مالن تضلوا بعده ان اعتصمتم به كتاب الله وانتم مسؤلون عني فما انتم قائلون وذكر الاعتصام بالسنة في هذه الخطبة غريب ويحتاج اليها انتهى ووافقه الذهبي ۲؎ اخرجه الطبراني وابو بكر الخفاف في معجمه وابن النجار كذافي الكنز (ج۸ ص ۲۰۳) ۳؎ اخرجه ابن النجار كذافي الكنز (ج۸ ص ۲۲۸)

سے پہلے حضرت عباس بن عبدالمطلب کا سود معاف کراتا ہوں اب یہ سارا معاف کر دیا ہے اور عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ تم نے اللہ کی امانت سے ان کو لیا ہے (تم ان کے مالک نہیں بلکہ امین ہو) اور اللہ کے مقرر کردہ طریقہ نکاح کے ذریعہ تمہارے لیئے وہ عورتیں حلال ہوئیں ہیں تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ جس کا آنا تمہیں پسند نہ ہو تو اسے وہ تمہارے گھر میں نہ آنے دیں اگر وہ ایسا کریں تو تم انہیں مارلو لیکن یہ مار سخت نہ ہو اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ دستور کے مطابق انہیں اور کپڑا دو اور میں تم میں سے ایک چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب۔ تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو کیا کہو گے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ نے (اللہ کا دین سارا) پہنچا دیا اور امت کی خیر خواہی کی اور خدا کی امانت پہنچا دی۔ پھر آپؐ نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور پھر لوگوں کی طرف نیچے جھکائی اور فرمایا اے اللہ! تو گواہ ہو جا، اے اللہ! تو گواہ ہو جا اور تین دفعہ ایسے فرمایا۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں نحر کے دن یعنی دس ذی الحجہ کو حضور ﷺ نے لوگوں میں بیان فرمایا ارشاد فرمایا اے لوگو! یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے کہا یہ قابل احترام دن ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے کہا یہ قابل احترام شہر ہے۔ آپؐ نے پوچھا یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے کہا یہ قابل احترام مہینہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایسے ہی قابل احترام ہیں جیسے کہ تمہارا یہ دن، تمہارا یہ شہر اور تمہارا یہ مہینہ قابل احترام ہے اور اس بات کو کئی مرتبہ فرمایا پھر سر اٹھا کر فرمایا اے اللہ! میں نے پہنچا دیا ہے۔ اے اللہ! میں نے پہنچا دیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس کے بعد حضورؐ نے اپنی امت کو زبردست وصیت فرمائی کہ حاضرین (میرا سارا دین تمام) غائب انسانوں تک پہنچائیں۔ میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردن اڑانے لگو۔[2]

حضرت جریرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا لوگوں کو چپ کراؤ پھر آپؐ نے فرمایا اب تو میں تمہارے حالات اچھے دیکھ رہا ہوں لیکن اس کے بعد میرے علم میں یہ بات نہ آئے کہ تم لوگ کافر بن کر ایک دوسرے کی گردن اڑانے لگے ہو۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضورؐ نے حجۃ الوداع میں فرمایا اے جریر! لوگوں کو چپ کراؤ پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[3]

حضرت ام الحصینؓ فرماتی ہیں میں نے حضور ﷺ کے ہمراہ حجۃ الوداع کیا۔ میں نے دیکھا

۱؎ اخرجه مسلم كذافي البداية (ج۵ ص ۱۴۸) واخرجه ايضا ابو دائود وابن ماجة كما في الكنز (ج۳ ص ۲۳)
۲؎ اخرجه البخاري كذافي البداية (ج۵ ص ۱۹۴) واخرجه ايضا احمد و ابن ابي شيبة عنه وابن ماجة عن ابن عمرؓ والطبراني عن عمارؓ واحمد و البغوي عن ابي غاويةؓ كما في الكنز (ج۳ ص ۲۵)
۳؎ اخرجه احمد كمافي البداية (ج۵ ص ۱۹۷)

کہ حضرت اسامہ اور حضرت بلالؓ میں سے ایک نے حضورؐ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ رکھی ہے اور دوسرا حضورؐ کو گرمی سے بچانے کے لیئے آپؐ پر اپنے کپڑے سے سایہ کیئے ہوئے ہے یہاں تک کہ حضورؐ نے جمرۃ العقبہ (بڑے شیطان) کو کنکریاں ماریں پھر حضورؐ نے بہت سی باتیں ارشاد فرمائیں پھر میں نے آپؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم پر ناک کان کٹا ہوا غلام امیر بنا دیا جائے جو کالا ہو لیکن وہ تمہیں اللہ کی کتاب کے مطابق لے کر چلے تو تم اس کی ہر بات سنو اور مانو۔[1]

حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں حجۃ الوداع کے سال میں نے حضور ﷺ کو خطبہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا اللہ تعالی نے ہر حق والے کو اس کا حق خود دے دیا ہے لہذا اب وارث کے لیئے وصیت نہیں ہو سکتی اور بچہ بستر کے مالک کا ہوگا اور زانی کو پتھر ملے گا اور سب کا حساب اللہ کے ہاں ہوگا اور جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے بیٹے ہونے کی نسبت کی یا جس غلام نے اپنے آقاؤں کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے غلام ہونے کی نسبت کی اس پر قیامت کے دن تک مسلسل اللہ کی لعنت ہوگی۔ کوئی عورت اپنے گھر سے خاوند کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! کھانا بھی نہیں دے سکتی۔ آپؐ نے فرمایا کھانا تو ہمارے گھر کی چیزوں میں سے سب سے افضل چیز ہے پھر آپؐ نے فرمایا عاریۃً مانگی ہوئی چیز واپس دینی ہوگی اور جو جانور دودھ پینے کے لیئے کسی کو دیا تھا وہ واپس کرنا ہوگا۔ قرض ادا کرنا ہوگا اور کفیل تاوان کا ذمہ دار ہوگا۔[2] ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوامامہؓ نے فرمایا کہ میں نے منی میں حضور ﷺ کا بیان سنا۔

حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ جدعاء نامی اونٹنی پر سوار تھے اور اس کی رکاب میں پاؤں رکھ کر آپؐ بلند ہو رہے تھے تاکہ لوگ آپؐ کی آواز سن لیں۔ میں نے سنا کہ آپؐ نے اونچی آواز میں فرمایا کیا تمہیں میری آواز سنائی نہیں دے رہی؟ تو مجمع میں سے ایک آدمی نے کہا آپؐ ہمیں کیا نصیحت فرمانا چاہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا اپنے رب کی عبادت کرو اور پانچ نمازیں پڑھو اور ایک ماہ کے روزے رکھو اور اپنے امیر کی اطاعت کرو اس طرح تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔[3]

حضرت عبدالرحمٰن بن معاذ تیمیؓ فرماتے ہیں ہم لوگ منی میں تھے وہاں ہم میں حضور ﷺ نے بیان فرمایا اللہ نے ہمارے سننے کی طاقت بہت بڑھا دی، یہاں تک کہ ہم میں سے جو لوگ اپنی قیام گاہوں میں تھے وہ بھی حضورؐ کا بیان سن رہے تھے۔ چنانچہ حضورؐ انہیں حج کے احکام سکھانے

۱۔ اخرجه مسلم كذافي البداية (ج۵ ص ۱۹۶) واخرجه النسائي ايضا بنحوه كما في الكنز (ج۳ ص ۶۲) وابن سعد (ج ۲ ص ۱۸۴) نحوه

۲۔ اخرجه احمد ورواه اهل السنن الا ربعة وقال الترمذي حسن

۳۔ عند احمد ايضا واخرجه الترمذي وقال حسن صحيح كذافي البداية (ج۵ ص ۱۹۸)

لگے۔ جب آپؐ جمرے کے پاس پہنچے تو آپؐ نے دونوں کانوں میں شہادت کی انگلیاں ڈال کر اونچی آواز سے فرمایا چھوٹی کنکریاں مارو۔ پھر آپؐ نے حکم دیا تو مہاجرین مسجد (خیف) کے سامنے اور انصار مسجد کے پیچھے ٹھہرے۔ پھر باقی عام لوگ اپنی اپنی جگہوں میں ٹھہرے۔[1] حضرت رافع بن عمرو مزنیؓ فرماتے ہیں جب سورج بلند ہو گیا تو میں نے حضورﷺ کو منیٰ میں خاکستری رنگ کے خچر پر لوگوں میں بیان کرتے ہوئے سنا اور حضرت علیؓ آپ کی بات لوگوں کو آگے پہنچا رہے تھے اور لوگ کچھ کھڑے تھے اور کچھ بیٹھے۔[2]

حضرت ابوحرہ رقاشیؒ اپنے چچا رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں ایام تشریق کے درمیانی دنوں میں حضورﷺ کی اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے تھا اور لوگوں کو آپؐ سے ہٹا رہا تھا تو آپؐ نے فرمایا اے لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا مہینہ ہے؟ کون سا دن ہے؟ اور کون سا شہر ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا دن بھی قابل احترام ہے اور مہینہ بھی قابل احترام ہے اور شہر بھی۔ آپؐ نے فرمایا بیشک تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تمہارے لیئے ایسے ہی قابل احترام ہیں جیسے یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر قابل احترام ہے اور یہ حکم اللہ سے ملاقات تک کے لیئے ہے یعنی زندگی بھر کے لیئے ہے پھر آپؐ نے فرمایا میری بات سنو تو زندہ رہو گے۔ خبردار ظلم نہ کرنا، خبردار ظلم نہ کرنا۔ خبردار ظلم نہ کرنا۔ کسی مسلمان کا مال اس کی رضا مندی کے بغیر لینا جائز نہیں ہے۔ غور سے سنو! زمانہ جاہلیت کا ہر خون، ہر مال اور ہر قابل فخر کام میرے اس قدم کے نیچے قیامت تک کے لیئے رکھا ہوا ہے یعنی ہمیشہ کے لیئے ختم کر دیا گیا ہے اور سب سے پہلے ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون ختم کیا جاتا ہے جو بنو سعد میں دودھ پی رہا تھا اور قبیلہ ہذیل نے اسے قتل کر دیا تھا۔ غور سے سنو! زمانہ جاہلیت کا ہر سود ختم کیا جائے۔ تمہیں تمہارا اصل سرمایہ مل جائے گا۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو گے اور نہ کوئی تم پر ظلم کرے گا۔ غور سے سنو! جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا اس دن والی حالت پر زمانہ گھوم کر پھر آ گیا ہے پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ (سورت توبہ آیت ۳۶) ''یقیناً شمار مہینوں کا (جو کہ کتاب الٰہی میں) اللہ کے نزدیک (معتبر ہیں) بارہ مہینے (قمری) ہیں جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کیئے تھے (اسی روز سے اور) ان میں چار خاص مہینے ادب کے ہیں یہی (امر مذکور) دین مستقیم ہے سو تم ان سب مہینوں کے بارے میں (دین کے خلاف کر کے) اپنا نقصان مت کرنا۔'' توجہ سے سنو! میرے بعد تم کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردن اڑانے لگو۔ غور

---

[1] اخرجه ابوداؤد واخرجه ابن سعد (ج ۲ ص ۱۸۵) واحمد والنسائي كذلك
[2] عند ابي داؤد ايضا كذافي البداية (ج ۵ ص ۱۰۸)

سے سنو! شیطان اس بات سے ناامید ہو گیا ہے کہ نمازی لوگ یعنی مسلمان اس کی عبادت کریں، البتہ وہ تمہیں آپس میں لڑانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ وہ عورتیں تمہارے پاس قیدی ہیں کیونکہ انہیں اپنی ذات کے بارے میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ ان کے بھی تمہارے اوپر حق ہیں اور تمہارے بھی ان کے اوپر حق ہیں ان میں سے ایک حق یہ ہے کہ وہ تمہارے علاوہ کسی کو تمہارے بستر پر آنے نہ دیں اور جس کا آنا تمہیں برا لگے اسے گھر میں آنے کی اجازت نہ دیں۔ اگر تمہیں ان کی نافرمانی کا ڈر ہو تو انہیں سمجھاؤ وعظ و نصیحت کرو اور بستروں پر انہیں تنہا چھوڑ دو اور انہیں اس طرح مارو کہ زیادہ تکلیف نہ ہو اور دستور کے مطابق کھانا کپڑا ان کا حق ہے اللہ کی امانت سے تم نے انہیں لیا ہے یعنی تم ان کے امین ہو مالک نہیں اور اللہ کے مقرر کردہ طریقہ سے یعنی نکاح کے ایجاب و قبول سے وہ تمہارے لیئے حلال ہوئی ہیں۔ غور سے سنو! جس کے پاس کوئی امانت ہے تو وہ اسے اس آدمی کو واپس کر دے جس نے اس کے پاس امانت رکھوائی تھی۔ پھر آپؐ نے ہاتھ پھیلا کر فرمایا غور سے سنو! میں نے (اللہ کا سارا دین) پہنچا دیا ہے۔ غور سے سنو! میں نے پہنچا دیا ہے۔ غور سے سنو! میں نے پہنچا دیا ہے اور حاضرین اب غیر حاضر لوگوں تک پہنچائیں کیونکہ بعض دفعہ جسے بات پہنچائی جاتی ہے وہ براہ راست سننے والے سے زیادہ نیک بخت ہوتا ہے۔ حضرت حمید کہتے ہیں حضرت حسن بصریؒ جب حدیث کے اس مضمون پر پہنچے تو فرمایا اللہ کی قسم! صحابہ کرامؓ نے دین ایسے لوگوں کو پہنچایا جو دین کی وجہ سے بہت زیادہ نیک بخت ہو گئے۔[1]

بزار میں حضرت ابن عمرؓ سے اسی کے ہم معنی حدیث منقول ہے۔ اس کے شروع میں یہ بھی ہے حجۃ الوداع کے سفر ایام تشریق کے درمیانی دنوں میں منیٰ میں حضورﷺ پر یہ سورت نازل ہوئی اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ (سورت نصر) ''(اے محمدﷺ جب خدا کی مدد اور (مکہ کی فتح (مع اپنے آثار کے) آ پہنچے'' اس سورت سے آپؐ سمجھ گئے کہ اب آپؐ کے دنیا سے جانے کا وقت آ گیا ہے، اس لیئے آپؐ کے فرمانے پر آپ کی قصواء اونٹنی پر کجاوہ رکھا گیا۔ آپؐ اس پر سوار ہو کر گھاٹی پر آ کر لوگوں کے لیئے کھڑے ہو گئے جس پر بے شمار مسلمان وہاں جمع ہو گئے۔ آپؐ نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا امابعد! اے لوگو! جاہلیت کا ہر خون ختم کر دیا ہے۔ اس حدیث میں آگے یہ بھی ہے اے لوگو! شیطان اس بات سے تو ناامید ہو گیا ہے کہ تمہارے علاقے میں آخری وقت تک اس کی عبادت کی جائے لیکن وہ تم سے اس بات پر راضی ہو جائے گا کہ تم چھوٹے موٹے گناہ کرو، اس لیئے تم شیطان سے چوکنے ہو کر رہو، اپنے دین پر پکے رہو اور چھوٹے موٹے گناہ کر کے اسے خوش نہ کرو اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ اے لوگو! میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے

---

[1] اخرجه احمد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب۔ لہٰذا تم اس پر عمل کرو اور اس روایت کے آخر میں یہ ہے کہ توجہ سے سنو! تمہارے حاضرین غائبین تک پہنچا دیں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں ہے۔ پھر آپؐ نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا اے اللہ! گواہ ہو جا۔[1]

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں ایام تشریق کے درمیانی دنوں میں حضور ﷺ نے ہم لوگوں میں الوداعی بیان فرمایا ارشاد فرمایا اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے یعنی حضرت آدم علیہ السلام۔ غور سے سنو! کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عرب پر کوئی فضیلت نہیں اور کسی سرخ انسان کو کالے پر اور کسی کالے کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں۔ ایک انسان کو دوسرے انسان پر صرف تقویٰ سے فضیلت ہو سکتی ہے۔ تم میں سے اللہ کے ہاں سب سے زیادہ شرافت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔ توجہ سے سنو! کیا میں نے (اللہ کا دین سارا) پہنچا دیا ہے؟ صحابہؓ نے کہا بالکل یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا اب حاضرین غائبین تک پہنچا دیں۔[2]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ عرفات میں اپنی کان کٹی ہوئی اونٹنی پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کیا تم لوگ جانتے ہو یہ کون سا دن ہے؟ یہ کون سا مہینہ ہے؟ یہ کون سا شہر ہے؟ صحابہؓ نے کہا یہ قابل احترام شہر اور قابل احترام مہینہ اور قابل احترام دن ہے۔ آپؐ نے فرمایا غور سے سنو! تمہارے مال اور تمہارے خون تمہارے لیئے اسی طرح قابل احترام ہیں جیسے تمہارا یہ مہینہ، تمہارا یہ شہر اور تمہارا یہ دن قابل احترام ہے۔ میں تمہاری ضرورتوں کے لیئے تم سے پہلے آگے جا رہا ہوں اور حوض (کوثر) پر تمہیں ملوں گا اور میں تمہاری تعداد کے زیادہ ہونے کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا لہٰذا (برے اعمال کر کے کل قیامت کے دن) میرا منہ کالا نہ کرنا۔ غور سے سنو! (کل قیامت کے دن) میں بہت سے لوگوں کو (شفاعت کر کے دوزخ سے) چھڑا لوں گا لیکن کچھ لوگوں کو مجھ سے چھڑا لیا جائے گا (فرشتے چھڑا کر دور لے جائیں گے) میں کہوں گا اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تمہیں معلوم نہیں انہوں نے تمہارے بعد کیا کرتوت کیئے تھے (اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو حضور ﷺ کے زمانہ میں مسلمان تھے لیکن حضورؐ کی وفات پر مرتد ہو گئے)۔[3]

۱۔ قد ذکر حدیث ابن عمر هذا بطوله فی البدایة (ج۵ص ۲۰۲) واخرج حدیث ابی حرة الرقاشی عن عمه البغوی والباوردی وابن مردویه ایضا بطوله کما فی الکنز (ج۳ص ۲۶)

۲۔ اخرجه البیهقی قال البیهقی فی اسناده بعض من یجهل کذافی الترغیب (ج۴ص ۳۹۲)

۳۔ اخرجه ابن ماجة (ص ۵۶۵) قال ابن ماجة هذا الحدیث غریب واخرجه احمد ایضا نحوه کما فی الکنز (ج۳ص ۲۵)

دجال، مسلیمہ کذاب، یاجوج ماجوج اور زمین میں دھنسائے جانے کے بارے میں حضور ﷺ کے بیانات

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں ہم لوگ حجۃ الوداع کے بارے میں (حج سے پہلے) باتیں تو کرتے تھے (کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ حج کریں گے وغیرہ) لیکن ہمیں یہ خبر نہیں تھی کہ حضور (اپنی امت کو) الوداع فرمانے کے لیئے یہ حج کررہے ہیں۔ چنانچہ اسی سفر حجۃ الوداع میں حضورؐ نے ایک بیان میں مسیح دجال کا ذکر کیا اور بہت تفصیل سے اس کے بارے میں گفتگو فرمائی پھر فرمایا اللہ نے جس نبی کو بھیجا اس نے اپنی امت کو دجال سے ضرور ڈرایا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد کے سارے نبیوں نے اس سے ڈرایا ہے لیکن اس کی ایک بات ابھی تک بہت لوگوں سے مخفی ہے اور وہ تم لوگوں سے مخفی نہیں رہنی چاہیئے (کہ وہ کانا ہوگا) اور تمہارا رب تبارک وتعالیٰ کانا نہیں ہے۔[1]

حضرت سفینہؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ہم میں بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا مجھ سے پہلے ہر نبی نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا ہے۔ اس کی بائیں آنکھ کانی ہے اور اس کی دائیں آنکھ میں ناک کی طرف والے گوشہ میں گوشت کا ایک موٹا سا ٹکڑا ہوگا جو آنکھ کی سیاہی پر چڑھا ہوا ہوگا۔ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا۔ اس کے ساتھ دو وادیاں بھی ہوں گی۔ ایک جنت نظر آئے گی اور دوسری دوزخ۔ لیکن اس کی جنت حقیقت میں دوزخ ہوگی اور اس کی دوزخ جنت ہوگی اور اس کے ساتھ دو فرشتے ہوں گے جو انبیاء علیہم السلام میں سے دو نبیوں کے مشابہ ہوں گے ایک فرشتہ دجال کے دائیں طرف ہوگا اور دوسرا بائیں طرف اور اس میں لوگوں کی آزمائش ہوگی دجال کہے گا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ میں مارتا ہوں اور زندہ کرتا ہوں؟ اس پر ایک فرشتہ کہے گا تو غلط کہتا اس جملہ کو اسکا ساتھی فرشتہ سن سکے گا اور کوئی نہیں سنے گا۔ دوسرا فرشتہ پہلے فرشتہ کو جواب میں کہے گا تم نے ٹھیک کہا اس جملہ کو تمام لوگ سن لیں گے۔ اس سے لوگ یہ سمجھیں گے کہ یہ فرشتہ اس دجال کی تصدیق کررہا ہے۔ یہ بھی آزمائش کی ایک صورت ہوگی۔ پھر وہ دجال چلے گا اور چلتے چلتے مدینہ پہنچ جائے گا لیکن اسے مدینہ کے اندر جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ پھر وہ کہے گا یہ تو اس عظیم ہستی (یعنی حضرت محمد ﷺ) کی بستی ہے۔ پھر وہ وہاں سے چل کر ملک شام پہنچے گا اور افیق مقام کی گھاٹی کے پاس اللہ اسے ہلاک کریں گے۔[2]

۱۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج۷ص ۳۳۸) رجاله رجال الصحيح وفي الصحيح بعضه. انتهى

۲۔ اخرجه احمد والطبراني واللفظ له قال الهيثمي (ج۷ص ۳۴۰) رجاله ثقات وفي بعضهم كلام لا يضر. انتهى.

حضرت جنادہ بن ابی امیہ ازدیؒ کہتے ہیں میں اور ایک انصاری ہم دونوں نبی کریم ﷺ کے ایک صحابیؓ کی خدمت میں گئے اور ان سے عرض کیا ہمیں آپ کوئی ایسی حدیث بیان کریں جو آپ نے حضورؐ سے سنی ہو اور اس میں حضورؐ نے دجال کا ذکر کیا ہو۔ انہوں نے فرمایا ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا میں تمہیں دجال سے ڈراتا ہوں ۔ یہ جملہ تین دفعہ فرمایا، پھر فرمایا کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس نے دجال سے نہ ڈرایا ہو۔ اے امت والو! وہ تم میں ہوگا وہ گھنگریالے بالوں والا اور گندمی رنگ والا ہوگا۔ اس کی بائیں آنکھ پر ہاتھ پھرا ہوا ہوگا اور وہ مٹی ہوئی ہوگی۔ اس کے ساتھ جنت اور دوزخ ہوگی اور اس کے ساتھ روٹی کے پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی وہ بارش برسائے گا لیکن درخت نہیں اگا سکے گا اور وہ ایک آدمی پر غالب آ کر اسے قتل کر دے گا اس کے علاوہ اور کسی کو قتل نہیں کر سکے گا وہ زمین پر چالیس دن رہے گا اور پانی کے ہر گھاٹ پر پہنچے گا۔ چار مسجدوں کے قریب نہیں جا سکے گا مسجد حرام، مسجد مدینہ، مسجد طور، مسجد اقصیٰ اور تم پر دجال مشتبہ نہیں ہونا چاہئے وہ (کانا ہوگا) اور تمہارا رب کانا نہیں ہے۔[1]

حضرت ابوامامہ باہلیؓ فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا۔ اس بیان میں آپؐ نے زیادہ تر دجال کے بارے میں گفتگو فرمائی اور جب دجال کا ذکر شروع کیا تو پھر آخر تک اسی کے بارے میں گفتگو فرماتے رہے۔ اس دن آپؐ نے جو کچھ ہم سے فرمایا اس میں یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی بھیجا اس نے اپنی امت کو دجال سے ضرور ڈرایا اور میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو اور وہ یقیناً تم میں ہی ظاہر ہوگا۔ اگر میں تم میں موجود ہوا اور وہ ظاہر ہوا تو میں ہر مسلمان کی طرف سے دلائل سے اس کا مقابلہ کرلوں گا اور اگر میرے بعد تم لوگوں میں ظاہر ہوا تو پھر ہر آدمی خود اپنی طرف سے اس کا مقابلہ کرے اور اللہ ہی ہر مسلمان کا میری طرف سے خلیفہ ہے اور دجال عراق اور شام کے درمیان ایک راستہ میں ظاہر ہوگا اور دائیں بائیں لشکر بھیج کر فساد برپا کرے گا۔ اے اللہ کے بندو! جمے رہنا کیونکہ پہلے تو وہ کہے گا میں نبی ہوں، حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ پھر وہ کہے گا۔ میں تمہارا رب ہوں حالانکہ مرنے سے پہلے تم اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتے۔ اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا جسے ہر مومن پڑھے گا، لہٰذا تم میں سے جو اس سے ملے وہ اس کے چہرے پر تھوک دے اور سورت کہف کی شروع کی آیتیں پڑھے۔ وہ ایک آدمی پر غلبہ پا کر پہلے اسے قتل کرے گا پھر اسے زندہ کرے گا لیکن اس کے بعد کسی اور کے ساتھ ایسا نہیں کر سکے گا۔ اس کا ایک فتنہ یہ ہوگا کہ اس کے ساتھ جنت اور دوزخ ہوگی۔ اس کی دوزخ جنت ہوگی اور اس کی جنت دوزخ ہوگی لہٰذا تم میں سے جو اس کی دوزخ میں ڈالے جانے کی آزمائش میں مبتلا ہو، اسے چاہئے کہ وہ اپنی آنکھیں بند کرلے اور اللہ سے مدد مانگے تو دوزخ کی آگ اس کے لیے ایسے ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے

---

[1] اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۷ ص ۳۴۳) رجاله رجال الصحيح ۔ انتهى

گی جیسے حضرت ابراہیمؑ کے لیئے ہوگئی تھی۔ اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک قبیلہ کے پاس سے گزرے گا وہ سب اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کی تصدیق کریں گے تو وہ ان کے لیئے دعا کرے گا تو اسی دن ان کے لیئے آسمان سے بارش ہوگی اور اسی دن ان کی ساری زمین سرسبز وشاداب ہوجائے گی اور اس دن شام کو ان کے جانور چر کر واپس آئیں گے تو وہ بہت موٹے ہو چکے ہوں گے اور ان کے پیٹ خوب بھرے ہوئے ہوں گے اور ان کے تھنوں سے خوب دودھ بہہ رہا ہوگا اور دوسرے قبیلہ کے پاس سے گزرے گا وہ اس کا انکار کردیں گے اور اسے جھٹلائیں گے تو وہ ان کے خلاف بددعا کرے گا جس سے ان کے سارے جانور مرجائیں گے اور ایک بھی جانور ان کے پاس نہیں رہے گا۔ اس دنیا میں وہ کل چالیس دن رہے گا جن میں سے ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک مہینہ کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اور ایک دن عام دنوں جیسا ہوگا۔ اور اس کا آخری دن سراب کی طرح بہت مختصر ہوگا، اتنا مختصر کہ آدمی صبح مدینہ کے ایک دروازے پر ہوگا اور دوسرے دروازے تک پہنچنے سے پہلے ہی شام ہوجائے گی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! ان چھوٹے دنوں میں ہم نمازیں کیسے پڑھیں گے؟ آپؐ نے فرمایا تم ان چھوٹے دنوں میں وقت کا اندازہ لگا کر ایسے ہی نمازیں پڑھ لینا جیسے لمبے دنوں میں اندازے سے پڑھو گے۔[1]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک دن منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا اے لوگو! میں نے تم لوگوں کو آسمان سے آنے والی (نئی) خبر کی وجہ سے جمع نہیں کیا۔ اس کے بعد آپؐ نے جساسہ کا ذکر کیا یعنی دجال کے لیئے جاسوسی کرنے والی چیز کا اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ وہ مسیح ہے۔ چالیس دن میں اس کے لیئے ساری زمین لپیٹ دی جائے گی لیکن وہ طیبہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ حضورؐ نے فرمایا طیبہ سے مراد مدینہ ہے۔ اس کے ہر دروازے پر تلوار سونتے ہوئے ایک فرشتہ ہوگا جو دجال کو اس میں جانے سے روکے گا اور مکہ میں بھی اسی طرح ہوگا۔[2]

بصرہ والوں میں سے حضرت ثعلبہ بن عباد عبدیؒ کہتے ہیں میں ایک دن حضرت سمرہ بن جندبؓ کے بیان میں شریک ہوا انہوں نے اپنے بیان میں حضور ﷺ کی طرف سے ایک حدیث بیان کی اور سورج گرہن والی حدیث بھی ذکر کی اس میں یہ بھی فرمایا کہ جب حضورؐ دوسری رکعت میں بیٹھ گئے تو اس وقت سورج صاف ہوا اور اس کا گرہن ختم ہوا۔ سلام پھیرنے کے بعد آپؐ نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور اس بات کی گواہی دی کہ آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں پھر فرمایا اے

---

۱ ۔ اخرجه الحاكم (ج۴ص ۵۳۶) قال الحاكم هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه بهذه السياقة ووافقه الذهبي ۲ ۔ اخرجه ابو يعلى قال الهيثمي (ج۷ص ۳۴۶) رواه ابو يعلى باسنادين رجال احد هما رجال الصحيح ۔ انتهى

لوگو! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں اگر تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچانے میں کوئی کمی کی ہے تو مجھے ضرور بتاؤ۔ اس پر بہت سے آدمیوں نے کھڑے ہو کر کہا ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے اپنے رب کے تمام پیغام پہنچا دیئے ہیں اور اپنی امت کی پوری خیر خواہی کی ہے اور جو کام آپ کے ذمہ تھا وہ پورا کر دیا ہے پھر آپؐ نے فرمایا امابعد! بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ چاند سورج کا گرہن ہونا اور ستاروں کا اپنے نکلنے کی جگہ سے ہٹ جانا زمین کے کسی بڑے آدمی کے مرنے کی وجہ سے ہوتا ہے یہ خیال بالکل غلط ہے۔ یہ گرہن تو اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جس کے ذریعہ اللہ اپنے بندوں کا امتحان لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کون اس نشانی کو دیکھ کر کفر اور گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے اور میں نے جتنے وقت میں کھڑے ہو کر نماز گرہن پڑھائی ہے اس میں میں نے دنیا اور آخرت میں تمہیں جو کچھ پیش آئے گا وہ سب دیکھ لیا ہے اللہ کی قسم! قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تیس جھوٹے ظاہر نہ ہو جائیں گے جن میں آخری کانا دجال ہوگا، اس کی بائیں آنکھ مٹی ہوئی ہوگی بالکل ایسی آنکھ ہوگی جیسی ابو تحییٰ کی آنکھ۔ حضرت ابو تحییٰؓ انصار کے ایک بڑے میاں تھے جو اس وقت حضورؐ کے اور حضرت عائشہؓ کے حجرے کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا جب وہ ظاہر ہوگا تو دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ ہے جو اس پر ایمان لائے گا، اس کی تصدیق کرے گا اور اس کا اتباع کرے گا اسے اس کا گزشتہ کوئی نیک عمل فائدہ نہیں دے گا اور جو اس کا انکار کرے گا اور اس کو جھٹلائے گا اس کو اس کے کسی عمل پر کوئی سزا نہیں دی جائے گی اور حرم اور بیت المقدس کے علاوہ باقی ساری زمین پر ہر جگہ جائے گا اور مسلمان بیت المقدس میں محصور ہو جائیں گے پھر ان پر زبردست زلزلہ آئے گا پھر اللہ تعالیٰ دجال کو ہلاک کریں گے یہاں تک کہ دیوار اور درخت کی جڑ آواز دے گی اے مومن! اے مسلم! یہ یہودی ہے یہ کافر ہے آ اسے قتل کر اور ایسا اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک تم ایسی چیزیں نہ دیکھ لو جو تمہارے خیال میں بہت بڑی ہوں گی اور جن کے بارے میں تم ایک دوسرے سے پوچھو گے کہ کیا تمہارے نبی نے اس چیز کے بارے میں کچھ ذکر کیا ہے؟ اور (ایسا اس وقت تک نہیں ہوگا) جب تک کہ کچھ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ نہ جائیں پھر اس کے فوراً بعد عام موت ہوگی یعنی قیامت قائم ہوگی۔ حضرت ثعلبہ کہتے ہیں اس کے بعد میں نے حضرت سمرہؓ کا ایک اور بیان سنا اس میں انہوں نے یہی حدیث ذکر کی اور ایک لفظ بھی آگے پیچھے نہیں کیا۔[1] احمد اور بزار کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جو اللہ کو مضبوطی سے پکڑے گا اور کہے گا میرا رب اللہ ہے جو زندہ ہے اسے موت نہیں آسکتی اس پر (دجال کے) عذاب کا کوئی اثر نہیں ہوگا اور جو (دجال

---

[1] اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۷ ص ۳۴۱) ورجال احمد رجال الصحيح غير ثعلبة بن عباده ووثقه ابن حبان. انتهى

سے) کہے گا تو میرا رب ہے وہ فتنہ میں مبتلا ہو گیا۔

حضرت ابو بکرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے کچھ فرمانے سے پہلے ہی لوگوں نے مسیلمہ کے بارے میں بہت باتیں کیں پھر حضورؐ بیان کے لیئے کھڑے ہوئے اور فرمایا امابعد! اس آدمی کے بارے میں تم لوگ بہت باتیں کر چکے ہو یہ پکا جھوٹا اور ان تیس جھوٹوں میں سے ہے جو قیامت سے پہلے ظاہر ہوں گے اور ہر شہر میں مسیح (دجال) کا رعب پہنچ جائے گا۔[1] ایک روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ لیکن مدینہ میں دجال مسیح کا رعب داخل نہیں ہو سکے گا کیونکہ اس کے ہر راستہ پر دو فرشتے ہوں گے دجال مسیح کے رعب کو مدینہ سے روک رہے ہوں گے۔[2]

حضرت خالد بن عبداللہ بن حرملہؓ اپنی خالہ سے نقل کرتے ہیں ان کی خالہ فرماتی ہیں حضور ﷺ نے بچھو کے ڈسنے کی وجہ سے سر پر پٹی باندھ رکھی تھی اسی حالت میں آپؐ نے بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا تم لوگ کہتے ہو اب کوئی دشمن باقی نہیں بچا لیکن تم لوگ دشمنوں سے جنگ کرتے رہو گے یہاں تک کہ یاجوج ماجوج ظاہر ہوں گے جن کے چہرے چپٹے، آنکھیں چھوٹی، بال سفید مائل بسرخی ہوں گے۔ وہ ہر اونچی جگہ سے دوڑتے چلے آئیں گے۔ ان کے چہرے ایسے ہوں گے جیسے وہ ڈھال جس پر کھال چڑھائی گئی ہو۔[3]

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت بقیرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں عورتوں کے صفہ (چبوترہ) میں بیٹھی ہوئی تھی میں نے حضور کو بیان فرماتے ہوئے سنا۔ آپؐ بائیں ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمارہے تھے اے لوگو! جب تم سنو کہ اس طرف یعنی مغرب کی طرف کچھ لوگ زمین میں دھنس گئے ہیں تو سمجھ لو کہ قیامت آگئی ہے۔[4]

غیبت کی برائی میں حضور ﷺ کا بیان

حضرت براءؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ایسی اونچی آواز سے بیان فرمایا کہ گھروں میں پردے میں بیٹھی ہوئی جوان لڑکیوں نے بھی سن لیا۔ آپؐ نے فرمایا اے وہ لوگو! جو زبان سے ایمان لائے ہیں اور ابھی ایمان ان کے دل میں داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو اور ان کے چھپے عیوب تلاش نہ کیا کرو کیونکہ جو اپنے بھائی کے پوشیدہ عیب تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیب تلاش کرے گا اور اللہ جس کے پوشیدہ عیب تلاش کرنے لگے گا اسے اس کے گھر کے بیچ

۱۔ اخرجه احمد والطبرانی قال الهیثمی (ج۷ص ۳۳۲) احد اسانید احمد و الطبرانی ورجاله رجال الصحیح. انتهی

۲۔ اخرجه الحاکم (ج۴ص ۵۴۱)

۳۔ اخرجه احمد والطبرانی قال الهیثمی (ج۸ص ۶) رجالهما رجال الصحیح. انتهی

۴۔ اخرجه احمد والطبرانی قال الهیثمی (ج۸ص ۹) وفیه ابن اسحق وهو مدلس وبقیة رجال احد اسنادی احمد رجال الصحیح. انتهی

میں بھی رسوا کر کے چھوڑے گا۔[1] طبرانی میں حضرت ابن عباسؓ سے اسی جیسی روایت منقول ہے لیکن اس کے الفاظ یہ ہیں کہ ایمان والوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور ان کی چھپی ہوئی خرابیاں تلاش نہ کرو کیونکہ جو اپنے مسلمان بھائی کی چھپی ہوئی خرابی تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا پردہ پھاڑ دیں گے اور اسے رسوا کر دیں گے۔[2]

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں حضور ﷺ کا بیان

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے چہرہ انور پر خاص اثر دیکھ کر محسوس کیا کہ کوئی اہم بات پیش آئی ہے۔ حضورؐ نے کسی سے کوئی بات نہ فرمائی بلکہ وضو فرما کر مسجد میں تشریف لے گئے اور میں حجرہ کی دیوار سے لگ کر سننے کھڑی ہو گئی کہ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ حضورؐ منبر پر بیٹھ گئے اور حمد و ثناء کے بعد فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہیں فرماتے ہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو مبادا وہ وقت آجائے کہ تم دعا کرو اور میں قبول نہ کروں اور تم سوال کرو اور میں اسے پورا نہ کروں تم اپنے دشمنوں کے خلاف مدد چاہو اور میں تمہاری مدد نہ کروں۔ بس اتنا ہی بیان فرمایا اور منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔[3]

برے اخلاق سے بچانے کے بارے میں حضور ﷺ کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا ظلم سے بچو کیونکہ قیامت کے دن یہ ظلم بہت سے اندھیرے ہوں گے اور بدکلامی اور بتکلف بدکلامی سے بچو اور لالچ سے بچو کیونکہ تم سے پہلے لوگ لالچ میں آ کر بدکاری کے مرتکب ہوئے۔ پھر ایک آدمی نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! اسلام کا کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ کہ مسلمان تمہاری زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں۔ اسی آدمی نے یا دوسرے نے پوچھا یا رسول اللہ! ہجرت کی کون سی صورت سب سے افضل ہے؟ فرمایا یہ کہ تم ان کاموں کو چھوڑ دو جو تمہارے رب کو ناپسند ہیں۔ ہجرت دو طرح کی ہے ایک شہر والوں کی ہجرت اور ایک دیہات والوں کی ہجرت۔ دیہات والوں کی ہجرت یہ ہے کہ (رہے تو اپنے دیہات میں

۱۔ اخرجه ابو یعلی قال الهیثمی (ج۸ص ۹۳) رجاله ثقات ۲۔ قال الهیثمی (ج۸ص ۹۴) ورجاله ثقات واخرجه البیهقی عن البراء نحوه کما فی الکنز (ج۸ص ۳۰۰)

۳۔ اخرجه ابن ماجة وابن حبان کذافی الترغیب (ج۴ص ۱۲) واخرجه احمد والبزار بنحوه کما فی المجمع (ج۷ص ۲۶۶)

لیکن) جب اسے (تقاضے کے لیئے) بلایا جائے تو فوراہاں کہےاور جب اسے حکم دیا جائے تو اسے فوراپورا کرے۔شہر والوں کی ہجرت میں آزمائش بھی زیادہ ہےاوراجر بھی زیادہ (کیونکہ اپنا وطن ہمیشہ کے لیئے چھوڑ کر مدینہ آکر رہے گااور دعوت کے تقاضوں میں ہروقت چلے گا)۔[1] طبرانی میں حضرت ہرماس بن زیادؓ سے یہی حدیث مختصر طور سے منقول ہےلیکن اس کے شروع میں یہ ہے کہ خیانت سے بچو کیونکہ یہ بہت بری اندرونی صفت ہے۔[2]

کبیرہ گناہوں سے بچانے کے بارے میں حضور ﷺ کا بیان

حضرت ایمن بن خریمؓ فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ نے کھڑے ہوکر بیان فرمایا۔آپ ؐ نے ارشادفرمایا اے لوگو! جھوٹی گواہی اللہ کے ہاں شرک کے برابر شمار ہوتی ہے۔یہ بات تین دفعہ ارشادفرمائی پھر آپ ؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور ''تو تم لوگ گندگی سے یعنی بتوں سے (بالکل) کنارہ کش رہواور جھوٹی بات سے کنارہ کش رہو۔''[3]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ہم میں بیان فرمایااور سود کا ذکر فرمایااور اسے بہت بڑا گناہ بتایااور فرمایا آدمی سود میں جوایک درہم لیتا ہےاللہ کے ہاں اس کا گناہ چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے بھی زیادہ ہےاور سب سے بدترین سود مسلمان کی آبروریزی ہے۔[4]

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا،ارشادفرمایا اے لوگو! شرک سے بچو کیونکہ شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہےاور ہو سکتا ہے کہ یہ بات سن کر کوئی یوں کہے یارسول اللہ! جب شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے تو ہم اس سے کیسے بچیں؟ فرمایا تم یہ دعا پڑھا کرو اللھم انا نعوذبک ان نشرک بک ونحن نعلمه ونستغفرک لما لا نعلمه ''اے اللہ! ہم اس بات سے تیری پناہ چاہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہو کہ یہ شرک ہےاور ہم پھر تیرے ساتھ وہ شرک کریں اور جس شرک کا ہمیں پتہ ہی نہیں اس کی ہم معافی چاہتے ہیں۔''[5]

۱۔ اخرجه الحاکم وصححه علی شرط مسلم واللفظ له وابو داؤد مختصراً کذافی الترغیب (ج ۴ص ۱۵۸) ۲۔ کذافی الترغیب (ص ۳۶۷)

۳۔ اخرجه احمد والترمذی وقال غریب والبغوی وابن قانع وابو نعیم کذافی الکنز (ج ۴ص ۷)

۴۔ اخرجه ابن ابی الدنیا کذافی الترغیب (ج ۳ص ۲۸۲)

۵۔ اخرجه ابن ابی شیبة کذافی الکنز (ج ۲ص ۱۲۹)

شکر کے بارے میں حضور ﷺ کا بیان

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے اس منبر کی لکڑیوں پر ارشاد فرمایا جو تھوڑے پر شکر نہیں کرتا وہ زیادہ پر بھی نہیں کرسکتا اور جو انسانوں کا شکر نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر نہیں کرسکتا اور اللہ کی نعمتوں کو بیان کرنا بھی شکر ہے اور انہیں بیان نہ کرنا ناشکری ہے۔ آپس کا جوڑ سراسر رحمت ہے اور آپس کا توڑ عذاب ہے۔ راوی کہتے ہیں حضرت ابوامامہ باہلیؓ نے کہا تم سواد اعظم کو چمٹے رہو یعنی علماء حق سے جڑے رہو۔ یہ آیت فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ (سورت نور آیت ۵۴) ''پھر اگر تم لوگ (اطاعت سے) روگردانی کرو گے تو سمجھ رکھو کہ رسول کے ذمہ وہی (تبلیغ) ہے جس کا ان پر بار رکھا گیا ہے اور تمہارے ذمہ وہ ہے جس کا تم پر بار رکھا گیا ہے اور اگر تم نے ان کی اطاعت کر لی تو راہ پر جا لگو گے'' یعنی نہ ماننے سے منافقوں کا اپنا ہی نقصان ہوگا رسول اللہ ﷺ کا نہیں ہوگا کیونکہ ہم نے ان کے ذمہ جو کام لگایا تھا وہ انہوں نے پورا کر دیا، اس لیئے یہ تو کامیاب ہیں، منافق مانیں یا نہ مانیں۔[1]

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو بیان فرماتے ہوئے سنا۔ بیان میں آپؐ نے یہ آیت پڑھی اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ (سورت سبا آیت ۱۳) ''اے داؤد کے خاندان والو! تم سب شکریہ میں نیک کام کیا کرو اور میرے بندوں میں شکرگزار کم ہی ہوتے ہیں'' پھر آپؐ نے فرمایا جسے تین خوبیاں مل گئیں اسے اتنا مل گیا جتنا داؤد علیہ السلام کو ملا تھا۔ لوگوں کے سامنے بھی اور چھپ کر بھی ہر حال میں اللہ سے ڈرنا، خوشی اور غصہ دونوں حالتوں میں انصاف سے کام لینا، فقر اور غنا دونوں حالتوں میں میانہ روی۔[2]

بہترین زندگی کے بارے میں حضور ﷺ کا بیان

حضرت علیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک مرتبہ بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا صرف دو آدمیوں کی زندگی بہترین ہے ایک وہ جو سن کر محفوظ رکھے اور دوسرے وہ عالم جو حق بات کہنے والا ہو۔ اے لوگو! آجکل تم لوگ کفار سے صلح کے زمانہ میں ہو اور تم بہت تیزی سے آگے کو جا رہے ہو اور تم نے دیکھ لیا کہ دن رات کے گزرنے سے ہر نئی چیز پرانی ہو رہی ہے اور ہر دور والی چیز نزدیک آرہی ہے اور ہر چیز کے وعدہ کا وقت آرہا ہے چونکہ جنت میں مقابلہ میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کا میدان بہت لمبا چوڑا ہے، اس لیئے وہاں کی تیاری اچھی طرح کر لو۔ حضرت مقدادؓ نے عرض

۱۔ اخرجه عبدالله بن احمد والبزار والطبرانی قال الهيثمی (ج۵ص ۲۱۸) رجالهم ثقات

۲۔ اخرجه ابن النجار كذافی الكنز (ج۸ص ۲۲۲)

کیا یا نبی اللہ! صلح سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا (کفار سے صلح جس سے) آزمائش کا دور ختم ہو گیا اور جب اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح تم پر بہت سے کام گڈ مڈ ہو جائیں (اور پتہ نہ چلے کہ ٹھیک کونسا ہے اور غلط کونسا؟) تو تم قرآن کو لازم پکڑ لو (جسے قرآن ٹھیک کہے اسے تم اختیار کرلو) کیونکہ قرآن ایسا سفارشی ہے جس کی سفارش قبول کی جاتی ہے اور (انسان کی طرف سے ایسا جھگڑا کرنے والا ہے جس کی بات سچی مانی جاتی ہے۔ جو قرآن کو اپنے آگے رکھے گا (اور اس کے مطابق زندگی گزارے گا) قرآن اسے جنت کی طرف لے جائے گا اور جو اسے پس پشت ڈال دے گا، اسے دوزخ کی طرف لے جائے گا اور یہ سب سے بہتر راستہ دکھانے والا ہے۔ یہ دوٹوک فیصلہ کرنے والا کلام ہے۔ لغو اور بیکار چیز نہیں ہے۔ اس کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ ظاہر تو احکام شرعیہ ہیں اور باطن یقین ہے۔ اس کا سمندر بہت گہرا ہے اس کے عجائب بے شمار ہیں۔ علماء اس کے علوم سے کبھی سیر نہیں ہو سکتے۔ یہ اللہ کی مضبوط رسی ہے۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ یہی حق بیان کرنے والا کلام ہے جسے سنتے ہی جنات ایک دم بول اٹھے انا سمعنا قرا نا عجبا یھدی الی الرشد فامنا به (سورت جن آیت ۱۔۲)'' (پھر اپنی قوم میں واپس جا کر) انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو راہ راست بتلاتا ہے سو ہم تو اس پر ایمان لے آئے'' جو قرآن کی بات کہتا ہے وہ سچ کہتا ہے جو اس پر عمل کرتا ہے اسے اجر و ثواب ملتا ہے جو اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے وہ عدل کرتا ہے اور جو اس پر عمل کرتا ہے اسے سیدھے راستہ کی ہدایت ملتی ہے۔ اس میں ہدایت کے چراغ ہیں اور یہ حکمت کا مینار ہے اور سیدھے راستہ کی رہنمائی کرتا ہے۔[1]

دنیا کی بے رغبتی کے بارے میں حضور ﷺ کا بیان

حضرت حسین بن علیؓ فرماتے ہیں میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضور ﷺ اپنے صحابہؓ میں کھڑے ہو کر بیان فرما رہے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہمارے طرز عمل سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے موت ہمیں نہیں آئے گی بلکہ دوسروں کے مقدر میں موت لکھی ہوئی ہے اور حق کو قبول کر کے اس پر عمل کرنا ہمارے ذمہ نہیں ہے بلکہ دوسروں کے ذمہ ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جن مردوں کو ہم رخصت کر رہے ہیں وہ چند دن کے لئے سفر میں گئے ہیں اور تھوڑے ہی دنوں میں ہمارے پاس واپس آ جائیں گے اور مرنے والوں کی میراث ہم اس طرح کھاتے ہیں کہ جیسے ان کے بعد ہم نے یہاں ہمیشہ رہنا ہے۔ ہم ہر نصیحت کو بھول گئے ہیں اور آنے والی مصیبتوں سے ہم اپنے آپ کو امن میں سمجھتے ہیں خوشخبری ہو اس آدمی کے لیئے جو اپنے عیبوں کو دیکھنے میں اس طرح سے لگے کہ اسے دوسرے لوگوں کے عیب دیکھنے کی فرصت نہ ملے اور خوشخبری ہو اس آدمی

---

[1] اخرجه العسكرى كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۱۸)

کے لیئے جس کی کمائی پاکیزہ ہو اور اس کی اندرونی حالت بھی ٹھیک ہو اور ظاہری اعمال بھی اچھے ہوں اور اس کا راستہ بھی سیدھا ہو۔ اور خوشخبری ہو اس آدمی کے لیئے جس میں کوئی دینی اور اخلاقی کمی نہ ہو اور پھر وہ تواضع اختیار کرے اور اس مال میں سے خرچ کرے جو اس نے بغیر کسی گناہ کے حلال طریقہ سے جمع کیا ہے اور دین کی سمجھ رکھنے والوں اور حکمت و دانائی والوں سے میل جول رکھے اور کمزور اور مسکین لوگوں پر ترس کھائے اور خوشخبری ہو اس آدمی کے لیئے جو اپنا ضرورت سے زائد مال دوسروں پر خرچ کرے اور ضرورت سے زائد بات نہ کرے اور ہر حال میں سنت پر عمل کرے اور سنت چھوڑ کر کسی بدعت کو اختیار نہ کرے۔ پھر آپ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔[1]

ابن عساکر کی روایت کے شروع میں یہ ہے کہ آپؐ نے اپنی جدعاء نامی اونٹنی پر سوار ہو کر ہم میں بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا اے لوگو! اور اس روایت کے آخر میں یہ ہے کہ ہم مردوں کو قبروں میں دفن کرتے ہیں اور پھر ان کی میراث کھاتے ہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ اس نے سنت کا اتباع کیا اور سنت کو چھوڑ کر بدعت کی طرف نہیں گیا اور بزار کی روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ اپنی عضباء نامی اونٹنی پر تھے جو کہ جدعاء نہیں تھی اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ان مردوں کے گھر ان کی قبریں ہیں اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ اس نے دین کی سمجھ رکھنے والوں سے میل جول رکھا اور شک کرنے والوں اور بدعت اختیار کرنے والوں سے الگ رہا اور اس کے ظاہری اعمال ٹھیک ہوں اور لوگوں کو اپنے شر سے بچائے رکھے۔[2]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے اور لوگ آپؐ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کرو جس طرح اس سے حیا کرنے کا حق ہے۔ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! ہم اللہ تعالیٰ سے حیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا تم میں سے جو آدمی حیا کرنے والا ہے اسے چاہئے کہ وہ رات اس طرح گزارے کہ اس کی موت اس کی آنکھوں کے سامنے ہو اور اپنے پیٹ کی اور پیٹ کے ساتھ جو اور اعضاء (دل شرمگاہ وغیرہ) ہیں ان کی حفاظت کرے اور سر کی اور سر کے اندر جو اعضاء (کان، ناک، آنکھ اور منہ وغیرہ) ہیں ان کی حفاظت کرے۔ موت کو اور قبر میں جا کر بوسیدہ ہو جانے کو یاد رکھے اور دنیا کی زیب و زینت چھوڑ دے۔[3]

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۳ ص ۲۰۲) قال ابو نعیم هذا حدیث غریب من حدیث العترة الطیبة لم نسمعه الا من القاضی الحافظ وروی هذا الحدیث من حدیث انسؓ عن النبی ﷺ. انتهی وقد اخرج حدیث انس ابن عساکر کما فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۳)

۲۔ وقال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۲۲۹) رواه البزار وفیه النضر بن محرز وغیره من الضعفاء. انتهی

۳۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط ورواه الترمذی عن ابن مسعودؓ بنحوه وقال حدیث غریب کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۲۰۰)

حشر کے بارے میں حضور ﷺ کا بیان

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو منبر پر بیان فرماتے ہوئے سنا۔ آپؐ فرما رہے تھے تم لوگ اللہ کی بارگاہ میں ننگے پاؤں، ننگے بدن بغیر ختنہ کے حاضر ہو گے۔ ایک روایت میں پیدل بھی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر ہمیں نصیحت فرمائی۔ ارشاد فرمایا اے لوگو! تمہیں اللہ کی بارگاہ میں ننگے پاؤں اور ننگے بدن بغیر ختنہ جمع کیا جائے گا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے) كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ (سورت انبیاء آیت ۱۰۴) ''(اور) ہم نے جس طرح اول بار پیدا کرنے کے وقت (ہر چیز کی) ابتداء کی تھی اسی طرح (آسانی سے) اس کو دوبارہ پیدا کر دیں گے۔ یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے اور ہم (ضرور اس کو پورا) کریں گے۔'' غور سے سنو! (قیامت کے دن) تمام انسانوں میں سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کو کپڑے پہنائے جائیں۔ غور سے سنو! میری امت کے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا پھر انہیں بائیں طرف لے جایا جائے گا تو میں کہوں گا اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے آپ کو معلوم نہیں ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا گل کھلائے؟ اس وقت میں وہی بات کہوں گا جو اللہ کے نیک بندے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کہیں گے وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ سے لے کر الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ تک (سورت مائدہ آیت ۱۱۷۔۱۱۸) اور میں ان پر مطلع رہا جب تک ان میں رہا پھر جب آپ نے مجھے اٹھا لیا تو آپ ان پر مطلع رہے اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں۔ اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔'' پھر مجھے بتایا جائے گا کہ جب آپ ان سے جدا ہوئے تو انہوں نے ایڑیوں کے بل واپس لوٹنا شروع کر دیا تھا اور ہوتے ہوتے یہ مرتد ہو گئے تھے (چنانچہ حضورؐ کے انتقال کے بعد عرب کے کچھ لوگ مرتد ہو گئے تھے) ایک روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ میں کہوں گا دور ہو جاؤ دور ہو جاؤ۔[1]

تقدیر کے بارے میں حضور ﷺ کا بیان

حضرت علیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ ایک مرتبہ منبر پر تشریف لے گئے۔ پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی۔ اس کے بعد فرمایا ایک رجسٹر ایسا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے جنت والوں کے نام ونسب سب تفصیل سے لکھے ہوئے ہیں اور آخر میں ان سب کی مجموعی تعداد لکھی ہوئی ہے اب قیامت تک ان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو گی پھر فرمایا ایک رجسٹر اور ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے دوزخ

۱۔ اخرجه الشيخان وغيرهما كذا في الترغيب (ج ۵ ص ۳۲۵)

والوں کے نام اور نسب سب تفصیل سے لکھے ہوئے ہیں اور آخر میں ان سب کی مجموعی تعداد لکھی ہوئی ہے۔ اب قیامت تک ان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوگی۔ جنت میں جانے والا زندگی بھر کیسے بھی عمل کرتا رہے لیکن اس کا خاتمہ جنت والوں کے عمل پر ہوگا اور دوزخ میں جانے والا زندگی بھر کیسے ہی عمل کرتا رہے لیکن اس کا خاتمہ دوزخ والوں کے عمل پر ہوگا۔ بعض دفعہ خوش قسمت لوگ یعنی جن کے مقدر میں جنت جانا لکھا ہوا ہے وہ بدقسمتی کے راستہ پر اس طرح چل رہے ہوتے ہیں کہ یوں کہا جاتا ہے کہ یہ تو بدقسمتوں جیسے ہیں بلکہ ان ہی میں سے ہیں لیکن پھر خوش قسمتی انہیں آلیتی ہے اور انہیں (بدقسمتی کے راستہ سے) چھڑا لیتی ہے اور کبھی بدقسمت لوگ یعنی جن کے مقدر میں دوزخ میں جانا لکھا ہوا ہے وہ خوش قسمتی کے راستہ پر اس طرح چل رہے ہوتے ہیں کہ یوں کہا جاتا ہے کہ یہ تو بالکل خوش قسمتوں جیسے ہیں بلکہ ان ہی میں سے ہیں لیکن پھر بدقسمتی انہیں پکڑ لیتی ہے اور (خوش قسمتی کے راستہ سے) انہیں نکال کر (بدقسمتی کے راستہ پر) لے جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے جسے لوح محفوظ میں خوش قسمت (یعنی جنتی) لکھا ہوا ہے اسے اس وقت تک دنیا سے نہیں نکالتے جب تک اس سے مرنے سے پہلے خوش قسمتی والا عمل نہیں کرا لیتے چاہے وہ عمل مرنے سے اتنی ہی دیر پہلے ہو جتنا کہ اونٹنی کے دودھ نکالنے کے درمیان وقفہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جسے لوح محفوظ میں بدقسمت (یعنی دوزخی) لکھا ہوا ہے اسے اس وقت تک دنیا سے نہیں نکالتے جب تک اس سے مرنے سے پہلے بدقسمتی والا عمل نہیں کرا لیتے چاہے وہ عمل مرنے سے اتنی ہی دیر پہلے ہو جتنا کہ اونٹنی کے دودھ نکالنے کے درمیان وقفہ ہوتا ہے۔ عمل کا دارومدار آخری وقت کے عمل پر ہے[1]

حضور ﷺ کی رشتہ داری کے فائدہ دینے کے بارے میں حضورؐ کا بیان

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگوں کو کیا ہوگیا کہ یوں کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی رشتہ داری قیامت کے دن کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ اللہ کی قسم! میری رشتہ داری دنیا اور آخرت میں جڑی ہوئی ہے۔ دونوں جگہ فائدہ دے گی اور اے لوگو! میں تم سے پہلے (تمہاری ضروریات کا خیال کرنے کے لیئے) آگے جا رہا ہوں اور قیامت کے دن حوض (کوثر) پر ملوں گا۔ کچھ لوگ (وہاں) کہیں گا یا رسول اللہ! میں فلاں بن فلاں یعنی

۱۔ اخرجه الطبراني في الاوسط وابو سهل الجندنسيا بوري كذافي الكنز (ج ۱ ص ۸۷) قال الهيثمي (ج ۷ ص ۲۱۳) رواه الطبراني في الاوسط وفيه حماد بن واقد الصفار وهو ضعيف.

آپ کا رشتہ دار ہوں۔ میں کہوں گا نسب کو تو میں نے پہچان لیا لیکن تم نے میرے بعد بہت سے نئے کام ایجاد کیئے اور الٹے پاؤں کفر میں واپس چلے گئے (ایمان و عمل کے بغیر میری رشتہ داری کام نہیں دیتی اور ایمان و عمل کے ساتھ خوب کام دیتی ہے)۔[1]

حکام اور صدقات کی وصولی کا کام کرنے والوں کے بارے میں حضور ﷺ کا بیان

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا اور اس بیان میں یہ ارشاد فرمایا غور سے سنو! قریب ہے کہ مجھے (اس دنیا سے) بلا لیا جائے اور میں یہاں سے چلا جاؤں میرے بعد ایسے لوگ تمہارے حاکم بنیں گے جو ایسے عمل کریں گے جنہیں تم جانتے پہچانتے ہو ان کی اطاعت صحیح اور اصل اطاعت ہے۔ کچھ عرصہ ایسا ہی ہوگا لیکن اس کے بعد ایسے لوگ تمہارے حاکم بن جائیں گے جو ایسے عمل کریں گے جنہیں تم جانتے پہچانتے نہیں ہو جوان کی قیادت (غلط کاموں میں) کرے گا اور (دنیاوی کاموں میں) ان کا فائدہ چاہے گا وہ خود بھی برباد ہوگا اور دوسروں کو بھی برباد کرے گا جسمانی طور پر تو تم ان سے ملے جلے رہو لیکن غلط اعمال میں تم ان سے الگ رہو البتہ ان میں سے جو اچھے عمل کرے تم اس کے اچھے عمل کرنے کی گواہی دو جو برے عمل کرے تم اس کے برے عمل کرنے کی گواہی دو۔[2]

حضرت ابو حمید ساعدیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک آدمی کو صدقات (عشر و زکوۃ) وصول کرنے کے لیئے بھیجا وہ اپنے کام سے فارغ ہو کر حضورؐ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! یہ مال اور جانور تو آپ کے ہیں اور یہ مجھے ہدیہ میں ملا ہے۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا تم اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھ کر کیوں نہیں دیکھ لیتے کہ تمہیں ہدیئے ملتے ہیں یا نہیں پھر شام کو حضورؐ بیان کے لیئے کھڑے ہوئے پہلے کلمہ شہادت پڑھا پھر اللہ کے شایان شان تعریف کی پھر فرمایا اما بعد! صدقات کی وصولی کے لیئے جانے والے کو کیا ہوا؟ ہم اسے صدقات وصول کرنے کے لیئے بھیجتے ہیں وہ واپس آ کر ہمیں کہتا ہے یہ تو آپ لوگوں کے کام کی وجہ سے ملا ہے اور یہ مجھے ہدیہ میں ملا ہے۔ وہ اپنے ماں باپ کے گھر میں بیٹھ کر کیوں نہیں دیکھ لیتا کہ اسے ہدیئے ملتے ہیں یا نہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! تم میں سے جو آدمی بھی صدقات کے مال

---

[1] اخرجه ابن النجار كذافي الكنز (ج ا ص ۹۸ ا) واخرجه احمد ايضا عن ابي سعيد نحوه كما في التفسير لا بن كثير (ج ۳ ص ۲۵۶)

[2] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۵ ص ۲۳۷) رواه الطبراني في الا وسط عن شيخه محمد بن علي المروزي وهو ضعيف. انتهى

میں تھوڑی سی بھی خیانت کرے گا اور صدقات کے جانوروں میں سے کچھ بھی لے لے گا وہ اسے اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے قیامت کے دن لائے گا۔ اونٹ، گائے اور بکری جو لیا ہوگا اسے گردن پر اٹھا کر لائے گا اور ہر جانور اپنی آواز نکال رہا ہوگا۔ میں نے (تمہیں اللہ کا پیغام) پہنچا دیا ہے۔ حضرت ابو حمیدؓ فرماتے ہیں پھر حضورؐ نے اپنا ہاتھ اتنا اوپر اٹھایا کہ ہمیں آپؐ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی یہ بیان میرے ساتھ حضرت زید بن ثابتؓ نے حضور ﷺ سے سنا ہے، اس لیئے ان سے بھی پوچھ لو۔[1]

انصار کے بارے میں حضور ﷺ کا بیان

حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں میں نے انصار کے بارے میں حضور ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا غور سے سنو! اور لوگ تو میرا اوپر کا کپڑا ہیں اور انصار میرے اندر کا کپڑا ہے یعنی ان سے میرا خاص تعلق ہے اور لوگ اگر ایک وادی میں چلیں اور انصار کسی اور گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی گھاٹی میں چلوں گا اگر ہجرت کو فضیلت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ایک آدمی ہوتا، لہٰذا جو بھی انصار کا حاکم بنے اسے چاہئے کہ وہ ان کے اچھے کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کے برے سے درگزر کرے۔ جس نے انہیں ڈرایا اس نے اس چیز کو ڈرایا جو ان دو پہلوؤں کے درمیان ہے یعنی میرے دل کو۔ حضورؐ نے اپنے دل کی طرف اشارہ بھی فرمایا۔[2]

حضرت کعب بن مالک انصاریؓ ان تین صحابہؓ میں سے ہیں جن کی توبہ قبول ہوئی تھی ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہؒ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ کے ایک صحابیؓ نے میرے والد محترم کو بتایا کہ ایک دن حضور ﷺ سر پر پٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے اور بیان میں آپؐ نے یہ فرمایا اما بعد! اے جماعت مہاجرین! تمہاری تعداد میں اضافہ ہوتا رہے گا (اور لوگ ہجرت کر کے آتے رہیں گے) لیکن انصار جتنے آج ہیں اتنے ہی رہیں گے ان کی تعداد میں اضافہ نہ ہوگا۔ انصار تو میرے ذاتی کپڑوں کا صندوق ہیں یعنی یہ میرے خاص لوگ ہیں جن کے پاس آ کر میں ٹھہرا ہوں، لہٰذا ان کے کریم آدمی کا اکرام کرو اور ان کے برے آدمی سے درگزر کرو۔[3]

۱۔ اخرجه البخاری (ج ۲ ص ۹۸۲) واخرجه ایضا مسلم وابو داؤد واحمد کما فی الجامع الصغیر
۲۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۳۵) رجاله رجال الصحیح غیر یحیی بن النضر الانصاری وهو ثقة۔ ۳۔ عند احمد ایضا قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۳۶) رجاله رجال الصحیح

نبی کریم ﷺ کے مختلف بیانات

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں میں نے منبر کی لکڑیوں پر حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا دوزخ کی آگ سے بچو چاہے کھجور کے ایک ٹکڑے کے صدقہ کے ذریعہ سے ہی بچو کیونکہ یہ صدقہ ٹیڑھ پن کو سیدھا کر دیتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے اور جیسے پیٹ بھرے آدمی کو فائدہ دیتا ہے ایسے ہی بھوکے کو بھی فائدہ دیتا ہے یعنی جو بھی صدقہ دے گا اسے اجر وثواب ملے گا چاہے بھوکا ہو یا پیٹ بھرا۔[1]

حضرت عامر بن ربیعہؓ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو بیان فرماتے ہوئے سنا آپؐ فرما رہے تھے جو مجھ پر درود بھیجے گا تو جب تک وہ درود بھیجتا رہے گا فرشتے اس کے لیئے دعائے رحمت کرتے رہیں گے اب چاہے بندہ اپنے لیئے (فرشتوں سے) تھوڑی دعا کروائے چاہے زیادہ۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ نے ہم لوگوں میں کھڑے ہو کر بیان فرمایا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا جس آدمی کو اس بات سے خوشی ہو کہ اسے آگ سے دور کر دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے اسے چاہئے کہ اسے اس حال میں موت آئے کہ اس کے دل میں اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان موجود ہو اور لوگوں کے ساتھ وہ معاملہ کرے جو اپنے ساتھ چاہتا ہے۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ہم لوگوں میں ایسا زبردست بیان فرمایا کہ میں نے ویسا بیان کبھی نہیں سنا۔ پھر آپؐ نے فرمایا جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم لوگ بھی وہ جان لو تو تمہارا ہنسنا کم ہو جائے اور رونا زیادہ۔ اس پر تمام صحابہؓ اپنے چہروں پر کپڑے ڈال کر رونے لگے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کو اپنے صحابہؓ کے بارے میں کوئی شکایت پہنچی تو آپؐ نے بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا میرے سامنے جنت اور جہنم پیش کی گئی اور میں نے (جنت اور جہنم دیکھ کر) جتنا خیر اور شر دیکھا ہے اتنا خیر و شر کبھی نہیں دیکھا اور جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم بھی وہ جان لو تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ چنانچہ حضورؐ کے صحابہ پر اس سے زیادہ سخت دن کوئی نہیں آیا۔ تمام صحابہؓ سر ڈھانک کر رونے لگے۔[4]

۱۔ اخرجه ابو يعلى والبزار كذافي الترغيب (ج ۲ ص ۱۳۴)
۲۔ اخرجه احمد وابن ابى شيبة وابن ماجة كذافي الترغيب (ج ۳ ص ۱۶۰)
۳۔ اخرجه ابن جرير كذافي الكنز (ج ۱ ص ۷۶)
۴۔ اخرجه الشيخان كذافي الترغيب (ج ۵ ص ۲۲۶)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے بیان فرمایا اور بیان کرتے کرتے یہ آیت پڑھی۔ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى (سورت طٰہٰ آیت ۷۴) ''جو شخص (بغاوت کا) مجرم ہو کر اپنے رب کے پاس حاضر ہوگا سو اس کے لیے دوزخ (مقرر) ہے اس میں نہ مرے ہی گا اور نہ جیئے ہی گا'' تو حضورؐ نے فرمایا جو اصل دوزخ والے ہیں (اور ہمیشہ اس میں رہیں گے) وہ اس میں نہ مریں گے اور نہ ہی وہ زندوں میں شمار ہوں گے لیکن وہ لوگ جو اصل دوزخ والے نہیں ہیں (بلکہ گناہوں کی وجہ سے کچھ دن کے لیے دوزخ میں گئے ہیں) آگ ان کو کچھ جلائے گی پھر سفارش کرنے والے کھڑے ہوں گے اور ان دوزخیوں کی سفارش کریں گے پھر ان کی جماعتیں بنا کر انہیں دوزخ سے نکال کر نہرِ حیات یا نہرِ حیوان پر لایا جائے گا یہ لوگ اس نہر میں ایسے اُگیں گے جیسے سیلاب کے لائے ہوئے کوڑے کرکٹ میں گھاس اُگتا ہے۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ کھڑے ہو کر بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا اے لوگو! اللہ رب العالمین کے ساتھ اچھا گمان رکھو۔ بندہ اپنے رب کے ساتھ جیسا گمان رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرے گا۔[2]

حضرت ابوزہیر ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان میں یہ فرماتے ہوئے سنا اے لوگو! قریب ہے کہ تم جنت والوں اور دوزخ والوں کو پہچان لو گے یا فرمایا تم اپنے بھلوں اور بروں کو پہچان لو گے۔ ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہؐ! کیسے؟ آپؐ نے فرمایا پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ تم لوگ جس کی تعریف کرو گے وہ جنتی اور بھلا ہے۔ اور جس کو برا کہو گے وہ دوزخی اور برا ہے۔ تم لوگ آپس میں ایک دوسرے کے بارے میں گواہ رہو (صحابہ کرامؓ اور کامل ایمان والے جسے اچھا کہیں گے۔ وہ یقیناً اچھا ہوگا اور جسے برا کہیں گے وہ یقیناً برا ہوگا۔[3]

حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر بیان فرمایا اور صدقہ فطر دینے کا حکم دیا اور فرمایا ہر آدمی کی طرف سے ایک صاع (ساڑھے تین سیر) کھجور یا ایک صاع جو صدقہ فطر میں دیئے جائیں چاہے وہ آدمی چھوٹا ہو یا بڑا آزاد ہو یا غلام۔[4]

۱۔ اخرجہ ابن ابی حاتم کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۱۵۹) ۲۔ اخرجہ ابن ابی الدنیا و ابن النجار کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۳) ۳۔ اخرجہ الحاکم (ج ۴ ص ۴۳۶) قال الحاکم ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذھبی صحیح

۴۔ اخرجہ الحسن بن سفیان وابو نعیم عن عبداللہ بن ثعلبۃ کذافی الکنز (ج ۴ ص ۳۳۸)

حضور ﷺ کے جامع بیانات جن کے الفاظ کم اور معنی زیادہ ہیں

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ غزوۂ تبوک میں جارہے تھے ابھی پہنچنے میں ایک رات کا سفر باقی تھا کہ رات حضور ﷺ سوتے رہ گئے اور فجر کی نماز کے لیے آنکھ نہ کھل سکی بلکہ سورج نکل آیا اور ایک نیزہ کے برابر بلند ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا اے بلال! کیا میں نے تمھیں کہا نہیں تھا کہ (ہم تو سونے لگے ہیں) تم ہماری فکر کا خیال رکھنا؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! (آپ نے فرمایا تو تھا لیکن) مجھے بھی اس ذات نے سلا دیا جس نے آپ کو سلائے رکھا۔ اس کے بعد حضورؐ وہاں سے تھوڑا سا آگے گئے پھر فجر کی نماز قضا پڑھی اس کے بعد اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا اما بعد! سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے مضبوط کڑا تقویٰ کا کلمہ کلمۂ شہادت ہے اور سب سے بہترین ملت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے اور سب سے بہترین طریقہ حضرت محمد ﷺ کا طریقہ ہے اور سب سے اعلیٰ بات اللہ کا ذکر ہے اور سب سے اچھا بیان یہ قرآن ہے۔ سب سے بہترین کام وہ ہیں جو عزیمت اور پختگی والے ہوں جن کا کرنا اللہ نے ضروری قرار دیا ہے اور سب سے برے کام وہ ہیں جو نئے ایجاد کیے گئے ہوں اور سب سے اچھی سیرت انبیاء علیہم السلام کی سیرت ہے اور سب سے زیادہ عزت والی موت شہید کی ہے اور سب سے بہترین اندھا پن ہدایت کے بعد گمراہ ہونا ہے اور بہترین علم وہ ہے جو نفع دے اور بہترین سیرت وہ ہے جس پر چلا جائے اور سب سے برا اندھا پن دل کا اندھا پن ہے۔ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے یعنی دینے والا لینے والے سے بہتر ہے اور جو مال کم ہو اور انسان کی ضروریات کے لیے کافی ہو وہ اس مال سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور انسان کو اللہ سے غافل کر دے اور اللہ سے معذرت چاہنے کا سب سے برا وقت موت کے آنے کا وقت ہے اور سب سے بری ندامت وہ ہے جو قیامت کے دن ہو گی اور کچھ لوگ ہر نماز قضا کر کے پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ صرف زبان سے ذکر کرتے ہیں دل سے نہیں کرتے اور سب سے بڑا گناہ زبان کا جھوٹ بولنا ہے اور سب سے بہترین مال داری دل کا غنا ہے اور بہترین توشہ تقویٰ ہے۔ حکمت کی جڑ اللہ کا خوف ہے۔ جو باتیں دل میں جمتی ہیں ان میں سب سے بہترین یقین ہے (اسلام میں) شک کرنا کفر ہے۔ مردہ پر واویلا کرنا جاہلیت کے کاموں میں سے ہے اور مال غنیمت میں خیانت کرنا جہنم کے ڈھیر میں سے ہے اور جس خزانے کی زکوٰۃ نہ دی جائے اس کی سزا یہ ہے کہ جہنم کی آگ سے داغ لگائے جائیں گے۔ شعر و شاعری ابلیس کی بانسری ہے۔ اکثر اشعار شیطانی کاموں کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ شراب تمام گناہوں کا مجموعہ ہے۔ عورتیں شیطان کا جال ہیں۔ عورتوں کو ذریعہ بنا کر شیطان بہت سے برے کام کرا لیتا ہے۔ جوانی دیوانگی کا ایک حصہ

ہے۔ اور سب سے بری کمائی سود کی ہے اور سب سے بری کھانے کی چیز یتیم کا مال ہے اور خوش قسمت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے اور بدبخت وہ ہے جو اپنی ماں کے پیٹ میں بدبخت ہوا ہے۔ آخر کار تم میں سے ہر آدمی چار ہاتھ جگہ یعنی قبر میں جائے گا اور اعمال کا دارومدار آخری وقت کے عمل پر ہے۔ سب سے بری روایتیں وہ ہیں جو جھوٹی ہوں اور ہر آنے والی چیز قریب ہے۔ مومن کو برا بھلا کہنے سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے اور مومن کو قتل کرنا کفر جیسا گناہ ہے اور مومن کی غیبت کرنا خدا کی نافرمانی ہے۔ اس کے مال کا احترام ایسے ہی ضروری ہے جیسے اس کے خون کا احترام ضروری ہے۔ جو اللہ پر قسم کھاتا ہے (مثلاً کہتا ہے اللہ کی قسم فلاں جہنم میں ضرور داخل ہوگا) اللہ تعالیٰ اس کا جھوٹا ہونا ثابت کر دیں گے (اور جس غلط بات کے ہونے کی قسم کھائی تھی اللہ تعالیٰ اس کے خلاف کریں گے) جو دوسروں سے درگزر کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے درگزر فرمائیں گے۔ جو اوروں کو معاف کرے گا اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائیں گے۔ جو اپنا غصہ دبائے گا اللہ اسے اجر دیں گے جو مصیبت پر صبر کرے گا اللہ اسے بدلہ دیں گے جو اپنے نیک اعمال سے دنیا میں شہرت چاہے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام انسانوں کو سنائیں گے کہ یہ عمل اخلاص سے نہیں کرتا تھا بلکہ شہرت کے لیے کرتا تھا۔ جو صبر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا اجر بڑھائیں گے۔ جو اللہ کی نافرمانی کرے گا اللہ اسے عذاب دیں گے۔ اے اللہ! میری اور میری امت کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! میری اور میری امت کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! میری اور میری امت کی مغفرت فرما۔ میں اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں [1]

حضرت عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ نے بیان فرمایا اور بیان میں ارشاد فرمایا مجھے میرے رب نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ آج میرے رب نے مجھے جو کچھ سکھایا ہے اور آپ لوگ اسے نہیں جانتے ہو اس میں سے میں آپ لوگوں کو بھی سکھاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میں نے جو مال اپنے بندوں کو دیا ہے وہ سارا ان کے لئے حلال ہے (لہٰذا کفار عرب نے سائبہ، وصیلہ بحیرہ وغیرہ نام رکھ کر جو کچھ اپنے اوپر حرام کرلیا ہے وہ حرام نہیں ہوا بلکہ حلال ہے) میں نے اپنے تمام بندوں کو کفر و شرک اور گناہوں سے پاک صاف دین اسلام پر پیدا کیا ہے پھر شیطانوں نے آکر انہیں دین اسلام سے گمراہ کر دیا اور جو میں نے ان کے لئے حلال کیا تھا وہ ان پر حرام کر دیا اور انہیں اس بات کا حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک

---

[1] اخرجه البيهقي في الدلائل و ابن عساكر في تاريخه و اخرجه ابو نصر البخري ايضا في كتاب الابانة عن ابي الدرداء رضي الله عنه مرفوعا و اخرجه ابن ابي شيبة و ابونعيم في الحلية و القضاعي في الشهاب عن ابن مسعود رضي الله عنه موقوفا قال بعض شراح الشهاب حسن غريب ورواه العسكري و الديلمي عن عقبة كذافي الجامع الصغير للسيوطي و شرحه فيض القدير للمناوي (ج ۲ ص ۱۷۹) واخرجه الحاكم ايضا من حديث عقبة كمافي زاد المعاد (ج ۳ ص ۷)

کریں جن کی میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری پھر (میری بعثت سے پہلے) اللہ تعالیٰ نے تمام زمین والوں پر نظر ڈالی تو تمام عرب وعجم کو دیکھ کر اللہ کو غصہ آیا (کیونکہ سب کفر وشرک میں مبتلا تھے) لیکن کچھ اہلِ کتاب ایسے تھے جو اپنے سچے دین پر قائم تھے اور اس میں انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے ہمارے نبی!) میں نے آپ کو اس لئے بھیجا ہے تاکہ میں آپ کا امتحان لوں (کہ آپ میری منشاء پر چلتے ہیں یا نہیں) اور آپ کے ذریعے سے دوسروں کا امتحان لوں (کہ وہ آپ کی دعوت کو مانتے ہیں یا نہیں) اور میں نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جسے پانی دھو سکتا (اس کی لکھائی مٹنے والی نہیں یعنی آپ کے سینے میں محفوظ رہے گی آپ کو بھولے گی نہیں) اور آپ اسے سوتے اور جاگتے میں پڑھا کریں گے یعنی دونوں حالتوں میں آپ کو پکا یاد رہے گا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بات کا حکم دیا کہ میں قریش کو جلا دوں (یعنی انہیں اللہ کی دعوت دوں جو مانے گا وہ کامیاب ہوگا جو نہیں مانے گا وہ برباد ہوگا دوزخ کی آگ میں جلے گا) میں نے عرض کیا اے میرے رب! پھر تو وہ میرا سر کچل دیں گے اور روٹی کی طرح چپٹا کر کے چھوڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ انہیں (مکہ سے) ایسے نکالیں جیسے انہوں نے آپ کو نکالا ہے کہ آپ ان سے جنگ کریں ہم آپ کی مدد کریں گے۔ آپ ان پر خرچ کریں ہم آپ پر خرچ کریں گے۔ آپ ان کی طرف ایک لشکر بھیجیں ہم اس جیسے (فرشتوں کے) پانچ لشکر بھیجیں گے اور آپ اپنے فرمانبرداروں کو لے کر نافرمانوں سے جنگ کریں اور جنتی لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں ایک عادل بادشاہ جسے اللہ کی طرف سے نیک اعمال کی خوب توفیق ملی ہو اور وہ خوب صدقہ کرنے والا ہو۔ دوسرے وہ آدمی جو رحم کرنے والا اور ہر رشتہ دار بلکہ ہر مسلمان کے بارے میں نرم دل ہو تیسرے وہ آدمی جو پاک دامن، فقیر، عیالدار اور (فقیری کے باوجود دوسروں پر) صدقہ کرنے والا ہو۔ دوزخی لوگ پانچ قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ کمزور آدمی جس میں عقل بالکل نہ ہو، ہر ایک کے پیچھے لگ جاتا ہو۔ دوسرے وہ لوگ جو تم لوگوں میں دوسروں کے پیچھے والے اور ہاں میں ہاں ملانے والے ہیں اور (بدکاری میں مبتلا رہنے کی وجہ سے) ان میں نہ اہل وعیال کی طلب ہے اور نہ مال کی۔ تیسرے وہ خیانت کرنے والا جس میں لالچ اتنی زیادہ ہو کہ وہ چھپ نہ سکے اور چھوٹی چھوٹی چیزوں میں بھی خیانت کرے چوتھے وہ آدمی جس کا صبح شام ہر وقت یہی کام ہے کہ وہ تمہیں، تمہارے اہل وعیال اور مال ودولت کے بارے میں دھوکہ دیتا رہے اور پانچویں آدمی کی خرابیوں میں آپؐ نے کنجوسی، جھوٹ، بداخلاقی اور بدگوئی کا ذکر کیا۔[۱]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی اور قیامت قائم ہونے تک پیش آنے والی ہر اہم دینی چیز کو ہمارے سامنے ذکر کر دیا جس نے

۱۔ اخرجه احمد و اخرجه ایضاً مسلم والنسائی کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۳۵)

ان تمام چیزوں کو یاد رکھنے کی کوشش کی اسے تو یاد رہیں اور جس نے انہیں بھلا دیا اسے بھول گئیں۔اس بیان میں آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا اما بعد! دنیا سرسبز اور میٹھی ہے۔ بڑی مزیدار اور اچھی لگتی ہے۔ بہت خوشنما نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنا خلیفہ بنا کر اور دنیا دے کر دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو اچھے یا برے (یعنی دنیا کے اصل مالک تو اللہ تعالیٰ ہیں اور تم لوگوں کو اپنا نمائندہ بنایا ہے) اس لئے دنیا کے فتنے سے بچو (بقدر ضرورت حاصل کرو اور ضرورت سے زیادہ آ جائے تو اسے دوسروں پر خرچ کر دو) اور عورتوں کے فتنے سے بچو (ان کی باتوں میں آ کر ان کی محبت سے مغلوب ہو کر اللہ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرو) بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں کے ذریعے پیش آیا تھا۔ غور سے سنو! آدم کی اولاد کو مختلف قسم کا بنا کر پیدا کیا گیا ہے۔ کچھ تو ایسے ہیں جو مومن پیدا ہوتے ہیں مومن بن کر ساری زندگی گزارتے ہیں اور مومن ہونے کی حالت میں مرتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو کافر پیدا ہوتے ہیں، ور کافر بن کر زندگی گزارتے ہیں اور کافر ہونے کی حالت میں مرتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو مومن پیدا ہوتے اور مومن بن کر زندگی گزارتے ہیں، لیکن کافر بن کر مرتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو کافر پیدا ہوتے ہیں اور کافر بن کر زندگی گزارتے ہیں لیکن مومن بن کر مرتے ہیں۔ توجہ سے سنو! غصہ ایک انگارہ ہے جو ابنِ آدم کے پیٹ میں دہکتا رہتا ہے کیا تم دیکھتے نہیں کہ غصہ میں انسان کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور اس کے گلے کی رگیں پھول جاتی ہیں لہٰذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے زمین سے چمٹ جانا چاہیے (کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہو تو لیٹ جائے زمین کی طرح عاجز اور مسکین بن جائے) غور سے سنو! بہترین مرد وہ ہے جسے غصہ دیر سے آئے اور جلدی چلا جائے اور سب سے برا مرد وہ ہے جسے غصہ جلدی آئے اور دیر سے جائے اور جسے غصہ دیر سے آئے اور دیر سے جائے اور جسے غصہ جلدی آئے اور جلدی جائے تو اس کا معاملہ برابر سرابر ہو گیا اس میں ایک اچھی صفت ہے اور ایک بری۔ غور سے سنو! سب سے بہترین تاجر وہ ہے جو عمدہ طریقے سے دے اور عمدہ طریقے سے مطالبہ کرے اور سب سے برا تاجر وہ ہے جو ادا کرنے میں بھی برا ہو اور مطالبہ کرنے میں بھی برا ہو اور جو ادا کرنے میں اچھا ہو لیکن مطالبہ کرنے میں برا ہو یا ادا کرنے میں برا ہو اور مطالبہ کرنے میں اچھا ہو تو اس کا معاملہ برابر سرابر ہو گیا۔ اس میں ایک صفت اچھی ہے اور ایک بری۔ غور سے سنو! ہر بدعہد کو اس کی بدعہدی کے مطابق قیامت کے دن جھنڈا ملے گا (جس سے اس کے اس برے کام کی لوگوں میں شہرت ہو گی) غور سے سنو! سب سے بڑی بدعہدی عام مسلمانوں کے امیر کی بدعہدی ہے۔ غور سے سنو! جسے حق بات معلوم ہے اسے لوگوں کی ہیبت اس حق بات کے کہنے سے ہرگز نہ روکے۔ غور سے سنو! سب سے افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے۔ غور سے سنو! دنیا کی اتنی عمر گزر گئی ہے

جتنا آج کا دن گزر گیا ہے اور اتنی باقی ہے جتنا آج کا دن باقی ہے۔[1]

حضرت سائب بن مہجان رحمۃ اللہ علیہ اہلِ شام میں سے ہیں اور انہوں نے صحابہ کرامؓ کا زمانہ بھی پایا ہے۔ وہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام تشریف لائے تو انہوں نے (کھڑے ہوکر بیان فرمایا اور پہلے) اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور خوب وعظ ونصیحت فرمائی اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر فرمایا پھر حضور ﷺ نے ہم لوگوں میں کھڑے ہوکر بیان فرمایا جیسے میں آپ لوگوں میں کھڑے ہوکر بیان کر رہا ہوں۔ آپ نے ہمیں اس بیان میں اللہ سے ڈرنے کا، صلہ رحمی کرنے کا اور آپس میں صلح صفائی سے رہنے کا حکم دیا اور فرمایا تم لوگ جماعت سے چمٹے رہو اور امیر کی سننے اور ماننے کو لازم پکڑے رکھو کیونکہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔ اکیلے آدمی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور دو آدمیوں سے شیطان بہت دور ہوتا ہے۔ کسی مرد کو کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہرگز نہیں ہونا چاہئے ورنہ ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوگا جسے اپنی برائی سے رنج ہو اور نیکی سے خوشی ہو یہ اس کے مسلمان اور مومن ہونے کی نشانی ہے اور منافق کی نشانی یہ ہے کہ اسے اپنی برائی سے کوئی رنج نہیں ہوتا اور نیکی سے کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ اگر وہ کوئی خیر کا عمل کرلے تو اسے اس عمل پر اللہ سے کسی ثواب کی امید نہیں ہوتی اور اگر وہ کوئی برا کام کرلے تو اسے اس عمل پر اللہ کی طرف سے کسی سزا کا ڈر نہیں ہوتا لہٰذا دنیا کی تلاش میں میانہ روی اختیار کرو کیونکہ اللہ نے تم سب کی روزی کا ذمہ لے رکھا ہے اور ہر انسان نے جو عمل کرنا ہے اس کا وہ عمل ضرور پورا ہوکر رہے گا۔ اپنے نیک اعمال کے لیے اللہ سے مدد مانگا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ جس عمل کو چاہیں مٹادیں اور جس عمل کو چاہیں باقی رکھیں اور اسی کے پاس لوحِ محفوظ ہے (حضورؐ کا بیان ختم ہوگیا اور پھر حضرت عمرؓ نے بھی بیان ختم کردیا اور ختم کرنے کے لیے فرمایا) وصلی اللّٰہ علی نبینا محمد وعلی الٰہ وعلیہ السلام ورحمۃ اللّٰہ ''اور اللہ تعالیٰ ہمارے نبی حضرت محمد (ﷺ) اور ان کی آل پر درود بھیجے اور ان پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت'' السلام علیکم۔[2]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری بیان

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک مرتبہ (مرض الوفات) میں فرمایا مختلف کنوؤں سے سات مشکوں میں (پانی بھر کر) میرے اوپر ڈالو تاکہ (مجھے کچھ افاقہ ہوجائے اور) میں لوگوں کے پاس باہر جا کر انہیں وصیت کروں؛ چنانچہ (پانی ڈالنے

---

[1] اخرجہ احمد والترمذی و الحاکم والبیھقی کذافی الجامع و شرحہ للمناوی وقال المناوی (ج ۲ ص ۱۸۱) وفیہ علی بن زید بن جدعان اور دہ الذھبی فی الضعفاء وقال احمد و یحییٰ لیس بشیء۔ انتھی

[2] اخرجہ ابن مردویہ والبیھقی فی شعب الایمان و ابن عساکر قال البیھقی و ابن عساکر ھذہ خطبۃ عمر بن الخطاب علی اھل الشام اثرھا عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۷)

سے حضورؐ کو کچھ افاقہ ہوا تو) حضورؐ سر پر پٹی باندھے ہوئے باہر آئے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے پھر اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کو یہ اختیار دیا گیا کہ یا تو وہ دنیا میں رہ لے یا اللہ کے ہاں اجر وثواب ہے اسے لے لے۔ اس بندے نے اللہ کے ہاں کے اجر وثواب کو اختیار کر لیا (یہاں اس بندے سے مراد خود حضور ﷺ ہیں اور مطلب یہ ہے کہ آپؐ اس دنیا سے جلد تشریف لے جانے والے ہیں) حضورؐ کے اس فرمان کا مطلب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی نہ سمجھ سکا اور اس پر وہ رونے لگے اور عرض کیا ہم اپنے ماں باپ اور آل اولاد سب آپ پر قربان کرتے ہیں حضورؐ نے فرمایا (اے ابوبکر!) ذرا آرام سے بیٹھے رہو (مت رو) میرے نزدیک ساتھ رہنے اور مال خرچ کرنے کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے افضل ابن ابی قحافہ یعنی (حضرت ابوبکرؓ) ہیں۔ مسجد میں جتنے دروازے کھلے ہوئے ہیں سب بند کر دو صرف ابوبکرؓ کا دروازہ کھلا رہنے دو کیونکہ میں نے اس پر نور دیکھا ہے۔[1]

حضرت ایوب بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے اپنے مرض الوفات میں ارشاد فرمایا مجھ پر پانی ڈالو پھر آگے پچھلی جیسی حدیث ذکر کی اور مزید یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے اللہ کی حمد وثناء کے بعد سب سے پہلے شہداء احد کا ذکر فرمایا اور ان کے لیے استغفار کیا اور دعا کی پھر فرمایا اے جماعت مہاجرین! تمہاری تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور انصار اپنی اسی حالت پر ہیں ان کی تعداد نہیں بڑھ رہی ہے اور یہ انصار تو میرے خاص تعلق والے ہیں جن کے پاس آ کر مجھے ٹھکانہ ملا ہے۔ لہٰذا تم ان کے کریم آدمی کا اکرام کرو اور ان کے برے سے درگزر کرو۔ پھر حضورؐ نے فرمایا اے لوگو! اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کو اختیار دیا گیا پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور اس روایت میں ہے کہ حضورؐ کے اس فرمان کا مطلب لوگوں میں سے صرف ابوبکرؓ ہی سمجھ سکے اور اسی وجہ سے وہ رونے لگے۔[2]

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے لوگوں میں بیان فرمایا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا کہ یا تو وہ دنیا میں رہ لے یا اللہ کے ہاں جو کچھ ہے اسے لے لے، چنانچہ اس بندے نے اللہ کے ہاں جو کچھ ہے اس کو اختیار کر لیا اس پر حضرت ابوبکرؓ رو پڑے۔ ہم اس بات پر حیران ہوئے کہ حضورؐ نے تو کسی بندے کے بارے میں خبر دی ہے۔ اس پر یہ حضرت ابوبکر کیوں رو رہے ہیں اس میں تو رونے کی کوئی بات نہیں لیکن ہمیں بعد میں پتہ چلا کہ جس بندے کو اختیار دیا گیا ہے اس سے مراد تو خود حضور ﷺ تھے (اور حضورؐ کے اس فرمان کا

۱۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۹ ص ۴۲) رواه الطبراني في الاوسط والكبير باختصار الا انه زاد و ذكر قتلى احد فصلى عليهم فاكثر و اسناده حسن. انتهى

۲۔ اخرجه البيهقي قال ابن كثير في البداية (ج ۵ ص ۲۲۹) هذا مرسل له شواهد كثيرة. انتهى

مطلب یہ تھا کہ حضورؐ یہ بتا رہے تھے کہ حضورؐ عنقریب اس دنیا سے تشریف لے جانے والے ہیں) یہ بات حضرت ابوبکرؓ ہم میں سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے پھر حضورؐ نے فرمایا ابوبکر نے ساتھ رہ کر اور مال خرچ کر کے لوگوں میں سب سے زیادہ مجھ پر احسان کیا ہے اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی کو خلیل یعنی خالص دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا البتہ ان سے اسلامی دوستی و محبت ضرور ہے مسجد میں کھلنے والا ہر دروازہ بند کر دیا جائے صرف ابوبکرؓ کا دروازہ رہنے دیا جائے۔[1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ مرض الوفات میں باہر تشریف لائے۔ آپؐ نے سر پر کالی پٹی باندھی ہوئی تھی کندھوں پر چادر اوڑھی ہوئی تھی آپؐ آ کر منبر پر بیٹھ گئے۔ راوی نے آگے حضورؐ کا بیان اور انصار کے بارے میں حضورؐ کی وصیت کا ذکر کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ انتقال سے پہلے حضورؐ کی آخری مجلس اور آخری بیان تھا۔[2]

حضرت کعب بن مالکؓ ان تین صحابہؓ میں سے تھے جن کی توبہ قبول کی گئی۔ وہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر جنگِ احد کے دن شہید ہونے والے صحابہؓ کیلئے دعائے مغفرت فرمائی پھر فرمایا اے جماعت مہاجرین! پھر اس کے بعد انصاف کے بارے میں حضور کی وصیت کا ذکر کیا جیسے کہ بیہقی کی حضرت ایوبؓ والی حدیث میں گزر چکا۔[3]

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمنؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم لوگوں نے حضور ﷺ کو آخری بیان میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو ان پانچ فرض نمازوں کو جماعت کے ساتھ پابندی سے ادا کرے گا وہ کوندتی ہوئی بجلی کی طرح سب سے پہلے پل صراط کو پار کرے گا اور (نبیؐ کا) اچھے طریقہ سے اتباع کرنے والوں کی پہلی جماعت میں اللہ اس کا حشر کرے گا اور جس دن اور رات میں وہ ان پانچ نمازوں کی پابندی کرے گا اس کے بدلے اللہ کے راستہ میں شہید ہونے والے ہزار شہیدوں جیسا اجر ملے گا۔[4]

۱۔ عند احمد و ھکذا اخرجه البخاری ومسلم کمافی البدایة (ج ۵ ص ۲۲۹) ۲۔ اخرجه البخاری کذافی البدایة (ج ۵ ص ۲۳۰) و اخرجه ابن سعد (ج ۲ ص ۲۵۱) عن ابی سعید رضی الله عنه بمعناه
۳۔ اخرجه الطبرانی عن عبدالرحمن بن کعب بن مالک عن ابیه قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۳۷) رجاله رجال الصحیح و اخرج الطبرانی ایضا عن عبدالله بن کعب بن مالک عن ابیه قال آخر خطبة جعلنا یارسول الله ﷺ فذکر نحوه باختصار قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۳۷) رواه الطبرانی و رجاله رجال الصحیح. انتهی و اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۷۸) عن عبدالله بن کعب عن ابیه فذکر نحوه وقال هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه وقال الذهبی صحیح ۴۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۲ ص ۳۹) وفیه بقیة بن الولید وهو مدلس وقدعنعنه انتهی.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فجر سے مغرب تک بیان

حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد آپؐ نے ہم میں ظہر تک مسلسل بیان فرمایا پھر منبر سے نیچے اتر کر ظہر کی نماز پڑھائی پھر عصر تک بیان فرمایا پھر اتر کر عصر کی نماز پڑھائی پھر مغرب تک بیان فرمایا اور جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب ہم سے بیان فرمادیا اب جسے حضورؐ کی بتائی ہوئی یہ باتیں جتنی زیادہ یاد رہ گئیں وہ ہم میں اتنا زیادہ جاننے والا ہے۔[1]

بیان کے وقت نبی کریم ﷺ کی حالت

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب لوگوں میں بیان فرماتے تو آپؐ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور آواز بلند ہو جاتی اور غصہ تیز ہو جاتا جیسے کہ آپ لوگوں کو دشمن کے لشکر سے ڈرا رہے ہوں اور فرما رہے ہوں کہ دشمن کا لشکر تم پر صبح حملہ کرنے والا ہے شام کو حملہ کرنے والا ہے پھر شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا کر ارشاد فرماتے مجھے اور قیامت کو اس طرح ملا کر بھیجا گیا ہے۔ پھر فرماتے سب سے بہترین سیرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت ہے اور سب سے برے کام وہ ہیں جو نئے ایجاد کئے گئے ہوں اور ہر بدعت گمراہی ہے اور جو مر جائے اور مال چھوڑ کر جائے تو وہ مال اس کے گھر والوں کا ہے اور جو قرضہ یا چھوٹے بچے چھوڑ کر جائے جنہیں سنبھالنے والا کوئی نہ ہو تو وہ میرے ذمہ ہیں وہ قرضہ میں ادا کروں گا اور ان بچوں کو میں سنبھالوں گا۔[2]

امیر المومنین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بیانات

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے لوگوں میں بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا امابعد! اے لوگو! مجھے آپ لوگوں کا ذمہ دار بنایا گیا ہے، حالانکہ میں آپ لوگوں سے بہتر نہیں ہوں اور اب قرآن نازل ہو چکا ہے اور حضور ﷺ سنتیں بیان فرما چکے ہیں اور آپؐ نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ سب سے بڑی عقلمندی تقویٰ ہے اور سب سے بڑی حماقت فسق وفجور ہے اور جو تم لوگوں میں سب سے زیادہ طاقتور ہے (اور وہ طاقت کے زور سے کمزوروں کے حق دبا لیتا ہے) وہ میرے نزدیک کمزور ہے میں کمزور کو اس

۱؎ اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۴۸۷) قال الحاكم صحيح الاسناد ولم يخرجاه و صححه الذهبي

۲؎ اخرجه ابن سعد (ج ۱ ص ۳۷۶) و اخرجه البيهقي في الاسماء و الصفات (ص ۱۳۳) عن جابر نحوه و في رواية علاصوته وقال و رواه مسلم في الصحيح

طاقتور سے اس کا حق دلوا کر رہوں گا اور جو تم میں سب سے زیادہ کمزور ہے (جس کے حق طاقتوروں نے دبا رکھے ہیں) وہ میرے نزدیک طاقتور ہے میں اس کے حق طاقتوروں سے ضرور لے کر دوں گا۔ اے لوگو! میں تو (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا) اتباع کرنے والا ہوں اور اپنی طرف سے گھڑ کر نئی باتیں لانے والا نہیں ہوں۔ اگر میں اچھے کام کروں تو آپ لوگ ان میں میری مدد کریں اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کر دیں۔ میں اپنی بات اسی پر ختم کرتا ہوں اور اپنے لئے اور آپ لوگوں کے لئے اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔[1] حضرت عبداللہ بن عکیم رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت ہوگئی تو وہ منبر پر تشریف لے گئے اور منبر پر جہاں نبی کریم ﷺ بیٹھا کرتے تھے اس سے ایک سیڑھی نیچے بیٹھے۔ پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! اچھی طرح سے سمجھ لو کہ سب سے بڑی عقلمندی۔ اس کے بعد پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور آخر میں اس مضمون کا اضافہ کیا کہ اپنے نفس کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ (اللہ کی طرف سے) کیا جائے اور جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دے گی ان پر اللہ تعالیٰ فقر مسلط کر دیں گے اور جس قوم میں بے حیائی عام ہو جائے گی اللہ تعالیٰ ان سب پر مصیبت بھیجیں گے لہٰذا جب تک میں اللہ کی اطاعت کروں تم لوگ میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو پھر میری اطاعت تمہارے ذمہ نہیں ہے۔ میں اپنی بات اس پر ختم کرتا ہوں اور اپنے لئے اور آپ لوگوں کے لئے اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔[2] حضرت حسن رحمتہ اللہ علیہ پچھلی حدیث کا کچھ مضمون ذکر کرتے ہیں اور یہ جو حضرت ابوبکرؓ کا ارشاد ہے کہ سب سے بڑی حماقت فسق و فجور ہے اس کے بعد یہ اضافہ کرتے ہیں غور سے سنو! میرے نزدیک سچ بولنا امانت داری ہے اور جھوٹ بولنا خیانت ہے اور اسی طرح حضرت حسنؒ نے حضرت ابوبکرؓ کے فرمان کہ میں آپ لوگوں سے بہتر نہیں ہوں کے بعد یہ کہا کہ اللہ کی قسم! حضرت ابوبکرؓ ان سب سے بہتر تھے اور اس بات میں کوئی ان سے مزاحمت کرنے والا نہیں تھا لیکن مومن آدمی یوں ہی کسر نفسی کیا کرتا ہے۔ اس کے بعد حضرت حسنؒ نے یہ بھی نقل کیا کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میری تو دلی تمنا ہے کہ آپ لوگوں میں سے کوئی آدمی اس خلافت کا بوجھ اٹھا لیتا اور میں اس ذمہ داری سے بچ جاتا۔ حضرت حسنؒ کہتے ہیں اللہ کی قسم! حضرت ابوبکرؓ نے یہ تمنا والی بات سچے دل سے کہی تھی (وہ واقعی خلیفہ نہیں بننا چاہتے تھے) پھر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اگر تم لوگ یوں چاہو کہ جس طرح اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے سے اپنے نبیؐ کو سیدھے راستے پر لے آیا کرتے تھے اسی طرح مجھے بھی لے آیا کریں۔ یہ بات تو مجھے حاصل نہیں ہے میں تو عام انسان ہی ہوں، اس لیے تم لوگ میری

---

[1] اخرجه ابن سعد والمحاملی وغیرهما كذافي الكنز (ج ٣ ص ١٣٠)

[2] اخرجه الدینوری فی الكنز (ج ٣ ص ١٣٥)

نگرانی رکھو۔[1]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا غور سے سنو! اللہ کی قسم! میں آپ لوگوں میں سب سے بہتر نہیں ہوں، اور میں اپنے لئے اس مقام خلافت کو پسند نہیں کرتا تھا مجھے اس کی خواہش نہیں تھی بلکہ میری خواہش تھی کہ آپ لوگوں میں سے کوئی میرے بجائے خلیفہ بن جاتا کیا آپ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ میں آپ لوگوں میں بعینہ حضور ﷺ والے طریقہ پر عمل کرلوں گا؟ تو یہ خیال بالکل غلط ہے میں ایسا نہیں کرسکوں گا کیونکہ حضور کی تو وحی کے ذریعہ ہر غلط بات سے حفاظت ہو جاتی تھی اور انہیں تو عصمتِ خداوندی حاصل تھی اور ان کے ساتھ خاص فرشتہ ہر وقت رہتا تھا۔ میرے ساتھ تو شیطان لگا ہوا ہے جو میرے پاس آتا رہتا ہے۔ جب مجھے غصہ آجائے تو مجھ سے بچ کر رہنا کہیں میں آپ لوگوں کی کھالوں اور بالوں پر اثر انداز نہ ہو جاؤں۔ غور سے سنو! آپ لوگ میری نگرانی رکھو اگر میں سیدھا چلوں تو میری مدد کرنا اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کردینا۔ حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ ایسا زبردست بیان کیا تھا کہ اللہ کی قسم! اس کے بعد ویسا بیان تو کبھی ہوا ہی نہیں۔[2] ایک روایت میں یہ ہے کہ میں تو ایک عام انسان ہوں کام ٹھیک بھی کر لیتا ہوں اور غلط بھی ہو جاتے ہیں جب میں ٹھیک کام کروں تو آپ لوگ اللہ کی تعریف کریں (کیونکہ اسی کے کرم سے کام ٹھیک ہوا) اور جب غلط ہو جائے تو مجھے سیدھا کردینا۔[3]

حضرت قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ کی وفات کے ایک مہینہ بعد میں حضورؐ کے خلیفہ حضرت ابوبکرؓ صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس کے بعد حضرت قیس نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا قصہ ذکر کیا اس کے بعد کہتے ہیں تمام لوگوں کو مسجد نبویؐ میں جمع کرنے کے لیے یہ اعلان کیا گیا الصلوۃ جامعۃ یعنی سب لوگ نماز مسجد نبویؐ میں اکٹھے پڑھیں (مدینہ کی باقی نو مسجدوں میں سے کسی اور میں نہ پڑھیں) اور پھر جب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت ابوبکرؓ اس منبر پر تشریف فرما ہوئے جو ان کے بیان اور خطبے کے لئے بنایا گیا تھا۔ انہوں نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور پھر فرمایا اے لوگو! میری آرزو تو یہ ہے کہ کوئی اور میری جگہ خلیفہ بن جائے اگر تم لوگ مجھ سے یہ مطالبہ کرو کہ میں عین تمہارے نبیؐ کی سنت کے مطابق چلوں تو یہ میرے بس میں نہیں ہے کیونکہ حضورؐ تو معصوم تھے۔ اللہ نے ان کی شیطان سے مکمل حفاظت فرما رکھی تھی اور ان پر آسمان سے وحی اترتی تھی (اور یہ دونوں باتیں مجھے حاصل نہیں ہیں، اس لئے میں بالکل ان جیسا نہیں

۱۔ اخرجہ البیہقی (ج ۲ ص ۳۵۳) ۲۔ اخرجہ ابوذر الہروی و ابن راھویہ کما فی الکنز (ج ۳ ص ۱۲۶) ۳۔ اخرجہ ابوذر الہروی فی الجامع عن قیس بن ابی حازم مختصرا کما فی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۶)

ہوسکتا) ۔ ۱؎ اور جلد دوم میں طبرانی کی روایت عیسیٰ بن عطیہ کے حوالے سے گزر چکی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان میں فرمایا اے لوگو! لوگ اسلام میں خوشی اور ناخوشی دونوں طرح داخل ہوئے ہیں لیکن اب وہ سب اللہ کی پناہ اور اس کے پڑوس میں ہیں، اس لئے تم اس کی پوری کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ تم سے اپنی ذمہ داری کا کچھ بھی مطالبہ نہ کرے (یعنی کسی مسلمان کو کسی طرح تکلیف نہ پہنچاؤ) میرے ساتھ بھی ایک شیطان رہتا ہے جب تم دیکھو کہ مجھے غصہ آ گیا ہے تو پھر تم مجھ سے الگ ہو جاؤ کہ کہیں میں تمہارے بالوں اور کھالوں کو تکلیف نہ پہنچا دوں۔ اے لوگو! اپنے غلاموں کی آمدنی کی تحقیق کر لیا کرو کہ حلال ہے یا حرام، اس لئے کہ جس گوشت کی پرورش حرام مال سے ہو وہ جنت میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔

حضرت عاصم بن عدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ کی وفات کے اگلے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک آدمی نے اعلان کیا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی روانگی کا کام مکمل ہو جانا چاہیے۔ غور سے سنو! اب حضرت اسامہؓ کے لشکر کا کوئی آدمی مدینہ میں باقی نہیں رہنا چاہیے بلکہ جُرف میں جہاں ان کے لشکر کا پڑاؤ ہے وہاں پہنچ جانا چاہیے اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ لوگوں میں بیان کے لئے کھڑے ہوئے پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان فرمائی پھر فرمایا اے لوگو! میں تمہارے جیسا ہی ہوں مجھے معلوم تو نہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ تم لوگ مجھے اس چیز کا مکلف بناؤ جو صرف حضور ﷺ کے بس میں تھی (اور میرے بس میں نہیں) اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد (ﷺ) کو تمام جہانوں پر فوقیت عطا فرمائی تھی اور انہیں چنا تھا اور انہیں تمام آفات سے حفاظت عطا فرمائی تھی اور میں (ان ہی کے) پیچھے چلنے والا ہوں اپنی طرف سے نئی چیزیں گھڑنے والا نہیں ہوں۔ اگر میں سیدھا چلوں تو تم میرے پیچھے چلو اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو تم لوگ مجھے سیدھا کر دو۔ حضور ﷺ کی شان تو یہ تھی کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو اس وقت امت میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں تھا جو کوڑے کی مار یا اس سے بھی کم ظلم کا مطالبہ کر رہا ہو۔ غور سے سنو! میرے ساتھ بھی ایک شیطان لگا ہوا ہے جو میرے پاس آتا رہتا ہے۔ جب وہ میرے پاس آئے تو مجھ سے تم لوگ الگ ہو جاؤ کہیں میں تمہاری کھالوں اور بالوں کو تکلیف نہ پہنچا دوں۔ تم لوگ صبح اور شام اس موت کے منہ میں ہو جس کا تمہیں علم نہیں کہ کب آ جائے گی۔ تم اس کی پوری کوشش کرو کہ جب بھی تمہاری موت آئے تو تم اس وقت نیک عمل میں لگے ہوئے ہو اور تم ایسا صرف اللہ کی مدد سے ہی کر سکتے ہو لہٰذا جب تک موت نے مہلت دے رکھی ہے اس وقت تک تم لوگ نیک اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اس سے پہلے کہ موت آ جائے اور عمل کرنے کا موقع نہ رہے کیونکہ بہت سے لوگوں نے موت کو بھلا رکھا ہے اور اپنے اعمال دوسروں کے لئے کر دیئے

۱؎ اخرجہ احمد ایضا قال الهیثمی (ج ۵ ص ۱۸۴) وفیه عیسی بن المسیب البجلی وهو ضعیف ۱۲

ہیں۔ لہٰذا تم ان جیسے نہ بنو خوب کوشش کرو اور مسلسل کوشش کرو اور (سستی سے کام نہ لو بلکہ) جلدی کرو اور جلدی کرو کیونکہ موت تمہارے پیچھے لگی ہوئی ہے جو تمہیں تلاش کر رہی ہے اور اس کی رفتار بہت تیز ہے لہٰذا موت سے چوکنے رہو اور آباؤ اجداد، بیٹوں اور بھائیوں (کی موت) سے عبرت حاصل کرو اور زندہ لوگوں کے ان نیک اعمال پر رشک کرو جن پر تم مردوں کے بارے میں رشک کرتے ہو یعنی دنیاوی چیزوں میں زندہ لوگوں پر رشک نہ کرو۔[1]

حضرت سعید بن ابی مریم رحمتہ اللہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنائے گئے تو آپؓ منبر پر تشریف فرما ہوئے پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا اللہ کی قسم! اگر ہمارے ہوتے ہوئے تمہارے اجتماعی کاموں کے خراب ہو جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو (میں خود خلیفہ نہ بنتا بلکہ) میں یہ چاہتا کہ جو تم میں سے مجھے سب سے زیادہ مغبوض ہے اس کی گردن میں اس امر خلافت کی ذمہ داری ڈال دی جاتی پھر اس کے لئے اس میں کوئی خیر نہ ہوتی۔ غور سے سنو! دنیا اور آخرت میں سب سے زیادہ بد بخت لوگ بادشاہ ہیں۔ اس پر تمام لوگوں نے گردنیں بلند کیں اور سر اٹھا کر حضرت ابوبکرؓ کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تم لوگ اپنی جگہ آرام سے بیٹھے رہو تم لوگ جلد باز ہو جو بھی کسی ملک کا بادشاہ بنتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بادشاہ بنانے سے پہلے اس کے ملک کو جانتے ہیں اور بادشاہ بن جانے پر اس کی آدھی عمر کم کر دیتے ہیں اور اس پر خوف اور غم مسلط کر دیتے ہیں اور جو کچھ خود اس کے اپنے پاس ہے اس سے اس کا دل ہٹا دیتے ہیں اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس کا لالچ اس میں پیدا کر دیتے ہیں وہ چاہے کتنے اچھے کھانے کھائے اور عمدہ کپڑے پہنے لیکن اس کی زندگی تنگ ہوگی سکھ چین اسے نصیب نہ ہوگا پھر جب اس کا سایہ ختم ہو جاتا ہے اور اس کی جان نکل جاتی ہے اور اپنے رب کے پاس پہنچ جاتا ہے تو وہ اس سے سختی سے حساب لیتا ہے اور اس کی بخشش کا امکان بہت کم ہوتا ہے بلکہ اس کی بخشش ہی نہیں ہوتی۔ غور سے سنو! مسکین لوگوں کی ہی مغفرت ہوتی ہے۔ غور سے سنو! مسکین لوگوں کی ہی مغفرت ہوتی ہے۔ غور سے سنو! مسکین لوگوں کی ہی مغفرت ہوتی ہے۔[2]

حضرت عبداللہ بن عکیم رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا تو اس میں ارشاد فرمایا امابعد! میں تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ تم اللہ سے ڈرو اور اللہ کی شایان شان تعریف کرو اور اللہ کے عذاب کا خوف تو ہونا چاہئے لیکن ساتھ کے ساتھ اس کی رحمت کی امید بھی رکھو اور اللہ سے خوب گڑگڑا کر مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کی قرآن میں تعریف فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے اِنَّھُم

۱۔ اخرجه الطبرانی فی تاریخ (ج ۲ ص ۲۶۰)

۲۔ اخرجه ابن زنجویه فی کتاب الاموال کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱۶۲)

كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَّكَانُوا لَنَا خٰشِعِيْنَ۔ (سورت انبیاء آیت ۹۰) "یہ سب نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور امید و بیم کے ساتھ ہماری عبادت کیا کرتے تھے اور ہمارے سامنے دب کر رہتے تھے۔" پھر اے اللہ کے بندو! تم یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے بدلہ میں تمہاری جانوں کو گروی رکھا ہوا ہے اور اس پر اللہ نے تم سب سے پختہ عہد لیا ہوا ہے اور اس نے تم سے (دنیا کے) تھوڑے اور ختم ہو جانے والے مال اور سامان کو (آخرت کے) زیادہ اور ہمیشہ رہنے والے اجر کے بدلہ میں خرید لیا ہے اور یہ تم میں اللہ کی کتاب ہے جس کے عجائب ختم نہیں ہو سکتے اور اس کا نور کبھی بجھ نہیں سکتا لہٰذا اس کتاب کے ہر قول کی تصدیق کرو اور اس سے نصیحت حاصل کرو اور اندھیرے والے دن کے لئے اس میں سے روشنی حاصل کرو اللہ نے تمہیں صرف عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور لکھنے والے کریم فرشتوں کو تم پر مقرر کیا ہے جو تمہارے ہر فعل کو جانتے ہیں پھر اے اللہ کے بندو! یہ بھی جان لو کہ تم صبح اور شام اس موت کی طرف بڑھ رہے ہو جس کا وقت مقرر ہے لیکن تمہیں وہ بتایا نہیں گیا تم اس کی پوری کوشش کرو کہ جب تمہاری عمر کا آخری وقت آئے تو تم اس وقت اللہ کے کسی عمل میں لگے ہوئے ہو اور ایسا تو تم صرف اللہ کی مدد سے ہی کر سکتے ہو لہٰذا عمر کے پورے ہونے سے پہلے تمہیں جو مہلت ملی ہوئی ہے اس میں نیک اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو ورنہ تمہیں اپنے برے اعمال کی طرف جانا پڑے گا کیونکہ بہت سے لوگوں نے اپنے آپ کو بھلا رکھا ہے اور اپنی عمر دوسروں کو دے دی ہے یعنی اپنے ایمان و عمل کی انہیں کوئی فکر نہیں ہے میں تمہیں ان جیسا بننے سے سختی سے روکتا ہوں جلدی کرو کیونکہ تمہارے پیچھے موت کا فرشتہ لگا ہوا ہے جو تمہیں تیزی سے تلاش کر رہا ہے اس کی رفتار بہت تیز ہے۔[1]

حضرت عمر بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا تمہارے فقر و فاقہ کی وجہ سے میں تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ تم اللہ سے ڈرو اور اس کی شان کے مطابق اس کی تعریف کرو اور اس سے مغفرت طلب کرو کیونکہ وہ بہت زیادہ مغفرت کرنے والا ہے اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عکیم والی پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور مزید یہ مضمون ذکر کیا کہ تم اس بات کو بھی جان لو کہ جو عمل تم خالص اللہ کے لیے کرو گے تو اس طرح تم اپنے رب کی اطاعت کرو گے اور اپنے حق کو محفوظ کر لو گے لہٰذا تم اپنے قرضہ دینے کے زمانہ میں یعنی دنیاوی زندگی میں جو تم نے کمایا ہے وہ سب (اللہ کو) دے دو اور اپنے سامنے ان کو بطور نوافل کے رکھو (یعنی جتنا مال خرچ کرنا فرض ہے وہ تو خرچ کرنا ہی ہے مزید

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۵) واخرجه ايضا ابن ابی شيبة وهنا د و الحاكم والبيهقی بمثله و روى بعضه ابن ابی الدنيا فی قصر الامل كما فی الكنز (ج ۸ ص ۲۰۶)

اور بھی خرچ کرو) اس طرح تمہیں شدید ضرورت کے وقت اور عین محتاجی کے زمانے میں اپنی ان کمائیوں کا اور دیئے ہوئے اپنے قرضوں کا پورا پورا بدلہ ملے گا پھر اے اللہ کے بندو ان لوگوں کے بارے میں سوچو جو تم سے پہلے دنیا میں تھے وہ کل کہاں تھے اور آج کہاں ہیں؟ وہ بادشاہ کہاں ہیں جنہوں نے زمین کو خوب بویا اور جوتا تھا خوب کھیتی باڑی کی تھی اور سامان تعمیرات سے زمین کو خوب آباد کیا تھا؟ آج سب لوگ انہیں بھول چکے ہیں اور ان کا تذکرہ تک بھلایا جا چکا ہے، لہٰذا آج وہ ایسے ہیں جیسے کہ وہ کچھ بھی نہ تھے اور ان کے کفر وظلم کی وجہ سے ان کے گھر اور شہر ویران پڑے ہیں اور وہ بادشاہ خود اس وقت قبر کی تاریکیوں میں ہیں کیا تم ان ہلاک ہونے والوں میں سے کسی کو دیکھتے ہو یا ان میں سے کسی کی ہلکی سی بھی آواز سنتے ہو؟ تمہارے وہ ساتھی اور بھائی آج کہاں ہیں جن کو تم پہچانتے تھے؟ وہ ان اعمال کے بدلے کی جگہ پر پہنچ گئے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجے تھے اور بدبختی یا نیک بختی دونوں میں سے کسی ایک کی جگہ پر پہنچ گئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے اور اس کی کسی مخلوق کے درمیان کوئی ایسا نسب کا رشتہ نہیں ہے جس کی وجہ سے اللہ اسے خیر دے اور اس سے برائی کو دور کرے۔ اللہ سے یہ باتیں تو صرف اس کی اطاعت اور اس کے حکم کے پیچھے چلنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہیں۔ وہ راحت راحت نہیں ہے جس کے بعد جہنم ہو اور وہ تکلیف تکلیف نہیں جس کے بعد جنت ہو میں اسی پر بات ختم کرتا ہوں اور اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔[1]

حضرت نعیم بن نحہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عکیم جیسی حدیث میں حضرت ابوبکرؓ کا بیان نقل کرتے ہیں اور مزید یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اس قول میں کوئی خیر نہیں جس سے اللہ کی رضا مقصود نہ ہو اور اس مال میں کوئی خیر نہیں جسے اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کیا جائے اور اس آدمی میں کوئی خیر نہیں جس کی نادانی اس کی بردباری پر غالب ہو اور اس آدمی میں کوئی خیر نہیں جو اللہ کے معاملے میں ملامت کرنے والوں کی ملامت سے ڈرے۔[2]

حضرت عاصم بن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے دوسرا بیان نقل کیا جسے ہم نے ابھی ذکر کیا پھر حضرت عاصم کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کے لئے کھڑے ہوئے پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول کرتے ہیں جس سے مقصود صرف ان کی ذاتِ عالی ہو، لہٰذا تم اپنے اعمال سے صرف اسی کی ذات کو مقصود بناؤ اور اس کا یقین رکھو کہ تم جو عمل

۱ـ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۵)   ۲ـ عند ابي نعيم ايضا في الحلية (ج ۱ ص ۳۶) و اخرجه الطبراني ايضا بطوله من طريق نعيم بنؒ مع الزيادة التي ذكرها ابو نعيم كما ذكر الحافظ ابن كثير في تفسيره (ج ۳ ص ۴۴۲) وقال هنا دهذا اسناد جيد ورجاله كلهم ثقات و شيخ جرير بن عثمان وهو نعيم بن نمحة لا اعرفه بنفي ولا اثبات غيرن ابا داؤد السجستاني قد حكم بان شيوخ جرير كلهم ثقات وقدروى لهذه الخطبة شواهد من وجوه اخر. انتهى

خالص اللہ کے لئے کرو گے تو یہ ایک نیکی ہے جو تم نے کی ہے اور بڑا حصہ ہے جسے حاصل کرنے میں تم کامیاب ہو گئے ہو اور یہ تمہاری ایسی آمدنی ہے جو تم نے (اللہ کو) دے دی ہے اور یہ قرض ہے جو تم نے فانی دنیا کے دنوں سے لے کر ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت کے لئے آگے بھیج دیا ہے اور یہ قرض تمہیں اس وقت کام آئے گا جب تمہیں اس کی سخت ضرورت ہو گی اے اللہ کے بندو! جو تم میں سے مر گئے ہیں ان سے عبرت حاصل کرو اور جو تم سے پہلے تھے ان کے بارے میں غور کرو کہ وہ کل کہاں تھے اور آج کہاں ہیں؟ ظالم اور جابر لوگ کہاں ہیں؟ اور وہ لوگ کہاں ہیں جن کے میدانِ جنگ میں لڑنے اور غلبہ پالینے کے تذکرے ہوتے تھے؟ زمانے نے ان کو ذلیل کر دیا آج ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہیں اور اب تو ان کے تذکرے بھی ختم ہو گئے ہیں۔ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے ہیں اور وہ بادشاہ کہاں ہیں جنہوں نے زمین کو خوب بویا اور جوتا تھا اور اسے ہر طرح آباد کیا تھا؟ اب وہ ہلاک ہو چکے ہیں اور ان کا تذکرہ بھی لوگ بھول چکے ہیں اور ایسے ہو گئے ہیں جیسے کہ وہ کچھ نہیں تھے۔ غور سے سنو! اللہ نے ان کی خواہشات کا سلسلہ تو (موت کے ذریعہ سے) ختم کر دیا ہے لیکن گناہوں کی سزا کا سلسلہ باقی رکھا ہوا ہے وہ دنیا سے جا چکے اور انہوں نے جو عمل کئے تھے وہ تو اب ان کے ہیں لیکن جو دنیا ان کے پاس تھی اب وہ دوسروں کی ہو گئی ہے اب ہم ان کے بعد آئے ہیں اگر ہم ان سے عبرت حاصل کریں گے تو نجات پالیں گے اور اگر ہم دھوکے میں پڑے رہے تو ہم بھی ان جیسے ہو جائیں گے۔ کہاں ہیں وہ حسین و جمیل لوگ جن کے چہرے خوبصورت تھے اور وہ اپنی جوانی پر اکڑتے تھے؟ اب وہ مٹی کے ہو چکے ہیں اور جن اعمال کے بارے میں انہوں نے کمی بیشی کی تھی اب وہ اعمال ان کے لئے حسرت کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے بہت سے شہر بنائے تھے اور شہروں کے اردگرد بڑی مضبوط دیواریں بنائی تھیں اور ان میں عجیب وغریب چیزیں بنائی تھیں؟ اور بعد میں آنے والوں کے لئے وہ ان شہروں کو چھوڑ کر چلے گئے اور اب ان کے رہنے کی جگہیں ویران پڑی ہوئی ہیں اور وہ خود قبر کی اندھیریوں میں ہیں کیا تم ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو یا ان کی ہلکی سی بھی آواز سنتے ہو؟ تمہارے وہ بیٹے اور بھائی کہاں ہیں جنہیں تم پہچانتے ہو؟ ان کی عمریں ختم ہو گئیں اور جو اعمال انہوں نے آگے بھیجے تھے اب وہ ان اعمال کے پاس پہنچ گئے ہیں اور وہاں ٹھہر گئے ہیں اور موت کے بعد بدبختی یا نیک بختی والی جگہ ان کو مل گئی ہے۔ غور سے سنو! اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ کے اور اس کی کسی مخلوق کے درمیان کوئی ایسا خاص تعلق نہیں ہے جس کی وجہ سے اللہ اسے خیر دے اور اس سے برائی کو ہٹا دے۔ اللہ سے تعلق تو صرف اطاعت سے اور اس کے حکم کے پیچھے چلنے سے بنتا ہے اور اس بات کو جان لو کہ تم ایسے بندے ہو جنہیں ان کے اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ صرف اس کی

اطاعت سے حاصل ہو سکتا ہے غور سے سنو! وہ راحت راحت نہیں جس کے بعد جہنم ہو اور وہ تکلیف تکلیف نہیں جس کے بعد جنت ہو۔[1]

حضرت موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان میں اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں اور ہم اس سے مدد مانگتے ہیں اور موت کے بعد کے اکرام کا اس سے سوال کرتے ہیں کیونکہ میری اور تمہاری موت کا وقت قریب آ گیا ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں جنہیں اللہ نے حق دے کر خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا تا کہ جو شخص زندہ ہے وہ اسے ڈرائیں اور کافروں پر (عذاب کی) حجت ثابت ہو جائے جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی وہ ہدایت یافتہ ہو گیا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا میں آپ لوگوں کو اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور اللہ کے اس دین کو مضبوطی سے پکڑو جو اس نے تمہارے لئے شریعت بنایا اور جس کی اس نے تمہیں ہدایت دی اور کلمۂ اخلاص (لاالٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ) کے بعد ہدایتِ اسلام کی جامع بات یہ ہے کہ اس آدمی کی بات سنی اور مانی جائے جس کو اللہ نے تمہارے تمام کاموں کا والی اور ذمہ دار بنایا ہے جس نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے والی اور ذمہ دار کی اطاعت کی وہ کامیاب ہو گیا جو حق اس کے ذمہ تھا وہ اس نے ادا کر دیا اور اپنی خواہش کے پیچھے چلنے سے بچو اور جو آدمی خواہش کے پیچھے چلنے سے، لالچ میں پڑنے سے اور غصہ میں آنے سے محفوظ رہا وہ کامیاب ہو گیا اور اترانے سے بچو اور اس انسان کا کیا اترانا جو مٹی سے بنا ہے اور عنقریب مٹی میں چلا جائے گا پھر اسے کیڑے کھا جائیں گے۔ آج وہ زندہ ہے اور کل وہ مرا ہوا ہو گا۔ ہر روز اور ہر گھڑی عمل کرتے رہو اور مظلوم کی بددعا سے بچو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو اور صبر کرو کیونکہ ہر عمل صبر کے ذریعہ ہی ہوتا ہے اور چوکنے رہو کیونکہ چوکنا رہنے سے فائدہ ہوتا ہے اور عمل کرتے رہو کیونکہ عمل ہی قبول ہوتے ہیں اور اللہ نے اپنے جس عذاب سے ڈرایا ہے اس سے ڈرتے رہو اور اللہ نے اپنی جس رحمت کا وعدہ کیا ہے اسے حاصل کرنے میں جلدی کرو سمجھنے کی کوشش کرو اللہ تمہیں سمجھا دے گا اور بچنے کی کوشش کرو اللہ تمہیں بچا دے گا کیونکہ اللہ نے وہ اعمال بھی تمہارے سامنے بیان کر دیئے ہیں جن کی وجہ سے تم سے پہلے لوگوں کو اللہ نے ہلاک کیا ہے اور وہ اعمال بھی بیان کر دیئے ہیں جن کی وجہ سے نجات پانے والوں کو نجات ملی اور اللہ نے اپنی کتاب میں اپنا حلال اور حرام اور اپنے پسندیدہ اور ناپسندیدہ اعمال سب بیان کر دیئے

[1] قد اخرج هذه الخطبة الطبری فی تاریخه (ج ۲ ص ۴۶۰) باسناد فیه سیف

ہیں اور میں تمہارے بارے میں اور اپنے بارے میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا اور اللہ ہی سے مدد مانگی جاتی ہے اور برائی سے بچنے اور نیکی کرنے کی اطاعت اللہ ہی سے ملتی ہے اور تم اس بات کو جان لو کہ تم عمل خالص اللہ کے لئے کرو گے تو اس طرح تم اپنے رب کی اطاعت کرو گے اور (آخرت میں اجر وثواب کے) اپنے بڑے حصے کو محفوظ کر لو گے اور قابلِ رشک بن جاؤ گے اور جو اعمال تم نے فرائض کے علاوہ کئے ہیں انہیں اپنے آگے کے لئے نفل بنالو اس طرح تم جو اللہ کو اعمال کا قرضہ دو گے اس قرضہ کا تمہیں آخرت میں پورا پورا بدلہ ملے گا جبکہ تمہیں اس کی شدید ضرورت ہوگی پھر اے اللہ کے بندو! اپنے ان بھائیوں اور ساتھیوں کے بارے میں سوچو جو دنیا سے جا چکے ہیں جو اعمال انہوں نے آگے بھیجے تھے اب وہ ان اعمال کے پاس پہنچ گئے ہیں اور وہاں ٹھہر گئے ہیں اور موت کے بعد بدبختی اور خوش قسمتی کی جگہ میں پہنچ گئے ہیں۔ اللہ کا کوئی شریک نہیں اللہ کے اور اس کی کسی مخلوق کے درمیان کوئی نسب کا رشتہ نہیں جس کی وجہ سے اللہ اسے کوئی خیر دے یا اس سے کوئی برائی ہٹادے بلکہ یہ باتیں تو صرف اللہ کی اطاعت سے اور اس کے حکم کے پیچھے چلنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہیں اور وہ راحت راحت نہیں جس کے بعد جہنم کی آگ ہو اور وہ تکلیف تکلیف نہیں جس کے بعد جنت ہو۔ میں اسی پر بات ختم کرتا ہوں اور میں تمہارے لئے اور اپنے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اپنے نبی پر درود بھیجو صلی اللہ علیہ والسلام علیہ ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔[1]

حضرت یزید بن ہارون رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بیان فرمایا اور اس میں ارشاد فرمایا کہ ایک ایسے بندے کو قیامت کے دن لایا جائے گا جسے اللہ نے دنیا میں بہت نعمتیں دی تھیں اور اسے رزق میں خوب وسعت دی تھی اور اسے جسمانی صحت کی نعمت بھی دی تھی لیکن اس نے اپنے رب کی ناشکری کی تھی اسے اللہ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور کہا جائے گا تم نے آج کے دن کے لئے کیا کیا اور اپنے لئے کونسے عمل آگے بھیجے؟ وہ کوئی نیک عمل آگے بھیجا ہوا نہیں پائے گا اس پر وہ رونے لگے گا اور اتنا روئے گا کہ آنسو ختم ہو جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ کے احکام ضائع کرنے کی وجہ سے اسے شرم دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا اس پر وہ خون کے آنسو رونے لگے گا پھر اسے شرم دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا جس پر وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت کھا جائے گا پھر اللہ کے احکام ضائع کرنے پر اسے شرم دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا جس پر وہ اونچی آواز سے روئے گا اور اس کی آنکھیں نکل کر اس کے رخساروں پر آگریں گی اور دونوں آنکھوں میں سے ہر آنکھ تین میل لمبی اور تین میل چوڑی ہوگی پھر اسے شرم دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ پریشان ہو کر کہے گا اے میرے رب! مجھے

[1] اخرجه ابن ابی الدنیا فی کتاب الحذر و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۶)

دوزخ میں بھیج دے اور مجھ پر رحم فرما کر مجھے یہاں سے نکال دے اور اسے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کیا ہے اَنَّہٗ مَنْ یُّحَادِدِاللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاَنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ خَالِدًا فِیْھَا ذٰلِکَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ (سورت توبہ آیت ۶۳) ''جو شخص اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرے گا (جیسا یہ لوگ کر رہے ہیں) تو یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ ایسے شخص کو دوزخ کی آگ اس طور پر نصیب ہوگی کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا یہ بڑی رسوائی ہے۔''[1]

حضرت محمد بن ابراہیم بن حارث رحمۃ اللہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر تم تقویٰ اور پاکدامنی اختیار کرو تو تھوڑا عرصہ ہی گزرے گا کہ تمہیں پیٹ بھر کر روٹی اور گھی ملنے لگے گا۔[2]

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ لوگوں میں بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ عزوجل سے حیاء کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! جب میں قضائے حاجت کے لئے جنگل جاتا ہوں تو میں اپنے رب سے حیاء کی وجہ سے اپنے اوپر کپڑا اوڑھے رہتا ہوں۔[3] حضرت ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکرؓ نے ایک دن بیان کرتے ہوئے فرمایا اللہ سے حیاء کرو کیونکہ اللہ کی قسم! جب سے میں حضور ﷺ سے بیعت ہوا ہوں اس وقت سے جب بھی قضائے حاجت کے لئے باہر جاتا ہوں تو اپنے رب سے حیاء کی وجہ سے میں اپنا سر کپڑے سے ڈھانکے رکھتا ہوں۔[4]

حضرت ابوبکرؓ ایک دن منبر پر کھڑے ہوئے تو رونے لگے پھر فرمایا پہلے سال حضور ﷺ ہم میں بیان کرنے کے لئے منبر پر کھڑے ہوئے تو رونے لگے اور ارشاد فرمایا اللہ سے معافی بھی مانگو اور عافیت بھی۔ کیونکہ کسی آدمی کو ایمان و یقین کے بعد عافیت سے بہتر کوئی نعمت نہیں دی گئی یعنی سب سے بڑی نعمت تو ایمان و یقین ہے اور اس کے بعد عافیت ہے۔[5]

حضرت اوس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا ارشاد فرمایا پچھلے سال حضور ﷺ نے میری اسی جگہ کھڑے ہو کر بیان فرمایا تھا اس میں ارشاد فرمایا تھا اللہ سے عافیت مانگو کیونکہ کسی کو یقین کے بعد عافیت سے افضل نعمت نہیں دی گئی اور سچ کو لازم پکڑے رہو کیونکہ سچ بولنے سے آدمی نیک اعمال تک پہنچ جاتا ہے۔ سچ اور نیک

۱۔ اخرجه ابو الشيخ كذافي الكنز (ج ۱ ص ۲۴۶)

۲۔ اخرجه ابن ابى الدنيا و الدينورى كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۰۶)

۳۔ اخرجه ابو نعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۳۴) عن عروه بن الزبير و اخرجه ابن المبارك درسة و ابن ابى شيبة و الخرائطى فى مكارم الاخلاق عن ابن الزبير نحوه كما فى الكنز (ج ۸ ص ۲۰۶)

۴۔ اخرجه ابن حبان فى روضة العقلاء كذافي الكنز (ج ۵ ص ۱۲۴) وقال وهو منقطع

۵۔ اخرجه الترمذى وحسنه و النسائى كذافي الترغيب (ج ۵ ص ۲۳۳)

اعمال جنت میں لے جاتے ہیں اور جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ بولنے سے آدمی فسق و فجور تک پہنچ جاتا ہے اور جھوٹ اور فسق و فجور دوزخ میں لے جاتے ہیں۔ آپس میں حسد نہ کرو ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔ قطع تعلق نہ کرو۔ ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو اور جیسے تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔[۱]

حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بیان فرمایا اور اس میں ارشاد فرمایا حضور ﷺ نے فرمایا نفاق والے خشوع سے اللہ کی پناہ مانگو۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! نفاق والا خشوع کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا دل میں تو نفاق ہو لیکن ظاہر بدن میں خشوع ہو۔[۲]

حضرت ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہم میں بیان فرمایا اور اس میں ارشاد فرمایا حضور ﷺ نے فرمایا مسافر (چار رکعت والی نماز کو) دو رکعت پڑھے گا اور مقیم چار رکعت پڑھے گا۔ میری پیدائش کی جگہ مکہ ہے اور میری ہجرت کی جگہ مدینہ ہے اور جب میں ذوالحلیفہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوتا ہوں تو دو رکعت نماز پڑھتا ہوں۔[۳]

حضرت ابو ضمرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں میں بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا عنقریب تمہارے لئے ملک شام فتح کر دیا جائے گا پھر تم وہاں نرم زمین میں جاؤ گے اور روٹی اور تیل سے اپنا پیٹ بھرو گے اور وہاں تمہارے لئے مسجدیں بنائی جائیں گی اور اس بات سے بچنا کہ اللہ کے علم میں یہ بات آئے کہ تم لوگ کھیل کود کے لئے ان مسجدوں میں جاتے ہو کیونکہ مسجدیں تو صرف ذکر کے لئے بنائی گئی ہیں۔[۴]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوبکرؓ ہم میں بیان فرماتے تو انسان کی پیدائش کی ابتدا کا تذکرہ کرتے اور فرماتے انسان پیشاب کی نالی سے دو دفعہ گزر کر پیدا ہوا ہے اور اس کا اس طرح تذکرہ کرتے کہ ہم اپنے آپ کو ناپاک سمجھنے لگے۔[۵]

جہاد کے باب میں مرتدین سے جنگ کی ترغیب کے بارے میں اور جہاد کی ترغیب کے بارے میں اور روم سے غزوہ کرنے کے لئے جانے کے بارے میں اور صحابہ کرامؓ کے ملک شام جانے کے وقت حضرت ابوبکرؓ کے بیانات گزر چکے ہیں اور صحابہ کرامؓ کے باہمی اتحاد اور اتفاق رائے کے اہتمام کے باب میں آپس کے انتشار سے ڈرانے اور حضور ﷺ کی وفات کے واقع

۱۔ عند احمد و النسائی و ابن حبان و الحاکم کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۹۱)
۲۔ اخرجه الحکیم و العسکری و البیهقی کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۲۹)
۳۔ ابونعیم فی الحلیة و ابن جریر کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۳۹)　۴۔ اخرجه احمد فی الزهد کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۵۹)　۵۔ اخرجه ابن ابی شیبة کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۵)

ہو جانے اور حضورؐ کے دین کو مضبوطی سے پکڑنے اور خلافت میں قریش کو ترجیح دینے اور خلافت قبول کرنے سے عذر پیش کرنے اور بیعت مسلمانوں کو واپس کرنے اور خلیفہ کی صفات کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ کے بیانات گزر چکے ہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے باب میں آیت لایضرکم من ضل اذا اھتدیتم کی تفسیر کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ کا بیان گزر چکا ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ کے بیانات

حضرت حمید بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک صاحب حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے موقع پر موجود تھے۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے دفن سے فارغ ہو کر قبر کی مٹی ہاتھوں سے جھاڑی پھر اسی جگہ کھڑے ہو کر بیان کیا اور اس میں فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ سے مجھے اور میرے ذریعہ سے تمہیں آزمائیں گے اور اللہ نے مجھے میرے دو حضرات (رسول پاک ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ) کے بعد آپ لوگوں میں باقی رکھا ہے اللہ کی قسم! ایسے نہیں ہو سکے گا کہ میرے پاس تمہارا کوئی کام پیش ہو اور میرے علاوہ کوئی اور کام کو کرے اور نہ ہی ایسے ہو سکے گا کہ تمہارا کوئی کام میری غیر موجودگی سے تعلق رکھتا ہو اور میں اس کی کفایت کرنے اور اس کے بارے میں امانت داری اختیار کرنے میں کوتاہی کروں اگر لوگ اچھے عمل کریں گے تو میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کروں گا اور اگر برے عمل کریں گے تو میں انہیں عبرت ناک سزا دوں گا۔ وہ بتانے والے صاحب کہتے ہیں اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ نے دنیا سے جانے تک پہلے دن کے بیان کردہ اپنے اس اصول کے خلاف نہ کیا ہمیشہ اسی پر قائم رہے۔[۱]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو وہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ مجھے ایسا نہیں دیکھنا چاہتے کہ میں اپنے آپ کو منبر کی اس جگہ بیٹھنے کا اہل سمجھوں جہاں ابوبکرؓ بیٹھا کرتے تھے یہ کہہ کر حضرت عمرؓ ایک سیڑھی نیچے ہو گئے پھر اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا قرآن پڑھو اس کے ذریعے سے تم پہچانے جاؤ گے اور قرآن پر عمل کرو اس سے تم قرآن والوں میں سے ہو جاؤ گے اور اعمالنامے کے تولے جانے سے پہلے پہلے تم خود اپنا موازنہ کر لو اور اس دن کی بڑی پیشی کے لئے اپنے آپ کو (نیک اعمال) سے آراستہ کر لو جس دن تم اللہ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے اور تمہاری کوئی پوشیدہ سے پوشیدہ بات چھپی نہیں رہ سکے گی اور کسی حق والے کا حق اتنا نہیں بنتا کہ اس کی بات مان کر اللہ کی نافرمانی کی جائے۔ غور سے سنو! میں اللہ کے مال یعنی بیت المال میں سے اتنا لوں گا جتنا یتیم کے والی کو یتیم کے مال میں سے ملتا ہے اگر مجھے اس کی بھی ضرورت نہ ہوئی تو میں یہ بھی نہیں لوں گا اور اگر ضرورت ہوئی تو کام

۱۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۷۵)

کرنے والے کو عام طور سے جتنا ملتا ہے اس کے مطابق لوں گا۔[1]

حضرت عمرؓ نے ایک بیان میں فرمایا اللہ تعالیٰ کے تم سے حساب لینے سے پہلے پہلے تم اپنا محاسبہ کرلو اس سے اللہ کا حساب آسان ہو جائے گا اور اعمال نامے کے تولے جانے سے پہلے پہلے تم اپنا موازنہ کرلو اور اس دن کی بڑی پیشی کے لئے اپنے آپ کو (نیک اعمال سے) آراستہ کرلو جس دن تم اللہ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے اور تمہاری کوئی پوشیدہ سے پوشیدہ بات چھپی نہیں رہ سکے گی۔[2]

حضرت ابو فراس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ نے بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا اے لوگو! غور سے سنو! پہلے ہمیں آپ لوگوں کے اندرونی حالات اس طرح معلوم ہو جاتے تھے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے اور وحی نازل ہوا کرتی تھی اور اللہ تعالیٰ ہمیں آپ لوگوں کے حالات بتادیا کرتے تھے (کہ کون مومن ہے کون منافق اور کس مومن کا درجہ بڑا ہے اور کس کا چھوٹا؟) غور سے سنو! حضورؐ اب تشریف لے جاچکے ہیں اور وحی کا سلسلہ بھی بند ہو چکا، اس لئے اب ہمارے لئے آپ لوگوں کے حالات و درجات معلوم کرنے کا طریقہ وہ ہوگا جو اب ہم بتانے لگے ہیں آپ میں سے جو خیر کو ظاہر کرے گا ہم اس کے بارے میں اچھا گمان رکھیں گے اور اسی وجہ سے اس سے محبت کریں گے اور جو ہمارے سامنے شر ظاہر کرے گا ہم اس کے بارے میں برا گمان رکھیں گے اور اسی وجہ سے اس سے بغض رکھیں گے اور آپ لوگوں کے پوشیدہ اور اندرونی حالات آپ کے اور آپ کے رب کے درمیان ہوں گے یعنی ہم تو ہر ایک کے ظاہر کے مطابق اس کے متعلق فیصلہ کریں گے۔ غور سے سنو! ایک وقت تو ایسا تھا کہ مجھے اس بات کا یقین تھا کہ ہر قرآن پڑھنے والا صرف اللہ کے لئے اور اللہ کے ہاں کی نعمتوں کے لینے کے ارادے سے پڑھ رہا ہے لیکن اب آخر میں آکر کچھ ایسا اندازہ ہو رہا ہے کہ کچھ لوگ جو کچھ انسانوں کے پاس ہے اسے لینے کے ارادے سے قرآن پڑھتے ہیں۔ تم قرآن کے پڑھنے سے اور اپنے اعمال سے اللہ کی رضامندی کا ہی ارادہ کرو۔ توجہ سے سنو! میں اپنے گورنر آپ لوگوں کے پاس اس لئے نہیں بھیجتا کہ وہ آپ لوگوں کی کھالوں کی پٹائی کریں یا آپ لوگوں کے مال لے لیں بلکہ اس لئے بھیجتا ہوں تاکہ وہ آپ لوگوں کو دین اور سنت سکھائیں۔ جو گورنر کسی کے ساتھ اس کے علاوہ کچھ اور کرے وہ اس گورنر کی بات میرے پاس لے کر آئے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں اسے اس گورنر سے ضرور بدلہ لے کر دوں گا۔ غور سے سنو! مسلمانوں کی پٹائی نہ کرو ورنہ تم انہیں ذلیل کردو گے اور اسلامی سرحد سے انہیں گھر واپس جانے سے نہ روکو ورنہ تم

---

[1] اخرجه الدینوری كذافی الكنز (ج ۸ ص ۲۱۰)
و اخرجه الفضائلی عن الشعبی نحوه كما فی ریاض النضرة (ج ۲ ص ۸۹) [2] عند ابن المبارک و سعید بن منصور و احمد فی الزهد و ابن ابی شیبه وغیرهم كذافی الكنز (ج ۸ ص ۲۰۸)

انہیں فتنہ میں ڈال دو گے اور ان کے حقوق ان سے نہ روکو (بلکہ ادا کرو) ورنہ تم انہیں ناشکری میں مبتلا کر دو گے اور گھنے درختوں والے جنگل میں انہیں لے کر مت پڑاؤ ڈالنا ورنہ (بکھر جانے کی وجہ سے دشمن کا داؤ چل جائے گا اور) وہ ضائع ہو جائیں گے۔[1]

حضرت ابوالعجفاء رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے بیان میں فرمایا غور سے سنو! عورتوں کے مہر بہت زیادہ مقرر نہ کرو کیونکہ اگر مہر کا زیادہ ہونا دنیا میں عزت کی چیز ہوتی یا اللہ کے ہاں تقویٰ والا کام شمار ہوتا تو نبی کریم ﷺ تم سے زیادہ اس کے حقدار ہوتے۔ حضورؐ نے اپنی کسی بیوی یا بیٹی کا مہر بارہ اوقیہ یعنی چار سو اسی درہم سے زیادہ مقرر نہیں فرمایا تم لوگ مہر بہت زیادہ مقرر کر لیتے ہو لیکن جب دینا پڑتا ہے تو پھر دل میں اس عورت کی دشمنی محسوس کرتے ہو تم مہر دیتے بھی ہو لیکن اس عورت سے کہتے ہو کہ مجھے تیرے مہر کی وجہ سے مشک بھی اٹھانی پڑی اور بہت مشقت بھی اور دوسری بات یہ ہے کہ تمہارے غزوات میں جو آدمی قتل ہو جاتا ہے تم اس کے بارے میں کہتے ہو فلاں شہید ہو کر قتل ہوا یا فلاں نے شہید ہو کر وفات پائی (بغیر تحقیق کے کسی کے شہید ہونے کا حتمی فیصلہ نہ کیا کرو) کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ تجارت کے ارادے سے ساتھ آیا ہو اور اس نے اپنی سواری کے آخری حصے پر اور کجاوے کی ایک جانب سونا چاندی لاد رکھا ہو (یہ تجارت والا اللہ کے راستے میں نہیں ہے) اس لئے یہ بات نہ کہا کرو بلکہ جیسے حضورؐ نے فرمایا ویسے کہا کرو کہ جو آدمی اللہ کے راستہ میں قتل ہوا یا فوت ہوا وہ جنت میں جائے گا۔[2]

حضرت مسروق رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت عمر بن خطابؓ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا اے لوگو! عورتوں کے مہر زیادہ کیوں مقرر کرتے ہو؟ حضور ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کے زمانے میں مہر چار سو درہم یا اس سے کم ہوا کرتا تھا۔ اگر مہر بہت زیادہ مقرر کرنا اللہ کے ہاں تقویٰ کا یا عزت کا کام ہوتا تو آپ لوگ اس میں حضورؐ اور صحابہؓ سے آگے نہ نکل سکتے۔[3] نکاح کے باب میں اس بیان کی چند روایات ہم ذکر کر چکے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ شہر میں بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ حضرت عمرؓ کے سامنے ایک پادری بیٹھا ہوا تھا اس نے فارسی میں کچھ کہا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ترجمان سے پوچھا یہ کیا کہہ رہا ہے؟ ترجمان نے بتایا یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں

۱۔ اخرجہ ابن سعد و مسدود و ابن خزیمۃ و الحاکم و البیھقی وغیرھم کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۹) قال الھیثمی (ج ۵ ص ۲۱۱) ابوفراس لم ارمن جرحہ ولا وثقہ وبقیۃ رجالہ ثقات. انتھی وقال الحاکم (ج ۴ ص ۳۲۹) ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ و وافقہ الذھبی)

۲۔ اخرجہ عبدالرزاق والطیالسی و احمد والدارمی والترمذی و صححہ و ابو داؤد و النسائی و ابن ماجۃ وغیرھم ۳۔ عند سعید بن منصور و ابی ابعلی کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۹۷)

کرتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا او اللہ کے دشمن! تم غلط کہتے ہو بلکہ اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور اسی نے تمہیں گمراہ کیا اور انشاء اللہ وہ تمہیں دوزخ کی آگ میں داخل کرے گا۔ اگر تمہارے (ذمی ہونے کے) عہد کا پاس نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی ساری اولاد ان کے سامنے بکھیر دی اور جنت والوں کے نام اور ان کے اعمال (لوح محفوظ میں) اسی وقت لکھ دیئے اور اسی طرح دوزخ والوں کے نام اور ان کے اعمال بھی اسی وقت لکھ دیئے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ لوگ اس (جنت) کے لئے ہیں اور یہ لوگ اس (دوزخ) کے لئے ہیں۔ راوی کہتے ہیں پھر لوگ بکھر گئے اور تقدیر کے بارے میں اختلاف کرنے لگے۔[1] حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کسی آدمی نے آکر حضرت عمرؓ کو بتایا کہ کچھ لوگ تقدیر کے بارے میں غلط باتیں کرتے ہیں اس پر حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر بیان فرمایا، ارشاد فرمایا! اے لوگو! تم سے پہلی امتیں تقدیر کے بارے میں غلط باتیں کر کے ہی ہلاک ہوئی ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں عمر کی جان ہے! آئندہ جن دو آدمیوں کے بارے میں میں نے یہ سنا کہ یہ تقدیر کے بارے میں (اپنی عقل سے) باتیں کر رہے ہیں تو میں دونوں کی گردن اڑا دوں گا۔ راوی کہتے ہیں حضرت عمرؓ کا یہ اعلان سن کر تمام لوگوں نے تقدیر کے بارے میں بات کرنی چھوڑ دی پھر حجاج کے زمانے میں شام میں ایک جماعت ظاہر ہوئی جس نے سب سے پہلے تقدیر کے بارے میں بات کرنی شروع کی۔[2]

حضرت باہلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام میں داخل ہوئے تو انہوں نے جابیہ شہر میں کھڑے ہو کر بیان فرمایا ارشاد فرمایا قرآن سیکھو اس سے تمہارا تعارف ہوگا اور قرآن پر عمل کرو اس سے تم قرآن والوں میں سے ہو جاؤ گے اور کسی حقدار کا درجہ اتنا بڑا نہیں ہو سکتا کہ اس کی بات مان کر اللہ کی نافرمانی کی جائے اور اس بات کا یقین رکھو کہ حق بات کہنے سے اور کسی بڑے کو نصیحت کرنے سے نہ تو موت قریب آتی ہے اور نہ اللہ کا رزق دور ہوتا ہے۔ اور اس بات کو جان لو کہ بندے اور اس کی روزی کے درمیان ایک پردہ پڑا ہوا ہے۔ اگر بندہ صبر سے کام لیتا ہے تو اس کی روزی خود اس کے پاس آجاتی ہے اور اگر بے سوچے سمجھے روزی کمانے میں گھس جاتا ہے (حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتا) تو وہ اس پردے کو تو پھاڑ لیتا ہے لیکن اپنے مقدر کی روزی سے زیادہ نہیں پا سکتا گھوڑوں کو سدھاؤ اور تیر چلانا سیکھو اور جوتی پہنا کرو اور مسواک کیا کرو۔ اور موٹا جھوٹا استعمال کرو اور عجمیوں کی عادتیں اختیار کرنے سے اور ظالم جابر لوگوں کے پڑوس سے بچو اور اس سے بھی بچو کہ تمہارے درمیان صلیب بلند کی جائے یا تم اس دسترخوان پر بیٹھو

---

[1] اخرجه ابو داؤد فی کتاب القدرية و ابن جرير و ابن ابی حاتم وغيرهم

[2] عند اللالكائی و ابن عساكر وغيرهما كذافی الكنز (ج ١ ص ٨٦)

جس پر شراب پی جائے اور بغیر لنگی کے حمام میں داخل ہونے سے بھی بچو اور اس سے بھی بچو کہ تم عورتوں کو ایسے ہی چھوڑ دو کہ وہ حمام میں داخل ہوں کیونکہ حمام میں داخل ہونا عورتوں کے لئے جائز نہیں۔ تم جب عجمیوں کے علاقہ میں پہنچ جاؤ اور ان سے معاہدہ کر لو تو پھر کمائی کے ایسے کام اختیار کرنے سے بچو جن کی وجہ سے تمہیں وہاں ہی رہنا پڑ جائے اور ملک عرب میں واپس نہ آسکو کیونکہ تمہیں اپنے علاقہ میں عنقریب واپس آنا ہے اور ذلت اور خواری کو اپنی گردن میں ڈالنے سے بچو۔ عرب کے مال مویشی کو لازم پکڑو جہاں بھی جاؤ انہیں ساتھ لے جاؤ اور یہ بات جان لو کہ شراب تین چیزوں سے بنائی جاتی ہے۔ کشمش، شہد اور کھجور جو اس میں سے پرانی ہو جائے (اور اس میں نشہ پیدا ہو جائے) تو وہ شراب ہے جو کہ حلال نہیں ہے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین آدمیوں کو پاک نہیں کریں گے اور انہیں (رحمت کی نگاہ سے) نہیں دیکھیں گے اور انہیں اپنے قریب نہیں کریں گے اور انہیں دردناک عذاب ہوگا۔ ایک وہ آدمی جو دنیا لینے کے ارادے سے امام سے بیعت ہو پھر اگر اسے دنیا ملے تو وہ اس بیعت کو پورا کرے ورنہ نہ کرے۔ دوسرا وہ آدمی جو عصر کے بعد (بیچنے کے لئے) سامان لے کر جائے اور اللہ کی جھوٹی قسم کھا کر کہے اس کی اتنی اور اتنی قیمت لگ چکی ہے اور اس کی اس جھوٹی قسم کی وجہ سے وہ سامان بک جائے۔ مومن کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر اور تمہارے لئے یہ حلال نہیں کہ تم اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھو اور جو شخص کسی جادوگر، کاہن یا نجومی کے پاس جائے اور جو وہ کہے اسے سچا مانے تو اس نے محمد ﷺ پر نازل ہونے والے دین کا انکار کر دیا۔[1]

حضرت موسیٰ بن عقبہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے جابیہ میں یہ بیان فرمایا تھا، امابعد! میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو ہمیشہ رہے گا اور اس کے علاوہ ہر ایک فنا ہو جائے گا جو فرمانبرداری کی وجہ سے اپنے دوستوں کا اکرام کرتا ہے اور نافرمانی کی وجہ سے اپنے دشمنوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اب جو کسی گمراہی والے کام کو ہدایت والا سمجھ کر کرتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے یا کسی حق والے کام کو گمراہی والا سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے تو اس ہلاک ہونے میں اس کے پاس کوئی عذر نہیں ہے اور بادشاہ کو اپنی رعایا کے بارے میں سب سے زیادہ نگرانی اور دیکھ بھال اس بات کی کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جس دین کی ان کو ہدایت نصیب فرمائی اس دین والے احکامات ان لوگوں پر لازم ہیں۔ یہ لوگ ان احکامات کو صحیح طرح سے ادا کریں اور ہم ذمہ داران خلافت کے ذمہ یہ بھی ہے کہ ہم آپ لوگوں کو اللہ کی اس اطاعت کا حکم دیں جس کا اللہ نے آپ لوگوں کو حکم دیا اور اللہ کی اس نافرمانی سے روکیں جس سے اللہ نے آپ لوگوں کو روکا اور قریب اور دور کے آپ تمام لوگوں میں اللہ کے احکام کو قائم کریں اور جو حق کو

---

۱ ۔ اخرجه العدنى كذافى الكنز (ج ٨ ص ٢٠٧)

جھکانا چاہتا ہے ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں اور مجھے معلوم ہے کہ بہت سے لوگ اپنے دین کے بارے میں بہت سی تمنائیں کرتے ہیں کہتے ہیں ہم نمازیوں کے ساتھ نماز پڑھیں گے اور مجاہدوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے اور ہم ہجرت کی نسبت حاصل کریں گے اور وہ ان کاموں کو کرتے تو ہیں لیکن ان کا حق ادا نہیں کرتے اور ایمان صرف صورت بنا لینے سے نہیں ملتا اور ہر نماز کا ایک وقت ہے جو اللہ نے اس کے لئے مقرر فرمایا ہے اس کے بغیر نماز ٹھیک نہیں ہو سکتی فجر کا وقت شروع ہوتا ہے جب رات ختم ہو جاتی ہے اور روزے دار کے لئے کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ فجر میں خوب زیادہ قرآن پڑھا کرو اور ظہر کا وقت سورج کے زوال سے شروع ہو جاتا ہے لیکن گرمیوں میں اس وقت پڑھو جب تمہارا سایہ تمہارے جتنا لمبا ہو جائے۔ اس وقت تک انسان کا دوپہر کا آرام پورا ہو جاتا ہے اور سردیوں میں اس وقت پڑھو جب کہ سورج تمہارے دائیں ابرو پر آ جائے یعنی زوال کے تھوڑی دیر بعد پڑھ لو اور وضو، رکوع اور سجدے میں اللہ نے جو پابندیاں لگا رکھی ہیں وہ سب پوری کرو اور یہ سب اس لئے ہے تاکہ سوتا نہ رہ جائے اور نماز قضا ہو جائے اور عصر کا وقت یہ ہے کہ سورج زرد ہونے سے پہلے ایسے وقت میں پڑھی جائے کہ ابھی سورج سفید اور صاف ہو اور نماز کے بعد آدمی سست رفتار اونٹ پر چھ میل کا فاصلہ غروب سے پہلے طے کر سکے اور مغرب کی نماز سورج ڈوبتے ہی روزہ کھولنے کا وقت ہوتے ہی پڑھی جائے اور عشاء کی نماز سرخی غائب ہو کر رات کا اندھیرا چھانے سے لے کر تہائی رات تک پڑھی جائے جو اس سے پہلے سو جائے اللہ اسے آرام و سکون کی نیند نہ دے۔ یہ نمازوں کے اوقات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا ۝ (سورت نساء آیت ۱۰۳) ''یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے'' اور ایک آدمی کہتا ہے میں نے ہجرت کی ہے حالانکہ اس کی ہجرت کامل نہیں ہے۔ کامل ہجرت والے تو وہ لوگ ہیں جو تمام برائیاں چھوڑ دیں اور بہت سے لوگ کہتے ہیں ہم جہاد کر رہے ہیں حالانکہ جہاد فی سبیل اللہ یہ ہے کہ آدمی دشمن کا مقابلہ بھی کرے اور حرام سے بھی بچے۔ بہت سے لوگ اچھی طرح دشمن سے جنگ کرتے ہیں لیکن ان کا ارادہ اجر لینے کا ہوتا ہے اور نہ اللہ کو یاد کرنے کا۔ اور قتل ہو جانا بھی موت کی ایک صورت ہے یعنی قتل ہونا شہادت اس وقت شمار ہوگا جب کہ صرف اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کی نیت سے جنگ کر رہا ہو اور ہر آدمی اسی نیت پر شمار کیا جائے گا جس نیت سے اس نے جنگ کی ہے۔ ایک آدمی اس لئے جنگ کرتا ہے کہ اس کی طبیعت میں بہادری ہے اور جسے جانتا ہے اور جسے نہیں جانتا ہر ایک کو جنگ کر کے دشمن سے بچاتا ہے ایک آدمی طبعاً بزدل ہوتا ہے وہ تو اپنے ماں باپ کی مدد نہیں کر سکتا بلکہ انہیں دشمن کے حوالے کر دیتا ہے حالانکہ کتا بھی اپنے گھر والوں کے پیچھے سے بھونکتا ہے یعنی بزدل آدمی کتے سے بھی گیا گزرا ہوتا ہے اور جان لو کہ روزہ قابلِ احترام عمل ہے۔ آدمی روزہ رکھ کر جیسے کھانے، پینے اور

عورتوں کی لذت سے بچتا ہے ایسے ہی اگر مسلمانوں کو تکلیف دینے سے بھی بچے تو پھر اس کا روزہ کامل درجہ کا ہوگا اور زکوۃ حضور ﷺ نے (اللہ کے فرمانے سے) فرض کی ہے اسے خوشی خوشی ادا کیا جائے اور زکوۃ لینے والے پر اپنا احسان نہ سمجھا جائے۔ تمہیں جو نصیحتیں کی جارہی ہیں انہیں اچھی طرح سمجھ لو جس کا دین لٹ گیا اس کا سب کچھ لٹ گیا خوش قسمت وہ ہے جو دوسرے کے حالات سے عبرت اور نصیحت حاصل کرلے۔ بدبخت وہ ہے جو کہ ماں کے پیٹ میں یعنی ازل سے بدبخت ہوا ہو اور سب سے برے کام وہ ہیں جو نئے گھڑے جائیں اور سنت میں میانہ روی اختیار کرنا بدعت میں بہت زیادہ کوشش کرنے سے بہتر ہے اور لوگوں کے دلوں میں اپنے بادشاہ سے نفرت ہوا کرتی ہے میں اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ مجھ میں اور تم میں طبعی کینہ پیدا ہوجائے یا میں اور تم خواہشات کے پیچھے چلنے لگ جائیں یا دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے لگ جائیں اور مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ تم لوگ کہیں ظالموں کی طرف مائل نہ ہوجاؤ اور مالداروں پر تمہیں مطمئن نہیں ہونا چاہیے۔ تم اس قرآن کو لازم پکڑو کیونکہ اس میں نور اور شفاء ہے باقی سب کچھ تو بدبختی کا سامان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے جن کاموں کا والی بنایا ہے ان میں جو حق میرے ذمہ تھا وہ میں نے ادا کردیا ہے اور تمہاری خیر خواہی کے جذبہ سے تمہیں وعظ و نصیحت بھی کر چکا ہوں۔ ہم نے اس بات کا حکم دے دیا ہے کہ تمہیں تمہارے حصے (بیت المال میں سے) دے دیئے جائیں اور تمہارے لشکروں کو ہم جمع کر چکے ہیں اور جہاں جا کر تم نے غزوہ کرنا ہے وہ جگہیں ہم مقرر کر چکے ہیں اور تمہارے پڑاؤ کی جگہیں بھی مقرر کردی ہیں اور تلواروں سے لڑ کر جو تم نے مالِ غنیمت حاصل کیا ہے اس میں ہم نے تمہارے لئے پوری طرح وسعت کی ہے لہٰذا اب تمہارے پاس اللہ کے حکم کے مقابلہ میں کوئی عذر نہیں ہے بلکہ سارے وہ دلائل ہیں جن سے اللہ کا ہر حکم ماننا تم پر لازم آتا ہے۔ میں اسی پر بات ختم کرتا ہوں اور اپنے لئے اور سب کے لئے اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔[1]

سیف راوی نے اسی روایت کے ضمن میں بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو مدینہ میں اپنی جگہ خلیفہ بنایا پھر گھوڑے پر سوار ہو کر چلے تاکہ سفر تیزی سے پورا ہو۔ چلتے چلتے جابیہ شہر پہنچ گئے۔ وہاں قیام فرمایا وہاں ایک زبردست مؤثر بیان فرمایا اس میں فرمایا اے لوگو! اپنے باطن کی اصلاح کرلو تمہارا ظاہر خود بخود ٹھیک ہوجائے گا۔ تم اپنی آخرت کے لئے عمل کرو تمہاری دنیا کے کام منجانب اللہ خود ہی ہوجائیں گے اور کسی آدمی کے اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان ایسا کوئی زندہ باپ نہیں ہے جو موت کے وقت اس کے کام آسکے اور نہ کسی آدمی کے اور اللہ کے درمیان نرمی کا کوئی معاہدہ ہے اور جو آدمی اپنے لئے جنت کا راستہ واضح کرنا چاہتا ہے

---

[1] ذکر فی الکنز (ج ۸ ص ۲۱۰)

اسے چاہئے کہ وہ جماعت کو لازم پکڑے رکھے کیونکہ شیطان اکیلے آدمی کے ساتھ ہوتا ہے اور دو آدمیوں سے بہت دور ہوتا ہے، اور کوئی آدمی ہرگز کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے ورنہ شیطان ان دو کے ساتھ تیسرا ہوگا۔ جسے اپنی نیکی سے خوشی ہو اور اپنی برائی سے رنج وصدمہ ہو وہ کامل ایمان والا ہے۔ راوی لکھتے ہیں یہ بیان بہت لمبا ہے جسے ہم نے اختصار سے ذکر کیا ہے۔[1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے جابیہ میں بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا جیسے میں تم میں کھڑے ہو کر بیان کر رہا ہوں ایسے ہی ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ہم میں کھڑے ہو کر بیان فرمایا تھا جس میں آپؐ نے فرمایا تھا کہ تم لوگ میرے صحابہؓ کے بارے میں اچھا معاملہ کرنے کی وصیت قبول کرو اور جو ان کے بعد والے ہیں ان کے بارے میں یہی وصیت قبول کرو اور پھر جو ان کے بعد والے ہیں ان کے بارے میں بھی یہی وصیت قبول کرو یعنی تابعین اور تبع تابعین کے بارے میں۔ ان تین طبقات کے بعد پھر جھوٹ پھیل جائے گا یہاں تک کہ آدمی سے گواہی دینے کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا اور خود ہی (جھوٹی) گواہی دینی شروع کر دے گا۔ تم میں سے جو آدمی جنت کے عین بیچ میں جانا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ جماعت کو لازم پکڑے رکھے کیونکہ شیطان اکیلے کے ساتھ ہوتا ہے اور دو آدمیوں سے بہت دور ہوتا ہے اور تم میں سے کوئی آدمی کسی اجنبی عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی اختیار نہ کرے ورنہ شیطان ان دو کے ساتھ تیسرا ہوگا جسے اپنی نیکی سے خوشی ہو اور اپنی برائی سے رنج وصدمہ ہو وہ ایمان والا ہے۔[2]

حضرت سوید بن غفلہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے جابیہ شہر میں لوگوں میں بیان فرمایا ارشاد فرمایا حضور ﷺ نے (مردوں کو) ریشم پہننے سے منع فرمایا ہے صرف دو تین یا چار انگلی کے برابر ریشم پہننے کی اجازت دی ہے۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے سمجھانے کے لئے ہاتھ سے اشارہ بھی فرمایا۔[3] سیف راوی نے بیان کیا کہ طاعون عمواس کے بعد ۱۷ھ کے آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام آئے جب ذی الحجہ میں وہاں سے مدینہ واپس جانے کا ارادہ فرمالیا تو لوگوں میں بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا غور سے سنو! مجھے تمہارا امیر بنایا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارا والی بنایا ہے اس کی وجہ سے جو ذمہ داریاں آتی ہیں میں نے ماشاء اللہ وہ سب ادا کر دی ہیں اور تمہارے حصہ کا مالِ غنیمت تم میں پھیلا دیا ہے اور پڑاؤ ڈالنے کی جگہیں اور غزوہ کرنے کی جگہیں سب تفصیل سے تمہیں بتادی ہیں جو کچھ ہمارے پاس تھا وہ سب تمہیں پہنچا دیا ہے۔ تمہارے لشکر جمع کر دیئے ہیں اور تمہارے لئے ترقی کی راہیں مہیا کر دی ہیں اور تمہیں ٹھکانے دے دیئے ہیں اور ملک شام میں جنگ کر کے تم نے جو مالِ غنیمت حاصل کیا تھا وہ سب تم

۱۔ قاله ابن كثير في البداية (ج ۷ ص ۵۲) ۲۔ عند احمد (ج ۱ ص ۱۸)
۳۔ عند احمد ايضا (ج ۱ ص ۵۱)

لوگوں میں وسعت سے تقسیم کر دیا ہے تمہاری خوراک مقرر کر دی ہے اور تمہیں عطایا، روزینہ اور مال غنیمت دینے کا ہم نے حکم دے دیا ہے۔ کوئی آدمی ایسی چیز جانتا ہو جس پر عمل کرنا مناسب ہو وہ ہمیں بتائے ہم اس پر انشاء اللہ ضرور عمل کریں گے اور نیکی کرنے کی طاقت صرف اللہ سے ہی ملتی ہے۔[1]

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد وثناء اس کی شان کے مناسب بیان کی پھر لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کے بارے میں یاد دہانی کرائی پھر فرمایا اے لوگو! مجھے تمہارا والی اور امیر بنایا گیا ہے اگر مجھے یہ امید نہ ہوتی کہ میں تم میں سے تمہارے لئے سب سے بہتر، سب سے زیادہ قوی اور پیش آنے والے اہم امور میں سب سے زیادہ مضبوط رہوں گا تو ہرگز میں آپ لوگوں کا امیر نہ بنتا اور عمر کے فکرمند اور غمگین ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ اسے حساب کے ٹھیک نکلنے کا انتظار ہے اور حساب اس بات کا کہ تم سے حقوق لے کر کہاں رکھوں اور تم لوگوں کے ساتھ کیسے چلوں۔ میں اپنے رب سے ہی مدد چاہتا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت، مدد اور تائید سے عمر کا تدارک نہ فرمادیں تو عمر کو کسی طاقت اور تدبیر پر کوئی اعتماد نہیں۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارا امیر بنادیا ہے جتنی چیزیں تمہارے سامنے ہیں ان میں سے جو چیز تمہیں سب سے زیادہ نفع دینے والی ہے میں اسے خوب اچھی طرح جانتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اس سب سے زیادہ نفع دینے والی چیز میں میری مدد کرے اور جیسے اور چیزوں میں میری حفاظت کر رہا ہے ایسے ہی اس میں میری حفاظت فرمائے اور جیسے کہ اللہ نے عدل کرنے کا حکم دیا ہے وہ مجھے تم لوگوں کی تقسیم میں عدل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میں ایک مسلمان آدمی اور کمزور بندہ ہوں لیکن اگر اللہ میری مدد فرمائے تو پھر کوئی کمزوری نہیں ہے۔ یہ امارت وخلافت جو مجھے دی گئی ہے۔ یہ انشاء اللہ میرے اچھے اخلاق کو نہیں بدل سکے گی اور عظمت اور بڑائی تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور بندوں کے لئے اس میں سے کچھ بھی نہیں لہٰذا تم میں سے کوئی آدمی ہرگز یہ نہ کہے کہ جب سے عمر امیر بنا ہے بدل گیا ہے۔ میں اپنے نفس کے حق کو خوب سمجھتا ہوں (یا میں اپنے بارے میں حق بات کو خوب سمجھتا ہوں) میں خود آگے بڑھ کر اپنی بات بیان کرتا ہوں لہٰذا جس آدمی کو کوئی ضرورت ہے یا اس پر کسی نے ظلم کیا ہے یا ہماری بدخلقی کی وجہ سے اسے ہم پر غصہ آیا ہوا ہے تو وہ مجھے بتادے کیونکہ میں بھی تم میں کا ایک آدمی ہوں اور تم لوگ اپنے ظاہر اور باطن میں اور اپنی قابل احترام چیزوں اور آبرو میں اللہ سے ڈرتے رہو اور جو حقوق تمہارے اوپر ہیں تم انہیں ادا کرو اور تم

۱۔ ذکرہ فی البدایۃ (ج ۷ ص ۹۷) ایضاً ۲۔ اخرجہ ابن جریر الطبری فی تاریخہ (ج ۴ ص ۲۸۱)

ایک دوسرے کو اپنے مقدمات میرے پاس لے کر آنے پر آمادہ نہ کرو کیونکہ میرے اور لوگوں میں سے کسی کے درمیان نرمی یا طرفداری کا کوئی معاہدہ نہیں۔ تم لوگوں کی درستگی مجھے محبوب ہے اور تمہاری ناراضگی مجھ پر بہت گراں ہے۔ تم میں سے اکثر لوگ شہروں میں مقیم ہیں اور تمہارے علاقہ میں نہ کوئی خاص کھیتی باڑی ہے اور نہ دودھ والے جانور زیادہ ہیں بس وہی غلے اور جانور یہاں ملتے ہیں جو اللہ تعالیٰ باہر سے لے آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت زیادہ اکرام کا وعدہ کیا ہوا ہے اور میں اپنی امانت کا ذمہ دار ہوں۔ امانت کے بارے میں مجھ سے پوچھا جائے گا لیکن امانت کا جو حصہ میرے سامنے ہے اس کی دیکھ بھال تو میں خود کروں گا یہ کسی کے سپرد نہیں کروں گا لیکن امانت کا جو حصہ مجھ سے دور ہے میں اس کی دیکھ بھال خود نہیں کر سکتا اسے سنبھالنے کے لئے میں تم میں سے ایسے لوگ استعمال کروں گا جو امانتدار ہیں اور عام لوگوں کے لئے خیر خواہی کا جذبہ رکھنے والے ہیں اور انشاء اللہ اپنی امانت ایسے لوگوں کے علاوہ اور کسی کے سپرد نہیں کروں گا۔[1]

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا پھر فرمایا اے لوگو! لالچ کی بعض صورتیں ایسی ہیں جن سے انسان فقیر اور محتاج ہو جاتا ہے اور (لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے) ناامیدی کی بعض صورتیں ایسی ہیں جن سے انسان غنی اور بے نیاز ہو جاتا ہے۔ تم وہ چیزیں جمع کرتے ہو جس کو کھا نہیں سکتے اور ان باتوں کی امید لگاتے ہو جنہیں پا نہیں سکتے۔ تم دھوکے والے گھر یعنی دنیا میں ہو اور تمہیں موت تک کی مہلت ملی ہوئی ہے۔ حضور ﷺ کے زمانے میں تو تم لوگ وحی کے ذریعے سے پکڑے جاتے تھے جو اپنے باطن میں کوئی چیز چھپاتا تھا اس کی اس چیز پر پکڑ ہو جاتی تھی (اس کے اندر کی اس چیز کا پتہ وحی سے چل جاتا تھا) اور جو کسی چیز کو ظاہر کرتا تھا اس کی اس چیز پر گرفت ہو جاتی تھی۔ لہٰذا اب تم لوگ ہمارے سامنے اپنے سب سے اچھے اخلاق ظاہر کر دیا کرو باقی رہے تمہارے اندرونی حالات اور باطن کی نیتیں تو انہیں اللہ خوب جانتا ہے۔ اب جو ہمارے سامنے کسی بری چیز کو ظاہر کرے گا اور یہ دعویٰ کرے گا کہ اس کی اندرونی حالت بہت اچھی ہے ہم اس کی تصدیق نہیں کریں گے اور جو ہمارے سامنے کسی اچھی چیز کو ظاہر کرے گا ہم اس کے بارے میں اچھا گمان رکھیں گے اور یہ بات جان لو کہ کنجوسی کی بعض صورتیں نفاق کا شعبہ ہیں لہٰذا تم خرچ کرو جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں خَیْـرًا لِّاَنْفُسِکُمْ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورت تغابن آیت ۱۶) ''اور (بالخصوص مواقع حکم میں) خرچ (بھی) کیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا اور جو شخص نفسانی حرص سے محفوظ رہا ایسے ہی لوگ (آخرت میں) فلاح پانے والے ہیں'' اے لوگو! اپنے ٹھکانے پاک صاف رکھو اور اپنے تمام امور کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔ اور اپنی عورتوں کو قبطی

[1] عند ابن جریر الطبری بھذ الاسناد

(مصری) کپڑے نہ پہناؤ کیونکہ ان سے اندر جسم نظر تو نہیں آتا لیکن اس کی نوعیت معلوم ہو جاتی ہے۔ اے لوگو! میری تمنا یہ ہے کہ میں برابر سرابر نجات پا جاؤں نہ مجھے انعام ملے اور نہ سزا اور مجھے اس بات کی امید ہے کہ آئندہ مجھے تھوڑی یا زیادہ جتنی عمر ملے گی میں اس میں انشاءاللہ حق پر عمل کروں گا اور ہر مسلمان کا اللہ کے مال میں جتنا حصہ ہے وہ حصہ خود اس کے پاس اس کے گھر پہنچے گا اور اسے اس حصہ کے لینے کے لئے نہ کچھ کرنا پڑے گا اور نہ کبھی تھکنا پڑے گا اور جو مال اللہ نے تمہیں دے رکھے ہیں انہیں درست کرتے رہو اور سہولت کی تھوڑی کمائی اس زیادہ کمائی سے بہتر ہے جس کے لئے بڑی مشقت اٹھانی پڑے اور قتل ہو جانا مرنے کی ایک صورت ہے جو نیک اور بد، ہر آدمی کو حاصل ہو جاتی ہے لیکن ہر قتل ہونے والا اللہ کے ہاں شہید نہیں ہوتا بلکہ شہید وہ ہے جس کی نیت اجر و ثواب لینے کی ہو اور جب تم کوئی اونٹ خریدنا چاہو تو لمبا اور بڑا اونٹ دیکھو اور اسے اپنی لاٹھی مارو اگر تم اسے چوکنے دل والا پاؤ تو اسے خرید لو۔[1]

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تم لوگوں پر شکر واجب کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بغیر مانگے اور بغیر طلب کے جو دنیا اور آخرت کی شرافت تمہیں عطا فرمائی ہے اس بارے میں تمہارے اوپر کئی دلیلیں بنادی ہیں تم لوگ کچھ نہیں تھے لیکن اس نے تمہیں پیدا کیا اور پیدا بھی اپنے لئے اور اپنی عبادت کے لئے کیا حالانکہ وہ تمہیں (انسان نہ بناتا بلکہ) اپنی سب سے بے قیمت مخلوق بنا سکتا تھا اور اپنی ساری مخلوق تمہارے فائدہ اور خدمت کے لئے بنائی اور تمہیں اپنے علاوہ اور کسی مخلوق کے لئے نہیں بنایا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً (سورت لقمان آیت ۲۰) ''اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور اس نے تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی پوری کر رکھی ہیں'' اور اس نے تمہیں خشکی اور سمندر کی سواریاں دیں اور پاکیزہ نعمتیں عطا فرمائیں تاکہ تم شکرگزار بنو پھر تمہارے کان اور آنکھیں بنائیں پھر اللہ کی کچھ نعمتیں ایسی ہیں جو تمام بنی آدم کو ملی ہیں اور کچھ نعمتیں ایسی ہیں جو صرف تم دینِ اسلام والوں کو ملی ہیں پھر یہ تمام خاص اور عام نعمتیں تمہاری حکومت میں تمہارے زمانہ میں تمہارے طبقہ میں خوب فراوانی سے ہیں اور ان نعمتوں میں سے ہر نعمت تم میں سے ہر آدمی کو اتنی زیادہ مقدار میں ملی ہے کہ اگر وہ نعمت تمام لوگوں میں تقسیم کر دی جائے تو وہ اس کا شکر ادا کرتے کرتے تھک جائیں اور اس کا حق ادا کرنا ان پر بھاری ہو جائے۔ ہاں اگر وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اور اللہ ان کی مدد کرے تو پھر وہ اس نعمت کا شکر اور اس کا حق ادا کر سکتے ہیں اور اللہ نے تمام روئے زمین پر تمہیں

---

[1] ذکر ابن جریر ایضا فی تاریخه (ج ۳ ص ۲۸۲)

اپنا خلیفہ بنایا ہوا ہے اور زمین والوں پر تم غالب آئے ہوئے ہو اور اللہ نے تمہارے دین کی خوب مدد کی ہے اور جن لوگوں نے تمہارا دین اختیار نہیں کیا ان کے دو حصے ہو گئے ہیں۔ کچھ لوگ تو اسلام اور اسلام والوں کے غلام بن گئے ہیں (اس سے مراد ذمی لوگ ہیں) جو تمہیں جزیہ دیتے ہیں خون پسینہ ایک کر کے کماتے ہیں اور طلب معاش میں ہر طرح کی مشقت اٹھاتے ہیں مشقت ساری ان کے ذمہ ہے اور ان کی کمائی سے جزیہ کا فائدہ آپ لوگوں کو ملتا ہے اور کچھ لوگ وہ ہیں جو دن رات ہر وقت اللہ کے لشکروں کے حملوں کے منتظر ہیں (اس سے مراد وہ کافر ہیں جن کے پاس صحابہ کرامؓ کے لشکر جانے والے تھے) اللہ نے ان کے دلوں کو رعب سے بھر دیا ہے۔ اب ان کے پاس کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں انہیں پناہ مل جائے یا بھاگ کر وہاں چلے جائیں اور اسلامی لشکروں سے کسی طرح بچ جائیں اللہ کے لشکر ان پر چھا گئے ہیں اور ان کے علاقے میں داخل ہو گئے ہیں اور اللہ کے حکم سے ان لشکروں کو زندگی کی وسعت، مال کی بہتات، لشکروں کا تسلسل اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت جیسی نعمتوں کے ساتھ عافیت امن و امان جیسی بڑی نعمت بھی حاصل ہے اور جب سے اسلام شروع ہوا ہے کبھی اس امت کے ظاہری حالات اس سے زیادہ اچھے نہیں رہے اور ہر شہر میں مسلمانوں کو جو بڑی بڑی فتوحات ہو رہی ہیں ان پر اللہ ہی کی تعریف ہونی چاہئے اور یہ جو بے حساب نعمتیں حاصل ہیں جن کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ان کے مقابلہ میں مسلمان کتنا ہی اللہ کا شکر اور ذکر کر لیں اور دین کے لئے کتنی ہی محنت کر لیں وہ ان نعمتوں کے شکر کا حق ادا نہیں کر سکتے ہاں اللہ اگر ان کی مدد فرمائے اور ان کے ساتھ رحم اور مہربانی کا معاملہ فرمائے تو اور بات ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اسی نے ہم پر یہ اتنے انعام و احسان فرمائے ہیں ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی اطاعت والے عمل کرنے کی اور اپنی رضا کی طرف جلدی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اے اللہ کے بندو! اللہ کی جو نعمتیں تمہارے پاس ہیں انہیں اپنی مجلسوں میں دو دو ایک ایک ہو کر یاد کرو اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو پورا کر لو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا ہے اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ (سورت ابراہیم آیت ۵) ''اپنی قوم کو (کفر کی) تاریکیوں سے (ایمان کی) روشنی کی طرف لاؤ اور ان کو اللہ کے معاملات (نعمت اور نقمت کے) یاد دلاؤ'' اور حضرت محمد ﷺ کو فرمایا ہے وَاذْكُرُوْا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ (سورت انفال آیت ۲۶) ''اور اس حالت کو یاد کرو جبکہ تم قلیل تھے سرزمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے'' جب تم لوگ اسلام سے پہلے کمزور شمار کئے جاتے تھے اور دنیا کی خیر سے محروم تھے اگر اس وقت تم حق کے کسی شعبہ پر ہوتے اس شعبہ پر ایمان لاتے اور اس سے آرام پاتے اور اللہ اور اس کے دین کی معرفت تمہیں حاصل ہوتی اور اس شعبہ سے مرنے کے بعد کی زندگی میں تم لوگ خیر کی امید رکھتے تو یہ تو کوئی بات ہوتی لیکن تم تو زمانہ جاہلیت میں لوگوں

میں سب سے زیادہ سخت زندگی والے اور اللہ کی ذات وصفات سے سب سے زیادہ جاہل تھے پھر اللہ نے اسلام کے ذریعہ تمہیں ہلاکت سے بچایا اب اچھا یہ تھا کہ صرف اسلام ہوتا اس کے ساتھ تمہاری دنیا کا کوئی حصہ نہ ہوتا اور آخرت میں جہاں تم نے لوٹ کر جانا ہے وہاں یہ اسلام تمہارے لئے بھروسہ کی چیز ہوتی اور تم جس مشقت والی زندگی پر تھے اس زندگی میں تم اس بات کے قابل تھے کہ اسلام میں سے اپنے حصہ پر کنجوسی کرو اسی سے چمٹے رہو اور اسے دوسروں پر ظاہر کرو لہٰذا تم میں سے جو آدمی یہ چاہتا ہے کہ اسے دنیا کی فضیلت اور آخرت کی شرافت دونوں باتیں حاصل ہو جائیں تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دو جو وہ چاہتا ہے اسے چاہئے دو میں تمہیں اس اللہ کی یاد دہانی کراتا ہوں جو تمہارے اور تمہارے دلوں کے درمیان حائل ہے تم اللہ کا حق پہچانو اور اس حق والے عمل کرو اور اپنے نفسوں کو اللہ کی اطاعت پر مجبور کرو تمہیں نعمتوں پر خوش بھی ہونا چاہئے لیکن یہ ڈر بھی ہونا چاہئے کہ نہ معلوم کب یہ نعمتیں تم سے چھن جائیں اور دوسروں کو مل جائیں کیونکہ کوئی چیز ناشکری سے زیادہ نعمت سے محروم کرانے والی نہیں ہے اور شکر کرنے سے نعمت بدل جانے سے محفوظ ہو جاتی ہے اور اس سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ کام اللہ کی طرف سے میرے ذمہ واجب ہے کہ میں تمہیں مفید کاموں کا حکم دوں اور نقصان دہ کاموں سے روکوں۔[1]

حضرت کلیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن بیان کیا اور اس میں سورت آل عمران کی آیتیں پڑھیں جب اس آیت پر پہنچے اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ (سورت آل عمران آیت ۱۵۵) ''یقیناً تم میں جن لوگوں نے پشت پھیر دی تھی جس روز کہ دونوں جماعتیں باہم متقابل ہوئیں'' حضرت عمرؓ نے فرمایا جنگِ احد میں ہمیں شکست ہوئی۔ میں بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا میں نے دیکھا کہ میں پہاڑی بکرے کی طرح چھلانگیں لگا کر بھاگ رہا ہوں اور لوگ کہہ رہے تھے کہ حضرت محمد قتل کر دیئے گئے۔ میں نے کہا جو یہ کہے گا حضرت محمد قتل کر دیئے گئے ہیں میں اسے قتل کر دوں گا۔ پھر ہم سب پہاڑ پر جمع ہو گئے اس پر یہ آیت اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ نازل ہوئی۔[2]

حضرت کلیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا اور منبر پر سورت آل عمران پڑھی پھر فرمایا اس سورت کا جنگ احد سے بہت تعلق ہے ہم جنگِ احد کے دوران حضور ﷺ کو چھوڑ کر ادھر ادھر بکھر گئے تھے میں ایک پہاڑ پر چڑھ گیا۔ میں نے ایک یہودی کو سنا وہ کہہ رہا تھا حضرت محمدؐ قتل کر دیئے گئے۔ میں نے کہا میں جسے بھی یہ کہتے ہوئے سنوں گا کہ حضرت محمدؐ قتل کر دیئے گئے ہیں میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ پھر میں نے دیکھا تو مجھے ایک جگہ حضور نظر آئے اور لوگ آپؐ کے پاس لوٹ کر آ رہے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی

---

[1] اخرجه ابن جرير ايضا في تاريخه (ج ۲ ص ۲۸۳) [2] اخرجه ابن جرير

وما محمد الا رسول (سورت آل عمران آیت ۱۴۴) ''اور محمدؐ رے رسول ہی تو ہیں۔ آپؐ سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید ہی ہو جاویں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے۔'' [1]

حضرت عبداللہ بن عدی بن خیار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے منبر پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا جب بندہ اللہ کی وجہ سے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی قدر و منزلت بڑھا دیتے ہیں اور فرماتے ہیں بلند ہو جا اللہ تجھے بلند کرے۔ یہ اپنے آپ کو حقیر سمجھتا ہے لیکن لوگوں کی نگاہ میں بڑا ہوتا ہے اور جب بندہ تکبر کرتا ہے اور اپنی حد سے آگے بڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے توڑ کر نیچے زمین پر گرا دیتے ہیں اور فرماتے ہیں دور ہو جا اللہ تجھے دور کرے اور یہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے لیکن لوگوں کی نگاہ میں حقیر ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ ان کے نزدیک سور سے بھی زیادہ حقیر ہو جاتا ہے۔ [2]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے ہم میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا ہوسکتا ہے کہ میں آپ لوگوں کو ایسی چیزوں سے روک دیتا ہوں جن میں آپ لوگوں کا فائدہ ہو اور ایسی چیزوں کا حکم دے دیتا ہوں جن میں آپ لوگوں کا فائدہ نہ ہو اور قرآن میں سب سے آخر میں سود کے حرام ہونے کی آیت نازل ہوئی اور حضور ﷺ ہمارے لئے ابھی سود کی اس آیت کی (موٹی موٹی اور بنیادی باتیں تو بیان فرماتے تھے لیکن اس کی تفصیلی اور باریک باریک باتیں بیان نہ کر پائے تھے کہ آپ کی وفات ہوگئی (کیونکہ حضورؐ اس سے زیادہ اہم کاموں میں مشغول تھے) اس لئے جس صورت میں تمہیں سود کا کچھ کھٹکا ہو اسے چھوڑ دیا کرو اور جس میں کوئی کھٹکا نہ ہو وہ اختیار کر لیا کرو۔ [3]

حضرت اسود بن یزید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے لوگوں میں بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا تم میں سے جو بھی حج کا ارادہ کرے تو وہ صرف میقات سے ہی احرام باندھے اور احرام باندھنے کے لئے حضور ﷺ نے جو میقات مقرر فرمائے ہیں وہ یہ ہیں مدینہ والوں کے لئے اور دوسری جگہ کے رہنے والے مدینہ سے گزریں تو ان کے لئے ذوالحلیفہ میقات ہے اور شام والوں کے لئے اور دوسری جگہ کے رہنے والوں شام سے گزریں تو ان کے لئے جحفہ میقات ہے اور نجد والوں کے لئے اور دوسری جگہ کے رہنے والے نجد سے گزریں تو ان کے لئے قرن میقات ہے اور یمن والوں کے لئے یلملم اور عراق والوں اور باقی تمام لوگوں کے لئے ذاتِ عرق

۱۔ عند ابن المنذر کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۳۸)

۲۔ اخرجہ ابو عبید و الخرائطی و الصابونی و عبدالرزاق کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۳)

۳۔ اخرجہ الخطیب کذافی الکنز (ج ۲ ص ۲۳۲)

میقات ہے۔ ۱

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے بیان فرمایا اور اس میں رجم کا یعنی زنا کرنے والوں کو سنگسار کرنے کی سزا کا ذکر کیا اور فرمایا رجم کے بارے میں دھوکہ نہ کھا لینا کیونکہ (اگر چہ اس کا قرآن میں ذکر نہیں ہے لیکن) یہ بھی اللہ کی مقرر کردہ سزاؤں میں سے ایک سزا ہے۔ غور سے سنو! حضور ﷺ نے خود رجم کیا ہے اور آپؐ کے بعد ہم نے رجم کیا ہے۔ اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ لوگ یوں کہیں گے کہ عمرؓ نے اللہ کی کتاب میں وہ چیز بڑھا دی جو اس میں نہیں تھی تو میں قرآن کے کنارے پر یہ لکھ دیتا کہ عمر بن خطاب، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، فلاں اور فلاں صحابی اس بات کے گواہ ہیں کہ حضور ﷺ نے رجم کیا ہے اور آپؐ کے بعد ہم نے رجم کیا ہے۔ غور سے سنو! تمہارے بعد عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو رجم کو، دجال کو، شفاعت کو، عذابِ قبر کو اور ان لوگوں کو جو جل جانے کے بعد جہنم سے نکلیں گے ان سب چیزوں کو جھٹلائیں گے۔ ۲

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ جب منیٰ سے واپس ہوئے تو انہوں نے پتھریلے میدان میں اپنی سواری بٹھائی پھر کنکریوں کی ایک ڈھیری بنا کر اپنے کپڑے کا کنارا اس ڈھیری پر ڈالا اور اس پر لیٹ گئے اور آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی اے اللہ! میری عمر زیادہ ہوگئی ہے اور میری قوت کمزور ہوگئی ہے اور میری رعایا بہت پھیل گئی ہے۔ اس لئے اب مجھے اپنی طرف اس طرح اٹھا لے کہ میں تیرے احکام کو نہ ضائع کرنے والا بنوں اور نہ ان میں کمی کرنے والا پھر جب حضرت عمرؓ مدینہ پہنچے تو لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! کچھ اعمال تم پر فرض کئے گئے ہیں اور سنتیں تمہارے لئے صاف بیان کردی گئی ہیں اور تمہیں ایک واضح اور صاف ملت پر چھوڑا گیا ہے پھر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر مار کر فرمایا اس کے بعد بھی تم دائیں بائیں ہو کر لوگوں کو گمراہ کرتے پھرو تو یہ الگ بات ہے پھر تم اس بات سے بچو کہ رجم کی آیت کی وجہ سے ہلاک ہو جاؤ اور تم میں سے کوئی یوں کہے کہ ہمیں کتاب اللہ میں زنا کے بارے میں دو سزائیں نہیں ملتیں (ایک رجم کی اور دوسری کوڑے مارنے کی بلکہ ہمیں تو صرف ایک سزا ملتی ہے یعنی کوڑے مارنے کی) میں نے خود دیکھا کہ حضور ﷺ نے رجم کیا ہے اور آپؐ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے عمرؓ نے اللہ کی کتاب میں نئی چیز بڑھا دی تو میں یہ عبارت قرآن میں لکھ دیتا الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ شادی شدہ مرد اور عورت جب زنا کریں تو دونوں کو ضرور رجم کرو کیونکہ (پہلے یہ آیت قرآن میں نازل ہوئی تھی اور) ہم قرآن میں اس کی تلاوت کیا کرتے تھے (بعد میں یہ الفاظ منسوخ ہو گئے لیکن ان کا حکم اب بھی باقی ہے) حضرت سعید کہتے ہیں ابھی ذوالحجہ کا مہینہ ختم نہیں ہوا تھا کہ

---

۱ ۔ اخرجہ ابن الضیاء کذافی الکنز (ج ۳ ص ۳۰) ۲ ۔ اخرجہ احمد و ابو یعلی و ابو عبید

حضرت عمرؓ کو نیزہ مار کر زخمی کر دیا گیا(اور اسی میں ان کا انتقال ہو گیا)۔[1]

حضرت معدان بن ابی طلحہ یعمری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دفعہ جمعہ کے دن حضرت عمر بن خطابؓ منبر پر کھڑے ہوئے پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کا ذکر کیا پھر فرمایا میں نے ایک خواب دیکھا جس سے میں یہی سمجھا ہوں کہ میرے دنیا سے جانے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک سرخ مرغے نے مجھے دو دفعہ چونچ ماری ہے۔ میں نے اس خواب کا ذکر (اپنی بیوی) اسماء بنت عمیسؓ سے کیا اس نے کہا اس کی تعبیر یہ ہے کہ عجم کا ایک آدمی آپ کو قتل کرے گا لوگ مجھے کہہ رہے ہیں کہ میں کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کر دوں (خلیفہ مقرر کرنا ٹھیک تو ہے لیکن ضروری نہیں ہے) مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنا دین اور خلافت دے کر اپنے نبی کریم ﷺ کو بھیجا ہے اسے ہرگز ضائع نہیں ہونے دیں گے اگر (دنیا سے جانے کا) میرا معاملہ جلدی ہو گیا تو یہ چھ آدمی جن سے دنیا سے جاتے وقت حضورؐ راضی تھے آپس کے مشورے سے اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنالیں حضرت عثمانؓ، حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔ تم ان میں سے جس سے بھی بیعت کرو اس کی بات سنو اور مانو اور مجھے معلوم ہے کہ کچھ لوگ اس امر خلافت میں اعتراض کریں گے، حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جن سے میں نے اپنے اس ہاتھ سے اسلام پر جنگ کی ہے اگر وہ لوگ ایسا کریں تو وہ اللہ کے دشمن کافر اور گمراہ ہوں گے (اگر وہ اس اعتراض کو جائز سمجھتے ہیں تو پھر واقعی وہ کافر ہو جائیں گے ورنہ ان کا یہ عمل کافروں کے عمل کے مشابہ ہو جائے گا) میں کوئی ایسی چیز چھوڑ کر نہیں جا رہا ہوں جو میرے نزدیک کلالہ کے معاملہ سے زیادہ اہم ہو (کلالہ وہ آدمی ہے جس کے نہ اولاد ہو اور نہ ماں باپ ہوں) اللہ کی قسم! جب سے میں حضور ﷺ کے ساتھ رہا ہوں حضورؐ نے کسی بھی چیز کے بارے میں میرے ساتھ اتنی سختی نہیں کی جتنی سختی میرے ساتھ اس کلالہ کے بارے میں کی ہے یہاں تک کہ آپؐ نے اپنی انگلی میرے سینہ پر مار کر فرمایا سورت نساء کے آخر میں گرمیوں میں جو آیت (یستفتونک قل اللّٰہ یفتیکم فی الکلالہ) نازل ہوئی ہے وہ تمہارے لئے کافی ہے اگر میں زندہ رہا تو کلالہ کے بارے میں ایسا فیصلہ کروں گا کہ ہر پڑھے لکھے اور ان پڑھ کو اس کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو جائے گا اور میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں شہر کے گورنروں کو اس لئے بھیجتا ہوں تا کہ وہ لوگوں کو دین اور ان کے نبی کریم ﷺ کی سنت سکھائیں اور جو کوئی نیا یا پیچیدہ معاملہ ایسا پیش آ جائے جس کا انہیں حل سمجھ میں نہ آئے تو وہ اسے میرے پاس بھیج دیں پھر اے لوگو! تم یہ دو سبزیاں کھاتے ہو میں تو انہیں برا ہی سمجھتا ہوں "لہسن اور پیاز ہیں۔ اللہ کی قسم! میں نے اللہ کے نبی ﷺ کو دیکھا ہے کہ انہیں (مسجد میں) جس

---

[1] عند مالک و ابن سعد و مسدد و الحاکم کذافی الکنز (ج ۳ ص ۹۰)

آدمی سے لہسن یا پیاز کی بو آ جاتی تھی تو اسے حضورؐ کے فرمانے پر ہاتھ سے پکڑ کر مسجد سے باہر نکال کر جنت البقیع پہنچا دیا جاتا تھا لہٰذا جو شخص لہسن یا پیاز ضرور ہی کھانا چاہتا ہے وہ انہیں پکا کر (ان کی بو) مار دے۔ حضرت عمرؓ نے یہ بیان جمعہ کے دن فرمایا اور اس کے بعد بدھ کے دن انہیں حملہ کر کے زخمی کر دیا گیا جبکہ ذی الحجہ کے ختم ہونے میں چار دن باقی تھے۔[1]

حضرت یسار بن معرور رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! حضور ﷺ نے یہ مسجد بنائی اور مسجد بنانے میں ہم مہاجرین اور انصار بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ جب مسجد میں مجمع زیادہ ہو جائے تو تم میں سے ہر آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنے آگے والے بھائی کی پشت پر سجدے کر لے اور حضرت عمرؓ نے کچھ لوگوں کو راستہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا مسجد میں نماز پڑھو۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا حضور ﷺ نے ہمیں متعہ کی تین دن کے لئے اجازت دی تھی پھر اس کے بعد آپؐ نے ہمیشہ کے لئے متعہ کو حرام فرما دیا تھا (متعہ یہ ہے کہ آدمی ایک مقرر وقت تک کے لئے شادی کرے۔ خیبر سے پہلے متعہ والا نکاح حلال تھا خیبر کے بعد حضورؐ نے حرام قرار دے دیا تھا پھر فتح مکہ کے موقع پر حضورؐ نے متعہ کی صحابہؓ کو اجازت دی تھی پھر تین دن کے بعد اسے ہمیشہ کے لئے حرام قرار دے دیا تھا) اللہ کی قسم! اب مجھے جس کے بارے میں پتہ چلا کہ وہ شادی شدہ ہے اور اس نے متعہ والا نکاح کیا ہے تو میں اسے سنگسار کر دوں گا یا وہ میرے پاس چار ایسے گواہ لے کر آئے جو اس بات کی گواہی دیں کہ حضور ﷺ نے متعہ کو حرام کرنے کے بعد پھر حلال کر دیا تھا اور جو غیر شادی شدہ آدمی مجھے ایسا ملا جو متعہ والا نکاح کرے تو میں اسے سو کوڑے ماروں گا یا وہ میرے پاس ایسے چار گواہ لے کر آئے جو اس بات کی گواہی دیں کہ حضورؐ نے متعہ حرام کرنے کے بعد پھر حلال کر دیا تھا۔[3]

حضرت عبداللہ بن سعید کے دادا کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو عجمی ملکوں میں سے ان کی عورتیں اور بچے مال غنیمت میں (باندی اور غلام بنا کر) اتنے دے دیئے ہیں کہ نہ تو اتنے حضورؐ کو دیئے تھے اور نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو۔ اور مجھے پتہ چلا ہے کہ بہت سے مرد ان عورتوں سے صحبت

۱۔ اخرجه الطيالسي و ابن سعد و ابن شيبة و احمد و ابن حبان و مسلم و النسائي و ابو عوانة و ابو يعلى كذافي الكنز (ج ۳ ص ۱۵۳) ۲۔ اخرجه الطبراني في الاوسط و احمد و الشاشي و البيهقي و سعيد بن منصور كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۵۹)

۳۔ اخرجه ابن عساكر و سعيد ابن منصور وتمام كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۹۳)

کرتے ہیں (کیونکہ یہ باندیاں ہیں اور باندیوں سے صحبت کرنا مالک کے لئے جائز ہے) اب جس عجمی باندی سے تمہارا بچہ پیدا ہو جائے تو تم اسے نہ بیچنا کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو ہو سکتا ہے کہ آدمی کو پتہ بھی نہ چلے اور وہ اپنی کسی محرم عورت سے صحبت کر لے (ہو سکتا ہے کہ آدمی باندی کو بیچ دے اور باندی سے جو لڑکا پیدا ہوا تھا وہ اسی آدمی کا بیٹا تھا وہ اسی کے پاس رہ گیا بعد میں اس لڑکے نے اسی باندی کو خرید لیا اور اسے پتہ نہیں ہے کہ یہ اس کی ماں ہے) [1]

حضرت معرور یا ابن معرور تمیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ منبر پہ چڑھے اور حضور ﷺ والی جگہ سے دو سیڑھی نیچے بیٹھ گئے وہاں میں نے ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور جسے اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کا والی و حاکم بنا دیں اس کی بات سنو اور مانو۔ [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ اپنے بیان میں فرمایا کرتے تھے تم میں سے وہ آدمی کامیاب رہا جو خواہش پر چلنے سے، غصہ میں آنے اور لالچ میں پڑنے سے محفوظ رہا اور جسے گفتگو میں سچ بولنے کی توفیق دی گئی کیونکہ سچ اسے خیر کی طرف لے جائے گا اور جو شخص جھوٹ بولے گا وہ گناہ کے کام کرے گا اور جو گناہ کے کام کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا اور گناہ کے کاموں سے بچو اور اس شخص کا کیا گناہ کرنا جو مٹی سے پیدا ہوا اور مٹی کی طرف لوٹ جائے گا۔ آج وہ زندہ ہے کل مردہ ہوگا۔ روزانہ کا کام کرو اور مظلوم کی بددعا سے بچو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو۔ [3]

حضرت قبیصہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا جو معاف نہیں کرتا اسے معاف نہیں کیا جاتا جو توبہ نہیں کرتا اس کی توبہ قبول نہیں کی جاتی جو (برے کاموں سے) نہیں بچتا اسے (عذاب سے) نہیں بچایا جاتا۔ [4]

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے اپنے بیان میں فرمایا یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ لالچ فقر کی نشانی ہے اور ناامیدی سے انسان غنی ہو جاتا ہے۔ آدمی جب کسی چیز سے ناامید ہو جاتا ہے تو آدمی کو اس کی ضرورت نہیں رہتی۔ [5]

حضرت عبداللہ بن خراش رحمۃ اللہ علیہ کے چچا کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو

۱۔ اخرجه البيهقي عن عبدالله بن سعيد كذافي الكنز (ج ٨ ص ٢٩٢) ٢۔ اخرجه ابن جرير كذافي الكنز (ج ٨ ص ٢٠٨) ٣۔ اخرجه البيهقي كذافي الكنز (ج ٨ ص ٢٠٨)

۴۔ اخرجه البخاري في الادب و ابن خزيمة و جعفر الفريابي كذافي الكنز (ج ٨ ص ٢٠٧)

۵۔ اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ١ ص ٥٠) كذافي الكنز (ج ٨ ص ٢٣٥)

بیان میں یہ فرماتے ہوئے سنا اے اللہ! اپنی امان کے ذریعہ ہماری حفاظت فرما اور ہمیں اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔[۱] اپنے فضل سے ہمیں رزق عطا فرما۔[۲]

حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو جس چیز کی چاہی اجازت دے دی (چنانچہ حضور ﷺ نے پہلے صرف حج کا احرام باندھا تھا بعد میں اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اسی احرام میں عمرہ کی نیت بھی کر لی اب ایسا کرنے کی امت کو اجازت نہیں ہے) اور اب اللہ کے نبی اپنے راستہ پر (دنیا سے) تشریف لے جا چکے ہیں لہٰذا حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے ایسے پورا کرو جیسے تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے اور ان عورتوں کی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔[۳]

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو بیان میں فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مرد دنیا میں ریشم پہنے گا اسے آخرت میں ریشم نہیں پہنایا جائے گا۔[۴]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت ابوعبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ عید کی نماز پڑھی۔ انہوں نے اذان اور اقامت کے بغیر خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! حضور ﷺ نے ان دو دنوں کے روزے سے منع فرمایا ہے۔ ایک تو عید الفطر کا دن جس دن تم رمضان کے روزوں سے افطار کرتے ہو اور عید مناتے ہو اور دوسرا وہ دن جس دن تم لوگ اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو۔[۵]

حضرت علقمہ بن وقاص لیثی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو لوگوں میں بیان کرتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا کہ عمل کا دارومدار نیت پر ہے اور آدمی کو عمل پر وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے گا لہٰذا جس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہوگی تو اس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہی شمار ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے ہوگی تو اس کی ہجرت اسی چیز کے لئے شمار ہوگی جس کی نیت سے اس نے ہجرت کی ہوگی۔[۶]

حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رمادہ کی قحط سالی کے زمانے میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! اپنے بارے میں اللہ سے ڈرو

۱۔ اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ١ ص ٥٣)   ٢۔ زاده احمد في الزهد و الروياني واللالكائي و ابن عساكر كما في الكنز (ج ١٠ ص ٣٠٣)
٣۔ اخرجه احمد (ج ١ ص ١٧)
٤۔ اخرجه احمد (ج ١ ص ٢٠)   ٥۔ اخرجه احمد (ج ١ ص ٣٤)
٦۔ اخرجه احمد (ج ١ ص ٤٣)

اور تمہارے جو کام لوگوں سے چھپے ہوئے ہیں ان میں بھی اللہ سے ڈرو مجھے تمہارے ذریعہ سے آزمایا جارہا ہے اور تمہیں میرے ذریعہ سے۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ اللہ نے ناراض ہو کر جو یہ قحط سالی بھیجی ہے وہ کس سے ناراض ہے؟) وہ مجھ سے ناراض ہے اور تم سے نہیں یا تم سے ناراض ہے مجھ سے نہیں یا مجھ سے اور تم سے دونوں سے ہی ناراض ہے۔ آؤ ہم اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے دلوں کو ٹھیک کردے اور ہم پر رحم فرمائے اور یہ قحط ہم سے دور کردے۔ راوی کہتے ہیں اس دن دیکھا گیا کہ حضرت عمرؓ دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعا کر رہے ہیں اور لوگ بھی دعا کر رہے ہیں پھر حضرت عمرؓ اور لوگ تھوڑی دیر روتے رہے پھر حضرت عمرؓ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔[1]

حضرت ابوعثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ لوگوں میں بیان کر رہے تھے میں ان کے منبر کے نیچے بیٹھا ہوا تھا آپؓ نے بیان فرمایا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا مجھے اس امت پر سب سے زیادہ ڈر اس منافق کا ہے جو زبان کا خوب جاننے والا ہو یعنی جسے باتیں بنانی خوب آتی ہوں۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیانات صحابہ کرامؓ کے باہمی اتحاد اور اتفاق رائے کے باب میں گزر چکے ہیں۔

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفانؓ کے بیانات

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن مخزومی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کر چکے تو آپؓ نے آکر لوگوں میں بیان فرمایا۔ پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! پہلی مرتبہ سوار ہونا مشکل ہوتا ہے آج کے بعد اور بھی دن ہیں۔ اگر میں زندہ رہا تو تم ایسا بیان سنو گے جو صحیح ترتیب سے ہوگا۔ ہم تو بیان کرنے والے نہیں ہیں اللہ ہمیں بیان کا صحیح طریقہ سکھا دیں گے۔[3]

حضرت بدر بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے چچا بیان کرتے ہیں جب اہل شوریٰ حضرت عثمانؓ سے بیعت ہو گئے تو اس وقت وہ بہت غمگین تھے ان کی طبیعت پر بڑا بوجھ تھا وہ حضور ﷺ کے منبر پر تشریف لائے اور لوگوں میں بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا اس کے بعد فرمایا تم ایسے گھر میں ہو جہاں سے تمہیں کوچ کر جانا ہے اور تمہاری عمر تھوڑی باقی رہ گئی ہے لہٰذا تم جو خیر کے کام کر سکتے ہو موت سے پہلے کر لو۔ صبح اور شام موت تمہیں آنے ہی والی ہے۔ غور سے سنو! دنیا سراسر دھوکہ ہی دھوکہ ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے) ﴿فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۲۲)　۲۔ اخرجه احمد (ج ۱ ص ۴۴)
۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۶۲)

وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (سورت لقمان آیت ۳۳) ''سو تم کو دنیوی زندگانی دھوکہ میں نہ ڈالے اور نہ وہ دھوکہ باز (شیطان) اللہ سے دھوکہ میں ڈالے'' اور جو لوگ جا چکے ان سے عبرت حاصل کرو اور خوب محنت کرو اور غفلت سے کام نہ لو کیونکہ موت کا فرشتہ تم سے کبھی غافل نہیں ہوتا کہاں ہیں دنیا کے وہ بھائی اور بیٹے جنہوں نے دنیا میں کھیتی باڑی کی اور اسے خوب آباد کیا اور لمبی مدت تک اس سے فائدہ اٹھایا؟ کیا دنیا نے انہیں پھینک نہیں دیا؟ چونکہ اللہ نے دنیا کو پھینکا ہوا ہے، اس لئے تم بھی اسے پھینک دو اور آخرت کو طلب کرو کیونکہ اللہ نے دنیا کی اور آخرت کی جو کہ دنیا سے بہتر ہے دونوں کی مثال اس آیت میں بیان کی وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ سے لے کر اَمَلًا تک (سورت کہف آیت ۴۵۔۴۶) ''اور آپ ان لوگوں سے دنیاوی زندگی کی حالت بیان فرمایئے کہ وہ ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا ہو پھر اس کے ذریعہ سے زمین کی نباتات خوب گنجان ہوگئی ہوں پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاوے کہ اس کو ہوا اڑائے لئے پھرتی ہو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں مال اور اولاد حیات دنیا کی ایک رونق ہے اور جو اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی'' بیان کے بعد لوگ حضرت عثمانؓ سے بیعت ہونے لگے۔[1]

حضرت عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمانؓ نے بیعت کرنے کے بعد لوگوں میں بیان کیا جس میں ارشاد فرمایا اما بعد! مجھ پر خلافت کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے جسے میں نے قبول کر لیا ہے۔ غور سے سنو! میں (حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے) پیچھے چلوں گا اور اپنے پاس سے گھڑ کر نئی باتیں نہیں لاؤں گا۔ توجہ سے سنو! اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت کے بعد میرے اوپر تمہارے تین حق ہیں پہلا حق یہ ہے کہ جس چیز میں آپ لوگ متفق ہیں اور اس کا ایک راستہ مقرر کر لیا ہے اس میں میں اپنے سے پہلوں کے طریقہ پر چلوں اور دوسرا حق یہ ہے کہ جس چیز میں آپ سب لوگوں نے مل کر کوئی راستہ مقرر نہیں کیا ہے اس میں میں خیر والوں کے راستے پر چلوں اور تیسرا حق یہ ہے کہ میں آپ لوگوں سے اپنے ہاتھ روکے رکھوں آپ لوگوں کو کسی قسم کی سزا نہ دوں۔ ہاں آپ لوگ ہی خود کوئی ایسا کام کر بیٹھیں جس پر سزا دینا میرے ذمہ واجب ہو تو یہ الگ بات ہے۔ غور سے سنو! دنیا سرسبز و شاداب ہے اور تمام لوگوں کے دلوں میں اس کی رغبت رکھی ہوئی ہے اور بہت لوگ اس کی طرف مائل ہو چکے ہیں، لہٰذا تم دنیا کی طرف مت جھکو اور اس پر بھروسہ نہ کرو یہ بھروسے کے قابل نہیں اور یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ دنیا صرف اسے چھوڑتی ہے جو اسے چھوڑ دے۔[2]

---

[1] اخرجه ابن جرير الطبري في تاريخه (ج ۳ ص ۳۰۵)

[2] اخرجه ابن جرير ايضا في تاريخه (ج ۳ ص ۴۴۶) باسناد فيه سيف

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ نے بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا اے ابن آدم! یہ بات جان لو کہ موت کا فرشتہ تمہارے لئے مقرر کیا گیا ہے جب سے تم دنیا میں آئے ہو وہ تمہیں چھوڑ کر دوسروں کے پاس جا رہا تھا لیکن اب اس نے دوسروں کو چھوڑ کر تمہارے پاس آنے کا ارادہ کر لیا ہے اس لئے اپنے بچاؤ کا سامان لے لو اور موت کی تیاری کر لو اور غفلت سے کام نہ لو کیونکہ موت کا فرشتہ تم سے بالکل غافل نہیں ہے اور اے ابنِ آدم! جان لو کہ اگر تم اپنے بارے میں غفلت میں پڑ گئے اور تم نے موت کی تیاری نہ کی تو تمہارے علاوہ کوئی اور یہ تیاری نہیں کرے گا اور اللہ سے ملاقات ضروری ہوئی ہے، اس لئے اپنے لئے نیک اعمال لے لو اور یہ کام دوسروں پر نہ چھوڑو۔ فقط والسلام۔[۱]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عثمان بن عفانؓ نے لوگوں میں بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا اللہ کا تقویٰ اختیار کرو کیونکہ اللہ کا تقویٰ غنیمت ہے۔ سب سے زیادہ عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو پالے اور موت کے بعد والی زندگی کے لئے عمل کرے اور قبر کے اندھیرے کے لئے اللہ سے نور حاصل کر لے اور بندے کو اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اسے حشر کے دن اندھا بنا کر نہ اٹھائیں حالانکہ وہ دنیا میں آنکھوں والا تھا اور سمجھدار آدمی کو تو چند جامع کلمات کافی ہو جاتے ہیں جن کے الفاظ کم اور معنی زیادہ ہوں اور بہرے آدمی کو تو دور سے پکارنا پڑتا ہے اور یقین رکھو کہ جس کے ساتھ اللہ ہوگا وہ کسی چیز سے نہیں ڈرے گا اور اللہ جس کے خلاف ہوگا وہ اللہ کے علاوہ اور کس سے مدد کی امید کر سکتا ہے؟[۲]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عثمانؓ کو منبر پر دیکھا وہ فرما رہے تھے اے لوگو! تم چھپ کر جو عمل کرتے ہو ان میں اللہ سے ڈرو کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! جو بھی کوئی عمل چھپ کر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس عمل کی چادر علی الاعلان ضرور پہنائیں گے۔ اگر خیر کا عمل کیا ہوگا تو اسے خیر کی چادر پہنائیں گے اور برا عمل کیا ہوگا تو اسے بری چادر پہنائیں گے پھر حضرت عثمانؓ نے یہ آیت پڑھی وَرِیَاشًا وَّلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ (سورت اعراف آیت ۲۶) اس میں حضرت عثمانؓ نے وریاشاً پڑھا اور وریشانہ پڑھا (جو کہ مشہور قرأت ہے) ''اور زینت اور تقویٰ کا لباس یہ اس سے بڑھ کر ہے'' راوی کہتے ہیں زینت اور تقویٰ والے لباس سے مراد اچھی عادتیں ہیں۔[۳]

حضرت عباد بن زاہر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عثمانؓ کو بیان کرتے ہوئے

۱۔ اخرجه الدینوری فی المجالسة و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۱۰۹)

۲۔ اخرجه الدینوری ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۴)

۳۔ اخرجه ابن جریر و ابن ابی حاتم کذافی الکنز (ج ۲ ص ۱۲۷)

سنا انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! ہم لوگ سفر و حضر میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے آپؐ ہمارے بیماروں کی عیادت فرماتے تھے اور ہمارے جنازوں کے ساتھ تشریف لے جاتے تھے اور ہمارے ساتھ غزوہ میں جاتے تھے اور آپؐ کے پاس کم یا زیادہ جتنا ہوتا اسی سے ہم سے غمخواری فرماتے اور اب کچھ لوگ مجھے حضورؐ کے بارے میں بتا رہے ہیں حالانکہ ان لوگوں نے تو شاید حضورؐ کو دیکھا بھی نہیں ہوگا۔[1] احمد اور ابو یعلی کی روایت میں اس کے بعد یہ ہے اس پر اعین بن امراۃ الفرزدق نے حضرت عثمانؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے نعثل! (مصر کے ایک آدمی کا نام نعثل تھا اس کی داڑھی لمبی تھی حضرت عثمانؓ کی ڈاڑھی بھی لمبی تھی معترضین کو حضرت عثمانؓ میں اس کے علاوہ اور کوئی کمی ملتی نہیں تھی، اس لئے اس سے تشبیہ دیتے ہوئے اس کے نام سے پکارا کرتے تھے) آپ نے تو سب کچھ بدل دیا ہے حضرت عثمانؓ نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ اعین ہے تو فرمایا نہیں اے غلام! تو نے بدلا ہے اس پر لوگ اعین پر جھپٹے۔ بنولیث کا ایک آدمی لوگوں کو اعین سے ہٹانے لگا اور وہاں سے بچا کر اعین کو اپنے گھر لے گیا۔[2]

حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو بیان میں فرماتے ہوئے سنا کہ چھوٹی عمر کے غلام کو کما کر لانے کا مکلّف نہ بناؤ کیونکہ اگر تم اسے کمانے کا مکلّف بناؤ گے تو وہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے کما نہیں سکے گا اس لئے چوری شروع کر دے گا۔ ایسے ہی جو باندی کوئی کام یا ہنر نہ جانتی ہو اسے بھی کما کر لانے کا مکلّف نہ بناؤ کیونکہ اگر تم اسے کما کر لانے کا مکلّف بناؤ گے تو اسے کوئی کام اور ہنر تو آتا نہیں اس لئے وہ اپنی شرم گاہ کے ذریعہ یعنی زنا کے ذریعہ کمانے لگ جائے گی اور پاکدامنی اختیار کئے رہو کیونکہ اللہ نے تمہیں پاکدامنی عطا فرما رکھی ہے اور کھانے کی صرف وہ چیزیں استعمال کرو جو حلال اور پاکیزہ ہیں۔[3]

حضرت زبید بن صلت رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عثمانؓ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا اے لوگو! جوا کھیلنے سے بچو یعنی نرد نہ کھیلا کرو کیونکہ مجھے بتایا گیا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگوں کے گھروں میں نرد کھیل کے آلات ہیں، اس لئے جس کے گھر میں یہ آلات موجود ہیں وہ یا تو انہیں جلا دے یا توڑ دے اور دوسری مرتبہ حضرت عثمانؓ نے منبر پر فرمایا اے لوگو! میں نے اس نرد کھیل کے بارے میں بات کی تھی لیکن ایسا نظر آ رہا ہے کہ تم لوگوں نے اس کھیل کے آلات کو گھروں سے ابھی نہیں نکالا ہے اس لئے میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ حکم دے کر لکڑیوں کے گٹھر جمع کراؤں

۱۔ اخرجه احمد و البزار و المروزی و الشاشی و ابویعلی و سیعد بن منصور کذافی الکنز (ج ۳ ص ۴۴)
۲۔ قال الهیثمی (ج ۷ ص ۲۲۸) رواه احمد ابویعلی فی الکبیر و رجالهما رجال الصحیح غیر عباد بن زاهر وهو ثقة. انتهی ۳۔ اخرجه الشافعی و البیهقی (ج ۸ ص ۹) عن مالک عن عمه ابی سهیل بن مالک قال البیهقی ورفعه بعضهم عن عثمان من حدیث الثوری ورفعه ضعیف کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲۷)

اور جن گھروں میں یہ آلات ہیں ان سب کو آگ لگا دوں یے ا

حضرت عبدالرحمٰن بن حمید کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمانؓ نے منیٰ میں نماز پوری پڑھائی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما حج کے موقع پر منیٰ کے دنوں میں ظہر، عصر، عشاء تینوں نمازوں میں دو رکعت نماز پڑھاتے رہے۔ شروع میں حضرت عثمانؓ بھی دو رکعت پڑھاتے رہے لیکن پھر چار رکعت پڑھانے لگے تھے) پھر لوگوں میں بیان کیا جس میں فرمایا اے لوگو! اصل سنت تو وہ ہے جو حضور ﷺ اور آپ ؐ کے ساتھیوں (حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ) نے کیا لیکن اس سال لوگ حج پر بہت آئے ہیں، اس لئے مجھے ڈر ہوا کہ لوگ دو رکعت پڑھنے کو مستقل سنت نہ بنالیں (اس لئے میں نے چار رکعت پڑھائیں) ۔ ۲

حضرت قتیبہ بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حجاج بن یوسف نے ہم میں بیان کیا اور اس نے قبر کا تذکرہ کیا اور مسلسل کہتا رہا کہ یہ قبر تنہائی کا گھر ہے اور اجنبیت اور بیگانگی کا گھر ہے۔ یہاں تک کہ خود بھی رونے لگا اور آس پاس والوں کو بھی رلا دیا پھر کہا میں نے امیر المومنین عبدالملک بن مروان کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان بن عفانؓ نے ہم میں بیان کیا جس میں فرمایا حضور ﷺ نے جب بھی کسی قبر کو دیکھا یا اس کا تذکرہ کیا تو آپ ؐ ضرور روئے۔ ۳

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عثمانؓ کو منبر پر بیان میں فرماتے ہوئے سنا کہ میں بنو قینقاع کے ایک یہودی خاندان سے کھجوریں خریدتا تھا اور آگے نفع پر بیچتا تھا۔ حضور ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو فرمایا اے عثمان! جب خریدا کرو تو پیمانہ سے ناپ لیا کرو اور جب بیچا کرو تو پیمانہ سے ناپ کر دیا کرو۔ ۴

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا آپ ؓ بیان میں تکلیف دہ کتوں کو ملنے کا اور کھیل کے طور پر اڑائے جانے والے کبوتروں کو ذبح کر دینے کا حکم دے رہے تھے (جو دوسرے کبوتروں کو لے آتے ہوں)۔ ۵

حضرت بدر بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے چچا کہتے ہیں کہ مجمع میں حضرت عثمانؓ نے آخری بیان میں یہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں دنیا اس لئے دی ہے تاکہ تم اس کے ذریعہ سے آخرت حاصل کرو اور اس لئے نہیں دی کہ تم اسی کے ہو جاؤ۔ دنیا فنا ہونے والی ہے اور آخرت ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ نہ تو فانی دنیا کی وجہ سے اترانے لگو اور نہ اس کی وجہ سے آخرت سے غافل ہو جاؤ۔ فانی

۱۔ اخرجه البیهقی کذافی الکنز (ج ۷ ص ۳۳۴) ۲۔ اخرجه البیهقی و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۳۹) ۳۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۱۰۹)
۴۔ اخرجه احمد (ج ۱ ص ۶۲) ۵۔ اخرجه احمد (ج ۱ ص ۷۲)

دنیا پر ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت کو ترجیح دو کیونکہ دنیا ختم ہو جائے گی اور ہم سب نے لوٹ کر اللہ ہی کے پاس جانا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ اللہ سے ڈرنا ہی اس کے عذاب سے ڈھال اور اس کی بارگاہ میں پہنچنے کا وسیلہ ہے اور احتیاط سے چلو کہیں اللہ تمہارے حالات نہ بدل دے اور اپنی جماعت سے چمٹے رہو اور مختلف گروہ نہ بن جاؤ وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا (سورت آل عمران آیت ۱۰۳) ''اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اس کو یاد کرو جبکہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے'' [1] اور جہاد کے باب میں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں پہرہ دینے کی فضیلت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان گزر چکا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؓ کے بیانات

حضرت علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں امیر المومنین بننے کے بعد حضرت علیؓ نے جو سب سے پہلا بیان فرمایا اس میں پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا اللہ نے ہدایت دینے والی کتاب نازل فرمائی اور اس میں خیر و شر سب بیان کر دیا، لہٰذا تم خیر کو لو اور شر کو چھوڑ و اور تمام فرائض ادا کر کے اللہ کے ہاں بھیج دو اللہ ان کے بدلے میں تمہیں جنت میں پہنچا دیں گے۔ اللہ نے بہت سی چیزوں کو قابلِ احترام بنایا ہے جو سب کو معلوم ہے لیکن ان تمام چیزوں پر مسلمان کی حرمت کو فوقیت عطا فرمائی ہے اور اللہ نے اخلاص اور وحدانیت کے یقین کے ذریعہ مسلمانوں کو مضبوط کیا ہے اور کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی ناحق تکلیف سے تمام لوگ محفوظ رہیں۔ کسی مسلمان کو ایذا پہنچانا حلال نہیں ہے، البتہ قصاص اور بدلہ میں جو تکلیف دینا شرعاً واجب ہو جائے اس کی اور بات ہے۔ قیامت اور موت کے آنے سے پہلے پہلے اعمالِ صالحہ کر لو کیونکہ بہت سے لوگ تم سے آگے جا چکے ہیں اور تمہارے پیچھے قیامت آ رہی ہے جو تمہیں ہانک رہی ہے۔ ہلکے پھلکے رہو یعنی گناہ نہ کرو اگلوں سے جا ملو گے کیونکہ اگلے لوگ پچھلوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ اللہ کے بندو! اللہ کے بندوں اور شہروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو تم سے ہر چیز کے بارے میں پوچھا جائے گا حتیٰ کہ زمین کے ٹکڑوں اور جانوروں کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔ اللہ کی اطاعت کرو اس کی نافرمانی نہ کرو۔ جب تمہیں خیر کی کوئی چیز نظر آئے تو اسے لے لو اور جب شر نظر آئے تو اسے چھوڑ دو اور اس وقت کو یاد رکھو جب تم تھوڑے تھے اور سرزمینِ مکہ میں تم کمزور سمجھے جاتے تھے۔ [2]

ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا آدمی سے اس کے کنبہ کو اتنے

۱؎ اخرجه ابن جرير الطبري في تاريخه (ج ۲ ص ۴۴۶) من طريق سيف

۲؎ اخرجه ابن ... ير في تاريخه (ج ۳ ص ۴۵۷) باسناد فيه سيف

فائدے حاصل نہیں ہوتے جتنے کنبہ سے آدمی کو حاصل ہوتے ہیں کیونکہ اگر آدمی کنبہ کی مدد سے اپنا ہاتھ روکتا ہے تو صرف ایک ہاتھ رکتا ہے اور کنبہ والے اپنے ہاتھ روک لیں تو پھر کئی ہاتھ رک جاتے ہیں اور کنبہ کی طرف سے آدمی کو محبت، حفاظت اور نصرت ملتی ہے۔ بعض دفعہ ایک آدمی دوسرے کی خاطر ناراض ہوتا ہے حالانکہ وہ اس دوسرے آدمی کو صرف اس کے خاندانی نسب کی وجہ سے ہی جانتا ہے میں تمہیں اس بارے میں اللہ کی کتاب میں بہت سی آیتیں پڑھ کر سناؤں گا پھر حضرت علیؓ نے یہ آیت پڑھی لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ (سورت ہود آیت ۸۰) ''کیا خوب ہوتا اگر میرا تم پر کچھ زور چلتا یا کسی مضبوط پایہ کی پناہ پکڑتا'' اس کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا یہ جو حضرت لوط علیہ السلام نے رکن شدید یعنی مضبوط پایہ فرمایا ہے اس سے مراد کنبہ ہے کیونکہ حضرت لوطؑ کے بعد اللہ نے جو نبی بھی بھیجا وہ اپنی قوم کے بڑے کنبہ میں سے ہوتا تھا پھر حضرت علیؓ نے حضرت شعیب علیہ السلام کے بارے میں یہ آیت پڑھی وَاِنَّا لَنَرٰکَ فِیْنَا ضَعِیْفًا (سورت ہود آیت ۹۱) ''اور ہم تم کو اپنے میں کمزور دیکھ رہے ہیں۔'' حضرت علی نے فرمایا حضرت شعیبؑ چونکہ نابینا تھے، اس لئے ان لوگوں نے آپ کو کمزوری کی طرف منسوب کیا وَلَوْلَا رَھْطُکَ لَرَجَمْنٰکَ (سورت ہود آیت ۹۱) ''اور اگر تمہارے خاندان کا پاس نہ ہوتا تو ہم تم کو سنگسار کر چکے ہوتے'' حضرت علیؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! انہیں اپنے رب کے جلال کا ڈر تو تھا نہیں البتہ حضرت شعیب کے خاندان کا ڈر تھا۔[1]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب رمضان شریف آتا۔ تو حضرت علیؓ بیان فرماتے اور اس میں یہ ارشاد فرماتے یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس کے روزے کو اللہ نے فرض کیا اور اس کی تراویح کو (ثواب کی چیز بنایا لیکن) فرض نہیں کیا اور آدمی کو یہ بات کہنے سے بچنا چاہئے کہ فلاں روزہ رکھے گا تو میں بھی رکھوں گا اور جب فلاں روزہ رکھنا چھوڑ دے گا تو میں بھی چھوڑ دوں گا۔ غور سے سنو! روزہ صرف کھانے، پینے کے چھوڑنے کا نام نہیں ہے بلکہ انہیں تو چھوڑنا ہے ہی لیکن اصل روزہ یہ ہے کہ آدمی جھوٹ، غلط اور بیہودہ باتوں کو بھی چھوڑ دے۔ توجہ سے سنو! رمضان کے مہینہ کو اس کی جگہ سے آگے نہ لے جاؤ وہیں رہنے دو، اس لئے جب تمہیں رمضان کا چاند نظر آ جائے تو روزے شروع کر دو اور جب عید کا چاند نظر آئے تو روزے رکھنے چھوڑ دو اور اگر رمضان کی ۲۹ کو غروب کے وقت ابر ہو تو پھر مہینہ کی ۳۰ کی گنتی پوری کرو۔ حضرت شعبی کہتے ہیں حضرت علیؓ یہ تمام باتیں فجر اور عصر کے بعد کہا کرتے۔[2]

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر موت کا

۱۔ اخرجہ ابو الشیخ کذافی الکنز (ج ۱ ص ۲۵۰)

۲۔ اخرجہ الحسین بن یحییٰ القطان و البیہقی کذافی الکنز (ج ۴ ص ۳۲۲)

تذکرہ فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا اللہ کے بندو! اللہ کی قسم! موت سے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے اگر تم (تیاری کر کے) اس کے لئے ٹھہر جاؤ گے تو بھی وہ تمہیں پکڑ لے گی اور اگر (اس کے لئے تیاری نہیں کرو گے بلکہ) اس سے بھاگو گے تو بھی وہ تمہیں آ پکڑے گی، اس لئے اپنی نجات کی فکر کرو، نجات کی فکر کرو اور جلدی کرو، جلدی کرو اور ایک چیز تلاش میں تمہارے پیچھے لگی ہوئی ہے جو بہت تیز ہے اور وہ ہے قبر۔ لہٰذا قبر کے بھینچنے سے، اس کی اندھیری سے اور اس کی وحشت سے بچو۔ غور سے سنو! قبر یا تو جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ غور سے سنو! قبر روزانہ تین مرتبہ یہ اعلان کرتی ہے میں تاریکی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں۔ غور سے سنو! قبر کے بعد وہ جگہ ہے جو قبر سے بھی زیادہ سخت ہے وہ جہنم کی آگ ہے جو بہت گرم اور بہت گہری ہے جس کے زیور (یعنی سزا دینے کے آلات) لوہے کے ہیں جس کے نگران فرشتے کا نام مالک ہے جس میں اللہ کی طرف سے کسی طرح کی نرمی یا رحم کا ظہور نہیں ہوگا اور توجہ سے سنو! اس کے بعد ایسی جنت ہے جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اللہ ہمیں اور آپ کو متقیوں میں سے بنائے اور دردناک عذاب سے بچائے۔[1] حضرت اصبغ بن نباتہ بھی اسی بیان کو اس طرح نقل کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت علیؓ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ پہلے انہوں نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور موت کا ذکر کیا اور پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور قبر جو یہ اعلان کرتی ہے کہ میں تنہائی کا گھر ہوں اس کے بعد اس روایت میں یہ ہے کہ غور سے سنو! قبر کے بعد (قیامت کا) ایک ایسا دن ہے جس میں بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور بوڑھے مدہوش۔ اور تمام حمل والیاں (دن پورے ہونے سے پہلے ہی) اپنا حمل ڈال دیں گی اور (اے مخاطب!) تمہیں لوگ نشہ کی حالت میں نظر آئیں گے حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے لیکن اس دن اللہ کا عذاب بہت سخت ہوگا اور ایک روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ پھر حضرت علیؓ رونے لگے اور ان کے اردگرد کے تمام مسلمان بھی رونے لگے۔[2]

حضرت صالح عجلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت علی بن ابی طالبؓ نے بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا پھر فرمایا اللہ کے بندو! دنیاوی زندگی تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے کیونکہ یہ ایسا گھر ہے جو بلاؤں سے گھرا ہوا ہے اور جس کا ایک دن فنا ہو جانا مشہور ہے اور جس کی خاص صفت بدعہدی کرنا ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ زوال پذیر ہے اور دنیا اپنی جگہ بدلتی رہتی ہے، کبھی کسی کے پاس اور کبھی کسی کے پاس۔ اور اس میں اترنے والے اس کے شر سے ہرگز نہیں بچ سکتے اور دنیا والے خوب فراوانی اور خوشیوں میں ہوتے ہیں اور اچانک

۱۔ اخرجه الصابونی فی المئتین و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۱۰)

۲۔ ذکره ابن کثیر فی البداية (ج ۸ ص ۲)

آزمائش اور دھوکہ میں آجاتے ہیں۔ دنیا کے عیش و عشرت میں لگنا قابلِ مذمت کام ہے اور اس کی فراوانی ہمیشہ نہیں رہتی اور دنیا والے خود دنیا کے لئے نشانہ ہیں ان پر دنیا اپنے تیر چلاتی رہتی ہے اور موت کے ذریعہ انہیں توڑتی رہتی ہے۔ اللہ کے بندو! تمہارا دنیا کا راستہ ان لوگوں سے الگ نہیں ہے جو دنیا سے جا چکے ہیں جن کی عمریں تم سے زیادہ لمبی تھیں اور جن کی پکڑ تم سے زیادہ سخت تھی اور جنہوں نے تم سے زیادہ شہر آباد کئے تھے اور جن کی آبادی کے نشانات بہت زیادہ عرصہ تک رہے تھے اور ان کی آوازوں کا شور بہت زمانے تک رہا تھا لیکن اب ان کی یہ آوازیں بالکل خاموش اور بجھ چکی ہیں اور اب ان کے جسم بوسیدہ اور ان کے شہر خالی ہو چکے ہیں اور ان کے تمام نشانات مٹ چکے ہیں اور قلعی اور چونے والے محلات، مزین تختوں اور بچھے ہوئے گاؤ تکیوں کے بجائے اب انہیں چٹانیں اور پتھر مل گئے ہیں جو ان کی بغلی قبروں میں رکھے ہوئے ہیں اور گارے سے بنے ہوئے ہیں اور ان کی قبروں کے سامنے کی جگہ ویران اور بے آباد پڑی ہوئی ہے اور مٹی کے گارے سے ان قبروں پر لپائی کی گئی ہے۔ ان قبروں کی جگہ آبادی کے قریب ہے لیکن ان میں رہنے والے بہت دور چلے جانے والے مسافر ہیں۔ ان کی قبریں آبادی کے درمیان ہیں لیکن ان قبروں والے وحشت اور تنہائی محسوس کرتے ہیں۔ ان کی قبریں کسی محلّہ میں ہیں لیکن یہ قبروں والے اپنے ہی میں مشغول ہیں اور انہیں آبادی سے کوئی انس نہیں ہے حالانکہ یہ قبروں والے ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں اور ان کی قبریں پاس پاس ہیں لیکن ان میں پڑوسیوں والا کوئی جوڑ نہیں ہے اور ان میں آپس میں جوڑ ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ بوسیدگی نے انہیں پیس رکھا ہے اور چٹانوں اور گیلی مٹی نے انہیں کھا رکھا ہے۔ پہلے یہ لوگ زندہ تھے اب مر چکے ہیں اور عیش و لذت والی زندگی گزار کر اب ریزہ ریزہ ہو چکے ہیں ان کے مرنے پر ان کے دوستوں کو بہت دکھ ہوا اور مٹی میں انہوں نے بسیرا اختیار کر لیا اور ایسے سفر پر گئے ہیں جہاں سے واپسی نہیں۔ ہائے افسوس، ہائے افسوس! ہرگز ایسا نہیں ہوگا یہ اس کی صرف ایک بات ہی بات ہے جس کو وہ کہہ رہا ہے اور ان کے آگے آڑ یعنی عالمِ برزخ ہے اس دن تک کے لئے جس دن لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور تم بھی ایک دن ان کی طرح قبرستان میں اکیلے رہو گے اور بوسیدہ ہو جاؤ گے اور تمہیں بھی اس لیٹنے کی جگہ کے سپرد کر دیا جائے گا اور یہ قبر کا امانت خانہ تمہیں اپنے میں سمیٹ لے گا تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تمام کام ختم ہو جائیں گے اور قبروں کے مردے زندہ کر کے کھڑے کر دیئے جائیں گے اور جو کچھ دلوں میں ہے وہ سب کھول کر رکھ دیا جائے گا اور تمہیں جلال و دبدبہ والے بادشاہ کے سامنے اندر کی ساری باتیں ظاہر کرنے کے لئے کھڑا کر دیا جائے گا پھر گزشتہ گناہوں کے ڈر سے دل اڑنے لگ جائیں گے اور تمہارے اوپر سے تمام رکاوٹیں اور پردے ہٹا دیئے جائیں گے اور تمہارے تمام عیب اور راز ظاہر ہو جائیں گے اور ہر انسان کو اپنے کئے کا بدلہ ملے گا برے کام

کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ برا بدلہ اور اچھے کام کرنے والوں کو اچھا بدلہ دیں گے اور اعمالنامہ سامنے رکھ دیا جائے گا تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس اعمالنامہ میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے ہائے ہماری بدقسمتی! اس اعمالنامہ کی عجیب حالت ہے کہ اس نے لکھے بغیر نہ چھوٹا گناہ چھوڑا اور نہ بڑا۔ اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا تھا اسے وہاں سب لکھا ہوا موجود پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اپنی کتاب پر عمل کرنے والا اور اپنے دوستوں کے پیچھے چلنے والا بنائے تا کہ ہمیں اور آپ کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے گھر یعنی جنت میں جگہ عطا فرمائے بیشک وہ تعریف کے قابل بزرگی والا ہے۔[1]

ابن جوزی نے حضرت علیؓ کے اسی بیان کو تفصیل سے ذکر کیا ہے لیکن شروع میں اس مضمون کا اضافہ کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں میں اسی ذات کی تعریف کرتا ہوں اور اسی سے مدد طلب کرتا ہوں اور اسی پر ایمان لاتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ ان کے ذریعہ سے اللہ تمہاری تمام بیماریوں کو دور کر دے اور تمہیں غفلت سے بیدار کر دے اور یہ بات جان لو کہ ایک دن تم لوگوں نے مرنا ہے اور مرنے کے بعد قیامت کے دن تم لوگوں کو اٹھایا جائے گا اور اعمال پر لا کر کھڑا کر دیا جائے گا اور پھر ان اعمال کا بدلہ تمہیں دیا جائے گا، لہٰذا دنیاوی زندگی تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[2]

حضرت جعفر بن محمد رحمتہ اللہ علیہ کے دادا کہتے ہیں حضرت علیؓ ایک جنازے کے ساتھ تشریف لے گئے۔ جب اس میت کو قبر میں رکھا جانے لگا تو اس کے گھر والے اور رشتہ دار سب اونچی آواز سے رونے لگے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ غور سے سنو! اللہ کی قسم! ان لوگوں کے مرنے والے نے اب قبر میں جا کر جو منظر دیکھ لیا ہے اگر یہ لوگ بھی وہ منظر دیکھ لیں تو یہ اپنے مردے کو بھول جائیں موت کے فرشتے نے بار بار ان لوگوں کے پاس آنا ہے یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہیں رہے گا پھر (بیان کے لئے) کھڑے ہوئے اور فرمایا اللہ کے بندو! میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس نے تمہارے لئے مثالیں بیان کیں، تمہاری موت کا وقت مقرر کیا اور تمہارے ایسے کان بنائے کہ ان میں جو بات پہنچتی ہے اسے سمجھ کر محفوظ کر لیتے ہیں اور ایسی آنکھیں عطا فرمائیں کہ جو کچھ پردے میں ہے اسے وہ ظاہر کر دیتی ہیں

۱۔ اخرجه الدینوری و ابن عساکر عن عبداللہ بن صالح العجلی عن ابیه کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۱۹) والمنتخب (ج ۶ ص ۳۲۴)

۲۔ ذکرها ابن الجوزی فی صفة الصفوة (ج ۱ ص ۱۲۳)

اور ایسے دل دیئے جوان مصائب اور مشکلات کو سمجھتے ہیں جوان کی صورتوں کی ترکیب میں ان کو پیش آتے ہیں اور اس چیز کو بھی سمجھتے ہیں جس نے ان دلوں کو آباد کیا یعنی ذکر الٰہی کو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بیکار پیدا نہیں کیا اور تم سے نصیحت والی کتاب یعنی قرآن کو ہٹایا بھی نہیں (بلکہ تمہیں نصیحت والی کتاب عطا فرمائی) بلکہ پوری نعمتوں سے تمہیں نوازا اور مکمل عطیات دیئے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارا پوری طرح احاطہ اور شمار کیا ہوا ہے اور خوشی اور نفع کی حالت میں اور نقصان اور رنج کی حالت میں آپ لوگ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کا بدلہ تیار کیا ہوا ہے۔ اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور دین کی طلب میں مزید کوشش کرو اور خواہشات کے ٹکڑے کر دینے والی اور لذتوں کو توڑ دینے والی چیز یعنی موت سے پہلے پہلے نیک عمل کر لو کیونکہ دنیا کی نعمتیں ہمیشہ نہیں رہیں گی اور اس کے دردناک حادثات سے امن نہیں ہے دنیا ایک دھوکہ ہے جس کی شکل بدلتی رہتی ہے اور کمزور سا سایہ ہے اور ایسا سہارا ہے جو جھک جاتا ہے یعنی بوقت ضرورت کام نہیں آتا شروع میں یہ دھوکہ نیا نظر آتا ہے لیکن جلد ہی پرانا ہو کر گزر جاتا ہے اور اپنے پیچھے چلنے والے کو اپنی شہوتوں میں تھکا کر اور دھوکہ کا دودھ پلا کر ہلاک کر دیتا ہے۔ اللہ کے بندو! عبرت کی چیزوں سے نصیحت پکڑو اور قرآنی آیتوں اور نبوی حدیثوں سے عبرت حاصل کرو اور ڈرانے والی چیزوں سے ڈر جاؤ اور وعظ و نصیحت کی باتوں سے نفع حاصل کر و یوں سمجھو کہ موت نے اپنے پنجے تم میں گاڑ دیئے ہیں اور مٹی کے گھر نے تمہیں اپنے اندر سمیٹ لیا ہے اور بڑے سخت اور ہولناک مناظر تم پر اچانک آ گئے ہیں (ان مناظر کی تفصیل یہ ہے کہ) صور پھونک دیا گیا ہے اور قبروں میں سے تمام انسانوں کو اٹھایا جا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی زبردست قدرت سے تمام انسانوں کو ہانک کر محشر میں لا رہے ہیں اور حساب کے لئے کھڑا کر رہے ہیں اور ہر انسان کے ساتھ اللہ نے ایک فرشتہ لگا رکھا ہے جو اسے محشر کی طرف ہانک رہا ہے اور ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ ہے جو اس کے خلاف اس کے برے اعمال کی گواہی دے رہا ہے اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھی ہے اور اعمال کے حساب کا دفتر لا کر رکھ دیا گیا ہے اور انبیاءؑ اور گواہ سب حاضر کر دیئے گئے ہیں اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جا رہا ہے اور ان پر کسی طرح کا ظلم نہیں کیا جا رہا ہے اس دن کی وجہ سے تمام شہر تھرا رہے ہیں اور ایک اعلان کرنے والا اعلان کر رہا ہے اور یہ اولین اور آخرین کی باہمی معاملات کا دن ہے اور اللہ کی طرف سے خاص تجلی ظاہر ہو رہی ہے اور سورج بے نور ہو رہا ہے جگہ جگہ وحشی جانور گھبرا کر اکٹھے ہو گئے ہیں اور چھپے ہوئے تمام راز کھل گئے ہیں اور شریر لوگ ہلاک ہو رہے ہیں اور انسانوں کے دل کانپ رہے ہیں اور جہنم والوں پر اللہ کی طرف سے ہلاک کر دینے والا رعب اور رلانے والی سزا اتر رہی ہے۔ جہنم کو ظاہر کر دیا گیا ہے اسے دیکھنے میں اب کوئی آڑ نہیں ہے۔ اس میں آنکڑے اور شور ہے اور کڑک جیسی بھیانک آواز ہے۔ جہنم سخت غصہ میں ہے اور دھمکیاں

دے رہی ہے اور اس کی آگ بھڑک رہی ہے اور اس کا گرم پانی ابل رہا ہے اور اس کی گرم ہوا میں اور تیزی آ رہی ہے اور اس میں ہمیشہ رہنے والے کا کوئی غم اور پریشانی دور نہیں کی جائے گی اور اس جہنم میں رہنے والوں کی حسرتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی اور اس جہنم کی بیڑیاں کبھی توڑی نہیں جائیں گی اور ان جہنمیوں کے ساتھ فرشتے ہیں جو انہیں گرم پانی کی آگ میں داخل ہونے کی خوشخبری دے رہے ہیں اور انہیں اللہ کے دیدار سے روک دیا گیا ہے اور انہیں دوستوں سے جدا کر دیا گیا ہے اور سب جہنم کی آگ کی طرف چلے جا رہے ہیں۔ اللہ کے بندو! اللہ سے اس آدمی کی طرح ڈرو جس نے دب کر عاجزی اختیار کر لی ہو اور (دشمن سے) ڈر کر کوچ کر گیا ہو اور جسے برے کاموں سے ڈرایا گیا ہو اور دیکھ بھال کر ان سے رک گیا ہو اور جلدی جلدی تلاش کرنے لگا ہو اور بھاگ کر نجات حاصل کر لی ہو اور آخرت کے لئے اس نے نیک اعمال آگے بھیج دیئے ہوں جہاں لوٹ کر جانا ہے اور نیک اعمال کے توشہ سے اس نے مدد حاصل کی ہو اور بدلہ لینے اور دیکھنے میں اللہ کافی ہے اور جھگڑنے اور حجت کرنے میں اللہ کی کتاب کافی ہے اور جنت ثواب کے لئے اور جہنم وبال اور سزا کے لئے کافی ہے اور میں اپنے لئے اور آپ لوگوں کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔[1]

ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا امابعد! دنیا نے پشت پھیر لی ہے اور جدائی کا اعلان کر دیا ہے اور آخرت سامنے آ رہی ہے اور بلندی سے جھانک رہی ہے۔ آج گھوڑے دوڑانے کا یعنی عمل کا میدان ہے کل تو ایک دوسرے سے آگے نکلنا ہوگا۔ غور سے سنو! تم آجکل دنیاوی امیدوں کے دنوں میں ہو لیکن ان کے پیچھے موت آ رہی ہے اور جس نے امید کے دنوں میں موت کے آنے سے پہلے نیک اعمال میں کوتاہی کی وہ ناکام ونامراد ہو گیا۔ توجہ سے سنو! جیسے تم خوف کے وقت عمل کرتے ہو ایسے ہی دوسرے اوقات میں بھی شوق اور رغبت سے عمل کیا کرو۔ غور سے سنو! میں نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی جو جنت جیسی ہو اور پھر بھی اس کا طالب سویا ہوا ہو اور نہ ہی ایسی کوئی چیز دیکھی جو جہنم جیسی ہو اور پھر بھی اس سے بھاگنے والا سوتا رہے۔ غور سے سنو! جو حق سے نفع نہیں اٹھاتا اسے باطل ضرور نقصان پہنچاتا ہے۔ جسے ہدایت سیدھے راستے پر نہ چلا سکی، اسے گمراہی سیدھے راستے سے ہٹا دے گی۔ غور سے سنو! آپ لوگوں کو یہاں سے کوچ کرنے کا اور سفر آخرت کا حکم مل چکا ہے اور اس سفر کا توشہ بھی آپ لوگوں کو بتا دیا گیا ہے۔ اے لوگو غور سے سنو! یہ دنیا تو ایسا سامان ہے جو سامنے موجود ہے اور اس میں سے اچھا برا ہر ایک کھا رہا ہے اور اللہ نے آخرت کا جو وعدہ فرما رکھا ہے وہ بالکل سچا ہے اور وہاں وہ بادشاہ فیصلہ کرے گا جو بڑی قدرت والا ہے۔ غور سے سنو! شیطان تمہیں فقیر اور محتاج ہونے سے ڈراتا ہے

---

[1] اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ١ ص ٧٧) عن جعفر بن محمد عن ابيه عن جده

اور تمہیں بے حیائی کے کاموں کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے مغفرت اور فضل کا وعدہ فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت وسعت والے اور خوب جاننے والے ہیں۔ اے لوگو! اپنی موجودہ زندگی میں اچھے عمل کرلو انجام کار محفوظ رہو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمانبردار سے جنت اور نافرمان سے جہنم کا وعدہ فرما رکھا ہے۔ جہنم کی آگ میں جہنمیوں کا چیخنا کبھی ختم نہ ہوگا۔ اس کے قیدی کو کبھی چھڑایا نہیں جاسکے گا اور اس میں جس کی ہڈی ٹوٹے گی تو کبھی جڑ نہ سکے گی اس کی گرمی بہت سخت ہے وہ بہت گہری ہے اور اس کا پانی خون اور پیپ ہے اور مجھے تم پر سب سے زیادہ خطرہ دو باتوں کا ہے۔ ایک خواہشات کے پیچھے چلنے کا دوسرے امیدیں لمبی رکھنے کا۔[1] اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ خواہشات کے پیچھے چلنے سے انسان حق سے ہٹ جاتا ہے اور لمبی امیدوں کی وجہ سے آخرت بھول جاتا ہے۔

حضرت زیاد اعرابی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں (خوارج کے) فتنہ کے بعد اور نہروان شہر سے فارغ ہونے کے بعد امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب ؓ کوفہ کے منبر پر تشریف فرما ہوئے پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر آنسوؤں کی وجہ سے ان کے گلے میں پھندا لگ گیا اور اتنا روئے کہ آنسوؤں سے ڈاڑھی تر ہوگئی اور آنسو نیچے گرنے لگے پھر انہوں نے اپنی ڈاڑھی (جھاڑی تو اس کے قطرے کچھ لوگوں پر جا گرے تو ہم یہ کہا کرتے تھے حضرت علیؓ کے آنسو جس پر گرے ہیں اسے اللہ تعالیٰ جہنم پر حرام کردیں گے پھر حضرت علیؓ نے فرمایا اے لوگو! ان میں سے نہ بنو جو بغیر کچھ کئے آخرت کی امید رکھتے ہیں اور لمبی امیدوں کی وجہ سے توبہ کو ٹالتے رہتے ہیں۔ دنیا کے بارے میں باتیں تو زاہدوں جیسی کرتے ہیں لیکن دنیا کے کام ان لوگوں کی طرح کرتے ہیں جن میں دنیا کی رغبت اور شوق ہو۔ اگر انہیں دنیا ملے تو وہ سیر نہیں ہوتے اور اگر نہ ملے تو ان میں قناعت بالکل نہیں ہے۔ جو نعمتیں انہیں اللہ دے رہا ہے ان کا شکر کر نہیں سکتے اور پھر چاہتے ہیں کہ نعمتیں اور بڑھ جائیں۔ دوسروں کو نیک کاموں کا حکم کرتے ہیں لیکن خود نہیں کرتے اوروں کو برے کاموں سے روکتے ہیں لیکن خود نہیں رکتے۔ محبت تو نیک لوگوں سے کرتے ہیں لیکن ان کے والے عمل نہیں کرتے اور ظالموں سے بغض رکھتے ہیں لیکن خود ظالم ہیں اور (دنیا کے) جن کاموں پر کچھ ملنے کا صرف گمان ہی ہے ان کا نفس ان سے وہ کام تو کروالیتا ہے اور (آخرت کے) جن کاموں پر ملنا یقینی ہے وہ کام ان سے نہیں کرواسکتا۔ اگر انہیں مال مل جائے تو فتنہ میں پڑ جاتے ہیں۔ اگر بیمار ہوجائیں تو غمگین ہوجاتے ہیں اگر فقیر ہوجائیں تو ناامید ہوکر کمزور پڑ جاتے ہیں۔ وہ گناہ بھی کرتے ہیں اور نعمتیں بھی استعمال کرتے ہیں عافیت ملتی ہے تو شکر نہیں کرتے اور جب کوئی

---

[1] اخرجہ الدینوری و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۰) والمنتخب (ج ۲ ص ۳۲۴) و ذکر ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۸ ص ۷) ہذہ الخطبۃ بطولھا عن و کیع عن عمرو بن منبہ عن اوفی بن دلھم

آزمائش آتی ہے تو صبر نہیں کرتے ایسے نظر آتا ہے جیسے دوسروں کو موت سے ڈرایا گیا ہے انہیں نہیں اور آخرت کے سارے وعدے اور وعید دوسروں کے لئے ہیں۔ اے موت کا نشانہ بننے والو! اور موت کے پاس گروی رکھے جانے والو! اے بیماریوں کے برتنو! اے زمانے کے لوٹے ہوئے لوگو! اے زمانہ پر بوجھ نہ بننے والو! اے زمانہ کے پھلو! اے حادثات کی کلیو! اے دلائل کے سامنے گونگے بن جانے والو! اے فتنہ میں ڈوبے ہوئے لوگو! اے وہ لوگو جن کے اور عبرت کی چیزوں کے درمیان رکاوٹیں ہیں! میں حق بات کہہ رہا ہوں آدمی صرف اپنے آپ کو پہچان کر ہی نجات پا سکتا ہے اور آدمی اپنے ہاتھوں ہی ہلاک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا (سورت تحریم آیت ۶)۔ ''اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) اس آگ سے بچاؤ'' اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان لوگوں میں سے بنائے جو وعظ و نصیحت سن کر قبول کر لیتے ہیں اور جب ان کو عمل کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ اسے قبول کر کے عمل کر لیتے ہیں۔[1]

حضرت یحییٰ بن یعمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے لوگوں میں بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! تم سے پہلے لوگ صرف گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئے ان کے علماء اور فقہاء نے انہیں روکا نہیں اللہ نے ان پر سزائیں نازل کیں۔ غور سے سنو! نیکی کا حکم کرو اور برائی سے روکو اس سے پہلے کہ تم پر بھی وہ عذاب اترے جو ان پر اترا تھا اور یہ سمجھ لو کہ نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے سے نہ رزق کم ہوتا ہے اور نہ موت جلدی آتی ہے۔ آسمان سے تقدیر کے فیصلے بارشوں کے قطروں کی طرح اترتے ہیں، چنانچہ ہر انسان کے اہل وعیال مال و جان کے بارے میں کم ہو جانے یا بڑھ جانے کا جو فیصلہ اللہ نے مقدر میں لکھا ہوا ہے وہ آسمان سے اترتا ہے۔ اب جب تمہارے اہل وعیال مال و جان میں کسی قسم کا نقصان ہو اور تمہیں دوسروں کے اہل وعیال مال و جان میں نقصان کے بجائے اور اضافہ نظر آئے تو اس سے تم فتنہ میں نہ پڑ جانا۔ مسلمان آدمی اگر دنایت و کمینگی کا ارتکاب کرنے والا نہ ہو تو اسے جب بھی یہ نقصان یاد آئے گا وہ عاجزی، انکساری، دعا اور التجاء کا مظاہرہ کرے گا (اور یوں اسے باطنی نفع ہوگا) اور کمینے لوگوں کو اس پر بہت غصہ آئے گا۔ جیسے کہ کامیاب ہونے والا جوئے باز، تیروں سے جوا کھیلنے میں پہلی دفعہ ہی ایسی کامیابی کا انتظار کرتا ہے جس سے خوب مال ملے اور تاوان وغیرہ اسے نہ دینا پڑے ایسے ہی خیانت سے پاک مسلمان آدمی جب اللہ سے دعا کرتا ہے تو دو اچھائیوں میں سے ایک کی اسے امید ہوتی ہے (کہ یا تو جو مانگا ہے وہ دنیا میں مل جائے گا اور اگر وہ نہ ملا تو پھر اس دعا کے دنیا میں قبول نہ ہونے کے بدلہ میں آخرت میں اسے

---

[1] اخرجه ابن النجار كذا في الكنز (ج ٨ ص ٢٢٠) والمنتخب (ج ٦ ص ٣٢٥)

ثواب ملے گا) جو اللہ کے پاس ہے وہ اس کے لئے بہتر ہے یا پھر اللہ اسے مال دیں گے اور اس کے اہل وعیال میں خوب کثرت ہوگی اور وہ خوب مالدار ہوگا۔ کھیتی دو طرح کی ہے (ایک دنیا کی دوسری آخرت کی) دنیا کی کھیتی مال اور بیٹے ہیں اور آخرت کی کھیتی نیک اعمال ہیں اور کبھی اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو دونوں قسم کی کھیتیاں عطا فرماتے ہیں۔ حضرت سفیان بن عیینہ کہتے ہیں حضرت علی ابن ابی طالبؓ کے علاوہ اور کون ایسا ہے جو یہ بات اتنے اچھے طریقہ سے کہہ سکے۔[1] البدایۃ کی روایت اسی جیسی ہے اور اس کے آخر میں یہ ہے یا تو اللہ اس کی دعا دنیا میں پوری کر دیں گے اور وہ بہت زیادہ مال اور اولاد والا ہو جائے گا۔ خاندانی شرافت اور دین کی نعمت بھی اسے حاصل ہوگی یا پھر اسے اس دعا کا بدلہ آخرت میں دیں گے۔ اور آخرت (دنیا سے ہزار درجہ) بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔ کھیتیاں دو ہیں دنیا کی کھیتی مال اور تقویٰ ہے (بظاہر مال اور اولاد ہے) اور آخرت کی کھیتی باقی رہنے والے اعمال صالحہ ہیں۔[2]

حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے کوفہ میں لوگوں میں بیان فرمایا میں نے انہیں اس بیان میں یہ کہتے ہوئے سنا اے لوگو! جو جان بوجھ کر محتاج بنتا ہے وہ محتاج ہو ہی جاتا ہے اور جس کی عمر بہت زیادہ ہو جاتی ہے وہ مختلف بیماریوں اور کمزوریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے جو بلا اور آزمائش کے لئے تیاری نہیں کرتا جب اس پر آزمائش آتی ہے تو وہ صبر نہیں کر سکتا۔ جو کسی چیز پر قابو پا لیتا ہے وہ اپنے کو دوسروں پر ترجیح دیتا ہے۔ جو کسی سے مشورہ نہیں کرتا اسے ندامت اٹھانی پڑتی ہے اور اس گفتگو کے بعد یہ فرمایا تھا عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام اور قرآن کا صرف ظاہری نشان باقی رہ جائے گا اور یہ بھی فرمایا تھا غور سے سنو! آدمی کو سیکھنے میں حیا نہیں کرنی چاہئے اور جس آدمی سے ایسی بات پوچھی جائے جسے وہ نہیں جانتا تو اسے یہ کہنے میں حیا نہیں کرنی چاہئے کہ میں نہیں جانتا۔ تمہاری مسجدیں ویسے تو اس دن آباد ہوں گی لیکن تمہارے دل اور جسم اجڑے ہوئے اور ہدایت سے خالی ہوں گے۔ آسمان کے سایہ تلے رہنے والے تمام انسانوں میں سب سے برے تمہارے فقہاء ہوں گے ان میں سے ہی فتنہ ظاہر ہوگا اور ان ہی میں لوٹ کر واپس آئے گا اس پر ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین! ایسا کب ہوگا؟ حضرت علیؓ نے فرمایا جب علم تمہارے گھٹیا لوگوں میں ہوگا اور تمہارے سرداروں میں زنا اور بے حیائی عام ہوگی اور بادشاہت تمہارے چھوٹے لوگوں میں ہوگی (جنہیں نہ تجربہ ہوگا نہ سمجھ ہوگی) اس وقت قیامت قائم ہوگی۔[3]

---

[1] اخرجه ابن ابی الدنیا و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۰) و منتخبه (ج ۶ ص ۳۲۶)

[2] ذکره فی البدایة (ج ۸ ص ۸) عن ابن ابی الدنیا باسنا ده عن یحیی فذکر من قوله ان الامر ینزل من السماء الی آخره نحوه

[3] اخرجه البیهقی کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۱۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک دن لوگوں میں بیان کے لئے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو مخلوق کو پیدا کرنے والا، (رات میں سے) پھاڑ کر صبح کو نکالنے والا، مردوں کو زندہ کرنے والا اور قبروں میں جو مدفون ہیں انہیں قیامت کے دن اٹھانے والا ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں اور میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ بندہ جن اعمال کو اللہ کے قرب کے لئے وسیلہ بنا سکتا ہے ان میں سب سے افضل ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ ہے اور کلمہ اخلاص ہے، اس لئے کہ وہ عین انسانی فطرت کے مطابق ہے اور نماز قائم کرنا ہے کیونکہ وہ ہی اصل مذہب ہے اور زکوٰۃ دینا ہے کیونکہ وہ اللہ کے دینی فرائض میں سے ہے اور رمضان کے روزے رکھنا ہے کیونکہ یہ اللہ کے عذاب سے ڈھال ہے اور بیت اللہ کا حج ہے کیونکہ یہ فقر کے دور کرنے اور گناہوں کے ہٹانے کا سبب ہے اور صلہ رحمی کرنا ہے کیونکہ اس سے مال بڑھتا ہے اور عمر لمبی ہوتی ہے اور گھر والوں کی محبت (دوسروں کے دلوں میں) بڑھتی ہے اور چھپ کر صدقہ کرنا ہے کیونکہ اس سے خطائیں مٹ جاتی ہیں اور رب کا غصہ ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اور لوگوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنا ہے کیونکہ یہ بری موت اور ہولناک جگہوں سے بچاتا ہے اور اللہ کا ذکر خوب کرو کیونکہ اللہ کا ذکر سب سے اچھا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے متقی لوگوں سے جن چیزوں کا وعدہ فرمایا ہے ان چیزوں کا اپنے اندر شوق پیدا کرو کیونکہ اللہ کا وعدہ سب سے سچا وعدہ ہے اور اپنے نبی کریم ﷺ کی سیرت کی اقتداء کرو کیونکہ ان کی سیرت سب سے افضل سیرت ہے اور ان کی سنتوں پر چلو کیونکہ ان کی سنتیں سب سے افضل طریقہ زندگی ہیں اور اللہ کی کتاب سیکھو کیونکہ وہ سب سے افضل کلام ہے اور دین کی سمجھ حاصل کرو کیونکہ یہی دلوں کی بہار ہے اور اللہ کے نور سے شفا حاصل کرو کیونکہ یہ دلوں کی تمام بیماریوں کی شفاء ہے۔ اس کی تلاوت اچھی طرح کیا کرو کیونکہ (اس کے اندر) سب سے عمدہ قصے ہیں۔ جب اسے تمہارے سامنے پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر اللہ کی رحمت ہو اور جب تمہیں اس کے علم کے حاصل کرنے کی توفیق مل گئی ہے تو اس پر عمل کرو تا کہ تمہیں ہدایت کامل درجہ کی مل جائے کیونکہ جو عالم اپنے علم کے خلاف عمل کرتا ہے وہ راہ حق سے ہٹے ہوئے اس جاہل جیسا ہے جو اپنی جہالت کی وجہ سے درست نہیں ہو سکا بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ جو عالم اپنے علم کو چھوڑ بیٹھا ہے اس کے خلاف حجت زیادہ بڑی ہوگی اور اس پر حسرت زیادہ عرصہ تک رہے گی اور اس کے مقابلہ میں جہالت حیران و پریشان رہنے والے جاہل کے خلاف حجت چھوٹی اور اس پر حسرت کم ہوگی۔ ویسے تو دونوں گمراہ ہیں اور دونوں ہلاک ہوں گے اور تردد میں نہ پڑو ورنہ تم شک میں پڑ جاؤ گے اور اگر تم شک میں پڑ گئے تو ایک دن کافر بن جاؤ گے اور اپنے لئے آسانی اور رخصت والا راستہ اختیار نہ کرو

ورنہ تم غفلت میں پڑ جاؤ گے اور اگر تم حق سے غفلت برتنے لگ گئے تو پھر خسارہ والے ہو جاؤ گے۔ غور سے سنو! یہ سمجھداری کی بات ہے کہ تم بھروسہ کرو لیکن اتنا بھروسہ نہ کرو کہ دھوکہ کھالو اور تم میں سے اپنے آپ کا سب سے زیادہ خیر خواہ وہ ہے جو اپنے رب کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والا ہے اور تم میں سے اپنے آپ کو سب سے زیادہ دھوکہ دینے والا وہ ہے جو اپنے رب کی سب سے زیادہ نافرمانی کرنے والا ہے۔ جو اللہ کی اطاعت کرے گا وہ امن میں رہے گا اور خوش رہے گا اور جو اللہ کی نافرمانی کرے گا وہ ڈرتا رہے گا اور اسے ندامت اٹھانی پڑے گی پھر تم اللہ سے یقین مانگو اور اس کے سامنے عافیت کا شوق ظاہر کرو۔ دل کی سب سے بہتر دائمی کیفیت یقین ہے۔ فرائض سب سے افضل عمل ہیں اور جو نئے کام اپنے پاس سے گھڑے جاتے ہیں وہ سب سے برے ہیں۔ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر نئی بات گھڑنے والا بدعتی ہے جس نے کوئی نئی بات گھڑی اس نے (دین) ضائع کر دیا۔ جب کوئی بدعتی نئی بدعت نکالتا ہے تو وہ اس کی وجہ سے کوئی نہ کوئی سنت ضرور چھوڑتا ہے اصل نقصان والا وہ ہے جس کا دینی نقصان ہوا ہو اور نقصان والا وہ ہے جو اپنے آپ کو خسارے میں ڈال دے۔ ریا کاری شرک میں سے ہے اور اخلاص عمل وایمان کا حصہ ہے۔ کھیل کود کی مجلسیں قرآن بھلا دیتی ہیں اور ان میں شیطان شریک ہوتا ہے اور یہ مجلسیں ہر گمراہی کی دعوت دیتی ہیں اور عورتوں کے ساتھ زیادہ بیٹھنے سے دل ٹیڑھے ہو جاتے ہیں اور ایسے آدمی کی طرف سب کی نگاہیں اٹھتی ہیں۔ عورتیں شیطان کے جال ہیں۔ اللہ کے ساتھ سچائی کا معاملہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ سچے کے ساتھ ہے اور جھوٹ سے اجتناب کرو کیونکہ جھوٹ ایمان کا مخالف عمل ہے۔ غور سے سنو! سچ نجات اور عزت کی بلند جگہ پر ہے اور جھوٹ ہلاکت اور بربادی کی بلند جگہ پر ہے۔ غور سے سنو! حق بات کہو اس سے تم پہچانے جاؤ گے اور حق پر عمل کرو اس سے تم حق والوں میں سے ہو جاؤ جس نے تمہارے پاس امانت رکھوائی ہے اسے اس کی امانت واپس کرو۔ جو رشتہ دار تم سے قطع رحمی کرے تم اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور جو تمہیں نہ دے بلکہ محروم کرے تم اس کے ساتھ احسان کرو جب تم کسی سے معاہدہ کرو تو اسے پورا کرو۔ جب فیصلہ کرو تو عدل وانصاف والا کرو۔ آباؤ اجداد کے کارناموں پر ایک دوسرے پر فخر نہ کرو۔ اور ایک دوسرے کو برے لقب سے نہ پکارو۔ آپس میں حد سے زیادہ مذاق نہ کرو اور ایک دوسرے کو غصہ نہ دلاؤ۔ اور کمزور، مظلوم، مقروض مجاہد فی سبیل اللہ مسافر اور سائل کی مدد کرو اور غلاموں کو آزادی دلوانے میں مدد کرو اور بیوہ اور یتیم پر رحم کرو اور سلام پھیلاؤ اور جو تمہیں سلام کرے تم اسے ویسا ہی جواب دو یا اس سے اچھا جواب دو۔ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے اور مہمان کا اکرام کرو پڑوسی سے اچھا سلوک کرو۔ بیماروں کی عیادت کرو اور جنازے کے ساتھ جاؤ۔ اللہ کے

بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔ امابعد! دنیا منہ پھیر کر جارہی ہے اور اپنے رخصت ہونے کا اعلان کررہی ہے اور آخرت سایہ ڈال چکی ہے اور جھانک رہی ہے۔ آج دوڑانے کے لئے گھوڑے تیار کرنے کا دن ہے کل قیامت کو ایک دوسرے سے آگے بڑھنا ہوگا اور آگے بڑھ کر جنت میں جانا ہوگا اگر آگے بڑھ کر جنت میں نہ جاسکا تو پھر اس کا انجام جہنم کی آگ ہے۔ توجہ سے سنو! تمہیں ان دنوں عمل کرنے کی مہلت ملی ہوئی ہے۔ اس کے بعد موت ہے جو بہت تیزی سے آرہی ہے جو مہلت کے دنوں میں موت کے آنے سے پہلے اپنے ہر عمل کو اللہ کے لئے خالص کرے گا وہ اپنے عمل کو اچھا اور خوبصورت بنالے گا اور اپنی امید کو پائے گا اور جس نے اس میں کوتاہی کی اس کے عمل خسارے والے ہوجائیں گے اس کی امید پوری نہ ہوگی بلکہ امید کی وجہ سے اس کا نقصان ہوگا۔ لہٰذا اللہ کے ثواب کے شوق میں اس کے عذاب سے ڈر کر عمل کرو اگر کبھی نیک اعمال کی رغبت اور شوق کا تم پر غلبہ ہو تو اللہ کا شکر کرو اور اس شوق کے ساتھ خوف پیدا کرنے کی کوشش کرو اور اگر کبھی اللہ کے خوف کا غلبہ ہو تو اللہ کا ذکر کرو اور اس خوف کے ساتھ کچھ شوق ملانے کی کوشش کرو کیونکہ اللہ نے مسلمانوں کو بتایا ہے کہ اچھے عمل پر اچھا بدلہ ملے گا اور جو شکر کرے گا اللہ اس کی نعمت بڑھائے گا۔ میں نے جنت جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی کہ جس کا طالب سو رہا ہو اور میں نے اس سے زیادہ کمانے والا نہیں دیکھا جو اس دن کے لئے نیک اعمال کماتا ہے جس دن کے لئے اعمال کے ذخیرے جمع کئے جاتے ہیں اور جس دن دلوں کے تمام بھید کھل جائیں گے اور تمام بری چیزیں اس دن جمع ہوجائیں گی جسے حق سے کوئی فائدہ نہ ہوا اسے باطل نقصان پہنچائے گا جسے ہدایت سیدھے راستہ پر نہ چلاسکی اسے گمراہی سیدھے راستہ سے ہٹادے گی۔ جسے یقین سے کوئی فائدہ نہ ہوا اسے شک نقصان پہنچائے گا اور جسے اس کی موجودہ چیز نفع نہ پہنچاسکی اسے اس کی دور والی غیر حاضر چیز بالکل نفع نہیں پہنچاسکے گی یعنی جو براہ راست مجھ سے بیان سن کر فائدہ نہ اٹھاسکے وہ میرے نہ سنے ہوئے بیانات سے تو بالکل فائدہ نہیں اٹھاسکے گا تمہیں کوچ کرکے سفر میں جانے کا حکم دیا جاچکا ہے اور سفر میں کام آنے والا توشہ بھی تمہیں بتایا جاچکا ہے۔ توجہ سے سنو! مجھے آپ لوگوں پر سب سے زیادہ دو چیزوں کا ڈر ہے ایک لمبی امیدیں دوسرے خواہشات پر چلنا لمبی امیدوں کی وجہ سے انسان آخرت بھول جاتا ہے اور خواہشات پر چلنے کی وجہ سے حق سے دور ہوجاتا ہے توجہ سے سنو! دنیا پیٹھ پھیر کر جارہی ہے اور آخرت سامنے سے آرہی ہے اور دونوں کے طالب اور چاہنے والے ہیں اگر تم سے ہوسکے تو آخرت والوں میں سے بنو اور دنیا والوں میں سے نہ بنو کیونکہ آج عمل کرنے کا موقع ہے لیکن حساب نہیں ہے۔ کل حساب ہوگا لیکن عمل کا موقع نہیں ہوگا۔[1]

---

[1] ذکرہ ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۷ ص ۳۰۷) قال الحافظ ابن کثیر و ھذہ خطبۃ بلیغۃ نافعۃ جامعۃ للخیر ناھیۃ عن الشر و قدروی لھا شواھد من وجوہ اخر متصلۃ واللہ الحمد و المنۃ۔ انتھی

حضرت ابو خیرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت علیؓ کے ساتھ رہا یہاں تک کہ وہ کوفہ پہنچ گئے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا تم اس وقت کیا کرو گے جب تمہارے نبیؐ کی آل پر تمہارے سامنے فوج حملہ آور ہوگی؟ کوفہ والوں نے کہا ہم اللہ کو ان کے بارے میں زبردست بہادری دکھائیں گے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تمہارے سامنے ان پر فوج حملہ آور ہوگی اور تم مقابلہ پر آ کر ان کو خود قتل کرو گے پھر یہ شعر پڑھنے لگے:

هم اوردوه بالغرور و غردوا

اجيبوا دعاه لا نجاة ولا عذرا

وہ اسے دھوکے سے لے آئیں گے اور پھر اونچی آواز سے یہ گائیں گے کہ اس (کے مخالف یعنی یزید) کی دعوت (بیعت) قبول کرلو اسے قبول کئے بغیر تمہیں نجات نہیں ملے گی اور اس میں تمہارا کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔[1]

حضرت ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کے والد (حضرت یزید بن شریک رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں ہم میں حضرت علیؓ نے بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا کہ ہمارے پاس اللہ کی کتاب اور اس صحیفے کے علاوہ کچھ اور لکھا ہوا ہے جسے ہم پڑھتے رہتے ہیں تو وہ بالکل غلط کہتا ہے اور اس صحیفے میں زکوٰۃ اور دیت کے اونٹوں کی عمر اور زخموں کے مختلف احکام کے بارے میں لکھا ہوا ہے اور اس صحیفے میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مدینہ کا حرم عیر پہاڑ سے ثور پہاڑ تک ہے۔ یہ سارا علاقہ قابلِ احترام ہے، لہٰذا جو اس علاقہ میں خود کوئی نئی چیز ایجاد کرے یا نئی چیز ایجاد کرنے والے کو ٹھکانہ دے تو اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے کسی فرض اور نفل عمل کو قبول نہیں فرمائیں گے اور جو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے نسب کی نسبت کرے گا اور جو غلام اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کے غلام ہونے کا دعویٰ کرے گا تو ان دونوں پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے کسی فرض اور نفل عمل کو قبول نہیں فرمائیں گے۔ تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ایک ہے جس کے لئے کم درجے کا مسلمان بھی سعی کرے گا (یعنی ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی کسی کافر یا دشمن کے آدمی کو امان دے دے تو اب اسے تمام مسلمانوں کی طرف سے امان مل جائے گی)۔[2]

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ نے اس منبر پر ہاتھ مار کر کہا حضرت علیؓ نے اس منبر پر ہم میں بیان کیا۔ پہلے انہوں نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور

---

۱ ۔ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۹ ص ۱۹۱) و فيه سعيد بن وهب متاخر و لم اعرفه وبقية رجاله ثقات. انتهى

۲ ۔ اخرجه احمد في مسنده (ج ۱ ص ۸۱) عن ابراهيم التيمي عن ابيه

کچھ دیر اللہ کی ذات وصفات کا تذکرہ کیا پھر فرمایا حضور ﷺ کے بعد تمام لوگوں میں سب سے بہتر حضرت ابوبکرؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ ہیں پھر ہم نے ان کے بعد بہت سے نئے کام کئے ہیں جن کا اللہ ہی فیصلہ کرے گا۔[۱] حضرت ابوجحیفہؓ فرماتے ہیں حضرت علیؓ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا پھر فرمایا حضورؐ کے بعد اس امت میں سب سے بہترین آدمی حضرت ابوبکرؓ ہیں پھر دوسرے نمبر پر حضرت عمرؓ ہیں اور اللہ تعالیٰ جہاں چاہتے ہیں خیر رکھ دیتے ہیں۔[۲] مسند احمد میں حضرت وہب سوائیؓ سے اسی کے ہم معنی روایت مذکور ہے، البتہ اس میں یہ مضمون نہیں ہے کہ پھر ہم نے بہت سے نئے کام کئے اور اس میں حضرت علیؓ کا یہ فرمان ہے کہ ہم اس بات کو بعید نہیں سمجھتے تھے کہ حضرت عمرؓ کی زبان پر فرشتہ بولتا ہے۔

حضرت علقمہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علیؓ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتے ہیں اگر میں اس کام سے لوگوں کو منع کر چکا ہوتا تو آج میں اس پر ضرور سزا دیتا اور روکنے سے پہلے سزا دینا مجھے پسند نہیں بہرحال اب سب سن لیں کہ آئندہ میرے اس بیان کے بعد جو بھی اس بارے میں ذرا سی بھی بات کرے گا وہ میرے نزدیک بہتان باندھنے والا ہوگا اسے وہی سزا ملے گی جو بہتان باندھنے والے کی ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے بہترین حضرت ابوبکرؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ ہیں پھر ہم نے ان حضرات کے بعد بہت سے نئے کام کئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں جو چاہیں گے فیصلہ فرمائیں گے۔[۳] حضرت زید بن وہب رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سوید بن غفلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے امیر المومنین! میں چند لوگوں کے پاس سے گزرا جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی شان میں نامناسب کلمات کہہ رہے تھے یہ سن کر حضرت علیؓ اٹھے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا اس ذات کی قسم جس نے دانے کو (زمین میں جانے کے بعد) پھاڑا اور جان کو پیدا کیا! ان دونوں حضرات سے وہی محبت کرے گا جو مومن اور صاحب فضل وکمال ہوگا اور ان سے بغض صرف بدبخت اور بے دین ہی رکھے گا۔ حضرات شیخین کی محبت اللہ کا قرب حاصل ہونے کا ذریعہ ہے اور ان حضرات سے بغض ونفرت بے دینی ہے۔ لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ حضور ﷺ کے دو بھائیوں، دو وزیروں، دو خاص ساتھیوں، قریش کے دو سرداروں اور مسلمانوں کے دو روحانی باپوں کا نامناسب کلمات سے ذکر کرتے ہیں۔ جو بھی ان حضرات کا ذکر برائی سے

۱۔ اخرجه احمد (ج ۱ ص ۱۲۷) ۲۔ عند احمد ایضا (ج ۱ ص ۱۰۶)

۳۔ اخرجه ابن ابی عاصم و ابن شاهین و اللالكائی فی السنة و الاصبهانی فی الحجة و ابن عساكر كذافی المنتخب (ج ۴ ص ۴۴۶)

کرے گا میں اس سے بری ہوں اور میں اسے اس وجہ سے سزا دوں گا۔[1] حضرت علیؓ کا یہ بیان اکابر کی وجہ سے ناراض ہونے کے باب میں پوری تفصیل سے گزر چکا ہے۔

حضرت علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت علی بن ابی طالبؓ جنگ صفین سے واپس آئے تو ان سے بنو ہاشم کے ایک نوجوان نے کہا اے امیر المومنین! میں نے آپ کو جمعہ کے خطبہ میں یہ کہتے ہوئے سنا اے اللہ! تو نے جس عمل کے ذریعہ سے خلفاء راشدین کی اصلاح فرمائی اسی کے ذریعہ سے ہماری بھی اصلاح فرما تو یہ خلفاء راشدین کون ہیں؟ اس پر حضرت علیؓ کی دونوں آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور فرمایا خلفاء راشدین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں جو کہ ہدایت کے امام اور اسلام کے بڑے زبردست عالم ہیں جن سے حضور ﷺ کے بعد ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔ جو ان دونوں کا اتباع کرے گا اسے صراطِ مستقیم کی ہدایت ملے گی اور جو ان دونوں کی اقتداء کرے گا وہ رشد والا ہو جائے گا۔ جو ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے گا وہ اللہ کی جماعت میں شامل ہو جائے گا اور اللہ کی جماعت والے ہی فلاح پانے والے ہیں۔[2]

بنو تمیم کے ایک بڑے میاں کہتے ہیں حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ ہم میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں لوگ ایک دوسرے کو کاٹ کھائیں گے اور مالدار اپنے مال کو روک کر رکھے گا بالکل خرچ نہیں کرے گا حالانکہ اسے اس کا حکم نہیں دیا گیا تھا (بلکہ اسے تو ضرورت سے زائد سارا مال دوسروں پر خرچ کرنے کا حکم دیا گیا تھا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَکُمْ (سورت بقرہ آیت ۲۳۷) "اور آپس میں احسان کرنے سے غفلت مت کرو۔" برے لوگ زور پر ہوں گے غالب آ جائیں گے۔ نیک لوگ بالکل دب جائیں گے اور مجبور لوگوں سے خرید و فروخت کی جائے گی (یا تو انہیں خرید و فروخت پر کسی طرح مجبور کیا جائے گا یا وہ قرضے وغیرہ کی وجہ سے مجبور ہو کر اپنا سامان وغیرہ سستے داموں بیچیں گے) حالانکہ حضور ﷺ نے مجبور انسان سے اس طرح خریدنے سے اور دھوکہ کی خرید و فروخت سے اور پکنے سے پہلے پھل بیچ دینے سے منع فرمایا ہے۔[3]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت علیؓ کے ساتھ عیدالاضحیٰ کی نماز میں شریک ہوا حضرت علیؓ نے خطبہ سے پہلے اذان اور اقامت کے بغیر عید کی نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا اس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! حضور ﷺ نے تمہیں تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے لہٰذا تم لوگ تین دن (تو گوشت

۱۔ عند ابی نعیم فی الحلیة کذافی المنتخب (ج ۴ ص ۴۴۳)   ۲۔ اخرجه اللالکائی و ابو طالب العشاری و نصر فی الحجة کذافی المنتخب (ج ۴ ص ۴۴۴)
۳۔ اخرجه احمد (ج ۱ ص ۱۱۶)

کھاؤ اس) کے بعد نہ کھاؤ (حضورؐ نے پہلے تو منع فرمایا تھا لیکن بعد میں تین دن کے بعد بھی کھانے کی اجازت دے دی تھی)۔[1]

حضرت ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت علیؓ کو بیان میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور ﷺ نے فرمایا میرے بارے میں جھوٹ نہ بولو کیونکہ جو میرے بارے میں جھوٹ بولے گا وہ جہنم کی آگ میں داخل ہوگا۔[2]

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علیؓ نے بیان کیا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! اپنے غلام اور باندیوں پر شرعی حدود قائم کرو چاہے وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ، کیونکہ حضور ﷺ کی ایک باندی سے زنا صادر ہوگیا تھا تو حضورؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں اس پر حد شرعی قائم کروں۔ میں اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے ہاں کچھ دیر پہلے بچہ پیدا ہوا ہے تو مجھے ڈر ہوا کہ اگر میں اسے کوڑے ماروں گا تو وہ مر جائے گی۔ میں نے حضورؐ کی خدمت میں آ کر یہ بات عرض کی۔ آپؐ نے فرمایا تم نے اچھا کیا۔[3]

حضرت عبداللہ بن سبع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علیؓ نے ہم سے بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا! میری یہ ڈاڑھی سر کے خون سے ضرور رنگین ہوگی یعنی مجھے قتل کیا جائے گا اس پر لوگوں نے کہا آپؓ ہمیں بتائیں کہ وہ (آپ کو قتل کرنے والا) آدمی کون ہے؟ اللہ کی قسم! ہم اس کے سارے خاندان کو تباہ کردیں گے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ میرے قاتل کے علاوہ کوئی اور ہرگز قتل نہ ہو۔ لوگوں نے کہا اگر آپ کو یقین ہے کہ عنقریب آپ کو قتل کردیا جائے گا تو آپ کسی کو اپنا خلیفہ مقرر فرمادیں فرمایا نہیں بلکہ میں تو تمہیں اسی کے سپرد کرتا ہوں جس کے سپرد حضور ﷺ کر کے گئے تھے (یعنی حضورؐ نے اپنے بعد کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا بلکہ اللہ کے حوالے کیا تھا میں بھی ایسے ہی کرتا ہوں)۔[4]

حضرت علاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علیؓ نے بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! میں نے تمہارے مال میں سے اس شیشی کے علاوہ اور کچھ نہیں لیا اور اپنے کُرتے کی آستین سے خوشبو کی ایک شیشی نکال کر فرمایا یہ ایک گاؤں کے چودھری نے مجھے ہدیہ کی ہے۔[5]

۱۔ اخرجه احمد (ج ۱ ص ۱۴۱)

۲۔ اخرجه احمد (ج ۱ ص ۱۵۰) و اخرجه الطیالسی (ص ۱۷) عن ربعی مثله

۳۔ اخرجه احمد (ج ۱ ص ۱۵۶)

۴۔ اخرجه احمد (۱ ص ۱۵۶)

۵۔ اخرجه عبدالرزاق و ابوعبید فی الاموال و الحاکم فی الکنیٰ و ابونعیم فی الحلیة عن ابی عمرو بن العلاء عن ابیه کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۵۴)

حضرت عمیر بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علیؓ نے کوفہ کے منبر پر ہم لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اگر میں خود حضور ﷺ سے نہ پوچھتا تو آپؐ مجھے خود بتا دیتے اور اگر میں آپؐ سے خیر کے بارے میں پوچھتا تو آپؐ اس کے بارے میں بتاتے۔ آپؐ نے اپنے رب کی طرف سے مجھے یہ حدیث سنائی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے اپنے عرش کے اوپر بلند ہونے کی قسم! جس بستی والے اور جس گھر والے اور جنگل میں اکیلے رہنے والے سب میری نافرمانی پر ہوں جو کہ مجھے ناپسند ہے پھر یہ اسے چھوڑ کر میری اطاعت اختیار کر لیں جو مجھے پسند ہے تو میرا عذاب جو انہیں ناپسند ہے ان سے ہٹا کر اپنی رحمت کو ان کی طرف توجہ کر دوں گا جو انہیں پسند ہے اور جس بستی والے اور جس گھر والے اور جنگل میں اکیلے رہنے والے سب میری اطاعت پر ہوں جو مجھے پسند ہے وہ اسے چھوڑ کر میری نافرمانی اختیار کر لیں جو مجھے ناپسند ہے، تو میری رحمت جو انہیں پسند ہے وہ ان سے ہٹا کر اپنا غصہ ان کی طرف متوجہ کر دوں گا جو انہیں ناپسند ہے۔[1]

امیر المومنین حضرت حسن بن علیؓ کے بیانات

حضرت ہبیرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت علی ابن ابی طالبؓ کا انتقال ہو گیا تو حضرت حسن بن علیؓ کھڑے ہو کر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا اے لوگو! آج رات ایسی ہستی دنیا سے اٹھالی گئی ہے جن سے پہلے لوگ آگے نہیں جا سکے اور جنہیں پچھلے لوگ پا نہیں سکیں گے۔ حضور ﷺ انہیں کسی جگہ بھیجتے تو انہیں دائیں طرف سے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور بائیں طرف سے حضرت میکائیل علیہ السلام اپنے گھیرے میں لے لیتے اور جب تک اللہ انہیں فتح نہ دیتے یہ واپس نہ آتے یہ صرف سات سو درہم چھوڑ کر گئے ہیں۔ آپؓ اس سے ایک خادم خریدنا چاہتے تھے آج ستائیں (۲۷) رمضان کی رات میں ان کی روح قبض کی گئی ہے اسی رات میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا ایک روایت میں ہے وہ سونا چاندی کچھ بھی چھوڑ کر نہیں گئے صرف سات سو درہم چھوڑ کر گئے ہیں جو ان کے بیت المال میں سے ملنے والے وظیفہ میں سے بچے ہیں۔ اس روایت میں اس سے آگے نہیں ہے۔[2]

جب حضرت علیؓ شہید ہو گئے تو حضرت حسنؓ نے کھڑے ہو کر بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا اما بعد! آج رات تم نے ایک آدمی کو قتل کر دیا ہے اسی رات میں قرآن پاک نازل ہوا۔ اسی میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو اٹھایا گیا اور اسی رات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام

---

[1] اخرجه ابن مردویه کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۳) [2] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۳۸) و عند ابی نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۶۵) عن هبیرة بالسیاق الثانی بمعناه و اخرجه احمد (ج ۱ ص ۱۹۹) عنه مختصرا

کے خادم حضرت یوشع بن نون رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کیا گیا اور اسی میں بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی۔[1] طبرانی کی روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ پھر حضرت حسنؓ نے فرمایا جو مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہے اور جو مجھے نہیں جانتا میں اسے اپنا تعارف کرا دیتا ہوں میں حضرت محمد ﷺ کا بیٹا حسن ہوں (میں حضور کو اپنا باپ اس وجہ سے کہہ رہا ہوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق علیہما السلام کو اپنا باپ کہا ہے، حالانکہ یہ دونوں ان کے دادا پڑدادا تھے) پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی جس میں حضرت یوسفؑ کا قول ہے وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآئِیْ اِبْرَاهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ (سورت یوسف آیت ۳۸) ''اور میں نے اپنے ان باپ دادوں کا مذہب اختیار کر رکھا ہے ابراہیمؑ کا، اسحاقؑ کا اور یعقوبؑ کا۔'' پھر اللہ کی کتاب میں سے کچھ اور پڑھنے لگے پھر (حضور کے مختلف نام لے کر) فرمایا میں بشارت دینے والے کا بیٹا ہوں۔ میں ڈرانے والے کا بیٹا ہوں میں نبی کا بیٹا ہوں میں اللہ کے حکم سے اللہ کی دعوت دینے والے کا بیٹا ہوں میں روشن چراغ کا بیٹا ہوں۔ میں اس ذات کا بیٹا ہوں جنہیں رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا میں اس گھرانے کا فرد ہوں جن سے اللہ نے گندگی دور کر دی اور جنہیں خوب اچھی طرح پاک کیا میں اس گھرانے کا فرد ہوں جن کی محبت اور دوستی کو اللہ نے فرض قرار دیا، چنانچہ جو قرآن حضرت محمد ﷺ پر اللہ نے نازل کیا اس میں اللہ نے فرمایا ہے قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی (سورت شوریٰ آیت ۲۳) ''آپ (ان سے) یوں کہئے کہ میں تم سے کچھ مطلب نہیں چاہتا بجز رشتہ داری کی محبت کے۔''[2] طبرانی کی دوسری روایت میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضور ﷺ انہیں جھنڈا دیا کرتے اور جب جنگ میں گھمسان کا رن پڑتا تو جبرائیل علیہ السلام ان کے دائیں جانب آ کر لڑتے۔ راوی کہتے ہیں یہ رمضان کی اکیسویں رات تھی۔[3] حاکم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ میں نبوی گھرانہ میں سے ہوں حضرت جبرائیل علیہ السلام (آسمان سے) اتر کر ہمارے پاس آیا کرتے تھے اور ہمارے پاس سے (آسمان کو) اوپر جایا کرتے تھے۔ اس روایت میں اسی آیت کا یہ حصہ بھی ہے وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا (سورت شوریٰ آیت ۲۳) ''اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس میں اور خوبی زیادہ کر دیں گے۔'' یہاں نیکی کرنے سے مراد ہمارے سارے گھرانے سے محبت کرنا ہے۔[4]

۱۔ عند ابی یعلی و ابن جریر و ابن عساکر عن الحسن کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۶۱)

۲۔ اخرجه الطبرانی عن ابی الطفیل فذکر بمعنی روایتی ابن سعد و روایة ابی یعلی وغیرہ

۳۔ قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۴۶) رواہ الطبرانی فی الاوسط و الکبیر باختصار و ابویعلی باختصار والبزار بنحوہ و رواہ احمد باختصار کثیر و اسناد احمد و بعض طرق البزار و الطبرانی فی الکبیر حسان. انتهی۔

۴۔ اخرجه الحاکم فی المستدرک (ج ۳ ص ۱۷۲) عن علی بن الحسین رضی الله عنهما روایة ابی الطفیل قال الذهبی لیس بصحیح و سکت الحاکم

حضرت ابو جمیلہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما خلیفہ بنے ایک دفعہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی نے آگے بڑھ کر ان کی سرین پر خنجر مارا جس سے وہ زخمی ہو گئے اور چند ماہ بیمار رہے پھر کھڑے ہو کر انہوں نے بیان فرمایا تو اس میں بیان فرمایا اے عراق والو! ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ ہم تمہارے امراء بھی ہیں اور مہمان بھی اور ہم اس گھرانے کے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (سورت احزاب آیت ۳۳) ''اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو (ہر طرح ظاہراً و باطناً) پاک صاف رکھے'' حضرت حسنؓ اس موضوع پر کافی دیر گفتگو فرماتے رہے یہاں تک کہ مسجد کا ہر آدمی روتا ہوا نظر آنے لگا۔[1] ابنِ ابی حاتم کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت حسنؓ ان باتوں کو بار بار کہتے رہے یہاں تک کہ مسجد کا ہر آدمی آواز سے رونے لگا۔[2]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن بن علیؓ سے نخیلہ مقام پر صلح کی تو حضرت معاویہؓ نے ان سے کہا جب یہ (صلح کی) بات طے ہو گئی ہے تو آپ کھڑے ہو کر گفتگو کریں اور لوگوں کو بتا دیں کہ آپ نے خلافت چھوڑ دی ہے اور اسے میرے حوالے کر دیا ہے، چنانچہ حضرت حسنؓ اٹھے اور منبر پر بیان کیا۔ حضرت شعبیؒ کہتے ہیں میں اس بیان کو سن رہا تھا حضرت حسنؓ نے پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا امابعد! سب سے زیادہ سمجھداری تقویٰ اختیار کرنا ہے اور سب سے بڑی حماقت گناہوں میں مبتلا ہونا ہے میرا اور معاویہؓ کا خلافت کے بارے میں آپس میں اختلاف تھا یا تو یہ میرا حق تھا جسے میں نے حضرت معاویہؓ کے لئے اس لئے چھوڑ دیا تا کہ اس امت کا آپس میں معاملہ ٹھیک رہے اور ان کے خون محفوظ رہیں یا کوئی اور اس خلافت کا مجھ سے زیادہ حقدار ہے تو اب میں نے یہ خلافت ان کے حوالے کر دی ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (سورت انبیاء آیت ۱۱۱) ''اور میں (بالتعین) نہیں جانتا (کہ کیا مصلحت ہے) شاید وہ (تاخیر عذاب) تمہارے لئے (صورتاً) امتحان ہو اور ایک وقت (یعنی موت) تک (زندگی سے) فائدہ پہنچانا ہو۔''[3]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت معاویہؓ سے صلح کی تو انہوں نے نخیلہ مقام میں ہم میں بیان کیا اور کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثناء بیان

۱۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۷۲) رجاله ثقات. انتهی

۲۔ اخرجه ابن ابی حاتم عن ابی جمیلة نحوه کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۴۸۶)

۳۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۴ ص ۲۰۸) وفیه مجالد بن سعید وفیه کلام وقد وثق وبقیة رجاله رجال الصحیح. انتهی.

کی اور پچھلی حدیث جیسا مضمون بیان کیا اور آخر میں مزید یہ بھی ہے میں اسی پر اپنی بات ختم کرتا ہوں اور میں اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔[1]

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنے اس بیان میں یہ بھی فرمایا اما بعد! اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے پہلوں کے ذریعہ سے (یعنی حضور ﷺ کے ذریعہ سے) تمہیں ہدایت دی اور ہمارے پچھلوں کے ذریعہ (یعنی میرے ذریعہ) تمہارے خون کی حفاظت کی۔ اس خلافت کی تو ایک خاص مدت ہے اور دنیا تو آنے جانے والی چیز ہے کبھی کسی کے پاس ہوتی ہے کبھی کسی کے پاس۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (سورت انبیاء آیت ۱۱۱) ترجمہ گزر چکا ہے۔[2]

امیر المومنین حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ ایک دن مدینہ میں بیان فرما رہے تھے اس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ جو چیز دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے وہ روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی مالدار کو اس کی مالداری اللہ کے ہاں کوئی کام نہیں دے سکتی۔ اللہ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں۔ میں نے یہ ساری باتیں (منبر کی) ان لکڑیوں پر حضور ﷺ سے سنی ہیں۔[3]

حضرت حمید بن عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاویہؓ نے ہم میں بیان فرمایا میں نے انہیں بیان میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں اور میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہی ہوں اور دیتے تو صرف اللہ ہی ہیں اور یہ امت ہمیشہ حق پر اور اللہ کے دین پر قائم رہے گی اور جو ان کی مخالفت کرے گا وہ انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور یہ صورت حال اللہ کے حکم کے آنے تک یعنی قیامت کے قائم ہونے تک ایسے ہی رہے گی۔[4]

حضرت عمیر بن ہانی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ نے لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا میری امت میں سے ہمیشہ ایک جماعت اللہ کے دین کو لے کر کھڑی رہے گی ان کی مخالفت کرنے والے اور ان کی مدد چھوڑنے والے کوئی بھی ان کا نقصان نہ کر سکیں گے اور اللہ کے حکم کے آنے تک یعنی قیامت کے

۱۔ اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۱۷۵) من طریق مجالد و اخرجه البیهقی (ج ۸ ص ۱۷۳) من طریقه عنه نحوه ۲۔ ذکره ابن جریر فی تاریخه (ج ۳ ص ۱۲۴)

۳۔ اخرجه ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۱ ص ۲۰) ۴۔ عند ابن عبدالبر ایضا۔

قائم ہونے تک وہ ایسے ہی رہیں گے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ وہ لوگوں پر غالب رہیں گے۔ حضرت عمیر بن ہانی کہتے ہیں اس پر حضرت مالک بن یخامرؓ نے کھڑے ہو کر کہا میں نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ (میرے خیال میں) یہ جماعت آج کل شام میں ہے۔[1] حضرت یونس بن حلبس جبلانی سے اسی جیسی حدیث مروی ہے اور اس میں مزید یہ بھی ہے پھر حضرت معاویہؓ نے اس آیت کو بطور دلیل کے ذکر کیا یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (سورت آلِ عمران آیت ۵۵) "اے عیسٰی (کچھ غم نہ کرو) بیشک میں تم کو وفات دینے والا ہوں اور (فی الحال) میں تم کو اپنی طرف اٹھائے لیتا ہوں اور تم کو ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جو منکر ہیں اور جو لوگ تمہارا کہنا ماننے والے ہیں ان کو غالب رکھنے والا ہوں اور ان لوگوں پر جو کہ (تمہارے) منکر ہیں روزِ قیامت تک۔"[2] حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاویہؓ نے منبر پر بیان کرتے ہوئے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اے لوگو! علم تو سیکھنے سے آتا ہے اور دین کی سمجھ تو حاصل کرنے سے آتی ہے اور جس کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اللہ سے صرف وہی ڈرتے ہیں (جو اس کی قدرت کا) علم رکھتے ہیں اور میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی جو لوگوں پر غالب رہے گی اور مخالفین اور دشمنوں کی انہیں کوئی پرواہ نہیں ہوگی اور یہ لوگ قیامت تک یونہی غالب رہیں گے۔[3]

امیر المؤمنین حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بیانات

حضرت محمد بن عبداللہ ثقفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دفعہ حج کے موقع پر میں حضرت ابن زبیرؓ کے خطبہ میں شریک ہوا۔ ہمیں ان کے بارے میں اسی وقت پتہ چلا جب وہ یوم الترویہ (آٹھویں ذی الحجہ) سے ایک دن پہلے احرام باندھ کر ہمارے پاس باہر آئے وہ ادھیڑ عمر کے خوبصورت آدمی تھے وہ سامنے سے آرہے تھے۔ لوگوں نے کہا یہ امیر المؤمنین ہیں پھر وہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اس وقت ان پر احرام کی دو سفید چادریں تھیں پھر انہوں نے لوگوں کو سلام کیا لوگوں نے انہیں سلام کا جواب دیا پھر انہوں نے بڑی اچھی آواز سے لبیک پڑھا ایسی اچھی آواز میں نے کبھی ہی سنی ہوگی پھر اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اس کے بعد فرمایا اما بعد! تم لوگ مختلف علاقوں سے وفد بن کر اللہ کے پاس آئے ہو، لہٰذا اللہ پر بھی اس کے فضل سے یہ لازم ہے کہ وہ اپنے پاس وفد بن کر آنے

---

[1] عند احمد و ابی یعلی و یعقوب بن سفیان وغیرھم [2] عند ابن عساکر
[3] عند ابن عساکر ایضا کذافی الکنز (ج ۷ ص ۱۳۰)

والوں کا اکرام کرے۔ اب جوان اخروی نعمتوں کا طالب بن کر آیا ہے جو اللہ کے پاس ہیں تو اللہ سے طلب کرنے والا محروم نہیں رہتا، لہٰذا اپنے قول کی عمل سے تصدیق کرو کیونکہ قول کا سہارا عمل ہے اور اصل نیت دل کی ہوتی ہے ان دنوں میں اللہ سے ڈرو کیونکہ ان دنوں میں اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ آپ لوگ مختلف علاقوں سے آئے ہیں آپ لوگوں کا مقصد نہ تجارت ہے اور نہ مال حاصل کرنا اور نہ ہی دنیا لینے کی امید میں آپ لوگ یہاں آئے ہیں پھر حضرت ابن زبیرؓ نے لبیک پڑھا اور لوگوں نے بھی پڑھا۔ پھر انہوں نے بڑی لمبی گفتگو فرمائی پھر فرمایا امابعد! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ (سورت بقرہ آیت ۱۹۷) ''(زمانہ) حج چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں۔'' فرمایا وہ تین مہینے ہیں شوال ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ ''سو جو شخص ان میں حج مقرر کرے تو پھر (اس کو) نہ کوئی فحش بات (جائز) ہے'' یعنی بیوی سے صحبت کرنا وَلَا فُسُوْقَ ''اور نہ کوئی بے حکمی (درست) ہے'' یعنی مسلمانوں کو برا بھلا کہنا وَلَا جِدَالَ ''اور نہ کسی قسم کا نزاع زیبا ہے'' یعنی لڑائی جھگڑا کرنا وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ''اور جو نیک کام کرو گے خدائے تعالیٰ کو اس کی اطلاع ہوتی ہے اور (جب حج کو جانے لگو) خرچ ضرور لے لیا کرو کیونکہ سب سے بڑی بات خرچ میں (گداگری سے) بچا رہنا ہے'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ''تم کو اس میں ذرا بھی گناہ نہیں کہ (حج میں) معاش کی تلاش کرو چنانچہ اللہ نے حاجیوں کو تجارت کی اجازت دے دی پھر اللہ نے فرمایا فَاِذَا اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ ''پھر جب تم لوگ عرفات سے واپس آنے لگو'' اور عرفات ٹھہرنے کی وہ جگہ ہے جہاں حاجی لوگ سورج کے غروب تک وقوف کرتے ہیں پھر وہاں سے واپس آتے ہیں فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ''تو مشعرِ حرام کے پاس (مزدلفہ میں شب کو قیام کر کے) خدائے تعالیٰ کو یاد کرو'' یہ مزدلفہ کے وہ پہاڑ ہیں جہاں حاجی رات کو ٹھہرتے ہیں وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ''اور اس طرح یاد کرو جس طرح تم کو بتلا رکھا ہے''۔ حضرت ابن زبیرؓ نے فرمایا یہ حکم عام نہیں ہے بلکہ صرف مکہ شہر والوں کے لئے ہے کیونکہ مکہ والے مزدلفہ میں وقوف کرتے ہیں اور عرفات نہیں جاتے تھے، اس لئے وہ مزدلفہ سے واپس آتے تھے۔ جبکہ باقی لوگ عرفات جاتے تھے اور وہاں سے واپس آتے تھے تو اللہ نے ان کے فعل پر انکار کرتے ہوئے فرمایا ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ ''پھر تم سب کو ضرور ہے کہ اسی جگہ ہو کر واپس آؤ جہاں اور لوگ جا کر وہاں سے واپس آتے ہیں'' یعنی وہاں سے واپس آ کر اپنے مناسک حج پورے کرو۔ زمانہ جاہلیت کے حاجیوں کا دستور یہ تھا کہ وہ حج سے فارغ ہو کر اپنے آباؤاجداد کے کارناموں کا ذکر کر کے ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ

اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (سورت بقرہ آیت ۲۰۰،۲۰۱)"تو حق تعالیٰ کا ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کیا کرتے ہو بلکہ یہ ذکر اس سے (بدرجہا) بڑھ کر ہے سو بعضے آدمی (جو کہ کافر ہیں) ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو (جو کچھ دینا ہو) دنیا میں دے دیجئے اور ایسے شخص کو آخرت میں (بوجہ انکار آخرت کے) کوئی حصہ نہ ملے گا اور بعضے آدمی (جو کہ مومن ہیں) ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت کیجئے اور آخرت میں بھی بہتر دیجئے اور ہم کو عذابِ دوزخ سے بچایئے۔"یعنی دنیا میں رہ کر دنیا کے لئے بھی محنت کرتے ہیں اور آخرت کے لئے بھی۔ پھر حضرت ابن زبیرؓ نے اس آیت تک تلاوت فرمائی وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ (سورت بقرہ آیت ۲۰۳)"اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کئی روز تک" اور فرمایا اس سے ایام تشریق مراد ہیں اور ان دنوں کے ذکر میں سُبْحَانَ اللّٰه ،الحمدللّٰه کہنا، لاالٰه الا اللّٰه کہنا، اللّٰه اکبر کہنا اور اللہ کی عظمت والے کلمات کہنا سب شامل ہے پھر حضرت ابن زبیرؓ نے میقات یعنی لوگوں کے احرام باندھنے کی جگہوں کا ذکر کیا، چنانچہ فرمایا مدینہ والوں کے لئے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اور عراق والوں کے لئے عقیق ہے اور نجد والوں اور طائف والوں کے لئے قرن ہے اور یمن والوں کے لئے یلملم ہے۔ اس کے بعد اہلِ کتاب کے کافروں کے لئے یہ بددعا کی اے اللہ! اہلِ کتاب کے ان کافروں کو عذاب دے جو تیری آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور تیرے راستہ سے روکتے ہیں۔ اے اللہ! انہیں عذاب بھی دے اور ان کے دل بدکار عورتوں جیسے بنادے۔ اس طرح بہت لمبی دعا کی پھر فرمایا یہاں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے ایسے اندھا کر دیا جیسے ان کی آنکھوں کو اندھا کیا وہ حج تمتع کا یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ ایک آدمی مثلاً خراسان سے حج کا احرام باندھ کر آیا تو یہ اس سے کہتے ہیں عمرہ کر کے حج کا احرام کھول دو پھر یہاں سے حج کا احرام باندھ لینا (حالانکہ جب وہ حج کا احرام باندھ کر آیا ہے تو وہ حج کر کے ہی احرام کھول سکتا ہے اس سے پہلے نہیں) اللہ کی قسم! حج کا احرام باندھ کر آنے والے کو صرف ایک صورت میں تمتع کی یعنی عمرہ کر کے احرام کھول دینے کی اجازت ہے جبکہ اسے حج سے روک دیا جائے پھر حضرت ابن زبیر نے لبیک پڑھا اور تمام لوگوں نے پڑھا۔ راوی کہتے ہیں میں نے لوگوں کو اس دن سے زیادہ روتے ہوئے کسی دن نہیں دیکھا۔[1]

---

[1] اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی (ج ۳ ص ۲۵۰) وفیه سعید بن المرزبان وقد وثق وفیه کلام کثیر وفیه غیره ممن لم اعرفه. انتهی واخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۳۲) عن محمد بن عبدالله الثقفی نحوه الا انه لم یذکر من قوله وتکلم بکلام کثیر الی قوله الا لمحصر وفی اسناده سعید بن المرزبان

حضرت ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنے بیان میں فرمایا اچھی طرح سمجھ لو کہ بطن عرنہ کے علاوہ سارا عرفات ٹھہرنے کی جگہ ہے اور خوب جان لو کہ بطن محسر کے علاوہ سارا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔[1]

حضرت عباس بن سہل بن سعد ساعدی انصاری رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے مکہ کے منبر پر حضرت ابن زبیرؓ کو بیان میں یہ فرماتے ہوئے سنا اے لوگو! حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے اگر ابنِ آدم کو سونے کی ایک وادی دے دی جائے تو وہ دوسری وادی کی تمنا کرنے لگے گا اور اگر اسے دوسری وادی دے دی جائے تو تیسری کی تمنا کرنے لگے گا اور ابنِ آدم کے پیٹ کو (قبر کی) مٹی کے سوا اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور جو اللہ کے سامنے توبہ کرتا ہے اللہ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔[2]

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن زبیرؓ نے ہم لوگوں میں بیان کرتے ہوئے فرمایا حضور ﷺ نے فرمایا میری اس مسجد میں ایک نماز مسجد حرام کے علاوہ دوسری مساجد کی ہزار نماز سے افضل ہے اور مسجد حرام کی ایک نماز (میری مسجد کی نماز پر) سو گنا فضیلت رکھتی ہے۔ حضرت عطاءؒ کہتے ہیں اس طرح مسجد حرام کی نماز کو دوسری مسجد کی نماز پر لاکھ گنا فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ حضرت عطاء کہتے ہیں میں نے حضرت ابنِ زبیر سے پوچھا اے ابو محمد! یہ لاکھ گنا فضیلت صرف مسجد حرام میں ہے یا سارے حرم میں ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں سارے حرم میں ہے کیونکہ سارا حرم مسجد (کے حکم میں) ہے۔[3]

حضرت زبیر ابن زبیرؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت وہب بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن زبیرؓ نے عید کے دن عید کی نماز پڑھائی، پھر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا۔ میں نے انہیں خطبہ میں یہ کہتے ہوئے سنا اے لوگو! عید کی نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا ہرگز درست نہیں۔ عید کے بعد خطبہ پڑھنا اللہ اور رسولؐ کی طرف سے مقرر کردہ طریقہ ہے۔[4]

حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن زبیرؓ کو بیان میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے جو مرد دنیا میں ریشم پہنے گا وہ آخرت میں نہیں پہن سکے گا۔[5]

حضرت ابو الزبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اس منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا حضور ﷺ جب نماز کے بعد سلام پھیرتے تو یہ کلمات پڑھتے لاالٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیئ قدیر لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ ولا نعبد الا ایاہ اھل النعمۃ والفضل والثناء الحسن لا الٰہ الا اللّٰہ مخلصین لہ الدین وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ

۱۔ اخرجہ ابن جریر فی تفسیرہ (ج ۲ ص ۱۶۸) ۲۔ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۳۷)
۳۔ اخرجہ ابو داؤد الطیالسی (ص ۱۹۵) ۴۔ اخرجہ احمد فی مسندہ (ج ۴ ص ۴)
۵۔ اخرجہ احمد (ج ۴ ص ۵)

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، ساری بادشاہت اسی کے لئے ہے تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ برائی سے بچنے اور نیکی کے کرنے کی طاقت صرف اسی سے ملتی ہے۔ ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں وہ نعمت فضل اور اچھی تعریف والا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہم پورے اخلاص کے ساتھ دین پر چل رہے ہیں چاہے یہ کافروں کو برا لگے۔''[1]

حضرت ثویر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ عاشورا (دس محرم) کا دن ہے اس میں روزہ رکھو کیونکہ حضور ﷺ نے اس دن کے روزے کا حکم دیا ہے۔[2]

حضرت کلثوم بن جبر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن زبیرؓ دینی امور میں بڑی مشکل سے رعایت کرتے تھے انہوں نے ایک مرتبہ ہم میں بیان فرمایا اس میں ارشاد فرمایا اے مکہ والو! مجھے قریش کے کچھ لوگوں کے بارے میں یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ نردشیر کھیل کھیلتے ہیں (یہ شطرنج جیسا کھیل ہے) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ (سورت مائدہ آیت ۹۰) ''بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں سو ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم کو فلاح ہو'' اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے پاس جو آدمی ایسا لایا گیا جو یہ کھیل کھیلتا ہوگا تو میں اس کے بال اور کھال ادھیڑ دوں گا اور سخت سزا دوں گا اور اس کا سامان اسے دے دوں گا جو اسے میرے پاس لائے گا۔[3]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیانات

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے مختصر بیان فرمایا بیان سے فارغ ہو کر آپؐ نے فرمایا اے ابوبکر! تم کھڑے ہو کر بیان کرو چنانچہ انہوں نے حضورؐ سے کم بیان کیا جب وہ بیان سے فارغ ہو گئے تو حضورؐ نے فرمایا اے عمر! اب تم اٹھو اور بیان کرو چنانچہ وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے حضورؐ سے بھی اور حضرت ابوبکرؓ سے بھی کم بیان کیا۔ جب وہ بیان سے فارغ ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا اے فلانے! اب تم کھڑے ہو کر بیان کرو اس نے کھڑے ہو کر خوب منہ بھر کر باتیں کیں حضورؐ نے اسے فرمایا خاموش ہو جاؤ اور بیٹھ جاؤ کیونکہ خوب منہ بھر کر باتیں کرنا شیطان کی طرف سے ہے اور بعض بیان جادو کی طرح اثر انداز ہوتے ہیں پھر آپؐ نے (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے) فرمایا اے ابن ام عبد! اب تم کھڑے ہو کر بیان کرو۔ انہوں نے

۱؎ اخرجه احمد (ج ۳ ص ۵) ۲؎ اخرجه احمد (ج ۳ ص ۶)
۳؎ اخرجه البخاری فی الادب (ص ۱۸۶)

کھڑے ہوکر پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر کہا اے لوگو! اللہ تعالیٰ ہمارے رب ہیں اور اسلام ہمارا دین ہے اور قرآن ہمارا امام ہے اور بیت اللہ ہمارا قبلہ ہے اور ہاتھ سے حضورؐ کی طرف اشارہ کر کے کہا اور یہ ہمارے نبی ہیں اور اللہ اور اس کے رسولؐ نے جو کچھ ہمارے لئے پسند کیا ہم نے بھی اسے اپنے لئے پسند کیا اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہمارے لئے ناپسند کیا ہم نے بھی اسے اپنے لئے ناپسند کیا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا ابن ام عبد نے ٹھیک کہا، ابن ام عبد نے ٹھیک اور سچ کہا اللہ تعالیٰ نے جو کچھ میرے لئے اور میری امت کے لئے پسند کیا وہ مجھے بھی پسند ہے اور جو کچھ ابن ام عبد نے پسند کیا وہ بھی مجھے پسند ہے۔[۱] ابن عساکر کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ جو کچھ اللہ نے میرے لئے اور میری امت کے لئے ناپسند کیا وہ مجھے بھی ناپسند ہے اور جو کچھ ابن ام عبد نے ناپسند کیا وہ مجھے بھی ناپسند ہے۔[۲] ابن عساکر کی دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابن مسعودؓ سے فرمایا اب تم بات کرو، چنانچہ شروع میں انہوں نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور حضورؐ پر درود وسلام بھیجا پھر کلمہ شہادت پڑھا پھر یہ کہا ہم اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہیں اور میں نے بھی آپ لوگوں کے لئے وہی پسند کیا جو اللہ اور اس کے رسول نے پسند کیا اس پر حضورؐ نے فرمایا میں بھی تمہارے لئے وہی پسند کرتا ہوں جو تمہارے لئے ابن ام عبد یعنی حضرت ابن مسعودؓ نے پسند کیا۔[۳]

حضرت ابوالاحوص جشمی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں انہیں دیوار پر سانپ چلتا ہوا نظر آیا انہوں نے بیان چھوڑ کر چھڑی سے اسے اتنا مارا کہ وہ مرگیا پھر فرمایا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی سانپ کو مارا تو گویا اس نے ایسے مشرک آدمی کو مارا جس کا خون بہانا حلال ہوگیا ہو۔[۴]

حضرت ابو وائل رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عثمان بن عفانؓ خلیفہ بنے تو حضرت ابن مسعودؓ مدینہ سے کوفہ کو روانہ ہوئے آٹھ دن سفر کرنے کے بعد انہوں نے ایک جگہ بیان کیا پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا اما بعد! امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ کا انتقال ہوا تو ہم نے لوگوں کو اس دن سے زیادہ روتے ہوئے کسی دن نہیں دیکھا پھر ہم حضرت محمد ﷺ کے صحابہ جمع ہوئے اور ایسے آدمی کے تلاش کرنے میں کوئی کمی نہیں کی جو ہم میں سب سے بہتر ہو اور ہر لحاظ سے ہم پر فوقیت رکھنے والا ہو، چنانچہ ہم نے امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ سے بیعت کر لی ہے۔ آپ

۱؎ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۹ ص ۲۹۰) رجاله ثقات الا ان عبيدالله بن عثمان بن خثيم لم يسمع من ابي الدردا والله اعلم انتهى ۲؎ اخرجه ابن عساكر عن سعيد بن جبير عن ابي الدردا مثله قال ابن عساكر سعيد بن جبير لم يدرك اباالدرداء ۳؎ اخرجه ابن عساكر كذافي المنتخب (ج ۵ ص ۲۳۷) ۴؎ اخرجه احمد (ج ۱ ص ۴۲۱)

لوگ بھی ان سے بیعت ہو جائیں۔[1]

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کے بیانات

حضرت خالد بن عمیر عدوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عتبہ بن غزوانؓ بصرہ کے گورنر تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے ہم لوگوں میں بیان کیا تو پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا امابعد! دنیا نے اپنے ختم ہو جانے کا اعلان کر دیا ہے اور پیٹھ پھیر کر تیزی سے جارہی ہے اور دنیا میں سے بس تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا ہے جیسے برتن میں اخیر میں تھوڑا سا رہ جاتا ہے اور آدمی اسے چوس لیتا ہے اور تم یہاں سے منتقل ہو کر ایسے جہاں میں چلے جاؤ گے جو کبھی ختم نہیں ہوگا لہٰذا جو اچھے اعمال تمہارے پاس موجود ہیں ان کو لے کر اگلے جہان میں جاؤ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ جہنم کے کنارے سے ایک پتھر پھینکا جائے گا جو ستر سال تک جہنم میں گرتا رہے گا لیکن پھر بھی اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اللہ کی قسم! یہ جہنم بھی ایک دن انسانوں سے بھر جائے گی کیا تمہیں اس پر تعجب ہو رہا ہے؟ اور ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جنت کے دروازے کے دو پٹوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے لیکن ایک دن ایسا آئے گا کہ جنتیوں کے ہجوم کی وجہ سے اتنا چوڑا دروازہ بھی بھرا ہوا ہوگا اور میں نے وہ زمانہ بھی دیکھا ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ صرف سات آدمی تھے اور میں بھی ان میں شامل تھا اور ہمیں کھانے کو صرف درختوں کے پتے ملتے تھے جنہیں مسلسل کھانے کی وجہ سے ہمارے جبڑے بھی زخمی ہو گئے تھے اور مجھے ایک گری پڑی چادر ملی تھی میں نے اس کے دو ٹکڑے کئے ایک ٹکڑے کو میں نے لنگی بنالیا اور ایک کو حضرت سعد بن مالکؓ نے۔ ایک زمانہ میں تو ہمارے فقر و فاقہ کا یہ حال تھا اور آج ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا گورنر بنا ہوا ہے اور میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں اپنی نگاہ میں تو بڑا ہوں اور اللہ کے ہاں چھوٹا ہوں۔[2] حاکم کی روایت کے آخر میں یہ مضمون بھی ہے کہ ہر نبوت کی لائن دن بدن کم ہوتی چلی گئی ہے اور بالآخر اس کی جگہ بادشاہت نے لے لی ہے اور میرے بعد تم اور گورنروں کا تجربہ کر لو گے۔[3] ابن سعد میں اس روایت کے شروع میں یہ مضمون ہے کہ حضرت عتبہؓ نے بصرہ میں سب سے پہلا یہ بیان کیا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں میں اس کی تعریف بیان کرتا ہوں اور اس سے مدد مانگتا ہوں

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۳)　　۲۔ اخرجه مسلم كذافي الترغيب (ج ۵ ص ۱۷۹)

۳۔ اخرجه الحاكم في المستدرک (ج ۲ ص ۲۹۱) عن خالد نحوه قال الحاكم صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه وذكره ابن الجوزى في صفة الصفوة (ج ۱ ص ۱۵۲) عن مسلم وقال انفرد به مسلم وليس لعتبة في الصحيح غيره وهكذا ذكره النابلسى في ذخائر المواريث (ج ۲ ص ۲۲۹) وعزاه الى مسلم و ابن ماجه في الزهد و الترمذى في صفة جهنم و اخرجه احمد في مسنده (ج ۴ ص ۱۷۴) عن خالد نحوه زيادة زادها الحاكم و اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۷۱) بمعناه

اور اس پر ایمان لاتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ امابعد! اے لوگو! آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔[1]

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے بیانات

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حذیفہ بن یمانؓ مدائن شہر کے گورنر تھے۔ ہمارے اور مدائن کے درمیان ایک فرسخ یعنی تین میل کا فاصلہ تھا۔ میں اپنے والد کے ساتھ مدائن جمعہ پڑھنے گیا، چنانچہ وہ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا قیامت قریب آ گئی اور چاند کے ٹکڑے ہو گئے۔ غور سے سنو! چاند کے تو ٹکڑے ہو چکے ہیں۔ توجہ سے سنو! دنیا نے جدائی کا اعلان کر دیا ہے۔ غور سے سنو! آج تو تیاری کا دن ہے کل کو ایک دوسرے سے آگے نکلنے کا مقابلہ ہے میں نے اپنے والد سے کہا ان کے نزدیک آگے نکلنے کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ کون جنت کی طرف آگے بڑھتا ہے۔[2] ابن جریر کی روایت کے شروع میں یہ مضمون ہے غور سے سنو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اقتربت الساعة وانشق القمر (سورت قمر آیت ۱) ''قیامت نزدیک آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا'' غور سے سنو! بیشک قیامت قریب آ چکی ہے۔ اس روایت کے آخر میں یہ ہے کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کیا سچ مچ کل لوگوں کا آگے نکلنے میں مقابلہ ہوگا؟ میرے والد نے کہا اے میرے بیٹے! تم تو بالکل نادان ہو اس سے تو اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا مراد ہے پھر اگلا جمعہ آیا ہم جمعہ میں آئے حضرت حذیفہؓ نے پھر بیان فرمایا غور سے سنو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اقتربت الساعة وانشق القمر ''توجہ سے سنو! دنیا نے جدائی کا اعلان کر دیا ہے۔ غور سے سنو! آج تیاری کا دن ہے کل ایک دوسرے سے آگے نکلنے کا مقابلہ ہوگا اور (تیاری نہ کرنے والے کا) انجام جہنم کی آگ ہے اور آگے نکل جانے والا وہ ہے جو جنت کی طرف سبقت لے جائے گا۔[3]

حضرت کردوس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دفعہ حضرت حذیفہؓ نے مدائن شہر میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! تم نے اپنے غلاموں کے ذمہ لگایا ہے کہ وہ مال کما کر تمہیں دیں وہ اپنی کمائی لا کر تمہیں دیتے ہیں ان کی کمائیوں کا خیال رکھو اگر وہ حلال کی ہوں تو کھالو ورنہ چھوڑ دو کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو گوشت حرام سے پرورش پائے گا وہ جنت

۱۔ اخرجه سعد (ج ۷ ص ۹) عن مصعب بن محمد بن شرحبيل بطوله مع زيادة الحاكم

۲۔ اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۸۱)

۳۔ اخرجه ابن جرير عن ابى عبدالرحمن السلمى بنحوه كما فى التفسير (ج ۴ ص ۲۶۱) واخرجه الحاكم فى المستدرك (ج ۴ ص ۲۰۹) عن ابى عبدالرحمن نحوه وقال هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه وقال الذهبى صحيح

میں نہیں جا سکے گا۔[1]

حضرت ابوداؤد احمری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حذیفہؓ نے مدائن شہر میں ہم لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! اپنے غلاموں کی کمائی کی تحقیق کرتے رہو اور یہ معلوم کرو کہ وہ کہاں سے کما کر تمہارے پاس لاتے ہیں کیونکہ حرام سے پرورش پانے والا گوشت کبھی بھی جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا اور یہ بات جان لو کہ شراب کا بیچنے والا، خریدنے والا اور اپنے لئے بنانے والا یہ سب شراب پینے والے کی طرح ہیں۔[2]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت قسامہ بن زہیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰؓ نے بصرہ میں لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! رویا کرو اگر رونا نہ آئے تو رونے جیسی شکل ہی بنالیا کرو کیونکہ جہنم والے اتنا روئیں گے کہ ان کے آنسو ختم ہو جائیں گے پھر وہ خون کے اتنے آنسو روئیں گے کہ اگر ان آنسوؤں میں کشتیاں چلائی جائیں تو وہ بھی چل جائیں۔[3]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا بیان

حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عباسؓ ایک مرتبہ موسم حج کے امیر تھے انہوں نے ہم میں بیان فرمایا انہوں نے سورت بقرہ شروع کر دی آیتیں پڑھتے جاتے تھے اور ان کی تفسیر کرتے جاتے تھے۔ میں اپنے دل میں کہنے لگا نہ تو میں نے ان جیسا آدمی دیکھا اور نہ ان جیسا کلام کبھی سنا اگر فارس اور روم والے ان کا کلام سن لیں تو سب مسلمان ہو جائیں۔[4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت ابویزید مدینیؒ کہتے ہیں حضرت ابوہریرہؓ نے مدینہ میں حضور ﷺ کے منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا اور حضورؐ کے کھڑے ہونے کی جگہ سے ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ابوہریرہؓ کو اسلام کی ہدایت دی اور تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ابوہریرہ کو قرآن سکھایا اور تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے حضرت محمد ﷺ کی صحبت میں رہنے کا موقع عنایت فرما کر ابوہریرہ پر بڑا احسان فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے خمیری روٹی کھلائی اور اچھا کپڑا پہنایا تمام تعریفیں اس اللہ کے

۱؎ عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۲۸۱) ۲؎ عند عبدالرزاق کما فی الکنز (ج ۲ ص ۲۱۸)

۳؎ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۱۱۰) واخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۶۱) عن قسامة نحوه و احمد فی مسنده عنه نحوه ۴؎ اخرجه ابو نعیم الحلیة (ج ۱ ص ۳۲۴)

لئے ہیں جس نے بنتِ غزوان سے میری شادی کرادی، حالانکہ پہلے میں پیٹ بھر کھانے کے بدلے اس کے پاس مزدوری پر کام کرتا تھا اور وہ مجھے سواری دیا کرتی تھی اب میں اسے سواری دیتا ہوں جیسے وہ دیا کرتی تھی پھر فرمایا عربوں کے لئے ہلاکت ہو کہ ایک بہت بڑا شر قریب آ گیا ہے اور ان کے لئے ہلاکت ہو کہ عنقریب بچے حاکم بن جائیں گے اور لوگوں میں اپنی مرضی اور خواہش کے فیصلے کریں گے اور غصہ میں آ کر لوگوں کو ناحق قتل کریں گے۔ اے (حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے) فروخ کے بیٹو! یعنی عجم کے رہنے والو! (حضرت ابراہیمؑ کے اس بیٹے کی اولاد عجم کہلاتی ہے) تمہیں خوشخبری ہو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر دین ثریا ستارے کے پاس لٹکا ہوا ہوتا تو بھی تمہارے کچھ آدمی اسے ضرور حاصل کر لیتے۔[1]

حضرت ابوحبیبہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں جن دنوں حضرت عثمانؓ اپنے گھر میں محصور تھے میں ان کی خدمت میں ان کے گھر گیا وہاں میں نے دیکھا حضرت ابوہریرہؓ حضرت عثمانؓ سے لوگوں سے بات کرنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے انہیں اجازت دے دی، چنانچہ وہ بیان کے لئے کھڑے ہوئے پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد تم پر ایک بڑا فتنہ اور بڑا اختلاف ظاہر ہوگا ایک صحابیؓ نے حضورؐ سے پوچھا یا رسول اللہ! ان حالات میں آپ ہمیں کیا کرنے کا حکم کرتے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا امیر اور اس کے ساتھیوں کو مضبوطی سے پکڑے رہنا یہ فرماتے ہوئے حضرت ابوہریرہؓ حضرت عثمانؓ کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔[2]

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت محمد بن یوسف رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حجاج بن یوسف سے اندر آنے کی اجازت مانگی اس نے مجھے اجازت دے دی۔ میں نے اندر جا کر سلام کیا۔ حجاج کے تخت کے قریب دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے حجاج نے ان سے کہا انہیں جگہ دے دو۔ انہوں نے مجھے جگہ دے دی۔ میں وہاں بیٹھ گیا حجاج نے مجھ سے کہا اللہ نے آپ کے والد کو بہت خوبیاں عطا فرمائی تھیں کیا آپ وہ حدیث جانتے ہیں جو آپ کے والد نے عبدالملک بن مروان کو آپ کے دادا حضرت عبداللہ بن سلام کی طرف سے سنائی تھی؟ میں نے کہا آپ پر اللہ رحم فرمائے کون سی حدیث؟ حدیثیں تو بہت ہیں حجاج نے کہا مصریوں نے حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کیا تھا ان کے بارے میں حدیث۔ میں نے کہا ہاں وہ حدیث مجھے معلوم ہے اور

۱۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۸۳)
۲۔ اخرجه الحاکم (۴ ص ۴۳۳) قال الحاکم هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه وقال الذهبی صحیح.

وہ یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ محصور تھے حضرت عبداللہ بن سلامؓ تشریف لائے اور حضرت عثمانؓ کے گھر میں داخل ہونا چاہا تو اندر موجود لوگوں نے ان کے لئے راستہ بنا دیا جس سے وہ اندر داخل ہو گئے اور انہوں نے حضرت عثمانؓ سے کہا السلام علیک یا امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ نے فرمایا وعلیک السلام یا عبداللہ بن سلام! کیسے آنا ہوا؟ حضرت ابن سلامؓ نے کہا میں تو یہ پختہ عزم لے کر آیا ہوں کہ یہاں سے ایسے ہی نہیں جاؤں گا (بلکہ آپ کی طرف سے ان مصریوں سے لڑوں گا) پھر یا تو شہید ہو جاؤں گا یا اللہ آپ کو فتح نصیب فرما دیں گے۔ مجھے تو یہی نظر آ رہا ہے یہ لوگ آپ کو قتل کر دیں گے۔ اگر ان لوگوں نے آپ کو قتل کر دیا تو یہ آپ کے لئے تو بہتر ہوگا لیکن ان کے لئے بہت برا ہوگا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا آپ کے اوپر میرا جو حق ہے اس کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ ان کے پاس ضرور جائیں اور انہیں سمجھائیں۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ سے خیر کو لے آئیں اور شر کو ختم کر دیں حضرت ابن سلامؓ نے اپنا ارادہ چھوڑ دیا اور حضرت عثمانؓ کی بات مان لی اور ان مصریوں کے پاس باہر آئے جب مصریوں نے ان کو دیکھا تو وہ سب ان کے پاس اکٹھے ہو گئے وہ یہ سمجھے کہ حضرت ابن سلامؓ کوئی خوشی کی بات لائے ہیں چنانچہ حضرت ابن سلامؓ بیان کے لئے کھڑے ہوئے پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا امابعد! اللہ نے حضرت محمد ﷺ کو خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا تھا جو ان کی اطاعت کرتا تھا اسے جنت کی بشارت دیتے تھے اور جو نافرمانی کرتا تھا اسے جہنم سے ڈراتے تھے آخر اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کا اتباع کرنے والوں کو تمام دین والوں پر غالب کر دیا اگرچہ یہ بات مشرکوں کو بہت ناگوار گزری اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے لئے بہت سی رہنے کی جگہیں پسند فرمائیں اور ان میں سے مدینہ منورہ کو منتخب فرمایا اور اسے ہجرت کا گھر اور ایمان کا گھر قرار دیا (ہر جگہ سے مسلمان ہجرت کر کے وہاں آتے رہے اور ایمان سیکھتے رہے) اللہ کی قسم! جب سے حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے ہیں اس وقت سے لے کر آج تک ہر وقت فرشتے اسے ہر طرف سے گھیرے رہتے ہیں اور جب سے حضورؐ مدینہ تشریف لائے ہیں اس وقت سے لے کر آج تک اللہ کی تلوار آپ لوگوں سے نیام میں ہے (یعنی مسلمان قتل نہیں ہو رہے ہیں) پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا لہٰذا جسے ہدایت ملی اسے اللہ کے دین سے ملی اور جو گمراہ ہوا وہ واضح اور کھلی دلیل کے آنے کے بعد گمراہ ہوا۔ پہلے زمانے میں جو بھی نبیؑ شہید کیا گیا اس کے بدلے میں ستر ہزار جنگجو جوان قتل کئے گئے ان میں سے ہر ایک اس نبی کے بدلے میں قتل ہوا اور جو بھی خلیفہ شہید کیا گیا اس کے بدلے میں ۳۵ ہزار جنگجو جوان قتل کئے گئے ان میں سے ہر ایک اس خلیفہ کے بدلے میں قتل ہوا لہٰذا تم جلد بازی میں کہیں ان بڑے میاں کو قتل نہ کر دو۔ اللہ کی قسم! تم میں سے جو آدمی بھی انہیں قتل کرے گا وہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں اس حال میں پیش ہوگا کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا اور شل ہوگا۔ اور یہ بات اچھی طرح

جان لو کہ ایک باپ کا اپنے بیٹے پر جتنا حق ہوتا ہے اتنا ہی ان بڑے میاں کا تمہارے اوپر ہے۔ راوی کہتے ہیں یہ سن کر وہ سارے باغی کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے یہودی جھوٹے ہیں، یہودی جھوٹے ہیں (چونکہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ پہلے یہودی تھے اور بعد میں مسلمان ہوئے، اس لئے بطور طعنہ کے انہوں نے ایسا کہا) حضرت عبداللہؓ نے فرمایا تم غلط کہتے ہو اللہ کی قسم! یہ بات کہہ کر تم گنہگار ہو گئے ہو میں یہودی نہیں ہوں میں تو مسلمان ہوں۔ یہ بات اللہ اور اس کے رسولؐ اور سارے مومن جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے میرے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل فرمائی ہے قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (سورت رعد آیت ۴۳) ''آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان (میری نبوت پر) اللہ تعالیٰ وہ شخص جس کے پاس کتاب (آسمانی) کا علم ہے کافی گواہ ہیں۔'' (جس کے پاس گزشتہ آسمانی کتاب کا علم ہے اس سے مراد حضرت عبداللہ بن سلامؓ اور ان جیسے دوسرے یہودی علماء ہیں جو تورات کی بتائی ہوئی نشانیاں دیکھ کر مسلمان ہو گئے تھے) اور میرے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھی نازل فرمائی ہے قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ (سورت احقاف آیت ۱۰) ''آپ کہہ دیجئے کہ تم مجھ کو یہ بتاؤ کہ اگر یہ قرآن منجانب اللہ ہو اور تم اس کے منکر ہو اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ اس جیسی کتاب پر گواہی دے کر ایمان لے آوے اور تم تکبر ہی میں رہو۔'' پھر راوی نے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بارے میں حدیث ذکر کی۔[1]

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا بیان

حضرت محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب عمر بن سعد نے (لشکر لے کر) حضرت حسینؓ کے پاس پڑاؤ کیا اور حضرت حسینؓ کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ انہیں قتل کر دیں گے تو انہوں نے اپنے ساتھیوں میں کھڑے ہو کر بیان کیا۔ پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا جو معاملہ تم دیکھ رہے ہو وہ سر پر آن پڑا ہے (ہمیں قتل کرنے کے لئے لشکر آ گیا ہے) دنیا بدل گئی ہے اور اوپری ہو گئی ہے۔ اس کی نیکی پیٹھ پھیر کر چلی گئی ہے اور دنیا کی نیکی میں صرف اتنا رہ گیا جتنا برتن کے نچلے حصہ میں رہ جایا کرتا ہے بس گھٹیا زندگی رہ گئی ہے جیسے مضر صحت چراگاہ ہوا کرتی ہے جس کا گھاس کھانے سے ہر جانور بیمار ہو جاتا ہے۔ کیا آپ لوگ دیکھتے نہیں ہیں کہ حق پر عمل نہیں کیا جا رہا اور باطل سے رکا نہیں جا رہا (ان حالات میں) مومن کو اللہ سے ملاقات کا شوق ہونا چاہئے۔ میں تو اس وقت موت کو بڑی سعادت کی چیز اور ظالموں کے ساتھ زندگی کو پریشانی اور بے چینی کی چیز سمجھتا

[1] اخرجه الطبرانی عن عبدالملک بن عمیر قال الهیثمی (ج ۹ ص ۹۳) رجاله ثقات

ہوں۔[1] حضرت عقبہ بن ابی العیزار کی روایت تاریخ ابن جریر میں اس طرح ہے کہ حضرت حسینؓ نے ذی حسم مقام میں کھڑے ہو کر بیان کیا اور اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[2] حضرت عقبہ بن ابی العیزار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حسینؓ نے بیضہ مقام میں اپنے ساتھیوں میں اور حر بن یزید کے ساتھیوں میں بیان کیا پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا اے لوگو! حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی ایسے ظالم سلطان کو دیکھے جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھے اور اللہ سے کئے ہوئے معاہدے کو توڑے اور حضور ﷺ کی سنت کا مخالف ہو اور اللہ کے بندوں کے بارے میں گناہ اور زیادتی کے کام کرتا ہو اور پھر وہ آدمی اس بادشاہ کو اپنے قول اور فعل سے نہ بدلے تو اللہ پر حق ہوگا کہ وہ اسے اس جرم کے لائق جگہ یعنی جہنم میں داخل کرے۔ غور سے سنو! ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت کو لازم پکڑ لیا ہے اور رحمان کی اطاعت چھوڑ دی ہے اور فساد کو غالب کر دیا ہے اور اللہ کی مقرر کردہ حدود کو چھوڑ دیا ہے اور مالِ غنیمت پر خود قبضہ کر لیا ہے اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دے دیا ہے۔ ان لوگوں کو بدلنے کا سب سے زیادہ حق مجھ پر ہے۔ تمہارے خط میرے پاس آئے تھے اور تمہارے قاصد بھی مسلسل آتے رہے کہ تم مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہو اور مجھے بے یار و مددگار نہیں چھوڑو گے اب اگر تم اپنی بیعت پر پورے اترتے ہو تو تمہیں پوری ہدایت ملے گی اور پھر میں بھی علی کا بیٹا حسین ہوں اور محمد ﷺ کی صاحبزادی فاطمہ کا بیٹا ہوں۔ میری جان تمہاری جان کے ساتھ ہے اور میرے گھر والے تمہارے گھر والوں کے ساتھ ہیں۔ تم لوگوں کے لئے میں بہترین نمونہ ہوں اور اگر تم نے ایسا نہ کیا اور عہد توڑ دیا اور میری بیعت کو اپنی گردن سے اتار پھینکا تو میری جان کی قسم! ایسا کرنا تم لوگوں کے لئے کوئی اجنبی اور اوپری چیز نہیں ہے بلکہ تم لوگ تو ایسا میرے والد میرے بھائی اور میرے چچازاد بھائی (مسلم بن عقیل) کے ساتھ بھی کر چکے ہو۔ جو تم لوگوں سے دھوکہ کھائے وہ اصل دھوکہ میں پڑا ہوا ہے تم اپنے حصے سے چوک گئے اور تم نے (خوش قسمتی میں سے) اپنا حصہ ضائع کر دیا اور جو عہد توڑے گا تو اس کا نقصان خود اسی کو ہوگا اور عنقریب اللہ تعالیٰ تم لوگوں سے مستغنی کر دے گا تم لوگوں کی مجھے ضرورت نہ رہے گی والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔[3]

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهيثمی (ج ۹ ص ۱۹۳) محمد بن الحسن هذا هو ابن زبالة متروک ولم يدرک القصة . انتهى [2] ذکر ابن جرير في تاريخه (ج ۴ ص ۳۰۵) هذه الخطبة عن عقبة بن ابی العيزار
[3] ذکره ايضا ابن جرير عن عقبة بن ابی العيزار

حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جن کا عمل ان کے قول کی تصدیق کرتا تھا انہوں نے ایک مرتبہ ہم میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! اللہ نے جو نعمتیں تمہیں دی ہیں انہیں یاد رکھو اور اللہ کی یہ نعمتیں کتنی اچھی ہیں ہم سرخ، سبز اور زرد رنگ برنگے کپڑے دیکھ رہے ہیں اور گھروں میں جو سامان ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔ حضرت یزیدؓ یہ بھی فرماتے تھے کہ جب لوگ نماز کے لئے صفیں بنا لیتے ہیں اور لڑائی کے لئے صفیں بنا لیتے ہیں تو آسمان کے، جنت کے اور دوزخ کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور موٹی آنکھوں والی حوریں سجائی جاتی ہیں اور وہ جھانک کر دیکھنے لگ جاتی ہیں۔ جب آدمی آگے بڑھتا ہے تو وہ کہتی ہیں اے اللہ! اس کی مدد فرما اور جب آدمی پیٹھ پھیرتا ہے اور پیچھے ہٹتا ہے تو اس سے پردہ کر لیتی ہیں اور کہتی ہیں اے اللہ اس کی مغفرت فرما، لہٰذا تم پورے زور سے جنگ کرو۔ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں اور موٹی آنکھوں والی حوروں کو رسوا نہ کرو۔ کیونکہ جب خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتا ہے تو اس نے جتنے گناہ کئے ہوتے ہیں وہ سب معاف ہو جاتے ہیں اور دو حوریں آسمان سے اترتی ہیں اور اس کے چہرے کو صاف کرتی ہیں اور کہتی ہیں ہم سے ملاقات کا وقت آ گیا ہے پھر اسے سو جوڑے پہنائے جاتے ہیں جو بنی آدم کی بنائی کے نہیں ہوتے بلکہ جنت کی پیداوار کے ہوتے ہیں اور وہ اتنے باریک اور لطیف ہوتے ہیں کہ وہ سو جوڑے دو انگلیوں کے درمیان رکھ دیئے جائیں تو سارے دونوں کے درمیان آ جائیں اور حضرت یزیدؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ تلواریں جنت کی چابیاں ہیں۔[1]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت یزید بن شجرہ رہاویؓ شام کے گورنروں میں سے ایک گورنر تھے۔ حضرت معاویہؓ انہیں لشکروں کا امیر بنایا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں تمہیں عطا فرمائی ہیں انہیں یاد رکھو۔ اگر تم غور سے دیکھو تو تمہیں بھی وہ سیاہ، سرخ، سبز اور سفید رنگ برنگی نعمتیں نظر آ جائیں گی جو مجھے نظر آ رہی ہیں اور گھروں میں بھی کتنی نعمتیں ہیں اور جب نماز کھڑی ہوتی ہے تو آسمان کے، جنت کے اور جہنم کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور حوروں کو سجایا جاتا ہے اور وہ زمین کی طرف جھانکتی ہیں (اور جب میدانِ جنگ میں مسلمان صفیں بناتے ہیں تو اس وقت بھی یہ سب کچھ ہوتا ہے) اور جب مسلمان جنگ کی طرف متوجہ ہو کر آگے بڑھتا ہے تو وہ حوریں کہتی ہیں (اے

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۵ ص ۲۹۴) رواه الطبراني من طريقين رجال احدهما رجال الصحيح. انتهى

اللہ! اس کو جہاد ہے۔ اے اللہ! اس کی مدد فرما اور جب کوئی پشت پھیر کر میدان سے بھاگتا ہے تو وہ حوریں اس سے پردہ کر لیتی ہیں اور کہتی ہیں اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اے اللہ! اس پر رحم فرما لہٰذا تم دشمن کے چہروں پر پورے زور سے حملہ کرو۔ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں جب کوئی آگے بڑھتے ہوئے زخمی ہو کر گرتا ہے تو خون کے پہلے قطرے کے گرتے ہی اس کے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے خزاں میں درختوں کے پتے گرتے ہیں اور موٹی آنکھوں والی دو حوریں اتر کر اس کے پاس آتی ہیں اور اس کے چہرے سے گرد و غبار صاف کرتی ہیں۔ وہ ان دونوں سے کہتا ہے، میں تم دونوں کے لئے ہوں۔ وہ کہتی ہیں نہیں ہم دونوں آپ کے لئے ہیں اور اسے ایسے سو جوڑے پہنائے جاتے ہیں کہ اگر انہیں اکٹھا کر کے میری ان دو انگلیوں (درمیانی اور شہادت کی انگلیوں) کے درمیان رکھا جائے تو وہ باریکی اور لطافت کی وجہ سے سارے ان کے درمیان آ جائیں اور وہ بنی آدم کے بنے ہوئے نہیں ہیں بلکہ جنت کے کپڑوں میں سے ہیں۔ تم لوگوں کے نام، نشانیاں، حلیئے، تنہائی کی باتیں اور مجلسیں سب چیزیں اللہ کے پاس لکھی ہوئی ہیں۔ جب قیامت کا دن آئے گا تو کسی سے کہا جائے گا اے فلانے! یہ تیرا نور ہے اور کسی سے کہا جائے گا اے فلانے! تیرے لئے کوئی نور نہیں ہے اور جیسے سمندر کا ساحل ہوتا ہے ایسے ہی جہنم کا بھی ساحل ہے وہاں کیڑے مکوڑے، حشرات الارض اور کھجور کے درخت جتنے لمبے سانپ اور خچر کے برابر بچھو ہیں۔ جب جہنم والے اللہ سے فریاد کریں گے کہ ہمارا جہنم کا عذاب ہلکا کر دیا جائے تو ان سے کہا جائے گا کہ جہنم سے نکل کر ساحل پر چلے جاؤ وہ نکل کر وہاں آئیں گے تو کیڑے مکوڑے حشرات الارض ان کے ہونٹوں، چہروں اور دوسرے اعضاء کو پکڑ لیں گے اور انہیں نوچ کھائیں گے تو اب یہ فریاد کرنے لگیں گے کہ ہمیں ان سے چھڑوایا جائے اور جہنم میں واپس جانے دیا جائے اور جہنم والوں پر خارج کا عذاب بھی مسلط کیا جائے گا اور جہنمی اتنا کھجائے گا کہ اس کی ہڈی ننگی ہو جائے گی۔ فرشتہ کہے گا اے فلانے! کیا تجھے اس خارش سے تکلیف ہو رہی ہے؟ وہ کہے گا ہاں فرشتہ کہے گا تو جو مسلمانوں کو تکلیف دیا کرتا تھا یہ اس کے بدلہ میں ہے۔[1]

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت سعد بن سوید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمیر بن سعدؓ نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ میں سے تھے اور حمص کے گورنر تھے وہ منبر پر فرمایا کرتے تھے غور سے سنو! اسلام کی ایک مضبوط دیوار ہے اور اس کا ایک مضبوط دروازہ ہے۔ اسلام کی دیوار عدل و انصاف ہے اور اس کا دروازہ حق ہے

---

[1] اخرجه الحاكم (ج ٣ ص ٤٩٣) و اخرجه ايضا ابن المبارك في الزهد و ابن منلة و البيهقي من طريق مجاهد موقوفا مطولا كما في الاصابة (ج ٣ ص ١٥٨)

لہٰذا جب دیوار توڑ دی جائے گی اور دروازے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے تو اسلام مفتوح ہو جائے گا اور جب تک سلطان قوی ہوگا اسلام مضبوط رہے اور سلطان کی قوت تلوار سے قتل کرنے یا کوڑے مارنے سے نہیں ہے بلکہ حق کے فیصلے کرنے اور عدل وانصاف کرنے سے ہے۔[۱]

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے والد

حضرت سعد بن عبید القاری رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت سعد بن عبید رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں بیان فرمایا تو ارشاد فرمایا کل دشمن سے ہماری مڈبھیڑ ہوگی اور کل ہم شہید ہو جائیں گے، لہٰذا ہمارے جسم پر جو خون لگا ہوا ہو اسے مت دھونا اور ہمارے جسم پر جو کپڑے ہوں گے وہی ہمارا کفن ہوں گے۔[۲]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت سلمہ بن سبرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ملک شام میں حضرت معاذ بن جبلؓ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا تو ارشاد فرمایا تم لوگ ایمان والے ہو تم لوگ جنتی ہو اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ تم لوگوں نے روم و فارس کے جن لوگوں کو قیدی بنالیا ہے اللہ انہیں بھی جنت میں داخل کرے گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے کوئی جب تمہارا کوئی کام کر دیتا ہے تو تم شکریہ میں اسے یہ تعریفی اور دعائیہ کلمات کہتے ہو تم نے اچھا کیا۔ تم پر اللہ رحم فرمائے۔ تم نے اچھا کیا تم کو اللہ برکت عطا فرمائے (تمہاری ان دعاؤں کی برکت سے اللہ انہیں ایمان دے کر جنت میں داخل کر دے گا) پھر حضرت معاذؓ نے یہ آیت پڑھی وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ (سورت شوریٰ آیت ۲۶) ''اور (اللہ تعالیٰ) ان لوگوں کی عبادت قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ (ثواب) دیتا ہے۔''[۳]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت حوشب فرازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابوالدرداءؓ کو منبر پر بیان میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں اس دن سے بہت ڈرتا ہوں جس دن میرا رب مجھے پکار کر کہے گا اے عویمر! میں کہوں گا لبیک پھر میرا رب کہے گا تو نے اپنے علم پر کیا عمل کیا؟ اللہ کی کتاب کی وہ

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۳۷۵) ۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۴۵۸)

۳۔ اخرجه ابن جریر و ابن ابی حاتم کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۱۱۵)

آیت بھی آئے گی جو کسی برے عمل سے روکنے والی ہے اور وہ آیت بھی آئے گی جو کسی نیک عمل کا حکم دینے والی ہے اور ہر آیت مجھ سے اپنے حق کا مطالبہ کرے گی۔ اب اگر میں نے اس نیک عمل کو نہیں کیا ہوگا تو وہ حکم دینے والی آیت میرے خلاف گواہی دے گی اور اگر میں نے اس برے کام کو نہیں چھوڑا ہوگا تو وہ روکنے والی آیت میرے خلاف گواہی دے گی۔ اب بتاؤ میں کیسے چھوٹ سکتا ہوں[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح سفر اور حضر میں لوگوں کو وعظ اور نصیحت کیا کرتے تھے اور دوسروں کی نصیحت قبول کیا کرتے تھے اور کس طرح دنیا کی ظاہری چیزوں اور اس کی لذتوں سے نگاہ ہٹا کر آخرت کی نعمتوں اور لذتوں کی طرف پھیر لیتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈراتے تھے کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور دل ڈرنے لگ جاتے گویا کہ آخرت ان کے سامنے ایک نمایاں اور کھلی ہوئی حقیقت تھی اور محشر کے حالات ان کی آنکھوں کے سامنے ہر وقت رہتے تھے اور وہ کس طرح اپنے وعظ و نصیحت کے ذریعے امت محمدیہؐ کے ہاتھوں کو پکڑ کر انہیں آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے کی طرف متوجہ کرتے اور اس طرح اپنے وعظ و نصیحت کے ذریعہ شرکِ جلی اور خفی کی تمام باریک رگوں کو کاٹ دیتے۔

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۷ ص ۸۷)

نبی کریم ﷺ کی نصیحتیں

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! حضرت ابراہیمؑ کے صحیفے کیا تھے؟ آپؐ نے فرمایا ان صحیفوں میں صرف مثالیں اور نصیحتیں تھیں (مثلاً ان میں یہ مضمون بھی تھا) اے مسلط ہونے والے بادشاہ! جسے آزمائش میں ڈالا جا چکا ہے اور جو دھوکہ میں پڑا ہوا ہے میں نے تجھے اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ تو جمع کر کے دنیا کے ڈھیر لگا لے میں نے تو تجھے اس لئے بھیجا تھا کہ کسی مظلوم کی بددعا کو میرے پاس آنے نہ دے کیونکہ جب کسی مظلوم کی بددعا میرے پاس پہنچ جاتی ہے تو پھر میں اسے رد نہیں کرنا چاہتا وہ مظلوم کافر ہی کیوں نہ ہو اور جب تک عقل مند آدمی کی عقل مغلوب نہ ہو جائے اس وقت تک اسے چاہئے کہ وہ اپنے اوقات کی تقسیم کرے۔ کچھ وقت اپنے رب سے راز و نیاز کی باتیں کرنے کے لئے ہونا چاہئے کچھ وقت اپنے نفس کے محاسبے کے لئے ہونا چاہئے کچھ وقت اللہ تعالیٰ کی کاریگری اور اس کی مخلوقات میں غور و فکر کرنے کے لئے ہونا چاہئے اور کچھ وقت کھانے پینے کی ضروریات کے لئے فارغ ہونا چاہئے اور عقل مند کو چاہئے کہ صرف تین کاموں کے لئے سفر کرے یا تو آخرت کا توشہ بنانے کے لئے یا اپنی معاش ٹھیک کرنے کے لئے یا کسی حلال لذت اور راحت کو حاصل کرنے کے لئے اور عقل مند کو چاہئے کہ وہ اپنے زمانہ (کے حالات) پر نگاہ رکھے اور اپنی حالت کی طرف متوجہ رہے اور اپنی زبان کی حفاظت کرے اور جو بھی اپنی گفتگو کا اپنے عمل سے محاسبہ کرے گا وہ کوئی بیکار بات نہیں کرے گا بلکہ صرف مقصد کی بات کرے گا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفے کیا تھے؟ آپؐ نے فرمایا ان میں سب عبرت کی باتیں تھیں (مثلاً ان میں یہ مضمون بھی تھا کہ) مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے موت کا یقین ہے اور وہ پھر خوش ہوتا ہے۔ مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے جہنم کا یقین ہے اور وہ پھر ہنستا ہے۔ مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے تقدیر کا یقین ہے اور وہ پھر اپنے آپ کو بلاضرورت تھکاتا ہے۔ مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جس نے دنیا کو دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ دنیا آنی جانی چیز ہے ایک جگہ رہتی نہیں اور پھر مطمئن ہو کر اس سے دل لگاتا ہے۔ مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے کل قیامت کے حساب کتاب کا یقین ہے اور پھر عمل نہیں کرتا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ مجھے کچھ وصیت فرما دیں۔ آپؐ نے فرمایا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تمام کاموں کی جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کچھ اور فرما دیں۔ آپؐ نے فرمایا تلاوت قرآن اور اللہ کے ذکر کی پابندی کرو کیونکہ یہ زمین پر تمہارے لئے نور ہے اور آسمان میں تمہارے لئے ذخیرہ ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کچھ اور فرما دیں۔ آپؐ نے فرمایا زیادہ ہنسنے سے بچو کیونکہ اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے اور چہرے کا نور

جاتا رہتا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا جہاد کو لازم پکڑ لو کیونکہ یہی میری امت کی رہبانیت ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا زیادہ دیر خاموش رہا کرو کیونکہ اس سے شیطان دفع ہوجاتا ہے اور اس سے تمہیں دین کے کاموں میں مدد ملے گی۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے کچھ اور فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا مسکینوں سے محبت رکھو اور ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا رکھو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا (دنیاوی مال و دولت اور ساز و سامان میں) ہمیشہ اپنے سے نیچے والے کو دیکھا کرو اوپر والے کو مت دیکھا کرو کیونکہ اس طرح کرنے سے تم اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو حقیر نہیں سمجھو گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرمادیں آپؐ نے فرمایا حق بات کہو چاہے وہ کڑوی کیوں نہ ہو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا جب تمہیں اپنے عیب معلوم ہیں تو دوسروں (کے عیب دیکھنے) سے رک جاؤ اور جو برے کام تم خود کرتے ہو ان کی وجہ سے دوسروں پر ناراض مت ہو۔ تمہیں عیب لگانے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ تم اپنے عیبوں کو تو جانتے نہیں اور دوسروں میں عیب تلاش کر رہے ہو اور جن حرکتوں کو خود کرتے ہو ان کی وجہ سے دوسروں پر ناراض ہوتے ہو۔ پھر حضورؐ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا اے ابوذر! حسن تدبیر کے برابر کوئی عقلمندی نہیں اور ناجائز، مشتبہ اور نامناسب کاموں سے رکنے کے برابر کوئی تقویٰ نہیں اور حسنِ اخلاق جیسی کوئی خاندانی شرافت نہیں ہے[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دن حضور ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے پوچھا تمہاری اور تمہارے اہل و عیال، مال اور عمل کی کیا مثل ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تمہاری اور تمہارے اہل و عیال، مال اور عمل کی مثالیں اس آدمی جیسی ہے جس کے تین بھائی ہوں۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے بھائیوں کو بلا کر ایک بھائی سے کہا تم دیکھ رہے ہو میرے مرنے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اب تم میرے کیا کام آ سکتے ہو؟ اس نے کہا میں تمہارے یہ کام کر سکتا ہوں کہ میں تمہاری تیمارداری کروں گا اور تمہاری خدمت سے اکتاؤں گا نہیں اور تمہارا ہر کام کروں گا جب تم مرجاؤ گے تمہیں غسل دوں گا اور تمہیں کفن پہناؤں گا اور دوسروں کے ساتھ تمہارے جنازے کو اٹھاؤں گا کبھی تمہیں اٹھاؤں گا اور کبھی راستہ کی تکلیف دہ چیز تم سے ہٹاؤں گا اور جب دفنا کر واپس آؤں گا تو پوچھنے والوں کے سامنے تمہاری

۱۔ اخرجه ابن حبان فی صحیحه واللفظ له و الحاکم و صححه قال المنذری فی الترغیب (ج ۳ ص ۴۷۳) انفرد به ابراهیم بن هشام بن یحیی الغسانی عن ابیه وهو حدیث طویل فی اوله ذکر الانبیاء علیهم السلام ذکرت منه القطعة لما فیها من الحکم العظیمة والمواعظ الجسیمة . انتهی وقد اخرج الحدیث بتمامه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۲۲) من طریق ابراهیم بن هشام و اخرجه ایضا بتمامه الحسن بن سفیان و ابن عساکر کما فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۱)

خوبیاں بیان کر کے تمہاری تعریف کروں گا۔ اس کا یہ بھائی تو اس کے اہل وعیال اور رشتہ دار ہیں۔ اس بھائی کے بارے میں تم لوگوں کا کیا خیال ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کے کوئی خاص فائدے کی بات تو ہم نے سنی نہیں آپؐ نے فرمایا پھر اس نے اپنے دوسرے بھائی سے کہا کیا تم دیکھ رہے ہو کہ موت کی مصیبت میرے سر پر آ گئی ہے تو اب تم میرے کیا کام آ سکتے ہو؟ اس نے کہا جب تک آپ زندہ ہیں میں تو اسی وقت تک آپ کے کام آ سکوں گا جب آپ مر جائیں گے تو آپ کا راستہ الگ اور میرا راستہ الگ۔ یہ بھائی اس کا مال ہے۔ یہ تمہیں کیسا لگا؟ صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ! اس کے فائدے کی کوئی بات ہمارے سننے میں تو نہیں آئی۔ آپؐ نے فرمایا پھر اس نے تیسرے بھائی سے کہا تم دیکھ ہی رہے ہو موت میرے سر پر آ گئی ہے اور تم نے میرے اہل وعیال اور مال کا جواب بھی سن لیا ہے تو اب تم میرے کیا کام آ سکتے ہو؟ اس نے کہا میں قبر میں تمہارا ساتھی ہوں گا اور وحشت میں تمہارا جی بہلاؤں گا اور اعمال تلنے کے دن ترازو میں بیٹھ کر اسے بھاری کروں گا۔ یہ بھائی اس کا عمل ہے۔ اس کے بارے میں تم لوگوں کا کیا خیال ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بہترین بھائی اور بہترین ساتھی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا بات بھی اسی طرح ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضرت عبداللہ بن کرز رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ میں اس مثال کے بارے میں کچھ اشعار کہوں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اجازت ہے۔ حضرت عبداللہؓ چلے گئے اور ایک ہی رات کے بعد اشعار تیار کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے انہیں دیکھ کر لوگ بھی جمع ہو گئے انہوں نے حضورؐ کے سامنے کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھے:

فانی و اھلی و الذی قدمت یدی — کداع اللّٰہ صحبه ثم قائل

لاخوته اذ ھم ثلاثة اخوة — اعینوا علی امر بی الیوم نازل

میں اور میرے اہل وعیال اور میرے وہ عمل جو میرے ہاتھوں نے آگے بھیج دیئے ہیں ان سب کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک آدمی کے تین بھائی تھے اس نے ساتھیوں اور بھائیوں کو بلا کر ان سے کہا آج مجھ پر موت کی مصیبت آنے والی ہے اس بارے میں میری مدد کرو۔

فراق طویل غیر متق به — فماذا لدیکم فی الذی ھو غائل

بہت لمبی جدائی ہے جس کا کوئی بھروسہ نہیں اب بتاؤ اس ہلاک کرنے والی موت کے بارے میں تم لوگ میری کیا مدد کر سکتے ہو؟

فقال امرؤ منھم انا الصاحب الذی — اطیعک فیھا شئت قل التزایل

ان تینوں میں سے ایک بولا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں لیکن جدا ہونے سے پہلے تم جو کہو گے تمہاری وہ بات مانوں گا۔

فاما اذا جد الفراق فاننی لما بیننا من خلۃ غیر واصل

اور جب جدائی ہو جائے گی تو پھر میں آپس کی دوستی کو باقی نہیں رکھ سکتا اسے نہیں نباہ سکتا۔

فخذ ما اردت الان منی فاننی سیسلک بی فی مھیل من مھائل

اب تو تم مجھ سے جو چاہے لے لو لیکن جدائی کے بعد مجھے کسی ہولناک راستہ پر چلا دیا جائے گا پھر کچھ نہیں لے سکو گے۔

فان تبقنی لاتبق فاستنفد ننی وعجل صلاحا قبل حتف معاجل

پھر اگر تم مجھے باقی رکھنا چاہو گے تو باقی نہیں رکھ سکو گے لہٰذا مجھے خرچ کر کے ختم کر دو اور جلد آنے والی موت سے پہلے جلدی اپنے عمل ٹھیک کر لو۔

وقال امرو قد کنت جدا احبہ واؤثرہ من بینھم فی التفاضل

پھر وہ آدمی بولا جس سے مجھے بہت محبت تھی اور زیادہ دینے اور بڑھانے میں میں اسے باقی تمام لوگوں پر ترجیح دیتا تھا۔

غنائی انی جاھدلک ناصح اذاجد جد الکرب غیر مقاتل

اس نے کہا میں آپ کا اتنا کام کر سکتا ہوں کہ جب پریشان کن موت واقعی آ جائے گی تو آپ کو بچانے کی کوشش کروں گا آپ کا بھلا چاہوں گا لیکن میں آپ کی طرف سے لڑ نہیں سکوں گا۔

ولکننی باک علیک و معول ومثن بخیر عند من ھو سائل

البتہ آپ کے مرنے پر روؤں گا اور خوب اونچی آواز سے روؤں گا اور آپ کے بارے میں جو بھی پوچھے گا میں اس کے سامنے آپ کی خوبیاں بیان کر کے آپ کی تعریف کروں گا۔

ومتبع الماشین امشی مشیعا اعین برفق عقبۃ کل حامل

اور آپ کے جنازے کو لے کر جو لوگ چلیں گے میں بھی رخصت کرنے کے لئے ان کے پیچھے چلوں گا اور ہر اٹھانے والے کی باری میں نرمی سے اٹھا کر اس کی مدد کروں گا۔

الی بیت مثواک الذی انت مدخل ارجع مقرونا بما ھو شاغل

میں جنازے کے ساتھ اس گھر تک جاؤں گا جہاں آپ کا ٹھکانہ ہے جس میں لوگ آپ کو داخل کر دیں گے پھر واپس آ کر میں ان کاموں میں لگ جاؤں گا جن میں میں مشغول تھا۔

کان لم یکن بینی و بینک خلۃ ولاحسن ودمرۃ فی التباذل

اور چند ہی دنوں کے بعد ایسی حالت ہو جائے گی کہ گویا میرے اور آپ کے درمیان کوئی دوستی ہی نہیں تھی اور نہ ہی کوئی عمدہ محبت تھی جس کی وجہ سے ہم ایک دوسرے پر خرچ کرتے تھے۔

فذلک اھل المرء ذاک غناء ھم ولیس وان کانوا حراصا بطائل

یہ مرنے والے کے اہل و عیال اور رشتہ دار ہیں یہ بس اتنا ہی کام آ سکتے ہیں اگرچہ انہیں مرنے

والے کو فائدہ پہنچانے کا بہت تقاضا ہے لیکن یہ اس سے زیادہ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

وقال امرء منهم انا الاخ لاترى — اخالک مثلی عند کرب الز لازل

ان میں سے تیسرے بھائی نے کہا میں آپ کا اصلی بھائی ہوں اور ہلا دینے والی پریشانی موت کے آنے پر آپ کو میرے جیسا کوئی بھائی نظر نہیں آئے گا۔

لدی القبر تلقانی هنالک قاعدا — اجادل عنک القول رجع التجادل

آپ مجھے قبر کے پاس ملیں گے میں وہاں بیٹھا ہوا ہوں گا اور باتوں میں آپ کی طرف سے جھگڑا کروں گا اور ہر سوال کا جواب دوں گا۔

واقعد یوم الوزن فی الکفة التی — تکون علیها جاهدا فی التثاقل

اور اعمال تولے جانے کے دن یعنی قیامت کے دن میں اس پلڑے میں بیٹھوں گا جس کو بھاری کرنے کی آپ پوری کوشش کر رہے ہوں گے۔

فلا تنسنی واعلم مکانی فاننی — علیک شفیق ناصح غیر خاذل

لہٰذا آپ مجھے بھلا نہ دینا اور میرے مرتبہ کو جان لو کیونکہ میں آپ کا بڑا شفیق اور بہت خیر خواہ ہوں اور کبھی آپ کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑوں گا۔

فذلک ماقدمت من کل صالح — تلاقیه ان احسنت یوم التواصل

یہ آپ کے وہ نیک اعمال ہیں جو آپ نے آگے بھیجے ہیں اگر آپ ان کو اچھی طرح کریں گے تو ایک دوسرے سے ملاقات کے دن یعنی قیامت کے دن آپ کی ان اعمال سے ملاقات ہو جائے گی۔

یہ اشعار سن کر حضور ﷺ بھی رونے لگے اور سارے مسلمان بھی۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن کرز مسلمانوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے وہ انہیں بلا کر ان سے ان اشعار کی فرمائش کرتے اور جب حضرت عبداللہ انہیں یہ اشعار سناتے تو وہ سب رونے لگ جاتے۔[1]

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ کی نصیحتیں

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو یہ نصیحت فرمائی لوگوں میں لگ کر اپنے سے غافل نہ ہو جاؤ کیونکہ تم سے اپنے بارے میں پوچھا جائے گا لوگوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔ ادھر ادھر پھر کر دن نہ گزار دیا کرو کیونکہ تم جو بھی عمل کرو گے وہ محفوظ کر لیا جائے گا جب تم

---

[1] اخرجه الرامهرمزی فی الامثال کذافی الکنز (ج ۸ ص ۱۲۴) و اخرجه ایضا جعفر الفریابی فی کتاب الکنی له وابن ابی عاصم فی الواحدان وابن شاهین وابن منده فی الصحابة وابن ابی الدنیا فی الکفالة کلهم من طریق محمد بن عبدالعزیز الزهری عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة رضی الله عنها نحوه کمافی الاصابة (ج ۳ ص ۳۶)

سے کوئی برا کام ہو جایا کرے تو اس کے بعد فوراً کوئی نیکی کا کام کر لیا کرو کیونکہ جس طرح نئی نیکی پرانے گناہ کو بہت زیادہ تلاش کرتی ہے اور اسے جلدی سے پالیتی ہے اس طرح اس سے زیادہ تلاش کرنے والی میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی ہے ۱

حضرت عمرؓ نے فرمایا جو چیز تمہیں تکلیف دیتی ہے اس سے تم کنارہ کشی اختیار کر لو اور نیک آدمی کو دوست بناؤ لیکن ایسا آدمی مشکل سے ملے گا اور اپنے معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ لو جو اللہ سے ڈرتے ہیں ۲

حضرت سعد بن مسیب رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے لوگوں کے لئے اٹھارہ باتیں مقرر کیں جو سب کی سب حکمت و دانائی کی باتیں تھیں۔ انہوں نے فرمایا (۱) جو تمہارے بارے میں اللہ کی نافرمانی کرے تم اسے اس جیسی اور کوئی سزا نہیں دے سکتے کہ تم اس کے بارے میں اللہ کی اطاعت کرو (۲) اور اپنے بھائی کی بات کو کسی اچھے رخ کی طرف لے جانے کی پوری کوشش کرو۔ ہاں اگر وہ بات ہی ایسی ہو کہ اسے اچھے رخ کی طرف لے جانے کی تم کوئی صورت نہ بنا سکو تو اور بات ہے (۳) اور مسلمان کی زبان سے جو بول بھی نکلا ہے اور تم اس کا کوئی بھی خیر کا مطلب نکال سکتے ہو تو اس سے برے مطلب کا گمان مت کرو (۴) جو آدمی خود ایسے کام کرتا ہے جس سے دوسروں کو بدگمانی کا موقع ملے تو وہ اپنے سے بدگمانی کرنے والے کو ہرگز ملامت نہ کرے (۵) جو اپنے راز کو چھپائے گا اختیار اس کے ہاتھ میں رہے گا (۶) اور سچے بھائیوں کے ساتھ رہنے کو لازم پکڑو۔ ان کے سایہ خیر میں زندگی گزارو کیونکہ وسعت اور اچھے حالات میں وہ لوگ تمہارے لئے زینت کا ذریعہ اور مصیبت میں حفاظت کا سامان ہوں گے (۷) اور ہمیشہ سچ بولو چاہے سچ بولنے سے جان ہی چلی جائے (۸) بے فائدہ اور بیکار کاموں میں نہ لگو (۹) جو بات ابھی پیش نہیں آئی اس کے بارے میں مت پوچھو کیونکہ جو پیش آ چکا ہے اس کے تقاضوں سے ہی کہاں فرصت مل سکتی ہے (۱۰) اپنی حاجت اس کے پاس نہ لے جاؤ جو یہ نہیں چاہتا کہ تم اس میں کامیاب ہو جاؤ (۱۱) جھوٹی قسم کو ہلکا نہ سمجھو ورنہ اللہ تمہیں ہلاک کر دیں گے (۱۲) بدکاروں کے ساتھ نہ رہو ورنہ تم ان سے بدکاری سیکھ لو گے (۱۳) اپنے دشمن سے الگ رہو (۱۴) اپنے دوست سے بھی چوکنے رہو لیکن اگر وہ امانتدار ہے تو پھر اس کی ضرورت نہیں اور امانتدار صرف وہی ہو سکتا ہے جو اللہ سے ڈرنے والا ہو (۱۵) اور قبرستان میں جا کر خشوع اختیار کرو (۱۶) اور جب اللہ کی فرمانبرداری کا کام کرو تو عاجزی اور تواضع اختیار کرو (۱۷) اور جب اللہ کی نافرمانی ہو جائے تو اللہ کی پناہ چاہو (۱۸) اور اپنے تمام امور میں ان لوگوں سے مشورہ کیا کرو جو

۱۔ اخرجہ الدینوری کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۸)

۲۔ اخرجہ البیھقی کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۸)

اللہ سے ڈرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (سورت فاطر آیت ۲۸) ''خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں۔''[۱]

حضرت محمد شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا لایعنی کاموں میں نہ لگو اور اپنے دشمن سے کنارہ کشی اختیار کرو اور اپنے دوست سے اپنی حفاظت کرو لیکن اگر وہ امانتدار ہے تو پھر ضرورت نہیں کیونکہ امانتدار انسان کے برابر کوئی چیز نہیں ہو سکتی اور کسی بدکار کی صحبت میں نہ رہو ورنہ وہ تمہیں بھی بدکاری سکھا دے گا اور کسی بدکار کو اپنا راز نہ بتاؤ اور اپنے تمام کاموں میں ان لوگوں سے مشورہ لو جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔[۲]

حضرت سمرہ بن جندب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا مرد بھی تین قسم کے ہوتے ہیں اور عورتیں بھی تین قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک عورت تو وہ ہے جو پاکدامن، مسلمان نرم طبیعت، محبت کرنے والی، زیادہ بچے دینے والی ہو اور زمانہ کے فیشن کے خلاف اپنے گھر والوں کی مدد کرتی ہو (سادہ رہتی ہو) اور گھر والوں کو چھوڑ کر زمانہ کے فیشن پر نہ چلتی ہو۔ لیکن تمہیں ایسی عورتیں بہت کم ملیں گی۔ دوسری وہ عورت ہے جو خاوند سے بہت زیادہ مطالبے کرتی ہو اور بچے جننے کے علاوہ اس کا اور کوئی کام نہ ہو۔ تیسری وہ عورت ہے جو خاوند کے گلے کا طوق ہو اور جوں کی طرح سے چمٹی ہوئی ہو (یعنی بداخلاق بھی ہو اور اس کا مہر بھی زیادہ ہو جس کی وجہ سے اس کا خاوند اسے چھوڑ نہ سکتا ہو) ایسی عورت کو اللہ تعالیٰ جس کی گردن میں چاہتے ہیں ڈال دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں اس کی گردن سے اتار لیتے ہیں۔ اور مرد بھی تین قسم کے ہوتے ہیں ایک پاکدامن، منکسر المزاج، نرم طبیعت،، درست رائے والا، اچھے مشورے دینے والا۔ جب اسے کوئی کام پیش آتا ہے تو خود سوچ کر فیصلہ کرتا ہے اور ہر کام کو اس کی جگہ رکھتا ہے۔ دوسرا وہ مرد ہے جو سمجھدار نہیں اس کی اپنی کوئی رائے نہیں ہے لیکن جب اسے کوئی کام پیش آتا ہے تو وہ سمجھدار درست رائے والے لوگوں سے جا کر مشورہ کرتا ہے اور ان کے مشورے پر عمل کرتا ہے۔ تیسرا وہ مرد جو حیران و پریشان ہوا سے صحیح اور غلط کا پتہ نہیں چلتا یوں ہی ہلاک ہو جاتا ہے کیونکہ اپنی سمجھ پوری نہیں اور سمجھدار اور صحیح مشورہ دینے والوں کی مانتا نہیں۔[۳] حضرت احنف بن قیسؒ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے مجھ سے فرمایا اے احنف! جو آدمی زیادہ ہنستا ہے اس کا رعب کم ہو جاتا ہے۔ جو مذاق زیادہ کرتا ہے لوگ اسے ہلکا اور بے حیثیت سمجھتے ہیں جو باتیں زیادہ کرتا ہے اس کی لغزش زیادہ ہو جاتی ہیں جس کی لغزشیں زیادہ ہو جاتی ہیں اس کی حیا کم ہو جاتی ہے اور جس کی حیا کم ہو جاتی

۱۔ اخرجه الخطيب و ابن عساكر و ابن النجار كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۳۵)

۲۔ عند ابي نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۵۵)　　۳۔ اخرجه ابن ابي شيبة و ابن ابي الدنيا والخرائطي والبيهقي و ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۳۵)

ہے اس کی پرہیز گاری کم ہو جاتی ہے اور جس کی پرہیز گاری کم ہو جاتی ہے اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔[1] حضرت عمرؓ نے فرمایا جو زیادہ ہنستا ہے اس کا رعب کم ہو جاتا ہے اور جو مذاق زیادہ کرتا ہے لوگوں کی نگاہ میں وہ بے حیثیت ہو جاتا ہے اور کسی کام کو زیادہ کرتا ہے وہ اسی کام کے ساتھ مشہور ہو جاتا ہے اس کے بعد پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔[2]

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو باطل کو کلیۃً چھوڑ کر اسے مٹا دیتے ہیں اور حق کا بار بار تذکرہ کر کے اسے زندہ کرتے ہیں۔ جب انہیں کسی عمل کی ترغیب دی جاتی ہے تو وہ اس کا اثر لیتے ہیں اور وہ ڈر جاتے ہیں اور ڈر کی وجہ سے کبھی بے خوف نہیں ہوتے۔ جن چیزوں کو انہوں نے آنکھ سے نہیں دیکھا انہیں یقین کی طاقت سے دیکھ لیتے ہیں اور یقین کو ان غیبی امور کے ساتھ ملاتے ہیں جن سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔ خوفِ خداوندی نے ان کو عیوب سے بالکل پاک صاف کر دیا۔ ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتوں کی وجہ سے دنیا کی فانی لذتوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ دنیا کی زندگی ان کے لئے نعمت ہے اور موت ان کے لئے باعثِ عزت ہے۔ اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کی شادی کر دی جائے گی اور ہمیشہ نوعمر رہنے والے لڑکے ان کی خدمت کریں گے۔[3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم کتاب اللہ کے برتن اور علم کے چشمے بن جاؤ یعنی قرآن اپنے اندر اتار لو پھر علم اندر سے پھوٹ کر نکلے گا اور اللہ تعالیٰ سے ایک دن میں ایک دن کی روزی مانگو اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ کثرت سے توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو کیونکہ ان کے دل سب سے زیادہ نرم ہوتے ہیں۔[4]

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں جو اللہ سے ڈرے گا وہ کبھی کسی پر اپنا غصہ نہیں نکالے گا یعنی کسی سے انتقام نہیں لے گا بلکہ اپنا غصہ پیئے گا اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اپنی مرضی کا ہر کام نہیں کر سکے گا اور اگر قیامت کا دن نہ ہوتا تو جو تمہیں نظر آ رہا ہے وہ نہ ہوتا بلکہ افراتفری کا کچھ اور عالم ہوتا۔[5]

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں جو لوگوں کے ساتھ انصاف کرتا ہے اور اس کے لئے اپنی جان پر جو مشقت جھیلنی پڑے اسے جھیلتا ہے۔ اسے اپنے تمام کاموں میں کامیابی ملے گی اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی وجہ سے ذلت اٹھانا نافرمانی کی عزت کی بنسبت نیکی کے زیادہ قریب ہے۔[6]

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۳۰۲) وفیه وردید بن مجاشع ولم اعرفه وبقیة رجاله ثقات۔ اه ۲۔ اخرجه ابن ابی الدنیا و العسکری والبیهقی وغیرهم کما فی الکنز (ج ۹ ص ۲۳۵)

۳۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۵۵) ۴۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۵۱)

۵۔ اخرجه ابن ابی الدنیا و الدینوری فی المجالسة والحاکم فی الکنی کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۵)

۶۔ اخرجه الخرائطی وغیره کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۵)

نے فرمایا آدمی تقویٰ سے عزت پاتا ہے اور اسے دین سے شرافت ملتی ہے۔ آدمی کی مروت اور مردانگی عمدہ اخلاق ہیں۔ بہادری اور بزدلی خداداد صفات ہیں۔ بہادر آدمی تو ان لوگوں کی طرف سے بھی لڑتا ہے جنہیں جانتا ہے اور ان کی طرف سے بھی لڑتا ہے جنہیں نہیں جانتا اور بزدل آدمی تو اپنے ماں باپ کو بھی چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ دنیا والوں کی نگاہ میں عزت مال سے ملتی ہے لیکن اللہ کے ہاں تقویٰ سے ملتی ہے۔ تم کسی فارسی، عجمی اور نبطی سے صرف تقویٰ کی وجہ سے بہتر ہو سکتے ہو عربی ہونے کی وجہ سے نہیں ہو سکتے۔ [1]

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو خط میں یہ لکھا کہ حکمت و دانائی عمر بڑی ہونے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہ تو اللہ کی دین ہے جسے اللہ چاہتے ہیں دیتے ہیں اور کمینے کاموں اور گھٹیا اخلاق سے بچو۔ [2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ بن عمرؓ کو خط میں یہ لکھا اما بعد! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اسے ہر شر اور فتنے سے بچاتے ہیں اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تمام کاموں کی کفایت کرتے ہیں اور جو اللہ کو قرض دیتا ہے یعنی دوسروں پر اپنا مال اللہ کے لئے خرچ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بہترین بدلہ عطا فرماتے ہیں اور جو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی نعمت کو بڑھاتے ہیں اور تقویٰ ہر وقت تمہارا نصب العین، تمہارے اعمال کا سہارا اور ستون اور تمہارے دل کی صفائی کرنے والا ہونا چاہئے۔ جس کی کوئی نیت نہیں ہوگی اس کا کوئی عمل معتبر نہیں ہوگا۔ جس نے ثواب لینے کی نیت سے عمل نہ کیا اسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔ جس میں نرمی نہیں ہوگی اسے اپنے مال سے بھی فائدہ نہیں ہوگا۔ جب تک پہلا کپڑا پرانا نہ ہو جائے نیا نہیں پہننا چاہئے۔ [3]

حضرت جعفر بن برقان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے ایک گورنر کو خط لکھا خط کے آخر میں یہ مضمون تھا فراخی اور وسعت والے حالات میں سختی والے حساب سے پہلے (جو قیامت کے دن ہوگا) اپنے نفس کا خود محاسبہ کرو کیونکہ جو فراخی اور وسعت والے حالات میں سختی کے حساب سے پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کرے گا وہ انجام کار خوش ہوگا بلکہ اس کے حالات قابلِ رشک ہوں گے اور جس کو دنیا کی زندگی نے (اللہ سے، آخرت سے اور دین سے) غافل رکھا اور وہ برائیوں میں مشغول رہا تو انجام کار وہ ندامت اٹھائے گا اور حسرت وافسوس کرتا رہے گا۔ جو نصیحت تمہیں کی جارہی ہے اسے یاد رکھو تاکہ تمہیں جن کاموں سے روکا

۱۔ اخرجه ابن ابی شیبة والعسکری و ابن جریر و الدار قطنی و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۵) ۲۔ اخرجه ابن ابی الدنیا و الدینوری کذافی الکنز (ج ۲ ص ۲۳۵)

۳۔ اخرجه ابن ابی الدنیا و ابوبکر الصولی و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۷)

جا رہا ہے تم ان سے رک سکو۔[1]

حضرت عمرؓ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کو خط میں یہ مضمون لکھا امابعد! حق کو ہر حال میں لازم پکڑو اس طرح حق تمہارے لئے اہلِ حق کے مراتب کھول دے گا اور ہمیشہ حق کے مطابق فیصلہ کرو۔[2]

امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالبؓ کی نصیحتیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے جب حضرت علیؓ سے فرمایا اے ابوالحسن! مجھے کچھ نصیحت کرو۔ حضرت علیؓ نے کہا آپ اپنے یقین کو شک نہ بنائیں (یعنی روزی کا ملنا یقینی ہے اس کی تلاش میں اس طرح اور اتنا نہ لگیں کہ گویا آپ کو اس میں کچھ شک ہے) اور اپنے علم کو جہالت نہ بنائیں (جو علم پر عمل نہیں کرتا وہ اور جاہل دونوں برابر ہوتے ہیں) اور اپنے گمان کو حق نہ سمجھیں (یعنی آپ اپنی رائے کو وحی کی طرح حق نہ سمجھیں) اور یہ بات آپ جان لیں کہ آپ کی دنیا تو صرف اتنی ہے کہ جو آپ کو ملی اور آپ نے اسے آگے چلا دیا یا تقسیم کر کے برابر کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابوالحسن! آپ نے سچ کہا۔[3]

حضرت علی بن ابی طالبؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا اے امیر المؤمنین اگر آپ کی خوشی یہ ہے کہ آپ اپنے دونوں ساتھیوں حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ سے جا ملیں تو آپ اپنی امیدیں مختصر کریں اور کھانا کھائیں لیکن پیٹ نہ بھریں اور لنگی بھی چھوٹی پہنیں اور کرتے پر پیوند لگائیں اور اپنے ہاتھ سے جوتی گانٹھیں اس طرح کریں گے تو ان دونوں سے جا ملیں گے۔[4]

حضرت علیؓ نے فرمایا خیر یہ نہیں ہے کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد زیادہ ہو جائے بلکہ خیر یہ ہے کہ تمہارا علم زیادہ ہو اور تمہاری بردباری کی صفت بڑی ہو اور اپنے رب کی عبادت میں تم لوگوں سے آگے نکلنے کی کوشش کرو۔ اگر تم سے نیکی کا کام ہو جائے تو اللہ کی تعریف کرو اور اگر برائی کا کام ہو جائے تو اللہ سے استغفار کرو اور دنیا میں صرف دو آدمیوں میں سے ایک کے لئے خیر ہے ایک تو وہ آدمی جس سے کوئی گناہ ہو گیا اور پھر اس نے توبہ کر کے اس کی تلافی کر لی دوسرا وہ آدمی جو نیک کاموں میں جلدی کرتا ہو اور جو عمل تقویٰ کے ساتھ ہو وہ کم شمار نہیں ہو سکتا کیونکہ جو عمل اللہ کے ہاں قبول ہو وہ کیسے کم شمار ہو سکتا ہے (کیونکہ قرآن میں ہے کہ اللہ متقیوں کے عمل کو قبول فرماتے ہیں)۔[5]

۱۔ اخرجه البیهقی فی الزهد و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۸)

۲۔ اخرجه ابوالحسن بن رزقویه فی جزئه کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۸) ۳۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۱) ۴۔ اخرجه البیهقی کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۱۹)

۵۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۷۵) و اخرجه ابن عساکر فی امالیه عن علی رضی الله عنه نحوه کما فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۱)

حضرت عقبہ بن ابوالصہباء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب ابن ملجم نے حضرت علیؓ کو خنجر مارا تو حضرت حسنؓ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت حسنؓ رو رہے تھے حضرت علیؓ نے فرمایا اے میرے بیٹے! کیوں رو رہے ہو؟ عرض کیا میں کیوں نہ روؤں جبکہ آج آپ کا آخرت کا پہلا دن اور دنیا کا آخری دن ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا چار اور چار (کل آٹھ) چیزوں کو پلے باندھ لو۔ ان آٹھ چیزوں کو تم اختیار کرو گے تو پھر تمہارا کوئی عمل تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ حضرت حسنؓ نے عرض کیا ابا جان! وہ چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا سب سے بڑی مالداری عقلمندی ہے یعنی مال سے بھی زیادہ کام آنے والی چیز عقل اور سمجھ ہے اور سب سے بڑی فقیری حماقت اور بے وقوفی ہے۔ سب سے زیادہ وحشت کی چیز اور سب سے بڑی تنہائی عجب اور خود پسندی ہے اور سب سے زیادہ بڑائی اچھے اخلاق ہیں۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں میں نے کہا اے ابا جان! یہ چار چیزیں تو ہو گئیں، مجھے باقی چار چیزیں بھی بتادیں۔ فرمایا بے وقوف کی دوستی سے بچنا کیونکہ وہ فائدہ پہنچاتے پہنچاتے تمہارا نقصان کردے گا اور جھوٹے کی دوستی سے بچنا کیونکہ جو تم سے دور ہے یعنی تمہارا دشمن ہے اسے تمہارے قریب کردے گا اور جو تمہارے قریب ہے یعنی تمہارا دوست ہے اسے تم سے دور کردے گا (یا وہ دور والی چیز کو نزدیک اور نزدیک والی چیز کو دور بتائے گا اور تمہارا نقصان کردے گا) اور کنجوس کی دوستی سے بھی بچنا کیونکہ جب تمہیں اس کی سخت ضرورت ہوگی وہ اس وقت تم سے دور ہو جائے گا اور بدکار کی دوستی سے بچنا کیونکہ وہ تمہیں معمولی سی چیز کے بدلے میں بیچ دے گا۔[1]

حضرت علیؓ نے فرمایا توفیق خداوندی سب سے بہترین قائد ہے اور اچھے اخلاق بہترین ساتھی ہیں عقلمندی بہترین مصاحب ہے حسنِ ادب بہترین میراث ہے اور عجب وخود پسندی سے زیادہ سخت تنہائی اور وحشت والی کوئی چیز نہیں۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے مت دیکھو کہ کوئی بات کر رہا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ کیا بات کہہ رہا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ہر بھائی چارہ ختم ہو جاتا ہے صرف وہی بھائی چارہ باقی رہتا ہے جو لالچ کے بغیر ہو۔[3]

۱۔ اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۳۶)

۲۔ عند البيهقي و ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۳۶)

۳۔ اخرجه ابن السمعاني في الدلائل

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کی نصیحتیں

حضرت نمران بن مخمر ابوالحسن رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ لشکر میں چلے جا رہے تھے فرمانے لگے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنے کپڑوں کو تو خوب اجالا اور سفید کر رہے ہیں لیکن اپنے دین کو میلا کر رہے ہیں یعنی دین کا نقصان کر کے دنیا اور ظاہری شان و شوکت حاصل کر رہے ہیں۔ غور سے سنو! بہت سے لوگ دیکھنے میں تو اپنے نفس کا اکرام کرنے والے ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اپنے نفس کی بے عزتی کرنے والے ہوتے ہیں۔ پرانے گناہوں کو نئی نیکیوں کے ذریعے سے ختم کرو۔ اگر تم میں سے کوئی اتنے گناہ کر لے جس سے زمین و آسمان کے درمیان کا خلاء بھر جائے اور پھر وہ ایک نیکی کر لے تو یہ نیکی ان سب گناہوں پر غالب آ جائے گی۔[1]

حضرت سعید بن ابی سعید مقبری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کی قبر اردن میں ہے۔ جب وہ طاعون میں مبتلا ہوئے تو وہاں جتنے مسلمان تھے ان سب کو بلا کر فرمایا میں تمہیں وصیت کرنے لگا ہوں اگر تم اسے قبول کرو گے تو ہمیشہ خیر پر رہو گے، نماز کو قائم کرو، زکوۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، صدقہ خیرات دو، حج اور عمرہ کرتے رہو، ایک دوسرے کو وصیت کرو، اپنے امیروں کی خیر خواہی کرو، ان کو دھوکہ نہ دو اور دنیا تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائے۔ اگر کسی آدمی کو ہزار برس کی زندگی بھی مل جائے تو آخر اسے اسی جگہ جانا ہوگا جہاں آج تم مجھے جاتا ہوا دیکھ رہے ہو اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم پر موت کو لکھ دیا ہے، لہٰذا ان سب کو مرنا ہے اور ان میں سب سے زیادہ عقلمند وہ ہے جو اپنے رب کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والا اور اپنی آخرت کے لئے سب سے زیادہ عمل کرنے والا ہے۔ والسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ، اے معاذ بن جبل! آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور پھر حضرت ابوعبیدہؓ کا انتقال ہو گیا پھر حضرت معاذؓ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا اے لوگو! تم اللہ کے سامنے اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرو کیونکہ جو بندہ بھی گناہوں سے توبہ کر کے اللہ کے سامنے حاضر ہوگا تو اس کا اللہ پر یہ حق ہوگا کہ اللہ اس کے سارے گناہ معاف کر دے لیکن اس توبہ سے قرض معاف نہیں ہوگا وہ تو ادا ہی کرنا ہوگا کیونکہ بندہ اپنے قرضہ کے بدلے میں گروی رکھ دیا جائے گا تم میں سے جس نے اپنے بھائی کو چھوڑا ہوا ہے اسے چاہئے کہ وہ خود جا کر اپنے بھائی سے ملاقات کرے اور اس سے مصافحہ کرے کسی مسلمان کو اپنا بھائی تین دن سے زیادہ نہیں چھوڑنا چاہئے کیونکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔[3]

۱۔ عند ابن السمعانی کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۶) ۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۰۲) ۳۔ اخرجه ابن عساکر کذافی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۷۴)

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مومن کے دل کی مثال چڑیا جیسی ہے جو ہر دن نامعلوم کتنی مرتبہ ادھر ادھر پلٹتا رہتا ہے (اس لئے آدمی مشورہ کے تابع ہو کر چلے) [۱]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس ان کے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے جو انہیں سلام کرنے اور رخصت کرنے آئے ہوئے تھے۔ اتنے میں حضرت معاذؓ کے پاس ایک آدمی آیا۔ حضرت معاذؓ نے اس سے فرمایا میں تمہیں دو باتوں کی وصیت کرتا ہوں اگر تم نے ان دونوں کی پابندی کی تو تم ہر شر اور فتنہ سے محفوظ رہو گے۔ دنیا کا جو تمہارا حصہ ہے اس کی بھی تمہیں ضرورت ہے اس کے بغیر بھی گزارہ نہیں لیکن تمہیں آخرت کے حصہ کی اس سے زیادہ ضرورت ہے، اس لئے دنیا کے حصے پر آخرت کے حصے کو ترجیح دو اور آخرت کا ایسا انتظام کرو کہ تم جہاں بھی جاؤ وہ تمہارے ساتھ جائے۔[۲]

حضرت عمرو بن میمون اودی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاذ بن جبلؓ نے ہم لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا اے بنی اود! میں اللہ کے رسول ﷺ کا قاصد ہوں۔ اچھی طرح جان لو کہ سب کو لوٹ کر اللہ کے ہاں جانا ہے پھر جنت میں جانا ہوگا یا جہنم میں اور وہاں جا کر ہمیشہ رہنا ہوگا وہاں سے آگے کہیں جانا نہیں ہوگا اور ایسے جسموں میں ہم ہمیشہ رہیں گے جنہیں موت نہیں آئے گی۔[۳]

حضرت معاویہ بن قرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاذ بن جبلؓ نے اپنے بیٹے سے فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو دنیا سے جانے والے کی طرح نماز پڑھا کرو اور یوں سمجھا کرو کہ اب دوبارہ نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملے گا اور اے میرے بیٹے! یہ بات جان لو کہ مومن جب مرتا ہے تو اس کے پاس دو قسم کی نیکیاں ہوتی ہیں ایک تو وہ نیکی جو اس نے آگے بھیج دی دوسری وہ جسے وہ دنیا میں چھوڑ کر جا رہا ہے یعنی صدقہ جاریہ۔[۴]

حضرت عبداللہ بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت معاذ بن جبلؓ کی خدمت میں عرض کیا مجھے کچھ سکھا دیں فرمایا تم میری بات مانو گے؟ اس نے کہا مجھے تو آپ کی بات ماننے کا بہت شوق ہے فرمایا کبھی روزہ رکھا کرو کبھی افطار کیا کرو اور رات کو کبھی نماز پڑھا کرو اور کبھی سو جایا کرو اور کمائی کرو اور گناہ نہ کرو اور تم پوری کوشش کرو کہ تمہاری موت مسلمان ہونے

۱۔ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۰۲) ۲۔ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۳۴)
۳۔ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۳۶) ۴۔ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۳۴)

کی حالت میں آئے اور مظلوم کی بد دعا سے بچو۔[1]

حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا تین کام ایسے ہیں جو انہیں کرے گا وہ اپنے آپ کو بیزاری اور نفرت کے لئے پیش کرے گا یعنی لوگ اس سے بیزار ہو کر نفرت کریں گے بغیر تعجب کی بات کے ہنسنا اور بغیر جاگے رات بھر سونا اور بغیر بھوک کے کھانا۔[2]

حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا تنگدستی کی آزمائش سے تم لوگوں کا امتحان لیا گیا اس میں تو تم کامیاب ہو گئے تم نے صبر سے کام لیا اب خوشحالی کی آزمائش میں ڈال کر تمہارا امتحان لیا جائے گا اور مجھے تم پر سب سے زیادہ ڈر عورتوں کی آزمائش کا ہے جب وہ سونے چاندی کے کنگن پہن لیں گی اور شام کی باریک اور یمن کی پھولدار چادریں پہن لیں گی تو وہ مالدار مرد کو تھکا دیں گی اور فقیر مرد کے ذمہ ایسی چیزیں لگا دیں گی جو اسے میسر نہیں ہوں گی۔[3]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا مجھے اس آدمی پر بہت غصہ آتا ہے جو مجھے فارغ نظر آتا ہے نہ آخرت کے کسی عمل میں لگا ہوا ہے اور نہ دنیا کے کسی کام میں۔[4] حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا مجھے تم میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں ملنا چاہئے جو رات کو مردہ پڑا رہے اور دن کو قطرب کیڑے کی طرح پھدکتا پھرے۔ یعنی رات بھر تو پڑا سوتا رہے اور دن بھر کے کاموں میں خوب بھاگ دوڑ کرے۔[5]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا دنیا کا صاف حصہ تو چلا گیا اور گدلا حصہ رہ گیا ہے لہٰذا آج تو موت ہر مسلمان کے لئے تحفہ ہے۔[6] ایک روایت میں یہ ہے کہ دنیا تو پہاڑ کی چوٹی کے تالاب کی طرح ہے جس کا صاف حصہ جا چکا ہو اور گدلا حصہ رہ گیا ہو۔[7]

حضرت عبداللہؓ نے فرمایا غور سے سنو! وہ ناگوار اور ناپسندیدہ چیزیں کیا ہی اچھی ہیں ایک موت اور دوسری فقیری۔ اور اللہ کی قسم! انسان کی دو ہی حالتیں ہوتی ہیں یا مالداری یا فقیری۔ اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ ان دونوں میں سے کونسی حالت میں مجھے مبتلا کیا جائے۔ اگر مالداری کی حالت ہوگی تو میں اپنے مال کے ذریعہ سے لوگوں کے ساتھ غمخواری اور مہربانی کا معاملہ کروں گا (اور یوں اللہ کا حکم پورا کروں گا) اور اگر فقیری کی حالت ہوگی تو صبر کروں گا (اور

۱۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۳۳) ۲۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۳۷)
۳۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۳۶) ۴۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۳۰) و اخرجه عبدالرزاق عنه نحوه کما فی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۲)
۵۔ عند ابی نعیم فی الحلیة ۶۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۳۱)
۷۔ عنده ایضا (ج ۱ ص ۱۳۲)

یوں اللہ کا حکم پورا کر دوں گا)۔[1]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ایمان کی چوٹی تک نہ پہنچ جائے اور اس وقت تک ایمان کی چوٹی تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اس کے نزدیک فقیری مالداری سے اور چھوٹا بننا بڑا بننے سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے اور اس کی تعریف کرنے والا اور اس کی بڑائی کرنے والا دونوں اس کے نزدیک برابر نہ ہو جائیں (نہ تعریف سے اثر لے اور نہ بڑائی سے) حضرت عبداللہؓ کے شاگردوں نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حلال کمائی کے ساتھ فقیری حرام کمائی کی مالداری سے اور اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے چھوٹا بننا اللہ کی نافرمانی کے ساتھ بڑا بننے سے زیادہ محبوب ہو اور حق بات میں تعریف کرنے والا اور برائی کرنے والا برابر ہو۔[2]

حضرت ابنِ مسعودؓ نے فرمایا اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! جو بندہ اسلام کی حالت پر صبح اور شام کرتا ہے کوئی دنیاوی مصیبت اس کا نقصان نہیں کر سکتی۔[3]

حضرت حجیرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جب بیان کے لئے بیٹھتے تو فرماتے تم سب دن اور رات کی گزرگاہ میں ہو تمہاری عمریں کم ہو رہی ہیں اور سارے اعمال حفاظت سے رکھے جا رہے ہیں اور موت اچانک آئے گی جو خیر بوئے گا وہ اپنی پسند کی چیز کاٹے گا اور جو شر بوئے گا وہ ندامت و حسرت کاٹے گا۔ انسان جیسا بوئے گا ویسا اسے ملے گا (اور ہر انسان کو اس کے مقدر کا ضرور مل کر رہے گا لہٰذا) ست آدمی کے مقدر میں جو لکھا ہوا ہے وہ اسے مل کر رہے گا اور کوئی تیز آدمی اس سے آگے بڑھ کر اس کے مقدر کا نہیں لے سکتا اور خوب زیادہ کوشش کرنے والا انسان وہ چیز حاصل نہیں کر سکتا جو اس کے مقدر میں نہیں ہے اور جسے کوئی خیر ملتی ہے وہ اللہ کے دینے سے ہی ملتی ہے اور جس کے کسی شر سے حفاظت ہوتی ہے وہ اللہ ہی کے کرنے سے ہوتی ہے متقی لوگ ہی سردار ہوتے ہیں اور فقہاء لوگ امت کے قائد ہیں ان کے ساتھ بیٹھنے سے دین کی سمجھ بڑھتی ہے۔[4]

حضرت ابنِ مسعودؓ فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک مسلمان ہے اور اس کے پاس جتنا مال ہے وہ سب اسے عاریت پر ملا ہے اور مہمان نے ہر حال میں آگے جانا ہی ہوتا ہے اور عاریت پر

۱۔ اخرجه ابونعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۱۳۲) ۲۔ اخرجه ابونعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۱۳۲) و اخرجه احمد عنه مثله كما فى صفة الصفوة (ج ۱ ص ۱۶۴)

۳۔ اخرجه ابونعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۱۳۲)

۴۔ اخرجه ابونعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۱۳۴) عن عبدالرحمن بن حجيرة عن ابيه و اخرجه الامام احمد عن عبدالرحمن بن حجيرة عن ابيه عن ابن مسعود رضى الله عنه انه كان يقول اذا قعد انكم فذكر مثله كما فى صفة الصفوة (ج ۱ ص ۱۶۱)

مانگی ہوئی چیز اس کے مالک کو واپس کرنی ہی پڑتی ہے۔[1]

حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے میرے والد (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ) کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ مجھے ایسے کارآمد کلمات سکھا دیں جو مختصر ہوں لیکن ان کے معنی زیادہ ہوں فرمایا اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور قرآن کے تابع بنو وہ جدھر چلے تم بھی ادھر کو اس کے ساتھ چلو اور جو بھی تمہارے پاس حق لے کر آئے تم اسے قبول کرو چاہے وہ لے کر آنے والا دور کا یعنی دشمن ہو اور تمہیں ناپسند ہو اور جو بھی تمہارے پاس باطل اور غلط بات لے کر آئے اسے رد کر دو چاہے وہ لے کر آنے والا تمہارا محبوب اور رشتہ دار یا دوست ہو۔[2]

حضرت ابو مسعودؓ نے فرمایا حق (نفس پر) بھاری ہوتا ہے لیکن اس کا انجام اچھا ہوتا ہے اور باطل ہلکا لگتا ہے لیکن اس کا انجام برا ہوتا ہے اور انسان کی بہت سی خواہشیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کے نتیجے میں انسان کو بڑے لمبے غم اٹھانے پڑتے ہیں۔[3]

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کبھی دلوں میں نیک اعمال کا بڑا شوق اور جذبہ ہوتا ہے اور کبھی شوق اور جذبہ بالکل نہیں رہتا تو جب دل میں شوق اور جذبہ ہو تو اسے تم لوگ غنیمت سمجھو اور جب شوق اور جذبہ بالکل نہ ہو تو دل کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔[4]

حضرت منذر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کچھ چودھری صاحبان حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی موٹی موٹی گردنیں اور جسمانی صحت دیکھ کر لوگ تعجب کرنے لگے۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا تمہیں بعض ایسے کافر نظر آئیں گے جن کی جسمانی صحت سب سے زیادہ اچھی ہوگی لیکن ان کے دل سب سے زیادہ بیمار ہوں گے اور تمہیں بعض ایسے مومن ملیں گے جن کے دل سب سے زیادہ تندرست ہوں گے لیکن ان کے جسم سب سے زیادہ بیمار ہوں گے۔ اللہ کی قسم! اگر تمہارے دل تو بیمار ہوں (ان میں کفر و شرک کی بیماریاں ہوں) لیکن تمہارے جسم خوب صحت مند ہوں تو اللہ کی نگاہ میں تمہارا درجہ گندگی کے کیڑے سے بھی کم ہوگا۔[5]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی ملاقات کے بغیر مومن کو چین نہیں آ سکتا اور جس کا چین اور راحت اللہ کی ملاقات میں ہے تو سمجھ لو اس کی اللہ سے ملاقات ہوگئی۔[6]

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا تم میں سے کوئی آدمی دین میں کسی زندہ انسان کے پیچھے ہرگز نہ چلے کیونکہ زندہ آدمی کا کیا اعتبار نہ معلوم کب تک ایمان کی حالت میں رہے اور کب کافر

۱۔ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۴) ۲۔ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۴)
۳۔ اخرجہ ابو نعیم (ج ۱ ص ۱۳۴) ۴۔ اخرجہ ابو نعیم (ج ۱ ص ۱۳۴)
۵۔ اخرجہ ابو نعیم (ج ۱ ص ۱۳۵) ۶۔ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۶)

ہو جائے (خود براہِ راست قرآن وحدیث سے تم اپنے لئے دینی رہنمائی حاصل کرو اور کسی کے پیچھے نہ چلو لیکن اگر ایسا نہ کر سکو) اور تم ضرور ہی کسی دوسرے کی امید کی اقتداء کرنا چاہو تو پھر ان لوگوں کی اقتداء کرو جو دنیا سے جا چکے ہیں کیونکہ زندہ آدمی کے بارے میں کوئی اطمینان نہیں کہ کب کس فتنہ میں مبتلا ہو جائے۔[1]

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا تم میں سے کوئی آدمی ہرگز اِمَّعَہ نہ بنے لوگوں نے پوچھا اے ابوعبدالرحمٰن! امعہ کون ہوتا ہے؟ فرمایا امعہ وہ ہوتا ہے (جس کی اپنی عقل سمجھ کچھ نہ ہو اور) یوں کہے کہ میں تو لوگوں کے ساتھ ہوں۔ اگر یہ ہدایت والے راستہ پر چلیں گے تو میں بھی ہدایت والے راستہ پر چلوں گا اور اگر یہ گمراہی والے راستہ پر چلیں گے تو میں بھی گمراہی والے راستہ پر چلوں گا۔ غور سے سنو! تم میں سے ہر آدمی اپنے دل کو اس پر ضرور پکا رکھے کہ اگر ساری دنیا کے لوگ بھی کافر ہو جائیں تو بھی وہ کفر اختیار نہیں کرے گا۔[2]

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا تین باتوں پر میں قسم کھاتا ہوں بلکہ چوتھی بات پر بھی قسم کھا لوں تو میں اس قسم میں سچا ہوں گا۔ جس آدمی کا اسلام میں حصہ ہے اسے اللہ تعالیٰ اس آدمی جیسا نہیں بنائیں گے جس کا اسلام میں کوئی حصہ نہ ہو اور یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے سے دنیا میں محبت کریں اور قیامت کے دن اسے کسی دوسرے کے سپرد کر دیں اور آدمی دنیا میں جن لوگوں سے محبت کرے گا قیامت کے دن انہی کے ساتھ آئے گا اور چوتھی بات جس پر میں قسم کھاؤں تو میں سچا ہوں گا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں جس کی پردہ پوشی کریں گے آخرت میں بھی اس کی پردہ پوشی ضرور کریں گے۔[3]

حضرت عبداللہؓ نے فرمایا جو دنیا کو چاہے گا وہ آخرت کا نقصان کرے گا اور جو آخرت کو چاہے گا وہ دنیا کا نقصان کرے گا، للہذا ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت کی وجہ سے فانی دنیا کا نقصان کر لو (لیکن آخرت کا نہ کرو)۔[4]

حضرت ابنِ مسعودؓ نے فرمایا سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے مضبوط حلقہ تقویٰ کا کلمہ ہے اور سب سے بہترین ملت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے اور سب سے عمدہ طریقہ حضرت محمد ﷺ کا طریقہ ہے اور سب سے بہترین سیرت انبیاء علیہم السلام والی سیرت ہے اور سب سے اعلیٰ بات اللہ کا ذکر ہے اور بہترین قصے قرآن میں ہیں اور بہترین کام وہ ہیں جن کا انجام بہترین ہو اور سب سے برے کام وہ ہیں جو نئے گھڑے جائیں اور جو مال کم ہو لیکن انسان کی ضروریات کے لئے کافی ہو وہ اس مال سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور انسان کو اللہ

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۳۶)
۲۔ عند ابی نعیم ایضا
۳۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۳۷)
۴۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۳۸)

سے اور آخرت سے غافل کردے تم کسی جان کو (برے کاموں سے اور ظلم سے) بچالو یہ تمہارے لئے اس امارت سے بہتر ہے جس میں تم عدل وانصاف سے کام نہ لے سکو اور موت کے وقت کی ملامت سب سے بری ملامت ہے اور قیامت کے دن کی شرمندگی سب سے بری شرمندگی ہے اور ہدایت ملنے کے بعد گمراہ ہو جانا سب سے بری گمراہی ہے اور دل کا غنا سب سے بہترین غنا ہے (پیسہ پاس نہ ہو لیکن دل غنی ہو) اور سب سے بہترین توشہ تقویٰ ہے اور اللہ تعالیٰ دل میں جتنی باتیں ڈالتے ہیں ان میں سب سے بہترین بات یقین ہے اور شک کرنا کفر میں شامل ہے اور دل کا اندھا پن سب سے برا اندھا پن ہے اور شراب تمام گناہوں کا مجموعہ ہے اور عورتیں شیطان کا جال ہیں اور جوانی پاگل پن کی ایک قسم ہے اور میت پر نوحہ کرنا جاہلیت کے کاموں میں سے ہے اور بعض لوگ جمعہ میں سب سے آخر میں آتے ہیں اور صرف زبان سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں دل بالکل متوجہ نہیں ہوتا اور سب سے بڑی خطا جھوٹ بولنا ہے اور مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے اور اس کے مال کا احترام کرنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح اس کے خون کا احترام کرنا۔ جو لوگوں کو معاف کرے گا اللہ اسے معاف کرے گا جو غصہ پی جائے۔ اللہ اسے اجر دے گا اور جو اوروں سے درگزر کرے گا اللہ اس سے درگزر کرے گا اور جو مصیبت پر صبر کرے گا اللہ اسے بہت عمدہ بدلہ دیں گے اور سب سے بری کمائی سود کی ہے اور سب سے برا کھانا یتیم کا مال ہے اور خوش قسمت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے اور بدقسمت وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں ازل سے بدبخت ہو گیا ہو اور تم میں سے ہر ایک کو اتنا کافی ہے جس سے اس کے دل میں قناعت پیدا ہو جائے۔ تم میں سے ہر ایک کو بالآخر چار ہاتھ جگہ یعنی قبر میں جانا ہے اور اصل معاملہ آخرت کا ہے اور عمل کا دارومدار اس کے انجام پر ہے اور سب سے بری روایتیں جھوٹی روایتیں ہیں اور سب سے اعلیٰ موت شہادت والی موت ہے اور جو اللہ کی آزمائش کو پہچانتا ہے وہ اس پر صبر کرتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ اس کا انکار کرتا ہے اور جو بڑا بنتا ہے اللہ اسے نیچا کرتے ہیں۔ جو دنیا سے دوستی کرتا ہے دنیا اس کے قابو میں نہیں آتی۔ جو شیطان کی بات مانے گا وہ اللہ کی نافرمانی کرے گا جو اللہ کی نافرمانی کرے گا اللہ اسے عذاب دیں گے۔[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو دنیا میں دکھاوے کی وجہ سے عمل کرے گا اللہ قیامت کے دن اس کے گناہ اور عیوب لوگوں کو دکھائیں گے اور جو دنیا میں شہرت کے لئے عمل کرے گا اللہ اس کے گناہ قیامت کے دن لوگوں کو سنائیں گے اور جو بڑا بننے کے لئے خود کو اونچا کرے گا اللہ اسے نیچا کریں گے اور جو عاجزی کی وجہ خود کو نیچا کرے گا اللہ تعالیٰ اسے بلند کر دیں گے۔[2]

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۳۸)

۲۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۳۸)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت جعفر بن برقان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی کہ حضرت سلمان فارسیؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تین آدمیوں پر ہنسی آتی ہے اور تین چیزوں سے رونا آتا ہے ایک تو اس آدمی پر ہنسی آتی ہے جو دنیا کی امیدیں لگا رہا ہے، حالانکہ موت اسے تلاش کر رہی ہے۔ دوسرے اس آدمی پر جو غفلت میں پڑا ہوا ہے اور اس سے غفلت نہیں برتی جا رہی یعنی فرشتے اس کا ہر برا عمل لکھ رہے ہیں اور اسے ہر عمل کا بدلہ ملے گا۔ تیسرے منہ بھر کر ہنسنے والے پر جسے معلوم نہیں ہے کہ اس نے اپنے رب کو خوش کر رکھا ہے یا ناراض۔ اور مجھے تین چیزوں سے رونا آتا ہے پہلی چیز محبوب دوستوں یعنی حضرت محمد ﷺ اور ان کی جماعت کی جدائی دوسری موت کی سختی کے وقت آخرت کے نظر آنے والے مناظر کی ہولناکی تیسری اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑا ہونا جبکہ مجھے یہ معلوم نہیں ہوگا کہ میں جہنم میں جاؤں گا یا جنت میں۔[1]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ برائی اور ہلاکت کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس سے حیا نکال لیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تم دیکھو گے کہ لوگ بھی اس سے بغض رکھتے ہیں اور وہ بھی لوگوں سے بغض رکھتا ہے۔ جب وہ ایسا ہو جاتا ہے تو پھر اس سے رحم کرنے اور ترس کھانے کی صفت نکال دی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تم دیکھو گے کہ وہ بداخلاق، اکھڑ طبیعت اور سخت دل ہو گیا ہے جب وہ ایسا ہو جاتا ہے تو پھر اس سے امانتداری کی صفت چھین لی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تم دیکھو گے وہ لوگوں سے خیانت کرتا ہے اور لوگ بھی اس سے خیانت کرتے ہیں جب وہ ایسا ہو جاتا ہے تو پھر اسلام کا پٹہ اس کی گردن سے اتار لیا جاتا ہے اور پھر اللہ اور اس کی مخلوق بھی اس پر لعنت کرتی ہے اور وہ بھی دوسروں پر لعنت کرتا ہے۔[2]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس دنیا میں مومن کی مثال اس بیمار جیسی ہے جس کا طبیب اور معالج اس کے ساتھ ہو جو اس کی بیماری اور اس کے علاج دونوں کو جانتا ہو۔ جب اس کا دل کسی ایسی چیز کو چاہتا ہے جس میں اس کی صحت کا نقصان ہو تو وہ معالج اسے اس سے منع کر دیتا ہے اور کہہ دیتا ہے اس کے قریب بھی نہ جاؤ کیونکہ اگر تم نے اسے کھایا تو یہ تمہیں ہلاک کر دے گی اسی طرح وہ معالج اسے نقصان دہ چیز سے روکتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ بالکل تندرست ہو جاتا ہے اور اس کی بیماری ختم ہو جاتی ہے اسی طرح مومن کا دل بہت سی ایسی دنیاوی چیزوں کو چاہتا رہتا ہے جو دوسروں کو اس سے زیادہ دی گئی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ موت تک اسے ان

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۰۷) ۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۰۴)

سے منع کرتے رہتے ہیں اور ان چیزوں کو اس سے دور کرتے رہتے ہیں اور مرنے کے بعد اسے جنت میں داخل کر دیتے ہیں۔[1]

حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداؓ (دمشق میں رہتے تھے انہوں) نے حضرت سلمان فارسیؓ کو خط لکھا کہ آپ (دمشق کی) پاک سرزمین میں تشریف لے آئیں حضرت سلمانؓ نے انہیں جواب میں لکھا کہ زمین کسی کو پاک نہیں بناتی انسان تو اپنے عمل سے پاک اور مقدس بنتا ہے اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ کو وہاں طبیب (یعنی قاضی) بنا دیا گیا ہے۔ اگر آپ کے ذریعہ سے بیماروں کو صحت مل رہی ہے یعنی آپ عدل و انصاف والے فیصلے کر رہے ہیں تو پھر تو بہت اچھی بات ہے شاباش ہو آپ کو اور اگر آپ کو طب نہیں آتی اور زبردستی حکیم و طبیب بنے ہوئے ہیں تو پھر آپ کسی انسان کو (غلط فیصلہ کر کے) مار ڈالنے سے بچیں ورنہ آپ کو جہنم میں جانا ہوگا، چنانچہ حضرت ابوالدرداؓ جب بھی دو آدمیوں میں فیصلہ کرتے اور وہ دونوں پشت پھیر کر جانے لگتے تو انہیں دیکھ کر فرماتے میں تو اللہ کی قسم! اناڑی حکیم ہوں تم دونوں میرے پاس آ کر اپنا سارا قصہ دوبارہ سناؤ (یعنی بار بار تحقیق کر کے فیصلہ کرتے)۔[2]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت حسان بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ فرمایا کرتے تھے تم لوگ اس وقت تک خیر پر رہو گے جب تک کہ تم اپنے بھلے لوگوں سے محبت کرتے رہو گے اور تم میں حق بات کہی جائے اور تم اسے پہچانتے رہو گے کیونکہ حق بات کو پہچاننے والا حق پر عمل کرنے والے کی طرح شمار ہوتا ہے۔[3]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا تم لوگوں کو ان چیزوں کا مکلف نہ بناؤ جن کے وہ (اللہ کی طرف سے) مکلف نہیں ہیں لوگوں کا رب تو ان کا محاسبہ نہ کرے اور تم ان کا محاسبہ کرو، یہ ٹھیک نہیں۔ اے ابنِ آدم! تو اپنی فکر کر کیونکہ جو لوگوں میں نظر آنے والے عیوب تلاش کرے گا اس کا غم لمبا ہوگا اور اس کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہو سکے گا۔[4]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ

۱؎ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۰۷) ۲؎ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۰۵)

۳؎ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۱۰) و اخرجه البیهقی فی شعب الایمان و ابن عساکر عن ابی الدرداء مثله کما فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۴) ۴؎ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۱۱)

رہے ہو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو اور جان لو کہ تھوڑا مال جو تمہاری ضروریات کے لئے کافی ہو وہ اس زیادہ مال سے بہتر ہے جو تمہیں اللہ سے غافل کر دے اور یہ بھی جان لو کہ نیکی کبھی پرانی نہیں ہوتی اور گناہ بھلایا نہیں جاتا۔[1]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا خیر یہ نہیں ہے کہ تمہارا مال یا تمہاری اولاد زیادہ ہو جائے بلکہ خیر یہ ہے کہ تمہاری بردباری بڑھ جائے اور تمہارا علم زیادہ ہو اور تم اللہ کی عبادت میں لوگوں سے آگے نکلنے میں مقابلہ کرو اگر تم نیکی کرو تو اللہ کی تعریف کرو اور اگر کوئی برا کام ہو جائے تو اللہ سے استغفار کرو۔[2]

حضرت سالم بن ابی الجعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا آدمی کو اس سے بچتے رہنا چاہئے کہ مومنوں کے دل اس سے نفرت کرنے لگ جائیں اور اسے پتہ بھی نہ چلے پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو ایسا کیوں ہوتا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا بندہ خلوت میں اللہ کی نافرمانیاں کرتا ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی نفرت مومنوں کے دل میں ڈال دیتے ہیں اور اسے پتہ بھی نہیں چلتا۔[3]

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے تھے ایمان کی چوٹی اللہ کے فیصلے کی وجہ سے پیش آنے والی تکلیفوں پر صبر کرنا اور تقدیر پر راضی ہونا اور توکل میں مخلص ہونا اور اللہ کی ہر بات کو بے چون و چرا مان لینا اور اللہ کے سامنے گردن جھکا لینا ہے۔[4]

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے تھے ہلاکت ہو اس شخص کے لئے جو بہت زیادہ مال جمع کرنے والا ہو اور مال کے لالچ میں اس طرح منہ پھاڑے ہوئے ہو کہ گویا پاگل ہو گیا ہے اور لوگوں کے پاس جو دنیا ہے بس اسے دیکھتا رہتا ہے کہ کسی طرح مجھے مل جائے اور جو اپنے پاس ہے نہ اسے دیکھتا ہے اور نہ اس پر شکر کرتا ہے اگر اس کے بس میں ہو تو رات کو بھی دن سے ملا دے یعنی دن کو تو کماتا ہے اس کا بس چلے تو وہ رات کو بھی کمایا کرے۔ اس کے لئے ہلاکت ہو اس کا حساب بھی سخت ہوگا اور اس پر عذاب بھی سخت ہوگا۔[5]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اے دمشق والو! کیا تمہیں شرم نہیں آتی؟ اتنا مال جمع کر رہے ہو جسے تم کھا نہیں سکتے اور اتنے گھر بنا رہے ہو جن میں تم رہ نہیں سکتے اور اتنی بڑی امیدیں لگا رہے ہو جن تک تم پہنچ نہیں سکتے اور تم سے پہلے قوموں کی قومیں مال جمع کر کے محفوظ کر لیتی تھیں اور انہوں نے بڑی لمبی امیدیں لگا رکھی تھیں اور بڑی مضبوط عمارتیں بنائیں تھیں

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۱۲) ۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۱۲)
۳۔ اخرجه ابو نعیم (ج ۱ ص ۲۱۵) ۴۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۱۶)
۵۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۱۷)

لیکن اب وہ سب ہلاک ہو چکی ہیں اور ان کی امیدیں دھوکہ ثابت ہوئیں اور ان کے گھر قبر بن چکے ہیں یہ قومِ عاد ہے جن کے مال اور اولاد سے عدن سے عمان تک کا سارا علاقہ بھرا ہوا تھا لیکن اب مجھ سے عاد کا سارا ترکہ دو درہم میں خریدنے کے لئے کون تیار ہے؟[1] حضرت عون بن عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابوالدرداءؓ نے دیکھا کہ مسلمانوں نے غوطہ میں نئی عمارتیں بنالی ہیں اور نئے نئے باغات لگا لئے ہیں تو ان کی مسجد میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے اعلان فرمایا اے دمشق والو! تو تمام دمشق والے ان کے پاس جمع ہو گئے۔ انہوں نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا کیا تمہیں شرم نہیں آتی پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[2]

حضرت صفوان بن عمرو رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ فرمایا کرتے تھے اے مال والو! اپنے مال کو صدقہ وغیرہ میں خرچ کر کے اپنی کھالوں کے لئے آخرت کی ٹھنڈک کا انتظام کر لو (صدقہ وغیرہ کرنے سے تم لوگ جہنم کی گرمی سے بچ جاؤ گے) مبادا کہ تمہاری موت کا وقت قریب آ جائے اور تمہارے مال میں ہم اور تم برابر ہو جائیں تم اپنے مال کو دیکھ رہے ہو اور ہم بھی تمہارے ساتھ اسے دیکھ رہے ہیں (اس وقت تم اپنے مال کو صرف دیکھ سکو گے خرچ نہیں کر سکو گے) حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا مجھے تم پر اس بات کا ڈر ہے کہ تم چھپی ہوئی خواہش کی وجہ سے نعمت استعمال کرو گے تو وہ نعمت تمہیں غفلت میں ڈال دے گی اور یہ اس وقت ہوگا جب تم کھانا پیٹ بھر کر کھاؤ گے لیکن علم سے بھوکے رہو گے اسے کچھ بھی حاصل نہیں کرو گے۔ یہ بھی فرمایا تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے ساتھی سے یہ کہے آؤ مرنے سے پہلے ہم روزے رکھ لیں اور تم میں سب سے برا وہ ہے جو اپنے ساتھی سے یہ کہے آؤ مرنے سے پہلے ہم کھا پی لیں اور کھیل تماشہ کر لیں۔ ایک دفعہ حضرت ابوالدرداءؓ کا چند لوگوں پر گزر ہوا جو مکان بنا رہے تھے تو ان سے فرمایا تم دنیا میں نئی نئی عمارتیں کھڑی کر رہے ہو حالانکہ اللہ تو اس کے اجاڑنے کا ارادہ کئے ہوئے ہیں اور اللہ جس چیز کا ارادہ کر لیتے ہیں اسے وجود میں ضرور لے آتے ہیں اور اس میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ حضرت مکحول رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ اجاڑ جگہیں تلاش کیا کرتے تھے اور جب کوئی اجاڑ جگہ مل جاتی تو فرماتے اے رہنے والوں کو اجاڑنے والی اجاڑ جگہ! تجھ میں بسنے والے پہلے لوگ کہاں ہیں؟[3]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا تین چیزیں مجھے بہت پسند ہیں لیکن عام لوگوں کو پسند نہیں ہیں فقر، بیماری اور موت۔[4] اور یہ بھی فرمایا اپنے رب کی ملاقات کے شوق کی وجہ سے مجھے موت

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۱۷)
۲۔ اخرجه ابن ابي حاتم كما في التفسير لابن كثير (ج ۲ ص ۳۴۱)
۳۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۱۸) ۴۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۱۷)

سے محبت ہے اور اپنے رب کے سامنے عاجزی ظاہر کرنے کی وجہ سے مجھے فقر سے محبت ہے اور گناہوں کے لئے کفارہ ہونے کی وجہ سے مجھے بیماری سے محبت ہے۔[1]

حضرت شرحبیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ جب کوئی جنازہ دیکھتے تو فرماتے تم صبح کو جارہے ہو شام کو ہم بھی تمہارے پاس آجائیں گے یا تم شام کو جارہے ہو، صبح کو ہم بھی آجائیں گے۔ جنازہ ایک زبردست اور موثر نصیحت ہے لیکن لوگ کتنی جلدی غافل ہوجاتے ہیں۔ نصیحت حاصل کرنے کے لئے موت کافی ہے ایک ایک کرکے لوگ جارہے ہیں اور آخر میں ایسے لوگ رہتے جارہے ہیں جنہیں کچھ سمجھ نہیں ہے (جنازہ دیکھ کر پھر اپنے دنیاوی کاموں میں لگے رہتے ہیں)۔[2]

حضرت عون بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا جو دوسروں کے حالات معلوم کرے گا اسے اپنی پسند کے حالات نظر نہیں آئیں گے (کیونکہ خیر والے آدمی کم ہوا کرتے ہیں) اور جو پیش آنے والے دردناک حالات کے لئے صبر تیار نہیں کرے گا وہ آخرکار بے بس و عاجز ہوجائے گا۔ اگر تم لوگوں کو برا بھلا کہو گے تو لوگ بھی تمہیں برا بھلا کہیں گے اگر تم انہیں کہنا چھوڑ دو گے تو وہ تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ حضرت عون نے پوچھا تو اس صورت میں آپ میرے لئے کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا لوگ تمہیں برا بھلا کہیں تو تم ان سے بدلہ آج نہ لو بلکہ یہ ان کے ذمہ ادھار رہنے دو جس دن تمہیں اس بدلہ کی شدید ضرورت ہوگی اس دن ان سے اس کا بدلہ لے لینا یعنی قیامت کے دن۔[3]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا جو موت کو کثرت سے یاد کرے گا اس کا اترانا اور حسد دونوں ختم ہوجائیں گے۔[4]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا کیا بات ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ جس روزی کی اللہ نے ذمہ داری لے رکھی ہے اس کے لئے تو تم بہت فکر اور کوشش کرتے ہو اور اللہ نے جو عمل تمہارے ذمہ لگائے ہیں انہیں تم ضائع کررہے ہو۔ جانوروں کا علاج کرنے والا گھوڑوں کو جتنا جانتا ہے میں اس سے زیادہ تمہارے بڑوں کو جانتا ہوں یہ وہ لوگ ہیں جو نماز وقت گزرنے کے بعد پڑھتے ہیں اور قرآن سنتے تو ہیں لیکن دل سے نہیں سنتے اور غلاموں کو آزاد تو کردیتے ہیں لیکن وہ پھر بھی آزاد نہیں ہوتے ان سے غلاموں کی طرح خدمت لیتے رہتے ہیں۔[5]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا زندگی بھر خیر کو تلاش کرتے رہو اور اللہ کی رحمت کے جھونکوں

۱۔ عند ابی نعیم ایضا ۲۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۱۷)
۳۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۱۸)
۴۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۲۰) ۵۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۲۱)

کے سامنے خود کو رلاتے رہو کیونکہ اللہ کی رحمت کے جھونکے چلتے رہتے ہیں جنہیں اللہ اپنے جن بندوں پر چاہتے ہیں بھیج دیتے ہیں اور اللہ سے یہ سوال کرو کہ وہ تمہارے عیبوں پر پردہ ڈالے اور تمہاری خوف کی جگہوں کو امن والا بنائے۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابوالدرداءؓ کی خدمت میں عرض کیا آپ مجھے کوئی ایسی بات سکھا دیں جس سے اللہ مجھے نفع دے فرمایا ایک نہیں دو، تین، چار، بلکہ پانچ باتیں سکھانے کو تیار ہوں جن پر عمل کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بلند درجے عطا فرمائیں گے پھر فرمایا صرف پاکیزہ روزی کھاؤ اور صرف پاکیزہ مال کماؤ اور صرف پاکیزہ روزی گھر میں لاؤ اور اللہ سے یہ مانگو کہ وہ تمہیں ایک دن میں ایک دن کی روزی عطا فرمائے اور جب تم صبح اٹھو تو اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو گویا کہ تم ان میں جا ملے ہو، اپنی آبرو کو اللہ کی خاطر قربان کر دو لہٰذا جو تمہیں برا بھلا کہے یا گالی دے یا تم سے لڑے تم اسے اللہ کے لئے چھوڑ دو اور جب تم سے کوئی برا کام ہو جائے تو فوراً اللہ سے استغفار کرو۔[2]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا انسان کا دل دنیا کی محبت میں جوان رہتا ہے اگرچہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی ہنسلی کی دونوں ہڈیاں آپس میں مل جائیں لیکن جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے آزما لیا ہے ان کے دل دنیا کی محبت میں جوان نہیں رہتے اور ایسے کامل متقی لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔[3]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا تین کام ایسے ہیں جن کو کرنے سے ابن آدم کے سارے کام قابو میں آجائیں گے تم اپنی مصیبت کا کسی سے شکوہ نہ کرو اور اپنی بیماری کسی کو مت بتاؤ اور اپنی زبان سے اپنی خوبیاں بیان نہ کرو اور اپنے آپ کو مقدس اور پاکیزہ نہ سمجھو۔[4]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا مظلوم کی اور یتیم کی بددعا سے بچو کیونکہ ان دونوں کی بددعا رات کو اللہ کی طرف چلتی ہے جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ مجھے لوگوں میں اس پر ظلم کرنا سب سے زیادہ مبغوض ہے جو بالکل بے بس اور بے کس ہو اور اللہ کے علاوہ کسی اور سے میرے خلاف مدد نہ لے سکے۔[5]

حضرت معمرؒ اپنے ایک ساتھی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداءؓ نے حضرت سلمان کو خط میں یہ لکھا کہ اے میرے بھائی! اپنی صحت اور فراغت کو اس بلا کے آنے سے پہلے غنیمت سمجھو جس کو تمام

۱۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۲۱) ۲۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۲۲)

۳۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۲۳) و اخرجه ابن عساکر عن ابی الدرداء مثله کما فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۳)

۴۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۲۴) ۵۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۲۱)

بندے مل کر ٹال نہیں سکتے (اس بلا سے مراد موت ہے) اور مصیبت زدہ کی دعا کو غنیمت سمجھو اور اے میرے بھائی! مسجد تمہارا گھر ہونا چاہئے یعنی مسجد میں زیادہ وقت اعمال میں گزرے کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسجد ہر متقی کا گھر ہے اور مسجد جن لوگوں کا گھر ہوگی ان کے لئے اللہ نے یہ ذمہ داری لے رکھی ہے کہ انہیں خوشی اور راحت نصیب ہوگی اور وہ پل صراط کو پار کر کے اللہ کی رضامندی حاصل کریں گے اور اے میرے بھائی! یتیم پر رحم کرو اسے اپنے قریب کرو اور اسے اپنے کھانے میں سے کھلاؤ کیونکہ ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو حضورؐ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے اس نے کہا جی ہاں حضورؐ نے فرمایا یتیم کو اپنے سے قریب کرو اس کے سر پر ہاتھ پھیرو اور اسے اپنے کھانے میں سے کھلاؤ اس سے تمہارا دل نرم ہو جائے گا اور تمہاری ہر ضرورت پوری ہوگی اور اے میرے بھائی! اتنا جمع نہ کرو جس کا تم شکر ادا نہ کر سکو کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ دنیا والا انسان جس نے اس دنیا کے خرچ کرنے میں اللہ کی اطاعت کی تھی اسے قیامت کے دن اس حال میں لایا جائے گا کہ وہ آگے آگے ہوگا اور اس کا مال پیچھے ہوگا وہ جب بھی پل صراط پر لڑکھڑائے گا تو اس کا مال اسے کہے گا تم بے فکر ہو کر چلتے رہو (تم جہنم میں نہیں گر سکتے کیونکہ) مال کا جو حق تمہارے ذمہ تھا وہ تم نے ادا کیا تھا پھر حضورؐ نے فرمایا جس آدمی نے اس دنیا کے بارے میں اللہ کی اطاعت نہیں کی تھی اسے اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کا مال اس کے کندھے کے درمیان ہوگا اور اس کا مال اسے ٹھوکر مار کر کہے گا تیرا ناس ہو تو نے میرے بارے میں اللہ کے حکم پر عمل کیوں نہیں کیا؟ یہ مال اس کے ساتھ بار بار ایسے ہی کرتا رہے گا یہاں تک کہ وہ ہلاکت کو پکارنے لگے گا اور اے میرے بھائی! مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ تم نے ایک خادم خریدا ہے حالانکہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بندہ کا اللہ سے اور اللہ کا بندے سے تعلق اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ اس کی خدمت نہ کی جائے اپنے کام وہ خود کرے اور جب اس کی خدمت ہونے لگتی ہے تو اس پر حساب واجب ہو جاتا ہے۔ ام درداء نے مجھ سے ایک خادم مانگا اور میں ان دنوں مالدار بھی تھا لیکن میں نے چونکہ حساب والی حدیث سن رکھی تھی اس وجہ سے مجھے خادم خریدنا پسند نہ آیا اور اے میرے بھائی! میرے لئے اور تمہارے لئے کون اس بات کی ضمانت دے سکتا ہے کہ ہم قیامت کے دن ایک دوسرے سے مل سکیں گے اور ہمیں حساب کا کوئی ڈر نہ ہوگا؟ اور اے میرے بھائی! حضور ﷺ کے صحابی ہونے کی وجہ سے دھوکے میں مت آ جانا کیونکہ ہم نے حضورؐ کے بعد بہت لمبا عرصہ گزار لیا ہے اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ ہم نے حضورؐ کے بعد کیا کیا ہے۔[1]

حضرت عبدالرحمن بن محمد محاربی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت

---

[1] اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۱۴) و اخرجه ايضا ابن عساكر بن محمد بن واسع قال كتب ابو الدرداء الى سلمان فذكر نحوه الا انه لم يذكر وان ام الدرداء سالتني الى اخره كما في الكنز (ج ۸ ص ۲۲۳)

ابوالدرداءؓ نے اپنے ایک بھائی کو خط میں یہ لکھا امابعد! تمہارے پاس جتنی دنیا ہے وہ تم سے پہلے دوسروں کے پاس تھی اور تمہارے بعد پھر دوسروں کے پاس چلی جائے گی اس میں سے تمہاری صرف اتنی ہے جو تم نے اپنے لئے آگے بھیج دی یعنی اللہ کے نام پر دوسروں پر خرچ کر دی لہٰذا اپنے آپ کو اپنی نیک اولاد پر ترجیح دو یعنی دوسروں پر خرچ کر جاؤ گے تو تمہارے کام آئے گی ورنہ تمہارے بعد تمہاری اولاد کو مل جائے گی کیونکہ تم ایسی ذات کے پاس پہنچ جاؤ گے جو تمہارا کوئی عذر قبول نہیں کرے گی اور تم ان لوگوں کے لئے جمع کر رہے ہو جو تمہاری کبھی تعریف نہیں کریں گے اور تم دو طرح کے آدمیوں کے لئے جمع کر رہے ہو یا تو وہ تمہارے مال میں اللہ کے حکم پر عمل کرے گا اور تم تو اس مال کو دوسروں پر خرچ کرنے کی سعادت حاصل نہ کر سکے لیکن یہ سعادت اسے مل جائے گی یا وہ اس مال میں اللہ کی نافرمانی پر عمل کرے گا اور چونکہ یہ مال تم نے اس کو جمع کر کے دیا ہے، اس لئے اس کے غلط خرچ کرنے کا ذریعہ بننے کی وجہ سے تم خود بد بخت بن جاؤ گے بہر حال اللہ کی قسم! ان دونوں میں سے کوئی بھی اس بات کا حقدار نہیں ہے کہ تم اس کی وجہ سے اپنی کمر پر بوجھ لاد کر اس کی سزا کو کم کراؤ لہٰذا تم اسے اپنی ذات پر ترجیح مت دو اور جو جا چکے ہیں ان کے لئے اللہ کی رحمت کی امید رکھو اور جو باقی رہ گئے ہیں ان کے بارے میں اللہ کی عطا پر اعتماد کرو والسلام۔[1]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے حضرت مسلمہ بن مخلدؓ کو خط میں یہ لکھا امابعد! بندہ جب اللہ کے حکم پر عمل کرتا ہے تو اللہ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب اللہ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں تو اس کی محبت اپنی مخلوق میں ڈال دیتے ہیں اور جب بندہ اللہ کی نافرمانی والا عمل کرتا ہے تو اللہ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور جب اللہ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں تو اس کی نفرت اپنی مخلوق میں ڈال دیتے ہیں۔[2]

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا اسلام صرف بے چوں و چرا حکم ماننے کا نام ہے۔ خیر صرف جماعت میں ہے اور انسان اللہ اور خلیفہ اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کرے۔[3]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا اے لوگو! میں جندب غفاری ہوں اس بھائی کے پاس آ جاؤ جو تمہارا خیر خواہ اور بڑا شفیق ہے اس پر لوگوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا تو فرمایا ذرا یہ بتاؤ کہ جب تم میں سے کسی کا سفر کا ارادہ ہوتا ہے تو کیا وہ اتنا مناسب زادِ راہ نہیں لیتا جس سے وہ منزل مقصود تک پہنچ

---

[1] اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۱۶) [2] اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۵)
[3] اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۷)

جائے؟ لوگوں نے کہا لیتا ہے۔ فرمایا قیامت کے راستہ کا سفر تو سب سے لمبا سفر ہے لہٰذا اتنا زادِ راہ لے لو جس سے یہ سفر ٹھیک طرح ہو جائے لوگوں نے کہا وہ زادِ راہ کیا ہے جس سے ہمارا یہ سفر ٹھیک طرح ہو جائے؟ فرمایا حج کرو اس سے تمہارے بڑے بڑے کام ہو جائیں گے اور سخت گرم دن میں روزے رکھو کیونکہ قیامت کا دن بہت لمبا ہے اور رات کے اندھیرے میں دو رکعت نماز پڑھو یہ دو رکعتیں قبر کی تنہائی میں کام آئیں گی یا تو خیر کی بات کہو یا پھر چپ رہو شر کی بات مت کرو کیونکہ ایک بہت بڑے دن میں اللہ کے سامنے کھڑے ہونا ہے اپنا مال صدقہ کرو تاکہ قیامت کی مشکلات سے نجات پا سکو اس دنیا میں دو باتوں کے لئے کسی مجلس میں بیٹھو یا تو آخرت کی تیاری کے لئے یا حلال روزی حاصل کرنے کے لئے۔ ان دو کاموں کے علاوہ کسی اور کام کے لئے مجلس میں بیٹھنے سے تمہارا نقصان ہوگا فائدہ نہیں ہوگا ایسی مجلس کا ارادہ بھی نہ کرو مال کے دو حصے کرو ایک حصہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو اور دوسرا حصہ اپنی آخرت کے لئے آگے بھیج دو ان دو جگہوں کے علاوہ کہیں اور خرچ کرو گے تو اس سے تمہارا نقصان ہوگا فائدہ نہیں ہوگا لہٰذا اس کا ارادہ بھی نہ کرو پھر حضرت ابوذرؓ نے بلند آواز سے فرمایا اے لوگو! دنیا کے لالچ نے تمہیں مار ڈالا اور تم جتنا لالچ کرتے ہو اس کو تم کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔[1]

حضرت عبداللہ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ایک قابلِ اعتماد انسان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابوذرؓ فرمایا کرتے تھے اے لوگو! میں تمہارا خیر خواہ اور بڑا شفیق ہوں۔ رات کے اندھیرے میں نماز پڑھا کرو۔ یہ نماز قبر کی تنہائی میں کام آئے گی۔ دنیا میں روزے رکھو قبروں سے اٹھائے جانے کے دن کی گرمی میں کام آئیں گے اور دشوار دن سے ڈر کر صدقہ دیا کرو اے لوگو! میں تمہارا خیر خواہ اور بڑا شفیق ہوں۔[2]

حضرت ابوذرؓ نے فرمایا لوگوں کے ہاں بچے پیدا ہوتے ہیں جو ایک دن مر جائیں گے اور لوگ عمارتیں بناتے ہیں جو ایک دن گر جائیں گی۔ لوگوں کو فانی دنیا کا بڑا شوق ہے اور ہمیشہ رہنے والی آخرت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ غور سے سنو! دو چیزیں عام لوگوں کو ناپسند ہیں لیکن ہیں وہ بہت اچھی۔ ایک موت اور دوسرا فقر۔[3] حضرت حبان بن ابی جبلہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا تمہارے بچے پیدا ہو رہے ہیں جو ایک دن مر جائیں گے اور تم عمارتیں بنا رہے ہو جو ایک دن اجڑ جائیں گی۔ فانی دنیا کے تم حریص ہو لیکن باقی رہنے والی آخرت کو چھوڑ دیتے ہو غور سے سنو! تین چیزیں لوگوں کو پسند نہیں ہیں لیکن ہیں بہت اچھی ایک موت دوسرے بیماری، تیسرے فقر۔[4]

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۶۵) ۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۶۵)
۳۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۱۶۳) ۴۔ عند ابن عساکر کما فی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۳)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت ابوطفیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت حذیفہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے لوگو! اور لوگ تو حضور ﷺ سے خیر کے بارے میں پوچھا کرتے تھے لیکن میں شر کے بارے میں پوچھا کرتا تھا تو کیا تم لوگ زندوں میں سے مردہ کے بارے میں نہیں پوچھتے؟ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا انہوں نے لوگوں کو گمراہی سے ہدایت کی طرف اور کفر سے ایمان کی طرف بلایا پھر جس کا مقدر اچھا تھا اس نے حضورؐ کی دعوت کو قبول کر لیا اور جو لوگ مردہ تھے وہ حق کو قبول کر کے زندہ ہو گئے اور جو زندہ تھے وہ باطل پر چلتے رہنے کی وجہ سے مردہ ہو گئے پھر (حضورؐ کے انتقال سے) نبوت چلی گئی پھر نبوت کی نہج پر خلافت آ گئی اب اس کے بعد ظلم والی بادشاہت ہوگی۔ جو ان کے ظلم پر دل، زبان اور ہاتھ سے انکار کرے گا تو وہ پورے حق پر عمل کرنے والا ہوگا اور جو ہاتھ کو روک لے گا اور صرف دل اور زبان سے انکار کرے گا وہ حق کے ایک حصہ کو چھوڑنے والا ہوگا اور جو ہاتھ اور زبان کو روک لے گا اور صرف دل سے انکار کرے گا وہ حق کے دو حصوں کو چھوڑنے والا ہوگا اور جو دل سے بھی انکار نہیں کرے گا وہ انسان زندوں میں سے مردہ ہے۔[1]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا دل چار قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ دل جس پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ یہ تو کافر کا دل ہے دوسرا دو منہ والا دل یہ منافق کا دل ہے تیسرا وہ صاف ستھرا دل جس میں چراغ روشن ہے یہ مومن کا دل ہے چوتھا وہ دل جس میں نفاق بھی ہے اور ایمان بھی۔ ایمان کی مثال درخت جیسی ہے جو عمدہ پانی سے بڑھتا ہے اور نفاق کی مثال پھوڑے جیسی ہے جو پیپ اور خون سے بڑھتا ہے۔ ایمان اور نفاق میں سے جس کی صفات غالب آ جائیں گی وہی غالب آ جائے گا۔[2]

حضرت حذیفہؓ نے فرمایا فتنہ دلوں پر ڈالا جاتا ہے تو جس دل میں وہ فتنہ پوری طرح داخل ہو جاتا ہے اس میں ایک کالا نقطہ لگ جاتا ہے اور جو دل اس فتنہ سے انکار کرتا ہے اس میں سفید نقطہ لگ جاتا ہے اب تم میں سے جو یہ جاننا چاہتا ہے کہ اس پر فتنہ کا اثر پڑا ہے یا نہیں وہ یہ دیکھے کہ جس چیز کو پہلے وہ حلال سمجھتا تھا اب اسے حرام سمجھنے لگ گیا ہے یا جس چیز کو وہ پہلے حرام سمجھتا تھا اب اسے حلال سمجھنے لگ گیا ہے تو بس سمجھ لے کہ اس پر فتنہ کا پورا اثر ہو گیا ہے۔[3]

حضرت حذیفہؓ نے فرمایا فتنوں سے بچ کر رہو اور کوئی آدمی خود اٹھ کر فتنے کی طرف نہ جائے

---

۱ ـ اخرجه ابونعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۲۷۴) ۲ ـ اخرجه ابونعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۲۷۶)
۳ ـ اخرجه ابونعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۲۷۲)

کیونکہ اللہ کی قسم! جو بھی از خود اٹھ کر فتنوں کی طرف جائے گا اسے فتنے ایسے بہا کر لے جائیں گے جیسے سیلاب کوڑے کے ڈھیروں کو بہا کر لے جاتا ہے۔ فتنہ جب آتا ہے تو بالکل حق جیسا لگتا ہے یہاں تک کہ جاہل کہتا ہے کہ یہ تو حق جیسا ہے (اس وجہ سے لوگ فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں) لیکن جب جاتا ہے تو اس وقت صاف پتہ چل جاتا ہے کہ یہ تو فتنہ تھا، لہٰذا جب تم فتنہ کو دیکھو تو اس سے بچ کر رہو اور گھروں میں بیٹھ جاؤ اور تلواریں توڑ ڈالو اور کمان کی تانت کے ٹکڑے کر دو۔[1]

حضرت حذیفہؓ نے فرمایا فتنے رک جاتے ہیں اور پھر اچانک شروع ہو جاتے ہیں اس لئے اس کی پوری کوشش کرو کہ تمہیں ان دنوں میں موت آ جائے جن دنوں فتنہ رکا ہوا ہو (مرنے کے کوشش سے مراد مرنے کی تمنا اور اس کی دعا ہے)۔[2]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا فتنہ تین آدمیوں کے ذریعہ سے آتا ہے ایک تو اس ماہر اور طاقتور عالم کے ملحد ہو جانے کے ذریعے سے جو اٹھنے والی ہر چیز کا تلوار کے ذریعہ سے قلع قمع کر دیتا ہے دوسرے اس بیان والے کے ذریعہ سے جو فتنہ کی دعوت دیتا ہے تیسرے سردار اور حاکم کے ذریعہ سے۔ عالم اور بیان کرنے والے کو تو فتنہ منہ کے بل گرا دیتا ہے، البتہ سردار کو فتنہ خوب کریدتا ہے اور پھر جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے اس سب کو فتنہ میں مبتلا کر دیتا ہے۔[3]

حضرت حذیفہؓ نے فرمایا فتنہ، خالص شراب سے زیادہ عقل کو لے جاتا ہے۔[4]

حضرت حذیفہؓ نے فرمایا لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اس زمانہ میں فتنوں سے صرف وہی آدمی نجات حاصل کر سکے گا جو ڈوبنے والے کی طرح دعا کرے گا۔[5]

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت حذیفہؓ فرمایا کرتے تھے تم میں وہ لوگ سب سے بہترین نہیں ہیں جو دنیا کو آخرت کی وجہ سے یا آخرت کو دنیا کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں بلکہ سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں کے لئے محنت کرتے ہیں۔[6]

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابی بن کعبؓ کی خدمت میں عرض کیا مجھے کچھ وصیت فرما دیں۔ فرمایا اللہ کی کتاب کو امام بنا لو اور اس کے قاضی اور فیصلہ کرنے والا، حکم ہونے پر راضی رہو کیونکہ اسی کو تمہارے رسول ﷺ تمہارے لئے پیچھے چھوڑ کر گئے ہیں۔ یہ

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۷۳) ۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۷۳)
۳۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۷۳) ۴۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۷۳)
۵۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۷۴) ۶۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۷۸)

ایسا سفارشی ہے جس کی سفارش مانی جاتی ہے اور ایسا گواہ ہے جس پر کوئی تہمت نہیں لگائی جا سکتی۔ اس میں تمہارا اور تم سے پہلے لوگوں کا تذکرہ ہے اور اس میں تمہارے آپس کے جھگڑوں کا فیصلہ ہے اور اس میں تمہارے بعد والوں کے حالات ہیں۔[1]

حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا جو بندہ بھی کسی چیز کو اللہ کے لئے چھوڑ دیتا ہے اللہ اس کے بدلے میں اس سے بہتر چیز اس کو وہاں سے دیتے ہیں جہاں سے ملنے کا اسے گمان نہیں ہوتا اور جو بندہ کسی چیز کو ہلکا سمجھ کر اسے وہاں سے لے لیتا ہے جہاں سے لینا ٹھیک نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اسے اس سے زیادہ سخت چیز وہاں سے دیتے ہیں جہاں سے ملنے کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔[2]

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا مومن چار حالتوں کے درمیان رہتا ہے۔ اگر کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے اور اگر کوئی نعمت ملتی ہے تو شکر کرتا ہے اور اگر بات کرتا ہے تو سچ بولتا ہے اور اگر کوئی فیصلہ کرتا ہے تو انصاف والا فیصلہ کرتا ہے۔ اور ایسے مومن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ (سورت نور آیت ۳۵) یہ مومن پانچ قسم کے نوروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اس کا کلام نور ہے اور اس کا علم نور ہے۔ یہ اندر جاتا ہے تو نور میں جاتا ہے۔ یہ باہر نکلتا ہے تو نور سے باہر نکلتا ہے اور قیامت کے دن یہ نور کی طرف لوٹ کر جائے گا اور کافر پانچ قسم کی ظلمتوں (اندھیروں) میں چلتا پھرتا ہے اس کا کلام ظلمت ہے اس کا عمل ظلمت ہے اور اندر جاتا ہے تو ظلمت میں اور باہر آتا ہے تو ظلمت سے اور قیامت کے دن یہ بے شمار ظلمتوں کی طرف لوٹ کر جائے گا۔[3]

حضرت ابونضرہ ؒ کہتے ہیں ایک آدمی کو جبر یا جُبَیْر کہا جاتا تھا انہوں نے کہا میں نے حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ان سے ایک باندی لینے کا ارادہ کیا۔ میں سفر کر کے رات کے وقت مدینہ پہنچا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے بڑی ذہانت اور بات کرنے کا بڑا سلیقہ عطا فرمایا ہوا ہے۔ میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں گیا اور دنیا کے بارے میں بات شروع کی اور دنیا کے چھوٹے ہونے کو بیان کرنے لگا اور اس کا حال ایسا بنا کر چھوڑا کہ گویا دنیا کسی چیز کے برابر نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ کے پہلو میں ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے جب میں بات پوری کر چکا تو انہوں نے فرمایا تمہاری ساری بات تقریباً ٹھیک تھی لیکن تم نے دنیا کی جو برائی بیان کی یہ ٹھیک نہیں تھا اور تم جانتے ہو کہ دنیا کیا ہے؟ دنیا کے ذریعہ سے تو ہم جنت تک پہنچیں گے اور یہی آخرت کے لئے زادِ راہ ہے اور دنیا ہی میں تو تمہارے وہ اعمال ہیں جن کا بدلہ تو تم کو آخرت میں ملے گا۔ غرضیکہ انہوں نے دنیا کے بارے میں جو بات کرنی شروع کی تو پتہ چلا کہ یہ تو دنیا کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ میں نے عرض کیا اے

۱۔ اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ١ ص ٢٥٣) ٢۔ اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ص ١ ٢٥٣)
٣۔ اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ١ ص ٢٥٥)

امیر المومنین! یہ آپ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے صاحب کون ہیں؟ فرمایا یہ مسلمانوں کے سردار حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔[1]

ایک آدمی نے حضرت ابی بن کعبؓ کی خدمت میں عرض کیا اے ابوالمنذر! آپ مجھے کچھ وصیت فرمادیں۔ فرمایا لایعنی کام میں ہرگز نہ لگو اور دشمن سے کنارہ کش رہو اور دوست کے ساتھ چوکنے ہو کر چلو (دوستی میں تم سے غلط کام نہ کروالے) زندہ آدمی کی ان ہی باتوں پر رشک کرو جن پر مرجانے والے پر رشک کرتے ہو یعنی نیک اعمال اور اچھی صفات پر۔ اور اپنی حاجت اس آدمی سے طلب نہ کرو جسے تمہاری حاجت پوری کرنے کی پرواہ نہیں ہے۔[2]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت عبداللہ بن دینار بہرانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت زید بن ثابتؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو خط میں یہ لکھا امابعد! اللہ تعالیٰ نے زبان کو دل کا ترجمان بنایا اور دل کو خزانہ اور حکمران بنایا دل جس بات کو جو حکم دیتا ہے زبان اسے پورا کرتی ہے جب دل زبان کی موافقت پر ہوتا ہے تو گفتگو مرتب اور مناسب ہوتی ہے اور نہ زبان سے کوئی لغزش ہوتی ہے اور نہ وہ ٹھوکر کھاتی ہے اور جس انسان کا دل اس کی زبان سے پہلے نہ ہو یعنی دل اس کی نگرانی اور دیکھ بھال نہ کرے تو اس کی بات عقل و سمجھ والی نہیں ہوگی۔ جب آدمی اپنی زبان کو بات کرنے میں کھلا اور آزاد چھوڑ دے گا اور زبان دل کی مخالفت کرے گی تو اس طرح وہ آدمی اپنی ناک کاٹ ڈالے گا یعنی خود کو ذلیل کر لے گا اور جب آدمی اپنے قول کا اپنے فعل سے موازنہ کرے گا تو عملی صورت سے ہی اس کے قول کی تصدیق ہوگی اور یہ کہاوت عام طور سے بیان کی جاتی ہے کہ جو بخیل بھی تمہیں ملے گا وہ باتوں میں تو بڑا سخی ہوگا لیکن عمل میں بالکل کنجوس ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی زبان اس کے دل سے آگے رہتی ہے یعنی بولتی بہت ہے اور دل کے قابو میں نہیں ہے اور یہ کہاوت بھی عام طور سے بیان کی جاتی ہے کہ جب کوئی آدمی اپنے کہے کی پابندی نہ کرے یعنی اس پر عمل نہ کرے حالانکہ اس بات کو کہتے وقت وہ جانتا تھا کہ یہ بات حق ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے تو کیا تم اس کے پاس شرف و عزت اور مردانگی پاؤ گے؟ اور آدمی کو چاہئے کہ وہ لوگوں کے عیبوں کو نہ دیکھے کیونکہ جو لوگوں کے عیب دیکھتا ہے اور اپنے عیبوں کو ہلکا سمجھتا ہے وہ اس آدمی کی طرح ہے جو بتکلف ایسا کام کر رہا ہے جس کا اسے حکم نہیں دیا گیا والسلام۔[3]

---

۱ اخرجه البخاري في الادب كذافي المنتخب (ج ۵ ص ۱۲۶)

۲ اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۲۳)

۳ اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۲۴)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نصیحتیں

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اے گناہ کرنے والے! گناہ کے برے انجام سے مطمئن نہ ہو جانا کیونکہ گناہ کرنے کے بعد بعض ایسی باتیں ہوتی ہیں جو گناہ سے بھی بڑی ہوتی ہیں گناہ کرتے ہوئے تمہیں اپنے دائیں بائیں کے فرشتوں سے شرم نہ آئے تو تم نے جو گناہ کیا ہے یہ اس سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اللہ تمہارے ساتھ کیا کریں گے اور پھر تم ہنستے ہو تمہارا یہ ہنسنا گناہ سے بھی بڑا ہے اور جب تمہیں گناہ کرنے میں کامیابی حاصل ہو جاتی ہے اور تم اس گناہ پر خوش ہوتے ہو تو تمہاری یہ خوشی اس گناہ سے بھی بڑی ہے اور جب تم گناہ نہ کر سکو اور اس پر تم غمگین ہو جاؤ تو تمہارا یہ غمگین ہونا اس گناہ کے کر لینے سے زیادہ بڑا ہے۔ گناہ کرتے ہوئے ہوا کے چلنے سے تمہارے دروازے کا پردہ ہل جائے اس سے تم ڈرتے ہو اور اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے اس سے تمہارا دل پریشان نہیں ہوتا تو یہ کیفیت اس گناہ کے کر لینے سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔ تمہارا بھلا ہو۔ کیا تم جانتے ہو حضرت ایوب علیہ السلام سے کیا چوک ہوئی تھی جس کی وجہ سے اللہ نے ان کے جسم کو ایک بیماری میں مبتلا کر دیا تھا اور ان کا سارا مال ختم کر دیا تھا؟ ان سے چوک یہ ہوئی تھی کہ ایک مسکین پر ظلم ہو رہا تھا اس مسکین نے حضرت ایوبؑ سے مدد مانگی تھی اور کہا تھا کہ یہ ظلم رکوا دیں۔ حضرت ایوبؑ نے اس کی مدد نہیں کی تھی اور ظالم کو اس مسکین پر ظلم کرنے سے نہیں روکا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے اس آزمائش میں ڈال دیا تھا۔[1]

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا فرائض کا اہتمام کرو اور اللہ نے اپنے جو حق تمہارے ذمے لگائے ہیں انہیں ادا کرو اور ان کی ادائیگی میں اللہ سے مدد مانگو کیونکہ جب اللہ کو کسی بندے کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ وہ سچی نیت سے اور اللہ کے ہاں جو ثواب ہے اسے حاصل کرنے کے شوق میں عمل کر رہا ہے تو اس سے ناگواریاں ضرور ہٹا دیتے ہیں اور اللہ حقیقی بادشاہ ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔[2]

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر مومن اور فاجر بندے کیلئے حلال روزی مقرر فرما رکھی ہے اگر وہ اس روزی کے آنے تک صبر کرتا ہے تو اللہ اسے حلال روزی دیتے ہیں اور اگر وہ بے صبری کرتا ہے اور حرام میں سے کچھ لے لیتا ہے تو اللہ اس کی اتنی حلال روزی کم کر دیتے ہیں۔[3]

۱۔ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۲۴) و اخرجہ ابن عساکر عن ابن عباس نحوہ الی قولہ و یحک ھل تدری کما فی الکنز (ج ۲ ص ۲۴۸) ۲۔ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۲۶)

۳۔ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۲۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نصیحتیں

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا بندے کو جب بھی دنیا کی کوئی چیز ملتی ہے تو اس کی وجہ سے اللہ کے ہاں اس کا درجہ کم ہو جاتا ہے اگر چہ وہ اللہ کے ہاں عزت و شرف والا ہو۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے کی وجہ سے لوگوں کو کم عقل نہ سمجھے۔[2]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ چلا جا رہا تھا کہ اتنے میں ان کا ایک ویران جگہ پر گزر ہوا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا تم یہ کہو اے ویرانے! تیرے ہاں رہنے والوں کا کیا بنا؟ میں نے کہا اے ویرانے! تیرے ہاں رہنے والوں کا کیا بنا؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا وہ سب خود تو چلے گئے البتہ ان کے اعمال باقی رہ گئے۔[3]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی نصیحتیں

حضرت وہب بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مجھے یہ نصیحت لکھ کر بھیجی۔ امابعد! تقوے والے لوگوں کی کچھ نشانیاں ہوتی ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں اور وہ خود بھی جانتے ہیں کہ ان کے اندر یہ نشانیاں ہیں اور وہ نشانیاں یہ ہیں مصیبت پر صبر کرنا، رضا بر قضا، نعمتوں پر شکر کرنا اور قرآن کے حکم کے سامنے جھک جانا۔ امام کی مثال بازار جیسی ہے جو چیز بازار میں چلتی ہے اور جس کا رواج ہوتا ہے وہی چیز بازار میں لائی جاتی ہے اسی طرح امام کے پاس اگر حق کا رواج چل پڑے تو اس کے پاس حق ہی لایا جائے گا اور حق والے ہی اس کے پاس آئیں گے اور اگر اس کے پاس باطل کا رواج چل پڑے تو باطل والے ہی اس کے پاس آئیں گے اور باطل ہی اس کے پاس چلے گا۔[4]

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی نصیحتیں

حضرت حسن بن علیؓ نے فرمایا جو دنیا کو طلب کرتا ہے دنیا اسے لے بیٹھتی ہے اور جو دنیا سے بے رغبتی اختیار کر لیتا ہے تو اسے اس کی پرواہ بھی نہیں ہوتی کہ کون دنیا استعمال کر رہا ہے۔ دنیا کی طلب والا اس آدمی کا غلام ہوتا ہے جو دنیا کا مالک ہوتا ہے اور جس کے دل میں دنیا کی طلب نہیں ہوتی اسے تھوڑی دنیا کافی ہو جاتی ہے اور جس کے دل میں طلب ہوتی ہے اسے ساری دنیا بھی مل جائے تو بھی اس کا کام نہیں چلتا اور جس کا آج کا دن دینی اعتبار سے کل گزشتہ کی طرح ہے تو وہ

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۰۶) ۲۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۰۶)

۳۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۱۲) ۴۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۳۶)

دھوکے میں ہے اور جس کا آج کا دن کل آئندہ سے بہتر ہے یعنی کل آئندہ میں اس کی دینی حالت آج سے خراب ہوگئی تو وہ سخت نقصان میں ہے اور جو اپنی ذات کے بارے میں نقصان کی چھان بین نہیں کرتا تو وہ بھی نقصان میں ہے اور جو نقصان میں چل رہا ہے اس کا مرجانا ہی بہتر ہے۔[1]

حضرت حسن بن علیؓ نے فرمایا یہ جان لو کہ حلم اور بردباری زینت ہے اور وعدہ پورا کرنا مردانگی ہے اور جلد بازی بے وقوفی اور سفر کرنے سے انسان کمزور ہو جاتا ہے اور کمینہ لوگوں کے ساتھ بیٹھنا عیب کا کام ہے اور فاسق فاجر لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنے سے انسان پر تہمت لگتی ہے۔[2]

حضرت حسن بن علیؓ نے فرمایا لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جسے بھلائی میں سے بہت حصہ ملا لیکن اس کے اخلاق اچھے نہیں دوسرا وہ جس کے اخلاق تو اچھے ہیں لیکن بھلائی کے کاموں میں اس کا کوئی حصہ نہیں تیسرا وہ جس کے نہ اخلاق اچھے ہیں اور نہ بھلائی کے کاموں میں اس کا کوئی حصہ ہے۔ یہ تمام لوگوں میں سب سے برا ہے۔ چوتھا وہ جس کے اخلاق بھی اچھے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں اس کا حصہ بھی خوب ہے یہ لوگوں میں سب سے افضل ہے۔[3]

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت یاد بن ماہک رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت شداد بن اوسؓ فرمایا کرتے تھے آپ لوگوں نے خیر نہیں دیکھی اس کے اسباب دیکھے ہیں اور شر نہیں دیکھا اس کے اسباب دیکھے ہیں۔ ساری کی ساری خیر اپنی تمام صورتوں کے ساتھ جنت میں ہے اور سارا کا سارا شر اپنی تمام صورتوں کے ساتھ جہنم کی آگ میں ہے اور دنیا تو وہ سامان ہے جو سامنے موجود ہے نظر آ رہا ہے جس میں سے نیک اور برے سب کھا رہے ہیں اور آخرت ایک سچا وعدہ ہے جس میں سب پر غالب آنے والے بادشاہ یعنی اللہ تعالیٰ فیصلہ کریں گے اور دنیا اور آخرت میں سے ہر ایک کے بیٹے یعنی ہر ایک کے چاہنے والے ہیں لہٰذا تم آخرت کے بیٹوں میں سے بنو اور دنیا کے بیٹوں میں سے نہ بنو۔

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا بعض لوگوں کو علم تو مل جاتا ہے لیکن بردباری نہیں ملتی اور حضرت ابو یعلیٰؓ (یہ حضرت شدادؓ کی کنیت ہے) کو علم بھی ملا اور بردباری بھی۔[4]

حضرت جندب بجلی رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت جندب بجلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور قرآن پڑھو کیونکہ قرآن اندھیری رات کا نور ہے اور چاہے دن میں مشقت اور فاقہ ہو لیکن قرآن پڑھنے سے دن میں رونق آ جاتی

۱۔ اخرجہ ابن النجار کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۲)

۲۔ اخرجہ ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۷) ۳۔ اخرجہ ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۷)

۴۔ اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۶۴)

ہے اور جب کوئی مصیبت تمہارے مال اور تمہارے جسم میں سے کسی ایک پر آنے لگے تو کوشش کرو کہ مال کا نقصان ہو جائے اور جان کا نہ ہو اور جب مصیبت تمہاری جان اور تمہارے دین میں سے کسی ایک پر آنے لگے تو کوشش کرو کہ جان کا نقصان ہو جائے لیکن دین کا نہ ہو اور اصل ناکام اور نامراد وہ ہے جو اپنے دین میں ناکام و نامراد ہو اور حقیقت میں ہلاک ہونے والا وہ ہے جس کا دین برباد ہو جائے۔ غور سے سنو! جنت میں جانے کے بعد کوئی فقر و فاقہ نہیں ہوگا اور جہنم میں جانے کے بعد غنا اور مالداری کی کوئی صورت باقی نہیں رہے گی کیونکہ جہنم کا قیدی کبھی چھوٹ نہیں سکے گا اور اس کا زخمی کبھی ٹھیک نہیں ہوگا اور نہ اس کی آگ کبھی بجھے گی اور اگر کسی مسلمان نے کسی مسلمان کا مٹھی بھر خون بہایا ہوگا تو یہ اس کے لئے جنت میں جانے سے رکاوٹ بن جائے گا اور اب بھی جنت کے کسی دروازے سے داخل ہونا چاہے گا تو وہاں اسے یہ خون دھکے دیتا ہوا ملے گا اور جان لو کہ آدمی کو مرنے کے بعد جب دفن کر دیا جاتا ہے تو سب سے پہلے اس کا پیٹ سڑتا ہے اور اس میں سے بدبو آنے لگتی ہے لہٰذا اس بدبو کے ساتھ حرام روزی سے گندگی کا اضافہ نہ کرو اور اپنے مسلمان بھائیوں کے مال کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور خون بہانے سے بچو۔[1]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت عامر بن سلیم رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم ایک جنازے کے ساتھ بابِ دمشق میں گئے۔ ہمارے ساتھ حضرت ابوامامہ باہلیؓ بھی تھے۔ جب وہ نماز جنازہ پڑھا چکے اور لوگ جنازے کو دفن کرنے لگے تو انہوں نے فرمایا اے لوگو! تم اب تو صبح و شام ایسی جگہ کر رہے ہو جہاں تم لوگ اپنے اپنے حصہ کی نیکیاں اور برائیاں جمع کر رہے ہو پھر حضرت ابوامامہؓ نے قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا عنقریب یہاں سے کوچ کر کے اس (قبر والی) جگہ آ جاؤ گے یہ قبر تنہائی کا گھر ہے اندھیرے کا گھر ہے کیڑوں کا گھر ہے اور تنگی کا گھر ہے لیکن جس کے لئے اللہ قبر کو کشادہ کر دیں تو یہ الگ بات ہے پھر قیامت کے دن تم لوگ یہاں سے منتقل ہو کر میدانِ حشر میں پہنچ جاؤ گے اور وہاں اللہ کا ایک حکم آئے گا جس سے بہت سے چہرے سفید اور بہت سے سیاہ ہو جائیں گے پھر وہاں سے دوسری جگہ چلے جاؤ گے۔ اس جگہ سب لوگوں پر سخت اندھیرا چھا جائے گا پھر نور تقسیم کیا جائے گا مومن لوگوں کو تو نور مل جائے گا لیکن کافروں اور منافقوں کو ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا انہیں کچھ بھی نور نہیں ملے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس مثال کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

اَوْ كَظُلُمَاتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشَاهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَا اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (سورت نور آیت

---

[1] اخرجه البيهقي في شعب الايمان كذافي الكنز (ج ۸ ص ۲۲۲)

(۴۰) ''یا وہ ایسے ہیں جیسے بڑے بڑے گہرے سمندر کے اندرونی اندھیرے کہ اس کو ایک بڑی لہر نے ڈھا نک لیا ہو اس (لہر) کے اوپر دوسری لہر اس کے اوپر بادل (ہے غرض) اوپر تلے بہت سے اندھیرے (ہی اندھیرے) ہیں کہ اگر (کوئی ایسی حالت میں) اپنا ہاتھ نکالے (اور دیکھنا چاہے) تو دیکھنے کا احتمال بھی نہیں اور جس کو اللہ ہی نور (ہدایت) نہ دے اس کو (کہیں سے بھی) نور نہیں میسر ہوسکتا'' اور کافر و منافق مومن کے نور سے روشنی حاصل نہیں کرسکیں گے جیسے اندھا بینا کی دیکھنے کی طاقت سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرسکتا۔ منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے (پل صراط پر) کہیں گے اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا (سورۃ حدید آیت ۱۳) ''(ذرا) ہمارا انتظار کرلو ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں۔ ان کو جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر (وہاں سے) روشنی تلاش کرو۔'' اس طرح اللہ تعالیٰ منافقوں کو ان کی چالبازی کی سزا دیں گے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (سورۃ نساء آیت ۱۴۲) ''چالبازی کرتے ہیں اللہ سے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس چال کی سزا ان کو دینے والے ہیں۔'' پھر کفار اور منافقین اسی جگہ واپس آئیں گے جہاں نور تقسیم ہوا تھا لیکن انہیں وہاں کچھ نہیں ملے گا پھر وہ دوبارہ مسلمانوں کے پاس آئیں گے پھر ان کے اور مسلمانوں کے درمیان ایک دیوار قائم کردی جائے گی، جس میں ایک دروازہ (بھی) ہوگا۔ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ (سورت حدید آیت ۱۳) ''(جس کی کیفیت یہ ہے کہ) اس کے اندرونی جانب میں رحمت ہوگی اور بیرونی جانب کی طرف عذاب ہوگا۔'' حضرت سلیم بن عامرؒ کہتے ہیں یوں منافق دھوکے میں پڑے رہیں گے یہاں تک کہ نور تقسیم ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ منافق اور مومنوں کو الگ الگ کردیں گے۔[1]

حضرت سلیمان بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں ایک جماعت کے ساتھ حضرت ابوامامہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ تو دبلے پتلے عمر رسیدہ بڑے میاں ہیں اور ان کا ظاہری منظر جو نظر آرہا تھا ان کی عقل اور ان کی گفتگو اس سے کہیں زیادہ اچھی تھی۔ انہوں نے سب سے پہلے ہم سے یہ بات کی کہ اس مجلس میں بیٹھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے احکام تم تک پہنچا رہے ہیں اور یہ مجلس تم پر اللہ کی حجت ہے کیونکہ حضور ﷺ کو جو کچھ دے کر بھیجا گیا تھا آپ نے وہ سب کچھ اپنے صحابہؓ کو پہنچا دیا تھا اور آپ کے صحابہؓ نے جو کچھ حضورؐ سے سنا تھا وہ سب آگے پہنچا دیا، لہٰذا تم جو کچھ سن رہے ہو اسے آگے پہنچا دینا۔ تین آدمی ایسے ہیں جو اللہ کی ذمہ داری میں ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ یا تو انہیں جنت میں داخل کریں گے یا اجر و ثواب اور غنیمت دے کر

---

[1] اخرجه ابن ابی حاتم كذافی التفسير لابن كثير (ج ۴ ص ۳۰۸) (۲) اخرجه البيهقی فی الاسماء والصفات (ص ۳۴۰) عن سليم بن عامر نحوه

انہیں واپس کریں گے ایک تو وہ آدمی جو اللہ کے راستہ میں نکلا یہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ یا تو اسے (شہادت کا مرتبہ دے کر) جنت میں داخل کریں گے یا اجر وثواب اور مالِ غنیمت دے کر واپس کریں گے۔ دوسرا وہ آدمی جس نے وضو کیا پھر مسجد گیا وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ یا تو اسے (موت دے کر) جنت میں داخل کریں گے یا اجر وثواب اور مالِ غنیمت دے کر واپس کریں گے۔ تیسرا وہ آدمی جو اپنے گھر میں سلام کر کے داخل ہو پھر فرمایا جہنم پر ایک بڑا پل ہے جس سے پہلے سات چھوٹے پل ہیں۔ ان میں سے درمیان والے پل پر حقوق العباد کا فیصلہ ہوگا چنانچہ ایک بندے کو لایا جائے گا جب وہ درمیان والے پل پر پہنچ جائے گا تو اس سے پوچھا جائے گا تم پر قرضہ کتنا تھا؟ وہ اپنے قرضہ کا حساب لگانے لگے گا۔ پھر حضرت ابوامامہؓ نے یہ آیت پڑھی وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا (سورۃ نساء آیت ۴۲) ''اور اللہ تعالیٰ سے کسی بات کا اخفانہ کرسکیں گے'' پھر وہ بندہ کہے گا اے میرے رب! مجھ پر اتنا اتنا قرضہ تھا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اپنا قرضہ ادا کرو وہ کہے گا میرے پاس تو کوئی چیز نہیں ہے اور مجھے معلوم بھی نہیں کہ میں کس چیز سے قرضہ اتار سکتا ہوں پھر فرشتوں سے کہا جائے گا اس کی نیکیاں لے لو (اور اس کے قرض خواہوں کو دے دو) چنانچہ اس کی نیکیاں لے کر قرض خواہوں کو دی جاتی رہیں گی یہاں تک کہ اس کے پاس ایک بھی نیکی باقی نہیں رہے گی۔ جب اس کی تمام نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو کہا جائے گا اس سے مطالبہ کرنے والوں کے گناہ لے کر اس پر ڈال دو، چنانچہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بہت سے لوگ پہاڑوں کے برابر نیکیاں لے کر آئیں گے اور اپنے حقوق کا ان سے مطالبہ کرنے والوں کو ان سے نیکیاں لے کر دی جاتی رہیں گی یہاں تک کہ ان کی ایک بھی نیکی باقی نہیں رہے گی پھر مطالبہ کرنے والوں کے گناہ ان پر ڈالے جائیں گے یہاں تک کہ وہ گناہ پہاڑوں کے برابر ہو جائیں گے۔ پھر حضرت ابوامامہؓ نے فرمایا جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ فسق وفجور کی رہبری کرتا ہے اور فسق وفجور جہنم کا راستہ دکھاتے ہیں اور سچ بولنے کو لازم پکڑو کیونکہ سچ نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے۔ پھر فرمایا اے لوگو! تم تو زمانہ جاہلیت والوں سے زیادہ گمراہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں درہم ودینار اس لئے دیئے ہیں کہ تم ایک درہم اور ایک دینار اللہ کے راستے میں خرچ کر کے سات سو درہم اور سات سو دینار کا ثواب حاصل کرو اور پھر تم لوگ تھیلیوں میں درہم ودینار بند کر کے رکھتے ہو اور اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے ہو۔ غور سے سنو! اللہ کی قسم! یہ تمام فتوحات ایسی تلواروں کے ذریعہ سے ہوئی ہیں جن میں زینت کے لئے سونا اور چاندی لگا ہوا نہیں تھا بلکہ کچا پٹھا، سیسہ اور لوہا لگا ہوا تھا۔[1]

۱۔ اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج۸ ص ۲۲۳)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا متقی لوگ سردار ہیں اور علماء قائد ورہنما ہیں۔ ان کے ساتھ بیٹھنا عبادت ہے بلکہ عبادت سے بڑھ کر ہے اور دن ورات کے گزرنے کی وجہ سے تمہاری عمریں کم ہوتی جارہی ہیں لیکن تمہارے اعمال کو بڑی حفاظت سے رکھا جارہا ہے، لہٰذا تم زادِ سفر تیار کرلو اور یوں سمجھو کہ تم لوٹنے کی جگہ یعنی آخرت میں پہنچ گئے ہو۔[1]

جب نبی کریم ﷺ اور آپ ؐ کے صحابہ کرامؓ نے مادی اسباب کو چھوڑ دیا اور روحانی اسباب کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور حضور کی طرح سے صحابہ کرامؓ کو اقوامِ عالم کی ہدایت کا اور انہیں دعوت دینے کا فکر تھا اور وہ حضرات دعوت وجہاد کے سلسلہ میں حضور ﷺ کے اخلاق اور عادات کے ساتھ متصف ہوگئے تھے تو کس طرح سے انہیں ہر وقت غیبی تائید حاصل رہتی تھی۔

فرشتوں کے ذریعے مدد

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت ابو اسیدؓ نے بینائی جانے کے بعد فرمایا اے میرے بھتیجے! میں اور تم اگر میدانِ بدر میں ہوتے اور اللہ تعالیٰ میری بینائی واپس کردیتے تو میں تمہیں وہ گھاٹی دکھاتا جہاں سے فرشتے نکل کر ہمارے لشکر میں آئے تھے اور اس بات میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے۔[2]

حضرت عروہؓ نے فرمایا حضرت جبرائیل علیہ السلام جنگِ بدر کے دن حضرت زبیرؓ کی شکل و صورت پر اترے تھے انہوں نے سر پر زرد رنگ کی پگڑی باندھی ہوئی تھی جس کا کچھ کپڑا ان کے چہرے پر بھی تھا۔[3]

۱۔ اخرجہ البیھقی وابن عساکر کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۲۴)

۲۔ اخرجہ البیھقی وھکذاعند ابن اسحق کذافی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۸۰) و اخرجہ الطبرانی عن سھل بن سعد مثلہ قال الھیثمی (ج ۶ ص ۸۴) وفیہ سلامۃ بن روح وثقہ ابن حبان وضعفہ غیرہ لغفلۃ فیہ

۳۔ اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی (ج ۶ ص ۸۴) ھو مرسل صحیح الاسناد

حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیرؒ نے فرمایا حضرت زبیر بن عوامؓ کے سر پر غزوہ بدر کے دن زرد پگڑی تھی جس کا کچھ کپڑا ان کے چہرے پر تھا، چنانچہ فرشتے آسمان سے اترے تو ان کے سروں پر زرد پگڑیاں تھیں۔[1]

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا غزوہ بدر کے دن فرشتوں کی نشانی سفید پگڑیاں تھیں جن کے شملے پشت پر لٹکے ہوئے تھے (بعض فرشتوں کی پگڑیاں سفید تھیں اور بعض کی زرد) اور غزوۂ حنین کے دن ان کی نشانی سبز پگڑیاں تھیں اور غزوۂ بدر کے دن تو فرشتوں نے جنگ کی تھی باقی کسی غزوے کے دن جنگ نہیں کی تھی، البتہ شریک ہو کر مسلمانوں کی تعداد بڑھاتے تھے اور ان کی مدد کرتے تھے کسی کافر پر حملہ نہیں کرتے تھے۔[2] حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافعؓ نے فرمایا میں حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کا غلام تھا اور اسلام ہمارے گھر میں داخل ہو چکا تھا، چنانچہ حضرت عباسؓ، ان کی اہلیہ حضرت ام فضلؓ اور میں، ہم سب مسلمان ہو چکے تھے لیکن حضرت عباسؓ اپنی قوم سے ڈرتے تھے اور ان کے خلاف کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے اور اپنے اسلام کو چھپاتے تھے اور بہت زیادہ مالدار تھے ان کا بہت سا مال ان کی قوم میں بکھرا ہوا تھا۔ ابولہب بھی جنگِ بدر میں نہیں گیا تھا اور اس نے اپنی جگہ عاص بن ہشام بن مغیرہ کو بھیجا تھا باقی تمام کافروں نے بھی یہی کیا تھا جو خود اس جنگ میں نہیں گیا تھا، اس نے اپنی جگہ کسی نہ کسی کو بھیجا تھا۔ جب اسے جنگِ بدر میں کفار قریش کے شکست کھانے کی خبر ملی تو اللہ نے اسے خوب رسوا اور ذلیل کیا اور ہمیں اس خبر سے اپنے اندر بہت قوت اور غلبہ محسوس ہوا۔ حضرت ابو رافعؓ کہتے ہیں میں ایک کمزور آدمی تھا اور زمزم کے خیمے میں تیر بنایا کرتا تھا انہیں چھیلا کرتا تھا، اللہ کی قسم! میں خیمے میں بیٹھا ہوا تیر چھیل رہا تھا اور حضرت ام فضلؓ میرے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اور یہ جو خبر آئی تھی اس سے ہم بہت خوش تھے کہ اتنے میں ابولہب بری طرح پاؤں گھسیٹتا ہوا آیا اور خیمے کی رسی پر آ کر بیٹھ گیا اور اس کی پشت میری پشت کی طرف تھی وہ یوں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں لوگوں نے کہا یہ ابوسفیان ہے جو جنگِ بدر سے واپس آیا اس ابوسفیان کا نام مغیرہ بن حارث بن عبدالمطلب ہے (یہ ابوسفیان اور ہیں اور جو ابوسفیان قریش کے سردار اور ہر جنگ کے سپہ سالار تھے وہ اور ہیں ان کا نام صخر بن حرب بن امیہ ہے) ابولہب نے ابوسفیان سے کہا میرے پاس آؤ کیونکہ میری زندگی کی قسم! صحیح خبر تو تمہارے پاس ہے وہ ابولہب کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور لوگ بھی پاس آ کر کھڑے ہو گئے ابولہب نے کہا اے میرے بھتیجے! ذرا یہ تو بتاؤ کہ لوگوں کو کیا ہوا؟ کیسے شکست ہو گئی؟ اس نے کہا اللہ کی قسم! ہم لڑنے کے لئے مسلمانوں کے سامنے کھڑے ہی ہوئے

۱۔ اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۳۶۱) و اخرجه الطبراني عن اسامة بن عمير بمعناه و ابن عساكر عن عبدالله بن زبير نحوه كما في الكنز (ج ۵ ص ۲۶۸) ۲۔ اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۱۷۰)

تھے کہ مسلمان ہم پر چھا گئے اور جسے چاہتے قتل کر دیتے تھے اور جسے چاہتے تھے قید کر لیتے تھے اور اللہ کی قسم! میں اس میں اپنے لشکر کا کوئی قصور نہیں سمجھتا کیونکہ ہمارا مقابلہ تو مسلمانوں سے ہوا ہی نہیں بلکہ ہمارے مقابلہ میں تو ایسے لوگ آ گئے تھے جن کا رنگ سفید تھا اور وہ زمین و آسمان کے درمیان چتکبرے گھوڑوں پر سوار تھے اور وہ لوگ تو کسی چیز کو چھوڑتے نہیں تھے۔ ان کے سامنے کوئی چیز ٹھہر نہیں سکتی تھی۔ حضرت ابورافعؓ کہتے ہیں میں نے خیمہ کی رسی ہاتھ میں اٹھائی اور کہا اللہ کی قسم! یہ تو فرشتے تھے (چونکہ کفارِ قریش فرشتوں کو مانتے نہیں تھے اس وجہ سے) ابولہب نے ہاتھ اٹھا کر مجھے زور سے مارا میں اس سے گتھ گیا اس نے مجھے اٹھا کر زمین پر پٹخا اور پھر میرے سینے پر بیٹھ کر مجھے مارنے لگا۔ میں کمزور آدمی تھا اس پر حضرت ام فضلؓ نے کھڑے ہو کر خیمہ کا ایک کھونٹا لیا اور زور سے ابولہب کے سر پر مارا جس سے اس کے سر میں بڑا زخم ہو گیا اور یوں کہا چونکہ اس غلام کا آقا موجود نہیں ہے، اس لئے تو نے اسے کمزور سمجھ رکھا ہے۔ ابولہب اٹھا اور رسوا ہو کر پشت پھیر کر چلا گیا (کہ مکہ کے اس سردار نے آج ایک غلام اور ایک عورت سے مار کھائی) اللہ کی قسم! وہ اس کے بعد صرف سات دن ہی زندہ رہا پھر اللہ نے اسے چیچک میں مبتلا کر دیا جس سے وہ مر گیا۔ یونس کی روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ ابولہب کے دو بیٹے تھے انہوں نے اس کی لاش کو مرنے کے بعد تین دن ویسے ہی پڑا رہنے دیا، اسے دفن نہیں کیا یہاں تک کہ وہ سڑ گیا اور اس میں بدبو پیدا ہو گئی اور قریش کے لوگ طاعون کی طرح چیچک سے بھی ڈرتے تھے اور اس سے بچتے تھے آخر قریش کے ایک آدمی نے ان دونوں سے کہا تم دونوں کا ناس ہو! کیا تمہیں شرم نہیں آتی تمہارا باپ گھر میں پڑا سڑ رہا ہے تم اسے دفن نہیں کرتے دونوں نے کہا یہ چیچک اور اس کے زخم ایک متعدی بیماری ہے، اس لئے ہمیں ڈر ہے کہ ہمیں نہ ہو جائے۔ اس نے کہا چلو میں تمہاری مدد کرتا ہوں، چنانچہ تینوں نے دور سے اس پر پانی پھینک کر غسل دیا، اس کے قریب نہ گئے پھر اسے اٹھا کر مکہ کے بالائی حصہ میں لے گئے اور ایک دیوار کے سہارے اسے لٹا کر اس پر پتھر ڈال دیئے۔[1]

حضرت ام برثن رحمتہ اللہ علیہا کے غلام حضرت عبدالرحمٰن ان صحابی سے نقل کرتے ہیں جو غزوہ حنین میں حالتِ کفر میں شریک ہوئے تھے اور بعد میں مسلمان ہوئے تھے وہ فرماتے ہیں جب میدان جنگ میں ہمارا اور حضور ﷺ کا آمنا سامنا ہوا تو مسلمان ہمارے سامنے اتنی دیر بھی

---

[1] اخرجه ابن اسحق كذافي البداية (ج ۳ ص ۳۰۸) واخرجه ابن سعدفي طبقاته (ج ۴ ص ۴۳) والحاكم في مستدركه (ج ۳ ص ۳۲۱) من طريق ابن اسحق نحوه مطولا واخرجه ايضا الطبراني و البزار عن ابى رافع بطوله قال الهيثمي (ج ۶ ص ۸۹) وفى اسناده حسين بن عبدالله بن عبيدالله وثقه ابو حاتم وغيره وضعفه جماعة وبقية رجاله ثقات. انتهى و اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۳۲۲) ايضا من طريق يونس عن ابن اسحق عن الحسين بن عبدالله عن عكرمة عن ابن عباس ابى رافع نحوه و اخرجه ابونعيم فى الدلائل (ص ۱۷۰) عن عكرمة عن ابى رافع مختصرا

نہیں ٹھہر سکے جتنی دیر میں ایک بکری کا دودھ نکالا جاتا ہے ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور انہیں شکست ہوگئی اور ہم تلواریں ہلاتے ہوئے حضورؐ کے سامنے پہنچ گئے۔ جب ہم حضورؐ پر چھا گئے تو ایک دم ہمارے اور حضورؐ کے درمیان ایسے لوگ آ گئے جن کے چہرے بڑے خوبصورت تھے انہوں نے کہا (تمہارے) چہرے بگڑ جائیں لہٰذا تم واپس چلے جاؤ۔ بس ان لوگوں کی اتنی سی بات سے ہمیں شکست ہوگئی۔[1]

حضرت ابن برثنؒ کے آزاد کردہ غلام حضرت عبدالرحمٰنؒ کہتے ہیں ایک صاحب جو غزوۂ حنین کے دن مشرکوں کے ساتھ تھے انہوں نے مجھے واقعہ یوں بتایا کہ جب ہم نے انہیں شکست دے دی تو ہم ان کا پیچھا کر رہے تھے یہاں تک کہ ہم لوگ سفید خچر والے سوار تک پہنچ گئے۔ ہم نے دیکھا تو وہ حضورﷺ تھے۔ حضورؐ کے پاس ہمیں گورے چٹے خوبصورت چہرے والے لوگ ملے۔ انہوں نے ہم سے کہا (تمہارے) چہرے بگڑ جائیں تم واپس چلے جاؤ بس اس پر ہمیں شکست ہوگئی اور صحابہؓ ہمارے اوپر سوار ہو گئے اور وہ جیت گئے۔ یہ تھا ہماری شکست کا قصہ۔[2]

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں غزوۂ حنین کے دن ہم لوگ حضورﷺ کے ساتھ تھے اور لوگ لڑ رہے تھے میری آسمان پر اچانک نظر پڑی تو مجھے ایک کالی چادر آسمان سے اترتی ہوئی نظر آئی جو ہمارے اور کافروں کے درمیان آکر گر پڑی۔ وہ چیونٹیاں تھیں جو بکھر گئیں اور ساری وادی میں پھیل گئیں اس کے بعد کافروں کو ایکدم شکست ہوگئی۔ ہمیں ان چیونٹیوں کے فرشتے ہونے میں کوئی شک نہیں تھا۔[3]

حضرت عبداللہ بن فضل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضورﷺ نے جنگِ احد کے دن حضرت مصعب بن عمیرؓ کو جھنڈا دیا۔ جب حضرت مصعبؓ شہید ہو گئے تو ایک فرشتے نے اس جھنڈے کو پکڑ لیا جو کہ حضرت مصعبؓ کی شکل میں تھا۔ دن کے آخری حصہ میں حضورؐ سے فرمانے لگے اے مصعبؓ آگے بڑھو۔ اس فرشتے نے حضورؐ کی طرف متوجہ ہو کر کہا میں مصعبؓ نہیں ہوں تب حضورؐ کو پتہ چلا کہ یہ فرشتہ ہے جو حضرت مصعبؓ کی مدد ونصرت کے لئے آیا ہے۔[4]

حضرت انسؓ نے فرمایا جب حضورﷺ قبیلہ بنو قریظہ کی طرف تشریف لے گئے اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی سواری پر سوار ہو کر قبیلہ بنی غنم کی گلی میں سے گزرے تھے جس سے اس گلی میں غبار اٹھا تھا وہ غبار اب بھی گویا کہ مجھے نظر آ رہا ہے۔[5]

۱۔ اخرجه البيهقي عن عوف كذافي البداية (ج ۴ ص ۳۳۲)
۲۔ اخرجه ابن جرير عن عوف الاعرابي كذافي التفسير لابن كثير (ج ۲ ص ۳۴۵)
۳۔ اخرجه ابن اسحق رواه البيهقي من طريقه كذافي البداية (ج ۴ ص ۳۳۴)
۴۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۲۱)
۵۔ اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۱۸۲) واخرجه ابن سعد (ج ۲ ص ۷۶) عن انس نحوه

حضرت حمید بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ نے بنو قریظہ کے غزوے کے بارے میں پوری حدیث بیان کی اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہؓ نے (غزوۂ خندق سے فارغ ہو کر) ہتھیار رکھ دیئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ حضرت جبرائیلؑ کے پاس باہر تشریف لائے۔ حضرت جبرائیلؑ اپنے گھوڑے کے سینے پر سہارا لے کر کھڑے ہوئے تھے اور ان کی پلکوں پر خوب غبار پڑا ہوا تھا۔ حضورؐ نیچے تشریف لائے تو حضرت جبرائیل نے عرض کیا ہم نے تو ابھی تک ہتھیار نہیں رکھے، بنو قریظہ کی طرف تشریف لے چلیں (ان سے جنگ کرنی ہے) حضورؐ نے فرمایا میرے ساتھی تھکے ہوئے ہیں آپ انہیں چند دن کی مہلت دے دیں تو اچھا ہے۔ حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا نہیں آپ ابھی وہاں تشریف لے چلیں میں اپنے اس گھوڑے کو ان کے قلعوں میں گھسا دوں گا اور ان کے سارے قلعے گرا کر زمین کے برابر کر دوں گا، چنانچہ حضرت جبرائیلؑ اور ان کے ساتھ جتنے فرشتے تھے یہ سب وہاں سے پشت پھیر کر چلے تو انصار کے قبیلہ بنی غنم کی گلیوں میں غبار اڑنے لگا۔[۱]

فرشتوں کا مشرکوں کو قید کرنا اور ان سے جنگ کرنا

حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے جنگِ بدر کے دن بہت سے گورے چٹے آدمی دیکھے جو چتکبرے گھوڑوں پر آسمان اور زمین کے درمیان سوار تھے ان پر نشانیاں لگی ہوئی تھیں وہ بعد میں جنگ بھی کر رہے تھے اور کافروں کو قید بھی کر رہے تھے۔[۲]

حضرت براء رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرات فرماتے ہیں ایک انصاری صحابی حضرت عباسؓ کو قید کر کے لائے (حضرت عباسؓ نے اس وقت تک اپنا مسلمان ہونا ظاہر نہیں کیا تھا اس لئے وہ جنگِ بدر میں کافروں کے ساتھ تھے) حضرت عباسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! انہوں نے مجھے قید نہیں کیا بلکہ مجھے تو ایسے آدمی نے قید کیا ہے جس کے سر کا شروع کا حصہ گنجا تھا اور اس کی شکل وصورت ایسی اور ایسی تھی۔ حضور ﷺ نے ان انصاری سے فرمایا اللہ نے ایک کریم فرشتے کے ذریعہ تمہاری مدد فرمائی ہے۔[۳]

حضرت علیؓ نے غزوۂ بدر کے بارے میں ایک لمبی حدیث بیان فرمائی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ایک انصاری صحابی حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کو قید کر کے لائے۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! انہوں نے مجھے قید نہیں کیا مجھے تو اس آدمی نے قید کیا ہے جو گنجا

۱۔ عند ابن سعد ایضا (ج ۲ ص ۷۷)

۲۔ اخرجه ابن عساکر والواقدی کذافی الکنز (ج ۵ ص ۲٦۸)

۳۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ٦ ص ۷٦) رجاله رجال الصحیح. انتهی

سے گنجا تھا اس کا چہرہ سب سے زیادہ خوبصورت تھا اور چتکبرے گھوڑے پر سوار تھا اب وہ مجھے مسلمانوں میں نظر نہیں آ رہا۔ ان انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے انہیں قید کیا ہے حضورؐ نے فرمایا ارے میاں! خاموش رہو۔ اللہ نے ایک کریم فرشتے کے ذریعے تمہاری مدد فرمائی ہے۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عباسؓ کو بنو سلمہ کے حضرت ابوالیُسر کعب بن عمروؓ نے قید کیا تھا حضرت ابوالیسر ایک پست قد آدمی تھے اور حضرت عباسؓ قد آور اور بڑے ڈیل ڈول والے تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت ابوالیسرؓ سے فرمایا اے ابوالیسر! تم نے عباس کو کیسے قید کرلیا؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! انہیں قید کرنے میں ایک آدمی نے میری مدد کی ہے میں نے نہ جنگ سے پہلے اسے دیکھا ہے اور نہ اب جنگ کے بعد وہ نظر آ رہا ہے۔ اس کی شکل وصورت ایسی اور ایسی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا ایک کریم فرشتے نے اس میں تمہاری مدد کی ہے۔[2]

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں ایک مشرک آگے تھا اور ایک انصاری مسلمان اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا کہ اتنے میں اس مسلمان نے اپنے اوپر کی جانب کوڑا مارنے کی آواز سنی اور ایک گھوڑے سوار کو یہ کہتے ہوئے سنا اے حیزوم! (یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام ہے) آگے بڑھ۔ اس مسلمان نے دیکھا تو وہ مشرک پشت کے بل نیچے گرا ہوا تھا اور کوڑے کی مار سے اس کی ناک زخمی تھی اور چہرہ پھٹا ہوا تھا اور یہ سارا حصہ نیلا ہو چکا تھا۔ اس انصاری نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ واقعہ بیان کیا۔ حضورؐ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو یہ تیسرے آسمان سے مدد آئی تھی، چنانچہ مسلمانوں نے اس دن ستر کافروں کو قتل کیا اور ستر کو قید کیا۔[3] حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنی غفار کے ایک آدمی نے بیان کیا کہ میں اور میرے ایک چچازاد بھائی ہم دونوں ایک پہاڑ پر چڑھے جہاں سے ہمیں میدانِ بدر اچھی طرح نظر آ رہا تھا ہم دونوں ان دنوں مشرک تھے اور یہ انتظار کر رہے تھے کہ کسے شکست ہوتی ہے تاکہ ہم جیتنے والوں کے ساتھ مل کر لوٹ مار کریں۔ ہم ابھی پہاڑ پر تھے کہ اتنے میں ہمارے قریب سے ایک بادل گزرا جس میں سے ہمیں گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سنائی دی اور کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا اے حیزوم آگے بڑھ۔ یہ سن کر میرے چچازاد بھائی کے دل کا پردہ پھٹ گیا اور وہ وہیں مر گیا میں بھی مرنے کے قریب

۱۔ عند ابن ابی شیبۃ و احمد وابن جریر و صححہ والبیھقی فی الدلائل کما ذکرہ، فی الکنز (ج ۵ ص ۲۶۶) و عزاہ الھیثمی (ج ۶ ص ۷۵) الی احمد والبزار وقال رجال احمد رجال الصحیح غیر حارثۃ بن مضرب وھو ثقۃ

۲۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۲) و اخرجہ احمد عن ابن عباس نحوہ وزاد الحدیث بعد ذلک فی فداء العباس وغیرہ قال الھیثمی (ج ۶ ص ۸۶) وفیہ راو لم یسم وبقیۃ رجالہ ثقات و اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۶۹) عن ابن عباس بسیاق ابن سعد

۳۔ اخرجہ مسلم کذافی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۷۹) و اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ج ۲ ص ۱۷۰) عن ابن عباس فی حدیث طویل فی غزوۃ بدر نحوہ

ہو گیا تھا لیکن مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا۔ ؎۱

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ ایک غزوہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے دشمن سے مقابلہ ہوا۔ میں نے حضورؐ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا یٰمٰلِکَ یَوْمِ الدِّیْنِ o اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ o "اے روزِ جزا کے مالک! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔" میں نے دیکھا کہ دشمن کے آدمی گرتے چلے جا رہے ہیں اور فرشتے انہیں آگے سے پیچھے سے مار رہے ہیں۔ ؎۲

حضرت ابوامامہ بن سہل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے والد (حضرت سہیلؓ) نے فرمایا اے میرے بیٹے! ہم نے غزوۂ بدر میں اللہ کی غیبی نصرت کی وجہ سے اپنا یہ حال دیکھا تھا کہ ہم میں سے کوئی آدمی مشرک کے سر کی طرف اشارہ کر دیتا تو اس کا سر تلوار لگنے سے پہلے ہی جسم سے کٹ کر نیچے گر جاتا۔ ؎۳

حضرت ابوواقد لیثیؓ فرماتے ہیں میں ایک مشرک کا پیچھا کر رہا تھا تا کہ میں اس پر تلوار کا وار کروں لیکن میری تلوار اس تک پہنچنے سے پہلے ہی اس کا سر کٹ کر زمین پر گر گیا جس سے میں سمجھ گیا کہ میرے علاوہ کسی اور (نظر نہ آنے والی مخلوق یعنی فرشتے) نے اسے قتل کیا ہے۔ ؎۴

حضرت سہل بن ابی حثمہؓ فرماتے ہیں حضرت ابو بردہ حارثیؓ جنگ بدر کے دن (مشرکوں کے) تین سر اٹھائے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے جب انہیں دیکھا تو فرمایا تمہارا دایاں ہاتھ کامیاب رہا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان میں سے دو کو تو میں نے قتل کیا اور تیسرے کی صورت یہ ہوئی کہ میں نے ایک خوبصورت خوبرو اور گورا چٹا آدمی دیکھا جس نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ حضورؐ نے فرمایا وہ فلاں فرشتہ تھا۔ ؎۵

حضرت محمود بن لبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حارث بن صمہؓ نے فرمایا حضور ﷺ ایک گھاٹی میں تھے آپؐ نے مجھ سے پوچھا کیا تم نے عبدالرحمٰن بن عوف کو دیکھا؟ میں نے عرض کیا

۱؎ اخرجه ابو نعيم ايضا   ۲؎ اخرجه ابو نعيم فى الدلائل (ص ۱۶۴)

۳؎ اخرجه البيهقى كذافى البداية (ج ۳ ص ۲۸۱) و اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۴۰۹) عن ابى امامة مثله الا ان فى روايته وان احد نايشير بسيفه قال الحاكم صحيح الاسناد ولم يخرجاه و صححه الذهبى و اخرجه الطبرانى عن ابى امامة نحو رواية الحاكم قال الهيثمى (ج ۶ ص ۸۴) وفيه محمد بن يحيى الاسكندرانى قال ابن يونس روى مناكير   ۴؎ اخرجه ابن اسحاق كذافى البداية (ج ۳ ص ۲۸۱) و اخرجه احمد عن ابى داؤد المازنى و كان شهد بدرا قال انى لاتبع فذكر نحوه قال الهيثمى (ج ۶ ص ۸۳) وفيه رجل لم يسم و اخرجه ابو نعيم فى الدلائل (ص ۱۷۰) عن ابى داؤد المازنى نحوه وفى رواية انى لاتبع رجلا من المشركين يوم بدر   ۵؎ اخرجه الطبرانى فى الاوسط قال الهيثمى (ج ۶ ص ۸۳) وفيه عبدالعزيز بن عمران وهو ضعيف. انتهى

جی ہاں، یارسول اللہ! میں نے انہیں پہاڑ کے دامن میں دیکھا تھا اور کافروں کی ایک فوج نے ان پر حملہ کیا ہوا تھا اس لئے میں نیچے اترنے لگا (تاکہ ان کی مدد کروں) لیکن راستہ میں آپؐ مجھے نظر آ گئے تو میں انہیں چھوڑ کر آپؐ کے پاس آ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا غور سے سنو! فرشتے ان کے ساتھ مل کر کافروں سے جنگ کر رہے ہیں۔ حضرت حارثؓ کہتے ہیں میں وہاں سے حضرت عبدالرحمٰنؓ کی طرف چل پڑا۔ میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ مشرکوں کا لشکر جا چکا ہے اور حضرت عبدالرحمٰنؓ کے چاروں طرف سات مشرک قتل ہوئے پڑے ہیں۔ میں نے کہا آپ کا دایاں ہاتھ کامیاب ہو گیا کیا آپ نے اکیلے ان سب کو قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ ارطات بن عبد شرجیل اور یہ کافر ان دو کو تو میں نے قتل کیا ہے اور باقی ان پانچ کو اس شخص نے قتل کیا ہے جو مجھے نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ کہا۔[1]

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا حضور ﷺ مکہ میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے وہ پیچھے سے اشارہ کر کے حضورؐ کے بارے میں کہنے لگے یہ وہ آدمی ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نبی ہے اور اس وقت حضورؐ کے ساتھ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی تھے۔ حضرت جبرائیلؑ نے ان کافروں کی طرف انگلی سے اشارہ کیا تو ایک دم ان کے جسم پر ناخن جیسے نشان پڑ گئے جو بعد میں زخم بن گئے اور سڑ گئے جس سے ان میں بدبو پیدا ہو گی اور اس وجہ سے کوئی بھی ان کے قریب نہ جا سکا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ (سورت حجر آیت ۹۵) ''یہ لوگ جو ہنستے ہیں (اور) اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود قرار دیتے ہیں ان سے آپ کے لئے ہم کافی ہیں۔[2]

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ تو یہ ہنسنے والے اور مذاق اڑانے والے کافر ولید بن مغیرہ، اسود بن عبدالغیوث، اسود بن مطلب ابوزمعہ جو کہ قبیلہ بنو اسد بن عبدالعزیٰ میں سے تھا، حارث بن عبطل سہمی اور عاصی بن وائل تھے۔ حضرت جبرائیلؑ حضور ﷺ کے پاس آئے تو حضورؐ نے ان سے کافروں کی شکایت کی۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا آپ مجھے یہ لوگ دکھا دیں۔ چنانچہ حضورؐ نے انہیں ولید بن مغیرہ دکھایا حضرت جبرائیلؑ نے ولید کے بازو کی بڑی رگ کی طرف بس ایک اشارہ ہی کیا حضورؐ نے فرمایا آپ نے تو کچھ بھی نہیں کیا؟ حضرت جبرائیلؑ نے کہا اب آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں میں نے اس کی سزا کا انتظام کر دیا ہے۔ پھر حضورؐ نے انہیں حارث بن عبطل سہمی دکھایا۔ حضرت جبرائیلؑ نے اس کے پیٹ

۱۔ اخرجه الطبرانی و البزار قال الهیثمی (ج ٦ ص ١١٤) وفیه عبدالعزیز بن عمران وهو ضعیف. انتهی واخرجه ایضا ابن منده و ابونعیم عن الحارث بن الصمة نحوه کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۷٦) وزاد فیه فهویت الیه لا منعه وفی روایة فاجده بین نضر سبعة صرعی وفی روایة وهذان

۲۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۷ ص ٤٦) رواه الطبرانی فی الاوسط والبزار بنحوه وفیه یزید بن درهم ضعفه ابن معین و وثقه الفلاس. انتهی

کی طرف اشارہ کیا حضورؐ نے فرمایا آپ نے کچھ تو کیا ہے نہیں؟ حضرت جرائیلؑ نے کہا اب آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں میں نے اس کا انتظام کر دیا ہے پھر حضورؐ نے عاصی بن وائل دکھایا حضرت جرائیلؑ نے اس کے تلوے کی طرف اشارہ کیا۔ حضورؐ نے فرمایا آپ نے کچھ تو کیا ہے نہیں؟ حضرت جرائیلؑ نے کہا اب آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں، میں نے اس کا انتظام کر دیا ہے، چنانچہ ولید بن مغیرہ کا یہ ہوا کہ وہ قبیلہ خزاعہ کے ایک آدمی کے پاس سے گزرا جو اپنا تیر چھیل رہا تھا وہ تیر ولید کے بازو کی بڑی رگ کو لگ گیا جس سے وہ رگ کٹ گئی اور اسود بن مطلب اندھا ہو گیا بعض کہتے ہیں ویسے ہی اندھا ہو گیا بعض کہتے ہیں وہ ایک درخت کے نیچے اترا وہ کہنے لگا اے میرے بیٹو! کیا تم مجھ سے ہٹاتے نہیں میں تو ہلاک ہو گیا میری آنکھوں میں کانٹے چبھ رہے ہیں اس کے بیٹوں نے کہا ہمیں تو کچھ نظر نہیں آ رہا۔ کچھ دیر اسے یوں ہی کانٹے چبھتے رہے پھر اس کی دونوں آنکھیں اندھی ہو گئیں اور اسود بن عبد یغوث کے سر میں پھوڑے نکل آئے جن سے وہ مر گیا اور حارث بن عیطل کے پیٹ میں صفراء یعنی زرد پانی کا زور ہو گیا آخر پاخانہ منہ کے راستے سے آنے لگا جس سے وہ مر گیا اور عاصی بن وائل چلا جا رہا تھا اس کے پاؤں میں شبرقہ نامی کانٹے دار جھاڑی کا کانٹا لگ گیا جس سے اس کا پاؤں سوج گیا اور وہ مر گیا۔[1]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ایک صحابی کی کنیت ابو معلق تھی اور وہ تاجر تھے اپنے اور دوسروں کے مال سے تجارت کیا کرتے تھے اور وہ بہت عبادت گزار اور پرہیزگار تھے۔ ایک مرتبہ وہ سفر میں گئے انہیں راستہ میں ایک ہتھیاروں سے مسلح ڈاکو ملا اس نے کہا اپنا سارا سامان یہاں رکھ دو میں تمہیں قتل کروں گا۔ اس صحابی نے کہا تم نے مال لینا ہے وہ لے لو ڈاکو نے کہا نہیں میں تو تمہارا خون بہانا چاہتا ہوں۔ اس صحابی نے کہا مجھے ذرا مہلت دو میں نماز پڑھ لوں۔ اس نے کہا جتنی پڑھنی ہے پڑھ لو، چنانچہ انہوں نے وضو کر کے نماز پڑھی اور یہ دعا تین مرتبہ مانگی یاودود یاذا العرش المجید یافعالا لما یرید اسئلک بعزتک التی لاترام و ملکک الذی لایضام و بنورک الذی ملأ ارکان عرشک ان تکفینی شر ھذا اللص یامغیث اغثنی "اے بہت محبت کرنے والے! اے بڑے عرش والے! اے ہر اس کام کو کر لینے والے جس کا تو ارادہ کر لے! میں تیری اس عزت کے واسطے سے جس کو کوئی مانگنے کا سوچ بھی نہیں سکتا اور تیری اس بادشاہت کے واسطے سے جس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور تیرے اس نور کے واسطے سے جس نے تیرے عرش کے تمام کونوں کو بھرا ہوا ہے۔ یہ سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے اس ڈاکو کے شر سے بچا لے، اے فریاد رس میری فریاد کو پہنچ۔" تو اچانک ایک گھوڑے سوار نمودار ہوا جس

---

[1] عند الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۷ ص ۴۷) وفیه محمد بن عبدالحکم النیسابوری ولم اعرفه و بقیة رجاله ثقات. انتهی.

کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا جسے اٹھا کر اس نے اپنے گھوڑے کے کانوں کے درمیان بلند کیا ہوا تھا اس نے اس ڈاکو کو نیزہ مار کر قتل کر دیا پھر وہ اس تاجر کی طرف متوجہ ہوا تاجر نے پوچھا تم کون ہو؟ اللہ نے تمہارے ذریعے سے میری مدد فرمائی ہے۔ اس نے کہا میں چوتھے آسمان کا فرشتہ ہوں۔ جب آپ نے (پہلی مرتبہ) دعا کی تو میں نے آسمان کے دروازوں کی کھڑکھڑاہٹ سنی۔ جب آپ نے دوبارہ دعا کی تو میں نے آسمان والوں کی چیخ و پکار سنی پھر آپ نے تیسری مرتبہ دعا کی تو کسی نے کہا یہ ایک مصیبت زدہ کی دعا ہے میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اس ڈاکو کو قتل کرنے کا کام میرے ذمہ کر دیں پھر اس فرشتے نے کہا آپ کو خوشخبری ہو کہ جو آدمی بھی وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھے اور پھر یہ دعا مانگے اس کی دعا ضرور قبول ہوگی چاہے وہ مصیبت زدہ ہو یا نہ ہو۔[1]

حضرت لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت زید بن حارثہؓ نے اپنا قصہ اس طرح سنایا کہ میں نے طائف میں ایک آدمی سے کرایہ پر خچر لیا کرایہ پر دینے والے نے یہ شرط لگائی کہ وہ راستہ میں جس منزل پر چاہے گا مجھے ٹھہرائے گا، چنانچہ وہ مجھے ایک ویرانے کی طرف لے کر چل پڑا اور وہاں پہنچ کر اس نے کہا یہاں اتر جاؤ میں وہاں اتر گیا تو دیکھا کہ بہت سے لوگ وہاں قتل ہوئے پڑے تھے۔ جب وہ مجھے قتل کرنے لگا تو میں نے کہا مجھے ذرا دو رکعت نماز پڑھنے دو اس نے کہا پڑھ لو تم سے پہلے ان لوگوں نے بھی نماز پڑھی تھی لیکن نماز سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔ جب میں نماز پڑھ چکا تو وہ مجھے قتل کرنے کے لئے آگے بڑھا تو میں نے کہا یا ارحم الراحمین! تو اس نے ایک آواز سنی کہ اسے قتل نہ کرو۔ وہ ایک دم ڈر گیا اور اس آواز والے کو تلاش کرنے گیا تو اسے کوئی نظر نہ آیا وہ واپس آیا تو میں نے اونچی آواز سے کہا یا ارحم الراحمین! اس طرح تین مرتبہ ہوا پھر اچانک گھوڑے پر ایک سوار نمودار ہوا اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک نیزہ تھا اس نیزے کے سر سے آگ کا شعلہ نکل رہا تھا۔ اس سوار نے اس کو اس زور سے نیزہ مارا کہ پار ہو کر کمر کی طرف نکل آیا اور وہ مر کر زمین پر گر گیا پھر مجھ سے کہا جب تم نے پہلی مرتبہ یا ارحم الراحمین! کہہ کر پکارا تھا تو اس وقت میں ساتویں آسمان پر تھا۔ جب تم نے دوبارہ پکارا تھا تو میں آسمان دنیا پر تھا جب تم نے تیسری بار پکارا تھا تو میں آپ کے پاس پہنچ گیا۔[2]

صحابہ کرامؓ کا فرشتوں کو دیکھنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے کسی شخص کی آواز سنی تو آپؐ جلدی سے اٹھے اور گھر کے باہر اس کے پاس گئے۔ میں بھی دیکھنے کے لئے آپؐ کے پیچھے گئی تو

۱۔ اخرجہ ابن ابی الدنیا و اخرجہ ابو موسیٰ فی کتاب ابو ظاتف بتمامہ کذا فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۱۸۲)

۲۔ اخرجہ ابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۱ ص ۵۴۸)

میں نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے ترکی گھوڑے کی گردن کے بالوں پر سہارا لگائے کھڑا ہے۔ جب میں نے ذرا غور سے دیکھا تو ایسے لگا کہ یہ حضرت دحیہ کلبیؓ ہیں اور وہ پگڑی باندھے ہوئے ہیں جس کا شملہ ان کے کندھوں کے درمیان لٹکا ہوا ہے۔ جب حضورؐ میرے پاس اندر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ آپؐ بہت تیزی سے اٹھ کر باہر گئے تھے میں نے بھی باہر جا کر دیکھا تو وہ حضرت دحیہ کلبیؓ تھے (ان کی وجہ سے آپ کو اتنی جلدی کرنے کی ضرورت نہیں تھی) حضورؐ نے فرمایا کیا تم نے انہیں دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا یہ حضرت جبرائیلؑ تھے انہوں نے مجھے کہا ہے کہ میں بنو قریظہ پر حملہ کرنے کے لئے چلوں۔[1] حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ بنو قریظہ کے بارے میں لمبی حدیث بیان کرتے ہیں جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ نبی کریمؐ بنو قریظہ تشریف لے چلے تو راستہ میں نبی کریم ﷺ کا صحابہ کرامؓ کی کئی مجلسوں پر گزر ہوا۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا کیا ابھی تمہارے پاس سے کوئی گزرا ہے؟ ان سب نے کہا جی ہاں! ابھی حضرت دحیہ کلبیؓ گزرے تھے جو سفید خچر پر سوار تھے ان کے نیچے ایک ریشمی چادر بھی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا وہ حضرت دحیہؓ نہیں تھے بلکہ حضرت جبرائیلؑ تھے جنہیں بنو قریظہ اس لئے بھیجا ہے تاکہ وہ ان کے قلعوں کو ہلا کر ان کے دلوں میں رعب ڈال دیں۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ ایک مرتبہ ایک انصاری کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ جب حضورؐ ان کے گھر کے قریب پہنچے تو حضورؐ نے سنا کہ وہ انصاری گھر کے اندر کسی سے بات کر رہے ہیں جب حضورؐ اجازت لے کر اندر تشریف لے گئے تو آپ کو وہاں کوئی نظر نہ آیا۔ آپؐ نے ان سے پوچھا ابھی میں سن رہا تھا کہ تم کسی سے باتیں کر رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! لوگوں نے میرے بخار کی وجہ سے جو باتیں کیں ان سے مجھے بہت غم و صدمہ ہوا اس وجہ سے میں اندر آ گیا پھر میرے پاس اندر ایک آدمی آیا آپ کے بعد میں نے ایسا کوئی آدمی نہیں دیکھا جو اس سے زیادہ عمدہ مجلس والا اور زیادہ اچھی بات والا ہو۔ حضورؐ نے فرمایا یہ حضرت جبرائیلؑ تھے اور تم میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم ضرور پوری کر دے۔[3]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں اپنے والد کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپؐ کے پاس ایک آدمی تھا جو آپؐ کے کان میں چپکے چپکے باتیں کر رہا تھا جس کی وجہ سے آپؐ نے میرے والد سے اعراض کئے رکھا۔ جب ہم حضورؐ کے پاس سے باہر آئے تو میرے والد

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الدلائل (ص ۱۸۲) و اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۲۵۰) عن عائشة نحوه
۲۔ اخرجه ابو نعيم (ص ۱۸۲)　　۳۔ اخرجه البزار و الطبراني قال الهيثمي (ج ۱۰ ص ۴۱) رواه البزار و الطبراني في الكبير والا وسط و اسانيد هم حسنة. انتهى

نے کہا اے میرے بیٹے! کیا تم نے اپنے چچازاد بھائی کو نہیں دیکھا کہ انہوں نے مجھ سے اعراض کئے رکھا۔ میں نے کہا ان کے پاس تو ایک آدمی تھا جو ان کے کان میں چپکے چپکے باتیں کر رہا تھا۔ ہم پھر دوبارہ حضورؐ کی خدمت میں گئے میرے والد نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اپنے بیٹے عبداللہ سے یہ اور یہ بات کہی اس نے مجھے بتایا کہ آپ کے پاس ایک آدمی تھا جو آپؐ کے کان میں چپکے چپکے باتیں کر رہا تھا تو کیا آپ کے پاس کوئی تھا؟ حضورؐ نے فرمایا اے عبداللہ! کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! حضورؐ نے فرمایا یہ حضرت جبرائیلؑ تھے ان ہی وجہ سے میں آپ کی طرف متوجہ نہ ہو سکا۔[۱] حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا حضرت عباسؓ نے مجھے کسی کام سے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ حضورؐ کے پاس کوئی آدمی بیٹھا ہوا تھا، اس لئے میں نے حضورؐ سے کوئی بات نہ کی بلکہ ویسے ہی واپس آ گیا بعد میں حضورؐ نے پوچھا کیا تم نے اس آدمی کو دیکھا تھا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا یہ حضرت جبرائیلؑ تھے۔ اس کے بعد حضورؐ نے میرے بارے میں فرمایا انہیں علم خوب دیا جائے گا لیکن مرنے سے پہلے ان کی بینائی جاتی رہے گی (چنانچہ بعد میں اللہ نے ایسے ہی کیا)۔[۲]

حضرت عروہ بن رویمؒ کہتے ہیں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے صحابہؓ میں سے تھے بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور چاہتے تھے کہ انہیں موت آ جائے، اس لئے یہ دعا کرتے تھے اے اللہ! میری عمر بڑی ہو گئی اور میری ہڈیاں پتلی اور کمزور ہو گئیں لہٰذا مجھے اپنے پاس اٹھا لے۔ حضرت عرباضؓ فرماتے ہیں ایک دن میں دمشق کی مسجد میں تھا وہاں مجھے ایک نوجوان نظر آیا جو بہت حسین و جمیل تھا۔ اس نے سبز جوڑا پہنا ہوا تھا۔ اس نے کہا آپ یہ کیا دعا کرتے ہیں؟ میں نے اس سے کہا اے میرے بھتیجے! پھر میں کیا دعا کروں؟ اس نے کہا یہ دعا کریں اے اللہ! میرے عمل اچھے کر دے اور مجھے موت تک پہنچا دے۔ میں نے کہا اللہ تم پر رحم کرے تم کون ہو؟ اس نے کہا میں ربیائیل (وہ فرشتہ) ہوں جو مومنوں کے دلوں سے تمام غم نکالتا ہوں۔[۳]

فرشتوں کا صحابہ کرامؓ کو سلام کرنا اور ان سے مصافحہ کرنا

حضرت مطرف بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمران بن حصینؓ نے مجھ سے فرمایا اے مطرف! یہ بات جان لو کہ فرشتے میرے سر کے پاس اور میرے کمرے کے پاس اور حطیم کعبہ کے پاس آ کر مجھے سلام کیا کرتے تھے اور اب میں نے اپنے آپ کو (علاج کے لئے) لوہے سے

۱۔ اخرجه الطبرانی و احمد قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲۷۶) رواه احمد و الطبرانی فی باسانید و رجاله رجال الصحیح. انتهی ۲۔ عند الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲۷۷) رواه الطبرانی باسانید و رجاله ثقات. ۳۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۸۴) وعروة وثقه غیر واحد و سعید بن مقلاص لم اعرفه وبقیة رجاله رجال الصحیح. انتهی

داغ دیا تو یہ بات جاتی رہی، چنانچہ جب ان کے زخم ٹھیک ہو گئے تو مجھ سے فرمایا اے مطرف! جان لو کہ جو بات جاتی رہی تھی وہ اب پھر دوبارہ شروع ہوگئی ہے لیکن اے مطرف! میرے مرنے تک میرا یہ راز چھپائے رکھنا۔[1]

حضرت مطرف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمران بن حصینؓ نے مجھ سے فرمایا کیا تمہیں پتہ چلا کہ فرشتے مجھے سلام کیا کرتے تھے؟ لیکن جب میں نے اپنے آپ کو داغ دیا تو پھر سلام کا یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔ میں نے کہا وہ فرشتے آپ کے سر کی طرف سے آتے تھے یا پیروں کی طرف سے انہوں نے فرمایا نہیں۔ وہ تو سر کی طرف سے آتے تھے میں نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ آپ کے مرنے سے پہلے یہ سلسلہ پھر شروع ہو جائے گا کچھ عرصہ کے بعد مجھ سے انہوں نے فرمایا کیا تمہیں پتہ چلا کہ سلام کا سلسلہ پھر شروع ہوگیا ہے؟ اس کے چند دن بعد ہی ان کا انتقال ہوگیا۔[2]

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فرشتے حضرت عمران بن حصینؓ سے مصافحہ کیا کرتے تھے لیکن جب انہوں نے اپنے آپ کو داغ دیا تو فرشتے ہٹ گئے۔[3]

صحابہ کرامؓ کا فرشتوں سے گفتگو کرنا

حضرت سلمہ بن عطیہ اسدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک آدمی کی عیادت کے لئے گئے وہ نزع کی حالت میں تھا تو حضرت سلمانؓ نے فرمایا اے فرشتے! ان کے ساتھ نرمی کرو اس بیمار آدمی نے کہا وہ فرشتہ کہہ رہا ہے میں ہر مومن کے ساتھ نرمی کرتا ہوں۔[4]

صحابہ کرامؓ کا فرشتوں کی باتیں سننا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا میں مسجد میں جاؤں گا اور اللہ کی ایسی تعریف کروں گا کہ ویسی کسی نے نہیں کی ہوگی چنانچہ جب وہ نماز پڑھ کر اللہ کی حمد وثناء بیان کرنے کے لئے بیٹھے تو انہوں نے اچانک اپنے پیچھے سے ایک بلند آواز سنی کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں اور ساری بادشاہت تیری ہے اور ساری خیریں تیرے ہاتھ میں ہیں اور سارے چھپے اور پوشیدہ امور تیری طرف ہی لوٹتے ہیں ساری تعریفیں تیرے لئے ہیں تو ہر چیز پر قادر ہے میرے پچھلے سارے گناہ معاف فرما اور آئندہ زندگی میں ہر گناہ اور ہر ناگواری سے میری حفاظت فرما اور ان پاکیزہ اعمال کی مجھے توفیق عطا فرما جن سے تو مجھ سے راضی ہو جائے اور میری توبہ قبول فرما۔ حضرت ابیؓ نے حضور ﷺ کی

۱۔ اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۴۷۲) ۲۔ عند ابن سعد (ج ۴ ص ۲۸۹)

۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۲۸۸) ۴۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۰۴)

خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصہ سنایا آپ نے فرمایا یہ حضرت جبرائیلؑ تھے۔[1]

فرشتوں کا صحابہ کرامؓ کی زبان پر بولنا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جس نے عمر (رضی اللہ عنہ) سے بغض کیا اس نے مجھ سے بغض کیا اور جس نے عمرؓ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور عرفات کی شام کو اللہ نے مسلمانوں پر عام طور سے فخر کیا لیکن عمرؓ پر خاص طور سے فخر کیا اور اللہ نے جو نبی بھی بھیجا اس کی امت میں ایک محدث ضرور پیدا کیا اور اگر میری امت میں کوئی محدث ہوگا تو وہ عمرؓ ہوں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! محدث کون ہوتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا جس کی زبان پر فرشتے بات کرتے ہیں۔[2]

حضرت انس بن حلیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں فارس والے ہم سے شکست کھا کر بہر سیر قلعہ کے اندر چلے گئے تھے اور ہم نے بہر سیر کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو بادشاہ کے قاصد نے قلعہ کے اوپر سے جھانک کر ہمیں کہا بادشاہ آپ لوگوں سے کہہ رہا ہے کیا آپ لوگ اس شرط پر صلح کرنے کے لئے تیار ہیں کہ دریائے دجلہ کا جو کنارہ ہماری طرف ہے وہاں سے لے کر ہمارے پہاڑ تک کی جگہ ہماری ہو اور دوسرے کنارے سے لے کر تمہارے پہاڑ تک کی جگہ تمہاری ہو؟ کیا ابھی تک تمہارا پیٹ نہیں بھرا؟ اللہ کبھی تمہارا پیٹ نہ بھرے تو حضرت ابو مفزر اسود بن قطبہ لوگوں سے آگے بڑھے اور اللہ نے ان سے ایسی بات کہلوادی جس کا نہ انہیں پتہ چلا کہ انہوں نے کیا کہا ہے اور نہ ہمیں۔ وہ قاصد واپس چلا گیا اور ہم نے دیکھا کہ وہ ٹکڑیاں بن کر بہر سیر سے مدائن شہر جا رہے ہیں۔ ہم نے کہا اے ابو المفزر! آپ نے اسے کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے مجھے کچھ پتہ نہیں میں نے کیا کہا تھا مجھے تو بس اتنا پتہ ہے کہ اس وقت مجھ پر خاص قسم کا سکینہ نازل ہوا تھا اور مجھے امید ہے کہ مجھ سے خیر کی بات کہلوائی گئی ہے۔ لوگ باری باری آکر ان سے یہ بات پوچھتے رہے یہاں تک کہ حضرت سعدؓ نے اس بارے میں سنا وہ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے ابو مفزر! تم نے کیا کہا تھا؟ اللہ کی قسم! وہ تو سارے بھاگ رہے ہیں۔ حضرت ابو مفزر نے انہیں بھی وہی جواب دیا جو ہمیں دیا تھا پھر حضرت سعدؓ نے لوگوں میں (قلعہ پر حملہ کرنے کا) اعلان کرایا اور ان کو لے کر صف آراء ہو گئے اور منجنیقیں قلعہ پر مسلسل پتھر پھینکنے لگیں اس پر قلعہ کی دیوار پر کوئی آدمی ظاہر نہ ہوا اور نہ ہی شہر میں سے نکل کر کوئی باہر آیا بس

---

[1] اخرجه ابن ابی الدنیا فی کتاب الذکر کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۱۰۱)

[2] اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ۹ ص ۶۹) وفیه ابو سعد خادم الحسن البصری و لم اعرفه و بقیة رجاله ثقات. انتهی

ایک آدمی امان پکارتا ہوا باہر آیا ہم نے اسے امان دی اس نے کہا اب اس شہر میں کوئی نہیں رہا تو تم کیوں رکے ہوئے ہو؟ اس پر لشکر والے دیوار پھاند کر اندر چلے گئے اور ہم نے اسے فتح کر لیا اس میں نہ کوئی چیز ملی اور نہ کوئی انسان۔ بس شہر سے باہر چند آدمی ملے جنہیں ہم نے قید کر لیا ہم نے ان لوگوں سے اور امن لینے والے آدمی سے پوچھا کہ یہ سب لوگ کیوں بھاگ گئے؟ انہوں نے کہا بادشاہ نے قاصد بھیجا تھا جس نے آپ لوگوں کو صلح کی پیش کش کی آپ لوگوں نے اسے یہ جواب دیا کہ ہماری اور تمہاری صلح تب ہو گی جب ہم افریذین شہر کے شہد کو کوثی شہر کے ترنج کے ساتھ ملا کر کھالیں گے اس پر بادشاہ نے کہا ہائے ہماری بربادی! غور سے سنو! فرشتے ان کی زبانوں پر بولتے ہیں اور عربوں کی طرف سے ہمیں جواب دیتے ہیں اللہ کی قسم! اگر فرشتہ اس آدمی کی زبان پر نہیں بھی بولا تو بھی یہ جواب ایسا ہے جو اللہ کی طرف سے اس کی زبان پر جاری کیا گیا ہے تا کہ ہم ان کے مقابلہ سے باز آجائیں اس پر سارے شہر والے دور والے شہر مدائن چلے گئے۔[1]

صحابہ کرامؓ کے قرآن کو سننے کے لئے فرشتوں کا اترنا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک رات حضرت اسید بن حضیرؓ اپنے کھلیان میں قرآن پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں ان کا گھوڑا بدکنے لگا۔ وہ رک گئے تو گھوڑا بھی رک گیا۔ انہوں نے دوبارہ پڑھنا شروع کیا تو وہ پھر بدکنے لگا وہ رک گئے تو گھوڑا بھی رک گیا۔ انہوں نے پھر تیسری مرتبہ پڑھنا شروع کیا تو وہ پھر بدکنے لگا۔ حضرت اسیدؓ فرماتے ہیں مجھے ڈر ہوا کہ کہیں یہ گھوڑا (میرے بیٹے) یحییٰ کو نہ روند ڈالے میں کھڑا ہو کر گھوڑے کے پاس گیا تو مجھے اپنے سر کے اوپر ایک سائبان نظر آیا جس میں بہت سے چراغ تھے پھر اس سائبان نے آسمان پر چڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے صبح حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! آج آدھی رات کو میں اپنے کھلیان میں قرآن پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں میرا گھوڑا بدکنے لگا۔ حضور! نے فرمایا تم اپنے معمول کے مطابق آدھی رات کو قرآن پڑھتے ہو۔ میں نے اگلی رات پھر قرآن پڑھا وہ گھوڑا پھر بدکا۔ میں نے حضورؐ سے عرض کیا۔ حضورؐ نے فرمایا پڑھتے رہو اے ابن حضیر! میں نے پھر پڑھا وہ پھر بدکا۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابن حضیر! پڑھتے رہو۔ یحییٰ گھوڑے کے قریب تھا تو مجھے ڈر ہوا کہ کہیں گھوڑا اسے روند نہ ڈالے اس لئے میں نے قرآن پڑھنا چھوڑ دیا تو مجھے سائبان سا نظر آیا جس میں بہت سے چراغ تھے وہ آسمان میں چڑھنے لگا یہاں تک کہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ فرشتے تھے جو تمہارا قرآن سننے آئے

---

[1] اخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ٣ ص ١١٨)

تھے۔ اگر تم قرآن پڑھتے رہتے تو صبح کو سارے لوگ ان فرشتوں کو دیکھتے اور یہ فرشتے ان لوگوں سے چھپ نہ سکتے۔[1] حاکم کی روایت میں ہے کہ حضرت اسیدؓ فرماتے ہیں میں نے ادھر دیکھا تو مجھے چراغ کی مانند بہت سی چیزیں نظر آئیں جو زمین و آسمان کے درمیان لٹکی ہوئی تھیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اسے دیکھ کر میرے بس میں نہ رہا کہ میں آگے پڑھوں حضورؐ نے فرمایا یہ فرشتے تھے جو تمہارے قرآن پڑھنے کی وجہ سے اترے تھے۔ اگر تم آگے پڑھتے رہتے تو بہت سے عجائبات دیکھتے۔[2] ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا یہ فرشتے تمہاری آواز کی وجہ سے اتنے قریب آئے تھے اور اگر تم پڑھتے رہتے تو صبح کو لوگ ان کو دیکھتے اور یہ ان سے چھپ نہ سکتے۔

فرشتوں کا صحابہ کرامؓ کے جنازوں کو خود غسل دینا

حضرت محمود بن لبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جنگ احد کے دن قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے حضرت حنظلہ بن ابی عامرؓ کا اور حضرت ابوسفیان بن حربؓ کا (جو کہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) مقابلہ ہوا جب حضرت حنظلہؓ حضرت ابوسفیانؓ پر غالب آ گئے تو شداد بن اسود جسے ابن شعوب کہا جاتا تھا، نے دیکھا کہ حضرت حنظلہ حضرت ابوسفیانؓ پر چڑھ بیٹھے ہیں تو اس نے تلوار کے وار سے حضرت حنظلہؓ کو شہید کر دیا۔ جنگ کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا تمہارے اس ساتھی کو یعنی حضرت حنظلہؓ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ ان کے گھر والوں سے پوچھو کہ کیا بات ہے۔ ان کی بیوی سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا جونہی انہوں نے مسلمانوں کی شکست کی آواز سنی تھی اسی وقت گھر سے چل پڑے تھے اور اس وقت انہیں نہانے کی حاجت تھی۔ حضورؐ نے فرمایا اسی وجہ سے فرشتوں نے انہیں غسل دیا ہے۔[3]

حضرت محمود بن لبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب غزوۂ خندق کے دن حضرت سعدؓ کے بازو کی رگ میں تیر لگنے سے زخم ہو گیا تو وہ بہت زیادہ بیمار ہو گئے۔ اس لئے انہیں رفیدہ نامی عورت کے پاس منتقل کر دیا گیا آگے اور بھی حدیث ذکر کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ ان کے انتقال کی

۱۔ اخرجه بخاری و مسلم واللفظ له ۲۔ اخرجه الحاكم بنحوه باختصار وقال صحيح على شرط مسلم كذافى الترغيب (ج ۲ ص ۱۳) واخرجه ابن حبان والطبرانى والبيهقى عن اسيد بن حضير نحو رواية الحاكم كما فى الكنز (ج ۷ ص ۷) واخرجه ايضا ابو عبيد فى فضائله و احمد و البخارى معلقا والنسائى وغيرهم عنه مختصرا۔

۳۔ اخرجه ابونعيم فى الحلية (ج ۱ ص ۳۵۷) و اخرجه ابن اسحق المغازى عن عاصم بن عمرو اخرج السراج من طريق ابن اسحق ايضا عن يحيىٰ بن عباد بن عبدالله بن زبير عن ابيه عن جده نحوه كما فى الاصابة (ج ۱ ص ۳۶۱) واخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۲۰۴) من طريق ابن اسحق عن يحيىٰ بن عباد بن عبدالله عن ابيه عن جده بمعناه وقال هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه

خبر پر حضورﷺ تشریف لے گئے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ چل پڑے۔ آپؐ اتنی تیزی سے چلے کہ ہماری جوتیوں کے تسمے ٹوٹنے لگے اور ہمارے کندھوں سے چادریں گرنے لگیں۔ صحابہؓ نے بطور شکایت عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ نے تیز چل کر ہمیں تھکا دیا۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ جیسے فرشتوں نے حضرت حنظلہؓ کو غسل دے دیا تھا کہیں ان کو بھی فرشتے ہم سے پہلے غسل نہ دے دیں۔[1]

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضورﷺ سو گئے جب آپؐ بیدار ہوئے تو آپ کے پاس حضرت جبرائیلؑ یا کوئی اور فرشتہ آیا اور اس نے کہا آپ کی امت میں سے آج رات کون فوت ہوا ہے جن کے مرنے پر آسمان والے خوش ہو رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا اور تو مجھے کوئی معلوم نہیں، البتہ سعدؓ رات کو بہت بیمار تھے۔ سعدؓ کا کیا ہوا؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کا انتقال ہو گیا تھا ان کی قوم کے لوگ انہیں اٹھا کر اپنے محلّہ میں لے گئے ہیں حضورؐ نے فجر کی نماز پڑھائی پھر حضرت سعدؓ کی طرف تشریف لے چلے۔ آپؐ کے ساتھ صحابہؓ بھی تھے آپ اتنے تیز چلے کہ صحابہؓ کو دقت پیش آنے لگی اور تیزی کی وجہ سے ان کے جوتوں کے تسمے ٹوٹ گئے اور ان کی چادریں کندھوں سے گرنے لگیں۔ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے تو لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا۔ آپؐ نے فرمایا مجھے یہ ڈر ہے کہ جیسے فرشتوں نے ہم سے پہلے حنظلہ کو غسل دے دیا تھا کہیں ان کو بھی نہ دے دیں۔[2]

فرشتوں کا صحابہ کرامؓ کے جنازوں کا اکرام کرنا

جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد شہید ہوئے تو وہ ان کے چہرے سے کپڑا ہٹا کر رونے لگے۔ لوگوں نے انہیں منع کیا تو حضورﷺ نے فرمایا تم اپنے والد کو روؤ یا نہ روؤ تمہاری مرضی ہے لیکن (اللہ کے ہاں ان کا اتنا بڑا درجہ ہے کہ) آپ لوگوں کے اٹھانے تک فرشتے ان پر اپنے پروں سے سایہ کرتے رہے۔[3] حضرت جابرؓ کی دوسری روایت میں بھی یہی ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا جنازے کے اٹھانے تک فرشتے اپنے پروں سے ان پر سایہ کرتے رہے۔[4]

حضرت سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ دروازے پر تھے اور حضورﷺ بھی تھے ہمارا ارادہ تھا کہ جب حضورؐ اندر تشریف لے جائیں گے تو ہم بھی آپؐ کے پیچھے اندر چلے جائیں گے اندر کمرے میں صرف حضرت سعدؓ تھے جنہیں کپڑے سے ڈھکا ہوا تھا اور کوئی بھی نہیں تھا۔ آپؐ اندر تشریف لے گئے تو میں نے دیکھا کہ آپؐ بہت آہستہ آہستہ قدم رکھ رہے ہیں اور

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۴۲۷)
۲۔ اخرجه ایضا (ج ۳ ص ۴۲۳)
۳۔ اخرجه الشیخان کذافی البدایة (ج ۴ ص ۴۴)
۴۔ عند ابن سعد (ج ۳ ص ۵۶۱)

ایسے چل رہے ہیں کہ گویا کسی کی گردن پھلانگ رہے ہیں یہ دیکھ کر میں رک گیا اور حضورؐ نے مجھے اشارے سے فرمایا ٹھہر جاؤ۔ میں خود بھی رک گیا اور جو میرے پیچھے تھے ان کو بھی روک دیا۔ حضورؐ کچھ دیر وہاں بیٹھے پھر باہر تشریف لے آئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے تو اندر کوئی نظر نہیں آ رہا تھا لیکن آپ آہستہ آہستہ اس طرح چل رہے تھے کہ جیسے آپ کسی کی گردن پھلانگ رہے ہوں حضورؐ نے فرمایا اندر فرشتے بہت زیادہ تھے مجھے بھی بیٹھنے کی جگہ تب ملی جب ایک فرشتے نے اپنے دو پروں میں سے ایک کو سمیٹ لیا پھر میں بیٹھ سکا اور حضور ﷺ حضرت سعدؓ کو فرما رہے تھے، اے ابو عمرو! (یہ حضرت سعدؓ کی کنیت ہے) تمہیں مبارک ہو۔ اے ابو عمرو! تمہیں مبارک ہو! ابو عمرو! تمہیں مبارک ہو۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا سعد بن معاذ کی وجہ سے ایسے ستر ہزار فرشتے اترے ہیں جنہوں نے اس سے پہلے کبھی زمین پر قدم نہیں رکھا اور جب حضرت سعدؓ دفن ہو گئے تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ! اگر قبر کے بھینچنے سے کسی کو چھٹکارا ملتا تو سعد کو ضرور مل جاتا۔[2] حضرت سعد بن ابراہیمؒ کہتے ہیں جب حضرت سعدؓ کا جنازہ باہر نکالا گیا تو کچھ منافقوں نے کہا سعدؓ کا جنازہ کتنا ہلکا ہے حضور ﷺ نے فرمایا ستر ہزار فرشتے اترے ہیں جو سعدؓ کے جنازے میں شریک ہوئے ہیں اور ان فرشتوں نے آج سے پہلے کبھی زمین پر قدم نہیں رکھا۔[3]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سعد بن معاذؓ بڑے بھاری بھرکم جسیم آدمی تھے جب ان کا انتقال ہوا اور لوگ ان کا جنازہ لے کر جا رہے تھے تو منافق بھی ان کے جنازے کے پیچھے چل رہے تھے منافق کہنے لگے ہم نے آج جیسا ہلکا آدمی تو کبھی دیکھا نہیں (یہ ان کے گناہ گار ہونے کی نشانی ہے) اور کہنے لگے کیا آپ جانتے ہیں ایسا کیوں ہے؟ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے بنو قریظہ کے یہودیوں کے بارے میں غلط فیصلہ کیا تھا جب حضور ﷺ سے اس بات کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! فرشتے ان کا جنازہ اٹھائے ہوئے تھے (اس لئے ان کا جنازہ ہلکا لگ رہا تھا)۔[4]

دشمنوں کے دلوں میں صحابہ کرامؓ کا رعب

حضرت معاویہ بن حیدہ قشیریؒ فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضری کے ارادہ سے آیا۔ جب مجھے آپ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے فرمایا غور سے سنو! میں نے اللہ

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۲۸) ۲۔ اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۹ ص ۳۰۸) رواه البزار باسنادين و رجال احدهما رجال الصحيح. انتهى و اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۴۲۹) عن ابن عمر بمعناه ۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۴۳۰) ۴۔ عند ابن سعد ايضا (ج ۳ ص ۴۳۰)

تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ دو چیزوں سے میری مدد کرے ایک تو تم لوگوں پر ایسی قحط سالی ڈالے جو تمہیں جڑ سے اکھیڑ دے اور دوسرے تمہارے دلوں میں ہمارا رعب ڈال دے۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا آپ بھی غور سے سن لیں میں نے اتنی اور اتنی مرتبہ (یعنی انگلیوں کی تعداد کے مطابق دس مرتبہ) قسم کھائی تھی کہ نہ آپ پر ایمان لاؤں گا اور نہ آپ کا اتباع کروں گا لیکن آپ کی اس بددعا کی وجہ سے قحط سالی میری جڑیں اکھیڑتی رہی اور میرے دل میں آپ کا رعب بڑھتا رہا یہاں تک کہ میں آج آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔[1]

حضرت سائب بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت یزید بن عامر سوائیؓ سے ہم لوگ پوچھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ حنین کے دن جو رعب مشرکوں کے دل میں ڈالا تھا اس کی کیا صورت ہوئی تھی؟ تو حضرت یزیدؓ ہمیں سمجھانے کے لئے کنکری لے کر طشت میں پھینکتے تھے جس سے طشت میں آواز ہوتی تھی پھر حضرت یزیدؓ فرماتے ہیں بس اس جیسی آواز ہم اپنے پیٹ میں محسوس کرتے تھے (حضرت یزیدؓ غزوۂ حنین میں مشرکوں کے ساتھ تھے اس لئے اپنا حال بتا رہے ہیں)۔[2]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحابہ کرامؓ کے دشمنوں کی پکڑ

حضرت زید بن اسلم وغیرہ حضرات کہتے ہیں حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ (ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے ہجرت کے موقع پر انہوں) نے حضور ﷺ کی تلاش میں جانے نہ جانے کے بارے میں تین دفعہ تیروں سے فال نکالی تھی ہر دفعہ فال میں نہ جانا نکلتا تھا لیکن وہ پھر بھی حضورؐ کی تلاش میں گھوڑے پر سوار ہو کر چل پڑے اور حضورؐ اور آپؐ کے ساتھیوں تک پہنچ گئے حضورؐ نے ان کے لئے بددعا کی کہ ان کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں گڑ جائیں، چنانچہ ایسے ہی ہوا اور ان کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے اس پر انہوں نے کہا اے محمد! (ﷺ) آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ میرے گھوڑے کو چھوڑ دے میں آپ کی تلاش میں آنے والوں کو واپس کروں گا، چنانچہ حضورؐ نے ان کے لئے دعا کی اے اللہ! اگر یہ سچا ہے تو اس کے گھوڑے کو چھوڑ دے۔ اس پر ان کے گھوڑے کے پاؤں زمین سے باہر نکل آئے۔[3]

حضرت عمیر بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت سراقہؓ نے کہا اے دونوں حضرات! میرے لئے اللہ سے دعا کر دیں میں آپ دونوں سے وعدہ کرتا ہوں کہ دوبارہ

۱۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی (ج ٦ ص ٦٦) اسناده حسن و رواه النسائی وغیره غیر ذکر الرعب والسنة. انتهی ۲۔ اخرجه البیهقی کذافی البدایة (ج ۴ ص ۳۳۳)

۳۔ اخرجه ابن سعد (ا ص ۱۸۸)

آپ حضرات کا پیچھا نہیں کروں گا چنانچہ ان دونوں حضرات نے دعا کی تو اس کا گھوڑا باہر نکل آیا اس نے پھر پیچھا کرنا شروع کر دیا جس پر پھر گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے تو انہوں نے کہا میرے لئے اللہ سے دعا کر دیں اور اب پکا وعدہ کرتا ہوں کہ اب پیچھا نہیں کروں گا اور حضرت سراقہؓ نے ان حضرات کی خدمت میں زادِ سفر اور سواری بھی پیش کی ان حضرات نے فرمایا اس کی تو ضرورت نہیں ہے بس تم ہمارا پیچھا چھوڑ دو۔ اپنی ذات سے ہمیں نقصان نہ پہنچاؤ انہوں نے کہا بہت اچھا ایسے ہی کروں گا۔[1]

حضرت ابو معبد خزاعی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے سفر ہجرت کی لمبی حدیث بیان کرتے ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت سراقہؓ نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ میرے گھوڑے کو چھوڑ دے میں واپس چلا جاؤں گا اور جتنے لوگ مجھے آپ کی تلاش میں ملیں گے میں ان سب کو واپس لے جاؤں گا، چنانچہ حضورؐ نے دعا فرمائی جس سے ان کا گھوڑا باہر نکل آیا انہیں واپسی میں بہت سے لوگ ملے جو حضورؐ نے دعا فرمائی جس سے ان کا گھوڑا باہر نکل آیا انہیں واپسی میں بہت سے لوگ ملے جو حضورؐ کو تلاش کر رہے تھے۔ انہوں نے ان سب سے کہا واپس چلے جاؤ اس طرف کا سارا علاقہ میں اچھی طرح دیکھ آیا ہوں اور تمہیں معلوم ہی ہے کہ نشاناتِ قدم پہچاننے کے بارے میں میری نگاہ کتنی تیز ہے، چنانچہ وہ سب واپس چلے گئے۔[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہجرت کی حدیث بیان کرتے ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے مڑ کر دیکھا تو انہیں ایک گھوڑے سوار نظر آیا جو بالکل قریب آ چکا تھا۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے نبی! یہ گھوڑے سوار تو ہمارے بالکل پاس آ گیا ہے۔ حضور ﷺ نے اس طرف متوجہ ہو کر دعا مانگی اے اللہ! اسے پچھاڑ دے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضورؐ کے دعا فرماتے ہی گھوڑے نے اسے پچھاڑ دیا اور خود ہنہناتے ہوئے کھڑا ہو گیا، چنانچہ اس سوار نے کہا اے اللہ کے نبی! آپ مجھے جو بھی حکم دیں میں اس کے لئے تیار ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا آگے مت آؤ اپنی جگہ ٹھہرے رہو (بلکہ واپس چلے جاؤ) اور کسی کو ہماری طرف نہ آنے دینا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ وہ سوار یعنی حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ دن کے شروع میں تو حضورؐ کے خلاف کوشش کرنے والے تھے اور دن کے آخر میں ہتھیار کی طرح حضورؐ کے لئے حفاظت کا ذریعہ بن گئے۔[3] اور پہلی جلد میں صفحہ ٣٦٦ پر ہجرت کے باب میں نبی کریم ﷺ کی ہجرت کے بارے میں حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضرت سراقہؓ کا قصہ گزر چکا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اربد بن قیس اور عامر بن طفیل حضور ﷺ سے ملنے مدینہ

١۔ اخرجه ابن سعد ايضا (ج ١ ص ٢٣٢) ٢۔ عند ابن سعد ايضا

٣۔ اخرجه ابن سعد (ج ١ ص ٢٣٥)

آئے۔ جب یہ دونوں حضورؐ کے پاس آئے تو حضورؐ بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ دونوں بھی حضورؐ کے سامنے بیٹھ گئے۔ عامر بن طفیل نے کہا اے محمد ﷺ اگر میں اسلام لے آؤں تو آپ مجھے کیا خاص چیز دیں گے حضورؐ نے فرمایا تمہیں بھی وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو سارے مسلمانوں کو حاصل ہیں اور تم پر بھی وہ تمام ذمہ داریاں ہوں گی جو ان پر ہیں۔ عامر بن طفیل نے کہا اگر میں اسلام لے آؤں تو کیا آپ اپنے بعد خلیفہ بننے کا حق مجھے دیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ حق نہ تمہیں مل سکتا ہے اور نہ تمہاری قوم کو البتہ تمہیں گھڑ سوار دستہ کا کمانڈر بنا دیں گے۔ عامر نے کہا میں تو اب بھی نجد کی گھڑ سوار فوج کا کمانڈر رہوں۔ اچھا آپ ایسا کریں دیہات کی حکومت مجھے دے دیں اور شہروں کی حکومت آپ لے لیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں ایسے نہیں ہو سکتا۔ جب دونوں حضورؐ کے پاس سے واپس جانے لگے تو عامر نے کہا خبردار اللہ کی قسم میں سارے مدینہ کو آپ کے خلاف گھوڑے سوار اور پیادہ فوج سے بھر دوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ تمہیں ایسا کرنے سے روک دے گا تم ایسا نہیں کر سکو گے۔ جب اربد اور عامر باہر نکلے تو عامر نے کہا اے اربد میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو باتوں میں مشغول کرلوں گا تم تلوار سے ان کا کام تمام کر دینا کیونکہ جب تم محمدؐ کو قتل کر دو گے تو لوگ زیادہ سے زیادہ خون بہا پر راضی ہو جائیں گے اس سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کریں گے اور لڑائی کو اچھا نہیں سمجھیں گے ہم انہیں خون بہا دے دیں گے اربد نے کہا ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔ چنانچہ دونوں واپس آئے اور عامر نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ذرا میرے ساتھ کھڑے ہوں میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ حضورؐ اٹھ کر اس کے ساتھ گئے وہ دونوں ایک دیوار کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حضورؐ بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور عامر سے باتیں کرنے لگے اربد نے حضورؐ پر تلوار سونتنے کا ارادہ کیا جب اس نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا تو اس کا ہاتھ خشک ہو گیا اور وہ تلوار نہ سونت سکا اس طرح اسے کافی دیر ہو گئی۔ حضورؐ نے مڑ کر اربد کی طرف دیکھا تو اس کی یہ بزدلانہ حرکت نظر آئی۔ حضورؐ دونوں کو چھوڑ کر آگئے۔ عامر اور اربد حضورؐ کے پاس سے چلے اور جب حرہ راقم یعنی پتھریلے میدان میں پہنچے تو دونوں وہاں ٹھہر گئے۔ حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیرؓ دونوں ان کے پاس گئے اور ان سے کہا اے اللہ کے دشمنو! اٹھو اور یہاں سے چلے جاؤ اللہ تم دونوں پر لعنت کرے۔ عامر نے پوچھا اے سعد! یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ حضرت سعدؓ نے کہا یہ اسید بن حضیر الکاتب یعنی پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ چنانچہ وہ دونوں وہاں سے چل پڑے۔ جب وہ مقام رقم میں پہنچے تو اللہ نے اربد پر ایسی بجلی گرائی جس سے وہ وہیں مر گیا۔ عامر وہاں سے آگے چلا۔ جب وہ مقام خریم پہنچا تو اللہ نے اس کے جسم میں ایک پھوڑا پیدا کر دیا اور اسے قبیلہ بنی سلول کی ایک عورت کے گھر میں رات گزارنی پڑی (یہ قبیلہ عربوں میں گھٹیا شمار ہوتا تھا) وہ پھوڑا حلق میں ہوا تھا۔ وہ اپنے پھوڑے کو ہاتھ لگاتا اور کہتا یہ اتنی بڑی گلٹی ہے جتنی بڑی اونٹ کی ہوتی

ہے۔ میں سلولیہ عورت کے گھر میں پڑا ہوا ہوں اور میں اس کے گھر میں مرنا نہیں چاہتا (اول تو قبیلہ سب سے گھٹیا ہے پھر عورت کا گھر یہ دونوں باتیں ذلت کی ہیں) پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے ایڑ لگائی اور یوں واپسی میں اپنے گھوڑے پر ہی مر گیا اور ان دونوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائیں اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى سے لے کر وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ تک (سورت رعد آیت ۸۔۱۱) "اللہ تعالیٰ کو سب خبر رہتی ہے جو کچھ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور جو کچھ رحم میں کمی و بیشی ہوتی ہے اور ہر شے اللہ کے نزدیک ایک خاص انداز سے (مقرر) ہے وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کو جاننے والا ہے۔ سب سے بڑا (اور) عالیشان ہے تم میں سے جو شخص کوئی بات چپکے سے کہے اور جو پکار کر کہے اور جو شخص رات میں کہیں چھپ جاوے اور جو دن میں چلے پھرے یہ سب برابر ہیں۔ ہر شخص (کی حفاظت) کے لئے فرشتے (مقرر) ہیں جن کی بدلی ہوتی رہتی ہے۔ کچھ اس کے آگے اور کچھ اس کے پیچھے کہ وہ بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کو (اچھی) حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ لوگ خود اپنی (صلاحیت کی) حالت کو نہیں بدل دیتے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت ڈالنا تجویز کر لیتا ہے تو پھر اس کے ہٹنے کی کوئی صورت ہی نہیں اور کوئی خدا کے سوا ان کا مددگار نہیں رہتا۔" حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اللہ کے حکم سے باری باری آنے والے فرشتے حضرت محمد ﷺ کی حفاظت کرتے ہیں پھر انہوں نے اربد پر بجلی گرنے کا واقعہ بیان کیا اور فرمایا وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ (سورت رعد آیت ۱۳) "اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے۔"[1]

کنکریاں اور مٹی پھینکنے سے صحابہ کرامؓ کے دشمنوں کی شکست

حضرت حارث بن بدل رحمۃ اللہ علیہ ایک صحابی سے نقل کرتے ہیں وہ صحابی فرماتے ہیں میں غزوۂ حنین کے دن حضور ﷺ کے مقابلہ پر مشرکوں کے ساتھ تھا پہلے تو حضرت عباس بن عبدالمطلب اور حضرت ابوسفیان بن حارثؓ کے علاوہ حضورؐ کے تمام صحابہ شکست کھا گئے۔ حضورؐ نے زمین سے ایک مٹی اٹھا کر ہمارے چہروں پر پھینکی جس سے ہمیں شکست ہوگئی اور مجھے ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ ہر درخت اور ہر پتھر ہمارے پیچھے دوڑ رہا ہے۔[2]

حضرت عمرو بن سفیان ثقفیؓ وغیرہ حضرات فرماتے ہیں جنگِ حنین کے دن پہلے مسلمانوں کو شکست ہوئی اور حضور ﷺ کے ساتھ حضرت عباس بن عبدالمطلب اور حضرت ابوسفیان بن حارثؓ

۱۔ اخرجه الطبرانی كذافی التفسير لابن كثير (ج ۲ ص ۵۰۶)

۲۔ اخرجه الطبرانی و ابونعيم و ابن عساكر كذافی الكنز (ج ۵ ص ۳۰۴) و اخرجه ابن منده و ابن عساكر عنه مختصر كما فی الكنز

کے علاوہ اور کوئی نہ رہا پھر حضورؐ نے کنکریوں کی ایک مٹھی اٹھا کر کافروں کے چہروں پر پھینکی جس سے ہمیں شکست ہوگئی اور ہمیں یہ محسوس ہو رہا تھا کہ ہر پتھر اور ہر درخت گھوڑے سوار ہے جو ہمیں تلاش کر رہا ہے۔ حضرت عمرو ثقفیؓ کہتے ہیں میں نے اپنے گھوڑے کو تیز دوڑایا یہاں تک کہ طائف میں داخل ہوگیا۔[1]

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے سنا کہ ایک آواز آسمان سے زمین کی طرف آئی وہ آواز ایسی تھی جیسی طشت میں کنکری کے گرنے کی ہوتی ہے اور حضورؐ نے وہ کنکری اٹھا کر ہماری طرف پھینک دی جس سے ہمیں شکست ہوگئی۔[2]

حضرت حکیم بن حزامؓ فرماتے ہیں جنگِ بدر کے دن اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو حکم دیا جس پر آپؐ نے کنکریوں کی مٹھی لی اور ہمارے سامنے آ کر اسے ہم پر پھینک دیا اور فرمایا تمہارے چہرے بگڑ جائیں اس پر ہمیں شکست ہوگئی اور اسی پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (سورت انفال آیت ۱۷) "اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی جس وقت آپ نے پھینکی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی۔"[3]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا مجھے ایک مٹھی کنکریاں دو حضرت علیؓ نے حضورؐ کو ایک مٹھی کنکریاں دیں حضورؐ نے وہ مٹھی میں لے کر کافروں کے چہروں پر پھینک دیں اللہ کی قدرت سے ہر کافر کی دونوں آنکھیں کنکریوں سے بھر گئیں پھر یہ آیت نازل ہوئی وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (سورت انفال آیت ۱۷)۔[4]

حضرت یزید بن عامر سوائیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے زمین سے ایک مٹھی لی اور مشرکوں کی طرف متوجہ ہو کر ان کے چہروں پر پھینک دی اور فرمایا واپس چلے جاؤ تمہارے چہرے بگڑ جائیں چنانچہ جو کافر بھی اپنے بھائی سے ملتا تھا اس سے اپنی دونوں آنکھوں میں خاک پڑ جانے کی شکایت کرتا۔[5]

صحابہ کرامؓ کو دشمنوں کا کم دکھائی دینا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں غزوۂ بدر کے دن کفار ہمیں بہت تھوڑے دکھائی دے رہے تھے یہاں تک میرے قریب جو ساتھی تھا میں نے اس سے کہا تمہارے خیال میں یہ کافر ستر ہوں گے اس نے کہا میرے خیال میں سو ہوں گے پھر ہم نے ان کے ایک آدمی کو پکڑا اور اس سے

۱۔ اخرجه يعقوب بن سفيان كذافي البداية (ج ۳ ص ۳۳۲)

۲۔ اخرجه الطبراني في الكبير والاوسط قال الهيثمي (ج ۶ ص ۸۴) اسناده حسن

۳۔ عند الطبراني ايضا قال الهيثمي (ج ۶ ص ۸۴) اسناده حسن

۴۔ عند الطبراني ايضا قال الهيثمي (ج ۶ ص ۸۴) رجاله رجال الصحيح ا ه

۵۔ عند البيهقي كذافي البداية (ج ۳ ص ۳۳۳)

اس بارے میں پوچھا تو اس نے کہا ہم ہزار تھے۔[1]

پروا ہوا کے ذریعہ صحابہ کرامؓ کی مدد

حضرت سعید بن جبیر رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں غزوۂ خندق مدینہ میں ہوا تھا حضرت ابوسفیان بن حربؓ (اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ) قریش کو اور اپنے پیچھے چلنے والے تمام قبائلِ عرب کو لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے ان قبائل میں کنانہ، عیینہ بن حصن، غطفان، طلیحہ، بنو اسد، ابو الاعور اور بنو سلیم شامل تھے اور قریظہ کے یہودیوں اور حضور ﷺ کے درمیان پہلے سے معاہدہ تھا جسے انہوں نے توڑ دیا اور مشرکوں کی مدد کی ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ (سورت احزاب آیت ۲۶) ''اور جن اہلِ کتاب نے ان کی مدد کی تھی ان کو ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا۔'' حضرت جبرائیلؑ ہوا کو ساتھ لے کر آئے۔ جب حضورؐ نے حضرت جبرائیلؑ کو دیکھا تو تین دفعہ فرمایا غور سے سنو! تمہیں خوشخبری ہو پھر اللہ نے ان پر ایسی ہوا بھیجی جس نے ان کے خیمے پھاڑ دیئے اور ان کی دیگیں الٹ دیں اور ان کے کجاوے مٹی میں دبا دیئے اور خیموں کے باندھنے کے کھونٹے توڑ دیئے اور وہ لوگ ایسے گھبرا کر بھاگے کہ کوئی مڑ کر دوسرے کو نہیں دیکھتا تھا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (سورت احزاب آیت ۹) ''جب تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی اور ایسی فوج بھیجی جو تم کو دکھائی نہ دیتی تھی۔'' کفار کے بھاگنے کے بعد حضورؐ مدینہ واپس آ گئے۔[2]

حضرت حمید بن ہلال رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ اور قریظہ کے درمیان کچا پکا معاہدہ تھا جب غزوۂ خندق میں کفار کے گروہ اپنے لشکر لے کر آئے تو قریظہ نے وہ معاہدہ توڑ دیا اور مشرکوں کی مدد کی پھر اللہ نے فرشتوں کے لشکر اور ہوا بھیجی جس سے یہ گروہ بھاگ گئے اور قریظہ کے یہود نے اپنے قلعہ میں پناہ لی اس کے بعد غزوۂ بنو قریظہ کے بارے میں حدیث ذکر کی۔[3]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں غزوۂ خندق کی ایک رات کو مشرقی ہوا شمالی ہوا کے پاس آئی اور کہنے لگی چل اور حضور ﷺ کی مدد کر شمالی ہوا نے کہا آزاد اور شریف عورت رات کو نہیں چلا کرتی (اس لئے میں نہیں چلوں گی) چنانچہ جس ہوا کے ذریعہ حضورؐ کی مدد کی گئی وہ پُروا یعنی مشرقی ہوا تھی۔[4]

۱۔ اخرجه الطبرانی کذافی المجمع (ج ۶ ص ۸۳) و اخرجه ابن ابی حاتم و ابن جریر عن ابن مسعود نحوه کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۳۱۵)
۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۲ ص ۷۱)
۳۔ عند ابن سعد ایضا (ج ۲ ص ۷۷)
۴۔ اخرجه البزار قال الهیثمی (ج ۶ ص ۲۶) رجاله رجال الصحیح و اخرجه ابن ابی حاتم عن ابن عباس و ابن جریر عن عکرمة بمعناه کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۴۷۰)

دشمنوں کا زمین میں دھنس جانا اور ہلاک ہونا

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک کافر نے جنگِ احد کے دن کہا اے اللہ! اگر محمد (علیہ السلام) حق پر ہیں تو تو مجھے زمین میں دھنسا دے چنانچہ وہ اسی وقت زمین میں دھنس گیا۔[1]

حضرت نافع بن عاصمؒ کہتے ہیں بنو ہذیل کے عبداللہ بن قمہ نے حضور ﷺ کے چہرے کو زخمی کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک بکرا مسلط کر دیا جس نے اسے سینگ مار مار کر مار ڈالا۔[2]

صحابہ کرامؓ کی بد دعا سے بینائی کا چلا جانا

حضرت عبداللہ بن مغفل مزنیؓ فرماتے ہیں ہم حدیبیہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے اس کے بعد صلح حدیبیہ کے بارے میں حدیث ذکر کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ ہم اسی حال میں تھے کہ تیس نوجوان ہتھیار لگائے ہوئے سامنے آئے اور ہمارے مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے۔ حضورؐ نے ان کے لئے بد دعا فرمائی تو اللہ نے اسی وقت ان کی بینائی ختم کر دی اور ہم نے جا کر انہیں پکڑ لیا حضورؐ نے ان سے پوچھا کہ کیا تم لوگ کسی سے معاہدہ کر کے آئے ہو؟ کیا کسی نے تمہیں امن دیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں تو۔ حضورؐ نے انہیں چھوڑ دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ مِن بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا (سورت فتح آیت ۲۴) "اور وہ ایسا ہے کہ اس نے ان کے ہاتھ تم سے (یعنی تمہارے قتل سے) اور تمہارے ہاتھ ان (کے قتل) عین مکہ (کے قرب) میں روک دیئے بعد اس کے کہ تم کو ان پر قابو دے دیا تھا اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا تھا۔[3]

حضرت زاذانؒ کہتے ہیں حضرت علیؓ نے ایک حدیث بیان کی ایک آدمی نے اس حدیث کو جھٹلایا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اگر تو جھوٹا ہے تو میں تیرے لئے بد دعا کروں گا۔ اس نے کہا کر دیں، چنانچہ حضرت علیؓ نے اس کے لئے بد دعا کی تو اسی مجلس میں اس کی بینائی جاتی رہی۔[4]

حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے حدیث بیان کی اس نے اس حدیث کو جھٹلا دیا تو وہ آدمی وہاں سے اٹھنے سے پہلے ہی اندھا ہو گیا۔[5]

حضرت زاذان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت علیؓ سے ایک حدیث بیان کی

۱۔ اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ٦ ص ١٢٢) رجاله رجال الصحيح

۲۔ اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ١٧٦) ۳۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ٦ ص ١٤٥) رجاله رجال الصحيح . ٥ و اخرجه النسائي نحوه كما في التفسير لابن كثير . (ج ٣ ص ١٩٢)

۴۔ اخرجه الطبراني في الاوسط قال الهيثمي (ج ٩ ص ١١٦) و فيه عمار الحضرمي ولم اعرفه وبقية رجاله ثقات. انتهى ۵۔ اخرجه ابو نعيم في الدلائل (ص ٢١١)

حضرت علیؓ نے کہا میرے خیال میں تم مجھ سے جھوٹ بول رہے ہو اس نے کہا نہیں میں نے جھوٹ نہیں بولا۔ حضرت علیؓ نے کہا اگر تم نے جھوٹ نہیں بولا ہے تو میں تمہارے لیے بد دعا کروں گا اس نے کہا کر دیں۔ حضرت علیؓ نے بد دعا کی وہ اسی مجلس میں اندھا ہو گیا۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اروی بنت اویس عورت نے کسی چیز کے بارے میں حضرت سعید بن زیدؓ سے جھگڑا کر رکھا تھا۔ مروان نے کچھ لوگوں کو حضرت سعیدؓ کے پاس بھیجا تا کہ وہ اروی کے بارے میں ان سے گفتگو کریں۔ حضرت سعیدؓ نے فرمایا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ میں اس عورت پر ظلم کر رہا ہوں، حالانکہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو ظلم کر کے کسی سے ایک بالشت زمین لے گا تو قیامت کے دن ساتوں زمینوں میں سے ایک بالشت زمین طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دی جائے گی۔ اے اللہ! اگر اروی جھوٹی ہے تو اسے موت نہ دے جب تک کہ وہ اندھی نہ ہو جائے اور اس کی قبر اس کے کنویں میں بنا دے۔ اللہ کی قسم! اسے موت تب ہی آئی جب اس کی بینائی جاتی رہی۔ ایک دفعہ وہ اپنے گھر میں بڑی احتیاط سے چل رہی تھی کہ وہ اپنے کنویں میں گر گئی اور وہ کنواں ہی اس کی قبر بن گیا۔[2]

حضرت ابوبکر محمد بن عمرو بن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اروی نامی عورت نے حضرت سعید بن زیدؓ کے ظلم کی جھوٹی شکایت کر کے مروان سے مدد چاہی۔ حضرت سعیدؓ نے یہ بد دعا کی اے اللہ! یہ اروی دعوی کر رہی ہے کہ میں نے اس پر ظلم کیا ہے۔ اگر یہ جھوٹی ہے تو تو اسے اندھا کر دے اور اسے اس کے کنویں میں گرا دے اور میرے حق میں ایسی روشن دلیل ظاہر کر جس سے سارے مسلمانوں کو صاف نظر آ جائے کہ میں نے اس پر ظلم نہیں کیا۔ اسی دوران وادی عقیق میں ایسا زبردست سیلاب آیا کہ اس سے پہلے کبھی ایسا سیلاب نہیں آیا تھا۔ سیلاب کی وجہ سے وہ حد صاف واضح ہو گئی جس میں حضرت سعیدؓ اور اروی کا اختلاف تھا اور اس میں حضرت سعیدؓ بالکل سچے نکلے پھر ایک مہینہ نہیں گزرا تھا کہ اروی اندھی ہو گئی اور ایک دفعہ وہ اپنی اسی زمین کا چکر لگا رہی تھی کہ اچانک اپنے کنویں میں گر گئی اور جب ہم چھوٹے بچے تھے تو سنا کرتے تھے کہ لوگ ایک دوسرے کو کہا کرتے تھے اللہ تجھے ایسے اندھا کرے جیسے اروی کو اندھا کیا۔ ہم یہی سمجھتے تھے کہ اروی سے مراد جنگلی پہاڑی بکریاں ہیں (کیونکہ عربی زبان میں اروی کا یہی ترجمہ ہے) یہ تو بعد میں ہمیں اس قصہ کا پتہ چلا اور اس سے معلوم ہوا کہ اروی سے مراد تو ایک عورت ہے جسے حضرت سعید بن زیدؓ کی بد دعا لگی تھی اور چونکہ اللہ نے ان کی بد دعا پوری کر دی تھی اس لئے لوگ یہ بات کہتے تھے۔[3]

۱۔ عند ابن ابی الدنیا کذافی البدایۃ (ج ۸ ص ۵)

۲۔ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۹۶) و اخرجہ ایضا عن عروۃ نحوہ

۳۔ عند ابی نعیم ایضا (ج ۱ ص ۹۷)

حضرت ابو رجا عطاردی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا حضرت علیؓ کو اور حضور ﷺ کے گھرانے میں سے کسی کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ ہمارا ایک پڑوسی بنو جہیم کا تھا اس نے گستاخی کی اور یوں کہا کیا تم لوگوں نے اس فاسق حسین بن علی کو نہیں دیکھا! اللہ انہیں قتل کرے یہ گستاخی کرتے ہی اللہ نے اس کی دونوں آنکھوں میں دو سفید نقطے پیدا کر دیئے اور اس کی بینائی کو ختم کر دیا۔[1]

حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعا سے بینائی کا واپس آ جانا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ مسجد حرام میں اونچی آواز سے قرآن پڑھ رہے تھے جس سے قریش کے کچھ لوگوں کو تکلیف ہوئی اور وہ حضورؐ کو پکڑنے کے لئے کھڑے ہوئے تو ایک دم ان کے ہاتھ ان کی گردنوں کے ساتھ بندھ گئے اور وہ اندھے ہو گئے انہیں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں آ کر کہا اے محمد! ہم تمہیں اللہ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دیتے ہیں (کہ دعا کر کے ہمیں اس مصیبت سے نکال دیں) قریش کے ہر خاندان کی حضورؐ سے رشتہ داری تھی، چنانچہ حضور ﷺ نے دعا کی تو ان کی یہ مصیبت جاتی رہی اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں یٰسٓ ۞ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ۞ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ سے لے کر سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ تک (سورت یٰس آیت ۱-۱۰) "یٰس۔ قسم ہے قرآن باحکمت کی کہ بے شک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں اور ان کے حق میں آپ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں۔ یہ ایمان نہ لاویں گے" تک چنانچہ ان لوگوں میں سے کوئی آدمی ایمان نہیں لایا۔[2]

حضرت قتادہ بن نعمانؓ فرماتے ہیں کسی نے حضور ﷺ کو ہدیہ میں کمان دی جو جنگِ احد کے دن حضورؐ نے مجھے عطا فرمائی۔ میں حضورؐ کے سامنے کھڑا ہو کر اس سے تیر چلاتا رہا یہاں تک کہ اس کا ایک کنارہ ٹوٹ گیا پھر میں حضورؐ کے چہرے کے سامنے اسی جگہ کھڑا رہا اور آنے والے تیروں کو اپنے چہرے پر لیتا رہا۔ جب بھی کوئی تیر حضورؐ کے چہرے کی طرف آتا تو میں حضورؐ کے چہرے کو بچانے کے لئے اپنا چہرہ اور سر اس کے آگے کر دیتا اور یہ سب کچھ میں بغیر تیر چلائے کر رہا تھا (کیونکہ کمان تو ٹوٹ چکی تھی) آخری تیر مجھے اس طرح لگا کہ میری آنکھ نکل کر میرے رخسار پر گر گئی۔ پھر مشرکوں کا لشکر بکھر گیا پھر میں اپنی آنکھ ہتھیلی میں پکڑ کر دوڑ کر حضورؐ کی خدمت میں گیا۔ جب حضورؐ نے میری آنکھ کو دیکھا تو حضورؐ کی دونوں آنکھوں میں آنسو آ گئے پھر آپؐ نے یہ دعا

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۹۶) رجاله رجال الصحیح. انتهی

[2] اخرجه ابونعیم فی دلائل النبوة (ص ۲۳)

فرمائی اے اللہ! قتادہؓ نے اپنے چہرے کو تیرے نبی کے سامنے رکھا تھا (جس کی وجہ سے اس کی آنکھ باہر نکل آئی ہے) اب اس کی اس آنکھ کو دونوں آنکھوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ تیز نظر والی بنادے (پھر حضورؐ نے وہ آنکھ اپنے ہاتھ سے اندر رکھ دی) چنانچہ وہ آنکھ دونوں آنکھوں میں زیادہ خوبصورت اور زیادہ تیز نظر والی ہوگئی تھی ۔[1]

حضرت محمود بن لبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جنگِ احد کے دن حضرت قتادہؓ کی آنکھ زخمی ہوگئی تھی اور باہر نکل کر ان کے رخسار پر گرگئی تھی جسے نبی کریم ﷺ نے اپنی جگہ واپس رکھ دیا تو وہ آنکھ دوسری آنکھ سے بھی زیادہ اچھی ہوگئی تھی ۔[2] ابونعیم کی روایت میں ہے کہ وہ آنکھ دونوں آنکھوں میں سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ تیز ہوگئی تھی ۔[3]

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، حضرت قتادہ بن نعمانؓ کی آنکھ جنگ بدر کے دن زخمی ہوگئی تھی اور آنکھ کا ڈیلا نکل کر ان کے رخسار پر آ گیا تھا۔ صحابہؓ نے اسے کاٹنا چاہا تو کچھ لوگوں نے کہا نہیں۔ ٹھہرو۔ پہلے ہم حضور ﷺ سے مشورہ کرلیں۔ حضورؐ سے مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا مت کاٹو۔ پھر حضرت قتادہؓ کو حضورؐ نے بلایا اور ہتھیلی ڈیلے پر رکھ کر اسے دبایا اور اندر کردیا۔ چنانچہ وہ آنکھ ایسی ٹھیک ہوئی کہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ کونسی ضائع ہوئی تھی ۔[4]

حضرت عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جنگِ احد کے دن حضرت ابوذرؓ کی آنکھ زخمی ہوگئی تھی۔ حضور ﷺ نے اس پر اپنا لعاب لگایا تو وہ دوسری سے بھی زیادہ اچھی ہوگئی تھی ۔[5]

حضرت رفاعہ بن رافعؓ فرماتے ہیں جنگِ بدر کے دن مجھے ایک تیر لگا جس سے میری آنکھ پھوٹ گئی حضور ﷺ نے اس پر لعاب لگایا اور میرے لئے دعا فرمائی جس سے مجھے آنکھ میں کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی ۔[6]

قبیلہ بنو سلامان کے ایک آدمی کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ میرے ماموں حضرت حبیب بن فویک رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتایا کہ ان کے والد کو لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئے ان کی آنکھیں بالکل سفید تھیں اور انہیں کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ حضورؐ نے ان سے آنکھیں سفید ہونے کی

---

۱ ۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۸ ص ۲۹۷) فی اسناده من لم اعرفهم ا ه و اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۷۴) عن قتادة نحوه ابن سعد (ج ۳ ص ۲۵۳) عن عاصم بن عمر بن قتادة مختصرا

۲ ۔ اخرجه الدار قطنی و ابن شاهین و اخرج الدار قطنی والبیهقی عن ابی ان الحذری عن قتادة نحوه کذافی الاصابة (ج ۳ ص ۲۲۵)　　۳ ۔ اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۷۴) عن قتادة نحوه

۴ ۔ اخرجه البغوی و ابویعلی کذافی الاصابة (ج ۳ ص ۲۲۵) قال الهیثمی (ج ۸ ص ۲۹۸) و فی اسناده ابی یعلی یحیی بن عبدالحمید الحمانی وهو ضعیف.

۵ ۔ اخرجه ابویعلی عن عبدالرحمن بن الحارث بن عبیدة قال الهیثمی (ج ۸ ص ۲۹۸) و فیه عبدالعزیز بن عمران وهو ضعیف　　۶ ۔ اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۲۳)

وجہ پوچھی تو میرے والد نے کہا میں اپنے ایک اونٹ کو سدھا رہا تھا کہ اتنے میں میرا پاؤں کسی سانپ کے انڈے پر پڑ گیا جس سے میری بینائی جاتی رہی۔ حضورؐ نے ان کی آنکھوں پر دم فرمایا جس سے وہ ایک دم بینا ہو گئے۔ میرے ماموں کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ میرے والد کی عمر اسّی سال ہو چکی تھی اور ان کی دونوں آنکھیں سفید تھیں لیکن وہ سوئی میں دھاگہ ڈال لیتے تھے۔[1] طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ میرے والد نے حضورؐ کو یہ بتایا کہ (جب میرا پاؤں سانپ کے انڈے پر پڑا تو) اس وقت میں اپنی اونٹنیوں کے تھنوں پر دودھ نکالنے کے لئے ہاتھ پھیر رہا تھا۔[2] ابو نعیم کی روایت میں یہ ہے کہ میں اپنے اونٹ کو سدھا رہا تھا۔

حضرت سعد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت زنیرہؓ رومی باندی تھیں۔ وہ مسلمان ہوئیں تو ان کی بینائی جاتی رہی اس پر مشرکوں نے کہا لات و عزیٰ ہمارے بتوں نے ان کو اندھا کر دیا ہے۔ حضرت زنیرہؓ نے کہا (نہیں، انہوں نے نہیں کیا) میں لات اور عزیٰ (کے معبود ہونے) کا انکار کرتی ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی واپس کر دی۔[3] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھ سے حضرت ام ہانی بنت ابی طالبؓ نے فرمایا جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت زنیرہؓ کو آزاد کیا تو ان کی بینائی جاتی رہی۔ اس پر کفار قریش نے کہا انہیں لات اور عزیٰ ہی نے اندھا کیا ہے۔ حضرت زنیرہؓ نے کہا یہ لوگ غلط کہتے ہیں بیت اللہ کی قسم! لات و عزیٰ کسی کام نہیں آسکتے اور کچھ نفع نہیں دے سکتے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی واپس کر دی۔[4]

صحابہ کرامؓ کے لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہنے سے دشمنوں کے بالا خانوں کا ہل جانا

حضرت ہشام بن عاص اموی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (دورِ صدیقی میں) مجھے اور ایک اور آدمی کو روم کے بادشاہ ہرقل کے پاس اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجا گیا، چنانچہ ہم سفر میں روانہ ہوئے اور دمشق کے غوطہ مقام پر پہنچے اور جبلہ بن ایہم غسانی (شاہِ غسان) کے ہاں ٹھہرے۔ ہم نے جبلہ کے پاس جانا چاہا تو اس نے اپنا قاصد ہم سے بات کرنے کے لئے بھیجا۔ ہم نے کہا اللہ کی قسم! ہم کسی قاصد سے بات نہیں کریں گے ہمیں تو بادشاہ کے پاس بھیجا گیا ہے۔

۱؎ اخرجه ابن ابی شیبة قال ابن السکن لم یروه غیر محمد بن بشیر لا اعلم لحبیب غیره كذافي الاصابة (ج ۱ ص ۳۰۸) واخرجه الطبرانی ایضا عن رجل من سلامان بن سعد عن امه مثله

۲؎ قال الهیثمی (ج ۸ ص ۲۹۸) وفیه من لم اعرفهم ۱ ه واخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۲۳) بهذا الاسناد نحوه ۳؎ اخرجه الفاكهی و ابن منده

۴؎ عند محمد بن عثمان بن ابی شیبة فی تاریخه كذافی الاصابة (ج ۴ ص ۳۱۲)

اگر بادشاہ ہمیں اجازت دے تو ہم اس سے بات کریں گے ورنہ ہم اس قاصد سے بات نہیں کریں گے۔ قاصد نے واپس جا کر بادشاہ کو ساری بات بتائی جس پر بادشاہ نے ہمیں اجازت دے دی (ہم اندر گئے) اس نے کہا بات کرو چنانچہ میں نے اس سے بات کی اور اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے کالے کپڑے پہنے ہوئے تھے میں نے کہا آپ نے یہ کالے کپڑے کیا پہن رکھے ہیں؟ اس نے کہا میں نے یہ کپڑے پہن کر قسم کھائی ہے کہ جب تک تمہیں ملک شام سے نکال نہ دوں یہ کپڑے نہیں اتاروں گا ہم نے کہا تمہارے بیٹھنے کی اس جگہ کی قسم! انشاء اللہ! یہ جگہ بھی ہم آپ سے لے لیں گے بلکہ شہنشاہ اعظم (شاہ روم) کا ملک بھی لے لیں گے۔ ہمیں یہ بات ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے بتائی ہے۔ اس نے کہا تم وہ لوگ نہیں ہو (جو ہم سے ہمارا ملک چھین لیں) بلکہ وہ تو وہ لوگ ہوں گے جو دن کو روزے رکھتے ہوں گے اور رات کو عبادت کرتے ہوں تو بتاؤ تمہارے روزے کس طرح ہیں؟ ہم نے اس کو روزے کے بارے میں بتایا تو اس کا سارا چہرہ سیاہ ہو گیا اور اس نے کہا چلو پھر اس نے ہمارے ساتھ شاہِ روم کے پاس ایک قاصد بھیجا، چنانچہ ہم وہاں سے چلے۔ جب ہم شہر کے قریب پہنچے تو ہمارے ساتھ جو قاصد تھا اس نے ہم سے کہا آپ لوگوں کی یہ سواریاں بادشاہ کے شہر میں داخل نہیں ہو سکتیں، اگر آپ لوگ کہیں تو ہم سواری کے لئے ترکی گھوڑے اور خچر دے دیں۔ ہم نے کہا اللہ کی قسم! ہم تو ان ہی سواریوں پر شہر میں داخل ہوں گے۔ ان لوگوں نے بادشاہ کے پاس پیغام بھیجا کہ یہ لوگ تو نہیں مان رہے ہیں بادشاہ ہرقل نے انہیں حکم دیا کہ ہم لوگ اپنی سواریوں پر ہی آ جائیں، چنانچہ ہم تلواریں لٹکائے ہوئے شہر میں داخل ہوئے اور بادشاہ کے بالا خانے تک پہنچ گئے۔ ہم نے بالا خانہ کے نیچے اپنی سواریاں بٹھا دیں وہ ہمیں دیکھ رہا تھا ہم نے لا الٰہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر کہا تو اللہ جانتا ہے وہ بالا خانہ ہلنے لگا اور ایسے ہل رہا تھا جیسے درخت کی ٹہنی کو ہوا ہلا رہی ہو۔ ہرقل نے ہمارے پاس پیغام بھیجا کہ تم لوگوں کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ تم اپنے دین کی باتیں ہمارے سامنے زور سے کہو پھر اس نے پیغام بھیجا کہ اندر آ جاؤ ہم اس کے پاس گئے وہ اپنے قیمتی بچھونے پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے پاس روم کے تمام جرنیل اور سپہ سالار بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی مجلس میں ہر چیز سرخ تھی اس کے چاروں طرف سرخی تھی اور اس کے کپڑے بھی سرخ تھے۔ ہم اس کے قریب گئے تو وہ ہنسنے لگا اور کہنے لگا اگر آپ لوگ مجھے ویسے ہی سلام کرتے جیسے آپس میں کرتے ہو تو اس میں کیا حرج تھا؟ اس کے پاس ایک آدمی تھا جو فصیح عربی بولتا تھا اور بہت باتیں کرتا تھا (جو ترجمانی کر رہا تھا) ہم نے کہا جس طرح ہم آپس میں سلام کرتے ہیں اس طرح آپ کو سلام کرنا ہمارے لئے جائز نہیں اور جس طرح آپ کو سلام کیا جاتا ہے اس طرح سلام کرنا ویسے جائز نہیں۔ اس نے پوچھا آپ لوگ آپس میں کیسے سلام کرتے ہیں؟ ہم نے کہا السلام علیکم! اس نے کہا آپ لوگ اپنے بادشاہ کو

کس طرح سلام کرتے ہیں؟ ہم نے کہا اسی طرح اس نے کہا وہ آپ لوگوں کو جواب کیسے دیتا ہے؟ ہم نے کہا ان ہی الفاظ سے۔ پھر اس نے پوچھا آپ لوگوں کا سب سے بڑا کلام کیا ہے؟ ہم نے کہا لاالٰـہ الا اللّٰـہ واللّٰہ اکبر۔ اللہ جانتا ہے ان کلمات کے کہتے ہی وہ بالا خانہ پھر ہلنے لگا اور بادشاہ سر اٹھا کر دیکھنے لگا پھر اس نے کہا اچھا یہ ہیں وہ کلمات جن کے کہنے سے یہ بالا خانہ ہلنے لگا تھا تو جب یہ کلمات آپ لوگ اپنے گھروں میں کہتے ہیں تو کیا وہ بھی ہلنے لگتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں یہ بات تو ہم نے صرف آپ کے ہاں دیکھی ہے۔ اس نے کہا میری آرزو یہ ہے کہ آپ لوگ جب بھی یہ کلمات کہیں تو لوگوں کی ہر چیز ہلنے لگے چاہے مجھے اس کے لئے اپنا آدھا ملک دینا پڑے۔ ہم نے کہا کیوں؟ اس نے کہا اس لئے کہ اگر ایسا ہو جائے تو پھر یہ نبوت کی نشانی نہ ہوگی بلکہ لوگوں کی شعبدہ بازی میں سے ہوگا پھر اس نے بہت سے سوالات کئے جن کے ہم نے جوابات دیئے پھر اس نے کہا آپ لوگوں کے نماز روزے کس طرح ہوتے ہیں؟ اس کی ہم نے تفصیل بتائی پھر اس نے کہا اب آپ لوگ اٹھیں اور چلے جائیں پھر اس کے حکم دینے پر ہمیں بہت عمدہ مکان میں ٹھہرایا گیا اور بہت زیادہ مہمانی کا اہتمام کیا گیا۔ ہم وہاں تین دن ٹھہرے رہے پھر ایک رات اس نے ہمارے پاس پیغام بھیجا ہم اس کے پاس گئے اس نے کہا اپنی بات دوبارہ کہو ہم نے اپنی ساری بات کہہ دی پھر اس نے ایک چیز منگوائی جو بڑی چوکور پٹاری کی طرح تھی اور اس پر سونے کے پانی کا کام کیا ہوا تھا اس میں چھوٹے چھوٹے خانے بنے ہوئے تھے جن کے دروازے تھے اس نے تالا کھول کر ایک خانہ کھولا اور اس میں کالے رنگ کے ریشم کا ایک کپڑا نکالا اسے ہم نے پھیلایا تو اس پر ایک آدمی کی سرخ رنگ کی تصویر بنی ہوئی تھی جس کی آنکھیں بڑی اور سرین موٹے تھے اور اتنی لمبی گردن میں نے کسی کی نہیں دیکھی۔ اس کی داڑھی نہیں تھی، البتہ سر کے بالوں کی دو مینڈھیاں تھیں اللہ نے جتنے انسان بنائے ان میں سب سے زیادہ خوبصورت تھا۔ بادشاہ نے کہا کیا آپ لوگ اسے پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں اس نے کہا یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں ان کے بال عام لوگوں سے زیادہ تھے پھر اس نے دوسرا دروازہ کھول کر کالے ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس پر سفید تصویر بنی ہوئی تھی۔ اس آدمی کے بال گھنگھریالے تھے، آنکھیں سرخ، سر بڑا اور داڑھی خوبصورت تھی۔ اس نے کہا کیا آپ لوگ اسے پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں پھر اس نے ایک دروازہ کھول کر کالے ریشم کا ایک کپڑا نکالا اس پر ایک آدمی کی تصویر تھی جو بہت سفید تھا۔ اس کی آنکھیں خوبصورت، پیشانی ستی ہوئی، رخسار لمبے، داڑھی سفید تھی۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے مسکرا رہا ہو۔ اس نے کہا کیا آپ لوگ اسے پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں پھر اس نے ایک دروازہ کھولا اس میں سفید تصویر تھی اللہ کی قسم! وہ حضور ﷺ کی تصویر تھی اس نے کہا کیا

انہیں پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا ہاں یہ حضرت محمد ﷺ ہیں اور ہم خوشی کے مارے رونے لگے اور اللہ جانتا ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ایک دم اٹھا اور کچھ دیر کھڑا رہا پھر بیٹھ گیا پھر کہا اللہ کی قسم! یہ وہی ہیں ہم نے کہا ہاں بے شک یہ وہی ہیں گویا کہ آپ ان کو ہی دیکھ رہے ہیں پھر کچھ دیر وہ اسی تصویر کو دیکھتا رہا پھر کہنے لگا یہ تصویر تھی تو آخری خانے میں لیکن میں نے آپ لوگوں کا امتحان لینے کے لئے ذرا جلدی نکال لی تاکہ پتہ چلے کہ آپ لوگوں کی معلومات کیا ہیں پھر اس نے ایک اور دروازہ کھول کر اس میں سے کالے رنگ کے ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس پر گندمی رنگ والے، سیاہی مائل آدمی کی تصویر تھی جس کے بال بہت زیادہ گھنگھریالے، آنکھیں اندر گھسی ہوئیں، نگاہ تیز، منہ چڑھا ہوا اور دانت ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے اور ہونٹ سمٹا ہوا تھا اور ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے کہ غصہ میں ہو اس نے کہا کیا انہیں پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور ان کے پہلو میں ایک اور تصویر تھی جو بالکل ان جیسی تھی البتہ ان کے سر پر تیل لگا ہوا تھا پیشانی چوڑی تھی اور ان کی آنکھوں میں کچھ بھینگا پن تھا اس نے کہا کیا انہیں پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام ہیں پھر اس نے ایک اور دروازہ کھول کر سفید ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس پر ایک آدمی کی تصویر تھی جس کا رنگ گندمی، بال سیدھے اور قد درمیانہ تھا اور وہ ایسے نظر آ رہے تھے کہ جیسے غصہ میں ہوں۔ اس نے کہا کیا ان کو پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت لوط علیہ السلام ہیں پھر اس نے ایک اور دروازہ کھول کر سفید ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس پر ایک سفید آدمی کی تصویر تھی سفیدی میں کچھ سرخی ملی ہوئی تھی ناک اونچی، رخسار ہلکے اور چہرہ حسین و جمیل تھا۔ اس نے کہا کیا انہیں پہچانتے؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں پھر ایک اور دروازہ کھول کر اس نے سفید ریشم کا ایک کپڑا نکالا اس پر ایک تصویر تھی جو حضرت اسحٰقؑ کے مشابہ تھی صرف یہ فرق تھا کہ ان کے ہونٹ پر تل تھا اس نے کہا کیا انہیں پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں پھر اس نے ایک اور دروازہ کھول کر کالے ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس میں ایک سفید آدمی کی تصویر تھی جس کا چہرہ خوبصورت، ناک اونچی اور قد اچھا تھا۔ اس کے چہرے پر نور بلند ہو رہا تھا۔ اس کے چہرے سے خشوع معلوم ہو رہا تھا اور اس کا رنگ مائل بسرخی تھا۔ اس نے کہا کیا آپ لوگ انہیں پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ تمہارے نبیؐ کے دادا حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں پھر اس نے ایک اور دروازہ کھول کر سفید ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس میں حضرت آدم علیہ السلام جیسی تصویر تھی اور ان کا چہرہ سورج کی طرح چمک رہا تھا اس نے کہا کیا انہیں پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔ پھر اس نے ایک اور دروازہ کھول کر سفید ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس میں سرخ رنگ کے آدمی کی تصویر تھی جس کی پنڈلیاں پتلی، آنکھیں چھوٹی

اور کمزور، پیٹ بڑا اور قد درمیانہ تھا۔ تلوار بھی گلے میں لٹکائی ہوئی تھی اس نے پوچھا کیا انہیں پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت داؤد علیہ السلام ہیں پھر اس نے ایک اور دروازہ کھول کر اس میں سے سفید ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس میں ایک آدمی کی تصویر تھی جس کے سرین بڑے، پاؤں لمبے تھے اور وہ ایک گھوڑے پر سوار تھے اس نے کہا کیا آپ انہیں پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام ہیں پھر اس نے ایک اور دروازہ کھول کر اس میں سے کالے ریشم کا ایک کپڑا نکالا جس میں سفید تصویر تھی وہ بالکل جوان تھے، داڑھی بے انتہا کالی اور بال بہت زیادہ، آنکھیں اور چہرہ بہت خوبصورت تھا۔ اس نے کہا کیا انہیں پہچانتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ہم نے پوچھا آپ کو یہ تصویریں کہاں سے ملی ہیں؟ کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو شکل وصورت عطا فرمائی گئی تھی یہ اس کے مطابق ہیں اس لئے ہم نے اپنے نبی پاک علیہ السلام کی تصویر ان کی شکل و صورت کے مطابق بنی ہوئی دیکھی ہے۔ اس نے کہا حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ سوال کیا تھا کہ میری اولاد میں سے جتنے نبی ہوں گے وہ مجھے دکھا دیں اس پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی یہ تصویریں حضرت آدمؑ پر اتاری تھیں اور سورج ڈوبنے کی جگہ کے پاس جو حضرت آدمؑ کا خزانہ تھا اس میں یہ تصویریں رکھی ہوئی تھیں جن کو وہاں سے نکال کر ذوالقرنین نے حضرت دانیال علیہ السلام کو دی تھیں پھر ہرقل نے کہا غور سے سنیں! اللہ کی قسم! اس کے لئے میں دل سے تیار ہوں کہ میں اپنے ملک کو چھوڑ دوں اور آپ لوگوں میں جو اپنے غلاموں کے ساتھ سب سے برا سلوک کرتا ہو میں اس کا مرتے دم تک کے لئے غلام بن جاؤں (لیکن اسلام میں داخل ہونے کے لئے تیار نہیں) پھر اس نے بہت عمدہ تحفے دے کر ہمیں رخصت کیا۔ جب ہم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس پہنچے تو ہم نے ان کو ساری کارگزاری سنائی ہرقل نے ہمیں جو کچھ دکھایا جو کچھ کہا اور جو تحفے دیئے وہ سب ہم نے ان کو بتا دیئے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ رو پڑے اور فرمایا یہ بے چارہ ہرقل مسکین ہے اگر اللہ کا اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ ہوتا تو یہ بھلائی کا کام کر لیتا یعنی اسلام میں داخل ہو جاتا اور حضرت ابوبکرؓ نے یہ بھی فرمایا کہ حضور ﷺ نے ہمیں بتایا تھا کہ یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں حضرت محمد ﷺ کے حلیہ مبارک اور صفات وغیرہ کا ذکر موجود ہے۔[1] حضرت ہشام بن عاصؓ کی اس حدیث میں تو ان تصویروں میں حضرت ابوبکرؓ کی تصویر کا ذکر نہیں ہے لیکن

---

[1] اخرجه الحاكم وهكذا اورده الحافظ ابوبكر البيهقي في كتاب دلائل النبوة عن الحاكم اجازة فذكره و اسناده لاباس به كذافي التفسير لابن كثير (ج ٢ ص ٢٥١) وذكره في الكنز (ج ٥ ص ٣٢٢) عن البيهقي بتمامه ثم قال قال ابن كثير هذا حديث جيد الاسناد و رجاله ثقات. انتهى و اخرجه ابونعيم في الدلائل النبوة (ص ٩) عن موسى بن عقبة فذكر القصة بنحوها.

بیہقی نے حضرت جبیر بن مطعمؓ سے یہی حدیث روایت کی ہے کہ اس میں حضرت ابو بکرؓ کی تصویر کا ذکر اس طرح ہے (کہ بصریٰ شہر کے نصاریٰ مجھے ایک گرجا گھر میں لے گئے اس میں بہت سی تصویریں تھیں) پھر انہوں نے مجھ سے کہا دیکھو کیا اس نبی کی تصویر ان میں نظر آ رہی ہے؟ میں نے دیکھا تو ان میں حضور ﷺ کی تصویر بھی تھی اور حضرت ابو بکرؓ کی تصویر بھی تھی۔ وہ حضورؐ کی ایڑی پکڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کیا تمہیں ان کی تصویر نظر آ ئی؟ میں نے کہا جی ہاں انہوں نے حضورؐ کی تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا کیا وہ یہ ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ یہی ہیں پھر انہوں نے کہا تم ان کو پہچانتے ہو جو ان کی ایڑی پکڑے ہوئے ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ تمہارے حضرت یعنی تمہارے نبیؐ ہیں اور یہ ان کے بعد ان کے خلیفہ ہیں [1] طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ میں نے کہا یہ ان کی ایڑی کے پاس کھڑا ہوا آدمی کون ہے؟ اس نصرانی نے کہا تمہارے نبیؐ کے علاوہ ہر نبی کے بعد نبی ضرور ہوتا تھا لیکن تمہارے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور یہ ان کے بعد ان کے خلیفہ ہیں تو یہ حضرت ابو بکرؓ کی تصویر تھی [2] (پہلے نبیوں کی شریعت میں جاندار کی تصویر کی اجازت تھی لیکن ہماری شریعت میں اجازت نہیں)۔

قبیلہ غسان اور قبیلہ بنو قین کے چند مشائخ بیان کرتے ہیں کہ حمص کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے صبر کا بدلہ یہ دیا کہ حمص والوں پر زلزلہ آیا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ مسلمان ان کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہوئے تو انہوں نے زور سے اللہ اکبر کہا جس کی وجہ سے شہر حمص میں رومیوں پر زلزلہ آ گیا اور دیواریں پھٹ گئیں تو وہ سب گھبرا کر اپنے ان سرداروں اور اصحابِ شوریٰ کے پاس گئے جو ان کو مسلمانوں سے صلح کرنے کی دعوت دینے لگے لیکن ان لوگوں نے ان سرداروں اور اصحابِ شوریٰ کی یہ بات نہ مانی بلکہ اس پر ان کے ساتھ ذلت آمیز رویہ اختیار کیا مسلمانوں نے دوبارہ پھر زور سے اللہ اکبر کہا جس سے بہت سے گھر اور دیواریں گر گئیں اور شہر والے پھر گھبرا کر سرداروں اور اصحاب شوریٰ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کیا تم دیکھتے نہیں کہ یہ اللہ کا عذاب ہے اس پر شہر والوں نے صلح کی بات مان لی۔ آگے اور بھی حدیث ہے۔ [3]

دور دراز علاقوں تک صحابہ کرامؓ کی آواز کا پہنچ جانا

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے ایک لشکر روانہ کیا اور ان کا امیر ایک آدمی کو بنایا

۱؎ اخرجه البخاری فی التاریخ مختصرا کما فی البدایة (ج ۶ ص ۲۳) ۲؎ اخرجه الطبرانی فی الکبیر والاوسط قال الهیثمی (ج ۸ ص ۲۳۴) وفیه من لم اعرفهم ا ه و اخرجه ابو نعیم فی الدلائل النبوه (ص ۹) نحو روایة البیهقی ۳؎ ذکره ابن جریر فی تاریخه (ج ۴ ص ۹۷)

جنہیں ساریہؓ کہا جاتا تھا ایک دفعہ حضرت عمرؓ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دم انہوں نے تین مرتبہ پکار کر کہا اے ساریہؓ! لشکر کو لے کر پہاڑ کی طرف ہو جاؤ پھر اس لشکر کا قاصد آیا حضرت عمرؓ نے اس سے حالات پوچھے اس نے کہا اے امیر المؤمنین ہمیں شکست ہو رہی تھی کہ اتنے میں ہم نے ایک بلند آواز تین مرتبہ سنی اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ، چنانچہ ہم نے اپنی پشتیں پہاڑ کی طرف کر دیں جس پر اللہ نے کفار کو شکست دے دی پھر لوگوں نے حضرت عمرؓ سے کہا آپ ہی نے تو بلند آواز سے یہ کہا تھا۔ [1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے تو خطبہ میں کہنے لگے اے ساریہؓ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ اور جس نے بھیڑیے کو بکریوں کا چرواہا بنایا اس نے بکریوں پر ظلم کیا۔ لوگ ایک دوسرے کو حیران ہو کر دیکھنے لگے۔ حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا پریشان مت ہو حضرت عمرؓ خود بتائیں گے کہ انہوں نے یہ کیوں کہا ہے۔ جب حضرت عمرؓ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے ان سے پوچھا انہوں نے فرمایا میرے دل میں ایک دم خیال آیا کہ مشرکوں نے ہمارے بھائیوں کو شکست دے دی ہے اور وہ ایک پہاڑ کے پاس سے گزر رہے ہیں یہ ہمارے بھائی اگر پہاڑ کی طرف مڑ جائیں تو ان کو صرف ایک طرف سے ہی لڑنا پڑے گا (اور اس طرح ان کو فتح ہو جائے گی) اور اگر یہ لوگ پہاڑ سے آگے نکل گئے تو پھر (ان کو ہر طرف سے لڑنا پڑے گا اور) یہ ہلاک ہو جائیں گے بس اس پر میری زبان سے وہ کلمات نکل گئے جو آپ لوگوں نے سنے ہیں پھر ایک مہینے کے بعد (اس لشکر کی طرف سے فتح کی) خوشخبری دینے والا آیا اور اس نے بتایا کہ ہم لوگوں نے اس دن حضرت عمرؓ کی آواز سنی تھی اور آواز سن کر ہم لوگ پہاڑ کی طرف ہو گئے تھے جس سے اللہ نے ہمیں فتح نصیب فرما دی۔ [2] خطیب اور ابنِ عساکر کی روایت میں یہ ہے کہ لوگوں نے حضرت علیؓ سے کہا کیا آپ نے حضرت عمرؓ کو منبر پر خطبہ کے دوران یا ساریہؓ کہتے ہوئے نہیں سنا؟ حضرت علیؓ نے فرمایا تمہارا بھلا ہو حضرت عمرؓ کو کچھ نہ کہو وہ جو بھی کام کرتے ہیں اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے۔

ابو نعیم کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے دل میں یہ خیال آیا کہ دشمن نے حضرت ساریہؓ کو پہاڑ کی پناہ لینے پر مجبور کر دیا ہے تو اس خیال سے میں نے یہ کہہ دیا کہ شاید اللہ کا کوئی بندہ میری آواز حضرت ساریہؓ تک پہنچا دے یعنی کوئی فرشتہ یا مسلمان جن پہنچا دے۔ [3]

۱؎ اخرجه البيهقي و اللالكائي في شرح السنة والدير عاقولي في فوائده و ابن الاعرابي في كرامات الاولياء وهكذا ذكره حرملةفي جمعه لحديث ابن وهب وهو اسناد حسن.

۲؎ رواه ابن مردويه كذافي الاصابة (ج ۲ ص ۳) واخرجه أيضاً ابونعيم في الدلائل (ص ۱۹۰) و ابو عبدالرحمن السلمي في الاربعين و اخرجه الخطيب في رواة مالك و ابن عساكر عن ابن عمر كما في المنتخب (ج ۴ ص ۳۸۶) قال ابن كثير في البداية (ج ۷ ص ۱۳۱) وفي صحة من حديث مالك نظر. انتهى

۳؎ اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۲۱۰) من طريق نصر بن طريف

ابونعیم کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت عمرؓ کے پاس گئے۔ حضرت عمرؓ کو حضرت عبدالرحمٰنؓ پر مکمل اعتماد اور اطمینان تھا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا مجھے آپ کی وجہ سے لوگوں کو برا بھلا کہنا پڑتا ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ آپ ہمیشہ ایسا کام کر دیتے ہیں جس کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی اور یوں لوگوں کو باتیں کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ آپ نے یہ کیا کیا؟ کہ خطبہ دیتے دیتے آپ ایک دم اے ساریہؓ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ زور سے کہنے لگے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ کی قسم! میں اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت ساریہؓ کا لشکر ایک پہاڑ کے پاس لڑ رہا ہے اور ان پر آگے سے پیچھے سے ہر طرف سے حملہ ہو رہا ہے اس پر میں اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکا اور ایک دم میری زبان سے نکل گیا اے ساریہؓ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ اور میں نے یہ اس لئے کہا تا کہ یہ لوگ پہاڑ کی طرف ہو جائیں (اور انہیں صرف ایک طرف سے لڑنا پڑے) کچھ ہی عرصہ کے بعد حضرت ساریہؓ کا قاصد ان کا خط لے کر آیا جس میں لکھا تھا کہ جمعہ کے دن ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوا ہم نے صبح نماز پڑھ کر لڑائی شروع کی یہاں تک کہ جمعہ کا وقت ہو گیا اور سورج کا کنارہ ڈھل گیا تو ہم نے سنا کہ کسی آدمی نے دو مرتبہ زور سے یہ اعلان کیا اے ساریہؓ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ، چنانچہ ہم پہاڑ کی طرف ہو گئے اس طرح ہم دشمن پر غالب آنے لگے یہاں تک کہ اللہ نے انہیں شکست دے دی اور ان کو قتل کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا لوگوں نے حضرت عمرؓ کے اس عمل پر خواہ مخواہ اعتراض کیا تھا اس آدمی کو چھوڑ دے رکھواسے کچھ نہ کہو کیونکہ اس کی الٹی بھی سیدھی ہوتی ہے۔[1] واقدی میں زید بن اسلم اور یعقوب بن زید کی روایت میں اس طرح ہے کہ لوگوں نے حضرت عمر بن خطابؓ سے پوچھا یہ آپ نے کیا کہہ دیا تھا؟ حضرتؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں نے حضرت ساریہ کو وہی بات کہی جو اللہ کی طرف سے میری زبان پر جاری ہوئی۔

حضرت عزہ بنت عیاض بن ابی قرصافہ رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں رومیوں نے حضرت ابو قرصافہؓ کے ایک بیٹے کو گرفتار کر لیا تھا جب نماز کا وقت ہوتا تو حضرت ابو قرصافہؓ عسقلان شہر کی فصیل کی دیوار پر چڑھ کر زور سے کہتے اے فلانے! نماز کا وقت ہو گیا ہے اور ان کا بیٹا روم کے شہر میں ان کی یہ آواز سن لیا کرتا۔[2]

۱۔ عند ابی نعیم فی الدلائل (ص ۲۱۱) من طریق عمر و بن الحارث و اخرجه الواقدی عن زید بن اسلم و یعقوب بن زید کما فی البدایة (ج ۷ ص ۱۳۱) قال ابن کثیر فهذه طرق یشد بعضها بعضا. انتهی علی ان طریق ابن وهب حسنه ابن کثیر ثم الحافظ ابن حجر رحمهما الله تعالی

۲۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۳۹۶) رجاله ثقات ۵۱

صحابہ کرامؓ کا غیبی آوازیں سننا جن کا بولنے والا نظر نہیں آتا تھا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو غسل دینے والوں میں اختلاف ہو گیا کہ غسل کے لئے حضورؐ کا کرتا اتارا جائے یا نہ اتارا جائے تو ان سب نے ایک غیبی آواز کو سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ تم اپنے نبی کو کرتے ہی میں غسل دے دو آواز تو آ رہی تھی لیکن بولنے والے کا پتہ نہیں چل رہا تھا کہ کون ہے؟ چنانچہ حضورؐ کو کرتے ہی میں غسل دیا گیا۔[1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ ہے کہ کسی کہنے والے نے کہا تم انہیں کپڑوں سمیت ہی غسل دے دو، کہنے والے کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے سمندر کا سفر کرنے والے ایک لشکر کا حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا تو رات کے وقت کشتی ان کو لیئے جا رہی تھی کہ اچانک ایک منادی نے اوپر سے انہیں پکار کر کہا کیا میں تمہیں وہ فیصلہ نہ بتا دوں جو اللہ نے اپنے بارے میں کیا ہوا ہے؟ اور وہ یہ ہے کہ جو آدمی (روزہ رکھ کر) گرم دن میں اللہ کے لئے پیاسا رہے گا تو اللہ پر اس کا یہ حق ہے کہ اسے بڑی پیاس والے دن یعنی قیامت کے دن اچھی طرح پانی پلائے۔[2]

حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں ایک دفعہ ہم لوگ سمندری غزوے میں گئے، چنانچہ ہم سمندر میں سفر کر رہے تھے ہوا بالکل موافق تھی اور بادبان اٹھے ہوئے تھے ہم نے ایک منادی کو یہ اعلان کرتے ہوئے سنا اے کشتی والو! ٹھہر جاؤ میں تمہیں ایک خبر دینا چاہتا ہوں اس نے یہ اعلان مسلسل سات مرتبہ کیا۔ میں نے کشتی کے اگلے حصہ پر کھڑے ہو کر کہا تو کون ہے؟ اور کہاں سے آیا ہے؟ کیا تجھے نظر نہیں آ رہا ہے کہ ہم کہاں ہیں؟ کیا ہم یہاں رک سکتے ہیں؟ تو اس نے جواب میں کہا کیا میں آپ لوگوں کو وہ فیصلہ نہ بتاؤں جو اللہ نے اپنے بارے میں کیا ہے میں نے کہا ضرور بتاؤ۔ اس نے کہا اللہ نے اپنے بارے میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ جو گرم دن میں اپنے آپ کو اللہ کے لئے (روزہ رکھ کر) پیاسا رکھے گا اس کا اللہ پر یہ حق ہوگا کہ اللہ اسے قیامت کے دن سیراب کرے، چنانچہ حضرت ابو موسیٰؓ اس سخت گرم دن کی تلاش میں رہتے جس میں انسان کی کھال جل جائے اور اس دن روزہ رکھتے۔[3]

حضرت سعد بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عباسؓ کا طائف میں انتقال ہوا۔ میں ان کے جنازے میں شریک ہوا تو اتنے میں ایک پرندہ آیا اس جیسی شکل و صورت کا پرندہ کبھی

۱؎ اخرجه ابن سعد (ج ۲ ص ۲۷۶) و اخرجه ایضا عن عائشة رضی اللّٰه عنها بمعناه

۲؎ اخرجه الحاکم (ج ۲ ص ۲۶۷) قال الحاکم هذا حدیث صحیح الاسناد و لم یخرجاه وقال الذهبی ابن المؤمل ضعیف

۳؎ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۲۶۰) عن ابی بردة

کسی نے نہیں دیکھا تھا وہ پرندہ آ کر ان کے جسم میں داخل ہو گیا ہم دیکھتے رہے اور سوچتے رہے کہ کیا اب باہر نکلے گا لیکن کسی نے اسے باہر نکلتے نہ دیکھا اور جب انہیں دفن کیا گیا تو کسی نے قبر کے کنارے پر یہ آیت پڑھی اور پڑھنے والے کا کچھ پتہ نہ چلا یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۝ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (سورت فجر آیت ۲۷۔۳۰) ''(اور جو اللہ کے فرمانبردار تھے ان کو ارشاد ہو گا) اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار (کے جوارِ رحمت) کی طرف چل اس طرح سے کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش پھر (ادھر چل) تو میرے (خاص) بندوں میں شامل ہو جا (کہ یہ بھی نعمت روحانی ہے) اور میری جنت میں داخل ہو جا۔''[1] حاکم میں اسماعیل بن علی اور عیسیٰ بن علی کی روایت میں یہ ہے کہ وہ سفید پرندہ تھا اور ہیثمی کی روایت میں یہ ہے کہ وہ سفید پرندہ تھا جسے بگلا کہا جاتا ہے میمون بن مہران کی روایت میں ہے کہ جب ان پر مٹی ڈال دی گئی تو ہم نے ایک آواز سنی تو ہم سن رہے تھے لیکن بولنے والا نظر نہیں آ رہا تھا۔[2] میمون بن مہران کی دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت ابن عباسؓ کا انتقال ہوا اور انہیں کفن پہنایا جانے لگا تو ایک سفید پرندہ تیزی سے ان پر گرا اور ان کے کفن کے اندر چلا گیا۔ اسے بہت تلاش کیا گیا لیکن نہ ملا۔ حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت عکرمہؒ نے کہا کیا تم لوگ بیوقوف ہو؟ (جو پرندہ تلاش کر رہے ہو) یہ تو ان کی بینائی ہے جس کے بارے میں حضور ﷺ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا کہ وفات کے دن انہیں واپس مل جائے گی پھر جب لوگ جنازہ قبر پر لے گئے اور انہیں لحد میں رکھ دیا گیا تو غیبی آواز نے چند کلمات کہے جنہیں ان سب لوگوں نے سنا جو قبر کے کنارے پر تھے پھر میمون نے پچھلی آیات ذکر کیں۔

جنات اور غیبی آوازوں کا صحابہ کرامؓ کی مدد کرنا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے کہا اے امیر المومنین! کیا آپ کو نہ بتاؤں کہ میرے اسلام لانے کی ابتدا کیسے ہوئی؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ضرور بتاؤ۔ انہوں نے کہا میں ایک مرتبہ اپنے جانور تلاش کر رہا تھا اور ان کے نشانات پر چل رہا تھا کہ اسی میں براق العزاف مقام پر مجھے رات آ گئی تو میں نے اونچی آواز سے پکار کر کہا میں اس وادی کے (جن) بادشاہ کی پناہ چاہتا ہوں اس کی قوم کے بیوقوفوں سے۔ تو غیب سے کسی نے بلند آواز سے کہا

---

[1] اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۵۴۳) و اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ۹ ص ۲۸۵) و رجاله رجال الصحيح و روى عن عبدالله بن يامين عن ابيه نحوه الا انه قال جاء طائر ابيض يقال له الغرنوق. انتهى

[2] اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۳۲۹) عن ميمون بن مهران في حديث طويل كما في المنتخب (ج ۵ ص ۲۳۰)

ویحک عذ باللہ ذی الجلال   والمجد والنعماء والافضال

تیرا بھلا ہو اللہ کی پناہ مانگ جو جلال، بزرگی، نعمت اور فضل والا ہے

واقرا ایات من الانفال   ووحد اللہ ولا تبال

سورت انفال کی آیتیں پڑھ اور اللہ کو ایک مان اور کسی کی پرواہ نہ کر۔ یہ سن کر میں بہت زیادہ ڈر گیا۔ جب میری جان میں جان آئی تو میں نے کہا

یاایھا الھاتف ماتقول   ارشد عندک ام تضلیل

بین لنا ھدیت ما الحویل

''اے غیبی آواز دینے والے! تو کیا کہہ رہا ہے؟ کیا تو صحیح راستہ دکھانا چاہتا ہے یا گمراہ کرنا چاہتا ہے؟ اللہ تجھے ہدایت دے ہمیں صاف صاف بتا کہ کیا صورت ہے؟ اس نے جواب میں کہا۔

ان رسول اللہ ذوالخیرات   بیثرب یدعو الی النجاۃ

یامر بالصوم والصلاۃ   ویزجر الناس عن الھنات

''تمام خیروں کو لے کر آنے والے اللہ کے رسول ؐ یثرب میں نجات کی دعوت دے رہے ہیں وہ نماز اور روزے کا حکم دیتے ہیں اور شر والے کاموں سے لوگوں کو روکتے ہیں۔'' میں نے اپنی سواری آگے بڑھا کر کہا۔

ارشد نی رشد اھدیت   لا جعت ولا عریت

''مجھے سیدھا راستہ بتا اللہ تجھے ہدایت دے تو کبھی بھوکا ننگا نہ ہو اور تو ہمیشہ طاقتور سردار بنا رہے اور جو خیر تجھے ملی ہے اس کا مجھ پر زیادہ بوجھ نہ ڈال۔'' وہ یہ اشعار پڑھتا ہوا میرے پیچھے آیا

صاحبک اللہ وسلم نفسکا   وبلغ الاھل و ادی رحلکا

امن بہ افلج ربی حقکا   وانصرہ اعز ربی نصرکا

''اللہ ہمیشہ تیرا ساتھی ہو اور تیری جان کو صحیح سالم رکھے اور تجھے گھر والوں تک پہنچائے اور تیری سواری کو بھی پہنچائے۔''

''تو اللہ کے رسول ؐ پر ایمان لا میرا رب تیرے حق کو بامراد کرے اور اس رسول کی مدد کر میرا رب تیری اچھی طرح نصرت کرے۔''

میں نے کہا اللہ تجھ پر رحم کرے تو کون ہے؟ اس نے کہا میں اثال کا بیٹا عمرو ہوں اور اللہ کے رسول ؐ کی طرف سے نجد کے مسلمان جنات کا امیر ہوں تمہارے گھر پہنچنے تک تمہارے اونٹوں کی حفاظت ہوگی تمہیں اب فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، چنانچہ میں جمعہ کے دن مدینہ میں داخل ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ میرے پاس باہر آئے اور کہا اللہ تجھ پر رحم کرے اندر آ جاؤ ہمیں تمہارے مسلمان ہونے کی خبر پہنچ چکی ہے۔ میں نے کہا مجھے اچھی طرح وضو کرنا نہیں آتا، چنانچہ انہوں نے

مجھے وضو کرنا سکھایا پھر میں مسجد میں داخل ہوا میں نے حضورؐ کو منبر پر بیان کرتے ہوئے دیکھا آپؐ بالکل چودھویں رات کے چاند کی طرح لگ رہے تھے۔ آپؐ فرما رہے تھے جو مسلمان اچھی طرح وضو کرتا ہے اور پھر سوچ سمجھ کر دھیان سے ایسی نماز پڑھتا ہے جس کی ہر طرح حفاظت کرتا ہے وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا پھر حضرت عمر بن خطابؓ نے مجھ سے کہا تم اپنی اس حدیث پر گواہ لاؤ نہیں تو میں تمہیں سزا دوں گا، چنانچہ قریش کے بزرگ حضرت عثمان بن عفانؓ نے میرے حق میں گواہی دی جسے حضرت عمرؓ نے قبول کر لیا۔[1]

ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے اسی جیسی حدیث نقل کی ہے جس میں اشعار اس طرح ہیں

ارشدنی رشد ابها هديتا	لا جعت یاهذا ولا عريتا
ولا صحبت صاحبا مقيتا	لا يتوين الخير ان ثويتا

"مجھے صحیح راستہ بتا اللہ تجھے ہدایت عطا فرمائے اے فلانے! تو نہ کبھی بھوکا ہو اور نہ کبھی ننگا اور نہ کبھی ایسے ساتھی کے ساتھ رہے جس سے لوگ نفرت کرتے ہوں اور اگر تو مرجائے تو تیری خیر ختم نہ ہو بلکہ ہمیشہ باقی رہے۔"[2] حضرت حسن کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا مجھے کوئی ایسی حدیث سناؤ جس سے حیرت بھی ہو اور خوشی بھی ہو تو حضرت ابن عباسؓ نے مجھے حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ سنایا پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[3]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں نے جب بھی سنا کہ حضرت عمرؓ نے کسی چیز کے بارے میں کہا ہو کہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ اس طرح ہے تو وہ اسی طرح ہوتی جس طرح ان کا گمان ہوتا، چنانچہ ایک مرتبہ وہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس سے ایک خوبصورت آدمی گزرا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یا تو میرا اندازہ غلط ہے یا یہ آدمی ابھی تک اپنے جاہلیت والے دین پر ہے یا پھر یہ جاہلیت میں کاہن تھا اسے میرے پاس لاؤ لوگ اس آدمی کو بلا کر لائے تو حضرت عمرؓ نے اس سے اپنی بات کہی اس نے کہا میں نے آج جیسا دن کبھی نہیں دیکھا کہ کسی مسلمان آدمی کے منہ پر ایسی بات صاف کہہ دی گئی ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں تمہیں پُر زور تاکید کرتا ہوں کہ تم مجھے ساری بات بتاؤ۔ اس آدمی نے کہا میں جاہلیت میں کاہن تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا جو جن تمہارے پاس آتا تھا اس کا سب سے عجیب و غریب قصہ کیا ہے؟ اس نے کہا ایک دن میں بازار میں تھا وہ جن میرے پاس

۱۔ اخرجه الرویانی و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۷ ص ۳۴) ۲۔ اخرجه ابونعیم فی الدلائل النبوۃ (ص ۳۰) ۳۔ اخرجه الطبرانی عن محمد بن ابی الحسن عن ابیه کذافی الاصابة (ج ۳ ص ۳۵۳) قال الهیثمی (ج ۸ ص ۲۵۱) رواه الطبرانی وفیه من لم اعرفهم و اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۲۲۱) من طریق الحسن بن محمد بن علی عن ابیه قال قال عمر فذکر بمعناه قال الذهبی لم یصح و اخرجه الاموی ایضا کما فی البدایة (ج ۲ ص ۳۵۳)

گھبرایا ہوا آیا اور اس نے یہ شعر پڑھے

الم تر الجن و ابلاسها　　　ویأسها من بعد انکاسها

ولحوقها بالقلاص واحلاسها

''کیا تم نے دیکھا نہیں کہ تمام جنات حیران و پریشان ہیں اور (پہلے تو آسمان پر چڑھ جاتے تھے اور) اب آسمان سے ناامید ہو کر واپس آ رہے ہیں بلکہ اسلام میں داخل ہو کر جوان اونٹنیوں اور ان پر کجاوے کے نیچے بچھائی جانے والی چادروں والے عربوں کے ساتھ مل رہے ہیں۔'' حضرت عمرؓ نے کہا اس نے سچ کہا میں بھی ایک دن کفار کے معبودوں کے پاس سویا ہوا تھا کہ ایک آدمی ایک بچھڑا لایا اور اس نے اسے ذبح کیا پھر کسی چیخنے والے نے زور سے چیخ کر کہا میں نے اس سے زیادہ سخت چیخ کبھی نہیں سنی تھی اس نے کہا اے جلیح! (یہ کسی آدمی کا نام ہے) یہ کامیابی والا کام ہے ایک فصیح آدمی لاالٰہ الا اللّٰہ کہہ رہا ہے۔ سب لوگ گھبرا کر اٹھ گئے میں نے کہا میں تو یہاں ہی رہوں گا جب پتہ چل جائے گا کہ اس آواز کے پس پردہ کیا ہے تب یہاں سے جاؤں گا اس نے پھر پکار کر کہا اے جلیح! یہ کامیابی والا کام ہے ایک فصیح آدمی لاالٰہ الا اللّٰہ کہہ رہا ہے پھر میں وہاں سے اٹھا کچھ عرصہ بعد ہی ہمیں بتایا گیا کہ یہ نبی ہیں یہ روایت صرف بخاری میں ہے اور یہ کاہن آدمی حضرت سواد بن قاربؓ ہیں۔[1]

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت عمر بن خطابؓ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ان کے پاس سے ایک آدمی گزرا۔ کسی نے پوچھا اے امیر المومنین کیا آپ اس گزرنے والے کو جانتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے پوچھا، یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حضرت سواد بن قاربؓ ہیں جنہیں ان کے پاس آنے والے جن نے حضور ﷺ کے ظاہر ہونے کی خبر دی تھی، چنانچہ حضرت عمرؓ نے پیغام دے کر انہیں بلایا اور فرمایا کیا آپ ہی سواد بن قارب ہیں؟ انہوں نے کہا جی ہاں! حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم زمانہ جاہلیت میں کہانت کا کام کرتے تھے؟ اس پر حضرت سوادؓ کو غصہ آ گیا اور کہا اے امیر المومنین! جب سے میں مسلمان ہوا ہوں کبھی کسی نے میرے منہ پر ایسی بات نہیں کہی ہے حضرت عمرؓ نے کہا سبحان اللّٰہ! ہم تو جاہلیت میں شرک پر تھے اور یہ شرک تمہاری کہانت سے زیادہ برا تھا۔ تمہارے تابع جن نے حضور ﷺ کے ظاہر ہونے کی جو خبر دی تھی وہ مجھے بتاؤ انہوں نے کہا اے امیر المومنین! جی ہاں! ایک رات میں لیٹا ہوا تھا اور بیداری اور نیند کے درمیان کی حالت میں تھا میرا جن میرے پاس آیا اور مجھے پاؤں مار کر کہا اے سواد بن قارب! اٹھ اور میری بات سن اور اگر تیرے اندر عقل ہے تو تو سمجھ لے کہ (قریش کی شاخ) لوی بن غالب میں ایک رسول مبعوث ہوا ہے جو اللہ کی اور اس کی عبادت کی دعوت دیتا ہے پھر یہ شعر پڑھنے لگا

۱۔ وقدروی حدیثه من وجوه اخر مطولة بابسط من روایة البخاری

عجبت للجن و تطلابها — وشدها العيس باقتابها
تهوى الى مكة تبغى الهدى — ما صادق الجن ككذابها
فارحل الى الصفوة من هاشم — ليس قدا ماها كاذنابها

"مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ جنات حق کو تلاش کر رہے ہیں اور سفید اونٹوں پر کجاوے باندھ کر ہر طرف سفر کر رہے ہیں یہ سب ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں، اس لئے مکے جا رہے ہیں۔ سچا جن اور جھوٹا جن دونوں ایک جیسے نہیں ہو سکتے لہٰذا تم سفر کر کے اس ہستی کے پاس جاؤ جو بنی ہاشم میں چیدہ اور عمدہ اور ہدایت میں پہل کرنے والا دیر کرنے والے کی طرح نہیں ہوگا۔ بلکہ اس سے افضل ہوگا۔"

میں نے اس جن سے کہا مجھے سونے دو مجھے شام سے بہت نیند آ رہی ہے۔ اگلی رات وہ میرے پاس پھر آیا اور اس نے پھر پاؤں مار کر کہا اے سواد بن قارب! اٹھ اور میری بات سن اور اگر تیرے اندر عقل ہے تو سمجھ لے کہ لوی بن غالب میں ایک رسول مبعوث ہوا ہے جو اللہ اور اس کی عبادت کی دعوت دے رہا ہے پھر وہ یہ شعر پڑھنے لگا۔

عجبت للجن و تحيارها — وشدها العيس باكوارها
تهوى الى مكة تبغى الهدىٰ — ماموءنو الجن ككفارها
فارحل الى الصفوة من هاشم — بين روابيها واحجارها

"مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ جنات حیران پریشان ہیں اور سفید اونٹوں پر کجاوے باندھ کر ہر طرف کا سفر کر رہے ہیں۔ یہ سب ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں اس لئے مکے جا رہے ہیں۔ مومن جن کافر جن جیسے نہیں ہو سکتے لہٰذا تم سفر کر کے اس ہستی کے پاس جاؤ جو بنی ہاشم میں چیدہ اور برگزیدہ ہیں اور مکہ کے ٹیلوں اور پتھروں کے درمیان رہتے ہیں۔

"میں نے اس سے کہا مجھے سونے دو مجھے شام سے بہت نیند آ رہی ہے۔ تیسری رات وہ پھر میرے پاس آیا اور پھر پاؤں مار کر کہا اے سواد بن قارب! اٹھ اور میری بات سن اور اگر تیرے اندر عقل ہے تو سمجھ لے کہ لوی بن غالب میں ایک رسول مبعوث ہوا ہے جو اللہ کی اور اس کی عبادت کی دعوت دے رہا ہے پھر وہ یہ اشعار پڑھنے لگا

عجبت للجن وتجساسها — وشدها العيس باحلاسها
تهوى الى مكة تبغى الهدىٰ — ماخير الجن كانجاسها
فارحل الى الصفوة من هاشم — واسم بعينيك الى راسها

"مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ جنات حق کو تلاش کر رہے ہیں اور سفید اونٹوں پر کجاوے کے نیچے ٹاٹ رکھ کر ہر طرف کا سفر کر رہے ہیں یہ سب ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں، اس لئے مکے

جارہے ہیں اور خیر والا جن ناپاک جن کی طرح نہیں ہو سکتا لہٰذا تم سفر کر کے اس ہستی کے پاس جاؤ جو بنی ہاشم میں برگزیدہ ہیں اور آنکھیں بلند کر کے مکہ کی چوٹی کی طرف دیکھو۔'' چنانچہ میں اٹھا اور میں نے کہا اللہ نے میرے دل کو اچھی طرح جانچ لیا ہے یعنی جن کی بات صحیح معلوم ہوتی ہے اور میں اونٹنی پر سوار ہو کر چل دیا پھر میں مدینہ آیا تو وہاں حضور ﷺ اپنے صحابہؓ میں تشریف فرما تھے، میں نے قریب جا کر عرض کیا میری درخواست بھی سن لیں آپؐ نے فرمایا کہو میں نے یہ اشعار پڑھے

اتانی نجی بعد ھدء ورقدۃ	ولم یک فیما قد بلوت بکاذب
ثلاث لیال قولہ کل لیلۃ	اتاک رسول من لوی بن غالب
فشمرت عن ذیل الازار و وسطت	بی الذعلب الوجناء خیر السباسب
فاشھد ان اللہ لاشیئ غیرہ	وانک مامون علی کل غائب
وانک ادنی المرسلین وسیلۃ	الی اللہ یاابن الاکرمین الا طایب
فمرنا بما یاتیک یا خیر من مشی	وان کان فیما جاء شیب الذوائب
وکن لی شفیعا یوم لاذو شفاعۃ	سواک بمغن عن سواد بن قارب

''ابتدائی رات کے کچھ حصے کے گزر جانے اور میرے کچھ سو لینے کے بعد مجھ سے سرگوشی کرنے والا جن میرے پاس تین رات آتا رہا اور جہاں تک میں نے اسے آزمایا وہ جھوٹا نہیں تھا اور ہر رات مجھ سے یہی کہتا رہا کہ تمہارے پاس ایک رسول آیا ہے جو قبیلہ لوی بن غالب میں سے ہے اس پر میں نے سفر کے لئے اپنی لنگی چڑھالی اور (میں نے سفر شروع کر دیا) تیز رفتار بڑے رخساروں والی اونٹنی مجھے لے کر ہموار اور وسیع غبار آلود میدانوں میں چلتی رہی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی چیز (عبادت کے لائق) نہیں اور آپ غیب کی ہر بات کے بارے میں قابلِ اعتماد ہیں اور اے قابلِ احترام اور پاکیزہ لوگوں کے بیٹے! آپ اللہ تک پہنچنے کے لئے تمام رسولوں میں سب سے زیادہ قریبی وسیلہ ہیں اور اے روئے زمین پر چلنے والوں میں سب سے اچھے! آپؐ ہمیں ان تمام اعمال کا حکم دیں جو آپ کے پاس اللہ کی طرف سے آرہے ہیں۔ ہم ان اعمال کو ضرور کریں گے چاہے ان اعمال کی محنت میں ہمارے بال سفید ہو جائیں اور آپ میرے اس دن سفارشی بن جائیں جس دن آپ کے علاوہ اور کوئی سفارشی سواد بن قارب کے کسی کام نہیں آسکتا۔'' میرے اشعار سن کر حضور ﷺ اور تمام صحابہ بہت زیادہ خوش ہوئے حتیٰ کہ ان سب کے چہروں میں خوشی نمایاں نظر آنے لگی۔ حضرت محمدؒ کعب قرظی راوی کہتے ہیں یہ قصہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھ کر حضرت سوادؓ سے چمٹ گئے اور فرمایا میری دلی خواہش تھی کہ میں تم سے یہ سارا قصہ سنوں۔ کیا اب بھی وہ جن تمہارے پاس آتا ہے؟ حضرت سوادؓ نے کہا جب سے میں نے

قرآن پڑھنا شروع کیا ہے وہ نہیں آیا۔ اور اس جن کی جگہ اللہ کی کتاب نعم البدل ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم ایک دن قریش کے ایک قبیلہ میں تھے جن کو آلِ ذریح کہا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنا ایک بچھڑا ذبح کیا اور قصاب اس کا گوشت بنا رہا تھا کہ اتنے میں ہم سب نے بچھڑے کے پیٹ میں سے آواز سنی اور بولنے والی کوئی چیز ہمیں نظر نہیں آ رہی تھی وہ یہ کہہ رہا تھا اے آلِ ذریح! یہ کامیابی والا کام ہے۔ ایک پکارنے والا پکار کر صحیح زبان میں کہہ رہا ہے کہ وہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔[1] حضرت براءؓ کی روایت میں ہے کہ حضرت سواد بن قاربؓ نے فرمایا میں ہندوستان میں ٹھہرا ہوا تھا تو ایک رات میرا تابع جن میرے پاس آیا پھر سارے قصے کے بعد آخری اشعار سنانے کے بعد یہ ہے کہ اشعار سن کر حضورؐ اتنے ہنسے کہ آپؐ کے دندان مبارک نظر آنے لگے اور آپؐ نے فرمایا اے سواد! تم کامیاب ہو گئے۔

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمتہ اللہ علیہ کی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت سوادؓ فرماتے ہیں کہ جن کی باتوں سے میرے دل میں اسلام کی محبت بیٹھ گئی اور اسلام کا شوق پیدا ہو گیا۔ صبح کو میں نے اونٹنی پر کجاوہ کسا اور مکہ کی طرف چل پڑا راستہ میں لوگوں نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ جا چکے ہیں، چنانچہ میں مدینہ چلا گیا اور وہاں جا کر حضورؐ کے بارے میں پوچھا لوگوں نے بتایا کہ حضورؐ مسجد میں ہیں میں مسجد گیا اور اونٹنی کے پاؤں کو رسی باندھ کر اندر گیا تو حضورؐ تشریف فرما تھے اور لوگ آپؐ کے ارد گرد تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری درخواست سن لیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا حضورؐ کے قریب آ جاؤ میں آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ حضورؐ کے سامنے پہنچ گیا تو حضورؐ نے فرمایا کہو اور تمہارا جن جو تمہارے پاس آتا رہا اس کے بارے میں بتاؤ۔[2]

حضرت عباس بن مرداس سلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے اسلام لانے کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ جب میرے والد مرداس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھے ضمار نامی بت کے خیال رکھنے کی وصیت کی۔ میں نے اس بت کو ایک کمرے میں رکھ لیا اور روزانہ اس کے پاس جانے لگا۔ جب نبی کریم ﷺ کا ظہور ہوا تو ایک دفعہ میں نے آدھی رات کو ایک آواز سنی جس سے میں ڈر گیا اور چھلانگ لگا کر اٹھا اور مدد لینے کے لئے ضمار کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ اسی

۱ـ رواه الحافظ ابو يعلى الموصلي و هذا منقطع من هذا الوجه وليشهد له رواية البخاري و اخرجه الخرائطي في هواتف الجان عن ابي جعفر محمد بن علي و ابن عساكر عن سواد بن قارب و البراء رضي الله عنهما انتهى مختصرا من البداية (ج ٢ ص ٣٣٢)

٢ـ اخرجه الحاكم (ج ٣ ص ٢٠٨) واخرجه الطبراني ايضا عن محمد بن كعب بسياق الحاكم كما في المجمع (ج ٨ ص ٢٤٨) وقد اخرج الحديث ايضا الحسن سفيان و البيهقي عن محمد بن كعب و البخاري في التاريخ البغوي والطبراني عن سواد بن قارب والبيهقي عن البراء وابن ابي خيثمه والروياني عن ابي جعفر الباقر و ابن شاهين عن انس بن مالك كما بسط طرق هولاء في الاصابة (ج ٢ ص ٩٦)

کے پیٹ میں سے آواز آرہی ہے اور وہ یہ اشعار کہہ رہا ہے

قل للقبیلة من سلیم کلها	هلک الانیس و عاش اهل المسجد
اودیٰ ضمار و کان یعبد مدة	قبل الکتاب الی النبی محمد
ان الذی ورث النبوة و الهدیٰ	بعد ابن مریم من قریش مهتد

"سارے قبیلہ سلیم سے کہہ دو کہ بت اور ان کے پوجنے والے مردہ باد اور مسجد والے زندہ باد۔ ضمار بت ہلاک ہو گیا اور نبی کریم حضرت محمد (ﷺ) کے پاس کتاب کے آنے سے پہلے اس کی عبادت کی جاتی تھی اور قبیلہ قریش کی جو ہستی (حضرت عیسیٰ) ابن مریم (علیہ السلام) کے بعد نبوت اور ہدایت کی وارث ہوئی ہے وہ ہدایت یافتہ ہے۔"

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں میں نے یہ ساری بات لوگوں سے چھپا کر رکھی اور کسی کو نہ بتائی جب کفار غزوۂ احزاب سے واپس آئے تو ایک مرتبہ میں ذاتِ عرق کے پاس مقام عقیق کے ایک کنارے پر اپنے اونٹوں میں سویا ہوا تھا میں نے ایک دم آواز سنی (جس سے میری آنکھ کھل گئی) اور میں نے دیکھا کہ ایک آدمی شتر مرغ کے پَر کے اوپر بیٹھا ہوا کہہ رہا ہے وہ نور حاصل کرلو جو منگل کی رات کو غضباء نامی اونٹنی والے پر بنو عنقاء کے بھائیوں کے علاقہ میں یعنی مدینہ میں اترا ہے۔ اس کے جواب میں اس کی بائیں جانب سے ایک غیبی آواز دینے والے نے یہ اشعار کہے

بشر الجن و ابلاسها	ان وضعت المطی احلاسها

و کلأت السماء احراسها

"جنات کو خبر دے دو کہ جنات اس وجہ سے حیران و پریشان ہیں کہ اونٹنیوں نے اپنے پالان رکھ دیئے ہیں اور آسمان کے چوکیداروں نے آسمان کی حفاظت شروع کر دی ہے۔" حضرت عباسؓ کہتے ہیں میں خوفزدہ ہو کر ایک دم اٹھا اور سمجھ گیا کہ حضرت محمد ﷺ (اللہ کے بھیجے ہوئے) رسول ہیں چنانچہ میں گھوڑے پر سوار ہوا اور بہت تیزی سے سفر کیا یہاں تک کہ میں حضورؐ کی خدمت میں پہنچ کر آپؐ سے بیعت ہو گیا پھر واپس آ کر میں نے ضمار کو آگ سے جلا دیا۔ میں دوبارہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ اشعار آپ کو سنائے

لعمرک انی یوم اجعل جاهلا	ضمار لرب العالمین مشارکا
وترکی رسول اللّٰه والاوس حوله	اولئک انصار له ما اولائکا
کتارک سهل الارض والحزن یبتغی	لیسلک فی وعث الامور المسالکا
فآمنت باللّٰه الذی انا عبده	و خالفت من امسی یرید المهالکا
ووجهت وجهی نحو مکة قاصدا	اُبایع نبی الا کرمین المبارکا
نبی اتانا بعد عیسیٰ بناطق	من الحق فیه الفصل فیه کذلکا

امین علی الفرقان اول شافع — واول مبعوث یجیب الملائکا

تلافی عری الاسلام بعد انتقاضها — فاحکمها حتی اقام المناسکا

عنیتک یاخیر البریة کلها — توسطت فی الفرعین والمجد مالکا

وانت المصفّٰی من قریش اذا سمت — علی ضمرها تبقی القرون المبارکا

اذا انتسب الحیان کعب ومالک — وجدنک محضا والنساء العوارکا

"آپ کی زندگی کی قسم! جب میں جاہل تھا تو میں نے ضمار بت کو رب العالمین کا شریک بنا رکھا تھا اور میں نے اللہ کے رسول کو چھوڑا ہوا تھا اور قبیلہ اوس ہر وقت آپؐ کے چاروں طرف جاں نثار تھا یہ سب آپؐ کے مددگار بنے ہوئے تھے اور یہ کیا ہی اچھے لوگ ہیں اور میری مثال اس آدمی جیسی تھی جو نرم زمین کو چھوڑ کر سخت زمین کو تلاش کرے تاکہ مشکل کاموں کے راستے پر چلے پھر میں اس اللہ پر ایمان لے آیا جس کا میں بندہ ہوں اور میں نے اس آدمی کی مخالفت کی جو (ایمان چھوڑ کر) ہلاکت کے راستوں پر چلنا چاہتا ہے اور میں نے کریم لوگوں کے مبارک نبیؐ سے بیعت ہونے کے ارادے سے اپنا رخ مکہ کی طرف کر لیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہمارے پاس ایسے نبیؐ آئے ہیں جو بولتا ہوا قرآن لے کر آئے ہیں اور اس میں ایسی باتیں ہیں جن سے حق اور باطل جدا جدا ہو جاتا ہے اور واقعی اس میں ایسی باتیں ہیں حضورؐ قرآن کے امین ہیں اور (قیامت کے دن) سب سے پہلے سفارش کریں گے اور سب سے پہلے اٹھائے جائیں گے اور فرشتوں کو جواب دیں گے۔ اسلام کے دستے ٹوٹ چکے تھے آپؐ نے ان سب کو جوڑ دیا اور انہیں خوب مضبوط کیا اور سارے احکامِ الٰہی زندہ کر دیئے۔ اے ساری مخلوق میں سب سے بہترین شخص! آپ ہی میرے مقصود ہیں آپؐ اگلوں پچھلوں میں اعلیٰ نسب والے ہیں اور قبیلہ مالک میں بزرگی میں سب سے آگے ہیں جب قریش بھوک اور کمزوری کے باوجود بلندیاں حاصل کر رہے ہیں تو آپؐ نے ان میں سے سب سے زیادہ صاف ستھرے اور پاکیزہ ہیں اور آپؐ تمام زمانوں میں بابرکت رہیں گے جب قبیلہ کعب اور قبیلہ مالک اپنا اپنا نسب بیان کریں گے تو ہم آپ کو خالص نسب والا اور عورتوں کو گندا پائیں گے۔"[1] اور خرائطی کی روایت میں پہلے تین اشعار کے بعد یہ ہے کہ حضرت عباس بن مرداسؓ فرماتے ہیں کہ میں خوفزدہ ہو کر نکلا اور اپنی قوم کے پاس آیا اور انہیں سارا قصہ سنایا اور اپنی قوم بنو حارثہ کے تین سو آدمی لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں مدینہ گیا اور وہاں جا کر

---

[1] اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۳۳) واخرجه الخرائطی عن العباس بن مرداس مختصرا کما فی البدایة (ج ۲ ص ۳۴۱) ورواه ابونعیم فی الدلائل کما فی البدایة (ج ۲ ص ۳۴۲) و اخرجه الطبرانی ایضا بهذا الاسناد نحوه قال الهیثمی (ج ۸ ص ۲۴۷) وفیه عبدالله بن عبدالعزیز اللیثی ضعفه الجمهور و وثقه سعید بن منصور وقال کان مالک یرضاه وبقیة رجاله وثقوا انتهی

مسجد میں داخل ہوئے۔ جب حضورؐ نے مجھے دیکھا تو فرمایا اے عباسؓ! تمہارے اسلام لانے کی کیا صورت ہوئی؟ میں نے آپؐ کو سارا قصہ سنایا جس سے آپؐ بہت خوش ہوئے اور یوں میں اور میری قوم والے سب مسلمان ہو گئے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کے مبعوث ہونے کی خبر مدینہ میں سب سے پہلے اس طرح ملی کہ مدینہ کی ایک عورت کا ایک جن تابع تھا ایک دفعہ وہ سفید پرندے کی شکل میں آیا اور اس کی دیوار پر بیٹھ گیا اس عورت نے اس سے کہا تم نیچے کیوں نہیں آتے تا کہ ہم آپس میں باتیں کریں اور ایک دوسرے کو حالات بتائیں۔ اس نے کہا مکہ میں ایک نبیؐ مبعوث ہوئے ہیں جنہوں نے زنا کو حرام قرار دیا ہے اور ہمارا چین سکون چھین لیا ہے (پہلے ہم آسمان پر جا کر وہاں کی خبریں لے آتے تھے اب وہاں نہیں جاسکتے، اس لئے پریشان ہیں)[1]

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ کے بارے میں مدینہ میں سب سے پہلی خبر اس طرح آئی کہ ایک عورت کا نام فاطمہ تھا اس کے پاس ایک جن آیا کرتا تھا، چنانچہ ایک دن وہ جن آیا اور دیوار پر کھڑا ہو گیا اس عورت نے کہا تم نیچے کیوں نہیں آتے؟ اس نے کہا نہیں اب وہ رسول مبعوث ہو گئے ہیں جنہوں نے زنا کو حرام کر دیا ہے۔[2]

حضرت عثمان بن عفانؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے ہم ایک تجارتی قافلہ میں ملک شام گئے۔ جب ہم ملک شام کی حدود میں داخل ہو گئے تو وہاں ایک نجومی عورت ہمارے سامنے آئی اور اس نے کہا کہ میرا (جن) ساتھی میرے دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا میں نے کہا کیا تو اندر نہیں آئے گا؟ اس نے کہا اب اس کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ احمد ﷺ کا ظہور ہو گیا ہے اور ایسا حکم آ گیا ہے جو میرے بس میں نہیں ہے۔ میں وہاں سے جب مکہ واپس آیا تو دیکھا کہ مکہ میں حضور ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی دعوت دے رہے ہیں۔[3]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک بڑے میاں نے جاہلیت کا زمانہ پایا تھا انہیں ابن عبسیٰ کہا جاتا تھا غزوۂ رودس میں ہم اور وہ اکٹھے تھے (رودس ملک شام کا ایک جزیرہ ہے) انہوں نے مجھے اپنا یہ واقعہ سنایا کہ میں اپنے خاندان کی ایک گائے ہانکے جا رہا تھا کہ اتنے میں میں نے اس کے پیٹ سے یہ آواز سنی اے آل ذریح! ایک صاف اور واضح بات ہے کہ ایک آدمی بلند آواز سے لا الہ الا اللہ کہہ رہا ہے وہ بڑے میاں کہتے ہیں پھر ہم مکہ آئے تو ہم نے دیکھا کہ وہاں نبی

---

[1] اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ٢٩) واخرجه احمد والطبراني في الاوسط ورجاله وثقوا كما قال الهيثمي (ج ٨ ص ٢٤٣) واخرجه ابن سعد (ج ١ ص ١٩٠) ايضا نحوه

[2] اخرجه الواقدي كذافي البداية (ج ٢ ص ٣٢٨)

[3] اخرجه الواقدي عن عاصم بن عمر كذافي البداية (ج ٢ ص ٣٣٨) و اخرجه ابو نعيم في الدلائل (ص ٢٩) من طريق الوقدي نحوه

کریم ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے۔[1]

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک کافر جن نے مکہ میں ابو قبیس پہاڑ پر آواز دی وہ نظر نہیں آرہا تھا، اس نے یہ اشعار کہے

قبح اللّٰہ رای کعب بن فہر	مارق العقول والا حلام
دینھا انھا یعنف فیھا	دین ابائھا الحماۃ الکرام
حالف الجن جن بصریٰ علیکم	ورجال النخیل والاطام
ھل کریم لکم لہ نفس حر	ماجد الوالدین والاعمام
یوشک الخیل ان تروھا تھادی	تقتل القوم فی بلاد التھام
ضارب ضربۃ تکون نکالا	ورواحا من کربۃ واغتمام

"کعب بن فہر یعنی قریش کی رائے کو اللہ برا کرے ان کی عقل اور سمجھ کس قدر کمزور ہے (قریش میں جو مسلمان ہو چکے ہیں) ان کا دین یہ ہے کہ وہ اپنے حفاظت کرنے والے بزرگ آباؤاجداد کے دین یعنی بت پرستی کو برا بھلا کہتے ہیں بصریٰ کے جنات نے اور کھجور کے درختوں اور قلعوں کے علاقہ یعنی مدینہ کے رہنے والے انصار نے (اسلام لا کر اور اسے پھیلانے کی محنت کر کے) عام جنات کی مخالفت کی ہے اور اس طرح تمہیں نقصان پہنچایا ہے کیا تم میں ایسا با اخلاق آدمی نہیں ہے جو شریف النفس ہو اور جس کے والدین اور سارے چچا بزرگی والے ہوں؟ عنقریب تم گھوڑوں والا لشکر دیکھو گے جو ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہے ہوں گے اور تہامہ کے علاقہ میں (مسلمانوں کی) اس قوم کو قتل کریں گے اور مسلمانوں پر تلواروں سے ایسی ضربیں لگائیں گے جن میں ان کے لیے عبرتناک سزا ہوگی اور تمہارے لئے بے چینی اور غم سے راحت ہوگی (یہ کافر جن مشرکوں کو جھوٹی خوشخبری دے رہا ہے)۔" حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ بات سارے مکہ میں پھیل گئی اور مشرکین ایک دوسرے کو یہ اشعار سنانے لگے اور ایمان والوں کو مزید ایذاء دینے اور مار ڈالنے کے ارادے کرنے لگے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا یہ ایک شیطان تھا جس نے لوگوں سے بتوں کے بارے میں بات کی ہے اسے مسعر کہا جاتا ہے اللہ اسے رسوا کریں گے، چنانچہ تین دن گزرنے کے بعد اسی پہاڑ پر ایک غیبی آواز دینے والے نے یہ اشعار پڑھے

نحن قتلنا مسعرا	لما طغی واستکبرا
وسفّہ الحق وسن المنکر	قنعتہ سیفا جروفا مبترا

بشتمہ نبینا المطھرا

"جب مسعر نے سرکشی اور تکبر کیا اور حق کو بیوقوفی کی چیز بتایا اور منکر چیز کو چلایا تو ہم نے اسے قتل

[1] اخرجہ احمد قال الھیثمی (ج ۸ ص ۲۴۳) و رجالہ ثقات

کر دیا۔ میں نے ایسی تلوار سے اس کے سر پر وار کیا جو کام پورا کر دینے والی اور ٹکڑے ٹکڑے کرنے والی ہے۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے کیا کہ اس نے ہمارے پاک نبیؐ کی شان میں برے کلمات استعمال کیے تھے۔"

حضورﷺ نے فرمایا یہ ایک قوی ہیکل جن تھا جسے مسعر کہا جاتا تھا میں نے اس کا نام عبداللہ رکھا تھا یہ مجھ پر ایمان لایا تھا اس نے مجھے بتایا کہ وہ مسعر کو تین دن سے تلاش کر رہا تھا اس پر حضرت علی بن ابی طالبؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ اسے جزائے خیر دے۔[1]

حضرت عبداللہ بن محمود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ قبیلہ خثعم کے چند آدمی کہتے تھے کہ جن باتوں کی وجہ سے ہمیں اسلام کی دعوت ملی ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ ہم بت پرست قوم تھے ایک دن ہم لوگ اپنے ایک بت کے پاس تھے کہ کچھ لوگ اس بت کے پاس اپنا ایک فیصلہ لے کر آئے انہیں امید تھی کہ جس بات میں ہمارا اختلاف ہو رہا ہے اس کا حل ہمیں اس بت سے مل جائے گا کہ اتنے میں ایک غیبی آواز دینے والے نے انہیں آواز دے کر کہا

یاایها الناس ذووالاجسام ۔۔۔ من بین اشیاخ الی غلام

ماانتم وطائش الاحلام ۔۔۔ ومسند الحکم الی الاصنام

اکلکم فی حیرة نیام ۔۔۔ ام لاترون ماالذی امام

من ساطع یجلود جی الظلام ۔۔۔ قد لاح للناظر من تهام

ذاک نبی سید الانام ۔۔۔ قد جاء بعد الکفر بالاسلام

اکرمه الرحمان من امام ۔۔۔ ومن رسول صادق الکلام

اعدل ذی حکم من الاحکام ۔۔۔ یامر بالصلاة والصیام

والبر والصلاة للارحام ۔۔۔ ویزجر الناس عن الاثام

والرجس والاوثان والحرام ۔۔۔ من هاشم فی ذروة السنام

مستعلنا فی البلد الحرام

"اے جسم والے انسانو! اے بوڑھے بچے چھوٹے بڑے تمام انسانو! تم بالکل بے عقل ہو اور اپنے فیصلے تم نے بتوں کے سپرد کر رکھے ہیں کیا تم سب حیرت میں سوئے ہوئے ہو؟ کیا تمہیں وہ چیز نظر نہیں آ رہی جو میرے سامنے ہے؟ وہ ایک روشن نور ہے جو اندھیرے کی اندھیری کو بھی دور کر رہا ہے۔ وہ نور دیکھنے والوں کے لئے تہامہ کے پہاڑوں سے ظاہر ہو رہا ہے۔ یہ وہ نبیؐ ہیں

[1] اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۳۰) و اخرجه الاموی فی مغازیه عن ابن عباس نحوه کما فی البدایة (ج ۲ ص ۳۴۸) و اخرجه الفاکهی فی کتاب مکه عن ابن عباس عن عامر بن ربیعة و من طریق حمید بن عبدالرحمن بن عوف عن ابیه بنحوه کما فی الاصابة (ج ۲ ص ۷۸)

جو تمام مخلوق کے سردار ہیں اور کفر کے بعد اسلام لے کر آئے ہیں رحمان نے ان کا خاص اکرام فرمایا ہے۔ یہ امام، رسول، سچی گفتگو کرنے والے اور سب سے زیادہ انصاف والا فیصلہ کرنے والے ہیں وہ نماز، روزے، نیکی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں اور لوگوں کو گناہوں سے، پلیدی سے، بتوں سے اور حرام کاموں سے روکتے ہیں اور وہ قبیلہ بنو ہاشم میں سے ہیں اور سب سے اعلیٰ نسب والے ہیں اور اللہ کے قابلِ احترام شہر مکہ میں وہ یہ سارے کام علی الاعلان کر رہے ہیں۔"

جب ہم نے یہ سنا تو ہم اس بت کے پاس سے اٹھ کر آ گئے اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔[1]

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے اس وقت میں شام میں تھا میں اپنی کسی ضرورت سے سفر میں نکلا تو راستہ میں رات آ گئی۔ میں نے کہا میں آج رات اس وادی کے بڑے سردار (جن) کی پناہ میں ہوں (زمانہ جاہلیت میں عربوں کا خیال تھا کہ ہر جنگل اور ہر وادی پر کسی جن کی حکومت ہوتی ہے) جب میں بستر پر لیٹا تو ایک منادی نے آواز لگائی۔ وہ مجھے نظر نہیں آ رہا تھا اس نے کہا تم اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ جنات اللہ کے مقابلہ میں کسی کو پناہ نہیں دے سکتے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! تم کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا ان پڑھوں میں اللہ کی طرف سے آنے والے رسول ظاہر ہو چکے ہیں۔ ہم نے (مکہ میں) حجون مقام پر ان کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور ہم نے ان کا اتباع اختیار کر لیا ہے اور اب جنات کے تمام مکر و فریب ختم ہو گئے ہیں اب (وہ آسمان پر جانا چاہتے ہیں تو) ان کو ستارے مارے جاتے ہیں تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ جو رب العالمین کے رسول ہیں اور مسلمان ہو جاؤ۔ حضرت تمیمؓ کہتے ہیں میں صبح کو دیر ایوب بستی میں گیا اور وہاں ایک پادری کو سارا قصہ سنا کر اس سے اس کے بارے میں پوچھا اس نے کہا جنات نے تم سے سچ کہا ہے وہ نبی حرم (مکہ) میں ظاہر ہوں گے اور ہجرت کر کے حرم (مدینہ) جائیں گے۔ وہ تمام انبیاء سے بہتر ہیں کوئی اور تم سے پہلے ان تک نہ پہنچ جائے، اس لئے جلدی جاؤ۔ حضرت تمیمؓ کہتے ہیں میں ہمت کر کے چل پڑا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔[2]

حضرت واثلہ بن اسقعؓ فرماتے ہیں حضرت حجاج بن علاط بہزی سلمیؓ کے مسلمان ہونے کی صورت یہ ہوئی کہ وہ اپنی قوم کے کچھ سواروں کے ساتھ مکہ کے ارادے سے نکلے رات کو یہ لوگ ایک وحشت ناک اور خوفناک وادی میں پہنچے تو گھبرا گئے ان کے ساتھیوں نے ان سے کہا اے ابوکلاب! (یہ حضرت حجاج کی کنیت ہے) اٹھو اور اپنے لئے اور اپنے ساتھیوں کے لئے (اس

۱۔ اخرجه الخرائطي كذافي البداية (ج ۲ ص ۳۴۳) واخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۳۳) عن رجل من خثعم نحوه مختصرا
۲۔ اخرجه ابونعيم كذافي البداية (ج ۲ ص ۳۵۰)

وادی کے سردار جن سے) امن مانگو حضرت حجاج ؓ نے کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھے:

اعیذ نفسی و اعیذ صحبی ۔ من کل جنی بھذا النقب

حتیٰ او وب سالما و رکبی

''میں اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو ہر اس جن سے پناہ دیتا ہوں جو اس پہاڑی راستے میں موجود ہے تاکہ میں اور میرے ساتھی صحیح سالم اپنے گھر واپس پہنچ جائیں۔''

اس کے بعد حضرت حجاج نے کسی نظر نہ آنے والے کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ (سورت رحمان آیت ۳۳) ''اے جن اور انسان کے گروہ! اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمان اور زمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ تو (ہم بھی دیکھیں) نکلو مگر بدون زور کے نہیں نکل سکتے (اور زور ہے نہیں پس نکلنے کا وقوع بھی محتمل نہیں)'' جب یہ لوگ مکہ پہنچے تو انہوں نے قریش کی ایک مجلس میں یہ بات بتائی قریش نے کہا اے ابو کلاب! آپ ٹھیک کہہ رہے ہو، اللہ کی قسم! یہ کلام بھی اسی کلام میں سے ہے جس کے بارے میں محمد ﷺ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان پر یہ کلام اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے حضرت حجاج ؓ نے کہا اللہ کی قسم! خود میں نے بھی سنا ہے اور میرے ساتھ ان لوگوں نے بھی سنا ہے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اتنے میں عاصی بن وائل آیا لوگوں نے اس سے کہا اے ابو ہشام! ابو کلاب جو کہہ رہا ہے کیا آپ نے وہ نہیں سنا؟ اس نے پوچھا ابو کلاب کیا کہہ رہا ہے؟ لوگوں نے اسے ساری بات بتائی اس نے کہا آپ لوگ اس پر تعجب کیوں کر رہے ہیں؟ جس جن نے ان کو وہاں یہ کلام سنایا ہے وہی جن یہ کلام محمد (ﷺ) کی زبان پر جاری کرتا ہے۔ حضرت حجاج ؓ کہتے ہیں عاصی کی اس بات کی وجہ سے میرے ساتھی میری رائے سے یعنی اسلام لانے سے رک گئے لیکن اس سب سے میری بصیرت میں اضافہ ہوا (پھر ہم لوگ اپنے علاقہ میں واپس آ گئے) ایک عرصہ کے بعد میں نے حضور ؐ کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ مکہ سے مدینہ تشریف لے جا چکے ہیں میں اونٹنی پر سوار ہو کر چل دیا اور مدینہ حضور کی خدمت میں پہنچ گیا اور میں نے وادی میں جو سنا تھا وہ حضور کو بتایا۔ حضور ؐ نے فرمایا اللہ کی قسم! تم نے حق بات سنی ہے اللہ کی قسم! یہ اسی کلام میں سے ہے جو میرے رب نے مجھ پر نازل کیا ہے۔ اے ابو کلاب! تم نے حق بات سنی ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے اسلام سکھا دیں۔ حضور ؐ نے مجھ سے کلمۂ اخلاص کی گواہی طلب فرمائی اور فرمایا اب تم اپنی قوم کے پاس جاؤ اور انہیں ان تمام باتوں کی دعوت دو جن کی میں نے تمہیں دعوت دی ہے کیونکہ یہ حق ہیں۔[1]

---

[1] اخرجه ابن ابی الدنیا فی هواتف الجان و ابن عساکر و فیه ایوب بن سوید و محمد بن عبدالله اللیثی ضعیفان کذافی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۱۶۳)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کچھ لوگ مکہ کے ارادے سے چلے اور راستہ سے بھٹک گئے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اب تو موت آنے والی ہے تو انہوں نے کفن پہنے اور مرنے کے لئے لیٹ گئے اتنے میں درختوں کے بیچ میں سے ایک جن نکل کر ان کے پاس آیا اور کہنے لگا میں ان لوگوں میں سے اکیلا باقی رہ گیا ہوں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا تھا میں نے حضورؐ کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا کہ مومن مومن کا بھائی ہے اور سفر میں آگے جا کر حالات معلوم کر کے اسے بتانے والا ہے اور راستہ بھٹک جانے کی صورت میں اسے راستہ بتانے والا ہے اسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا۔ یہ ہے پانی اور یہ ہے تمہارا راستہ پھر اس نے انہیں پانی کی جگہ بتائی اور راستہ دکھایا۔[1]

قبیلہ بنو بہم بن مرہ کے سعید شیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے والد گرامی نے مجھے یہ واقعہ بیان کیا کہ عیینہ بن حصن جو لشکر خیبر کے یہودیوں کی مدد کے لئے لے کر گیا تھا میں بھی اس لشکر میں تھا ہم نے عیینہ کے لشکر میں یہ آواز سنی اے لوگو! اپنے گھر والوں کی خبر لو دشمن نے ان پر حملہ کر دیا ہے۔ یہ سنتے ہی سارے لشکر والے واپس چلے گئے ایک دوسرے کا انتظار بھی نہیں کیا ہمیں اس آواز کا کچھ پتہ نہ چلا کہ کہاں سے آئی تھی اس لئے ہمیں یقین ہے کہ یہ آواز آسمان سے آئی تھی۔[2]

حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے لئے جنات اور شیاطین کا مسخر ہونا

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا ایک شیطان میرے سامنے آیا میں نے اس کا گلا پکڑ کر اس زور سے گھونٹا کہ اس کی زبان باہر نکل آئی اور اپنے انگوٹھے پر مجھے اس کی زبان کی ٹھنڈک محسوس ہونے لگی اللہ تعالیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام پر رحم فرمائے اگر ان کی دعا نہ ہوتی تو وہ شیطان بندھا ہوا ہوتا اور تم سب اسے دیکھتے۔[3]

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا آج رات ایک سرکش جن چھوٹ کر میرے پاس نماز خراب کرنے آ گیا اللہ نے مجھے اسے پکڑنے کی قدرت دے دی۔ میں نے اسے پکڑ لیا۔ میرا ارادہ ہوا کہ میں اسے مسجد کے کسی ستون سے باندھ دوں تاکہ صبح کو آپ سب لوگ اسے دیکھ لیں لیکن مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آ گئی رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي (سورت ص آیت ۳۵) ”اے میرے رب! میرا (پچھلا) قصور معاف کر اور (آئندہ کے لئے) مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا (میرے

۱۔ اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۱۲۸) ۲۔ اخرجه البغوى كذافي الاصابة (ج ۲ ص ۱۶۲)
۳۔ اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۱۳۰)

زمانے میں) کسی کو میسر نہ ہو۔" آپؑ نے فرمایا میں نے اسے ذلیل اور رسوا کر کے واپس کر دیا۔[۱]
حضرت ابوالدرداءؓ کی روایت میں یہ ہے کہ اگر ہمارے بھائی حضرت سلیمانؑ کی دعا نہ ہوتی تو وہ صبح کو بندھا ہوا ہوتا اور مدینہ والوں کے بچے اس سے کھیل رہے ہوتے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں شیطان کو پکڑا تھا میں حضرت معاذؓ کے پاس گیا اور میں نے کہا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ نے حضورؐ کے زمانے میں شیطان کو پکڑا تھا۔ انہوں نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے صدقہ کی کھجوریں جمع کر کے مجھے دیں میں نے وہ کھجوریں اپنے ایک کمرے میں رکھ دیں۔ مجھے روزانہ ان کھجوروں میں کمی نظر آتی تھی میں نے حضورؐ سے اس کی شکایت کی حضورؐ نے فرمایا یہ شیطان کا کام ہے تم اس کی گھات لگاؤ، چنانچہ میں رات کو اس کی گھات میں بیٹھا جب کچھ رات گزر گئی تو شیطان ہاتھی کی صورت میں آیا۔ جب دروازے کے پاس پہنچا تو شکل بدل کر دروازے کی درزوں سے اندر داخل ہو گیا اور کھجوروں کے پاس جا کر انہیں لقمہ بنا کر کھانے لگ گیا میں نے اپنے کپڑے اچھی طرح باندھے اور جا کر اسے درمیان سے پکڑ لیا اور میں نے کہا اشھد ان لاالہ الا اللّٰہ و ان محمدا عبدہ ورسولہ اے اللہ کے دشمن! تو آ کر صدقہ کی کھجوروں میں سے لے رہا ہے، حالانکہ فقراء صحابہ تجھ سے زیادہ ان کھجوروں کے حقدار ہیں۔ میں تجھے حضور ﷺ کے پاس لے جاؤں گا وہ تجھے رسوا کریں گے۔ اس نے مجھ سے عہد کیا کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گا۔ میں صبح حضورؐ کی خدمت میں گیا حضورؐ نے فرمایا تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے کہا اس نے مجھ سے عہد کیا کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گا۔ حضورؐ نے فرمایا وہ ضرور آئے گا، اس لئے اس کی گھات لگانا، چنانچہ میں نے دوسری رات بھی اس کی گھات لگائی تو اس نے پہلی رات کی طرح پھر کیا میں نے بھی اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا اس نے پھر مجھ سے عہد کیا کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گا اس پر میں نے اسے چھوڑ دیا اور میں صبح صبح بتانے کے لئے حضورؐ کی خدمت میں گیا تو حضورؐ کا اعلانچی یہ اعلان کر رہا تھا معاذ کہاں ہے؟ (میں حضورؐ کی خدمت میں گیا) حضورؐ نے مجھ سے فرمایا اے معاذ! تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ اس نے سارا قصہ بتایا۔ حضورؐ نے فرمایا وہ ضرور آئے گا تم اس کی گھات میں رہنا۔ میں تیسری رات پھر اس کی گھات میں بیٹھا تو اس نے اسی طرح کیا میں نے بھی اس کے ساتھ اسی طرح کیا اور پکڑ کر اس سے کہا اے اللہ کے دشمن! تو دو دفعہ مجھ سے عہد کر چکا ہے اب تیسری مرتبہ ہے میں تجھے حضورؐ کی خدمت میں ضرور لے جاؤں گا وہ تجھے رسوا کریں گے اس نے کہا میں عیالدار شیطان ہوں اور نصیبین سے آپ کے پاس آتا ہوں (جو کہ ملک شام کی ایک جگہ ہے) اگر مجھے ان کھجوروں کے علاوہ کچھ اور مل جاتا تو میں آپ کے پاس نہ آتا۔ ہم آپ کے اسی

۱۔ عند ابی نعیم ایضا و اخرجہ ایضا عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ مطولا

شہر میں رہا کرتے تھے لیکن جب آپ کے پاس حضرتؐ مبعوث ہوئے اور ان پر دو آیتیں نازل ہوئیں تو ان آیتوں نے ہمیں یہاں سے بھگا دیا اور ہم جا کر نصیبین رہنے لگے۔ اور جس گھر میں یہ دونوں آیتیں پڑھی جاتی ہیں اس گھر میں شیطان تین دن تک داخل نہیں ہوتا۔ اگر آپ مجھے چھوڑ دیں تو میں آپ کو وہ دونوں آیتیں سکھا دوں گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ اس نے کہا آیت الکرسی اور سورۃ بقرہ کی آخری آیات امن الرسول سے لے کر آخر تک پھر میں نے اسے چھوڑ دیا اور صبح حضورؐ کو بتانے کے لئے گیا تو حضورؐ کا اعلانچی اعلان کر رہا تھا کہ معاذ بن جبل کہاں ہے؟ جب میں آپؐ کی خدمت میں پہنچا تو آپؐ نے فرمایا تمہارے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے کہا اس نے مجھ سے عہد کیا کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گا اور اس نے جو کچھ کہا تھا وہ بھی میں نے حضورؐ کو بتایا۔ حضورؐ نے فرمایا خبیث ہے تو جھوٹا لیکن اس دفعہ اس نے تم سے سچی بات کہی ہے۔ حضرت معاذؓ کہتے ہیں میں بعد میں یہ آیتیں پڑھنے لگ گیا تو پھر کھجوروں کا کم ہونا ختم ہو گیا۔[1]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے رمضان کے صدقۂ فطر کی حفاظت میرے ذمہ لگائی۔ ایک دن ایک آدمی آ کر اس میں سے لپیں بھر کر لینے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا میں تمہیں حضور ﷺ کے پاس ضرور لے جاؤں گا۔ اس نے کہا میں محتاج ہوں اور مجھ پر بچوں کی ذمہ داری ہے اور مجھے بہت ہی زیادہ ضرورت ہے۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح کو حضورؐ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! آج رات تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! اس نے سخت ضرورت مند ہونے اور اہل و عیال کی شکایت کی مجھے اس پر ترس آ گیا میں نے اسے چھوڑ دیا۔ حضورؐ نے فرمایا غور سے سن لو! اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا چونکہ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ وہ پھر آئے گا اس لئے مجھے یقین ہو گیا کہ وہ ضرور آئے گا میں اس کی گھات میں بیٹھ گیا وہ آ کر لپیں بھر کر پھر لینے لگ گیا۔ میں نے اسے پکڑ کر کہا میں تمہیں حضورؐ کے پاس ضرور لے جاؤں گا اس نے کہا مجھے چھوڑ دو کیونکہ میں محتاج ہوں بہت سے بچوں کی مجھ پر ذمہ داری ہے اب میں دوبارہ نہیں آؤں گا۔ مجھے اس پر ترس آ گیا، اس لئے میں نے اسے چھوڑ دیا صبح کو حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے ابو ہریرہؓ! تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے کہا یا رسول اللہ اس نے سخت ضرورتمند ہونے کی اور بچوں کی شکایت کی مجھے اس پر ترس آ گیا میں نے اسے چھوڑ دیا۔ حضورؐ نے فرمایا غور سے سن! اس نے تم سے جھوٹ کہا ہے وہ پھر آئے گا چنانچہ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ وہ پھر آئے گا اس لئے میں سمجھ گیا کہ وہ پھر ضرور آئے گا۔ میں اس کی گھات میں بیٹھ گیا وہ آ کر پھر لپیں بھر کر لینے لگا۔ میں

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٦ ص ٣٢٢) رواه الطبراني عن شيخه يحيیٰ ابن عثمان بن صالح وهو صدوق انشاء الله قال الذهبي قال ابن ابي حاتم وقد تكلموا فيه وبقية رجاله وثقوا. انتهى واخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ٢١٧) عن ابي الاسود الدئلي عن معاذ نحوه

نے اسے پکڑ کر کہا میں تمہیں حضورؐ کے پاس ضرور لے جاؤں گا دو دفعہ تم کہہ چکے ہو کہ دوبارہ نہیں آؤں گا لیکن تم پھر آ جاتے ہو۔ اب یہ تیسری مرتبہ ہے اور آخری مرتبہ ہے۔ اس نے کہا مجھے اب چھوڑ دو میں تمہیں ایسے کلمات سکھاؤں گا جن سے اللہ تمہیں نفع پہنچائے گا۔ جب تم بستر پر لیٹا کرو تو آیت الکرسی اَللّٰہُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ آخر تک پڑھا کرو تو صبح تک اللہ کی طرف سے تمہارے لئے ایک حفاظت کرنے والا فرشتہ مقرر رہے گا اور صبح تک کوئی شیطان تمہارے قریب نہیں آ سکے گا میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ صبح حضورؐ نے مجھ سے فرمایا تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے کہا اس نے کہا تھا کہ وہ مجھے چند ایسے کلمات سکھائے گا جن سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دیں گے آپؐ نے فرمایا غور سے سنو! ہے تو وہ جھوٹا لیکن تم سے اس نے بات سچی کہی ہے اور تم جانتے ہو کہ تم تین راتوں سے کس سے باتیں کر رہے ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ ایک شیطان ہے۔[1]

حضرت ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں میرا ایک طاق تھا جس میں کھجوریں رکھی رہتی تھیں ایک بھوتنی آ کر ان میں سے کھجوریں لے جایا کرتی تھی میں نے نبی کریم ﷺ سے اس کی شکایت کی۔ حضورؐ نے فرمایا جاؤ جب تم اسے دیکھو تو کہنا بسم اللہ حضورؐ تمہیں بلا رہے ہیں ان کے پاس چلو! میں نے اسے پکڑ لیا تو اس نے قسم کھائی کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گی پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔[2] اور اسی تیسری جلد میں صفحہ ۴۶۲ پر حضرت ابی بن کعبؓ کی اسی جیسی حدیث گزر چکی ہے۔

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور ﷺ کے ایک صحابیؓ کو ایک شیطان ملا تو انہوں نے اس شیطان سے کشتی کی اور اسے گرا کر اس کے انگوٹھے کو دانتوں سے کاٹا اس شیطان نے کہا مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایسی آیت سکھاؤں گا کہ ہم میں سے جو بھی اس آیت کو سنتا ہے وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے۔ اس مسلمان نے اسے چھوڑ دیا تو شیطان نے وہ آیت سکھانے سے انکار کر دیا۔ اس مسلمان نے اس سے پھر کشتی کی اور اسے گرا کر اس کے انگوٹھے کو کاٹا اور اسے کہا مجھے وہ آیت بتا (اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں بتاؤں گا مسلمان نے اسے چھوڑ دیا لیکن) اس نے بتانے سے انکار کر دیا۔ جب مسلمان نے تیسری مرتبہ اسے کشتی میں گرا دیا تو اس شیطان نے کہا یہ سورت بقرہ کی آیت اَللّٰہُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ آخر تک ہے۔ حضرت عبداللہؓ سے کسی نے پوچھا اے ابوعبدالرحمٰن! وہ مسلمان کون تھا؟ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا حضرت عمرؓ کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔[3]

---

۱ ۔ اخرجه البخاری کذافی المشکوۃ ص ۱۸۵) ۲ ۔ اخرجه ترمذی کما فی الترغیب (ج ۳ ص ۳۳) قال الترمذی حدیث حسن غریب واخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۱۷) عن ابی ایوب بمعناه و اخرجه الطبرانی عن ابی اسید الساعدی رضی الله عنه بمعنی حدیث ابی ایوب قال الهیثمی (ج ۲ ص ۳۲۳) رجاله و ثقوا کلهم وفی بعضهم ضعف. ۳ ۔ اخرجه الطبرانی

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا نبی کریم ﷺ کے ایک صحابیؓ کو ایک جن ملا انہوں نے اس جن سے کشتی لڑی اور اسے گرادیا جن نے ان سے کہا دوبارہ کشتی لڑو دوبارہ کشتی ہوئی تو پھر انہوں نے اس کو گرادیا ان صحابیؓ نے اس جن سے کہا تم مجھے دبلے پتلے نظر آ رہا ہو اور تمہارا رنگ بھی بدلا ہوا ہے اور تمہارے بازو کتے کے بازوؤں کی طرح چھوٹے چھوٹے ہیں تو کیا تم سب جن ایسے ہی ہوتے ہو یا ان میں سے تم ہی ایسے ہو؟ اس جن نے کہا نہیں اللہ کی قسم! میں تو ان میں بڑے جسم والا اور طاقتور ہوں آپ مجھ سے تیسری مرتبہ کشتی کر و اگر اس دفعہ آپ نے مجھے گرادیا تو میں آپ کو ایسی چیز سکھاؤں گا جس سے آپ کو فائدہ ہوگا چنانچہ تیسری مرتبہ کشتی ہوئی تو اس مسلمان نے اس کو پھر گرادیا اور اس سے کہا لاؤ مجھے سکھاؤ اس جن نے کہا کیا آپ آیت الکرسی پڑھتے ہیں؟ اس مسلمان نے کہا جی ہاں اس جن نے کہا آپ اس آیت کو جس گھر میں پڑھیں گے اس گھر سے شیطان نکل جائے گا اور نکلتے ہوئے گدھے کی طرح اس کی ہوا خارج ہو رہی ہوگی اور صبح تک پھر اس گھر میں نہیں آئے گا۔ حاضرین میں سے ایک آدمی نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! یہ نبی کریم ﷺ کے کون سے صحابی تھے؟ اس سوال پر چیں بہ چیں ہو کر حضرت عبداللہؓ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا یہ حضرت عمرؓ کے سوا کون ہو سکتا ہے۔[1] حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمیں یہ بتایا جاتا تھا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں شیاطین زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے جب وہ شہید ہو گئے تو پھر یہ آزاد ہو کر پھیل گئے۔[2]

حضرت عامر بن عبداللہ بن الزبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ قریش کے سواروں کی ایک جماعت کے ساتھ عمرہ سے واپس آ رہے تھے جب یناصب پہاڑ کے پاس پہنچے تو انہیں ایک درخت کے پاس ایک آدمی نظر آیا۔ حضرت ابن زبیرؓ اپنے ساتھیوں سے آگے بڑھ کر اس آدمی کے پاس پہنچے اور اسے سلام کیا اس آدمی نے ان کی پرواہ نہ کی اور ہلکی آواز سے سلام کا جواب دیا۔ حضرت ابن زبیرؓ سواری سے نیچے اترے اس پر اس آدمی نے کوئی اثر نہ لیا اور اپنی جگہ سے بالکل نہ ہلا۔ حضرت ابن زبیرؓ نے کہا سائے سے پرے ہٹ جاؤ وہ تو نا گواری کے ساتھ ایک طرف ہٹ گیا۔ حضرت ابن زبیرؓ فرماتے ہیں میں وہاں بیٹھ گیا اور میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں جن ہوں۔ اس کے یہ کہتے ہی (غصہ کی وجہ سے) میرے جسم کا ہر بال کھڑا ہو گیا۔ میں نے اسے زور سے کھینچ کر کہا تم جن ہو کر اس طرح میرے سامنے آتے ہو۔ اب

۱؎ عند الطبرانی قال الهيثمی (ج ۹ ص ۷۱) رواهما الطبرانی باسنادين و رجال الرواية الثانية رجال الصحيح الا ان الشعبی لم يسمع من ابن مسعود ولكنه ادركه و رواة الطريق الاولیٰ فيهم المسعودی وهو ثقة ولكنه اختلط فبان لنا صحة رواية المسعودی برواية الشعبی والله اعلم. انتهی واخرجه ابو نعيم فی الدلائل (ص ۱۳۱) من طريق عاصم عن زر عن عبدالله بمعناه.

۲؎ اخرجه ابن عساكر كذافی المنتخب (ج ۴ ص ۳۸۵)

جو میں نے غور سے دیکھا تو اس کے پاؤں جانور جیسے تھے۔ میں نے جو ذرا زور دکھایا تو وہ نرم پڑ گیا میں نے اسے ڈانٹا اور کہا تم ذمی ہو کر میرے سامنے آئے ہو وہ وہاں سے بھاگ گیا اتنے میں میرے ساتھی بھی آ گئے ۔انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپؓ کے پاس جو آدمی تھا وہ کہاں گیا؟ میں نے کہا یہ جن تھا جو بھاگ گیا۔ یہ سنتے ہی ان میں سے ہر ایک اپنی سواری سے نیچے گر گیا پھر میں نے سب کو اٹھا کر ان کی سواری سے باندھ دیا اور میں ان کو لے کر حج پر گیا لیکن اس وقت تک ان کی عقلیں ٹھیک نہیں ہوئی تھیں ۔[1] حضرت احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں میں نے حضرت ابو سلیمان دارانی کو یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضرت ابن زبیرؓ چاندنی رات میں اپنی سواری پر نکلے اور جا کر تبوک میں پڑاؤ ڈالا ان کی اچانک نظر پڑی تو انہیں اپنی سواری پر ایک بوڑھا بیٹھا ہوا نظر آیا جس کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے۔ حضرت ابن زبیرؓ نے اس پر حملہ کیا جس سے وہ سواری سے ایک طرف ہو گیا اور حضرت ابن زبیر اپنی سواری پر سوار ہو کر آگے چل دیئے اس بوڑھے نے بلند آواز سے کہا اے ابن زبیرؓ اللہ کی قسم! اگر آپ کے دل میں میرا ڈر بال کے برابر بھی بیٹھ جاتا تو میں آپ کی عقل خراب کر دیتا۔ حضرت ابن زبیرؓ نے فرمایا او ملعون! کیا تیری وجہ سے میرے دل میں ذرہ برابر ڈر پیدا ہو سکتا ہے؟[2]

صحابہ کرامؓ کا جمادات یعنی بے جان چیزوں کی آوازیں سننا

حضرت سوید بن یزید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ایک دن حضرت ابوذرؓ کو مسجد میں اکیلے بیٹھے ہوئے دیکھا میں نے موقع غنیمت سمجھا اور جا کر ان کے پاس بیٹھ گیا اور ان سے حضرت عثمانؓ کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے فرمایا میں تو حضرت عثمانؓ کے بارے میں ہمیشہ خیر کی بات کہتا ہوں کیونکہ میں نے حضور ﷺ کے پاس ان کے بارے میں ایک خاص چیز دیکھی ہے۔ میں حضور کی تنہائی کے مواقع تلاش کرتا رہتا تھا اور اس تنہائی میں حضور! سے سیکھا کرتا تھا، چنانچہ ایک دن میں گیا تو حضورؐ باہر تشریف لائے اور ایک طرف چل دیئے میں بھی آپؐ کے پیچھے ہو لیا۔ ایک جگہ جا کر آپؐ بیٹھ گئے میں بھی آپؐ کے پاس بیٹھ گیا۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوذر! کیوں آئے ہو؟ میں نے عرض کیا اللہ اور رسول کی محبت کی وجہ سے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ آئے اور سلام کر کے حضورؐ کے دائیں طرف بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا اے ابوبکر! کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے کہا اللہ اور رسول! کی محبت کی وجہ سے۔ پھر حضرت عمرؓ آ گئے اور حضرت ابوبکرؓ کے دائیں طرف بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے فرمایا اے عمر! کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے کہا اللہ اور رسول کی محبت کی وجہ سے۔ پھر

---

[1] رواہ ابن المبارک   [2] وقد روی لھذہ الحکایۃ شواھد من وجوہ اخری جیدۃ کذافی البدایۃ (ج ۸ ص ۳۳۵)

حضرت عثمانؓ آئے اور حضرت عمرؓ کے دائیں جانب بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے فرمایا اے عثمان! کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے کہا اللہ اور رسول کی محبت کی وجہ سے۔ پھر حضورؐ نے سات یا نو کنکریاں اپنے ہاتھ میں لیں اور وہ کنکریاں تسبیح پڑھنے لگیں اور میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کی بھنبھناہٹ سنی پھر حضورؐ نے انہیں رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں پھر حضورؐ نے وہ کنکریاں اٹھا کر حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ میں رکھ دیں وہ کنکریاں پھر تسبیح پڑھنے لگیں اور میں نے شہد کی مکھی جیسی ان کی بھنبھناہٹ سنی پھر حضورؐ نے انہیں رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں۔ پھر حضورؐ نے انہیں لے کر حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں رکھ دیا وہ کنکریاں پھر تسبیح پڑھنے لگیں اور میں نے شہد کی مکھی جیسی بھنبھناہٹ سنی پھر حضورؐ نے انہیں رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں۔[1] بیہقی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ پھر حضور ﷺ نے وہ کنکریاں لے کر حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں رکھ دیں وہ تسبیح پڑھنے لگیں اور میں نے شہد کی مکھی جیسی بھنبھناہٹ سنی پھر حضورؐ نے انہیں رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں۔ اس روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا یہ نبوت کی خلافت ہے۔[2] طبرانی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ پھر حضورؐ نے وہ کنکریاں حضرت علیؓ کو دیں (تو وہ تسبیح پڑھنے لگیں) پھر حضورؐ نے وہ کنکریاں رکھ دیں تو وہ خاموش ہوگئیں۔[3] طبرانی کی دو سندوں میں سے ایک سند میں یہ بھی ہے کہ حلقہ میں جتنے آدمی تھے ان سب نے ہر ایک کے ہاتھ میں ان کنکریوں کی تسبیح سنی پھر حضورؐ نے وہ کنکریاں ہمیں دے دیں۔ تو ہم میں سے کسی کے پاس بھی ان کنکریوں نے تسبیح نہ پڑھی۔[4] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں ہم قرآنی آیات کو اور حضور ﷺ کے معجزوں کو برکت سمجھا کرتے تھے لیکن آپ لوگ یہ سمجھتے ہو کہ یہ کفار کو ڈرانے کے لئے ہوا کرتے تھے۔ ہم ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ پانی کم ہوگیا۔ حضورؐ نے فرمایا بچا ہوا پانی لاؤ صحابہؓ ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لائے حضورؐ نے اس برتن میں اپنا ہاتھ مبارک ڈالا پھر فرمایا آؤ پاک اور برکت والے پانی کی طرف اور برکت اللہ کی طرف سے آرہی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضورؐ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی پھوٹ رہا ہے اور (یہ حضورؐ کا معجزہ تھا اسی طرح دوسرا معجزہ یہ ہے کہ) کبھی کھانا کھایا جا رہا تھا اور

---

[1] اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ٨ ص ٢٩٩) رواه البزار باسنادين و رجال احد هماثقات و في بعضهم ضعف. انتهى قلت لم يقع في نقل الهيثمي عن البزار ذكر عمر في تسبيح الحصى و قد اخرجه البيهقي كما في البداية (ج ٦ ص ١٣٢) عن سويد عن ابي ذر فذكر الحديث نحوه.

[2] و اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ٢١٥) عن سويدبن ابي ذرنحوه الا انه لم يذكر مازاده البيهقي واخرجه الطبراني في الاوسط عن ابي ذرمختصرا [3] قال الهيثمي (ج ٥ ص ١٧٩) وفيه محمدبن ابي حميد وهو ضعيف. اه وقال الهيثمي ايضا (ج ٨ ص ٢٩٩) رواه الطبراني في الاوسط عن ابي ذر

[4] و اخرجه ابو نعيم في الدلائل (ص ٥٣) من طريق سويد مختصراومن طريق جبير بن نفير الحضرمي بطوله و زادليسمع تسبيحهن من في الحلقة

ہم اس کی تسبیح سن رہے ہوتے تھے۔[1] حضرت عباسؓ کے لئے حضور ﷺ کے دعا کرنے کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ دروازے کی چوکھٹ اور کمرے کی دیواروں نے تین دفعہ آمین کہا۔[2]

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ جمعہ کے دن کھجور کے تنے کے سہارے سے خطبہ دیا کرتے تھے ایک انصاری عورت یا مرد نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے لئے منبر نہ بنا دیں؟ آپؐ نے فرمایا اگر تم چاہو تو بنا دو، چنانچہ انہوں نے حضورؐ کے لئے منبر بنایا (جو مسجد میں محراب کے پاس رکھ دیا گیا) جب جمعہ کے دن حضورؐ منبر کے پاس پہنچے تو وہ تنا بچے کی طرح چیخنے لگا۔ حضورؐ منبر سے نیچے اتر کر اس کے پاس آئے اور اسے اپنے سے چمٹا لیا تو وہ اس بچے کی طرح رونے لگا جسے چپ کرایا جا رہا ہو۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا وہ تنا اس وجہ سے رو رہا تھا کہ وہ پہلے اپنے پاس اللہ کا ذکر سنا کرتا تھا (اور اب نہیں سن سکے گا)۔[3] حضرت جابرؓ کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ جب حضور ﷺ کے لئے منبر بن گیا اور اسے مسجد میں لا کر رکھا گیا اور حضورؐ اس پر تشریف فرما ہو گئے تو ہم نے اس تنے میں سے حاملہ اونٹنی جیسی آواز سنی جسے سن کر حضورؐ اس کے پاس تشریف لائے اور اپنا ہاتھ اس پر رکھا جس سے اسے سکون ہوا اور وہ خاموش ہو گیا۔[4] احمد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ جب حضورؐ کا منبر بن گیا اور آپؐ اس پر تشریف فرما ہوئے تو وہ تنا بے چین ہو گیا اور اونٹنی کی طرح رونے لگا جسے تمام مسجد والوں نے سنا۔ آپؐ منبر سے اتر کر اس کے پاس تشریف لے گئے اور اسے گلے لگا لیا جس سے وہ خاموش ہو گیا۔[5] ابو نعیم کی روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اگر میں اسے اپنی بغل میں نہ لیتا تو قیامت تک روتا رہتا۔ امام احمدؒ نے حضرت انسؓ سے بھی منبر بنانے کی حدیث نقل کی ہے اس میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ خطبہ دینے کے لئے اس لکڑی کی بجائے منبر پر تشریف فرما ہوئے تو میں نے اس لکڑی کو پریشان حال عاشق کی طرح روتے ہوئے سنا اور وہ لکڑی روتی ہی رہی یہاں تک کہ حضورؐ منبر سے نیچے اترے اور چل کر اس کے پاس تشریف لائے اور اسے سینہ سے لگایا تو پھر اس لکڑی کو سکون ہوا۔ علامہ بغوی نے بھی اس حدیث کو حضرت انسؓ سے ذکر کیا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت حسن اس حدیث کو بیان کیا کرتے تو رو دیا کرتے اور فرماتے اے اللہ کے بندو! چونکہ حضور ﷺ کا اللہ کے ہاں بڑا درجہ ہے اس وجہ سے یہ لکڑی حضورؐ کے شوق میں روئی تھی تو آپ لوگوں کو حضورؐ کی زیارت کا

۱۔ اخرجه البخاری ورواه الترمذی وقال حسن صحیح کذافی البداية (ج ٦ ص ٩٧)

۲۔ اخرجه الطبرانی من ابی اسید وحسن اسناده الهیثمی و اخرجه ایضا البیهقی وابو نعیم فی الدلائل وابن ماجه ۳۔ اخرجه البخاری ۴۔ عند البخاری ایضا من طریق آخر و اخرجه ایضا احمد والبزار من طرق عن جابر ۵۔ وهذا اسناد علی شرط مسلم ولم یخرجوه کما قال ابن کثیر فی البداية (ج ٦ ص ١٢٩) و اخرجه ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ٢ ص ١٩٧) عن جابر بهذا الاسناد مثله و اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ١٢٢)

شوق اس سے زیادہ ہونا چاہئے۔[۱] ابو یعلی کی روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد! کی جان ہے! اگر میں اسے اپنے سے نہ چمٹاتا تو یہ اللہ کے رسول کی جدائی کے غم میں یونہی قیامت تک روتا رہتا پھر حضورؐ کے فرمانے پر اسے دفن کر دیا گیا۔[۲]

حضرت ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابوالدرداءؓ اپنی ہنڈیا کے نیچے آگ جلا رہے تھے اور حضرت سلمانؓ ان کے ہاں آئے ہوئے تھے۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے ہنڈیا میں سے آواز سنی پھر وہ آواز اونچی ہوئی اور وہ بچے کی طرح تسبیح پڑھنے کی آواز تھی پھر وہ ہنڈیا نیچے گر پڑی اور الٹی ہوگئی پھر اپنی جگہ واپس چلی گئی لیکن اس میں سے کوئی چیز نہ گری حضرت ابوالدرداءؓ پکار کر کہنے لگے اے سلمان! عجیب کام دیکھو ایسا عجیب کام تو نہ آپ نے دیکھا ہوگا اور نہ آپ کے ابا جان نے۔ حضرت سلمان نے کہا اگر آپ خاموش رہتے تو اللہ کی اور بڑی بڑی نشانیاں سنتے۔[۳]

حضرت قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابوالدرداءؓ حضرت سلمانؓ کو خط لکھتے یا حضرت سلمانؓ حضرت ابوالدرداءؓ کو خط لکھتے تو پیالے والی نشانی انہیں ضرور یاد دلاتے۔ حضرت قیسؒ کہتے ہیں ہم یہ بات بیان کرتے تھے کہ یہ دونوں حضرات پیالہ میں سے کھانا کھا رہے تھے تو پیالہ اور پیالے کے اندر کا کھانا دونوں تسبیح پڑھتے رہے۔[۴]

حضرت جعفر بن ابی عمران کہتے ہیں ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ نے ایک مرتبہ آگ کی آواز سنی تو انہوں نے کہا میں بھی۔ کسی نے پوچھا اے ابن عمرو! آپ نے یہ کیا کہا؟ انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! یہ آگ جہنم کی بڑی آگ میں واپس لوٹائے جانے سے پناہ مانگ رہی ہے۔[۵]

صحابہ کرامؓ کا قبر والوں کی باتیں سننا

حضرت یحییٰ بن ابی ایوب خزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ایک صاحب کو یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک عبادت گزار نوجوان تھا جو ہر وقت مسجد میں رہتا تھا اور حضرتؓ کو بہت پسند تھا اس کا ایک بوڑھا باپ تھا وہ نوجوان عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے باپ کے پاس چلا جاتا تھا اس کے گھر کا راستہ ایک عورت کے دروازے پر پڑتا تھا وہ عورت اس پر

۱۔ رواہ ابونعیم عن انس فذکرہ کمافی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۲۷) و اخرجہ ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۲ ص ۱۹۷) بسیاق البغوی و اخرجہ ایضا ابویعلی ۲۔ و اخرجہ الترمذی وقال صحیح غریب من ھذا الوجہ کمافی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۲۶) وفی الباب عن ابی ابن کعب و سھل بن سعد وعبداللہ بن عباس وابن عمر وابی سعید و عائشۃ و ام سلمۃ رضی اللہ عنھم کمابسط احادیث ھولاء ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۲۵) ۳۔ اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۲۴)

۴۔ اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۲۴) ۵۔ اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۸۹)

فریفتہ ہوگئی اور اس نوجوان کی وجہ سے وہ اس کے راستہ پر کھڑی رہتی۔ ایک رات وہ نوجوان اس کے پاس سے گزرا تو وہ عورت اسے بہلانے پھسلانے لگی۔ آخر نوجوان اس کے پیچھے چل پڑا جب اس عورت کے گھر کا دروازہ آیا تو وہ اندر چلی گئی لیکن جب یہ نوجوان اندر جانے لگا تو اسے ایک دم اللہ کا دھیان آ گیا اور وہ غلط خیال دل سے سب جاتا رہا اور یہ آیت اس کی زبان پر جاری ہوگئی اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَآئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ (سورت اعراف آیت ۲۰۱) ''یقیناً جو لوگ خدا ترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آ جاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں سو یکا یک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔'' یہ آیت پڑھتے ہی وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا تو اس عورت نے اپنی ایک باندی کو بلایا اور دونوں نے مل کر اسے اٹھایا اور اس کے گھر کے دروازے پر جا کر اسے بٹھا دیا اور دروازہ کھٹکھٹا کر واپس آ گئیں۔ اس کا باپ اس کی تلاش میں باہر نکلا تو دیکھا کہ وہ بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ باپ نے اپنے گھر والوں کو بلایا اور اسے اٹھا کر اندر پہنچایا۔ کافی رات گزرنے کے بعد اسے ہوش آیا تو اس کے باپ نے اس سے پوچھا اے بیٹے! تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا خیر ہے باپ نے کہا تجھے اللہ کا واسطہ دیتا ہوں ضرور بتا۔ اس نے سارا واقعہ بتایا باپ نے کہا تم نے کون سی آیت پڑھی تھی؟ اس نے وہی آیت پڑھی۔ پڑھتے ہی بے ہوش کر پھر گر گیا اب اسے ہلا کر دیکھا تو اس کی روح پرواز کر چکی تھی اسے غسل دے کر باہر لائے اور رات کو ہی اسے دفن کر دیا۔ صبح کو ان لوگوں نے حضرت عمرؓ کو سارا قصہ سنایا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے والد کے پاس جا کر تعزیت کی اور فرمایا مجھے کیوں خبر نہ کی؟ باپ نے کہا اے امیر المومنین! رات تھی حضرت عمرؓ نے فرمایا ہمیں اس کی قبر پر لے جاؤ، چنانچہ حضرت عمرؓ اور ان کے ساتھی قبر پر گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے فلانے! وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ (سورت رحمان آیت ۴۶) ''اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے (ہر وقت) ڈرتا رہتا ہے اس کے لئے (جنت میں) دو باغ ہوں گے۔'' تو اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا اور دو دفعہ کہا اے عمر! میرے رب نے مجھے جنت میں وہ باغ دے دیئے ہیں۔[۱] بیہقی کی روایت میں ہے کہ اس نوجوان نے کہا اے چچا جان! حضرت عمرؓ کو جا کر میرا اسلام کہو اور ان سے پوچھو کہ جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے اس کو کیا بدلہ ملے گا؟ اس روایت کے آخر میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس کی قبر پر کھڑے ہو کر کہا تمہارے لئے دو باغ ہیں، تمہارے لئے دو باغ ہیں۔

حضرت محمد بن حمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ کا بقیع الغرقد قبرستان پر گزر ہوا تو انہوں نے فرمایا السلام علیکم! اے قبرستان والو! ہمارے ہاں کی خبریں تو یہ ہیں

۱۔ اخرجه الحاكم كذافى الكنز (ج ۱ ص ۲٦٧) و اخرجه ابن عساكر فى ترجمة عمرو بن جامع من تاريخه فذكره كما فى التفسير لابن كثير (ج ۲ ص ۲٧٩) و اخرجه البيهقى عن الحسن مختصرا كما فى الكنز (ج ۱ ص ۲٦٧)

کہ تمہاری عورتوں نے اور شادی کر لی تمہارے گھروں میں دوسرے لوگ رہنے لگ گئے۔ تمہارا سارا مال تقسیم کر دیا گیا۔ جواب میں غیب سے یہ آواز آئی کہ ہمارے ہاں کی خبریں یہ ہیں کہ ہم نے جو نیک اعمال آگے بھیجے تھے ان کا اجر و ثواب ہم نے پالیا اور جو مال ہم نے اللہ کے لئے دوسروں پر خرچ کیا اس کا ہمیں یہاں نفع مل گیا۔ اور جو مال ہم پیچھے چھوڑ آئے اتنا ہمیں نقصان ہوا۔[1]

صحابہ کرامؓ کا عذاب میں مبتلا لوگوں کے عذاب کو دیکھنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک دفعہ میں میدانِ بدر کے کنارے چلا جا رہا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی ایک گڑھے سے باہر نکلا اس کی گردن میں زنجیر پڑی ہوئی تھی اس نے مجھے پکار کر کہا اے عبداللہ! مجھے پانی پلا دے، اے عبداللہ! مجھے پانی پلا دے، اے عبداللہ! مجھے پانی پلا دے۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ اسے میرا نام معلوم تھا یا اس نے ویسے ہی عربوں کے دستور کے مطابق عبداللہ کہہ کر پکارا اور نام معلوم نہیں تھا پھر اسی گڑھے سے ایک اور آدمی باہر نکلا اس کے ہاتھ میں کوڑا تھا اس نے مجھے پکار کر کہا اے عبداللہ! اسے پانی نہ پلانا کیونکہ یہ کافر ہے پھر اسے کوڑا مارا جس پر وہ آدمی اپنے گڑھے میں واپس چلا گیا۔ میں جلدی سے حضور ﷺ کی خدمت میں گیا اور سارا واقعہ حضورؐ کو بتایا آپؐ نے مجھ سے فرمایا کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! حضورؐ نے فرمایا یہ اللہ کا دشمن ابوجہل تھا اور اسے قیامت کے دن تک یونہی عذاب ہوتا رہے گا۔[2]

صحابہ کرامؓ کا مرنے کے بعد باتیں کرنا

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قبیلہ بنو حارث بن خزرج کے حضرت زید بن خارجہ انصاریؓ کا حضرت عثمان بن عفانؓ کے زمانہ میں انتقال ہوا تو لوگوں نے ان پر کپڑا ڈال دیا پھر لوگوں نے ان کے سینہ میں آواز کی حرکت سنی پھر وہ بول پڑے اور کہنے لگے حضرت احمد، حضرت احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام لوحِ محفوظ میں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سچ کہا، سچ کہا وہ اپنی ذات کے بارے میں کمزور تھے لیکن اللہ کے معاملے میں طاقتور تھے۔ یہ سب کچھ لوحِ محفوظ میں ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے سچ کہا، سچ کہا وہ طاقتور اور امانت دار تھے یہ بات بھی لوحِ محفوظ میں ہے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ نے سچ کہا، سچ کہا وہ ان تینوں حضرات کے طریقہ پر ہیں۔ امن امان کے چار سال گزر گئے دو سال رہ گئے ہیں پھر فتنے آئیں گے اور زوردار آدمی کمزور

۱۔ اخرجه ابن ابی الدنیا و ابن السمعانی کذافی الکنز (ج ۸ ص ۱۲۳)

۲۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۲ ص ۸۱) رواه الطبرانی فی الاوسط و فیه من لم اعرفه. انتهی.

کو کھا جائے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی اور عنقریب تمہارے لشکر کی طرف زبردست خبر آئے گی۔ اریس کا کنواں ایک زبردست چیز ہے اور یہ کنواں کیا زبردست چیز ہے؟ حضرت سعیدؒ کہتے ہیں پھر بنو خطمہ کے ایک آدمی کا انتقال ہوا لوگوں نے اس پر کپڑا ڈالا تو اس کے سینہ میں بھی آواز کی حرکت سنی پھر وہ بول پڑا کہنے لگا۔ بنو حارث بن خزرج کے آدمی نے سچ کہا، سچ کہا۔[1]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ ظہر، عصر کے درمیان مدینہ کے ایک راستہ پر چلے جا رہے تھے۔ چلتے چلتے ان کا انتقال ہو گیا اور وہ زمین پر گر گئے۔ اٹھا کر انہیں ان کے گھر لایا گیا اور دو کپڑوں اور ایک چادر سے انہیں ڈھانپ دیا گیا مغرب، عشاء کے درمیان انصار کی عورتیں ان کے پاس جمع ہو کر اونچی آواز سے رونے لگیں اتنے میں انہوں نے چادر کے نیچے سے دو مرتبہ آواز سنی اے لوگو! خاموش ہو جاؤ حضرت زیدؓ کے چہرے اور سینے سے کپڑا اٹھایا گیا تو انہوں نے کہا محمد رسول اللہ جو کہ ان پڑھ نبی ہیں اور تمام نبیوں کے لئے مہر ہیں یہ بات لوحِ محفوظ میں ہے (اس کے بعد وہ خاموش ہو گئے) پھر کچھ دیر کے بعد ان کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سچ کہا، سچ کہا جو کہ اللہ کے رسول ﷺ کے خلیفہ ہیں قوی اور امین ہیں۔ وہ اپنے بدن کے اعتبار سے تو کمزور تھے لیکن اللہ کے معاملے میں بہت مضبوط اور طاقتور تھے اور یہ بات پہلی کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں ہے پھر ان کی زبان سے یہ الفاظ تین مرتبہ ادا ہوئے سچ کہا، سچ کہا اور درمیانے جو کہ اللہ کے بندے امیر المومنین ہیں رضی اللہ عنہ جو اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے اور طاقتور کو کمزور کے کھا جانے سے روکتے تھے یہ بات بھی پہلی کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں ہے پھر ان کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے سچ کہا، سچ کہا پھر انہوں نے کہا حضرت عثمان امیر المومنینؓ جو کہ مسلمانوں پر بہت مہربان ہیں۔ دو گزر گئے چار رہ گئے پھر لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا اور جوڑ باقی نہ رہ سکے گا اور درخت بھی روئیں گے یعنی کسی کا احترام و اکرام باقی نہ رہے گا اور قیامت قریب آ جائے گی اور لوگ ایک دوسرے کو کھانے لگیں گے۔[2] دوسری روایت میں ہے کہ حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں جب حضرت زید بن خارجہؓ کا انتقال ہوا تو میں حضرت عثمانؓ کا انتظار کر رہا تھا میں نے سوچا کہ دو رکعت نماز ہی پڑھ لوں (اور نماز شروع کر دی) اتنے میں حضرت زیدؓ نے اپنے چہرے سے کپڑا اٹھا کر کہا السلام علیکم! السلام علیکم! گھر والے باتیں کر رہے تھے میں نے نماز میں ہی کہا سبحان اللہ! سبحان اللہ! پھر حضرت زیدؓ نے کہا سب خاموش ہو جائیں، سب خاموش ہو جائیں باقی حدیث پچھلی

۱۔ اخرجه البيهقي و اخرجه البيهقي عن الحاكم فذكره باسناده وقال هذا اسناد صحيح وله شواهد كذافي البداية (ج ٦ ص ١٥٦) ورواه ابن ابي الدنيا و البيهقي ايضا من وجه آخر بالبسط من هذا واطول و صححه البيهقي كذافي البداية (ج ٦ ص ٢٩٣) ۲۔ اخرجه الطبراني

حدیث جیسی ہے۔[1] طبرانی نے اوسط میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ تین خلفا میں سب سے زیادہ مضبوط جو اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور کسی طاقتور کو کسی کمزور کو کھانے نہیں دیتے تھے وہ اللہ کے بندے اور امیر المومنین تھے انہوں نے سچ کہا، سچ کہا یہ لوح محفوظ میں ہے پھر حضرت زیدؓ نے کہا حضرت عثمانؓ امیر المومنین ہیں اور وہ لوگوں کے بہت زیادہ قصور معاف کر دیتے ہیں۔ دو گزر گئے ہیں چار باقی ہیں۔ پھر لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا اور ایک دوسرے کو کھانے لگ جائیں گے اور کوئی نظم برقرار نہ رہ سکے گا اور بڑے بڑے بہادر رو ئیں گے پھر مسلمانوں کی ترقی رک جائے گی اور یہ بھی کہا کہ یہ بات اللہ نے لکھی ہوئی ہے اور اسے مقدر فرما رکھا ہے اے لوگو! اپنے امیر کی طرف متوجہ ہو جاؤ اس کی بات سنو اور مانو پھر جسے والی بنایا جائے گا اس کا خون محفوظ رہے گا اور اللہ کا فیصلہ مقدر ہو چکا ہے۔ اللہ اکبر! یہ جنت ہے اور یہ جہنم ہے اور سارے نبی اور صدیق سلام علیکم کہہ رہے ہیں اے عبداللہ بن رواحہ! کیا آپ کو میرے والد حضرت خارجہؓ اور حضرت سعدؓ کا کچھ پتہ چلا؟ یہ دونوں حضرت جنگِ احد میں شہید ہوئے تھے کَلَّا اِنَّهَا لَظٰى ، نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى وَجَمَعَ فَاَوْعٰى (سورت معارج آیت ۱۵۔۱۸)

''یہ ہرگز نہ ہوگا (بلکہ) وہ آگ ایسی شعلہ زن ہے جو کھال (تک) اتار دے گی (اور) اس شخص کو (خود) بلا دے گی جس نے (دنیا میں حق سے) پیٹھ پھیری ہوگی اور (اطاعت سے) بے رخی کی ہوگی اور جمع کیا ہوگا پھر اس کو اٹھا کر رکھا ہوگا۔'' حضرت زیدؓ کی آواز بند ہوگئی اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت زیدؓ نے یہ بھی کہا یہ حضرت احمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ سلام علیک یا رسول اللہ! ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔[2] حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں ہم میں سے ایک آدمی کا انتقال ہوا جنہیں حضرت زید بن خارجہؓ کہا جاتا تھا ہم نے ایک کپڑے سے انہیں ڈھانک دیا اور میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ اتنے میں کچھ شور سنائی دیا تو میں ان کی طرف متوجہ ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ان کا جسم حرکت کر رہا ہے پھر وہ کہنے لگے لوگوں میں سب سے زیادہ طاقتور (تین خلفاء ہیں) درمیان والے اللہ کے بندے امیر المومنین حضرت عمرؓ ہیں جو اپنے کام میں بھی خوب طاقتور اور اللہ کے کام میں بھی خوب طاقتور تھے اور امیر المومنین حضرت عثمان بن عفانؓ پاکدامن اور انتہائی پاکباز ہیں جو بہت سے قصور معاف کر دیتے ہیں دو راتیں گزر گئی ہیں اور چار باقی ہیں پھر لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا اور ان میں کوئی نظم برقرار نہیں رہ سکے گا۔ اے لوگو! اپنے امام کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور

۱۔ قال الهيثمي (ج ۵ ص ۱۸۰) رواه كله الطبراني في الكبير والاوسط باختصار كثير باسنادين ورجال احدهما في الكبير ثقات. انتهى واخرجه ايضا البيهقي عن ابن ابي الدنيا باسناده عن النعمان بن بشير بطوله

۲۔ واخرجه البيهقي من غير طريق ابن ابي الدنيا فذكره وقال هذا اسناد صحيح كما في البداية (ج ۶ ص ۱۵۷) والحديث اخرجه ايضا ابن منده و ابو نعيم وغيرهما كما في الاصابة (ج ۲ ص ۲۳)

سنو اور مانو۔ یہ اللہ کے رسولؐ اور عبداللہ بن رواحہؓ ہیں پھر (حضرت ابن رواحہؓ سے) کہا میرے والد حضرت خارجہ بن زیدؓ کا کیا بنا؟ پھر کہا اریس کنواں ظلماً لے لیا گیا اس کے بعد ان کی آواز بند ہوگئی۔[1]

صحابہ کرامؓ کے مردوں کا زندہ ہونا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک انصاری جوان کی عیادت کے لئے گئے جلد ہی اس کا انتقال ہوگیا۔ ہم نے اس کی آنکھیں بند کر کے اس پر کپڑا ڈال دیا۔ ہم میں سے ایک آدمی نے اس کی والدہ سے کہا اپنے بیٹے کے صدمہ پر صبر کرو اور اس پر ثواب کی امید رکھو۔ اس کی والدہ نے کہا کیا اس کا انتقال ہوگیا ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں۔ اس پر اس کی والدہ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور یہ دعا مانگی اے اللہ! میں تجھ پر ایمان لائی اور میں ہجرت کر کے تیرے پاس آئی اور جب بھی مجھ پر کوئی مصیبت یا سختی آئی اور میں نے تجھ سے دعا کی تو نے وہ مصیبت اور سختی ضرور ہٹائی۔ میں تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ تو مجھ پر یہ مصیبت مت ڈال۔ اس کے یہ دعا مانگتے ہی (اس کا بیٹا زندہ ہوگیا اور) چہرے سے کپڑا ہٹا کر بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر بعد جب ہم نے کھانا کھایا تو اس نے بھی ہمارے ساتھ کھایا۔[2] بیہقی کی روایت میں یہ ہے کہ یہ حضرت ام السائب رضی اللہ عنہا بوڑھی اور نابینا تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عون رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت انسؓ نے فرمایا میں نے اس امت میں ایسی تین باتیں پائی ہیں کہ وہ اگر بنی اسرائیل میں ہوتیں تو کوئی امت ان کا مقابلہ اور ان کی برابری نہ کر سکتی۔ ہم نے کہا کہ اے ابوحمزہ! وہ تین باتیں کیا ہیں؟ انہوں نے فرمایا ایک مرتبہ ہم لوگ صفہ میں حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک مہاجر عورت حضور ﷺ کی خدمت میں آئی اور اس کے ساتھ اس کا ایک بیٹا بھی تھا جو کہ بالغ تھا حضورؐ نے اس عورت کو (مدینہ کی) عورتوں کے سپرد کر دیا اور اس کے بیٹے کو ہمارے ساتھ شامل کر دیا۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد وہ مدینہ کی وبا میں مبتلا ہوگیا اور چند دن بیمار رہ کر فوت ہوگیا۔ حضورؐ نے اس کی آنکھیں بند کیں اور ہمیں اس کا جنازہ تیار کرنے کا حکم دیا۔ جب ہم نے اسے غسل دینا چاہا تو حضورؐ نے فرمایا جا کر اس کی والدہ کو بتا دو، چنانچہ میں نے اسے بتا دیا وہ آئی اور بیٹے کے پیروں کے پاس بیٹھ گئی اور اس کے دونوں پاؤں پکڑ کر اس نے یہ دعا مانگی اے اللہ! میں اپنی خوشی سے مسلمان ہوئی اور میرے دل کا میلان بتوں سے

۱۔ اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۷ ص ۲۳۰) رجالہ رجال الصحیح. انتہی و اخرجہ ھشام بن عمار فی کتاب البعث کما فی البدایۃ (ج ۲ ص ۱۵۷)

۲۔ اخرجہ ابن ابی الدنیا و اخرجہ البیھقی من طریق صالح بن بشیر احد زھاد البصرۃ و عبادھا مع لین فی حدیثہ عن انس فذکر القصۃ

بالکل ہٹ گیا، اس لئے میں نے انہیں چھوڑا ہے اور تیری وجہ سے بڑے شوق سے میں نے ہجرت کی اور مجھ پر یہ مصیبت بھیج کر بتوں کے پوجنے والوں کو خوش نہ کر اور جو مصیبت میں اٹھا نہیں سکتی وہ مجھ پر نہ ڈال۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں ابھی اس کی والدہ کی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ اس کے بیٹے نے اپنے قدموں کو ہلایا اور اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا (اور زندہ ہو کر بیٹھ گیا) اور بہت عرصہ تک زندہ رہا یہاں تک کہ حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا اور اس کے سامنے اس کی ماں کا بھی انتقال ہوا پھر آگے اور حدیث ذکر کی جیسے کہ ہم عنقریب ذکر کریں گے۔[1]

صحابہ کرامؓ کے شہداء میں زندگی کے آثار

حضرت ابونضرہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت جابر بن عبداللہؓ نے فرمایا جب جنگِ احد کا وقت ہوا تو رات کو میرے والد نے بلا کر کہا میرا خیال یہی ہے کہ میں کل حضورؐ کے صحابہؓ میں سب سے پہلے شہید ہو جاؤں گا اور اللہ کی قسم! میں کسی کو ایسا نہیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جو حضورؐ کی ذات کے بعد مجھے تم سے زیادہ پیارا ہو اور مجھ پر قرضہ بھی ہے وہ میری طرف سے ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے بارے میں حسن سلوک کی وصیت قبول کرو، چنانچہ صبح کو سب سے پہلے وہی شہید ہوئے اور میں نے انہیں ایک اور صحابیؓ کے ساتھ ایک قبر میں دفن کر دیا پھر میرا جی نہ مانا کہ میں انہیں ایک قبر میں کسی دوسرے کے ساتھ رہنے دوں تو میں نے انہیں چھ مہینے کے بعد قبر سے نکالا تو وہ بالکل ایسے تھے جیسے کہ اس دن تھے جس دن میں نے انہیں قبر میں رکھا تھا صرف ان کے کان میں کچھ فرق آیا ہوا تھا۔[2] ابن سعد کی روایت میں اس طرح سے ہے کہ چھ مہینے گزرنے کے بعد میری طبیعت میں شدید تقاضا ہوا کہ میں انہیں الگ دفن کروں، چنانچہ میں نے انہیں قبر سے نکالا تو میں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ زمین نے ان کے جسم کو بالکل نہیں کھایا تھا صرف کان کی لَو پر کچھ اثر تھا اور ابن سعد کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ مجھے ان کے جسم میں کوئی فرق نظر نہ آیا البتہ ان کی داڑھی کے چند بالوں میں کچھ فرق تھا جو زمین سے لگے ہوئے تھے۔[3]

حضرت ابوزبیر رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب حضرت معاویہؓ نے پانی کا چشمہ جاری کیا تو اعلان کیا گیا کہ ہم اپنے جنگِ احد کے شہیدوں کو منتقل کر لیں،

۱۔ اخرجه البيهقي كذافي البداية (ج ٦ ص ١٥٤ ، ٢٥٩) وقال في البداية (ج ٢ ص ٢٩٢) وهذا اسناد رجاله ثقات ولكن فيه انقطاع بين عبدالله بن عون و انس والله اعلم انتهى واخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ٢٢٤) من طريق صالح عن ثابت عن انس نحو ماتقدم

۲۔ اخرجه الحاكم (ج ٣ ص ٢٠٣) قال الحاكم هذا حديث صحيح على شرط مسلم و اخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ٥٦٣) عن ابي نضرة عنه نحوه مختصرا

۳۔ واخرجه البخاري عن عطاء عن جابر بنحو لفظ الحاكم كما في البداية (ج ٤ ص ٤٣)

چنانچہ ہم نے انہیں چالیس سال کے بعد نکالا تو ان کے جسم بالکل نرم تھے اور ان کے ہاتھ پاؤں مڑ جاتے تھے۔[1] ابو نعیم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابو الزبیر کہتے ہیں کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا لوگوں نے اپنے شہیدوں کو چالیس سال کے بعد قبروں سے نکالا تو وہ بالکل تر و تازہ تھے۔[2]

ابن اسحٰق نے مغازی میں اس قصہ کو ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں میرے والد نے انصار کے چند مشائخ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت معاویہؓ نے پانی کا وہ چشمہ چلایا جو شہداء کی قبروں کے پاس سے گزرتا تھا تو اس کا پانی ان قبروں میں جانے لگا۔ ہم نے جا کر حضرت عمروؓ اور حضرت عبداللہؓ کو نکالا تو ان پر دو چادریں تھیں جن سے ان کے چہروں کو ڈھانکا ہوا تھا اور دونوں کے پیروں پر کچھ گھاس پڑی ہوئی تھی اور ان کے جسم ادھر ادھر مڑ جاتے تھے اور ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے کل ہی یہ دونوں دفن کئے گئے ہوں۔[3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کے زمانہ خلافت میں ایک آدمی میرے پاس آیا اور اس نے کہا حضرت معاویہؓ کے کارندوں نے آپ کے والد کی قبر کو اکھاڑ پھینکا اور ان کے جسم کا کچھ حصہ ظاہر ہو گیا ہے۔ میں نے جا کر دیکھا تو وہ بالکل ویسے ہی تھے جیسے کہ میں نے ان کو دفن کیا تھا۔ ان کے جسم میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ میدانِ جنگ میں جو زخم ان کو آئے تھے بس وہی تھے اس کے بعد میں نے ان کو پھر دفن کر دیا۔[4]

حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہؒ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عمرو بن جموح انصاری سلمیؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرو انصاری سلمیؓ دونوں جنگِ احد میں شہید ہوئے اور دونوں کو ایک قبر میں دفن کیا گیا تھا۔ دونوں کی قبروں کے پاس سے ایک برساتی نالہ گزرتا تھا ایک مرتبہ برساتی نالہ کے پانی سے ان حضرات کی قبر کھل گئی اس پر جگہ بدلنے کیلئے ان کی قبر کو کھودا گیا تو ان حضرات کے جسموں میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کل ہی دفن کئے گئے ہوں دونوں میں سے ایک صاحب زخمی ہوئے تھے اور ان کا ہاتھ زخم پر رکھ کر انہیں دفن کر دیا گیا تھا اب ان کا ہاتھ زخم سے ہٹا کر چھوڑا گیا تو وہ اپنی جگہ زخم پر واپس آ گیا جیسے کہ پہلے تھا۔ قبر کھودنے کا یہ واقعہ جنگِ احد کے چھیالیس سال بعد پیش آیا تھا۔[5]

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۵۶۳) و اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۰۷) عن ابی الزبیر عن جابر نحوه ۲۔ اخرجه ابن ابی شیبة عن جابر نحوه کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۷۳)

۳۔ وله شاهد باسناد صحیح عند ابن سعد من طریق ابی الزبیر عن جابر کذا فی فتح الباری (ج ۳ ص ۱۴۲)

۴۔ عند احمد فی حدیث طویل قال الشیخ الشمهودی فی وفاء الوفا (ج ۲ ص ۱۱۶) رواه احمد برجال الصحیح خلا نبیح الغزی وهو ثقة۔ انتهی واخرجه الدارمی عن جابر نحوه کما فی الاوجز (ج ۴ ص ۱۰۸)۔ ۵۔ اخرجه مالک فی المؤطا قال ابوعمر لم تختلف الرواة فی قطعه ویتصل معناه من وجوه صحاح قاله الزرقانی کما فی الاوجز (ج ۴ ص ۱۰۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سرخ رنگ کے تھے اور ان کے سر پر بال نہیں تھے اور ان کا قد لمبا نہیں تھا اور حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ لمبے قد والے تھے، اس لئے جنگ احد کے دن صحابہ نے دونوں حضرات کو پہچان لیا تھا اور دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا تھا۔ ان حضرات کی قبر ایک برساتی نالہ کے قریب تھی ایک مرتبہ اس کا پانی ان کی قبر میں داخل ہو گیا تھا جس کی وجہ سے ان کی قبر کھودی گئی تو دونوں حضرات پر دو کالی سفید دھاریوں والی چادریں تھیں حضرت عبداللہ کے چہرے پر زخم تھا ان کا ہاتھ ان کے زخم پر رکھا ہوا تھا۔ جب ان کا ہاتھ زخم سے ہٹایا گیا تو خون پھر بہنے لگا اور جب زخم پر رکھا گیا تو خون رک گیا۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا میں نے دیکھا تو ایسے لگا کہ جیسے میرے والد اپنی قبر میں سو رہے ہوں اور ان کی جسمانی حالت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آئی تھی حضرت جابرؓ سے پوچھا گیا کہ آپ نے ان کا کفن بھی دیکھا تھا انہوں نے کہا ہاں انہیں صرف ایک دھاری دار چادر میں کفن دیا گیا تھا جس سے ان کا چہرہ چھپ گیا تھا اور ان کے پاؤں پر حرمل پودے ڈال دیئے گئے تھے ہیں وہ چادر بھی اسی حال میں ٹھیک ملی اور ان کے پیروں پر حرمل پودے بھی اپنی اصلی حالت پر تھے، حالانکہ دفنانے کے چھیالیس سال بعد ان کی قبر کھودی گئی تھی۔[1]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں جب حضرت معاویہؓ نے جنگِ احد کے چالیس سال بعد احد کے شہداء کے پاس سے نہر چلائی تو ان کی طرف سے ہم شہداء کے ورثاء میں اعلان کیا گیا کہ ہم اپنے شہداء کو سنبھال لیں ہم نے وہاں جا کر انہیں نکالا کدال حضرت حمزہؓ کے پاؤں کو لگا تو اس میں سے خون بہنے لگا۔[2] حضرت عمرو بن دینار اور حضرت ابوزبیرؒ کہتے ہیں کہ کدال حضرت حمزہ کے پاؤں کو لگا تو اس میں سے خون بہنے لگا، حالانکہ ان کو دفن ہوئے چالیس سال ہو چکے تھے۔[3] شیخ سمہودی رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ واقعہ تین مرتبہ پیش آیا۔ ایک مرتبہ دفن کے چھ مہینے بعد دوسری مرتبہ چالیس سال بعد جب وہاں نہر چلائی گئی اور تیسری مرتبہ چھیالیس سال بعد جب برساتی نالہ کا پانی قبر میں داخل ہوا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر واقعہ کے بارے میں متعدد روایات منقول ہیں اور یہ صحابہؓ کی کھلی کرامت ہے اور اسی وجہ سے یہ واقعہ بار بار پیش آیا۔[4]

صحابہ کرامؓ کی قبروں سے مشک کی خوشبو کا آنا

حضرت محمد بن شرحبیل رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قبر سے ایک مٹھی مٹی لی۔ جب اس نے مٹھی کھولی تو وہ مشک تھی اس پر حضور ﷺ نے خوش ہو کر

---

[1] عند ابن سعد (ج ۳ ص ۵۶۲) [2] اخرجه البيهقي كذا في البداية (ج ۴ ص ۴۳) [3] عند ابي نعيم في الدلائل (ص ۲۰۷) [4] قد حققه الشيخ السمهودي في وفاء الوفاء (ج ۲ ص ۱۱۶، ۱۱۷) واستحسنه شيخنا في الاوجز (ج ۴ ص ۱۱۱)

فرمایا سبحان اللہ، سبحان اللہ اور خوشی کے آثار حضورؐ کے چہرے پر نظر آ رہے تھے۔[1] ابن سعد میں دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت محمد بن شرحبیل کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت سعد بن معاذؓ کی قبر سے مٹھی بھر مٹی لی اور مٹی لے کر چلا گیا پھر کچھ دیر بعد اس نے مٹھی کو دیکھا تو وہ مشک تھی۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں میں بھی ان لوگوں میں تھا جنہوں نے بقیع میں حضرت سعدؓ کی قبر کھودی تھی ہم جب بھی مٹی کھودتے تو اس میں سے ہمیں مشک کی خوشبو آتی اور یہ خوشبو کا سلسلہ یونہی چلتا رہا یہاں تک کہ ہم لحد تک پہنچ گئے۔[2]

مقتول صحابہؓ کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب صحابہؓ غزوۂ بئر معونہ میں شہید ہو گئے اور حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ قید ہو گئے تو عامر بن طفیل نے ایک شہید صحابیؓ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ حضرت عمرو بن امیہ نے کہا یہ حضرت عامر بن فہیرہؓ ہیں۔ عامر بن طفیل کہتا ہے میں نے ان کے شہید ہونے کے بعد دیکھا کہ ان کو آسمان کی طرف اٹھایا جا رہا ہے پھر میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو آسمان ان کے اور زمین کے درمیان تھا پھر ان کی نعش کو واپس زمین پر رکھ دیا گیا پھر حضور ﷺ کے پاس ان شہید صحابہؓ کی خبر پہنچی تو آپؐ نے صحابہؓ کو ان کی شہادت کی خبر دی اور فرمایا تمہارے ساتھی شہید کر دیئے گئے ہیں اور انہوں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ اے ہمارے رب! ہمارے بھائیوں کو ہماری خبر کر دے اور یہ بھی بتا دے کہ ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہے۔ اس طرح حضورؐ نے صحابہؓ کو ان کی خبر دی ان شہید ہونے والوں میں حضرت عروہ بن اسماء بن صلتؓ اور منذر بن عمروؓ بھی تھے تو نیک فال لینے کی نیت سے حضرت زبیر بن عوامؓ نے اپنے ایک بیٹے کا نام عروہ اور دوسرے کا نام منذر رکھا۔[3] اور واقدی نے ذکر کیا کہ حضرت عامر بن فہیرہ کے قاتل جبار بن سلمی کلابی تھے وہ کہتے ہیں جب میں نے انہیں نیزہ مارا تو انہوں نے کہا رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا میں نے بعد میں پوچھا کہ یہ خود قتل ہو رہے ہیں لیکن یہ کہہ رہے ہیں میں کامیاب ہو گیا تو اس کامیابی کا کیا مطلب؟ لوگوں نے کہا وہ کامیابی جنت کی ہے۔ میں نے کہا

۱۔ اخرجه ابونعيم في المعرفة كذافي الكنز (ج ۷ ص ۴۱) وقال سنده صحيح واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۴۳۱) عن محمد بن شرجيل بن حسنة نحوه الا انه لم يذكر المرفوع

۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۴۳۱) ايضا عن ربيح بن عبدالرحمن بن ابى سعد الخدرى عن ابيه عن جده رضى الله عنه

۳۔ اخرجه البخارى هكذا وقع فى رواية البخارى مرسلا عن عروة وقد رواه البيهقى عن هشام عن ابيه عن عائشة رضى الله عنها فساق من حديث الهجرة و ادرج فى آخره ماذكره البخارى ههنا وروى الواقدى عن ابى الاسود وعروة فذكر القصة وشان عامر بن فهيرة واخبار عامر بن طفيل انه رفع الى السماء

انہوں نے سچ کہا پھر اسی بات پر میں مسلمان ہو گیا۔

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بعد میں حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کا جسم وہاں کہیں نہ ملا صحابہؓ یہی سمجھتے ہیں کہ فرشتوں نے انہیں دفن کر دیا تھا۔[1] واقدی میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا فرشتوں نے ان کے جسم کو دفن کیا اور ان کو علیین میں جگہ دی گئی۔[2] حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عامر بن طفیل نے شہید ہونے والے صحابہ میں سے ایک کے بارے میں کہا تھا کہ جب وہ قتل ہو گئے تو انہیں آسمان اور زمین کے درمیان میں اٹھا لیا گیا یہاں تک کہ آسمان مجھے ان کے نیچے نظر آ رہا تھا لوگوں نے بتایا کہ وہ حضرت عامر بن فہیرہؓ تھے۔[3] حضرت زہری کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ان لوگوں نے حضرت عامر بن فہیرہؓ کے جسم کو بہت تلاش کیا لیکن انہیں کہیں نہ ملا، اس لئے لوگوں کو یقین ہے کہ فرشتوں نے انہیں دفن کر دیا۔[4]

مرنے کے بعد صحابہ کرامؓ کے جسم کی حفاظت

حضرت عمرو بن امیہؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے مجھے اکیلے کو جاسوس بنا کر قریش کی طرف بھیجا۔ میں حضرت خبیبؓ کی (اس) لکڑی کے پاس گیا (جس پر حضرت خبیبؓ کو سولی پر چڑھایا گیا تھا اور ان کا جسم ابھی تک اس پر لٹک رہا تھا) اور مجھے جاسوسوں کا بھی ڈر تھا کہ کہیں ان کو پتہ نہ لگ جائے، چنانچہ لکڑی پر چڑھ کر میں نے حضرت خبیبؓ کو کھولا جس سے وہ زمین پر گر گئے پھر میں (چھپنے کے لئے) تھوڑی دور ایک طرف کو چلا گیا پھر میں نے آ کر دیکھا تو حضرت خبیبؓ مجھے کہیں نظر نہ آئے اور ایسے لگا کہ جیسے زمین انہیں نگل گئی ہو اور اس وقت تک ان کا کوئی نشان نظر نہیں آیا۔[5] حضرت عمرو بن امیہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھے اکیلے کو جاسوس بنا کر بھیجا تھا۔ میں حضرت خبیبؓ کی لکڑی کے پاس گیا پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔[6]

حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے حضرت مقداد اور حضرت زبیرؓ کو حضرت خبیبؓ کو سولی کی لکڑی سے نیچے اتارنے کے لئے بھیجا۔ وہ دونوں تنعیم پہنچے (جہاں مکہ سے باہر حضرت

۱۔ کذافی مغازی موسی بن عقبۃ کذافی البدایۃ (ج ۴ ص ۷۲) وقد اخرج ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۸۲) ھذہ القصۃ من طریق الواقدی عن عروۃ بطولھا ۲۔ واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۲۱) عن الواقدی نحوہ بطولہ ۳۔ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۱۰) و اخرجہ ایضا عن عروۃ عن عائشۃ نحو روایۃ البخاری الا انہ لم یذکر من قولہ ثم وضع الی آخرہ ۴۔ اخرجہ ابو نعیم ایضا و اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۸۶) عن عروۃ نحوہ وابن سعد (ج ۳ ص ۲۳۱) عن عروۃ نحوہ

۵۔ اخرجہ احمد والطبرانی قال الهیثمی (ج ۵ ص ۳۲۱) وفیہ ابراھیم بن اسماعیل بن مجمع وھو ضعیف. انتھی ۶۔ اخرجہ البیھقی من طریق ابراھیم بن اسمعیل عن جعفر بن عمرو بن امیۃ عن ابیہ کما فی البدایۃ (ج ۴ ص ۶۷) و اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۲۷) من طریق ابراھیم بن اسمعیل باسنادہ نحو روایۃ البیھقی و اخرجہ ابن ابی شیبۃ عن عمرو بن امیۃ نحوہ کما الاصابۃ (ج ۱ ص ۴۱۹)

خبیبؓ کو سولی دی گئی تھی) تو انہیں وہاں حضرت خبیبؓ کے ارد گرد چالیس آدمی نشہ میں بدمست ملے۔ ان دونوں نے حضرت خبیبؓ کو لکڑی سے اتارا پھر حضرت زبیرؓ نے ان کی نعش کو اپنے گھوڑے پر رکھ لیا۔ ان کا جسم بالکل تر و تازہ تھا اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی پھر مشرکوں کو ان حضرات کا پتہ چل گیا انہوں نے ان حضرات کا پیچھا کیا جب مشرک ان کے پاس پہنچ گئے تو حضرت زبیرؓ نے (مجبور ہو کر) حضرت خبیبؓ کی نعش کو نیچے پھینک دیا جسے فوراً زمین نے نگل لیا اسی وجہ سے حضرت خبیبؓ کا نام بلیع الارض رکھا گیا (اس کا ترجمہ یہ ہے وہ آدمی جسے زمین نے نگل لیا تھا)۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں نے اس امت میں ایسی تین باتیں پائی ہیں کہ وہ اگر بنی اسرائیل میں ہوتیں تو کوئی امت ان کا مقابلہ اور ان کی برابری نہ کر سکتی اس کے بعد حدیث کا کچھ حصہ ابھی گزرا ہے اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ کچھ عرصہ ہی گزرا تھا کہ حضرت ابن حضرمیؓ کا انتقال ہو گیا اور ہم نے غسل دے کر ان کا جنازہ تیار کر دیا پھر قبر کھود کر انہیں دفن کر دیا۔ دفن کے بعد ایک آدمی آیا اور اس نے پوچھا یہ کون ہیں؟ ہم نے کہا یہ اس زمانہ کے انسانوں میں سب سے بہترین ہیں یہ حضرت ابن حضرمیؓ ہیں۔ اس نے کہا یہ زمین مردوں کو باہر پھینک دیتی ہے۔ اگر آپ لوگ ان کو ایک دو میل دور لے جا کر دفن کر دو تو اچھا ہے کیونکہ وہاں کی زمین مردوں کو قبول کر لیتی ہے ہم نے کہا ہمارے اس ساتھی کے لئے ان کے احسانات اور نیکی کا یہ بدلہ تو مناسب نہیں ہے کہ ہم انہیں یہاں دفن رہنے دیں۔ اس طرح تو ان کی نعش باہر آ جائے گی اور انہیں درندے کھا جائیں گے چنانچہ ہم سب نے اس پر اتفاق کیا کہ قبر کھود کر انہیں نکالا جائے اور دوسری جگہ دفن کیا جائے۔ ہم نے قبر کھودنی شروع کر دی۔ جب ہم لحد پر پہنچے تو ہم دیکھ کر حیران رہ گئے کیونکہ لحد میں ان کی نعش موجود نہیں تھی اور اس میں تاحدِ نگاہ نور چمک رہا تھا ہم نے لحد پر دوبارہ مٹی ڈال دی اور وہاں سے چل دیئے۔[2] حضرت ابو ہریرہؓ نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے اس میں یہ مضمون ہے کہ حضرت ابن حضرمیؓ کو ہم لوگوں نے ریت میں دفن کر دیا۔ وہاں سے کچھ دور ہی ہم گئے تھے تو ہم نے کہا کوئی درندہ آ کر انہیں کھا جائے گا ہم نے واپس آ کر انہیں قبر میں دیکھا تو وہ ہمیں وہاں نظر نہ آئے۔[3] حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ہم نے ان کے لئے تلواروں سے قبر کھودی لیکن لحد نہ بنائی اور انہیں دفن کر کے آگے چل دیئے حضور ﷺ کے ایک صحابیؓ نے کہا ہم نے ان کو دفن تو کر دیا ہے لیکن قبر میں ان کے لئے لحد نہیں بنائی یہ ہم نے اچھا نہیں کیا۔ اس پر ہم لحد بنانے کے لئے

۱؎ ذکرہ ابو یوسف فی کتاب اللطائف کذافی الاصابۃ (ج ۱ ص ۴۱۹)

۲؎ اخرجہ البیھقی کذافی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۵۵) وھذا اسناد رجالہ ثقات ولکن فیہ انقطاع کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۲۹۲)

۳؎ عند الطبرانی فی الثلاثۃ قال الھیثمی (ج ۹ ص ۳۷۶) وفیہ ابراھیم بن معمر الھروی ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات ۔ انتھی

واپس آئے تو ہمیں ان کی قبر کی جگہ ہی نہ ملی۔[1]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک لشکر بھیجا اور ان پر حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الافلحؓ کو امیر بنایا پھر آگے حضرت خبیب بن عدیؓ کا لمبا قصہ ذکر کیا ہے اور اس کے بعد یہ ہے کہ حضرت عاصمؓ نے کہا میں کسی مشرک کے عہد میں آنا نہیں چاہتا (آخر شہید ہو گئے) انہوں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ یہ کسی مشرک کو ہاتھ نہیں لگائیں گے اور نہ کوئی مشرک انہیں ہاتھ لگا سکے۔ حضرت عاصمؓ نے جنگِ بدر کے دن قریش کے ایک بڑے سردار کو قتل کیا تھا، اس لئے قریش نے ایک جماعت بھیجی جو ان کے جسم کا کچھ حصہ کاٹ کر لائے تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا یا بھڑوں کا ایک غول بھیج دیا جس نے ان کے بدن کو چاروں طرف سے گھیر کر انہیں کافروں سے بچا لیا اسی وجہ سے انہیں حمی الدبر کہا جاتا تھا (اس کا ترجمہ ہے وہ آدمی جسے شہد کی مکھیوں یا بھڑوں نے دشمن سے بچایا)۔[2] حضرت عروہؓ اسی قصہ میں یہ ذکر کرتے ہیں کہ مشرکوں نے اس بات کا ارادہ کیا کہ ان کا سر کاٹ کر مشرکین مکہ کے پاس بھیج دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیاں یا بھڑیں بھیج دیں جنہوں نے انہیں ہر طرف سے گھیر لیا وہ مشرکوں کے چہروں پر اڑتی تھیں اور انہیں کاٹتی تھیں اس طرح انہوں نے مشرکوں کو حضرت عاصمؓ کا سر کاٹنے نہ دیا۔[3]

درندوں کا صحابہ کرامؓ کے تابع ہونا اور ان سے باتیں کرنا

حضرت حمزہ بن ابی اسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ ایک انصاری کے جنازے کے لئے بقیع تشریف لے گئے راستہ میں ایک بھیڑیا اپنے بازو پھیلائے ہوئے بیٹھا تھا حضورؐ نے فرمایا یہ تمہاری بکریوں میں سے اپنا حصہ مقرر کروانے آیا ہے لہٰذا اس کا حصہ مقرر کر دو۔ صحابہؓ نے عرض کیا جو آپ کی رائے ہو یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا ہر چرنے والے ریوڑ میں سے ہر سال ایک بکری (اسے دے دیا کرو) صحابہؓ نے عرض کیا یہ تو زیادہ ہے۔ حضورؐ نے اشارہ کر کے بھیڑیے سے کہا تم چپکے سے جھپٹا مار کر لے جایا کرو۔ پھر وہ بھیڑیا چلا گیا۔[4] حضرت مطلب بن عبداللہ بن حنطب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ مدینے میں تھے ایک بھیڑیا آ کر آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ درندوں کی طرف سے نمائندہ بن کر آیا ہے اگر تم چاہو تو اس کے لئے کچھ حصہ مقرر کر دو یہ اسے لے گا اور اس سے زیادہ لینے کی کوشش نہیں کرے گا اور اگر چاہو تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دو اور اپنے جانور اس سے بچانے کی کوشش کرو اور یہ داؤ لگا کر تمہارے جانور جتنے

۱۔ ذکرہ ابن سعد (ج ۴ ص ۳۶۳) و اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۰۸) عن ابی ہریرۃ نحو روایۃ الطبرانی ۲۔ اخرجہ الشیخان کذا فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۲۴۵)
۳۔ عند ابی نعیم فی الدلائل (ص ۱۸۳) ۴۔ اخرجہ البیہقی

لے گیا وہ اس کا حصہ۔ صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ! ہمارا دل تو نہیں چاہتا کہ ہم اسے کچھ اپنے ہاتھ سے خود دیں۔ حضورؐ نے تین انگلیوں سے اشارہ کر کے بھیڑیے سے کہا تم جھپٹا مار کر لے جایا کرو، چنانچہ وہ بھیڑیا آواز نکالتا ہوا واپس چلا گیا۔[1]

قبیلہ جہینہ کے ایک صاحب کہتے ہیں جب حضور ﷺ نماز پڑھ چکے تو سو کے قریب بھیڑیے بھیڑیوں کے نمائندے بن کر آئے اور آ کر بیٹھ گئے حضورؐ نے فرمایا یہ بھیڑیوں کا وفد آپ لوگوں کے پاس آیا ہے یہ چاہتے ہیں کہ آپ لوگ اپنے جانوروں میں سے ان کا حصہ مقرر کر کے انہیں دے دیا کریں اور باقی جانوروں کے بارے میں آپ لوگ بالکل بے فکر اور بے خوف ہو کر رہا کریں۔ صحابہؓ نے حضورؐ سے فقر و فاقہ اور تنگی کی شکایت کی۔ حضورؐ نے فرمایا انہیں واپس بھیج دو (اور بتا دو کہ آپ لوگ ان کی تجویز پر عمل نہیں کر سکتے)۔ چنانچہ وہ بھیڑیے آوازیں نکالتے ہوئے مدینہ سے چلے گئے۔[2]

حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہؓ فرماتے ہیں میں سمندر میں سفر کر رہا تھا جس کشتی میں میں تھا وہ ٹوٹ گئی۔ میں اس کے ایک تختہ پر بیٹھ گیا۔ اس تختہ نے مجھے ایسے گھنے جنگل میں لا پھینکا جس میں شیر تھے ایک شیر مجھے کھانے کے لئے آیا۔ میں نے کہا اے ابوالحارث! (یہ شیر کی کنیت ہے) میں حضور ﷺ کا غلام ہوں۔ اس پر اس نے اپنا سر جھکا دیا اور آگے بڑھ کر مجھے کندھا مارا (اور میرے آگے آگے چل پڑا)، یہاں تک کہ مجھے جنگل سے باہر لا کر راستہ پر ڈال دیا پھر آہستہ سے آواز نکالی جس سے میں سمجھا کہ یہ مجھے رخصت کر رہا ہے یہ میری اس شیر سے آخری ملاقات تھی۔[3]

حضرت سفینہؓ فرماتے ہیں میں سمندر میں سفر کر رہا تھا ہماری کشتی ٹوٹ گئی (ہم ایک جنگل میں پہنچ گئے) ہمیں آگے راستہ نہیں مل رہا تھا وہاں ایک شیر! یکدم ہمارے سامنے آیا جسے دیکھ کر میرے ساتھی پیچھے ہٹ گئے میں نے شیر کے قریب جا کر کہا میں حضور ﷺ کا صحابی سفینہ ہوں ہم راستے سے بھٹک گئے ہیں (ہمیں راستہ بتاؤ) وہ میرے آگے چل پڑا اور چلتے چلتے ہمیں راستے پر لا کھڑا کیا پھر اس نے مجھے ذرا دھکا دیا گویا کہ وہ مجھے راستہ دکھا رہا تھا پھر ایک طرف کو ہٹ گیا میں سمجھ گیا کہ یہ اب ہمیں رخصت کر رہا ہے۔[4]

۱۔ رواہ الواقدی عن رجل سماہ ۲۔ عند ابی نعیم و اخرجه البیهقی و البزار عن ابی هریرة رضی الله عنه مختصرا کذا فی البدایة (ج ۶ ص ۱۴۶) ۳۔ اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۶۰۲) عن محمد بن المنکدر قال الحاکم هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاه و وافقه الذهبی و اخرجه البخاری فی التاریخ الکبیر (ق ۱ ج ۲ ص ۱۷۹) عن ابن المنکدر قال سمعت سفینة. فذکر نحوه و هکذا اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۳۶۹) والدلائل (ص ۲۱۲) عن ابن المنکدر عن سفینة و اخرجه ابن منده کما فی البدایة (ج ۵ ص ۳۱۶) والطبرانی کما فی المجمع (ج ۹ ص ۳۶۶) عن سفینه نحوه

۴۔ عند البزار قال الهیثمی (ج ۹ ص ۳۶۷) رجالهما ای البزار والطبرانی وثقوا

حضرت ابن منکدر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہؓ ملک روم میں اپنے لشکر سے بچھڑ گئے یا ان کو وہاں رومیوں نے قید کر لیا تھا یہ کسی طرح قید سے بھاگ نکلے اور اپنا لشکر تلاش کر رہے تھے تو وہ اچانک ایک شیر کے پاس پہنچے۔ انہوں نے کہا اے ابوالحارث! میں حضور ﷺ کا غلام ہوں اور میرے ساتھ ایسے اور ایسے ہوا (انہوں نے لشکر سے بچھڑنے اور قید سے بھاگنے کا سارا واقعہ تفصیل سے اسے سنایا) وہ شیر دم ہلاتا ہوا آگے آ کر ان کے پاس کھڑا ہو گیا (اور اس طرح اس نے اپنے تعلق اور فرمانبرداری کا اظہار کیا پھر آگے آگے چل پڑا) اور راستہ میں جب کسی جانور کی آواز کسی طرف سے سنتا تو دوڑ کر اس کی طرف جاتا اور اسے بھگا دیتا پھر ان کے پاس ان کے پہلو میں آ جاتا۔ سارے راستہ میں وہ ایسے ہی کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے انہیں ان کے لشکر تک پہنچا دیا اور پھر واپس چلا گیا۔[1]

حضرت وہب بن ابان قریشی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ ایک سفر میں گئے۔ وہ چلے جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک جگہ انہیں کچھ لوگ کھڑے ہوئے ملے انہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ یہ لوگ کیوں کھڑے ہیں؟ لوگوں نے بتایا آگے راستہ پر ایک شیر ہے جس سے یہ خوفزدہ ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ اپنی سواری سے نیچے اترے اور چل کر اس شیر کے پاس گئے اور اس کے کان کو پکڑ کر مروڑا اور اس کی گردن پر تھپڑ مار کر اسے راستہ سے ہٹا دیا پھر (واپس آتے ہوئے آپ نے فرمایا) حضور ﷺ نے تمہیں غلط بات نہیں فرمائی میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ابنِ آدم پر وہی چیز مسلط ہوتی ہے جس سے ابنِ آدم ڈرتا ہے اگر ابنِ آدم اللہ کے سوا کسی اور چیز سے نہ ڈرے تو اس پر اللہ کے علاوہ اور کوئی چیز مسلط نہ ہو ابنِ آدم اسی چیز کے حوالے کر دیا جاتا ہے جس چیز سے اسے نفع یا نقصان ملنے کا یقین ہوتا ہے۔ اگر ابن آدم اللہ کے علاوہ کسی اور چیز سے نفع یا نقصان کا یقین نہ رکھے تو اللہ اسے کسی اور چیز کے بالکل حوالہ نہ کرے۔[2]

حضرت عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں میں اریحا مقام کے ایک گرجا گھر میں دوپہر کو سو رہا تھا اب تو یہ مسجد بن چکا ہے اور اس میں نماز پڑھی جاتی ہے جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ کمرہ میں ایک شیر ہے جو میری طرف آ رہا ہے۔ میں گھبرا کر اپنے ہتھیاروں کی طرف اٹھا شیر نے مجھ سے کہا ٹھہر جاؤ مجھے ایک پیغام دے کر تمہارے پاس بھیجا گیا ہے تاکہ تم اسے آگے پہنچا دو میں نے کہا تمہیں کس نے بھیجا ہے؟ اس نے کہا مجھے اللہ نے آپ کے پاس اس لئے بھیجا ہے تاکہ آپ بہت سفر کرنے والے معاویہؓ کو یہ بتا دیں کہ وہ جنت والوں میں سے ہیں میں نے کہا یہ

۱۔ اخرجه البیهقی کذا فی البدایة (ج ۶ ص ۱۴۷)

۲۔ اخرجه ابن عساکر و اخرجه ابن عساکر عن نافع مختصرا نحوه کما فی الکنز (ج ۷ ص ۵۹)

معاویہ کونسے ہیں؟ اس نے کہا حضرت ابوسفیانؓ کے بیٹے (رضی اللہ عنہ)۔[1]

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں ایک بھیڑیے نے ایک بکری پر حملہ کر کے اسے پکڑ لیا بکری کا چرواہا بھیڑیے کے پیچھے بھاگا اور اس نے زور لگا کر بھیڑیے سے بکری کو چھڑوا لیا تو بھیڑیا اپنی دم پر بیٹھ کر کہنے لگا کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے جو روزی اللہ نے مجھے پہنچائی وہ تم مجھ سے چھینتے ہو۔ اس چرواہے نے کہا کیا عجیب بات ہے کہ بھیڑیا مجھ سے انسانوں کی طرح بات کر رہا ہے۔ بھیڑیے نے کہا کیا میں تمہیں اس سے زیادہ عجیب بات نہ بتاؤں یثرب میں حضرت محمد ﷺ گزشتہ زمانے کی خبریں لوگوں کو بتا رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ چرواہا اپنی بکریاں ہانک کر مدینہ پہنچ گیا اور بکریوں کو مدینہ کے ایک کونے میں ایک جگہ اکٹھا کر کے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سارا قصہ سنایا۔ حضورؐ کے فرمانے پر مدینہ میں اعلان کیا گیا کہ آج سب (مسجد نبویؐ میں) نماز اکٹھے پڑھیں (اپنی مسجدوں میں نہ پڑھیں) جب لوگ جمع ہو گئے تو آپؐ نے باہر آ کر اس چرواہے سے فرمایا انہیں وہ واقعہ سناؤ۔ اس نے تمام لوگوں کے سامنے وہ واقعہ بیان کیا۔ حضورؐ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے! اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک درندے انسانوں سے باتیں نہ کرنے لگیں اور آدمی سے اس کے کوڑے کا سرا اور اس کی جوتی کا تسمہ بات نہ کرنے لگے اس کے گھر والوں نے اس کے بعد جو گڑبڑ کی ہے وہ اسے اس کی ران نہ بتائے۔[2] قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے کہ بھیڑیے سے حضرت اہبان بن اوسؓ نے بات کی تھی، اس لئے انہیں بھیڑیے سے بات کرنے والا کہہ کر پکارا جاتا تھا اور ابن واہب نے روایت کی ہے کہ بھیڑیئے سے بات کرنے کا واقعہ حضرت ابوسفیان بن حرب اور حضرت صفوان بن امیہؓ کے ساتھ بھی پیش آیا تھا انہوں نے دیکھا کہ ایک بھیڑیا ایک ہرن کو پکڑنے کی کوشش کر رہا ہے اتنے میں ہرن حرم میں داخل ہو گیا تو وہ بھیڑیا واپس جانے لگا۔ اس سے ان دونوں کو تعجب ہوا اس پر اس بھیڑیئے نے کہا اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ حضرت محمد بن عبداللہ (ﷺ) مدینہ میں تمہیں جنت کی دعوت دے رہے ہیں اور تم انہیں جہنم کی آگ کی طرف دعوت دے رہے ہو۔ (یہ دونوں حضرات اس وقت تک اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے، اس لئے

۱۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۳۵۷) و فیه ابوبکر بن ابی مریم وقد اختلط. انتهی.

۲۔ اخرجه احمد (ج ۳ ص ۸۳) وهذا اسناد صحیح علی شرط الصحیح وقد صححه البیهقی ولم یروه الاالترمذی من قوله والذی نفسی بیده الی آخر ثم قال هذا حدیث حسن غریب صحیح کذافی البدایة (ج ۶ ص ۱۴۳) وللحدیث طریق اخری عند احمد والبیهقی والحاکم و ابی نعیم و اخرجه احمد عن ابی هریرة رضی الله عنه وابو نعیم عن انس رضی الله عنه والبیهقی عن ابن عمر رضی الله عنهما کمابسط ابن کثیر فی البدایة (ج ۶ ص ۱۴۴ و ۱۴۵) وقد تکلم القاضی عیاض علی حدیث الذئب فذکر عن ابی هریرة و ابی سعید و عن اهبان بن اوس رضی الله عنهم

حضرت صفوانؓ سے) حضرت ابوسفیانؓ نے کہالات وعزیٰ کی قسم! اگر تم نے مکہ میں اس بات کا تذکرہ کردیا توسارے مکہ والے مکہ چھوڑ دیں گے (اور مدینہ چلے جائیں گے)۔[1]

صحابہ کرامؓ کے لئے دریاؤں اور سمندروں کا مسخر ہونا

حضرت قیس بن حجاج اپنے استاد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے جب مصر فتح کرلیا تو عجمی مہینوں میں سے بونہ مہینے کے شروع ہونے پر مصر والے ان کے پاس آئے اور کہا امیر صاحب! ہمارے اس دریائے نیل کی ایک عادت ہے جس کے بغیر یہ چلتا نہیں۔ حضرت عمروؓ نے اُن سے پوچھا وہ عادت کیا ہے؟ انہوں نے کہا جب اس مہینے کی بارہ راتیں گزر جاتی ہیں تو ہم ایسی کنواری لڑکی تلاش کرتے ہیں جو اپنے والدین کی اکلوتی لڑکی ہوتی ہے، اس کے والدین کو راضی کرتے ہیں اور اسے سب سے اچھے کپڑے اور زیور پہنا کر دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ حضرت عمروؓ نے کہا یہ کام اسلام میں تو ہو نہیں سکتا کیونکہ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام (غلط) طریقے ختم کردیتا ہے، چنانچہ مصر والے بونہ، ابیب اور مسری تین مہینے ٹھہرے رہے اور آہستہ آہستہ دریائے نیل کا پانی ختم ہوگیا۔ یہ دیکھ کر مصر والوں نے مصر چھوڑ کر کہیں اور چلے جانے کا ارادہ کرلیا۔ جب حضرت عمرو نے یہ دیکھا تو انہوں نے اس بارے میں حضرت عمر بن خطابؓ کو خط لکھا حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا آپ نے بالکل ٹھیک کیا بیشک اسلام اپنے سے پہلے کے تمام غلط طریقے ختم کردیتا ہے میں آپ کو ایک پرچہ بھیج رہا ہوں جب آپ کو میرا خط ملے تو آپ میرا وہ پرچہ دریائے نیل میں ڈال دیں۔ جب خط حضرت عمروؓ کے پاس پہنچا تو انہوں نے وہ پرچہ کھولا اس میں یہ لکھا ہوا تھا ''اللہ کے بندے امیر المومنین عمرؓ کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کے نام۔ امابعد! اگر تم اپنے پاس سے چلتے ہو تو مت چلو اور اگر تمہیں اللہ واحد قہار چلاتے ہیں تو ہم اللہ واحد قہار سے سوال کرتے ہیں کہ وہ تجھے چلادے۔'' چنانچہ حضرت عمروؓ نے صلیب کے دن سے ایک دن پہلے یہ پرچہ دریائے نیل میں ڈالا ادھر مصر والے مصر سے جانے کی تیاری کرچکے تھے کیونکہ ان کی ساری معیشت اور زراعت کا انحصار دریائے نیل کے پانی پر تھا۔ صلیب کے دن صبح لوگوں نے دیکھا کہ دریائے نیل میں سولہ ہاتھ پانی چل رہا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے مصر والوں کی اس بری رسم کو ختم کردیا۔[2] (اس دن سے لے کر آج تک دریائے نیل مسلسل چل رہا ہے)۔

قبیلہ بنوسعد کے غلام حضرت عروہ اعمیٰ کہتے ہیں حضرت ابوریحانہؓ ایک مرتبہ سمندر کا سفر

۱۔ کذافی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۳۲) ۲۔ اخرجہ ابن عبدالحکیم فی فتوح مصر و ابوشیخ فی العظمۃ و ابن عساکر کذافی المنتخب الکنز (ج ۴ ص ۳۸۰) و اخرجہ الحافظ ابوالقاسم اللالکائی الطبری فی کتاب السنۃ عن قیس بن الحجاج نحوہ کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۴۶۴)

کرر ہے تھے وہ اپنی کچھ کا پیاں سی رہے تھے اچانک ان کی سوئی سمندر میں گر گئی انہوں نے اسی وقت یوں دعا مانگی اے میرے رب! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تو میری سوئی ضرور واپس کر دے، چنانچہ اسی وقت وہ سوئی (سطح سمندر پر) ظاہر ہوئی اور حضرت ابوریحانہ نے وہ سوئی پکڑ لی۔[1]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں جب نبی کریم ﷺ نے حضرت علاء بن الحضرمیؓ کو بحرین کی طرف بھیجا تو میں بھی ان کے پیچھے ہولیا میں نے ان کی تین باتیں دیکھیں مجھے یہ پتہ نہیں چلا کہ ان میں سب سے زیادہ عجیب بات کونسی ہے۔ ایک بات تو یہ ہے جب ہم سمندر کے کنارے پر پہنچے تو انہوں نے کہا بسم اللہ پڑھ کر سمندر میں گھس جاؤ۔ چنانچہ ہم بسم اللہ پڑھ کر (بغیر کشتیوں کے) سمندر میں گھس گئے اور ہم نے (اپنے جانوروں پر سوار ہوکر) سمندر پار کر لیا اور ہمارے اونٹوں کے پاؤں بھی گیلے نہیں ہوئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہاں سے جب ہم واپس آرہے تھے تو ایک وسیع بیابان میں ہمارا گزر ہوا۔ ہمارے پاس پانی بالکل نہیں تھا۔ ہم نے ان سے شکایت کی انہوں نے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا مانگی تو ایک دم آسمان پر ڈھال کی طرح کا بادل آیا اور خوب برسا اور اس نے اپنے سارے دہانے کھول دیئے۔ ہم نے خود بھی پانی پیا اور اپنے جانوروں کو بھی پلایا تیسری بات یہ ہے کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ ہم نے ان کو ریت میں دفن کر دیا۔ ابھی ہم وہاں سے تھوڑا سا آگے گئے تھے کہ ہمیں خیال آیا کہ اس علاقہ کی زمین پکی نہیں ہے۔ ریتلا علاقہ ہے کوئی درندہ آ کر ان کی قبر کھود کر انہیں کھا جائے گا اس خیال سے ہم واپس آئے تو قبر تو ان کی صحیح سالم تھی لیکن جب ہم نے ان کی قبر کھودی تو ہمیں ان کی نعش قبر میں نظر نہ آئی۔[2] ابو نعیم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جب (ہم سمندر پار کر کے جزیرہ میں پہنچ گئے اور) ہمیں کسریٰ کی طرف سے مقرر کردہ گورنر ابن مکعبر نے یوں جانوروں پر آتے دیکھا تو اس نے کہا نہیں اللہ کی قسم! نہیں۔ ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے پھر کشتی میں بیٹھ کر ایران چلا گیا۔[3]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں نے اس امت میں تین باتیں پائی ہیں پھر اس کے بعد لمبی حدیث ذکر کی ہے۔ اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ پھر حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک لشکر تیار کیا اور حضرت علاء بن حضرمیؓ کو ان کا امیر بنایا۔ میں بھی اس غزوہ میں گیا تھا۔ جب ہم غزوہ کی جگہ پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ دشمن کو ہمارا پتہ چل گیا تھا اور وہ پانی کے تمام نشان مٹا کر وہاں سے جا چکا تھا۔ گرمی پڑ رہی تھی اور پیاس کے مارے ہمارا اور ہمارے جانوروں کا برا حال ہو گیا تھا اور جمعہ کا دن تھا جب

۱۔ اخرجه ابراهيم بن الجنيد في كتاب الاولياء كذا في الاصابة (ج ۲ ص ۱۵۷)

۲۔ اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۲۰۸) و اخرجه ابونعيم ايضا في الحلية (ج ۱ ص ۸) عن ابي هريرة نحوه مقتصرا على قصة البحر ۳۔ و اخرجه الطبراني في الثلاثة عن ابي هريرة نحوه قال الهيثمي (ج ۹ ص ۳۷۶) وفيه ابراهيم بن معمر الهروي ولم اعرفه وبقية رجاله ثقات.

سورج غروب ہونے لگا تو حضرت علاءؓ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی پھر انہوں نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور ہمیں آسمان میں بادل کا کہیں نام ونشان نظر نہیں آرہا تھا اللہ کی قسم! حضرت علاءؓ نے ابھی ہاتھ نیچے نہیں کئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیج دی اور ایک بادل ظاہر کر دیا اور وہ بادل اتنے زور سے برسا کہ سارے نالے تالاب اور وادیاں پانی سے بھر گئیں اور ہم نے خود پانی پیا اور اپنے جانوروں کو بھی پلایا اور اپنے مشکیزوں اور برتنوں کو بھر لیا پھر ہم اپنے دشمن کے پاس پہنچے وہ لوگ اپنی جگہ چھوڑ کر خلیج پار کر کے سمندر میں ایک جزیرے میں جا چکے تھے اس خلیج کے کنارے کھڑے ہو کر حضرت علاءؓ نے ان الفاظ سے اللہ کو پکارا یاعلی! یاعظیم! یاحلیم! یا کریم! پھر ہم سے کہا اللہ کا نام لے کر اس سمندر کو پار کرو، چنانچہ ہم وہ سمندر پار کرنے لگے ہمارے جانوروں کے کھر بھی گیلے نہیں ہو رہے تھے تھوڑی ہی دیر میں ہم نے دشمن کو جالیا۔ ہم نے انہیں قتل بھی کیا اور گرفتار بھی کیا اور انہیں غلام بھی بنایا اس کے بعد ہم پھر اسی خلیج کے کنارے پر آئے اور حضرت علاءؓ نے اللہ کو پھر انہی ناموں سے پکارا اور ہم پھر اس خلیج کو اس طرح پار کرنے لگے کہ ہمارے جانوروں کے کھر گیلے نہیں ہو رہے تھے آ گئے اور حدیث بھی ذکر کی۔[1]

حضرت سہم بن منجاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم حضرت علاء بن حضرمیؓ کے ساتھ غزوے میں گئے پھر سارا واقعہ ذکر کیا اور دعا میں یہ الفاظ ذکر کئے یاعلیم! یاحلیم! یاعلی! یاعظیم! ہم تیرے بندے ہیں اور تیرے راستہ میں اور تیرے دشمن سے لڑنے کے ارادے سے نکلے ہیں ہمیں ایسی بارش عطا کر جس سے ہمارے پینے اور وضو کے پانی کا انتظام ہو جائے اور جب ہم اسے چھوڑ کر جائیں تو ہمارے علاوہ اور کسی کا اس میں حصہ نہ ہو اور سمندر کی دعا میں یہ الفاظ ہیں اور ہمارے لئے اپنے دشمن تک پہنچنے کا راستہ بنا دے۔[2] ابونعیم کی روایت میں ہے کہ حضرت علاءؓ ہمیں لے کر سمندر میں گھس گئے جب ہم اندر گئے تو پانی ہماری سواریوں کے نمدوں تک بھی نہیں پہنچا اور ہم دشمن تک پہنچ گئے اور ابن جریر نے اپنی تاریخ میں اور ابن کثیر نے البدایہ میں یہ قصہ یوں بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علاء بن حضرمیؓ کو بحرین کے مرتدین سے لڑنے کے لئے بھیجا اور اس میں یہ قصہ بھی ذکر کیا کہ جن اونٹوں پر لشکر کا زادسفر اور خیمے اور پینے کا پانی لدا ہوا تھا وہ سارے اونٹ سامان سمیت بھاگ گئے تھے اور پھر خود ہی سامان سمیت آ گئے تھے اور یہ قصہ بھی ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے پڑاؤ کی جگہ کے ساتھ ہی صاف وشفاف خالص پانی کا حوض پیدا فرما دیا اور یہ بھی ذکر کیا کہ ان حضرات نے مرتدین سے جنگ

۱۔ اخرجه البيهقي و ذكر البخاري في تاريخ لهذه القصة اسناد آخر
۲۔ قد اسنده ابن ابي الدنيا كذافي البداية (ج ۶ ص ۱۵۵) واخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۷) عن سهم بن منجاب نحو رواية ابن ابي الدنيا مقتصرا على قصة البحر

کی [۱] ابن کثیر نے یہ قصہ یوں ذکر کیا ہے کہ حضرت علاءؓ نے مسلمانوں سے کہا آؤ (بحرین جزیرے کے علاقے) دارین چلتے ہیں تا کہ وہاں جا کر دشمن سے جنگ کریں اس پر سارے مسلمان فوراً تیار ہو گئے وہ ان مسلمانوں کو لے کر چل پڑے یہاں تک کہ ساحل سمندر پر پہنچ گئے پہلے تو ان کا خیال ہوا کہ کشتیوں کے ذریعے دارین کا سفر کر لیں لیکن پھر یہ سوچا کہ سفر کافی لمبا ہے کشتیوں میں جاتے جاتے دیر لگ جائے گی اتنے میں اللہ کے دشمن وہاں سے آگے چلے جائیں گے اور پھر یہ دعا پڑھتے ہوئے اپنے گھوڑے کو لے کر سمندر میں گھس گئے یاارحم الراحمین! یاحکیم! یاکریم! یااحد! یاصمد! یاحی! یامحی! یاقیوم! یاذاالجلال والاکرام! لاالٰہ الا انت یاربنا! اور لشکر کو بھی حکم دیا کہ وہ یہ دعا پڑھتے ہوئے سمندر میں گھس جائیں، چنانچہ انہوں نے بھی ایسا کیا اور اس طرح اللہ کے حکم سے ان سب کو لے کر حضرت علاءؓ خلیج کو پار کر گئے وہ سمندر میں نرم ریت جیسی جگہ پر چل رہے تھے جس پر اتنا کم پانی تھا کہ اونٹوں کے پاؤں بھی نہیں ڈوبے تھے اور وہ پانی گھوڑوں کے گھٹنوں تک بھی نہیں پہنچ رہا تھا۔ یہ سفر کشتی میں ایک رات ایک دن میں طے ہوتا تھا لیکن حضرت علاءؓ نے سمندر پار کیا اور جزیرہ کے ساحل پر پہنچ گئے

وہاں جا کر دشمن سے جنگ کی اور ان پر غلبہ حاصل کیا اور ان کا مال غنیمت سمیٹا اور پھر اپنی پہلی جگہ واپس بھی آ گئے اور یہ سارے کام صرف ایک دن میں ہو گئے [۲]

حضرت ابن رفیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بہر سیر قریب والا شہر تھا اور دریائے دجلہ کے پار دور والا شہر تھا جب حضرت سعدؓ نے بہر سیر کو فتح کر کے اس میں پڑاؤ ڈال لیا تو انہوں نے کشتیاں تلاش کیں تا کہ لوگ دریائے دجلہ پار کر کے دور والے شہر جا سکیں اور اسے فتح کر سکیں لیکن انہیں کوئی کشتی نہ مل سکی کیونکہ ایرانی لوگ تمام کشتیاں سمیٹ کر وہاں سے لے جا چکے تھے چنانچہ مسلمان صفر مہینے کے کئی دن بہر سیر میں ٹھہرے رہے اور حضرت سعدؓ کے سامنے اس بات کا اظہار کرتے رہے کہ (کشتیوں کے بغیر ہی) دریا پار کر لیا جائے لیکن شفقت کی وجہ سے وہ مسلمانوں کو ایسا کرنے نہیں دیتے تھے وہاں کے کچھ عجمی کافروں نے آ کر انہیں دریا پار کرنے کے لئے وہ گھاٹ بتایا جو وادی کی سخت جگہ پہنچا دیتا تھا لیکن حضرت سعدؓ تردد میں پڑ گئے اور اس گھاٹ میں سے جانے سے انکار کر دیا اتنے میں دریا کا پانی چڑھ گیا پھر حضرت سعدؓ نے خواب دیکھا کہ دریا میں پانی بہت زیادہ چڑھا ہوا ہے لیکن مسلمانوں کے گھوڑے دریا میں گھسے ہیں اور پار ہو گئے ہیں۔ اس

۱۔ اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۰۹) و اخرجه ابن جریر فی تاریخه (ج ۳ ص ۱۲۲) عن ابی عثمان وغیره نحوه

۲۔ قاله فی البدایة (ج ۶ ص ۲۲۹) وهكذا ذكره ابن جرير (ج ۲ ص ۵۲۶) عن السری عن شعيب عن سيف باسناده عن منجاب بن راشد فذكر القصة بطولها جدا.

خواب کو دیکھ کر انہوں نے دریا پار کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور لوگوں کو جمع کر کے بیان کیا اور اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا تمہارا دشمن اس دریا کی وجہ سے تم سے محفوظ ہو گیا ہے تم لوگ تو ان تک نہیں پہنچ سکتے لیکن وہ لوگ جب چاہیں کشتیوں میں بیٹھ کر تم پر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ تمہارے پیچھے ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس سے تم پر حملہ کا خطرہ ہو میں نے پکا ارادہ کر لیا ہے کہ دریا پار کر کے دشمن پر حملہ کیا جائے۔ تمام مسلمانوں نے بیک زبان کہا آپ ضرور ایسا کریں اللہ ہمیں اور آپ کو ہدایت پر پکا رکھے پھر حضرت سعدؓ نے لوگوں کو دریا پار کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا آپ لوگوں میں سے کون اس بات کے لیے تیار ہے کہ پہل کرے اور دریا پار کر کے گھاٹ کے دوسرے کنارے پر قبضہ کر لے اور اس کنارے کی دشمن سے حفاظت کرے تاکہ دشمن مسلمانوں کو اس کنارے تک پہنچنے سے روک نہ سکے۔ اس پر حضرت عاصم بن عمروؓ فوراً تیار ہو گئے اور ان کے بعد اور چھ سو (۶۰۰) بہادر آدمی تیار ہو گئے حضرت سعدؓ نے حضرت عاصمؓ کو ان کا امیر بنایا حضرت عاصمؓ ان کو لے کر چلے پھر دجلہ کے کنارے کھڑے ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہا آپ میں سے کون میرے ساتھ چلنے کو تیار ہے تاکہ ہم گھاٹ کے پرلے کنارے کو دشمن سے محفوظ کر لیں اس پر ان میں سے ساٹھ (۶۰) آدمی تیار ہو گئے۔ حضرت عاصمؓ نے ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا آدھے لوگوں کو گھوڑوں پر اور آدھے لوگوں کو گھوڑیوں پر بٹھایا تاکہ گھوڑوں کے لئے تیرنے میں آسانی رہے پھر وہ جلد دجلہ میں داخل ہو گئے (اور دریا کو اللہ کی مدد سے پار کر لیا) جب حضرت سعدؓ نے دیکھا کہ حضرت عاصمؓ نے گھاٹ کے پرلے کنارے پر قبضہ کر کے محفوظ کر لیا ہے تو انہوں نے تمام لوگوں کو دریا میں گھس جانے کا حکم دے دیا اور فرمایا یہ دعا پڑھو نستعین باللّٰہ و نتوکل علیہ و حسبنا اللہ و نعم الوکیل لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیم العظیم اور لشکر کے اکثر لوگ ایک دوسرے کے پیچھے چلنے لگے اور گہرے پانی پر بھی چلتے رہے حالانکہ دریائے دجلہ بہت جوش میں تھا اور بہت جھاگ پھینک رہا تھا اور ریت اور مٹی کی وجہ سے اس کا رنگ سیاہ ہو رہا تھا اور لوگوں کی دو دو کی جوڑیاں بنی ہوئی تھیں اور وہ دریا پار کرتے ہوئے آپس میں اس طرح باتیں کر رہے تھے جس طرح زمین پر چلتے ہوئے کیا کرتے تھے۔ ایران والے یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے کیونکہ اس کا انہیں وہم و گمان بھی نہیں تھا وہ لوگ گھبرا کر ایسے جلدی میں بھاگے کہ اپنا اکثر مال وہاں ہی چھوڑ گئے اور ۱۶ ہجری صفر کے مہینہ میں مسلمان اس شہر میں داخل ہوئے اور کسریٰ کے خزانوں میں جو تین ارب تھے ان پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور شیرویہ اور اس کے بعد کے بادشاہوں نے جو کچھ جمع کیا تھا اس پر بھی قبضہ ہو گیا۔[۱]

۱۔ اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۰۸) و ذکرہ الطبری فی تاریخہ (ج ۳ ص ۱۱۹) عن سیف مع زیادات و ذکرہ فی البدایۃ (ج ۷ ص ۶۴) بطولہ

حضرت ابوبکر بن حفص بن عمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں گھوڑے مسلمانوں کو لے کر پانی پر تیر رہے تھے حضرت سعدؓ کے ساتھ حضرت سلمانؓ چل رہے تھے اور سعدؓ کہہ رہے تھے اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے اللہ کی قسم! اگر ہمارے لشکر میں بدکاری اور گناہ اتنے نہیں ہیں جو نیکیوں پر غالب آ جائیں تو اللہ ضرور اپنے دوست کی مدد کریں گے اور اپنے دین کو غالب کریں گے اور اپنے دشمن کو شکست دیں گے۔ حضرت سلمانؓ نے ان سے کہا اسلام ابھی نیا ہے اور اللہ کی قسم! مسلمانوں کے لئے آج سمندر اور دریا ایسے مسخر کر دیے گئے ہیں جیسے ان کے لئے خشکی مسخر تھی۔ غور سے سنیں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں سلمان کی جان ہے مسلمان جیسے دریا میں فوج در فوج داخل ہوئے ہیں ایسے ہی اس سے فوج در فوج نکل بھی ضرور جائیں گے، چنانچہ مسلمان دریا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ایسے چھا گئے کہ پانی کسی جگہ بھی نظر نہیں آ رہا تھا اور خشکی پر چلتے ہوئے وہ جتنی باتیں آپس میں کر رہے تھے اب اس سے زیادہ کر رہے تھے اور جیسے حضرت سلمانؓ نے کہا تھا مسلمان آخر دریا سے باہر نکل گئے۔ نہ ان کی کوئی چیز گم ہوئی اور نہ ان میں سے کوئی ڈوبا۔[1]

حضرت ابوعثمان نہدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سارے مسلمان صحیح سالم پار ہو گئے، البتہ بارق چشمے کا رہنے والا ایک آدمی جسے غرقدہ کہا جاتا تھا وہ اپنی سرخ گھوڑی کی پشت سے نیچے گر گیا اور وہ منظر اب تک میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ اس کی گھوڑی اپنی گردن کے بالوں سے پسینہ جھاڑ رہی تھی گرنے والے صاحب پانی کے اوپر ہی تھے حضرت قعقاع بن عمروؓ نے اپنے گھوڑے کی لگام ان کی طرف موڑی اور اپنے ہاتھ سے انہیں پکڑ کر کھینچتے رہے یہاں تک کہ وہ بھی دریا کے پار ہو گئے اور لشکر میں سے کسی کی بھی کوئی چیز پانی میں نہیں گری صرف ایک پیالہ گرا تھا جو ایک پرانی رسی سے بندھا ہوا تھا وہ رسی ٹوٹ گئی اس لئے پیالہ گر گیا اور پانی اسے بہا کر لے گیا پیالے والے کے جوڑی دار نے عار دلاتے ہوئے اس سے کہا تمہارے پیالے کو تقدیر کا ایسا تیر لگا کہ وہ پانی میں گر گیا۔ پیالہ والے نے کہا نہیں، اللہ کی قسم! مجھے اس بات کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ پورے لشکر میں صرف میرا پیالہ ہرگز نہیں لیں گے، چنانچہ دریا کی موجوں نے وہ پیالہ ساحل پر پھینک دیا اور گھاٹ کے پرلے کنارے کے پہرہ دینے والوں میں سے ایک آدمی کی نگاہ اس پیالے پر پڑی اس نے اپنے نیزے سے اسے اٹھا لیا اور جب سارا لشکر دریا پار کر گیا تو وہ پیالہ لے کر لشکر میں آ گیا اور پیالے کے مالک کو تلاش کرنے لگا۔ آخر وہ مالک مل گیا اور اس نے پیالہ لے لیا۔[2]

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۰۹) واخرجه ابن جریر الطبری فی تاریخه (ج ۳ ص ۱۲۱) عن ابی بکر بن حفص نحوه مع زیادة فی اوله ۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۰۹) و اخرجه ابن جریر فی تاریخه (ج ۳ ص ۳۳) عن ابی عثمان وغیره نحوه

حضرت عمیر صائدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت سعدؓ لوگوں کو لے کر دجلہ میں داخل ہونے لگے تو سب لوگوں نے جوڑیاں بنالیں حضرت سلمانؓ حضرت سعد کے جوڑی دار تھے اور پانی پران کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ حضرت سعدؓ نے یہ آیت پڑھی ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ (سورت یاسین آیت ۳۸) ''یہ اندازہ باندھا ہوا ہے اس (خدا) کا جو زبردست، علم والا ہے۔'' دریا میں پانی بہت چڑھا ہوا تھا اور گھوڑا کچھ دیر سیدھا کھڑا رہتا جب تھک جاتا تو دریا میں ایک ٹیلہ ظاہر ہو جاتا جس پر وہ زمین کی طرح کھڑے ہو کر آرام کر لیتا۔ مدائن شہر میں اس سے زیادہ عجیب منظر کبھی پیش نہیں آیا تھا چونکہ پانی کے بہت زیادہ ہونے کے باوجود جگہ جگہ ٹیلے ظاہر ہوئے تھے اس وجہ سے اس دن کو ٹیلوں کا دن کہا جاتا تھا۔[1] ابونعیم نے بھی حضرت عمیر صائدی سے اسی جیسی روایت نقل کی ہے لیکن اس کی روایت میں مضمون اس طرح سے ہے کہ مدائن میں اس سے زیادہ عجیب واقعہ کبھی پیش نہیں آیا تھا اور چونکہ جو بھی تھک جاتا تھا اس کے سامنے فوراً ایک ٹیلہ نمودار ہو جاتا تھا جس پر وہ آرام کر لیتا تھا، اس لئے اس دن کو ٹیلوں والا دن کہا جاتا تھا۔[2]

حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم دجلہ میں داخل ہوئے تو وہ کناروں تک لبالب بھرا ہوا تھا۔ جب ہم اس جگہ پہنچے جہاں پانی سب سے زیادہ تھا وہاں گھوڑے سوار کچھ دیر کھڑا رہا تو پانی اس کی پیٹی تک بھی نہ پہنچا۔[3]

حضرت حبیب بن صہبان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مسلمانوں میں سے ایک آدمی جن کا نام حجر بن عدی تھا، انہوں نے کہا کیا تمہیں پار کر کے دشمن تک جانے سے صرف پانی کا یہ قطرہ ہی روک رہا ہے۔ پانی کے قطرے سے مراد وہ دریائے دجلہ لے رہے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا (سورت آل عمران آیت ۱۴۵) ''اور کسی شخص کو موت آنا ممکن نہیں بدون حکم خدا تعالیٰ کے اس طور سے کہ اس کی میعاد معین لکھی ہوئی رہتی ہے۔'' پھر انہوں نے اپنا گھوڑا دریائے دجلہ میں ڈال دیا۔ جب انہوں نے ڈالا تو تمام لوگوں نے اپنے گھوڑے ڈال دیئے۔ جب دشمن نے انہیں یوں دریا پار کرتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے یہ تو دیو ہیں دیو اور پھر وہ سارے بھاگ گئے۔[4] حضرت حبیب بن صہبان ابو مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب مسلمان مدائن والے دن دریائے دجلہ پار کر رہے تھے تو دشمن انہیں دریا پار کرتا ہوا دیکھ کر فارسی میں کہنے لگا یہ تو دیو ہیں اور پھر آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے اللہ کی قسم! تمہیں اب انسانوں سے نہیں بلکہ جنات سے لڑنا ہوگا اس سے وہ مرعوب

۱۔ اخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ۳ ص ۱۲۲) ۲۔ اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۲۰۹)
۳۔ اخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ۳ ص ۱۲۳) و اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۲۱۰) عن قيس نحوه
۴۔ اخرجه ابن حاتم كذافي التفسير لابن كثير (ج ۱ ص ۴۱۰)

ہو گئے اور انہیں شکست ہوگئی۔[1]

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک ساتھی سے نقل کرتے ہیں کہ جب ہم دجلہ کے پاس پہنچے تو وہ بہت چڑھا ہوا تھا اور عجمی لوگ دریا کے اس پار تھے ایک مسلمان نے بسم اللہ پڑھ کر اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور وہ ڈوبا نہیں بلکہ اس کا گھوڑا پانی کے اوپر چلنے لگا۔ یہ دیکھ کر باقی تمام لوگوں نے بھی بسم اللہ پڑھ کر اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے اور وہ سب پانی کے اوپر چلنے لگے۔ جب عجمی لوگوں نے انہیں دیکھا تو کہنے لگے یہ تو دیو ہیں، دیو ہیں۔ پھر ان کا جدھر منہ اٹھا ادھر بھاگ گئے۔[2]

آگ کا صحابہ کرامؓ کی اطاعت کرنا

حضرت معاویہ بن حرمل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں مدینہ منورہ گیا تو حضرت تمیم داریؓ مجھے اپنے ساتھ کھانے کے لئے لے گئے میں نے کھانا تو خوب کھایا لیکن مجھے بھوک بہت زیادہ تھی اس وجہ سے میرا پیٹ پوری طرح نہیں بھرا کیونکہ میں تین دن سے مسجد میں ٹھہرا ہوا تھا اور کچھ نہیں کھایا تھا ایک دن اچانک مدینہ کے پتھریلے میدان میں آگ ظاہر ہوئی حضرت عمرؓ نے آ کر حضرت تمیمؓ سے کہا اٹھو اور اس آگ کے بجھانے کا انتظام کرو۔ حضرت تمیمؓ نے کہا اے امیر المومنین! میں کون ہوتا ہوں؟ اور میری کیا حیثیت ہے؟ لیکن حضرت عمرؓ اصرار فرماتے رہے جس پر وہ حضرت عمرؓ کے ساتھ چل دیئے۔ میں بھی ان دونوں حضرات کے پیچھے چل دیا اور وہ دونوں حضرات آگ کے پاس گئے وہاں جا کر حضرت تمیمؓ اپنے ہاتھ سے آگ کو اس طرح دھکے دینے لگے یہاں تک کہ آگ گھاٹی میں اسی جگہ واپس داخل ہوگئی جہاں سے نکلی تھی۔ آگ کے پیچھے حضرت تمیمؓ بھی اندر داخل ہو گئے اور حضرت عمرؓ فرما رہے تھے (یہ ایمانی منظر) نہ دیکھنے والا دیکھنے والے جیسا نہیں ہوسکتا۔[3]

حضرت معاویہ بن حرمل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے امیر المومنین! آپ کے لشکر کے قابو پانے سے پہلے ہی میں نے توبہ کر لی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے کہا میں مسلمہ کذاب کا داماد معاویہ بن حرمل ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جاؤ اور جو مدینہ والوں میں سب سے بہترین آدمی ہے اس کے مہمان بن جاؤ میں حضرت تمیم داریؓ کا مہمان بن گیا ایک دفعہ مدینہ کے پتھریلے میدان میں آگ نکل آئی اس وقت ہم لوگ

---

[1] عند ابی نعیم فی الدلائل (ص ۲۱۲) و اخرجه ابن جریر فی تاریخه (ج ۳ ص ۱۲۳) عن حبیب نحوه

[2] اخرجه البیهقی کذافی البدایة (ج ۶ ص ۱۵۵) [3] اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۱۲) و اخرجه البیهقی عن معاویة بن حرمل قال خرجت نار بالحرة فذکر نحوه کما فی البدایة (ج ۶ ص ۱۵۴)

باتیں کر رہے تھے حضرت عمرؓ نے آکر حضرت تمیمؓ سے کہا (چلو اور اس آگ کا انتظام کرو) حضرت تمیمؓ نے کہا میری کیا حیثیت ہے؟ اور کیا آپ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ میرے پوشیدہ عیوب آپ پر ظاہر ہوں؟ اس طرح حضرت تمیمؓ کسر نفسی کر رہے تھے۔ (لیکن حضرت عمرؓ نے اصرار فرمایا تو) حضرت تمیمؓ کھڑے ہوئے اور آگ کو دھکے دیتے رہے یہاں تک کہ جس دروازے سے نکلی تھی اسی میں اسے واپس کر دیا اور پھر خود بھی آگ کے پیچھے اس دروازے کے اندر چلے گئے پھر باہر آگئے اور اس سب کے باوجود آگ انہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکی [۱] اور ابونعیم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت تمیمؓ سے فرمایا ان ہی جیسے کاموں کے لئے ہم نے تمہیں چھپا رکھا ہے اے ابورقیہ (یہ حضرت تمیمؓ کی کنیت ہے)۔ [۲]

صحابہ کرامؓ کے لئے روشنی کا چمکنا

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ رہے تھے حضورؐ جب سجدے میں جاتے تو حضرت حسینؓ اور حسنؓ کود کر آپ کی پیٹھ پر چڑھ جاتے جب آپ سجدے سے سر اٹھاتے تو نرمی سے پکڑ کر ان دونوں کو پیٹھ سے اتار دیتے آپؐ جب دوبارہ سجدے میں جاتے تو یہ دونوں پھر چڑھ جاتے۔ حضورؐ نے جب نماز پوری کر لی تو دونوں کو اپنی ران پر بٹھالیا میں کھڑے ہو کر حضورؐ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ان دونوں کو گھر چھوڑ آؤں۔ اتنے میں بجلی چمکی تو حضور ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا اپنی ماں کے پاس چلے جاؤ۔ بجلی کی روشنی اتنی دیر رہی کہ یہ دونوں اپنی والدہ کے پاس پہنچ گئے۔ [۳]

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کو حضرت حسنؓ سے بہت زیادہ محبت تھی ایک دفعہ اندھیری رات میں حضرت حسنؓ حضورؐ کے پاس تھے حضرت حسنؓ نے کہا میں اپنی امی کے پاس چلا جاؤں؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس کے ساتھ چلا جاؤں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ اتنے میں آسمان میں بجلی چمکی اور اس کی روشنی اتنی دیر رہی کہ اس میں چل کر حضرت حسنؓ اپنی والدہ کے پاس پہنچ گئے۔ [۴]

امام احمد نے جمعہ کی خاص گھڑی کے قصہ میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے ایک لمبی حدیث نقل کی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ پھر اس رات کو آسمان پر بہت زیادہ بادل آئے حضور ﷺ جب

۱۔ اخرجه البغوی کذا فی الاصابة (ج ۳ ص ۴۹۷)

۲۔ اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۱۲) عن ضمرة عن مرزوق مختصر.

۳۔ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۸۱) رواه احمد و البزار باختصار وقال فی لیلة مظلمة و رجال احمد ثقات. انتهی و اخرجه البیهقی عن ابی هریرة نحوه کما فی البدایة (ج ۶ ص ۱۵۲)

۴۔ اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۰۵)

عشاء کی نماز کے لئے باہر تشریف لائے تو یکدم بجلی چمکی جس میں حضورؐ کو حضرت قتادہ بن نعمانؓ نظر آئے۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا کہ اے قتادہ! رات کے اندھیرے میں کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے خیال آیا کہ بارش کی وجہ سے آج لوگ نماز میں کم آئیں گے، اس لئے میں آ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا جب تم نماز پڑھ چکو تو میرے آنے تک ٹھہرے رہنا۔ جب حضور نماز پڑھ کر واپس آئے تو انہیں کھجور کی ایک ٹہنی دی اور فرمایا یہ لے لو یہ راستہ میں تمہارے آگے دس ہاتھ اور پیچھے دس ہاتھ روشنی کرے گی۔ جب تم گھر میں داخل ہو جاؤ اور وہاں تمہیں ایک کونے میں کالی چیز نظر آئے تو بات کرنے سے پہلے اسے اس ٹہنی سے مارنا کیونکہ وہ شیطان ہے۔[۱] طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ نماز کے بعد حضور ﷺ نے مجھے کھجور کی ایک ٹہنی دی اور فرمایا تمہارے پیچھے تمہارے گھر والوں کے پاس شیطان آیا ہے۔ تم یہ ٹہنی لے جاؤ اور گھر پہنچنے تک مضبوطی سے اسے پکڑے رہنا اور گھر کے کونے میں شیطان کو پکڑ کر اس ٹہنی سے خوب مارنا، چنانچہ میں مسجد سے نکلا تو اس ٹہنی سے موم بتی کی طرح روشنی نکلنے لگی اور میں اس کی روشنی میں چلنے لگا۔ میں گھر پہنچا تو گھر والے سو رہے تھے۔ میں نے کونے میں دیکھا تو اس میں ایک سیہ بیٹھا ہوا تھا میں اسے اس ٹہنی سے مارنے لگا یہاں تک کہ گھر سے نکل گیا۔[۲]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کے دو صحابیؓ ایک اندھیری رات میں حضورؐ کے پاس سے نکلے تو ان دونوں کے ساتھ دو چراغ سے تھے جو ان دونوں کے سامنے روشنی کر رہے تھے۔ جب دونوں الگ ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک چراغ ہو گیا یہاں تک کہ وہ دونوں اپنے گھر پہنچ گئے۔[۳] حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضرت اسید بن حضیر انصاریؓ اور ایک انصاری صحابیؓ حضور ﷺ سے اپنی کسی ضرورت کے بارے میں بات کر رہے تھے اس میں رات کا ایک حصہ گزر گیا۔ اس رات اندھیرا بھی بہت تھا۔ جب یہ دونوں واپس جانے کے لئے حضورؐ کے پاس سے نکلے تو دونوں کے پاس ایک ایک چھوٹی لاٹھی تھی۔ ان میں سے ایک کی لاٹھی میں سے روشنی نکلنے لگی وہ دونوں اس کی روشنی میں چلنے لگے۔ جب دونوں کے راستے الگ ہو گئے تو پھر دوسرے کی لاٹھی میں سے بھی روشنی نکلنے لگی اور وہ اس کی روشنی میں چلنے لگے۔ یونہی روشنی میں چلتے چلتے دونوں اپنے گھر پہنچ گئے۔[۴] بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضرت عباد بن بشر اور حضرت اسید بن حضیر حضور ﷺ کے پاس سے باہر نکلے اور پھر پچھلی حدیث جیسی ذکر کی۔

۱؎ اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۲ ص ۱۶۷) رواه احمد و البزار نحوه و رجالهما رجال الصحیح. انتهی۔ ۲؎ اخرجه الطبرانی فی الکبیر عن قتادة کمافی المجمع (ج ۲ ص ۳۰) قال الهیثمی رجاله موثقون ۳؎ اخرجه البخاری

۴؎ عند ابن اسحق وقد علقه البخاری عن معمر عن ثابت عن انس

حضرت حمزہ عمرو اسلمیؓ فرماتے ہیں ہم لوگ ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے سخت اندھیری رات تھی اس میں ہم لوگ ادھر ادھر بکھر گئے تو میری انگلیوں میں سے روشنی نکلنے لگی یہاں تک کہ لوگوں نے اپنی سواریاں بھی جمع کیں اور ان کا جو سامان گر گیا تھا اسے بھی جمع کیا اور اتنی دیر میری انگلیوں میں سے روشنی نکلتی رہی۔[1] حضرت حمزہ بن عمروؓ فرماتے ہیں جب ہم تبوک میں تھے تو وہاں گھاٹی میں منافقوں نے حضور ﷺ کی اونٹنی کو چھیڑا جس سے وہ بدکی اور حضورؐ کا کچھ سامان نیچے گر گیا پھر میری پانچوں انگلیاں روشن ہو گئیں اور ان کی روشنی میں میں نے گرا ہوا سامان کوڑا، رسی وغیرہ اٹھایا۔[2]

حضرت میمون بن زید بن عبس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے میرے والد نے بتایا کہ حضرت ابوعبسؓ تمام نمازیں حضور ﷺ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے پھر قبیلہ بنو حارثہ کے محلّہ میں واپس چلے جاتے ایک رات سخت اندھیرا تھا اور بارش ہو چکی تھی وہ مسجد سے نکلے تو ان کی لاٹھی میں سے روشنی نکلنے لگی اور وہ اس روشنی میں چل کر بنو حارثہ کے محلّہ میں پہنچ گئے۔ حضرت بیہقی کہتے ہیں حضرت ابوعبسؓ بدری صحابہ میں سے تھے۔[3] حضرت ضحاک فرماتے ہیں حضرت ابوعبس بن جبرؓ کی بینائی کمزور ہو گئی تو حضور ﷺ نے ان کو ایک لاٹھی دی اور فرمایا اس سے روشنی حاصل کرو، چنانچہ اس لاٹھی سے ان کے لئے یہاں سے وہاں تک کی ساری جگہ روشن ہو جاتی تھی۔[4]

حضرت عمرو بن طفیل دوسیؓ نور والے حضور ﷺ کے صحابہؓ میں سے تھے حضورؐ نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی تو ان کے کوڑے میں سے روشنی نکلنے لگی تھی جس میں وہ چلتے رہے۔[5] جلد اول صفحہ ۲۶۴ پر اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف دعوت دینے کے باب میں، حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ کے دعوت دینے کے عنوان میں یہ گزر چکا ہے کہ انہوں نے حضورؐ سے نشانی مانگی جس سے اپنی قوم کو

۱؎ علقه البخاری ایضا عن حماد بن سلمة عن ثابت عن انس وقدرواه النسائی والبیهقی من طریق حماد بن سلمة به کذافی البداية (ج ٦ ص ١٥٢) و اخرجه ابن سعد (ج ٣ ص ٢٠٢) من طریق حماد عن ثابت عن انس قال کان اسید بن الحضیر و عباد بن بشر عند رسول الله صلی الله علیه وسلم فی لیلة ظلما حندس فذکر نحوه و اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ٢٠٥) نحوه

۲؎ اخرجه البخاری فی التاریخ و رواه البیهقی والطبرانی کذافی البداية (ج ٦ ص ١٥٢) وفیما نقل الهیثمی عن الطبرانی وما سقط عن متاعهم بدل وماهلک قال الهیثمی (ج ٩ ص ٤١١) رجال الطبرانی ثقات وفی کثیر بن زید خلاف. انتهی وقال ابن کثیر فی البداية (ج ٨ ص ٢١٣) روی البخاری فی التاریخ باسناد جید فذکره مختصرا و اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ٢٠٦) عن حمزة بنحو رواية البخاری بطوله (ح ب م)

۳؎ اخرجه البیهقی کذافی البداية (ج ٦ ص ١٥٢) و اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ٢٠٥) بهذا الاسناد نحوه الا ان فی روایته ان ابا عیسیٰ و اخرجه الحاکم (ج ٣ ص ٣٥٠) عن عبدالحمید بن ابی عبس ان ابا عبس فذکر نحوه مرسلا ۴؎ قال فی الاصابة (ج ٤ ص ١٣٠) قال الزبیر بن بکار فی الموفقیات حدثنی محمد بن الضحاک عن ابیه ۵؎ اخرجه ابن منده وابن عساکر کذافی الکنز (ج ٧ ص ٧٨)

دعوت دینے میں مدد ملے آپؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! اس کو کوئی نشانی عطا فرما۔ حضرت طفیلؓ کہتے ہیں، چنانچہ میں اپنی قوم کی طرف چل پڑا۔ جب میں اس گھاٹی پر پہنچا جہاں سے میں اپنی آبادی والوں کو نظر آنے لگا تو میری دونوں آنکھوں کے درمیان چراغ کی مانند ایک چمکتا ہوا نور ظاہر ہوا۔ میں نے دعا مانگی اے اللہ! اس نور کو میرے چہرے کے علاوہ کسی اور جگہ ظاہر کردے کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ میری قوم والے آنکھوں کے درمیان نور دیکھ کر یہ سمجھیں گے کہ ان کے دین کو چھوڑنے کی وجہ سے میرا چہرہ بدل گیا ہے، چنانچہ وہ نور بدل کر میرے کوڑے کے سرے پر آگیا جب میں گھاٹی سے آبادی کی طرف اتر رہا تھا تو آبادی والوں کو میرے کوڑے کا یہ نور لٹکے ہوئے قندیل کی طرح نظر آرہا تھا جسے وہ ایک دوسرے کو دکھا رہے تھے یہاں تک کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضرت عباس بن مطلبؓ اکثر فرمایا کرتے تھے میں نے تو یہی دیکھا ہے کہ جب بھی میں نے کسی کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو میرے اور اسکے درمیان روشنی پیدا ہوگئی اور جب بھی میں نے کسی کے ساتھ برا سلوک کیا تو میرے اور اس کے درمیان اندھیرا پیدا ہوگیا، اس لئے تم حسنِ سلوک اور نیکی کرنے کو لازم پکڑو کیونکہ یہ بری موت سے بچاتا ہے۔[1]

بادلوں کا صحابہ کرامؓ پر سایہ کرنا

حضرت کعبؓ کے آزاد کردہ غلام کہتے ہیں ہم حضرت مقداد بن اسود حضرت عمرو بن عبسہ اور حضرت شافع بن حبیب ہذلیؓ کے ساتھ ایک سفر میں گئے۔ حضرت عمرو بن عبسہؓ اپنی باری پر ایک جانور چرانے گئے۔ میں دوپہر کے وقت انہیں دیکھنے گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک بادل ان پر سایہ کیے ہوئے ہے جو ان سے جدا ہی نہیں ہوتا (وہ جدھر جاتے ہیں بادل بھی ادھر جاتا ہے) میں نے یہ بات انہیں بتائی تو انہوں نے فرمایا یہ میرا خاص راز ہے کسی کو مت بتانا اگر مجھے پتہ چلا کہ تم نے کسی کو بتایا ہے تو پھر تمہاری خیر نہیں وہ غلام کہتے ہیں چنانچہ ان کے انتقال تک میں نے یہ بات کسی کو نہیں بتائی۔[2]

صحابہ کرامؓ کی دعاؤں سے بارش ہونا

بخاری میں ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں ایک دفعہ جمعہ کے دن حضور ﷺ کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے منبر کے سامنے ایک دروازہ تھا اس سے ایک آدمی داخل ہوا اور آکر حضورؐ کے

۱۔ اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز (ج ۳ ص ۳۱۲)

۲۔ اخرجه ابونعيم عن عبدالرحمن بن عمران بن الحارث كذافي الاصابة (ج ۳ ص ۲)

سامنے کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! سارے جانور ہلاک ہو گئے (کیونکہ بہت دنوں سے بارش نہیں ہوئی) اور خشک سالی اور پانی کی کمی کی وجہ سے سارے راستے بند ہو گئے لوگوں نے سفر کرنا چھوڑ دیا اس لئے آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ ہمیں بارش دے دے آپؐ نے اسی وقت دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرمائی اے اللہ! ہمیں بارش دے دے، اللہ ہمیں بارش دے دے، اللہ ہمیں بارش دے دے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! ہمیں آسمان میں بادل وغیرہ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا اور ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان کوئی مکان یا گھر وغیرہ بھی نہیں تھا یعنی مطلع نظر آنے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی اور مطلع بالکل صاف تھا کہ اتنے میں سلع پہاڑ کے پیچھے سے ڈھال جتنا ایک بادل نمودار ہوا جو آسمان کے بیچ میں پہنچ کر پھیل گیا اور برسنے لگا اور پھر مسلسل بارش ہوتی رہی اللہ کی قسم! ہم نے چھ دن تک سورج ہی نہیں دیکھا یہاں تک کہ اگلا جمعہ آ گیا اور حضور کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے کہ اسی دروازے سے ایک آدمی داخل ہوا اور حضورؐ کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ! بارش اتنی زیادہ ہو گئی ہے کہ سارے جانور ہلاک ہو گئے سارے راستے بند ہو گئے آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ وہ بارش روک لے۔ حضورؐ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی اے اللہ! اردگرد بارش ہو ہم پر بارش نہ ہو اے اللہ! ٹیلوں، پہاڑیوں، پہاڑوں، درخت اور گھاس کے اگنے کی جگہ پر بارش ہو، چنانچہ اسی وقت بارش رک گئی اور مسجد سے باہر نکلے تو ہم دھوپ میں چل رہے تھے۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے دیکھا کہ بادل پھٹ کر دائیں بائیں چلا گیا اور سب جگہ تو بارش ہوتی تھی مدینہ میں نہیں ہوتی تھی۔ بخاری کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حضورؐ نے دعا کے لیے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے ہمیں آسمان میں بادل کا ایک ٹکڑا بھی نظر نہیں آ رہا تھا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! ابھی حضورؐ نے ہاتھ نیچے نہیں کئے تھے کہ ایک دم آسمان پر پہاڑوں جیسے بادل چھا گئے اور آپ منبر سے نیچے نہیں اترے تھے کہ میں نے بارش کا پانی حضورؐ کی داڑھی سے ٹپکتے ہوئے دیکھا۔[1]

حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذرؓ فرماتے ہیں ایک دفعہ حضور ﷺ جمعہ کے دن لوگوں میں خطبہ دے رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے اللہ! ہمیں بارش دے دے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کھجوریں کھلیانوں میں پڑی ہوئی ہیں حضورؐ نے فرمایا اے اللہ! جب تک ابولبابہ کپڑے اتار کر اپنے کھلیان کا نالہ اپنی لنگی سے بند نہ کرے اس وقت تک تو ہم پر بارش برساتا رہ۔ اس وقت ہمیں آسمان میں کوئی بادل نظر نہیں آ رہا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر میں زبردست بارش ہوئی تو حضرات انصار نے مجھے گھیر لیا اور کہنے لگے اس وقت تک بارش نہیں رکے گی جب تک کہ آپ وہ کام نہ

---

[1] واخرجه مسلم ايضا و احمد و ابوداؤد بمعناه كما فى البداية (ج ٦ ص ٨٨) وابونعيم فى الدلائل (ص ١٦٠) وابن سعد فى الطبقات (ج ١ ص ١٧٦)

کرلیں جو حضورؐ نے فرمایا تھا چنانچہ میں اٹھا اور کپڑے اتار کر اپنی لنگی سے اپنے کھلیان کا نالہ بند کیا تو بارش رکی۔[1] جلد اول صفحہ ۱۰۳ پر مشقتیں برداشت کرنے کے باب میں حضرت عمرؓ کی حدیث گزر چکی ہے جس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے (اور اللہ سے دعا مانگی) اور ابھی ہاتھ نیچے نہیں کئے تھے کہ آسمان میں بادل آ گئے پہلے بوندا باندی ہوئی پھر موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ صحابہ کرامؓ نے جتنے برتن ساتھ تھے وہ سارے بھر لئے پھر بارش (بند ہونے کے بعد) ہم دیکھنے گئے (کہ کہاں تک بارش ہوئی ہے) تو دیکھا کہ جہاں تک لشکر تھا صرف وہاں تک بارش ہوئی ہے لشکر کے باہر بارش نہیں ہوئی۔[2]

حضرت عباس بن سہلؓ فرماتے ہیں جب صبح ہوئی تو لوگوں کے پاس پانی بالکل نہیں تھا لوگوں نے حضور ﷺ سے شکایت کی آپ نے اللہ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ایک بادل بھیجا جو خوب زور سے برسا یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو گئے اور انہیں جتنے پانی کی ضرورت تھی وہ بھی انہوں نے برتنوں میں ساتھ لے لیا۔[3]

حضرت خوات بن جبیرؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کے زمانے میں بڑا سخت قحط پڑا تو حضرت عمرؓ لوگوں کو لے کر شہر سے باہر گئے اور انہیں دو رکعت نماز استسقاء پڑھائی اور اپنی چادر کے دونوں کناروں کو بدلا دائیں کو بائیں اور بائیں کو دائیں طرف کیا پھر اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر یہ دعا کی اے اللہ! ہم تجھ سے معافی مانگتے ہیں اور تجھ سے بارش مانگتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے اس جگہ سے ہٹنے سے پہلے ہی بارش شروع ہوگئی اور خوب بارش ہوئی۔ کچھ دنوں کے بعد دیہاتی لوگوں نے آ کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں عرض کیا اے امیر المومنین! فلاں دن فلاں وقت ہم اپنے کھیت اور جنگلوں میں تھے کہ اچانک بادل ہمارے سروں پر آ گئے۔ ہم نے ان میں سے یہ آواز سنی اے ابو حفص! (یہ حضرت عمرؓ کی کنیت ہے) آپ کے پاس مدد آ گئی اے ابو حفص! آپ کے پاس مدد آ گئی۔[4]

حضرت مالک الدار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانہ میں زبردست قحط پڑا ایک آدمی نے حضور ﷺ کی قبر اطہر پر حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! اپنی امت کو خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا جا کر عمرؓ کو میرا سلام کہو اور اسے بتادو کہ بارش ہوگی اور اسے کہہ دو کہ سمجھداری سے کام لے اور عقلمندی اختیار کرے۔ اس آدمی نے آ کر حضرت

---

[1] اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ١٦٠) واخرجه البیهقی عن ابی لبابة نحوه کما فی البدایة (ج ٦ ص ٩٢) و قال و هذا اسناد حسن ولم یروه احمد ولا اهل الکتب. انتهی
[2] عند ابن جریر و البزار و الطبرانی و اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ١٩٠) عن عمر نحوه
[3] اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ١٩٠)
[4] اخرجه ابن ابی الدنیا و ابن عساکر کذافی الکنز (ج ٤ ص ٢٩٠)

عمرؓ کو سارا واقعہ سنایا۔ حضرت عمرؓ رونے لگے اور کہنے لگے اے میرے رب! محنت کرنے اور سمجھداری سے کام لینے میں کسی طرح کی نہیں کرتا ہوں، البتہ کوئی کام ہی میرے بس سے باہر ہو تو اور بات ہے۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مدینہ منورہ اور اس کے آس پاس کی بستیوں میں ایک عرصہ تک بارش بند رہی جس سے کھانے کی تمام چیزیں ختم ہوگئیں اور سارے علاقہ میں زبردست قحط پھیل گیا۔ لوگ بھوکوں مرنے لگے۔ اس قحط کا نام قحط الرمادہ پڑ گیا۔ (رمادہ کے معنی راکھ کے ہیں اس قحط سے لوگوں کے رنگ راکھ جیسے ہو گئے تھے) یہاں تک کہ جنگلی جانور بھوک کے مارے بستیوں کا رخ کرنے لگے تھے اور پالتو جانوروں کو بھی گھاس اور پانی نہیں ملتا تھا جس کی وجہ سے ان کے جسم میں گوشت ختم ہوگیا تھا بالکل سوکھے اور دبلے پتلے ہوگئے تھے یہاں تک کہ آدمی کو سخت بھوک لگی ہوتی تھی اور وہ بکری ذبح کرنا چاہتا لیکن بکری کی بری حالت دیکھ کر اس کا ذبح کرنے کو دل نہ کرتا اور اسے چھوڑ دیتا لوگ اسی حال میں تھے اور مصر، شام اور عراق جیسے ملکوں کے مسلمانوں سے غذائی امداد منگوانے کی طرف حضرت عمرؓ کی توجہ نہیں تھی ایک دن حضرت بلال بن حارث مزنیؓ آئے اور ان الفاظ سے حضرت عمرؓ سے اندر آنے کی اجازت مانگی کہ میں آپ کے پاس اللہ کے رسول ﷺ کا قاصد بن کر آیا ہوں۔ اللہ کے رسولؐ آپ سے فرما رہے ہیں میں تو تم کو بڑا سمجھدار سمجھتا تھا اور اب تک تم بالکل ٹھیک چلتے رہے اب تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے پوچھا تم نے یہ خواب کب دیکھا؟ حضرت بلالؓ نے کہا آج رات حضرت عمرؓ نے باہر جا کر لوگوں میں اعلان کیا الصلوۃ جامعۃ آج سب مسجد نبویؐ میں اکٹھے نماز پڑھیں اپنی مسجدوں میں نہ پڑھیں لوگ جمع ہو گئے تو انہیں دو رکعت نماز پڑھائی پھر کھڑے ہو کر فرمایا اے لوگو! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ میں تو اپنی سمجھ کے مطابق ہر کام کی سب سے بہتر صورت اختیار کرتا ہوں تو کیا آپ لوگوں کے خیال میں میں نے کوئی ایسا کام کیا ہے جو بہتر نہ ہو بلکہ دوسرا کام اس سے بہتر ہو؟ لوگوں نے کہا نہیں پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا لیکن بلالؓ بن حارث تو یہ اور یہ کہہ رہے ہیں (حضرت عمرؓ حضورؐ کے فرمان کا مطلب نہ سمجھ سکے لیکن لوگ سمجھ گئے) لوگوں نے کہا حضرت بلالؓ ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ اللہ سے بھی مدد مانگیں اور (مصر شام عراق کے) مسلمانوں سے بھی مدد مانگیں، چنانچہ مسلمانوں سے غلہ منگوانے کی طرف حضرت عمرؓ کی توجہ نہ تھی اب ہوگئی اور انہیں اس سلسلہ میں خط بھیجے بہر حال لوگوں کی بات سن کر حضرت عمرؓ نے خوش ہو کر فرمایا اللہ اکبر قحط کی آزمائش اپنے خاتمہ پر پہنچ گئی۔ حضرت عمرؓ پر یہ حقیقت کھلی کہ جس قوم

---

[1] اخرجه البيهقي في الدلائل كذافي الكنز (ج ۴ ص ۲۸۹) قال ابن كثير في البداية (ج ۷ ص ۹۲) وهذا اسناد صحيح. انتهى

کو اللہ سے مانگنے کی توفیق مل جاتی ہے اس کی آزمائش ختم ہو جاتی ہے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے تمام شہروں کے گورنروں کو یہ خط لکھا کہ مدینہ اور اس کے آس پاس کے لوگ سخت قحط کی مصیبت میں ہیں، لہٰذا ان کی مدد کرو اور لوگوں کو نماز استسقاء کے لئے شہر سے باہر لے گئے اور حضرت عباسؓ کو بھی ساتھ لے گئے اور پیدل تشریف لے گئے پہلے مختصر بیان کیا پھر نماز پڑھائی پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر یہ دعا مانگی اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں اے اللہ! ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما اور ہم سے راضی ہو جا پھر وہاں سے واپس آئے تو زوردار بارش شروع ہو گئی اور راستے کے تمام گڑھے اور چھوٹے تالاب بارش کے پانی سے بھر گئے اور ان سب میں سے گزر کر یہ لوگ اپنے گھروں کو پہنچ سکے۔[1] تاریخ طبری میں ہی حضرت عاصم بن عمر بن خطابؓ سے بھی یہ قصہ منقول ہے اس میں یہ بھی ہے کہ قبیلہ مزینہ کا ایک گھرانہ دیہات میں رہتا تھا انہوں نے اپنے گھر والے سے کہا فاقہ کی انتہا ہو گئی ہے ہمارے لئے ایک بکری ذبح کردو۔ اس نے کہا ان بکریوں میں کچھ نہیں ہے لیکن گھر والے اصرار کرتے رہے آخر اس نے ایک بکری ذبح کی اور اس کی کھال اتاری تو صرف سرخ ہڈی تھی گوشت کا نام ونشان نہیں تھا تو اس کی ایک دم چیخ نکلی ہائے محمد علیہ السلام! (اگر وہ ہوتے تو ایسا نہ ہوتا) پھر اس نے خواب دیکھا کہ حضور ﷺ اس کے پاس تشریف لائے ہیں اور فرمارہے ہیں تمہیں بارش کی خوشخبری ہو، جا کر عمرؓ کو میرا سلام کہو اور ان سے کہو اے عمرؓ! میں نے تو یہی دیکھا ہے کہ تم عہد کے پورا کرنے والے اور بات کے پکے تھے اب تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ لہٰذا عقلمندی اختیار کرو۔ وہ صاحب دیہات سے چلے اور حضرت عمرؓ کے دروازے پر پہنچے اور حضرت عمرؓ کے غلام سے کہا اللہ کے رسول ﷺ کے قاصد کو اندر جانے کی اجازت دو پھر آگے پچھلی جیسی حدیث ذکر کی۔

حضرت سلیم بن عامر خبائری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دفعہ بارشیں بند ہو گئیں تو حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ اور دمشق والے نماز استسقاء کے لئے شہر سے باہر گئے۔ جب حضرت معاویہؓ منبر پر بیٹھ گئے تو فرمایا حضرت یزید بن اسود جرشی کہاں ہیں؟ اس پر لوگوں نے انہیں زور سے پکارا تو وہ پھلانگتے ہوئے آئے اور حضرت معاویہؓ کے فرمانے پر ان کے قدموں کے پاس منبر پر بیٹھ گئے۔ حضرت معاویہؓ نے یوں دعا فرمائی اے اللہ! آج ہم تیرے سامنے اپنے سب سے بہترین اور سب سے افضل آدمی کو سفارشی بنا کر لائے ہیں۔ اے اللہ! ہم یزید بن اسود جرشی کو سفارشی بنا کر لائے ہیں اے یزید! اپنے دونوں ہاتھ اللہ کے سامنے اٹھاؤ، چنانچہ حضرت یزید نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور لوگوں نے بھی اٹھائے تو تھوڑی ہی دیر میں مغرب کی طرف زور سے بادل آ گئے اور ہوا انہیں جلدی سے ہمارے اوپر لے آئی اور بارش شروع ہو گئی اور اتنی زیادہ ہوئی کہ لوگوں کو اپنے گھر

---

[1] عند ابن جریر الطبری فی تاریخہ (ج ۳ ص ۱۹۲) باسناد فیہ سیف

پہنچنا مشکل ہو گیا۔ ۱؎

حضرت ثمامہ بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دفعہ گرمی کے زمانے میں حضرت انسؓ کے باغ کے مالی نے آ کر ان سے بارش کے نہ ہونے اور زمین کے پیاسی ہونے کی شکایت کی۔ حضرت انسؓ نے پانی منگوا کر وضو کیا اور نماز پڑھی پھر اس سے کہا کیا آسمان میں تمہیں کچھ بادل نظر آ رہا ہے؟ اس نے کہا مجھے تو کچھ نظر نہیں آ رہا۔ حضرت انسؓ اندر گئے اور پھر نماز پڑھی پھر تیسری یا چوتھی دفعہ میں فرمایا اب جا کر دیکھو۔ اس نے کہا پرندے کے پَر کے برابر بادل نظر آ رہا ہے۔ حضرت انسؓ پھر نماز پڑھتے رہے اور دعا کرتے رہے یہاں تک کہ باغ کے منتظم نے اندر آ کر کہا سارے آسمان پر بادل چھائے ہوئے ہیں اور خوب بارش ہو چکی ہے۔ حضرت انسؓ نے اس سے کہا جو گھوڑا بشر بن شغاف نے بھیجا ہے اس پر سوار ہو کر جاؤ اور دیکھو کہاں تک بارش ہوئی ہے؟ وہ اس پر سوار ہو کر گیا اور دیکھ کر آیا اور بتایا کہ بارش مسیرین کے محلات سے آگے اور غضبان کے محلات سے آگے نہیں ہوئی۔ ۲؎ (یہاں حضرت انسؓ کی زمین ختم ہو جاتی ہے) طبقات ابن سعد میں یہی روایت حضرت ثابت بنانی سے ذرا مختصر منقول ہے اور اس میں یہ ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ کی زمین کے منتظم نے حضرت انسؓ سے بارش نہ ہونے اور زمین کے پیاسا ہونے کی شکایت کی۔ اس روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ اس منتظم نے جا کر دیکھا تو بارش صرف ان کی زمین پر ہی ہوئی تھی آگے نہیں ہوئی تھی۔

حضرت حجر بن عدیؓ کو ایک مرتبہ (حضرت معاویہؓ کی قید میں) نہانے کی حاجت ہو گئی جو آدمی ان کی نگرانی کے لئے مقرر تھا اس سے انہوں نے کہا پینے والا پانی مجھے دے دو تاکہ میں اس سے غسل کر لوں اور کل مجھے پینے کے لئے کچھ نہ دینا اس نے کہا مجھے ڈر ہے کہ آپ پیاس سے مر جائیں گے تو حضرت معاویہؓ مجھے قتل کر دیں گے۔ انہوں نے اللہ سے پانی کے لئے دعا مانگی فوراً ایک بادل آیا جس سے بارش برسنے لگی۔ انہوں نے اپنی ضرورت کے مطابق اس میں سے پانی لیا پھر اس کے ساتھیوں نے ان سے کہا آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں قید سے خلاصی دے۔ انہوں نے یہ دعا کی اے اللہ! جو ہمارے لئے خیر ہو اسے مقدر فرما (قید سے خلاصی یا شہادت) چنانچہ انہیں اور ان کے ساتھیوں میں سے ایک جماعت کو شہید کر دیا گیا۔ ۳؎

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں انصار کے ایک قبیلہ کو حضورﷺ کی یہ دعا حاصل تھی کہ جب بھی ان میں سے کوئی مرے گا تو اس کی قبر پر بادل آ کر ضرور برسے گا۔ ایک دفعہ اس قبیلہ کے ایک آزاد کردہ غلام کا انتقال ہوا تو مسلمانوں نے کہا آج ہم حضورؐ کے اس فرمان کو بھی دیکھ لیں

۱؎ اخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۴۴۴) ۲؎ اخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۲۱)

۳؎ اخرجه ابراهيم بن الجنيد فى كتاب الاولياء بسند منقطع كذافى الاصابة (ج ۱ ص ۳۱۵)

گے کہ قوم کا آزاد کردہ غلام قوم والوں میں سے ہی شمار ہوتا ہے۔ چنانچہ جب اس غلام کو دفن کر دیا گیا تو ایک بادل آ کر اس کی قبر پر برسا۔[1]

آسمان سے آنے والے ڈول کے ذریعے پانی پلایا جانا

حضرت عثمان بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے ہجرت کی تو روحا سے پہلے ہی منصرف مقام پر انہیں شام ہو گئی یہ روزے سے تھیں اور ان کے پاس پانی بھی نہیں تھا اور پیاس کے مارے ان کا برا حال تھا تو آسمان سے سفید رسی سے بندھا ہوا پانی کا ایک ڈول آیا۔ حضرت ام ایمنؓ نے وہ ڈول لے کر اس میں سے خوب پانی پیا یہاں تک کہ اچھی طرح سیراب ہو گئیں۔ وہ فرمایا کرتی تھیں اس کے بعد مجھے کبھی پیاس نہیں لگی، حالانکہ میں سخت گرمیوں میں روزہ رکھا کرتی تھی تا کہ مجھے پیاس لگے لیکن پھر بھی پیاس نہیں لگتی تھی۔[2]

پانی میں برکت

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں عصر کا وقت ہو گیا تو لوگوں نے وضو کے لئے پانی تلاش کیا لیکن پانی بالکل نہ ملا۔ میں نے دیکھا حضور ﷺ کے پاس وضو کا تھوڑا سا پانی لایا گیا حضورؐ نے اس پانی میں اپنا ہاتھ رکھ دیا اور لوگوں سے فرمایا کہ وہ اس برتن سے پانی لے کر وضو کریں میں نے دیکھا کہ حضور کی انگلیوں کے نیچے سے پانی پھوٹ رہا تھا اور اس تھوڑے سے پانی سے تمام لوگوں نے وضو کر لیا۔[3]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں نماز کے لئے اذان ہوئی تو جن کے گھر مسجد سے قریب تھے وہ اٹھ کر اپنے گھر وضو کرنے چلے گئے اور جن کے گھر مسجد سے دور تھے وہ مسجد میں باقی رہ گئے۔ حضور ﷺ کے پاس پتھر کا ایک پیالہ لایا گیا وہ اتنا چھوٹا تھا کہ اس میں حضورؐ کا ہاتھ پھیل کر نہیں آ سکتا تھا آخر حضورؐ نے انگلیاں سمیٹ کر اس میں ہاتھ ڈالا (تو ان میں سے پانی نکلنے لگا اور) جتنے آدمی باقی رہ گئے تھے ان سب نے اس پانی سے وضو کر لیا۔ حضرت حمید راوی کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ سے پوچھا گیا کہ یہ وضو کرنے والے کتنے تھے؟ فرمایا اسی یا اس سے بھی زیادہ تھے۔ یہ روایت بخاری میں ہے۔ بخاری میں اس جیسی ایک اور روایت بھی ہے ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت انسؓ نے فرمایا حضور ﷺ مدینہ میں زوراء نامی جگہ میں تھے وہاں آپؐ کے پاس ایک برتن

---

۱ ۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۷ ص ۱۳۶) ۲ ۔ اخرجه ابن سعد (ج ۸ ص ۲۲۴) و اخرجه ابن السکن عن القاسم نحوه کما فی الاصابة (ج ۴ ص ۴۳۲)

۳ ۔ اخرجه البخاری وقد رواه مسلم و الترمذی و النسائی من طریق عن مالک به وقال الترمذی حسن صحیح و اخرجه احمد عنه اطول منه.

لایا گیا آپؐ نے اس برتن میں اپنا ہاتھ رکھا تو پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان میں سے پھوٹنے لگا جس سے سب نے وضو کر لیا۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا آپ لوگ کتنے تھے؟ انہوں نے فرمایا تین سو یا تین سو کے قریب۔[1]

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں صلح حدیبیہ کے موقع پر ہم لوگ چودہ سو تھے۔ حدیبیہ ایک کنواں ہے ہم نے اس میں سے پانی نکالا اور اتنا نکالا کہ اس میں ایک قطرہ پانی نہ بچا حضورؐ (کو پتہ چلا کہ کنویں میں پانی بالکل ختم ہو گیا ہے تو آپؐ) اس کنویں کے ایک کنارے پر بیٹھ گئے اور پانی منگوا کر اس سے کلی کی اور کلی کا پانی کنویں میں پھینک دیا تو تھوڑی ہی دیر میں کنواں پانی سے بھر گیا۔ ہم نے خود بھی پیا اور اپنی سواریوں کو بھی پلایا یہاں تک کہ ہم بھی سیراب ہو گئے اور ہماری سواریاں بھی۔[2] جلد اول صفحہ ۲۱۴ پر بخاری کے حوالہ سے صلح حدیبیہ کا یہ قصہ حضرت مسور اور حضرت مروان کی روایت سے گزر چکا ہے۔[3]

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں صلح حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی اور حضور ﷺ کے سامنے ایک پیالہ رکھا ہوا تھا جس سے آپؐ وضو فرما رہے تھے لوگ رونی صورت بنا کر حضورؐ کے پاس آئے حضورؐ نے پوچھا آپ لوگوں کو کیا ہوا؟ لوگوں نے عرض کیا نہ وضو کے لئے پانی ہے اور نہ پینے کے لئے۔ صرف یہی پانی ہے جو آپؐ کے سامنے ہے۔ حضورؐ نے اس پیالہ میں اپنا ہاتھ رکھا تو چشمہ کی طرح حضورؐ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی ابلنے لگا۔ چنانچہ ہم نے وہ پانی پیا بھی اور اس سے وضو بھی کیا۔ راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا آپ لوگ کتنے تھے؟ حضرت جابرؓ نے فرمایا ہم تھے تو پندرہ سو لیکن اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہو جاتا۔[4]

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں ہم حضور ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ اتنے میں نماز کا وقت ہوا اور ہمارے پاس تھوڑا سا پانی تھا۔ حضورؐ نے پانی منگوا کر ایک پیالہ میں ڈالا پھر حضورؐ نے اس پیالہ میں اپنا ہاتھ ڈالا تو حضورؐ کی انگلیوں کے درمیان میں سے پانی پھوٹنے لگا پھر حضورؐ نے اعلان فرمایا غور سے سنو! آؤ وضو کر لو اور اللہ کی طرف سے آئی ہوئی برکت حاصل کر لو۔ لوگ آ کر وضو کرنے لگے اور میں لوگوں سے آگے بڑھ بڑھ کر وہ پانی پینے لگا کیونکہ حضورؐ نے فرمایا تھا اللہ کی

۱۔ واخرجه احمد و مسلم نحوه كذافي البداية (ج ٦ ص ٩٣) و اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ١٤٥) عن انس نحوه و اخرجه ابن سعد (ج ١ ص ١٧٨) من طرق عن انس بالفاظ مختلفة

۲۔ اخرجه البخاری تفرد به البخاری اسنادا و متنا كذافي البداية (ج ٦ ص ٩٣) واخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ١٤٥) عن البراء نحوه ۳۔ و اخرجه عن سلمة بن الاكوع رضى الله عنه كما في البداية (ج ٦ ص ٩٧) و اخرجه ابن سعد (ج ١ ص ١٧٩) عن سلمة

۴۔ اخرجه البخاری و اخرجه مسلم كذافي البداية (ج ٦ ص ٩٦) و اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ١٤٤) و ابن سعد (ج ٢ ص ٩٨) عنه نحوه.

طرف سے آئی ہوئی برکت حاصل کرلو۔[1]

حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ حضورؐ نے پوچھا کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں میرے پاس وضو کا برتن ہے جس میں تھوڑا سا پانی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اسے لاؤ۔ میں وہ برتن حضورؐ کی خدمت میں لے گیا حضورؐ نے فرمایا اس میں سے تھوڑا تھوڑا پانی لے لو پھر حضورؐ نے وضو فرمایا پھر اس برتن میں ایک گھونٹ پانی بچ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابوقتادہ! اسے سنبھال کر رکھو عنقریب اس پانی کے ساتھ عجیب وغریب واقعہ پیش آئے گا۔ جب دوپہر کو گرمی سخت ہوئی تو حضورؐ اٹھے اور حضورؐ پر لوگوں کی نظر پڑی لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم تو پیاس کے مارے ہلاک ہو گئے ہماری گردنیں ٹوٹ گئیں حضورؐ نے فرمایا نہیں تم ہلاک نہیں ہو سکتے۔ پھر فرمایا اے ابوقتادہ! وہ وضو کا برتن لے آؤ۔ میں برتن حضورؐ کی خدمت میں لے آیا۔ حضورؐ نے فرمایا میرا پیالہ کھول کر لے آؤ میں کھول کر لے آیا۔ حضورؐ برتن میں سے اس پیالے میں ڈال کر لوگوں کو پلانے لگے اور حضورؐ کے ارد گرد لوگوں کی بہت زیادہ بھیڑ ہو گئی۔ آپؐ نے فرمایا اے لوگو! اچھے اخلاق اختیار کرو (ایک دوسرے کو دھکے مت مارو) تم میں سے ہر ایک سیراب ہو کر ہی واپس جائے گا، چنانچہ سب نے پانی پی لیا میرے اور حضورؐ کے علاوہ اور کوئی نہ بچا۔ آپؐ نے میرے لئے پانی ڈال کر فرمایا اے ابوقتادہ! تم بھی پی لو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نوش فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں، لوگوں کو جو پلاتا ہے وہ سب سے آخر میں پیتا ہے، چنانچہ پہلے میں نے پیا پھر میرے بعد حضورؐ نے پیا اور وضو کے برتن میں اتنا پانی بچا ہوا تھا جتنا پہلے تھا اور ان پینے والوں کی تعداد تین سو تھی۔ ابراہیم بن حجاج راوی کی حدیث میں یہ ہے کہ پینے والے سات سو تھے۔[2]

مسلم میں غزوۂ تبوک کے بارے میں حضرت معاذ بن جبلؓ کی حدیث منقول ہے جس میں پہلے تو دو نماز کو جمع کرنے کا ذکر ہے اس کے بعد یہ ہے کہ پھر حضور ﷺ نے فرمایا انشاء اللہ کل تم لوگ تبوک کے چشمے پر پہنچ جاؤ گے اور وہاں تک پہنچتے پہنچتے چاشت کا وقت ہو ہی جائے گا۔ تم میں سے جو بھی اس چشمہ پر پہنچ جائے وہ میرے آنے تک اس کے پانی کو ہاتھ بالکل نہ لگائے، چنانچہ جب ہم چشمہ پر پہنچے تو ہم سے پہلے دو آدمی وہاں پہنچے ہوئے تھے اور چشمہ سے جوتے کے تسمہ کی طرح تھوڑا تھوڑا پانی بہہ رہا تھا۔ حضورؐ نے ان دونوں سے پوچھا کیا تم دونوں نے اس چشمے کے پانی کو ہاتھ لگایا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں لگایا ہے۔ اس پر آپؐ نے ان دونوں کو کچھ برا بھلا کہا

۱۔ اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۴۴) و اخرجه البخاری عنه بنحوه کما فی البدایة (ج ۶ ص ۹۷)

۲۔ اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۴۴) و اخرجه احمد و مسلم عن ابی قتادة اطول منه کما فی البدایة (ج ۶ ص ۹۸)

پھر (حضور ﷺ کے فرمانے پر) لوگوں نے چلوؤں سے تھوڑا تھوڑا پانی ایک برتن میں جمع کیا پھر حضور ﷺ نے اس برتن میں اپنا چہرہ اور ہاتھ دھوئے پھر وہ پانی اس چشمے میں ڈال دیا۔ پانی ڈالتے ہی اس چشمہ میں سے زور وشور سے بہت زیادہ پانی بہنے لگا جسے پی کر سب لوگ سیراب ہو گئے پھر حضورؐ نے فرمایا اے معاذ! اگر تمہاری زندگی لمبی ہوئی تو تم دیکھو گے کہ یہ ساری جگہ باغوں سے بھری ہوئی ہوگی۔[۱]

حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں صحابہ کرام حضور ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے پھر آگے اور حدیث ذکر کی اس کے بعد حضرت عمرانؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں بہت زیادہ پیاس لگی ہم حضورؐ کے ساتھ جا رہے تھے کہ اتنے میں ہمیں ایک عورت ملی جو دو بڑی مشکوں کے درمیان پاؤں لٹکائے ہوئے اونٹنی پر بیٹھی ہوئی تھی ہم نے اس سے پوچھا پانی کہاں ہے؟ اس نے کہا یہاں تو کہیں پانی نہیں ہے۔ ہم نے اس سے کہا تمہارے گھر سے پانی کتنے فاصلے پر ہے؟ اس نے کہا ایک دن ایک رات کی مسافت پر ہے۔ ہم نے کہا اللہ کے رسول ﷺ کے پاس چلو اس نے کہا اللہ کے رسول کون ہوتے ہیں؟ ہم نے اسے نہ کچھ کرنے دیا نہ بولنے دیا اور نہ بھاگنے دیا بلکہ اس پر قابو پا کر حضورؐ کی خدمت میں لے آئے۔ اس نے حضورؐ کے سامنے بھی ویسی باتیں کیں جیسی ہمارے سامنے کی تھیں، البتہ اس نے یہ بھی حضورؐ کو بتایا کہ اس کے بچے یتیم ہیں حضورؐ کے فرمانے پر اس کی دونوں بڑی مشکیں ہم حضورؐ کی خدمت میں لے آئے۔ حضورؐ نے ان مشکوں کے منہ پر دست مبارک پھیرا ہم چالیس آدمی تھے اور سخت پیاسے تھے پہلے تو ان مشکوں سے ہم سب نے خوب سیر ہو کر پیا پھر ہمارے ساتھ جتنے مشکیزے اور برتن تھے وہ سب بھر لئے اور اتنے زیادہ بھرے کہ بالکل پھٹنے والے ہو گئے تھے پھر حضورؐ نے فرمایا جو کچھ تم لوگوں کے پاس ہے وہ لے آؤ، چنانچہ ہم نے روٹی کے ٹکڑے اور کھجوریں جمع کر کے اس عورت کو دے دیں پھر وہ عورت اپنے گھر والوں کے پاس گئی اور انہیں بتایا کہ میں یا تو سب سے بڑے جادوگر سے مل کر آئی ہوں یا پھر وہ سچ مچ نبی ہیں جیسے کہ ان کے ساتھی کہہ رہے تھے، چنانچہ اس عورت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس ڈیرے والوں کو ہدایت عطا فرمائی اور وہ عورت بھی مسلمان ہوگئی اور ڈیرے والے بھی مسلمان ہو گئے۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے ذکر کیا ہے۔ ان دونوں کی دوسری حدیث میں یہ ہے کہ حضورؐ نے اس عورت سے فرمایا یہ کھانے کا سامان اپنے ساتھ اپنے بچوں کے لئے لے جاؤ اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہم نے تمہارے پانی میں سے کچھ نہیں لیا ہمیں تو یہ سارا پانی اللہ نے اپنے غیبی خزانے سے پلایا ہے۔[۲]

۱؎ كذافي البداية (ج ۶ ص ۱۰۰)

۲؎ كذافي البداية (ج ۶ ص ۹۸) و اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۱۴۶) مطولاً

حضرت زیاد بن حارث صدائیؓ فرماتے ہیں میں حضورﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا آپ نے پوچھا کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں نے کہا ہے، لیکن تھوڑا ہے آپ کو کافی نہیں ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا کسی برتن میں ڈال کر میرے پاس لے آؤ۔ میں آپؐ کی خدمت میں لے آیا آپؐ نے اپنا دست مبارک اس میں رکھا تو میں نے دیکھا کہ حضورؐ کی ہر دو انگلیوں کے درمیان میں سے پانی پھوٹ رہا ہے حضورؐ نے فرمایا اگر مجھے اپنے رب سے حیا نہ آتی تو ہم یوں ہی پانی پیتے پلاتے رہتے (کیونکہ یوں جسم سے پانی نکلنے میں شانِ ربوبیت کا شائبہ ہے، اس لئے اس معجزہ کا تھوڑی دیر کے لئے ہونا ہی مناسب ہے) جاؤ اور جا کر میرے صحابہؓ میں اعلان کر دو کہ جو بھی پانی لینا چاہتا ہے وہ جتنا چاہے آ کر چلو بھر بھر کر لے لے۔ حضرت زیادؓ کہتے ہیں میری قوم کا ایک وفد مسلمان ہو کر فرمانبردار بن کر حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ وفد کے ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارا ایک کنواں ہے۔ سردیوں میں تو وہ ہمیں کافی ہو جاتا ہے، اس لئے سردیوں میں تو ہم اس کنویں کے پاس جمع ہو جاتے ہیں اور گرمیوں میں اس کا پانی کم ہو جاتا ہے تو پھر ہم اپنے اردگرد کے چشموں پر بکھر جاتے ہیں لیکن اب ہم بکھر نہیں سکتے کیونکہ ہمارے اردگرد کے تمام لوگ (اسلام لانے کی وجہ سے) ہمارے دشمن ہو گئے ہیں۔ آپ اللہ سے دعا کریں کہ اس کا پانی ہمیں گرمیوں میں بھی کافی ہو جایا کرے۔ حضورؐ نے سات کنکریاں منگوائیں اور ان کو اپنے ہاتھ پر الگ الگ رکھ کر دعا کی پھر فرمایا۔ جب تم لوگ کنویں کے پاس پہنچو تو کنکریاں ایک ایک کر کے اس میں ڈال دو اور ان پر اللہ کا نام لیتے رہو، چنانچہ واپس جا کر انہوں نے ایسے ہی کیا تو اللہ نے اس کنویں کا پانی اتنا زیادہ کر دیا کہ پھر انہیں اس کنویں کی گہرائی کبھی نظر نہیں آئی۔[1]

حضرت ابو عون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت حسین بن علیؓ مکہ کے ارادے سے مدینہ سے نکلے تو وہ ابن مطیع کے پاس سے گزرے جو اپنا کنواں کھود رہے تھے آگے اور حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ ابن مطیع نے ان سے کہا میں نے اپنے اس کنویں کو اس لئے ٹھیک کیا ہے تا کہ اس میں دوبارہ پانی آ جائے لیکن ابھی تک ڈول خالی ہی نکلا ہے اس میں کچھ پانی نہیں آیا اگر آپ ہمارے لئے اس کنویں میں اللہ سے برکت کی دعا کر دیں تو آپ کی بہت مہربانی ہوگی۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا کنویں کا تھوڑا سا پانی لاؤ۔ ابن مطیع ڈول میں اس کنویں کا تھوڑا سا پانی لائے۔ حضرت حسینؓ نے اس میں سے کچھ پانی پیا پھر کلی کی پھر وہ پانی اسی کنویں میں ڈال دیا تو اس کنویں کا پانی میٹھا بھی ہو گیا اور زیادہ بھی ہو گیا۔[2]

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الدلائل (ص ۱۴۷) و اخرجه البيهقي عن زياد مطولا و اصل هذا الحديث في المسند و سنن ابي داؤد و الترمذي و ابن ماجه كما في البداية (ج ۲ ص ۱۰۱)

۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۵ ص ۱۴۴)

سفرِ غزوات کے دوران کھانے میں برکت

حضرت ابو عمرہ انصاریؓ فرماتے ہیں ہم ایک غزوے میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے لوگوں کو سخت بھوک لگی تو لوگوں نے حضورؐ سے کچھ اونٹ ذبح کرنے کی اجازت لی اور عرض کیا یہ گوشت کھانے سے اللہ ہمیں اتنی طاقت دے دیں گے جس سے ہم منزل تک پہنچ جائیں گے۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے دیکھا کہ حضورؐ نے کچھ اونٹ ذبح کرنے کی اجازت دینے کا ارادہ کرلیا ہے تو عرض کیا یا رسول اللہ! کل جب ہم بھوکے اور پیدل دشمن کا مقابلہ کریں گے تو ہمارا کیا حال ہوگا، اس لئے میری رائے یہ ہے کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو لوگوں کے پاس جو توشے بچے ہوئے ہیں وہ منگوا کر جمع کرلیں اور پھر اللہ سے اس میں برکت کی دعا کریں اللہ آپ کی دعا کی برکت سے کھانے میں برکت بھی دے دیں گے اور منزل تک بھی پہنچا دیں گے، چنانچہ حضورؐ نے لوگوں سے ان کے بچے ہوئے توشے منگوائے تو لوگ لانے لگے کوئی مٹھی بھر کھانے کی چیز لایا کوئی اس سے زیادہ۔ سب سے زیادہ ایک آدمی ساڑھے تین سیر کھجور لایا۔ حضورؐ نے ان تمام چیزوں کو جمع کیا پھر کھڑے ہوکر کچھ دیر دعا کی پھر لشکروں سے فرمایا اپنے اپنے برتن لے آؤ اور اس میں سے لپیں بھر کر برتنوں میں ڈال لو، چنانچہ لشکر والوں نے اپنے تمام برتن بھر لئے اور کھانے کا جتنا سامان پہلے تھا اتنا پھر بچ گیا اسے دیکھ کر حضورؐ اتنا ہنسے کہ دندان مبارک نظر آنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو بندہ ان دونوں گواہیوں پر ایمان رکھتا ہوگا وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ جہنم کے اس سے دور رہنے کا فیصلہ ہو چکا ہوگا۔[1] حضرت ابو خنیس غفاریؓ فرماتے ہیں میں غزوۂ تہامہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا۔ جب ہم عسفان پہنچے تو صحابہؓ حضورؐ کے پاس آئے آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا لیکن حضورؐ کے ہنسنے سے لے کر آخر تک کا مضمون ذکر نہیں کیا بلکہ ذکر کیا ہے کہ پھر حضورؐ نے وہاں سے کوچ کا حکم دیا۔ جب عسفان سے آگے چلے گئے تو پھر بارش ہوئی اور حضورؐ اور صحابہؓ نیچے اترے اور سب نے بارش کا پانی پیا۔[2]

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں غزوۂ تبوک کے سفر میں لوگوں کو سخت بھوک

۱۔ اخرجه احمد و رواه النسائي نحوه كذا في البداية (ج ٦ ص ١١٤) و اخرجه ابن سعد (ج ١ ص ١٨٠) عن ابي عمرة نحوه و اخرجه ابو نعيم في الدلائل (ص ١٤٨) عن ابي هريرة و جابر رضي الله عنهما و مسلم عنهما و احمد و مسلم و النسائي عن ابي هريرة بنحوه كما في البداية (ج ٦ ص ١١٣)

۲۔ اخرجه البزار و اخرجه ايضا البيهقي عن ابي خنيس نحوه كما في البداية (ج ٦ ص ١١٤) والطبراني وفي الاوسط كما في المجمع (ج ٨ ص ٣٠٣) و الحاكم كما في الاصابة (ج ٤ ص ٥٣) وقال سند الحديث حسن

لگی تو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم اپنے اونٹ ذبح کر کے ان کا گوشت کھالیں اور ان کی چربی کا تیل استعمال کرلیں۔ حضورؐ نے فرمایا کرلو اس پر حضرت عمرؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر آگے حضرت ابوعمرہؓ جیسی حدیث ذکر کی۔[1]

حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں ہم لوگ غزوۂ خیبر میں حضورﷺ کے ساتھ تھے۔ ہمارے توشوں میں جتنی کھجوریں تھیں حضورؐ نے ہمیں انہیں جمع کرنے کا حکم دیا اور چمڑے کا ایک دستر خوان بچھا دیا۔ ہم نے اپنے توشوں کی کھجوریں لاکر اس پر پھیلا دیں پھر میں نے انگڑائی لی اور (مجمع کی زیادتی کی وجہ سے) لمبے ہوکر دیکھا اور اندازہ لگایا تو بیٹھی ہوئی بکری جتنا ڈھیر تھا ہم چودہ سو آدمی تھے ہم نے وہ کھجوریں کھائیں پھر میں نے لمبے ہوکر دیکھا تو اب بھی بیٹھی ہوئی بکری جتنا ڈھیر تھا۔ اس کے بعد پانی میں برکت کا قصہ ذکر کیا۔[2] ایک روایت میں ہے کہ ہم نے اتنی کھجوریں کھائیں کہ ہم سیر ہوگئے اور پھر اپنے چمڑے کے تمام تھیلے کھجوروں سے بھر لئے۔[3]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضورﷺ نے خندق کھودی اور آپؐ کے صحابہؓ نے بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے۔ جب حضورؐ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا کیا تمہیں ایسا آدمی معلوم ہے جو ہمیں ایک وقت کا کھانا کھلادے۔ ایک آدمی نے کہا جی ہاں میں جانتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا اگر اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے تو پھر تم آگے بڑھو اور اس آدمی کے گھر چلو، چنانچہ یہ حضرات اس آدمی کے گھر تشریف لے گئے تو گھر والا وہاں گھر میں نہیں تھا بلکہ وہ اپنے حصے کی خندق کھود رہا تھا۔ اس کی بیوی نے پیغام بھیجا کہ جلدی سے آؤ کیونکہ حضورؐ ہمارے ہاں تشریف لائے ہیں۔ وہ آدمی دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں اس آدمی کی ایک بکری تھی جس کا ایک بچہ بھی تھا وہ آدمی (ذبح کرنے کے لئے) بکری کی طرف جلدی سے بڑھا۔ حضورؐ نے فرمایا بکری کے بعد اس کے بچے کا کیا ہوگا؟ اس لئے بکری ذبح نہ کرو، چنانچہ اس نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور اس کی بیوی نے تھوڑا سا آٹا لے کر گوندھا اور اس کی روٹی پکائی اتنے میں ہنڈیا بھی تیار ہوگئی اس کی بیوی نے پیالہ میں ثرید بنا کر حضورؐ اور حضورؐ کے ساتھیوں کے سامنے پیش کیا۔ حضورؐ نے اپنی انگلی اس ثرید میں رکھ کر فرمایا بسم اللہ، اے اللہ! اس میں برکت عطا فرما (پھر ساتھیوں سے فرمایا) کھاؤ، چنانچہ صحابہؓ نے اس میں سے پیٹ بھر کر کھایا لیکن صرف ایک حصہ کھا سکے اور دو حصے پھر بھی بچ گئے۔ آپؐ کے ساتھ جو دس صحابیؓ تھے آپؐ نے ان سے فرمایا اب آپ لوگ جاؤ اور اپنے جتنے اور آدمی بھیج دو، چنانچہ وہ دس صحابیؓ چلے گئے اور دوسرے دس آ گئے

---

[1] اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۱۴۹) واخرجه مسلم وغيره عنهما نحوه كما في البداية (ج ۶ ص ۱۱۴)
[2] اخرجه ابويعلى عن اياس بن سلمة عن ابيه رضى الله عنه
[3] اخرجه مسلم عن اياس عن ابيه كذافي البداية (ج ۶ ص ۱۱۵)

اور انہوں نے بھی خوب سیر ہو کر کھایا پھر آپ کھڑے ہوئے اور اس گھر والی عورت اور باقی تمام افراد کے لئے برکت کی دعا فرمائی پھر یہ حضرات خندق کی طرف چل پڑے آپؐ نے فرمایا ہمیں سلمانؓ کے پاس لے چلو وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت سلمانؓ کے سامنے ایک سخت چٹان ہے جو ان سے ٹوٹ نہیں رہی حضورؐ نے فرمایا چھوڑ دو میں اسے سب سے پہلے توڑتا ہوں اور بسم اللہ پڑھ کر آپؐ نے اس چٹان پر زور سے کدال ماری جس سے اس کا ایک تہائی ٹکڑا ٹوٹ کر گر گیا حضورﷺ نے فرمایا اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! شام کے محلات فتح ہوں گے۔ آپؐ نے پھر زور سے کدال ماری تو ایک اور ٹکڑا ٹوٹ کر گر گیا آپؐ نے فرمایا اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! فارس کے محلات فتح ہوں گے۔ اس پر منافقوں نے کہا ہمیں تو اپنی حفاظت کے لئے خندق کھودنی پڑ رہی ہے اور یہ ہم سے فارس اور روم کے محلات کے وعدے کر رہے ہیں۔[1] اور خرچ کرنے کے باب میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت جابرؓ نے ساڑھے تین سیر جو کے آٹے کی روٹی پکائی اور بکری کے بچے کو ذبح کر کے اس کا سالن بنایا اور حضورﷺ کو کھانے کی دعوت دی۔ حضورؐ نے تمام خندق والوں کو کھانے پر بلایا جو کہ ہزار کے قریب تھے سب نے پیٹ بھر کر کھالیا اور کھانا پھر بھی سارے کا سارا ویسے ہی بچ گیا۔

مقام پر رہتے ہوئے صحابہ کرامؓ کے کھانے میں برکت

حضرت سمرہ بن جندبؓ فرماتے ہیں ہم لوگ حضورﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضورؐ کی خدمت میں ثرید کا ایک پیالہ پیش کیا گیا حضورؐ نے بھی وہ ثرید کھایا اور لوگوں نے بھی کھایا اور تقریباً ظہر تک لوگ آ کر باری باری کھاتے رہے کچھ لوگ کھا کر چلے جاتے پھر کچھ لوگ اور آتے اور کھا کر چلے جاتے۔ ایک آدمی نے پوچھا کیا اس میں اور ثرید لا کر ڈالا جاتا تھا؟ حضرت سمرہؓ نے فرمایا زمین سے لا کر تو نہیں ڈالا جا رہا تھا، البتہ آسمان سے ضرور ڈالا جا رہا تھا۔ دوسری روایت میں یوں ہے کہ ایک آدمی نے پوچھا کیا اس میں اور ثرید لا کر ڈالا جا رہا تھا؟ حضرت سمرہؓ نے فرمایا پھر اس میں تعجب کی کیا بات ہوئی پھر آسمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا صرف وہاں سے لا کر ڈالا جا رہا تھا۔[2]

حضرت واثلہ بن اسقعؓ فرماتے ہیں میں اصحاب صفہ میں سے تھا ایک دن حضورﷺ نے مجھ سے روٹی کا ایک ٹکڑا منگوایا اور اس کے ٹکڑے کر کے ایک پیالے میں ڈالے اور اس میں گرم پانی

---

[1] اخرجه الطبرانی کذافی البدایة (ج ۴ ص ۱۰۰) قال الهیثمی (ج ۶ ص ۱۳۲) رواه الطبرانی و رجاله رجال الصحیح غیر عبدالله بن احمد بن حنبل و نعیم العنبری و هماثقتان. انتهی

[2] اخرجه احمد و قدرواه الترمذی والنسائی ایضا کذافی البدایة (ج ۶ ص ۱۱۲) واخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۵۳) عن سمرة نحوه

ڈالا پھر چربی ڈالی پھر ان کو اچھی طرح ملایا پھر ان کی ڈھیری بنا کر بیچ میں سے اونچا کر دیا پھر فرمایا جاؤ اور اپنے سمیت دس آدمی میرے پاس بلا لاؤ۔ میں دس آدمی بلا لایا۔ آپ نے فرمایا کھاؤ لیکن نیچے سے کھانا اوپر سے نہ کھانا کیونکہ برکت اوپر یعنی درمیان میں اترتی ہے، چنانچہ ان سب نے اس میں سے پیٹ بھر کر کھایا۔[1]

حضرت واثلہ بن اسقعؓ فرماتے ہیں میں اصحاب صفہ میں سے تھا میرے ساتھیوں نے بھوک کی شکایت کی اور مجھ سے کہا اے واثلہ! حضور ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور ہمارے لئے کچھ کھانا مانگ لاؤ۔ میں نے حضورؐ کی خدمت میں جا کر عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ساتھی بھوک کی شکایت کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ حضرت عائشہؓ نے کہا یا رسول اللہ! اور تو کچھ نہیں البتہ روٹی کے کچھ ریزے ہیں آپ نے فرمایا وہی میرے پاس لے آؤ۔ حضرت عائشہؓ چمڑے کا برتن لے آئیں (جس میں روٹی کے ریزے تھے) حضورؐ نے ایک پیالہ منگوا کر اس میں وہ ریزے ڈالے اور اپنے ہاتھ سے ثرید بنانی شروع کر دی تو وہ روٹی بڑھنے لگی یہاں تک کہ پیالہ بھر گیا پھر حضورؐ نے فرمایا اے واثلہ! جاؤ اور اپنے ساتھیوں میں سے اپنے سمیت دس آدمی بلا لاؤ میں گیا اور اپنے ساتھیوں میں سے اپنے سمیت دس آدمی بلا لایا۔ حضورؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرو لیکن پیالے کے کناروں سے کھانا اوپر سے نہیں یعنی درمیان میں سے نہ کھانا کیونکہ درمیان میں برکت اترتی ہے، چنانچہ ساتھیوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور جب وہ اٹھے تو پیالہ میں ثرید اتنا ہی باقی تھا جتنا پہلے تھا حضورؐ پھر اپنے ہاتھ سے ثرید بنانے لگے اور ثرید بڑھنے لگا یہاں تک کہ پیالہ بھر گیا پھر آپ نے فرمایا اے واثلہ! جاؤ اور اپنے ساتھیوں میں سے دس آدمی لے آؤ میں دس ساتھیوں کو لے آیا۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ وہ لوگ بیٹھ گئے اور خوب پیٹ بھر کر کھایا پھر اٹھ کر چلے گئے۔ آپؐ نے فرمایا جاؤ اور اپنے دس ساتھی اور لے آؤ میں جا کر دس ساتھی لے آیا انہوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور چلے گئے۔ آپ نے پوچھا کیا کوئی اور باقی رہ گیا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں دس ساتھی رہ گئے ہیں آپؐ نے فرمایا جاؤ اور انہیں بھی لے آؤ۔ میں جا کر انہیں لے آیا آپؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گئے۔ انہوں نے بھی پیٹ بھر کر کھایا پھر اٹھ کر چلے گئے اور پیالہ میں اتنا ثرید بچ گیا جتنا پہلے تھا پھر آپؐ نے فرمایا اے واثلہ! یہ عائشہ کے پاس لے جاؤ۔ ایک روایت میں ہے کہ میں صفہ میں تھا ہم صفہ میں تقریباً بیس (۲۰) آدمی تھے پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا، البتہ اس حدیث میں روٹی کے ٹکڑے اور کچھ دودھ کا ذکر ہے۔[2]

۱۔ اخرجه احمد قال الهيثمي (ج ۸ ص ۳۰۵) رجاله موثقون و عند ابن ماجه طرف من آخره . انتهى

۲۔ عند الطبراني قال الهيثمي (ج ۸ ص ۳۰۵) رواه كله الطبراني باسنا دين و اسناده حسن. انتهى و اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۱۵۰) عن واثلة نحوه

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کئی دن تک حضور ﷺ کو کھانے کو کچھ نہ ملا۔ جب بھوک نے حضورؐ کو بہت زیادہ ستایا تو آپؐ اپنی تمام ازواج مطہرات کے گھروں میں تشریف لے گئے لیکن آپ کو کسی کے ہاں کھانے کو کچھ نہ ملا۔ پھر آپؐ حضرت فاطمہؓ کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا اے بٹیا! کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ کیونکہ مجھے بہت بھوک لگی ہوئی ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، اللہ کی قسم! کچھ نہیں ہے۔ جب آپؐ حضرت فاطمہؓ کے ہاں تشریف لے گئے تو حضرت فاطمہؓ کی ایک پڑوسن نے ان کے ہاں دو روٹیاں اور گوشت کا ایک ٹکڑا بھیجا۔ حضرت فاطمہؓ نے کھانا لے کر اپنے ایک پیالے میں رکھ دیا اور اپنے دل میں کہا اللہ کی قسم! میں یہ کھانا حضور ﷺ کو کھلاؤں گی۔ نہ خود کھاؤں گی اور میرے پاس جو بچے ہیں نہ ان کو کھلاؤں گی، حالانکہ یہ سب بھوکے تھے اور پیٹ بھر کھانے کی انہیں بھی ضرورت تھی انہوں نے حضرت حسن یا حضرت حسینؓ میں سے ایک کو حضور کی خدمت میں بلانے بھیجا حضورؐ حضرت فاطمہؓ کے ہاں دوبارہ تشریف لے آئے۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اللہ نے کچھ بھیجا ہے جو میں نے آپ کے لئے چھپا کر رکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا بٹیا! لے آؤ۔ حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں میں وہ پیالہ لے آئی۔ اسے کھولا تو میں دیکھ کر حیران رہ گئی کیونکہ سارا پیالہ روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا تھا میں سمجھ گئی یہ برکت اللہ کی طرف سے ہوئی ہے۔ میں نے اللہ کی تعریف کی اور اس کے نبیؐ پر درود بھیجا اور کھانا حضورؐ کے سامنے رکھ دیا۔ جب حضورؐ نے کھانا دیکھا تو فرمایا الحمدللہ! اے بٹیا یہ کھانا تمہیں کہاں سے ملا؟ میں نے کہا اے ابا جان! یہ کھانا اللہ کے ہاں سے آیا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے اس کو بے حساب اور بے گمان روزی دیتا ہے۔ آپؐ نے اللہ کی تعریف بیان کی اور فرمایا اے بٹیا! تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے تجھے بنو اسرائیل کی عورتوں کی سردار (حضرت مریم رضی اللہ عنہا) کے مشابہ بنایا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ انہیں روزی دیتے اور ان سے اس روزی کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ کہتیں یہ اللہ کے پاس سے آیا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے اسے بے حساب اور بے گمان روزی دیتا ہے۔ پھر حضورؐ نے آدمی بھیج کر حضرت علیؓ کو بلایا پھر حضورؐ نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت کی ازواج مطہرات نے اور آپؐ کے تمام گھر والوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں سب کے کھا لینے کے بعد کھانا جوں کا توں باقی تھا اور وہ بچا ہوا کھانا تمام پڑوسیوں کو پورا آ گیا۔ اس کھانے میں اللہ نے بڑی خیر و برکت ڈالی۔[1] جلد اول صفحہ ۱۱۹ پر اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے دعوت دینے کے باب میں حضرت علیؓ کی حدیث گزر چکی ہے کہ حضور ﷺ نے بنو ہاشم کو بلایا وہ تقریباً چالیس آدمی تھے حضورؐ نے ایک مُد (۱۴ چھٹانک) کا کھانا پکا کر ان کے

ا۔ اخرجه الحافظ ابویعلی کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۱ ص ۳۶۰)

سامنے رکھا۔ انہوں نے پیٹ بھر کر کھایا لیکن جب وہ کھا کر اٹھے تو کھانا اسی طرح بچا ہوا تھا جیسے پہلے تھا۔ حضورؐ نے ایک پیالہ مشروب انہیں پلایا جسے انہوں نے خوب سیر ہو کر پیا۔ جب وہ پی چکے تو وہ مشروب بھی اسی طرح بچا ہوا تھا جیسے پہلے تھا آپؐ تین دن انہیں ایسے ہی کھلاتے پلاتے رہے پھر انہیں اللہ کی طرف دعوت دی اس طرح جلد اول صفحہ ۳۴۱ پر سختیاں برداشت کرنے کے باب میں اہل صفہ کے کھانے میں برکت کے قصے گزر چکے ہیں جنہیں حضرت ابو ہریرہؓ اور دیگر صحابہؓ نے روایت کیا ہے اور جلد دوم صفحہ ۲۴۱ اور صفحہ ۲۲۱ پر خرچ کرنے کے باب میں مہمانوں کی مہمانی کے بعض قصے گزر چکے ہیں ان میں حضرت ابوطلحہ اور حضرت ابوبکرؓ کی مہمانی میں برکت اور رحمت ظاہر ہونے کے قصے بھی گزر چکے ہیں اور حضرت زینبؓ کے نکاح کے قصے میں ولیمہ میں برکت کا ظاہر ہونا بھی گزر چکا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے غلوں اور پھلوں میں برکت

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں قبیلہ دوس کی ایک عورت تھیں جنہیں ام شریک کہا جاتا تھا۔ وہ رمضان میں مسلمان ہوئیں پھر انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی سفر میں ایک یہودی بھی ساتھ تھا انہیں سخت پیاس لگی یہودی کے پاس پانی تھا انہوں نے اس سے پانی مانگا اس نے کہا جب تک تم یہودی نہیں ہو جاؤ گی تمہیں پانی نہیں پلاؤں گا یہ سو گئیں تو خواب میں دیکھا کہ کوئی انہیں پانی پلا رہا ہے جب یہ اٹھیں تو یہ بالکل سیراب ہو چکی تھیں اور پیاس بالکل ختم ہو چکی تھی۔ جب یہ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچیں تو سارا قصہ حضور کو سنایا۔ حضورؐ نے ان کو شادی کا پیغام دیا۔ انہوں نے اپنے آپ کو اس قابل نہ سمجھا اور عرض کیا آپؐ اپنے علاوہ سے چاہیں میری شادی کر دیں حضورؐ نے ان کی حضرت زیدؓ سے شادی کر دی اور حضورؐ نے حکم دیا کہ انہیں تیس صاع (تقریباً اڑھائی من) جو دیا جائے اور فرمایا اسے کھاتے رہو لیکن اسے کسی پیمانے سے مت ناپنا اور ان کے ساتھ گھی کی ایک کپی تھی جسے وہ حضورؐ کے لئے ہدیہ کے طور پر لائی تھیں۔ حضرت ام شریکؓ نے اپنی باندی سے کہا کہ یہ حضورؐ کی خدمت میں لے جاؤ۔ اس باندی نے جا کر حضورؐ کے گھر میں وہ کپی خالی کر دی اور گھی حضورؐ کے برتن میں ڈال دیا۔ حضورؐ نے باندی سے کہا اس کپی کو گھر جا کر لٹکا دینا اور اس کا منہ ڈوری سے بند نہ کرنا۔ اس باندی نے ایسے ہی کیا۔ حضرت ام شریک نے اندر آ کر دیکھا تو کپی گھی سے بھری ہوئی تھی۔ انہوں نے باندی سے کہا کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ جا کر یہ کپی حضورؐ کی خدمت میں دے آؤ۔ باندی نے کہا میں تو دے آئی ہوں۔ انہوں نے حضورؐ کو یہ بات بتائی۔ حضورؐ نے فرمایا اس کپی کا منہ کبھی بند نہ کرنا، چنانچہ بہت عرصہ تک یہ لوگ اس میں سے گھی نکال کر کھاتے رہے آخر ایک دفعہ حضرت ام شریکؓ نے اس کپی کا منہ بند کر دیا پھر یہ سلسلہ بند ہوا

پھر ان لوگوں نے جو کو پیمانہ سے ناپا تو وہ بھی تیس صاع ہی تھے کچھ کم نہ ہوئے تھے۔[1]

حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت امِ شریک دوسیہؓ نے ہجرت کی۔ راستہ میں ایک یہودی کا ساتھ ہو گیا۔ یہ روزے سے تھیں اور شام ہو چکی تھی یہودی نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو نے اس عورت کو پانی پلایا تو میں تیری اچھی طرح خبر لوں گا آخر یہ پیاسی ہی سو گئیں۔ رات کے آخری حصہ میں ان کے سینے پر ایک ڈول اور ایک تھیلا (اللہ کی طرف سے) لا کر رکھا گیا۔ انہوں نے اس ڈول میں سے خوب پانی پیا پھر انہوں نے اس یہودی کو اور اس کی بیوی کو اٹھایا تا کہ رات کے آخری حصے میں سفر شروع کر سکیں۔ یہودی نے کہا مجھے اس عورت کی آواز سے ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے اس نے پانی پی لیا ہو۔ حضرت امِ شریکؓ نے کہا پانی تو میں نے ضرور پیا ہے لیکن اللہ کی قسم! تمہاری بیوی نے مجھے پانی نہیں پلایا ہے۔ راوی کہتے ہیں حضرت امِ شریکؓ کی ایک گھی کی کپی تھی اس کے بعد گھی میں برکت کا قصہ ذکر کیا۔[2]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں ایک آدمی نے آکر حضور ﷺ سے غلہ مانگا حضورؐ نے اسے آدھا وسق جو دیئے (ایک وسق ۵ من ۱۰ سیر کا ہوتا ہے لہٰذا آدھا وسق ۲ من ۲۵ سیر کا ہوا) وہ آدمی، اس کی بیوی اور اس کا خادم بہت عرصے تک یہ جو کھاتے رہے پھر ایک دن اسے پیمانہ سے ناپ لیا حضور کو پتہ لگا تو آپؐ نے فرمایا اگر تم لوگ اسے نہ ناپتے تو اسے ہمیشہ کھاتے رہتے اور یہ جو ختم نہ ہوتے اور ہمیشہ باقی رہتے۔[3]

حضرت نوفل بن حارث بن عبدالمطلبؓ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے اپنی شادی کے بارے میں مدد چاہی۔ آپؐ نے ایک عورت سے میری شادی کر دی اور مجھے دینے کے لئے آپؐ نے تلاش کیا تو آپ کو کچھ نہ ملا آپؐ نے اپنی زرہ دے کر حضرت ابو رافع اور حضرت ابو ایوبؓ کو بھیجا انہوں نے ایک یہودی کے پاس وہ زرہ رہن رکھی اور اس سے تیس صاع (۲ من ۲۵ سیر) جو ادھار لے کر حضور کی خدمت میں آئے۔ حضورؐ نے وہ جو مجھے دے دیئے۔ ہم یہ جو چھ مہینے تک کھاتے رہے پھر ہم نے وہ جو پیمانہ سے ناپے تو وہ اتنے ہی نکلے جتنے ہم لے کر آئے تھے کچھ کم نہ ہوئے۔ میں نے اس بات کا حضورؐ سے ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا اگر تم اسے نہ ناپتے تو جب تک زندہ رہتے اس میں سے کھاتے رہتے۔[4]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو اس وقت میرے پاس انسان کے کھانے کے قابل کوئی چیز نہیں تھی بس صرف کچھ جو تھے جو میرے طاق میں رکھے ہوئے تھے

۱۔ اخرجہ البیہقی کذافی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۰۴) ۲۔ عند ابن سعد (ج ۸ ص ۱۵۷)
۳۔ اخرجہ احمد و اخرجہ مسلم عن جابر کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۰۴) ۴۔ اخرجہ الحاکم (جلد ۳ ص ۲۴۶) و اخرجہ البیہقی عن نوفل بن الحارث نحوہ کما فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۱۹)

جنہیں میں بہت عرصے تک کھاتی رہی پھر ایک دن میں نے انہیں تولا تو اس کے بعد وہ ختم ہو گئیں۔[1]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں میرے والد صاحب کا انتقال ہوا تو ان پر قرضہ تھا میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میرے والد اپنے ذمہ قرض چھوڑ کر گئے ہیں۔ قرض ادا کرنے کے لئے میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے والد صاحب کا کھجوروں کا ایک باغ ہے بس اس کی آمدن ہے اور اس کی آمدن اتنی کم ہے کہ کئی سالوں میں قرض ادا ہوگا۔ آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں تاکہ قرضخواہ مجھے برا بھلا نہ کہہ سکیں چنانچہ آپ میرے ساتھ تشریف لے گئے اور کھجور کے ایک ڈھیر کے گرد چکر لگایا اور دعا فرمائی پھر دوسرے ڈھیر کے گرد چکر لگایا پھر اس کے پاس بیٹھ گئے اور قرضخواہوں سے فرمایا اس میں سے لینا شروع کرو (حضورؐ نے ان کو دینا شروع کیا) اور ان سب کو ان کے قرض کے مطابق پورا پورا دے دیا اور جتنا انہیں دیا اتنا بچ بھی گیا۔[2] ابونعیم کی روایت میں ہے کہ حضورؐ اس ڈھیر کے پاس گئے پھر فرمایا جاؤ اور اپنے قرض مانگنے والے ساتھیوں کو بلا لاؤ، میں انہیں بلا لایا اور حضورؐ انہیں تول تول کر دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے والد کا سارا قرضہ ادا کروا دیا، حالانکہ اللہ کی قسم! میں تو اس بات پر بھی راضی تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے والد کا سارا قرضہ اتروا دیتے اور میں ایک بھی کھجور اپنی بہنوں کے پاس واپس لے کر نہ جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے کھجور کے سارے ڈھیر بچا دیئے بلکہ مجھے تو وہ ڈھیر جس پر حضور ﷺ بیٹھے تھے وہ بھی صحیح سالم نظر آرہا تھا اور ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی ہو۔

حضرت سعد بن میناء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت بشیر بن سعدؓ کی بیٹی جو کہ حضرت نعمان بن بشیرؓ کی بہن ہیں وہ فرماتی ہیں مجھے میری والدہ حضرت عمرہ بنت رواحہؓ نے بلایا اور مٹھی بھر کھجوریں میری جھولی میں ڈال کر فرمایا اے بیٹی! اپنے والد اور اپنے ماموں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے پاس ان کا دوپہر کا کھانا لے جاؤ۔ میں وہ کھجوریں لے کر چل پڑی اور اپنے والد اور ماموں کو ڈھونڈتی ہوئی حضور ﷺ کے پاس سے گزری۔ حضورؐ نے فرمایا اے بیٹی! یہاں آؤ یہ تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا یہ کھجوریں ہیں جنہیں دے کر میری والدہ نے میرے والد اور ماموں کے پاس بھیجا ہے تاکہ وہ یہ کھا لیں۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے دے دو۔ میں نے وہ کھجوریں حضورؐ کے دونوں ہاتھوں میں ڈال دیں۔ وہ کھجوریں اتنی تھوڑی تھیں کہ ان سے حضورؐ کے دونوں ہاتھ بھر نہ سکے پھر آپؐ کے حکم پر ایک کپڑا بچھایا گیا جس پر آپؐ نے وہ کھجوریں ڈال دیں وہ

۱۔ اخرجہ الشیخان و الترمذی کذافی الترغیب (ج ۵ ص ۱۶۵)

۲۔ اخرجہ البخاری فی دلائل النبوۃ کذافی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۱۶) واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۵۶۳) عن جابر نحوہ و اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۵۶) عنہ اطول منہ

کھجوریں کپڑے پر بکھر گئیں۔ایک آدمی حضورؐ کے پاس تھا آپؐ نے اس سے فرمایا خندق والوں میں یہ اعلان کردو کہ کھانے کے لئے آجائیں، چنانچہ خندق والے سب جمع ہوگئے اور کھجوریں کھانی شروع کردیں تو کھجوریں بڑھتی جارہی تھیں، یہاں تک کہ سب خندق والے کھا کر واپس چلے گئے اور کھجوریں اتنی زیادہ ہوگئی تھیں کہ کپڑے سے نیچے گر رہی تھیں۔[1]

حضرت عرباض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں سفر میں، حضر میں ہمیشہ حضور ﷺ کے دروازے پر پڑا رہتا تھا ایک مرتبہ ہم تبوک میں تھے ہم رات کو کسی کام سے کہیں گئے جب ہم حضورؐ کی خدمت میں واپس آئے تو آپ بھی اور آپؐ کے پاس جتنے صحابہؓ تھے وہ سب بھی رات کا کھانا کھا چکے تھے۔حضورؐ نے مجھ سے پوچھا آج رات تم کہاں تھے؟ میں نے آپ کو بتایا اتنے میں حضرت جعال بن سراقہ اور حضرت عبداللہ بن معقل مزنیؓ بھی آگئے اور یوں ہم تین ہو گئے اور تینوں کو بھوک لگی ہوئی تھی۔حضورؐ حضرت ام سلمہؓ کے خیمے میں تشریف لے گئے اور ان سے ہمارے کھانے کے لئے کوئی چیز طلب فرمائی لیکن آپ کو کچھ نہ ملا پھر پکار کر آپؐ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کچھ ہے؟ حضرت بلالؓ چمڑے کے تھیلے پکڑ کر جھاڑنے لگے تو ان میں سے سات کھجوریں نکل آئیں۔حضورؐ نے وہ کھجوریں ایک بڑے پیالے میں ڈالیں اور پھر ان پر ہاتھ مبارک رکھا اور اللہ کا نام لیا اور فرمایا اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ہم نے وہ کھجوریں کھائیں۔میں کھجوریں گنتا جارہا تھا اور ان کی گٹھلیاں دوسرے ہاتھ میں پکڑتا جارہا تھا۔میں نے گنا تو میں نے ۵۴ کھجوریں کھائی تھیں میرے دونوں ساتھی بھی میری طرح ہی کر رہے تھے اور کھجوریں گن رہے تھے انہوں نے پچاس پچاس کھجوریں کھائی تھیں۔جب ہم نے کھانے سے ہاتھ ہٹائے تو ساتوں کھجوریں ویسی کی ویسی تھیں۔حضورؐ نے فرمایا اے بلال! ان کو اپنے تھیلے میں رکھ لو۔جب دوسرا دن ہوا تو حضورؐ نے وہ کھجوریں پیالہ میں ڈالیں اور فرمایا اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ہم دس آدمی تھے ہم نے پیٹ بھر کر وہ کھجوریں کھائیں پھر جب ہم نے کھانے سے ہاتھ ہٹائے تو وہ کھجوریں اسی طرح سات تھیں پھر آپؐ نے فرمایا اگر مجھے اپنے رب سے حیا نہ آتی تو ہم سب مدینہ پہنچنے تک یہی کھجوریں کھاتے رہتے۔حضورؐ جب مدینہ پہنچ گئے تو مدینہ کا ایک چھوٹا سا لڑکا آپؐ کے سامنے آیا آپ نے یہ کھجوریں اسے دے دیں وہ کھجوریں کھاتا ہوا چلا گیا۔[2]

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں اسلام میں مجھ پر تین ایسی بڑی مصیبتیں آئی ہیں کہ ویسی کبھی بھی مجھ پر نہیں آئیں۔ایک تو حضور ﷺ کے انتقال کا حادثہ کیونکہ میں آپ کا ہمیشہ ساتھ رہنے والا

---

[1] اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۸۰) و ذکره فی البدایة (ج ۶ ص ۱۱۶) عن ابن اسحٰق عن سعید نحوه الا ان فیه لم امر بثوب فبسط له ثم دعا بالتمر فنبذ فوق الثوب

[2] اخرجه ابن عساکر کذافی البدایة (ج ۶ ص ۱۱۸)

معمولی سا ساتھی تھا دوسرے حضرت عثمانؓ کی شہادت کا حادثہ تیسرے توشہ دان کا حادثہ۔ لوگوں نے پوچھا اے ابو ہریرہ! توشہ دان کے حادثے کا کیا مطلب؟ فرمایا ہم ایک سفر میں حضورؐ کے ساتھ تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے کہا توشہ دان میں کچھ کھجوریں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا لے آؤ۔ میں نے کھجوریں نکال کر آپؐ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ آپؐ نے ان پر ہاتھ پھیرا اور برکت کے لئے دعا فرمائی پھر فرمایا دس آدمیوں کو بلا کر لاؤ۔ میں دس آدمیوں کو بلا لایا۔ انہوں نے پیٹ بھر کر کھجوریں کھائیں پھر اسی طرح دس دس آدمی آ کر کھاتے رہے یہاں تک کہ سارے لشکر نے کھا لیا اور توشہ دان میں پھر بھی کھجوریں بچی رہیں۔ آپؐ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! جب تم اس توشہ دان میں کھجوریں نکالنا چاہو تو اس میں ہاتھ ڈال کر نکالنا اور اسے الٹانا نہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں میں حضورؐ کی ساری زندگی میں اس سے نکال کر کھاتا رہا پھر حضرت ابو بکرؓ کی ساری زندگی میں اس میں سے کھاتا رہا۔ پھر حضرت عمرؓ کی ساری زندگی میں اس میں سے کھاتا رہا پھر حضرت عثمانؓ کی ساری زندگی میں اس میں سے کھاتا رہا پھر جب حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے تو میرا سامان بھی لٹ گیا اور وہ توشہ دان بھی لٹ گیا۔ کیا میں آپ لوگوں کو بتا نہ دوں کہ میں نے اس میں سے کتنی کھجوریں کھائی ہیں؟ میں نے اس میں سے دو سو وسق یعنی ایک ہزار پچاس من سے بھی زیادہ کھجوریں کھائی ہیں۔[1]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں میری والدہ مجھے حضور ﷺ کے پاس لے گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ آپ کا چھوٹا سا خادم ہے اس کے لئے دعا فرما دیں تو حضورؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! اس کے مال اور اولاد کو زیادہ فرما اور اس کی عمر لمبی فرما اور اس کے تمام گناہ معاف فرما۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں اپنے دو کم سو یعنی ۹۸ بچے دفن کر چکا ہوں یا فرمایا دو اوپر سو یعنی ۱۰۲ بچے دفن کر چکا ہوں اور میرے باغ کا پھل سال میں دو مرتبہ آتا ہے اور میری زندگی اتنی لمبی ہو چکی ہے کہ اب زندگی سے دل بھر چکا ہے (۹۳ ہجری میں ان کا بصرہ میں ۱۰۳ سال کی عمر میں انتقال ہوا) اور حضورؐ کی چوتھی دعا کے پورا ہونے کا مجھے یقین ہے یعنی گناہوں کی مغفرت کی دعا۔[2]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں میری والدہ حضرت ام سلیمؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! انسؓ کے لئے دعا فرمائیں حضورؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! اس کے مال اور اولاد کو زیادہ فرما اور ان میں برکت عطا فرما تو میں پوتوں کے علاوہ اپنے ایک سو پچیس (۱۲۵) بچے دفن کر چکا ہوں اور میری زمین سال میں دو مرتبہ پھل دیتی ہے اور سارے علاقہ میں اور کوئی زمین سال میں دو دفعہ پھل نہیں دیتی۔[3]

۱۔ اخرجه البیهقی فی البدایة (ج ۶ ص ۱۱۷) و اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۵۵) عن ابی هریرة نحوه و احمد و الترمذی عنه بمعناه مختصرا ۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۱۹)
۳۔ عند ابی نعیم کذافی الکنز (ج ۷ ص ۹)

صحابہ کرامؓ کے دودھ اور گھی میں برکت

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضرت ام مالک بہزیہؓ اپنی کپی میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گھی ہدیہ بھیجا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ ان کے بیٹوں نے ان سے سالن مانگا اس وقت ان کے پاس کوئی چیز نہیں تھی وہ اپنی اس کپی کے پاس گئیں جس میں وہ حضورؐ کو گھی ہدیہ بھیجا کرتی تھیں اس میں سے انہیں گھی مل گیا (حالانکہ اسے خالی کر کے ٹانگا تھا) وہ بہت عرصہ تک اپنے بیٹوں کو یہ گھی بطور سالن کے دیتی رہیں۔ آخر ایک مرتبہ انہوں نے اس کپی کو نچوڑ لیا (جس کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا) انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں جا کر سارا واقعہ عرض کیا حضورؐ نے فرمایا کیا تم نے اسے نچوڑا تھا؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا اگر تو اسے اسی طرح رہنے دیتی اور نہ نچوڑتی تو تجھے اس کپی سے ہمیشہ گھی ملتا رہتا۔[1]

حضرت ام مالک انصاریہؓ گھی کی ایک کپی لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں گئیں آپؐ نے حضرت بلالؓ کو ان سے گھی لینے کا حکم دیا۔ حضرت بلالؓ نے نچوڑ کر اس کپی میں سے سارا گھی نکال لیا اور خالی کپی حضرت ام مالکؓ کو واپس کر دی۔ جب وہ واپس گھر پہنچیں تو دیکھا کہ کپی تو گھی سے بھری ہوئی ہے۔ انہوں نے جا کر حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میرے بارے میں آسمان سے کوئی وحی نازل ہوئی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا اے ام مالک! کیوں؟ کیا بات پیش آئی ہے؟ انہوں نے کہا آپؐ نے میرا ہدیہ کیوں واپس کر دیا؟ آپؐ نے حضرت بلالؓ کو بلا کر ان سے اس بارے میں پوچھا۔ حضرت بلالؓ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے تو کپی میں سے سارا گھی نکال لیا تھا بلکہ اسے اتنا نچوڑا تھا کہ مجھے شرم آنے لگی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا اے ام مالک! تمہیں مبارک ہو اللہ نے تمہیں ہدیہ کا بدلہ جلدی دے دیا پھر حضورؐ نے انہیں سکھایا کہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ، دس مرتبہ الحمد للہ اور دس مرتبہ اللہ اکبر کہا کریں۔[2]

حضرت ام اوس بہزیہؓ نے گھی پکا کر ایک کپی میں ڈالا پھر حضور ﷺ کو ہدیہ میں پیش کیا۔ حضورؐ نے اسے قبول فرما لیا اور کپی میں جتنا گھی تھا وہ لے لیا اور ان کے لئے برکت کی دعا فرمائی اور وہ کپی انہیں واپس فرما دی۔ انہوں نے گھر جا کر دیکھا تو وہ کپی گھی سے بھری ہوئی تھی۔ وہ سمجھیں کہ شاید حضورؐ نے ان کا ہدیہ قبول نہیں فرمایا وہ چیخیں پکارتیں حضورؐ کی خدمت میں آئیں

---

[1] اخرجه احمد كذافي البداية (ج ٦ ص ١٠٣)

[2] عند الطبراني الهيثمي (ج ٨ ص ٣٠٩) وفيه راولم يسم و عطا بن السائب اختلط و بقية رجاله رجال الصحيح. انتهى و اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ٢٠٣) عن ام مالك الانصارية نحوه و اخرجه ابن ابي عاصم في الوحدان عن ام مالك الانصارية نحوه كما في الاصابة (ج ٤ ص ٤٩٣) و اخرجه مسلم عن جابر ان ام مالك الانصارية فذكر بمعنى ماروا ه احمد كما في الاصابة (ج ٣ ص ٤٩٣)

(اور عرض کیا آپ نے میرا ہدیہ قبول نہیں فرمایا؟) حضورؐ نے فرمایا انہیں واقعہ تفصیل سے بتاؤ کہ ہم نے تو قبول کر لیا تھا (اب یہ اللہ نے برکت عطا فرمائی ہے) چنانچہ وہ حضور ﷺ کی زندگی میں وہ گھی کھاتی رہیں پھر حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں وہ گھی کھاتی رہیں پھر جب حضرت علی اور حضرت معاویہؓ میں اختلافات پیدا ہوئے تو اس وقت تک وہ کھاتی رہیں۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں میری والدہ کی ایک بکری تھی وہ اس کا گھی ایک کپی میں جمع کرتی رہیں۔ جب وہ کپی بھر گئی تو اپنی لے پالک لڑکی کے ہاتھ وہ کپی بھیجی اور اس سے کہا اے بیٹی! یہ کپی حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا دو آپؐ اسے سالن بنا لیا کریں گے۔ وہ لڑکی کپی لے کر حضورؐ کی خدمت میں پہنچی اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ گھی کی کپی ام سلیمؓ نے آپ کی خدمت میں بھیجی ہے۔ حضورؐ نے گھر والوں سے فرمایا اس کی کپی خالی کر کے دے دو گھر والوں نے خالی کر کے کپی اسے دے دی وہ لے کر چلی گئی اور گھر آ کر اسے ایک کھونٹی پر لٹکا دیا اس وقت حضرت ام سلیمؓ گھر میں نہیں تھیں۔ جب وہ گھر واپس آئیں تو دیکھا کہ کپی بھری ہوئی ہے اور اس میں سے گھی ٹپک رہا ہے۔ انہوں نے کہا اے لڑکی! کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ یہ کپی جا کر حضورؐ کو دے آؤ۔ اس نے کہا میں تو دے آئی ہوں اگر آپ کو میری بات پر اطمینان نہیں ہے تو آپ خود جا کر حضور ﷺ سے پوچھ لیں۔ حضرت ام سلیمؓ اس لڑکی کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اس لڑکی کے ہاتھ ایک کپی آپ کی خدمت میں بھیجی تھی جس میں گھی تھا حضورؐ نے فرمایا ہاں یہ کپی لے کر آئی تھی۔ حضرت ام سلیمؓ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق اور سچا دین دے کر بھیجا ہے! وہ کپی تو بھری ہوئی ہے اور اس میں سے گھی ٹپک رہا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اے ام سلیم! کیا تم اس بات پر تعجب کر رہی ہو کہ جس طرح تم نے اللہ کے نبی کو کھلایا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ تمہیں کھلا رہے ہیں اس سے تم خود بھی کھاؤ اور دوسروں کو بھی کھلاؤ۔ حضرت ام سلیمؓ فرماتی ہیں میں گھر واپس آئی اور ایک بڑے پیالہ میں اور دوسرے برتنوں میں ڈال ڈال کر میں نے وہ گھی تقسیم کیا اور کچھ اس میں چھوڑ دیا جسے ہم ایک یا دو مہینے تک سالن بنا کر استعمال کرتے رہے۔[2]

۱۔ اخرجه الطبراني و ابن منده و ابن السكن كذافي الاصابة (ج ۴ ص ۴۳۱) قال الهيثمي (ج ۸ ص ۳۱۰) رواه الطبراني وفيه عصمة بن سليمان ولم اعرفه وبقية رجاله وثقوا. انتهى و اخرجه البيهقي عنها باسناد آخر بمعناه اطول منه كما في البداية (ج ۶ ص ۱۰۳)

۲۔ اخرجه ابويعلى كذافي البداية (ج ۶ ص ۱۰۳) وقال الهيثمي (ج ۸ ص ۳۰۹) رواه ابويعلى والطبراني الاانه قال زينب بدل ربيبة وفي اسناد هما محمد بن زياد البرجمي وهو اليشكري وهو كذاب انتهى اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۲۰۴) عن انس بن مالك عن امه ام سليم فذكرت نحوه في رواية ايضا زينب بدل ربيبة قال الحافظ في الاصابة (ج ۴ ص ۳۲۰) وقد عزاه الى الطبراني وفي حفظي ان قوله زينب تصحيف وانما هي ربيبه فليحرر هذا. انتهى

حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میرے پاس ایک کپی تھی جس میں میں حضور ﷺ کو گھی ہدیہ دیا کرتی تھی۔ ایک دن میرے بچوں نے مجھ سے گھی مانگا اور گھی تھا نہیں۔ میں دیکھنے کے لیے اٹھ کر کپی کی طرف گئی (کہ شاید اس میں سے کچھ بچا ہوا گھی مل جائے) میں نے جا کر دیکھا تو کپی گھی سے بھری ہوئی تھی اور اس میں سے گھی بہہ رہا تھا۔ میں نے بچوں کے لیے انڈیل کر اس میں سے کچھ گھی نکالا جسے بچے کچھ دیر کھاتے رہے پھر میں دیکھنے گئی کہ کپی میں کتنا گھی باقی رہ گیا ہے۔ میں نے اسے انڈیل کر سارا گھی نکالا جس سے وہ ختم ہو گیا پھر میں حضور کی خدمت میں گئی۔ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کیا تم نے اسے بالکل الٹا دیا تھا؟ غور سے سنو! اگر تم اسے الٹا نہ کرتیں تو ایک عرصہ تک یہ گھی باقی رہتا۔[1]

حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ام شریکؓ کی ایک کپی تھی جوان کے پاس آتا تھا اسے وہ کپی عاریۃً دے دیتیں۔ ایک آدمی نے ان سے اس کپی کا سودا کرنا چاہا تو انہوں نے کہا اس میں کچھ نہیں ہے پھر اس میں پھونک بھر کر اسے دھوپ میں لٹکا دیا (تا کہ گھی پگھل کر ایک جگہ جمع ہو جائے) تو کیا دیکھتی ہیں کہ وہ گھی سے بھری ہوئی ہے اسی وجہ سے کہا جاتا تھا کہ حضرت ام شریکؓ کی کپی اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔[2] اس حدیث کا کچھ حصہ پہلے گزر چکا ہے۔

حضرت حمزہ بن عمروؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے صحابہؓ کا کھانا مختلف صحابہؓ باری باری پکا کر لاتے۔ ایک رات یہ لاتے دوسرے رات دوسرے صحابیؓ لاتے، چنانچہ ایک رات میری باری آئی۔ میں نے حضورؐ کے صحابہؓ کا کھانا تیار کیا اور گھی کی مشک کو ایسے ہی چھوڑ دیا اور اس کے منہ کو ڈوری سے باندھا نہیں۔ جب میں کھانا حضور کی خدمت میں لے جانے لگا تو مشک ہل گئی اور اس میں سے گھی گرنے لگا تو میں نے کہا کیا حضور ﷺ کے کھانے نے میرے ہی ہاتھوں سے گرنا تھا؟ جب میں کھانا لے کر حضور کی خدمت میں پہنچا تو حضورؐ نے فرمایا قریب آ جاؤ تم بھی کھاؤ میں نے کہا یا رسول اللہ! گنجائش نہیں (کھانا کم ہے) کھانا کھلا کر میں اپنی جگہ واپس آیا تو دیکھا کہ مشک سے غٹ غٹ گھی کے گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے کہا یہ آواز کیسی؟ جو گھی اس میں بچ گیا تھا وہ گر رہا ہو گا میں اسے دیکھنے گیا تو مشک سینے تک بھری ہوئی تھی۔ میں وہ مشک لے کر حضور کی خدمت میں گیا اور سارا واقعہ آپ کو بتایا آپؐ نے فرمایا اگر تم اس کو ہاتھ نہ لگاتے اور ویسے ہی رہنے دیتے تو یہ منہ تک بھر جاتی پھر اس کے منہ پر ڈوری باندھی جاتی۔[3] ایک روایت میں ہے کہ

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۸ ص ۱۵۷) ۲۔ عند ابن سعد ایضا.

۳۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۸ ص ۳۱۰) رواه الطبرانی وقد تقدمت له طریق فی غزوة تبوک ورجال الطریق التی هنا وثقوا. انتهی

اگر تم اسے ایسے ہی رہنے دیتے تو ساری وادی میں گھی بہنے لگتا۔

حضرت حمزہ بن عمرو اسلمیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ غزوۂ تبوک میں تشریف لے گئے اور اس سفر میں گھی کی مشک سنبھالنے کی ذمہ داری مجھ پر تھی۔ میں نے اس مشک کو دیکھا تو اس میں تھوڑا سا گھی تھا میں نے حضور ﷺ کے لیے کھانا تیار کیا اور اس مشک کو دھوپ میں رکھ دیا اور خود سو گیا پھر (اللہ تعالیٰ نے اس مشک کو گھی سے بھر دیا اور) مشک سے گھی بہنے کی آواز سے میری آنکھ کھلی میں نے اپنے ہاتھ سے اس کے سر کو پکڑا حضورؐ مجھے دیکھ رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اگر تم اس کا سر نہ پکڑتے ایسے ہی رہنے دیتے تو ساری وادی میں یہ گھی بہنے لگتا۔[1]

حضرت خباب بن ارت کی صاحبزادیؓ فرماتی ہیں میرے والد ایک غزوے میں تشریف لے گئے اور ہمارے لئے صرف ایک بکری چھوڑ کر گئے اور ہم سے کہہ کر گئے کہ جب اس کا دودھ نکالنے لگو تو اسے صفہ والوں کے پاس لے جانا وہ دودھ نکال دیں گے، چنانچہ ہم وہ بکری صفہ لے گئے تو وہاں حضورؐ تشریف فرما تھے حضورؐ نے اس بکری کو لیا اور اس کی ٹانگ باندھ کر اس کا دودھ نکالنے لگے اور ہم سے فرمایا تمہارے ہاں جو سب سے بڑا برتن ہے وہ لے آؤ میں گئی اور تو مجھے کوئی برتن نہیں ملا صرف ایک بڑا پیالہ ملا جس میں ہم آٹا گوندھتے تھے میں وہ لے آئی۔ حضورؐ نے اس میں دودھ نکالا تو وہ بھر گیا پھر فرمایا جاؤ خود بھی پیو اور پڑوسیوں کو بھی پلاؤ اور جب اس بکری کا دودھ نکالنا ہو تو اسے میرے پاس لے آیا کرو میں اس کا دودھ نکال دیا کروں گا۔ ہم وہ بکری حضورؐ کے پاس لے جاتے رہے اور ہمارے خوب مزے ہو گئے پھر میرے والد آ گئے اور انہوں نے اس بکری کی ٹانگ باندھ کر اس کا دودھ نکالا تو وہ اپنے پہلے دودھ پر آ گئی۔ میری والدہ نے کہا آپ نے تو ہماری بکری خراب کر دی۔ میرے والد نے کہا کیوں؟ والدہ نے کہا یہ تو آپ کے پیچھے اتنا دودھ دیا کرتی تھی جس سے یہ بڑا پیالہ بھر جاتا تھا۔ والد نے کہا اس کا دودھ کون نکالتا تھا؟ والدہ نے کہا حضور ﷺ والد نے کہا تم تو مجھے حضورؐ کے برابر کر رہی ہو، اللہ کی قسم! ان کے ہاتھ میں تو میرے ہاتھ سے بہت زیادہ برکت ہے۔[2] جلد اول صفحہ ۳۴۱ پر سختیاں برداشت کرنے کے باب میں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث اور جلد اول صفحہ ۲۲۸ پر اللہ تعالیٰ کی دعوت دینے کے باب میں حضرت علیؓ کی حدیث گزر چکی ہے۔

گوشت میں برکت

حضرت مسعود بن خالدؓ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں ایک بکری بھیجی اور

۱۔ اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۱۵۵) عن ابى بكر بن محمد بن حمزه بن عمر والا سلمى عن ابيه عن جده.   ۲۔ اخرجه ابن سعد (ج ۸ ص ۲۹۱)

میں خود کسی کام سے کہیں چلا گیا۔ حضورؐ نے میرے گھر بکری کا کچھ گوشت بھیجا۔ میں اپنی بیوی حضرت ام خناسؓ کے پاس واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ اس کے پاس گوشت رکھا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا اے ام خناس! یہ گوشت کہاں سے آیا ہے؟ میری بیوی نے کہا آپ نے اسے خلیل ﷺ کو جو بکری بھیجی تھی اس میں سے انہوں نے یہ گوشت ہمیں بھیجا ہے میں نے کہا کیا بات ہے تم نے بچوں کو یہ گوشت اب تک کھلایا نہیں؟ میری بیوی نے کہا میں تو سب کو کھلا چکی ہوں یہ تو ان کا بچا ہوا ہے۔ حضرت مسعودؓ فرماتے ہیں تھوڑے سے گوشت سے سب گھر والوں نے کھا لیا اور پھر بھی گوشت بچ گیا، حالانکہ یہ لوگ دو تین بکریاں ذبح کرتے تھے اور پھر بھی کافی نہیں ہوتی تھی۔[1]

حضرت خالد بن عبدالعزیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں ذبح کرنے کے قابل ایک بکری پیش کی جسے حضورؐ نے بھی نوش فرمایا اور آپؐ کے بعض صحابہؓ نے بھی کھایا لیکن پھر بھی گوشت بچ گیا جو حضورؐ نے مجھے عطا فرما دیا جسے میں نے اور میرے تمام بال بچوں نے کھایا اور پھر بھی بچ گیا، حالانکہ میرے بچے بہت سارے تھے۔[2]

جہاں سے روزی ملنے کا گمان نہ ہو وہاں سے روزی ملنا

حضرت سلمہ بن نفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے پوچھا کیا کبھی آپؐ کے لئے آسمان سے بھی کھانا اتارا گیا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں، میں نے پوچھا کیا اس میں سے کچھ بچا تھا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ میں نے پوچھا اس کا کیا ہوا؟ آپؐ نے فرمایا اسے آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا۔[3] حضرت سلمہ بن نفیل سکونیؓ نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ میں سے تھے وہ فرماتے ہیں ایک دفعہ ہم لوگ حضورؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! کیا کبھی آپ کے پاس آسمان سے کھانا آیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں دیگچی میں گرم گرم آیا تھا۔ اس آدمی نے پوچھا کیا آپ کے کھانے کے بعد کچھ کھانا بچا تھا؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں! اس نے کہا پھر اس بچے ہوئے کھانے کا کیا ہوا تھا؟ حضورؐ نے فرمایا اسے آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا تھا۔ اور وہ چپکے چپکے مجھے یہ کہہ رہا تھا کہ میں آپ لوگوں میں تھوڑا عرصہ ہی رہوں گا اور آپ لوگ بھی میرے بعد تھوڑا عرصہ ہی رہو گے بلکہ زندگی لمبی معلوم ہونے لگے گی اور تم لوگ کہو گے ہم یہاں دنیا میں کب تک پڑے رہیں گے؟ پھر آپ لوگ مختلف جماعتیں بن کر آؤ گے اور ایک

۱۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۸ ص ۳۱۰) وفیه من لم اعرفهم. اه ۲۔ عند یعقوب بن سفیان فی نسخة و اخرجه الحسن بن سفیان فی مسنده و النسائی فی الکنی له عن یعقوب به مطولا کذا فی الاصابة (ج ۱ ص ۴۰۹) ۳۔ ذکره ابن سعد (ج ۷ ص ۴۲۸) فقال روی عن سلمة بن نفیل ایضا من حدیث اشعث بن شعبة عن ارطاة بن المنذر عن ضمرة بن حبیب عن خالد بن اسد بن حبیب عن سلمة بن نفیل

دوسرے کو فنا کرو گے اور قیامت سے پہلے بہت زیادہ اموات واقع ہوں گی اور اس کے بعد زلزلے کے سال ہوں گے۔[1]

ایک لمبی حدیث میں حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں لوگوں نے حضور ﷺ سے بھوک کی شکایت کی۔ حضورؐ نے فرمایا عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں کھلائیں گے، چنانچہ ہم لوگ سمندر کے کنارے پہنچے تو سمندر میں ایک زبردست موج آئی جس سے ایک بہت بڑی مچھلی باہر آ گئی ہم نے اس کا ایک ٹکڑا کاٹا اور آگ جلا کر کچھ گوشت بھونا اور باقی پکالیا اور خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ وہ مچھلی اتنی بڑی تھی کہ میں اس کی آنکھ کے حلقہ کے اندر داخل ہو گیا اور میرے علاوہ فلاں اور فلاں پانچ آدمی داخل ہو گئے اور وہ حلقہ اتنا بڑا تھا کہ ہم باہر کے کسی آدمی کو نظر نہیں آ رہے تھے پھر ہم اس میں سے باہر آئے۔ اس کے جسم میں بڑے بڑے کانٹے تھے۔ ہم نے ایک کانٹا لے کر کمان کی طرح کھڑا کیا اور قافلہ کے سب سے لمبے آدمی کو اور سب سے لمبے اونٹ کو اور سب سے اونچی کاٹھی کو منگوایا اس کاٹھی کو اس اونٹ پر رکھ کر اس آدمی کو اس پر بٹھایا وہ آدمی اس کانٹے کے نیچے سے گزر گیا لیکن اس کا سر اس کانٹے کو نہ لگا۔[2]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے تین سو صحابہؓ کا ایک لشکر ساحلِ سمندر کی طرف بھیجا اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو ان کا امیر بنایا چنانچہ ہم مدینہ سے چلے راستہ میں توشہ ختم ہو گیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے حکم دیا کہ لشکر کے تمام توشے جمع کیے جائیں، چنانچہ تمام توشے جمع کیے گئے تو کھجور کے دو توشے دان بن گئے حضرت ابوعبیدہؓ ہمیں ان میں سے تھوڑا تھوڑا روز دیتے پھر یہ توشے دان بھی ختم ہو گئے اور ہمیں روزانہ صرف ایک کھجور ملنے لگی۔ راوی نے حضرت جابرؓ سے کہا ایک کھجور سے کیا بنتا ہوگا؟ حضرت جابرؓ نے فرمایا اس ایک کھجور کا فائدہ ہمیں تب معلوم ہوا جب وہ بھی ملنی بند ہو گئی پھر ہم جب ساحل سمندر پہنچے تو وہاں چھوٹے پہاڑ جتنی اونچی ایک مچھلی ملی جس کے گوشت کو سارا لشکر ۱۸ دن تک کھاتا رہا (دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہؓ ایک ماہ تک کھاتے رہے) پھر حضرت ابوعبیدہ کے فرمانے پر اس مچھلی کے دو کانٹے کھڑے کیے گئے اور ایک اونٹنی پر کجاوہ رکھا گیا پھر وہ اونٹنی ان کانٹوں کے نیچے سے گزری اور اس کا سر یا کوہان کانٹوں کو نہ لگا۔[3]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ہمیں تین سو سواروں کے لشکر میں بھیجا۔ ہمارے

۱۔ اخرجه الحاکم (ج ۴ ص ۴۴۷) قال الحاکم هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین و لم یخرجاه وقال الذهبی و الخبر من غرائب الصحاح وقال الحافظ فی الاصابة (ج ۲ ص ۶۸) فی ترجمة سلمه بن نفیل وله فی النسائی حدیث یقال ماله غیره و هو من روایة ضمرة بن حبیب سمعت سلمة بن نفیل اسکونی یقول کنا جلوسا عندالنبی صلی الله علیه وسلم فقال رجل یارسول الله وقداتیت بطعام من الجنة . الحدیث انتهی (۲) اخرجه مسلم (ج ۲ ص ۴۱۸) ۳۔ اخرجه مسلم (ج ۲ ص ۴۱۸)

۳۔ اخرجه مالک (ص ۴۷۱) و اخرجه الشیخان من حدیث مالک بنحوه کما فی البدایة (ج ۴ ص ۲۷۶)

امیر حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ تھے۔ ہم قریش کے ایک تجارتی قافلہ کی گھات میں گئے تھے۔ اس سفر میں ہمیں سخت بھوک لگی اور کھانے کے تمام سامان ختم ہو گئے اور ہمیں درختوں کے گرے ہوئے پتے کھانے پڑے اور اس وجہ سے اس لشکر کا نام پتوں والا لشکر پڑ گیا۔ ایک آدمی نے لشکر کے لیے تین اونٹ ذبح کئے اور پھر تین اونٹ ذبح کئے پھر تین اونٹ ذبح کئے پھر حضرت ابوعبیدہؓ نے اس آدمی کو اور اونٹ ذبح کرنے سے منع کر دیا پھر سمندر کی تیز موج نے ایک بہت بڑی مچھلی کنارے پر لا ڈالی جسے عنبر کہا جاتا ہے۔ آدھے مہینہ تک ہم اس کا گوشت کھاتے رہے اور اس کی چربی کو جسم پر لگاتے رہے جس سے ہمارے جسموں کی کمزوری اور دبلا پن وغیرہ سب جاتا رہا اور جسم پہلے کی طرح ٹھیک ٹھاک ہو گئے اس کے بعد کانٹے کا قصہ ذکر کیا۔[1]

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ہمیں قریش کے ایک تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا اور حضرت ابوعبیدہؓ کو ہمارا امیر بنایا اور حضورؐ نے کھجوروں کا ایک تھیلہ ہمیں زادِ سفر کے لئے دیا۔ دینے کے لئے آپ کو اس کے علاوہ اور کچھ نہ ملا۔ حضرت ابوعبیدہؓ ہمیں روزانہ ایک کھجور دیا کرتے۔ راوی کہتے ہیں میں نے حضرت جابرؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ لوگ ایک کھجور کا کیا کرتے ہوں گے؟ حضرت جابرؓ نے کہا ہم بچے کی طرح اسے چوستے تھے پھر اس کے بعد پانی پی لیتے اور ایک دن، ایک رات اسی پر گزار لیتے پھر ہم لاٹھی مار کر درختوں کے پتے جھاڑ لیتے اور انہیں پانی میں بھگو کر کھا لیتے۔ ہم چلتے چلتے سمندر کے کنارے پر پہنچے تو ہمیں دور سے ایک بہت بڑے ٹیلے جیسی کوئی چیز نظر آئی ہم نے وہاں پہنچ کر دیکھا تو وہ عنبر نامی بہت بڑی مچھلی تھی۔ پہلے تو حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا یہ مردار ہے اسے مت کھاؤ پھر فرمایا اچھا نہیں ہم تو اللہ کے رسول ﷺ کے بھیجے ہوئے ہیں اور اللہ کے راستے میں ہیں اور تم لوگ حالتِ اضطرار کو پہنچ چکے ہو (جس میں مردار حلال ہو جاتا ہے) اس لئے اسے کھا لو ہم تین سو آدمی تھے ایک مہینہ تک اس کا گوشت کھاتے رہے یہاں تک کہ ہم موٹے ہو گئے اور اس کی آنکھ کے حلقہ میں سے بڑے بڑے مٹکے بھر کر چربی نکالتے تھے اور بیل جتنے بڑے اس کے گوشت کے ٹکڑے کاٹتے تھے اور حضرت ابوعبیدہؓ نے اس کی آنکھ کے حلقے میں چربی نکالنے کے لیے تیرہ آدمی داخل کئے تھے اور اس کا ایک کانٹا لے کر اسے کھڑا کیا اور سب سے لمبے اونٹ پر کجاوہ کس کر اس پر آدمی بٹھا کر اسے اس کانٹے کے نیچے سے گزارا تو وہ گزر گیا اور اس کے گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے ہم نے واپسی کے سفر میں اپنے ساتھ رکھ لئے۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ہم لوگوں نے مچھلی کا سارا واقعہ ذکر کیا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ وہ روزی ہے جو اللہ نے اپنے غیبی خزانے سے تمہیں عطا فرمائی

---

[1] عند الشیخین ایضا کذافی البدایة (ج ۴ ص ۲۷۶) واخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۱۴) من طریق عمر ونحوه

ہے ہمیں کھلانے کے لئے؟ اس مچھلی کا گوشت تم لوگوں کے پاس ہے؟ اس پر ہم نے حضورؐ کی خدمت میں کچھ گوشت بھیجا جسے آپ نے نوش فرمایا (آپؐ نے یہ گوشت اس لئے کھایا کہ یہ گوشت برکت والا تھا اور تا کہ صحابہ کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ یہ مچھلی مردار نہیں تھی بلکہ حلال تھی مچھلی کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں)۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی اپنے گھر میں داخل ہوا۔ جب اس نے گھر میں فقر و فاقہ کی حالت دیکھی تو وہ جنگل کی طرف چلا گیا۔ جب اس کی بیوی نے یہ دیکھا تو وہ اٹھی اور چکی کا اوپر والا پاٹ نیچے والے پر رکھا اور پھر تندور میں آگ جلائی پھر دعا مانگی اے اللہ! ہمیں روزی عطا فرما۔ وہ عورت کیا دیکھتی ہے کہ بڑا پیالہ آٹے سے بھرا ہوا ہے اور پھر جا کر تندور کو دیکھا تو وہ روٹیوں سے بھرا ہوا تھا اتنے میں اس کا خاوند بھی واپس آ گیا اس نے پوچھا کیا میرے بعد تمہیں کچھ ملا؟ اس کی بیوی نے کہا ہاں۔ ہمارے رب کی طرف سے کچھ آیا ہے۔ وہ مرد اٹھا اور اس نے چکی کا اوپر والا پاٹ اٹھا لیا (پھر چکی کا چلنا بند ہو گیا) کسی نے جا کر اس بات کا حضورؐ سے ذکر کیا حضورؐ نے فرمایا غور سے سنو! اگر یہ چکی کا پاٹ نہ اٹھاتا تو یہ چکی قیامت تک چلتی رہتی۔[2]

دوسری روایت میں ہے کہ اس عورت نے یہ دعا مانگی اے اللہ! ہمیں وہ چیز عطا فرما جسے ہم پیسیں اور گوندھیں اور اس کی روٹی پکائیں پھر اس نے دیکھا کہ بڑا پیالہ روٹیوں سے بھرا ہوا ہے اور چکی آٹا پیس رہی ہے اور تندور بھنی ہوئی چانپوں سے بھرا ہوا ہے پھر اس کے خاوند نے آ کر پوچھا تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس کی بیوی نے کہا اللہ نے روزی عطا فرمائی ہے خاوند نے چکی کا پاٹ اٹھایا چکی کے ارد گرد کی جگہ کو اچھی طرح صاف کیا۔ حضورؐ کو جب معلوم ہوا تو آپؐ نے فرمایا اگر یہ چکی کو اپنے حال پر رہنے دیتے تو چکی قیامت تک پیستی رہتی۔[3]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ایک انصاری بہت ہی ضرورت مند اور غریب تھا۔ اس کے گھر والوں کے پاس کچھ نہیں تھا وہ گھر سے باہر چلا گیا اس کی بیوی نے اپنے دل میں کہا اگر میں چکی چلاؤں اور تندور میں کھجور کی ٹہنیاں ڈال کر آگ جلاؤں تو میرے پڑوسی چکی کی آواز سنیں گے اور دھواں دیکھیں گے اس سے وہ یہ سمجھیں گے کہ ہمارے پاس کھانے کو کچھ ہے اور ہمارے ہاں فقر و فاقہ نہیں ہے۔ اس نے اٹھ کر تندور میں آگ جلائی اور بیٹھ کر چکی چلانے لگی اتنے میں اس کا خاوند آ گیا اور اس نے باہر سے چکی کی آواز سنی پھر دروازہ کھٹکھٹایا بیوی نے کھڑے ہو کر دروازہ کھولا

۱؎ عند البیھقی من طریق ابی الزبیر و رواہ مسلم وابوداؤد عن ابی الزبیر عن جابر بہ کما فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۷۶) و اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۴۱۱) عن ابی الزبیر عنہ بمعناہ اختصر منہ واخرجہ الطبرانی عن جابر مختصرا کما فی الکنز (ج ۸ ص ۵۴) ۲؎ اخرجہ احمد

۳؎ قال الھیثمی (ج ۱۰ ص ۲۵۶) رواہ احمد و البزار و رواہ الطبرانی فی الاوسط نحوہ و رجالھم رجال الصحیح غیر شیخ البزار و شیخ الطبرانی و ھما ثقتان. انتھی و اخرجہ البیھقی عن ابی ھریرۃ بسیاق

خاوند نے پوچھا تم کیا پیس رہی ہو؟ بیوی نے ساری کارگزاری سنائی وہ دونوں اندر گئے تو دیکھا کہ چکی خود بخود چل رہی ہے اور اس کے اندر سے آٹا نکل رہا ہے۔ بیوی برتنوں میں آٹا بھرنے لگی تو گھر کے سارے برتن آٹے سے بھر گئے پھر اس نے باہر جا کر تندور کو دیکھا تو وہ روٹیوں سے بھرا ہوا تھا خاوند نے جا کر حضور ﷺ کو سارا واقعہ سنایا۔ حضورؐ نے پوچھا پھر چکی کا کیا ہوا؟ خاوند نے کہا میں نے اسے اٹھا کر جھاڑ دیا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا اگر تم چکی کو اس کے حال پر رہنے دیتے تو وہ میری زندگی تک یونہی چلتی رہتی یا فرمایا تمہاری زندگی تک یونہی چلتی رہتی ہے۔[1]

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کے ساتھ مکہ سے چلا۔ چلتے چلتے ہم عرب کے ایک قبیلہ کے پاس پہنچے۔ قبیلہ کے کنارے کے ایک گھر پر حضورؐ کی نگاہ پڑی حضورؐ وہاں تشریف لے گئے۔ جب ہم وہاں پہنچ کر سواریوں سے نیچے اترے تو وہاں صرف ایک عورت تھی اس عورت نے کہا اے اللہ کے بندے! میں عورت ذات ہوں میرے ساتھ اور کوئی نہیں ہے اکیلی ہوں آپ لوگ مہمان بننا چاہتے ہیں تو قبیلہ کے سردار کے پاس چلے جائیں۔ حضورؐ نے اس کی یہ بات قبول نہ فرمائی بلکہ وہیں ٹھہر گئے۔ شام کا وقت تھا تھوڑی دیر میں اس عورت کا بیٹا اپنی بکریاں ہانکتا ہوا آیا اس عورت نے بیٹے سے کہا اے بیٹے! یہ بکری اور چھری ان دو آدمیوں کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو میری والدہ کہہ رہی ہیں یہ بکری ذبح کر کے آپ دونوں خود بھی کھائیں اور ہمیں بھی کھلائیں۔ جب وہ لڑکا آیا تو حضورؐ نے اس سے فرمایا چھری لے جاؤ اور (دودھ نکالنے کے لئے) پیالہ لے آؤ۔ اس لڑکے نے کہا یہ بکری تو چراگاہ سے دور رہی تھی اور اس کا دودھ بھی نہیں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا نہیں تم جاؤ وہ جا کر پیالہ لے آیا حضورؐ نے اس کے تھن پر ہاتھ پھیر کر دودھ نکالنا شروع کیا تو اتنا دودھ نکلا کہ سارا پیالہ بھر گیا حضور ﷺ نے فرمایا جا کر اپنی والدہ کو دے آ۔ چنانچہ اس کی ماں نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا۔ وہ پیالہ لے آیا حضور ﷺ نے فرمایا یہ بکری لے جا اور دوسری بکری لے آ وہ دوسری بکری لے آیا حضورؐ نے اس کا دودھ نکال کر مجھے پلایا پھر وہ لڑکا تیسری بکری لے آیا اس کا دودھ نکال کر حضورؐ نے خود پیا پھر وہ رات ہم نے وہاں گزاری اور صبح وہاں سے آگے چلے۔ اس عورت نے آپ کا نام مبارک رکھ دیا تھا۔ پھر اللہ نے اس کی بکریوں میں خوب برکت ڈالی اور وہ بیچنے کے لئے بکریوں کا ریوڑ لے کر مدینہ آئی۔ میرا وہاں سے گزر ہوا تو اس عورت کے بیٹے نے دیکھ کر مجھے پہچان لیا اور کہنے لگا اے اماں جان! یہ آدمی وہی ہے جو اس مبارک ہستی کے ساتھ تھا وہ عورت کھڑی ہو کر میرے پاس آئی اور کہنے لگی اے اللہ کے بندے! وہ مبارک آدمی جو تمہارے ساتھ تھا وہ کون تھا؟ میں نے کہا اچھا! تمہیں معلوم نہیں کہ وہ کون ہیں؟ اس عورت نے کہا نہیں میں نے کہا وہ تو نبی کریم ﷺ ہیں اس نے کہا مجھے ان کے پاس لے چلو، چنانچہ اسے حضورؐ کی خدمت میں لے گیا۔ حضورؐ نے انہیں کھانا کھلایا، درہم دینار دیئے اور ہدیہ میں اسے پنیر اور دیہاتیوں والا

---

[1] عند البیهقی ایضا بسند آخر و هذا الحدیث غریب سندا و متنا کذافی البدایة (ج ٦ ص ١١٩)

سامان دیا، پہننے کے کپڑے بھی دیئے اور وہ مسلمان بھی ہو گئی۔[۱]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرا رہا تھا۔ حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ میرے پاس سے گزرے۔ حضورؐ نے فرمایا اے لڑکے! کیا دودھ ہے؟ میں نے کہا ہے لیکن یہ بکریاں اور ان کا دودھ میرے پاس بطور امانت ہے اور میں امانتدار ہوں (مالک کی اجازت کے بغیر دودھ نہیں دے سکتا) حضورؐ نے فرمایا کیا ایسی کوئی بکری ہے جو اب تک بیاہی نہ گئی ہو؟ (وہ لے آؤ) میں ایسی بکری حضورؐ کی خدمت میں لے آیا۔ حضورؐ نے اس کے تھن پر ہاتھ پھیرا تو اس کے تھن میں دودھ اتر آیا۔ حضورؐ نے ایک برتن میں اس کا دودھ نکالا، خود پیا اور حضرت ابوبکرؓ کو پلایا پھر آپؐ نے تھن کو فرمایا سکڑ جاؤ تو وہ سکڑ گیا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں میں اس کے بعد حضورؐ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے بھی یہ کام سکھا دیں۔ آپؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا اللہ تجھ پر رحم فرمائے تو تو سیکھا سکھایا ہے۔[۲] بیہقی میں اس جیسی روایت میں یہ ہے کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں بکری کا ایک بچہ لایا جس کی عمر ایک سال سے کم تھی آپؐ نے اس کی ٹانگ کو اپنی ٹانگ سے دبایا پھر آپؐ نے اس کے تھن پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی حضرت ابوبکرؓ آپؐ کے پاس ایک پیالہ لائے آپؐ نے اس میں دودھ نکالا پھر حضرت ابوبکرؓ کو وہ دودھ پلایا اس کے بعد آپؐ نے خود پیا۔[۳]

حضرت خبابؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا اس سفر میں ہمیں بہت سخت پیاس لگی اور ہمارے پاس پانی بالکل نہیں تھا۔ اتنے میں ہمارے ایک ساتھی کی اونٹنی بیٹھ گئی اور اس کے تھن دودھ سے اتنے بھر گئے کہ مشکیزہ کی طرح نظر آنے لگے پھر ہم نے اس کا دودھ خوب پیا۔[۴]

حجیر بن ابی اہاب کی باندی حضرت ماویہؓ جو کہ بعد میں مسلمان ہو گئی تھیں وہ فرماتی ہیں حضرت خبیبؓ کو میرے گھر میں قید کیا گیا تھا ایک دفعہ میں نے دروازے کی درز سے جھانکا تو ان کے ہاتھ میں انسان کے سر کے برابر انگور کا ایک خوشہ تھا جس میں سے وہ کھا رہے تھے میرے علم میں اس وقت روئے زمین پر کہیں بھی کھانے کے لئے انگور نہیں تھے۔[۵]

حضرت سالم بن ابی الجعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے اپنے کسی کام کے لئے دو آدمی بھیجے۔ ان دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے پاس زادِ راہ بالکل نہیں ہے۔ حضورؐ نے

۱؎ اخرجه البیهقی فی الدلائل و ابن عساکر قال ابن کثیر سنده حسن کذافی الکنز (ج ۸ ص ۲۳۰)

۲؎ اخرجه احمد ۳؎ کذافی البدایة (ج ۲ ص ۱۰۲) ۴؎ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۲ ص ۲۱۰) وفیه ابراهیم بن بشار الرمادی وفیه ضعف وقد وثق. انتهی

۵؎ اخرجه ابن اسحٰق و اخرج البخاری قصة الغیب من غیر هذا الوجه کذافی الاصابة (ج ۱ ص ۴۱۹)

فرمایا ایہ ،مشک ڈھونڈ کر میرے پاس لاؤ۔ وہ دونوں حضورؐ کی خدمت میں ایک مشک لے آئے۔ حضورؐ نے ہمیں حکم دیا کہ اسے (پانی سے) بھردو۔ ہم نے اسے پانی سے بھردیا پھر حضورؐ نے اس کے منہ کو رسی سے باندھ دیا اور فرمایا اسے لے جاؤ۔ جب تم چلتے چلتے فلاں جگہ پہنچو گے تو وہاں تمہیں اللہ غیب سے روزی دیں گے چنانچہ وہ دونوں چل پڑے اور جب چلتے چلتے دونوں حضورؐ کی بتائی ہوئی جگہ پر پہنچے تو مشک کا منہ خود بخود کھل گیا انہوں نے دیکھا تو مشک (پانی کی بجائے) بکری کے دودھ اور مکھن سے بھری ہوئی تھی۔ انہوں نے پیٹ بھر کر مکھن کھایا اور دودھ پیا۔[1]

صحابہ کرامؓ کا خواب میں پانی پی کر سیراب ہو جانا

حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں حضرت عثمانؓ اپنے گھر میں محصور تھے میں سلام کرنے کے لئے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں اندر گیا تو آپؓ نے فرمایا خوش آمدید ہو میرے بھائی کو، میں نے آج رات اس کھڑکی میں حضورﷺ کو دیکھا تھا۔ آپؐ نے فرمایا اے عثمان! ان لوگوں نے تمہارا محاصرہ کر رکھا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں پھر فرمایا انہوں نے تمہیں پیاسا رکھا ہوا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں پھر حضورؐ نے پانی کا ایک ڈول لٹکایا جس میں سے میں نے خوب سیر ہو کر پیا اور اب بھی میں اس کی ٹھنڈک اپنے سینے اور کندھوں کے درمیان محسوس کر رہا ہوں پھر آپؐ نے مجھ سے فرمایا اگر تم چاہو (تو اللہ کی طرف سے) تمہاری مدد کی جائے اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس افطار کرلو۔ میں نے ان دونوں باتوں میں سے افطار کو اختیار کرلیا، چنانچہ اسی دن آپؓ کو شہید کر دیا گیا۔[2] حضرت ام شریکؓ کا قصہ گزر چکا ہے کہ وہ سوئیں تو خواب میں دیکھا کہ کوئی انہیں پانی پلا رہا ہے۔ جب وہ سوکر اٹھیں تو سیراب تھیں۔

ایسی جگہ سے مال کا مل جانا جہاں سے ملنے کا گمان نہ ہو

حضرت مقدادؓ کی بیوی حضرت ضباعہ بنت زبیرؓ فرماتی ہیں لوگ دو یا تین دن کے بعد قضائے حاجت کے لئے جاتے تھے (کیونکہ کھانے کو ملتا نہیں تھا اور جو کھانے کو ملتا تھا وہ ایسا خشک ہوتا تھا کہ) اونٹ کی طرح مینگنی کیا کرتے تھے ایک دن حضرت مقدادؓ قضائے حاجت کے لئے گئے بقیع الغرقد میں جبہ مقام میں ایک بے آباد جگہ قضائے حاجت کے لئے بیٹھ گئے اتنے میں ایک بڑا سا چوہا ایک دینار اپنے بل میں سے باہر لایا اور ان کے سامنے رکھ کر اپنے بل میں چلا گیا اور ایک ایک دینار لاتا رہا یہاں تک کہ سترہ (١٧) دینار ہو گئے۔ حضرت مقدادؓ وہ سترہ دینار لے کر حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا۔ حضورؐ نے پوچھا کیا تم نے اپنا ہاتھ

١۔ اخرجہ ابن سعد (ج ١ ص ١٧٢)   ٢۔ اخرجہ ابن ابی الدنیا کذا فی البدایة (ج ٧ ص ١٨٢)

بل میں داخل کیا تھا؟ حضرت مقدادؓ نے کہا نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا! حضورؐ نے فرمایا (چونکہ یہ دینار تم نے اپنی محنت سے حاصل نہیں کئے ہیں بلکہ اللہ نے اپنی قدرت سے غیبی خزانے سے دیئے ہیں، اس لئے) ان دیناروں میں خمس دینا تم پر لازم نہیں آتا اللہ تمہیں ان دیناروں میں برکت عطا فرمائے۔ حضرت ضباعہ کہتی ہیں اللہ نے ان دیناروں میں بہت برکت عطا فرمائی اور وہ اس وقت ختم ہوئے جب میں نے حضرت مقدادؓ کے گھر میں چاندی کے درہموں کی بوریاں دیکھیں۔[1]

حضرت سائب بن اقرعؓ کو حضرت عمرؓ نے مدائن کا گورنر بنایا ایک مرتبہ وہ کسریٰ کے ایوان میں بیٹھے ہوئے تھے ان کی نظر دیوار پر بنی ہوئی ایک تصویر پر پڑی جو اپنی انگلی سے ایک جگہ کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ حضرت سائبؓ فرماتے ہیں میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ کسی خزانے کی طرف اشارہ کر رہی ہے، چنانچہ میں نے اس جگہ کو کھودا تو بہت بڑا خزانہ وہاں سے نکل آیا میں نے خط لکھ کر حضرت عمرؓ کو خزانہ ملنے کی خبر دی اور یہ بھی لکھا کہ یہ خزانہ اللہ نے میری محنت سے مجھے دیا۔ اس میں کسی مسلمان نے میری مدد نہیں کی ہے (لہٰذا یہ خزانہ میرا ہونا چاہئے) حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا بے شک یہ خزانہ ہے تو تمہارا لیکن تم ہو مسلمانوں کے امیر، اس لئے اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دو۔[2]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مہرجان کی فتح میں حضرت سائبؓ شریک ہوئے تھے اور ہرمزان کے محل میں داخل ہوئے تو انہیں پتھر اور چونے کی ہرنی نظر آئی جس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا ہوا تھا وہ کہنے لگے میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ کسی قیمتی خزانے کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ انہوں نے اس جگہ کو دیکھا تو انہیں وہاں ہرمزان کا خزانہ مل گیا جس میں بہت قیمتی جواہرات والی تھیلی بھی تھی۔[3]

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوامامہؓ کی ایک باندی (جو کہ پہلے عیسائی تھیں انہوں) نے مجھے یہ واقعہ بیان کیا کہ حضرت ابوامامہ کو دوسروں پر خرچ کرنا بہت پسند تھا اور وہ اس کے لئے مال جمع کیا کرتے تھے اور کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہیں کرتے تھے اور کچھ نہ ہوتا تو ایک پیاز یا ایک کھجور یا کھانے کی کوئی چیز ہی دے دیتے ایک دن ایک سائل ان کے پاس آیا اس وقت ان کے پاس ان میں سے کوئی چیز نہیں تھی صرف تین دینار تھے اس سائل نے مانگا تو ایک دینار اسے دے دیا پھر دوسرا آیا تو ایک دینار اسے دے دیا پھر تیسرا آیا تو

۱؎ اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۶۵) ۲؎ اخرجه الخطیب کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۳۰۵)
۳؎ قال فی الاصابة (ج ۲ ص ۸) حکاه الهیثم بن عدی وری ابن ابی شیبة من طریق الشیبانی عن السائب بن الاقرع نحوه. انتهی.

ایک اسے دے دیا۔ جب تینوں دے دیئے تو مجھے غصہ آ گیا میں نے کہا آپ نے ہمارے لئے کچھ بھی نہیں چھوڑا پھر وہ دوپہر کو آرام کرنے لیٹ گئے جب ظہر کی اذان ہوئی تو میں نے انہیں اٹھایا وہ وضو کر کے اپنی مسجد چلے گئے چونکہ ان کا روزہ تھا، اس لئے مجھے ان پر ترس آ گیا اور میرا غصہ اتر گیا پھر میں نے قرض لے کر ان کے لئے رات کا کھانا تیار کیا اور شام کو ان کے لئے چراغ بھی جلایا پھر میں چراغ ٹھیک کرنے کے لئے ان کے بستر کے پاس گئی اور بستر اٹھایا تو اس کے نیچے سونے کے دینار رکھے ہوئے تھے میں نے انہیں گنا تو وہ پورے تین سو تھے میں نے کہا چونکہ اتنے دینار رکھے ہوئے تھے اس وجہ سے انہوں نے تین دینار کی سخاوت کی ہے پھر وہ عشاء کے بعد گھر واپس آئے تو دستر خوان اور چراغ دیکھ کر مسکرائے اور کہنے لگے معلوم ہوتا ہے یہ سب کچھ اللہ کے ہاں سے آیا ہے (کیونکہ ان کا خیال تھا کہ گھر میں کچھ بھی نہیں تھا، اس لئے نہ کھانا ہوگا نہ چراغ) میں نے کھڑے ہو کر انہیں کھانا کھلایا پھر میں نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ اتنے سارے دینار یوں ہی چھوڑ گئے جہاں سے ان کے گم ہونے کا خطرہ تھا مجھے بتایا بھی نہیں کہ اٹھا کر رکھ لیتی۔ کہنے لگے کونسے دینار؟ میں تو کچھ بھی نہیں چھوڑ کر گیا پھر میں نے بستر اٹھا کر انہیں وہ دینار دکھائے۔ دیکھ کر وہ خوش بھی ہوئے اور بہت حیران بھی ہوئے (کہ اللہ نے اپنے غیبی خزانے سے عطا فرمائے ہیں) یہ دیکھ کر میں بھی بہت متاثر ہوئی اور میں نے کھڑے ہو کر زنار کاٹ ڈالا (زنار اس دھاگے یا زنجیر کو کہتے ہیں جسے عیسائی کمر میں باندھتے تھے) اور مسلمان ہو گئی حضرت ابن جابر کہتے ہیں میں نے اس باندی کو حمص کی مسجد میں دیکھا کہ وہ عورتوں کو قرآن، فرائض اور سنتیں سکھا رہی تھی اور دین کی باتیں سمجھا رہی تھی۔[1]

صحابہ کرامؓ کے مال میں برکت

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ غلام تھے انہیں ان کے مالک نے مکاتب بنا دیا یعنی یہ کہہ دیا کہ اتنا مال کما کر یا کسی اور طرح لا کر دے دو گے تو تم آزاد ہو جاؤ گے۔ وہ بدلِ کتابت یعنی اتنا مال نہ ادا کر سکے اور اسی دوران وہ مسلمان ہو گئے وہ لمبی حدیث میں اپنے اسلام لانے کا قصہ بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مالِ کتابت میرے ذمہ رہ گیا پھر ایک کان سے حضور ﷺ کے پاس مرغی کے انڈے کے برابر سونا آیا۔ حضورؐ نے فرمایا اس فارسی مکاتب کا کیا ہوا؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ حضورؐ تمہیں یاد کر رہے ہیں تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ نے فرمایا اے سلمان! یہ لے لو اور جتنا مال تمہارے ذمہ ہے اس سے ادا کر دو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو تھوڑا سا ہے میرے ذمہ جتنا مال ہے وہ کیسے ادا ہو سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ لے لو اللہ تعالیٰ اس سے سارا ادا کرا دیں گے

[1] اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ١٠ ص ١٢٩).

میں نے وہ سونا لیا اور اپنے مالک کو تول تول کر دینے لگا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں سلمان کی جان ہے! چالیس اوقیہ میرے ذمہ تھے وہ سارے کے سارے اس سے ادا ہو گئے اور میں آزاد ہو گیا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت سلمانؓ نے فرمایا جب میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو تھوڑا سا ہے میرے ذمہ جتنا مال ہے وہ اس سے کیسے ادا ہو سکتا ہے؟ حضورؐ نے وہ سونا لے کر اپنی مبارک زبان پر الٹا پلٹا پھر فرمایا یہ لے لو اور اس سے ان کا حق چالیس اوقیہ سارا ادا کر دو۔[1]

حضرت عروہ بارقیؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ کو ایک قافلہ ملا جو باہر سے سامانِ تجارت لے کر آیا تھا حضورؐ نے مجھے ایک دینار دے کر فرمایا اس کی ہمارے لئے ایک بکری خرید لاؤ۔ میں نے جا کر ایک دینار کی دو بکریاں خریدیں پھر مجھے ایک آدمی ملا میں نے اس کے ہاتھ ایک بکری ایک دینار میں بیچ دی پھر ایک دینار اور ایک بکری لا کر حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دی۔ حضورؐ نے خوش ہو کر مجھے یہ دعا دی کہ اللہ تیرے ہاتھ کے سودے میں برکت عطا فرمائے۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں (کوفہ کے مشہور) بازار کناسہ سے میں کاروبار کے لئے اٹھتا ہوں اور گھر جانے سے پہلے چالیس ہزار نفع کما لیتا ہوں (یہ حضورؐ کی دعا کی برکت ہے)۔[2] حضرت سعید بن زید کی روایت میں ہے کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ کوفہ کے کناسہ بازار میں کھڑا ہوا اور گھر جانے سے پہلے چالیس دینار نفع کما لیا۔[3] عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عروہؓ کے لئے کاروبار میں برکت کی دعا فرمائی چنانچہ وہ اگر مٹی بھی خریدتے تو اس میں بھی انہیں نفع ہو جاتا۔

حضرت ابو عقیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے میرا دادا حضرت عبداللہ بن ہشامؓ بازار لے کر جاتے اور غلہ خریدتے حضرت ابن زبیر اور حضرت عمرؓ کی میرے دادا سے ملاقات ہوتی وہ دونوں میرے دادا سے فرماتے اپنے کاروبار میں ہمیں بھی شریک کر لیں کیونکہ حضور ﷺ نے آپ کے لئے برکت کی دعا فرمائی ہے میرے دادا انہیں شریک کر لیتے چنانچہ انہیں اونٹنی جوں کی توں ساری نفع میں مل جاتی جسے وہ گھر بھیج دیتے۔[4]

---

[1] اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۹ ص ۳۳٦) رواه احمد كله والطبرانی فی الكبير بنحوه باسانيد واسناد الرواية الاولی عند احمد و الطبرانی رجالها رجال الصحيح غير محمد بن اسحق وقد صرح بالسماع ورجال الرواية الثانية انفرد بها احمد ورجالها رجال الصحيح غير عمرو بن ابی قرة الكندی وهو ثقة و رواه البزار. انتهی. و اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۷۵) ايضا فی الحديث الطويل عن سلمان نحو الرواية الاولی ثم قال قال ابن اسحق فاخبرنی يزيد بن ابی حبيب انه كان فی هذا الحديث ان رسول الله صلی الله عليه وسلم وضعها يومئذ علی لسانه ثم قلبها ثم قال لی اذهب فادها عنك

[2] اخرجه ابونعيم فی الدلائل (ص ۱٦۵) [3] قال ابونعيم رواه عفان قال فی الاصابة (ج ۲ ص ۴۷٦) والحديث مشهور فی البخاری وغيره. انتهی واخرجه عبدالرزاق ابن ابی شيبة عن عروة بنحوه كما فی الكنز (ج ۷ ص ٦۳) [4] اخرجه البخاری كذا فی البداية (ج ٦ ص ۱٦٦)

تکلیفوں اور بیماریوں کا (علاج کے بغیر) دور ہو جانا

حضرت عبداللہ بن انیسؓ فرماتے ہیں مستنیر بن رزام یہودی نے شوحط درخت کی ٹیڑھی لاٹھی میرے چہرے پر ماری جس سے میرے سر کی ہڈی ٹوٹ کر اپنی جگہ سے ہٹ گئی اور زخم کا اثر دماغ تک پہنچ گیا میں اسی حالت میں حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ نے کپڑا ہٹا کر اس پر دم فرمایا تو زخم اور ہڈی وغیرہ سب کچھ ایک دم ٹھیک ہو گیا میں نے دیکھا تو وہاں مجھے کچھ بھی زخم وغیرہ نظر نہ آیا۔[1]

حضرت شرحبیلؓ فرماتے ہیں میری ہتھیلی میں ایک غدود نکل آیا میں نے حضورﷺ کی خدمت میں جا کر عرض کیا اے اللہ کے نبی! اس غدود کی وجہ سے میرے سارے ہاتھ میں ورم ہو گیا ہے اور میں نہ تلوار کا دستہ پکڑ سکتا ہوں اور نہ سواری کی لگام۔ آپؐ نے فرمایا میرے قریب آ جاؤ میں آپ کے قریب ہو گیا۔ آپؐ نے میری ہتھیلی کھول کر اس پر دم فرمایا پھر آپؐ اپنا ہاتھ اس غدود پر رکھ کر کچھ دیر ملتے رہے جب آپؐ نے ہاتھ ہٹایا تو مجھے غدود کا ذرہ بھی نشان نظر نہ آیا۔[2]

حضرت ابیض بن حمال مآربیؓ فرماتے ہیں میرے چہرے پر داد کی بیماری تھی جس نے ناک کو گھیر کر رکھا تھا۔ حضورﷺ نے مجھے بلایا اور میرے چہرے پر اپنا دستِ مبارک پھیرا تو شام تک اس بیماری کا کچھ بھی اثر باقی نہ رہا۔[3]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میں نبی کریمﷺ کی خدمت میں گیا وہاں ایک ہانڈی میں گوشت پک رہا تھا چربی کا ایک ٹکڑا مجھے بہت اچھا لگا میں نے اسے لیا اور کھا کر نگل گیا اور اس کی وجہ سے میں سال بھر بیمار رہا پھر میں نے اس کا حضورؐ سے تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا اس چربی کو سات انسانوں کی نظر لگی ہوئی تھی پھر آپؐ نے میرے پیٹ پر ہاتھ پھیرا جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے چربی کا وہ ٹکڑا میرے پیٹ سے نکال دیا اور اس ذات کی قسم جس نے حضورؐ کو حق دے کر بھیجا اس کے بعد آج تک میرے پیٹ میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔[4]

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں بیمار ہوا نبی کریمﷺ کا میرے پاس سے گزر ہوا اس وقت میں یہ دعا مانگ رہا تھا اے اللہ! اگر میری موت کا وقت آ گیا ہے تو مجھے موت دے کر راحت عطا فرما اور اگر اس میں دیر ہے تو پھر مجھے شفاء عطا فرما اور اگر آزمائش ہی مقصود ہے تو پھر مجھے صبر کی

---

۱ ۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۸ ص ۲۹۸) وفیه عبدالعزیز بن عمران وهو ضعیف

۲ ۔ اخرجه الطبرانی عن مخلد بن عقبة بن عبدالرحمن بن شرحبیل عن جده عبدالرحمن عن ابیه رضی الله عنه قال الهیثمی (ج ۸ ص ۲۹۸) ومخلد ومن فوقه لم اعرفهم وبقیة رجاله رجال الصحیح. انتهی

۳ ۔ اخرجه ابونعیم فی الدلائل (۲۲۳) و اخرجه ابن سعد (ج ۵ ص ۵۲۳)

۴ ۔ اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۲۳)

توفیق عطا فرما۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے کیا کہا؟ میں نے اپنی دعا دہرادی آپؐ نے مجھے اپنا پاؤں مار کر فرمایا اے اللہ! اسے شفاء عطا فرما! اس دعا کے بعد یہ بیماری مجھے کبھی نہیں ہوئی۔[۱] جلد اول میں صفحہ ۳۶۷ پر دعوت کے بارے میں حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ غزوۂ خیبر کے دن حضرت علیؓ کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ حضورﷺ نے ان کی آنکھوں پر دم فرمایا تو اسی وقت ان کی آنکھیں ٹھیک ہوگئیں اور اس کے بعد کبھی دکھنے نہ آئیں اور نصرت کے باب میں ابورافع کے قتل کے قصہ میں جلد اول میں صفحہ ۷۹۴ پر حضرت براء رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عتیکؓ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں میری ٹانگ ٹوٹ گئی تھی جب میں نبی کریمﷺ کی خدمت میں پہنچا تو میں نے آپ کو بتایا آپؐ نے فرمایا اپنی ٹانگ پھیلاؤ۔ میں نے ٹانگ پھیلائی۔ آپؐ نے اس پر اپنا دستِ مبارک پھیرا تو وہ ایک دم ایسے ٹھیک ہوگئی کہ گویا اس میں کوئی تکلیف ہی نہیں تھی۔

حضرت حنظلہ بن حذیم بن حنیفہؓ فرماتے ہیں میں اپنے والد حضرت حذیمؓ کے ساتھ ایک وفد کے ہمراہ حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے والد نے کہا یا رسول اللہؐ! میرے چند بیٹے ہیں جن میں سے بعض کی داڑھی ہے اور بعض کی نہیں ہے یہ ان میں سب سے چھوٹا ہے۔ حضورؐ نے مجھے اپنے قریب کیا اور میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا اللہ تجھ میں برکت عطا فرمائے۔ حضرت ذیال راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت حنظلہؓ کے پاس وہ آدمی لایا جاتا جس کے چہرے پر ورم ہوتا یا وہ بکری لائی جاتی جس کا تھن سوجا ہوا ہوتا تو وہ فرماتے بسم اللّٰہ علیٰ موضع کف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعنی اللہ کے نام سے اور حضورﷺ نے میرے سر پر جس جگہ ہاتھ پھیرا تھا اس جگہ کی برکت سے۔ پھر اس ورم پر ہاتھ پھیرتے اور وہ ورم اسی وقت ختم ہو جاتا۔[۲] احمد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ذیال کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت حنظلہؓ کے پاس وہ آدمی لایا جاتا جس کے چہرے پر ورم ہوتا حضرت حنظلہؓ کہتے بسم اللّٰہ پھر اپنے سر پر اس جگہ ہاتھ پھیرتے جہاں حضورؐ نے ہاتھ رکھا تھا پھر اپنے ہاتھ پر دم فرماتے پھر ورم والی جگہ پر اپنا ہاتھ پھیرتے تو ورم اسی وقت چلا جاتا۔[۳]

حضرت عبداللہ بن قرطؓ فرماتے ہیں ایک دفعہ میرا ایک اونٹ چلتے چلتے تھک کر کھڑا ہوگیا۔ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ تھا۔ پہلے تو میرا ارادہ ہوا کہ اونٹ کو وہیں چھوڑ دوں

۱۔ اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۶۱) ۲۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۴۰۸) رواه الطبرانی فی الاوسط والکبیر بنحوه واحمد فی حدیث طویل و رجال احمد ثقات. انتهی

۳۔ قد ذکره الحافظ فی الاصابة (ج ۱ ص ۳۵۹) عن احمد بطوله قال الحافظ ورواه الحسن بن سفیان من وجه آخر عن الذیال ورواه الطبرانی بطوله منقطعا ورواه ابویعلی من هذا الوجه ولیس بتمامه و کذا رواه یعقوب بن سفیان والمنجنیقی و اخرجه ابن سعد (ج ۷ ص ۷۲) ایضا بطوله بسیاق احمد

لیکن پھر میں نے اللہ سے دعا کی تو اللہ نے اونٹ کو اسی وقت ٹھیک کر دیا اور میں اس پر سوار ہو کر چل پڑا۔[1]

زہر کے اثر کا چلے جانا

حضرت ابوسفر رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت خالد بن ولیدؓ فارس کے ایک گورنر کے ہاں مہمان بنے لوگوں نے ان سے کہا ان عجمی لوگوں سے بچ کے رہنا کہیں یہ آپ کو زہر نہ پلا دیں۔ انہوں نے فرمایا ذرا وہ زہر میرے پاس لاؤ۔ لوگ زہر لے آئے۔ انہوں نے وہ زہر ہاتھ میں لیا اور بسم اللّٰہ پڑھ کر سارا نگل گئے ان پر زہر کا کچھ بھی اثر نہ ہوا۔[2] اصابہ کی روایت میں یہ ہے کہ زہر حضرت خالدؓ کے پاس لایا گیا۔ انہوں نے اسے اپنی ہتھیلی پر رکھا اور بسم اللّٰہ پڑھ کر اسے پی گئے ان پر اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوا۔[3]

حضرت ذی الجوش ضبابیؓ وغیرہ حضرات فرماتے ہیں (عمرو) ابن بقیلہ کے ساتھ اس کا ایک خادم تھا جس کی پیٹی میں ایک تھیلی لٹکی ہوئی تھی۔ حضرت خالدؓ نے وہ تھیلی لی اور اس میں جو کچھ تھا وہ اپنی ہتھیلی پر ڈالا اور عمرو سے کہا اے عمرو! یہ کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ کی قسم! یہ ایسا زہر ہے جو انسان کو فوراً مار دیتا ہے۔ حضرت خالدؓ نے کہا تم نے زہر اپنے ساتھ کیوں رکھا ہوا ہے؟ اس نے کہا مجھے یہ خطرہ تھا کہ آپ لوگوں کو میری رائے کے خلاف فتح مل جائے گی تو میں اس سے پہلے ہی زہر کھا کر مر جاؤں گا کیونکہ یوں خودکشی کر لینا مجھے اپنی قوم اور اپنے شہر والوں کی ذلت آمیز شکست کا ذریعہ بننے سے زیادہ محبوب ہے حضرت خالدؓ نے فرمایا کوئی انسان اپنے وقت سے پہلے نہیں مر سکتا پھر حضرت خالدؓ نے یہ دعا پڑھی بسم اللّٰہ خیر الاسماء رب الارض ورب السماء الذی لیس یضر مع اسمہ داء الرحمٰن الرحیم (اللہ کا نام لے کر میں یہ زہر پیتا ہوں لفظ اللہ اس کے ناموں میں سب سے بہترین نام ہے جو زمین اور آسمان کا رب ہے اور اس کے نام کے ساتھ کوئی بیماری نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ نہایت مہربان اور بہت رحم کرنے والا ہے) اس پر لوگ حضرت خالدؓ کو روکنے کے لئے آگے بڑھے لیکن حضرت خالدؓ لوگوں کے آنے سے پہلے ہی جلدی سے وہ زہر پی گئے اور انہیں کچھ بھی نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر عمرو نے کہا اے جماعت عرب! جب تک تم صحابہؓ میں سے ایک آدمی بھی باقی رہے گا اس وقت تک تم جو چاہو گے حاصل کر لو گے پھر عمرو نے حیرہ والوں کی

۱؎ اخرجہ الطبرانی قال الهیثمی (ج ۱۰ ص ۱۸۵) واسنادہ جید ۲؎ اخرجہ ابو یعلی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۳۵۰) ورواہ ابویعلی والطبرانی بنحوہ واحد اسنادی الطبرانی بنحوہ رجالہ رجال الصحیح وھو مرسل ورجالھماثقات الا ان اباالسفر وابابردۃ بن ابی موسی لم یسمعا من خالد. انتھی واخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۵۹) عن ابی السفر نحوہ وذکرہ فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۴۱۳) عن ابی یعلی.

۳؎ ثم قال فی الاصابۃ ورواہ ابن سعد عن وجھین آخرین. انتھی

طرف متوجہ ہو کر کہا میں نے آج جیسا واضح اقبال والا دن نہیں دیکھا۔[1]

گرمی اور سردی کا اثر نہ کرنا

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علیؓ سردیوں میں ایک لنگی اور ایک چادر اوڑھ کر باہر نکلا کرتے تھے اور یہ دونوں کپڑے پتلے ہوتے تھے اور گرمیوں میں موٹے کپڑے اور ایسا جبہ پہن کر نکلا کرتے تھے جس میں روئی بھری ہوئی ہوتی تھی لوگوں نے مجھ سے کہا آپ کے ابا جان رات کو حضرت علیؓ سے باتیں کرتے ہیں آپ اپنے ابا جان سے کہیں کہ وہ حضرت علیؓ سے اس بارے میں پوچھیں میں نے اپنے والد سے کہا لوگوں نے امیر المومنین کا ایک کام دیکھا ہے جس سے وہ حیران ہیں میرے والد نے کہا وہ کیا ہے؟ میں نے کہا وہ سخت گرمی میں روئی والے جبہ میں اور موٹے کپڑوں میں باہر آتے ہیں اور انہیں گرمی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی اور سخت سردی میں پتلے کپڑوں میں باہر آتے ہیں نہ انہیں سردی کی کوئی پرواہ ہوتی ہے اور نہ وہ سردی سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں تو کیا آپ نے ان سے اس بارے میں کچھ سنا ہے؟ لوگوں نے مجھے کہا ہے کہ آپ جب رات کو ان سے باتیں کریں تو یہ بات بھی ان سے پوچھ لیں۔ چنانچہ جب رات کو میرے والد حضرت علیؓ کے پاس گئے تو ان سے کہا اے امیر المومنین! لوگ آپؓ سے ایک چیز کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں حضرت علیؓ نے کہا وہ کیا ہے؟ میرے والد نے کہا آپ سخت گرمی میں روئی والا جبہ اور موٹے کپڑے پہن کر باہر آتے ہیں اور سخت سردی میں دو پتلے کپڑے پہن کر باہر آتے ہیں، نہ آپؓ کو سردی کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں حضرت علیؓ نے فرمایا اے ابو لیلیٰ! کیا آپ خیبر میں ہمارے ساتھ نہیں تھے؟ میرے والد نے کہا اللہ کی قسم! میں آپ لوگوں کے ساتھ تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا حضور ﷺ نے پہلے حضرت ابوبکرؓ کو بھیجا وہ لوگوں کو لے کر قلعہ پر حملہ آور ہوئے لیکن قلعہ فتح نہ ہو سکا وہ واپس آگئے۔ حضورؐ نے پھر حضرت عمرؓ کو بھیجا وہ لوگوں کو لے کر حملہ آور ہوئے لیکن قلعہ فتح نہ ہو سکا وہ بھی واپس آگئے اس پر حضورؐ نے فرمایا اب میں جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جسے اللہ اور اس کے رسول سے بہت محبت ہے اللہ اس کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائے گا اور وہ بھگوڑا بھی نہیں ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے آدمی بھیج کر مجھے بلایا میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا میری آنکھیں دکھ رہی تھیں مجھے کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ حضورؐ نے میری آنکھوں پر اپنا لعاب لگایا اور یہ دعا کی اے اللہ! گرمی اور سردی سے اس کی حفاظت فرما اس کے بعد مجھے نہ کبھی گرمی لگی اور نہ کبھی سردی۔[2] ابو نعیم کی روایت میں یہ

---

[1] اخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ۲ ص ۵۶۷) عن محمد بن ابی السفر

[2] اخرجه ابن ابی شيبة و احمد وابن ماجه والبزار و ابن جرير و صححه والطبرانی فی الاوسط والحاكم والبيهقی فی الدلائل كذافی المنتخب (ج ۵ ص ۴۳) واخرجه ابونعيم فی الدلائل (ص ۱۲۶) عن عبدالرحمن مختصرا.

ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں پر لعاب لگایا اور پھر دونوں ہتھیلیاں میری آنکھوں پر مل دیں اور یہ دعا فرمائی اے اللہ! اس سے گرمی اور سردی دور کر دے اس ذات کی قسم جس نے حضور کو حق دے کر بھیجا ہے! اس کے بعد سے آج تک گرمی اور سردی نے مجھے کچھ تکلیف نہیں پہنچائی۔[1] طبرانی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت سوید بن غفلہؒ فرماتے ہیں ہماری حضرت علیؓ سے سردیوں میں ملاقات ہوئی انہوں نے صرف دو کپڑے پہنے ہوئے تھے ہم نے ان سے کہا آپ ہمارے علاقہ سے دھوکہ نہ کھائیں ہمارا علاقہ آپ کے علاقہ جیسا نہیں ہے یہاں سردی بہت زیادہ پڑتی ہے حضرت علیؓ نے فرمایا مجھے سردی بہت لگا کرتی تھی جب حضور ﷺ مجھے خیبر بھیجنے لگے تو میں نے عرض کیا کہ میری آنکھیں دکھ رہی ہیں آپؐ نے میری آنکھوں پر لعاب لگایا اور اس کے بعد مجھے نہ کبھی گرمی لگی اور نہ کبھی سردی اور نہ کبھی میری آنکھیں دکھنے آئیں۔[2]

حضرت بلالؓ فرماتے ہیں میں نے سردی کی ایک رات میں صبح کی اذان دی لیکن کوئی آدمی نہ آیا۔ میں نے پھر اذان دی لیکن پھر بھی کوئی نہ آیا اس پر حضور ﷺ نے فرمایا اے بلال! لوگوں کو کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، سردی بہت زیادہ ہے اس وجہ سے لوگ ہمت نہیں کر رہے ہیں۔ اس پر حضورؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! لوگوں سے سردی دور کر دے۔ حضرت بلالؓ کہتے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ لوگ صبح کی نماز میں اور اشراق کی نماز میں بڑے آرام سے آ رہے ہیں انہیں سردی محسوس نہیں ہو رہی بلکہ کچھ لوگ تو پنکھا کرتے ہوئے آ رہے تھے۔[3]

بھوک کے اثر کا چلے جانا

حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں حضور ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت فاطمہؓ آئیں اور آکر حضورؐ کے سامنے کھڑی ہو گئیں۔ حضورؐ نے فرمایا اے فاطمہ! قریب آ جاؤ وہ قریب آ گئیں۔ حضورؐ نے فرمایا اے فاطمہ! اور قریب آ جاؤ وہ اور قریب آ گئیں۔ حضورؐ نے فرمایا اے فاطمہؓ! اور قریب ہو جاؤ وہ بالکل قریب ہو کر سامنے کھڑی ہو گئیں۔ میں نے

۱۔ وقال الهيثمي (ج ۹ ص ۱۲۲) رواه الطبراني في الاوسط و اسناده حسن.

۲۔ وقال الهيثمي في موضع آخر (ج ۹ ص ۱۲۴) بعد ماذكر الحديث عن ابي يعلى رواه البزار وفيه محمد بن عبدالرحمن بن ابي ليلى وهو سيئ الحفظ وبقية رجاله رجال الصحيح

۳۔ اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۱۶۲) عن جابر واخرجه البيهقي عن جابر عن ابي بكر عن بلال رضي الله عنهم فذكر بمعناه مختصرا كما في البداية (ج ۲ ص ۱۲۲) وفي رواية اللهم اذهب عنهم البرد ثم قال البيهقي تفرد به ايوب بن سيار قال ابن كثير ونظيره قدمضى في الحديث المشهور عن حذيفة رضي الله عنه في قصة الخندق. انتهى

دیکھا کہ ان کے چہرے پر بھوک اور کمزوری کی وجہ سے زردی چھائی ہوئی ہے اور خون کا نام ونشان نہیں ہے (اس وقت تک عورتوں کے لئے پردہ کا حکم نہیں آیا تھا) حضورؐ نے اپنی انگلیاں پھیلا کر ہاتھ ان کے سینے پر رکھا اور سر اٹھا کر یہ دعا کی اے اللہ! اے بھوکوں کا پیٹ بھرنے والے اے حاجتوں کو پورا کرنے والے! اور اے گرے پڑے لوگوں کو اونچا کرنے والے! محمد کی بیٹی فاطمہؓ کو بھوکا مت کر میں نے دیکھا کہ حضرت فاطمہؓ کے چہرے سے وہ زردی چلی گئی اور خون کی سرخی آ گئی پھر میں نے اس کی بعد حضرت فاطمہؓ سے پوچھا انہوں نے کہا اے عمران! اس کے بعد مجھے کبھی بھوک نہیں لگی۔[1]

بڑھاپے کے اثر کا چلے جانا

حضرت ابوزید انصاریؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا میرے قریب آ جاؤ آپؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور یہ دعا فرمائی اے اللہ! اسے خوبصورت بنادے اور پھر اس کی خوبصورتی ہمیشہ باقی رکھ۔ راوی کہتے ہیں حضرت ابوزیدؓ کی عمر سو سال سے زیادہ ہوگئی تھی اور ان کی داڑھی میں تھوڑے سے سفید بال تھے اور ان کا چہرہ کھلا رہتا تھا اور موت تک ان کے چہرے پر جھریاں نہیں پڑی تھیں۔[2] امام احمد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابونہیک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ سے حضرت ابوزیدؓ نے بیان کیا کہ مجھ سے حضور ﷺ نے پانی طلب فرمایا میں ایک پیالے میں پانی لے کر حضورؐ کی خدمت میں گیا اس میں ایک بال تھا وہ میں نے پکڑ کر نکال دیا اس پر حضورؐ نے دعا دی اے اللہ! اسے خوبصورت بنادے۔ حضرت ابونہیک کہتے ہیں میں نے حضرت ابوزیدؓ کو دیکھا کہ ان کی عمر چورانوے ۹۴ سال ہو چکی تھی اور ان کی داڑھی میں ایک بھی سفید بال نہیں تھا۔[3] ابونعیم کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابونہیک کہتے ہیں میں نے انہیں دیکھا کہ ان کی عمر ترانوے ۹۳ سال ہو چکی تھی اور ان کے سر اور داڑھی میں ایک بھی سفید بال نہیں تھا۔

حضرت ابوالعلاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت قتادہ بن ملحانؓ کا جس جگہ انتقال ہوا میں اس جگہ ان کے پاس تھا گھر کے پچھلے حصے میں ایک آدمی گزرا اس کا عکس مجھے حضرت قتادہ کے چہرے میں نظر آیا اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ان کے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا (اس کی برکت سے ہر وقت ایسے لگتا تھا کہ ان کے چہرے پر تیل لگا ہوا ہے) اس سے پہلے جب بھی

۱۔ اخرجه الطبراني في الاوسط قال الهيثمي (ج ۹ ص ۲۰۳) وفيه عتبة بن حميد وثقه ابن حبان وغيره وضعفه جماعة وبقية رجاله وثقوا. انتهى واخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۱۲۶) عن عمران بنحوه

۲۔ اخرجه احمد قال السهيلي اسناد صحيح موصول كذافي البداية (ج ۶ ص ۱۶۶)

۳۔ قال في الاصابة (ج ۴ ص ۷۸) رواه احمد من وجه آخر وصححه ابن حبان و الحاكم. انتهى واخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ۱۶۳) من طريق ابي نهيك بنحوه

میں نے حضرت قتادہؓ کو دیکھا تو ایسے لگتا تھا کہ ان کے چہرے پر تیل لگا ہوا ہے۔[۱]

حضرت حیان بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے حضرت قتادہ بن ملحانؓ کے چہرے پر اپنا ہاتھ پھیرا اس کا اثر یہ ہوا کہ جب وہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کے جسم کے ہر حصے پر بڑھاپے کے آثار ہو گئے تھے تو چہرے پر کوئی اثر نہیں تھا، چنانچہ میں وفات کے وقت ان کے پاس تھا ان کے پاس سے ایک عورت گزری تو مجھے اس عورت کا عکس ان کے چہرے میں اس طرح نظر آیا جیسے شیشے میں نظر آتا ہے۔[۲]

حضرت نابغہ جعدیؓ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو یہ شعر سنایا جو حضورؐ کو بہت پسند آیا۔

بلغنا السماء مجدنا وثرانا

وانا لنرجوا فوق ذلک مظهرا

ہماری بزرگی اور بلندی آسمان تک پہنچ گئی ہے اور ہمیں اس سے بھی اوپر چڑھنے کا یقین ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابو لیلیٰ! اور اوپر کہاں چڑھنا ہے؟ میں نے کہا جنت میں۔ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے انشاء اللہ اور شعر پڑھو پھر میں نے یہ شعر پڑھے

ولاخیر فی حلم اذا لم یکن له	بوادر تحمی صفوه ان یکدرا
ولا خیر فی جهل اذا لم یکن له	حلیم اذاما اوردالامراصدرا

بردباری میں اس وقت تک خیر نہیں ہو سکتی جب تک کہ جلدی جلدی کئے جانے والے کچھ کام ایسے نہ ہوں جو بردباری کو گدلا ہونے سے بچائیں اور سخت کلامی میں اس وقت تک خیر نہیں ہو سکتی جب تک کہ انسان بردبار نہ ہو کہ وہ جب کوئی کام شروع کرے تو اسے پورا کر کے چھوڑ دے۔

حضورؐ نے فرمایا تم نے بہت عمدہ شعر کہے ہیں اللہ تمہارے دانتوں کو گرنے نہ دے۔ یعلی راوی کہتے ہیں میں نے حضرت نابغہ کو دیکھا کہ ان کی عمر سو سال سے زیادہ ہو چکی تھی لیکن ان کا ایک بھی دانت نہیں گرا تھا۔[۳] حضرت عبداللہ بن جراد کہتے ہیں بنو جعدہ قبیلہ کے حضرت نابغہ کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اپنا یہ شعر علونا السماء سنایا حضورؐ کو غصہ

۱۔ اخرجه احمد کذافی البدایة (ج ۶ ص ۱۶۶) ۲۔ عند ابن شاهین کذافی الاصابة (ج ۳ ص ۲۲۵)

۳۔ اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۶۴) و اخرجه البیهقی عن النابغة نحوه الا ان فی روایة تراثنا بدل ثراثنا واخرجه البزار عنه نحوه الا ان فی روایة عفة وتکرما بدل قوله مجدنا وثرانا ولم یذکر قول یعلی کمافی البدایة (ج ۶ ص ۱۶۸) و اخرجه ایضا الحسن بن سفیان فی مسنده و ابونعیم فی تاریخ اصبهان والشیرازی فی الالقاب کلهم من روایة یعلی بن الاشدق وهو ساقط الحدیث لکنه توبع فقد وقعت لنا قصة فی غریب الحدیث للخطابی وفی کتاب العلم للمرجی وغیرهما من طریق مهاجر بن سلیم ورؤینا هافی المؤتلف والمختلف للدارقطنی وفی الصحابة لابن السکن وفی غیرهما من طریق الرحال بن المنذر حدثنی ابی عن ابیه کریز بن سامة وکانت له وفادة مع النابغة الجعدی فذکرها بنحوه

آ گیا۔ آپؐ نے فرمایا اے ابولیلیٰ! چڑھ کر اوپر کہاں جانا ہے؟ میں نے کہا جنت میں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے انشاء اللہ۔ مجھے اپنے اور اشعار سناؤ اس پر میں نے ولاخیر فی حلم والے دونوں شعر سنائے تو آپؐ نے مجھ سے فرمایا تم نے بہت اچھے شعر کہے ہیں اللہ تمہارے دانتوں کو گرنے نہ دے حضرت عبداللہ کہتے ہیں میں نے دیکھا تو مجھے حضرت نابغہؓ کے دانت مسلسل گرنے والے اولوں کی طرح چمکدار نظر آئے اور نہ کوئی دانت ٹوٹا ہوا تھا اور نہ کوئی مڑا ہوا۔ عاصم لیثی کی روایت میں ہے کہ حضرت نابغہؓ کے دانت عمر بھر بڑے خوبصورت رہے جب بھی ان کا کوئی دانت گر جاتا تو اس کی جگہ دوسرا نکل آتا اور ان کی عمر بہت زیادہ ہوئی تھی۔[1]

صدمہ کے اثر کا چلے جانا

حضرت ام اسحٰقؓ فرماتی ہیں میں اپنے بھائی کے ساتھ مدینہ منورہ حضور ﷺ کی خدمت میں ہجرت کے لئے چلی راستہ میں ایک جگہ پہنچ کر میرے بھائی نے مجھ سے کہا اے ام اسحٰق! تم ذرا یہاں بیٹھو میں اپنا خرچہ مکہ میں بھول آیا ہوں جا کر لے آتا ہوں۔ میں نے اپنے خاوند کے بارے میں کہا مجھے تم پر اس غنڈے سے خطرہ ہے تمہیں وہ کہیں قتل نہ کر دے اس نے کہا نہیں انشاء اللہ ایسے نہیں ہوگا میں چند دن وہاں ٹھہری رہی پھر ایک آدمی میرے پاس سے گزرا جسے میں نے پہچان لیا اب میں اس کا نام نہیں لیتی اس نے کہا اے ام اسحٰق! تم یہاں کیوں بیٹھی ہو؟ میں نے کہا میں اپنے بھائی کا انتظار کر رہی ہوں۔ اس نے کہا آج کے بعد سے تمہارا کوئی بھائی نہیں۔ اسے تمہارے خاوند نے قتل کر دیا ہے۔ میں نے صبر سے کام لیا اور وہاں سے چل دی اور مدینہ پہنچ گئی۔ جب حضورؐ کی خدمت میں پہنچی تو آپؐ وضو کر رہے تھے میں جا کر آپؐ کے سامنے کھڑی ہوگئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرا بھائی اسحٰق قتل ہو گیا ہے جب بھی میں حضورؐ کو دیکھتی آپؐ وضو کے پانی کی طرف سر جھکا لیتے پھر آپؐ نے پانی لے کر میرے چہرے پر چھڑکا بشار راوی کہتے ہیں میری دادی نے بتایا کہ (حضورؐ کے پانی چھڑکنے کی برکت یہ ہوئی کہ) حضرت ام اسحٰق پر جب بھی کوئی مصیبت آتی تو ان کی آنکھوں میں تو آنسو نظر آتے لیکن رخساروں پر نہ گرتے۔[2] ایک روایت میں ہے کہ حضرت ام اسحٰقؓ فرماتی ہیں میں نے روتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ! (میرا بھائی) اسحٰق قتل ہو گیا ہے تو حضورؐ نے ایک چلو پانی لے کر میرے چہرے پر چھڑکا حضرت ام حکیم کہتی ہیں حضرت ام اسحٰقؓ پر بڑی سے بڑی مصیبت بھی آتی تو

---

[1] اخرجه السلفی فی الاربعین من طریق نصر بن عاصم اللیثی عن ابیه عن النابغة فذکر الحدیث کذا فی الاصابة (ج ٣ ص ٥٣٩) مختصرا

[2] اخرجه ابو نعیم فی الدلائل (ص ١٦٨) و اخرجه البخاری فی تاریخه وسمویه و ابویعلی و غیرهم من طریق بشار بن عبدالملک المزنی عن جدته ام حکیم بنت دینار المزینة عن مولاتها ام اسحق الغنویة بمعناه کما فی الاصابة (ج ١ ص ٣٢)

آنسوان کی آنکھوں میں نظر آتے لیکن رخسار پر نہ گرتے۔[1]

دعا کے ذریعے بارش سے حفاظت

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک مرتبہ فرمایا آؤ اپنی قوم کی زمین پر چلتے ہیں یعنی ذرا اپنے دیہات دیکھ لیتے ہیں، چنانچہ ہم لوگ چل پڑے۔ میں اور حضرت ابی بن کعبؓ جماعت سے کچھ پیچھے رہ گئے تھے اتنے میں ایک بادل تیزی سے آیا اور برسنے لگا۔ حضرت ابیؓ نے دعا مانگی اے اللہ! اس بارش کی تکلیف ہم سے دور فرما دے (چنانچہ ہم بارش میں چلتے رہے لیکن ہماری کوئی چیز بارش سے نہ بھیگی) جب ہم حضرت عمرؓ اور باقی ساتھیوں کے پاس پہنچے تو ان کے جانور، کجاوے اور سامان وغیرہ سب بھیگا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہمیں تو راستہ میں بہت بارش ملی تو کیا آپ لوگوں کو نہیں ملی؟ میں نے کہا ابوالمنذر (یعنی حضرت ابیؓ) نے اللہ سے یہ دعا کی تھی کہ اس بارش کی تکلیف ہم سے دور فرما دے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم لوگوں نے اپنے ساتھ ہمارے لئے دعا کیوں نہیں کی؟[2]

ٹہنی کا تلوار بن جانا

حضرت زید بن اسلم وغیرہ حضرات فرماتے ہیں جنگِ بدر کے دن حضرت عکاشہ بن محصنؓ کی تلوار ٹوٹ گئی تھی۔ حضور ﷺ نے ان کو درخت کی ایک ٹہنی دی جوان کے ہاتھ میں جاتے ہی کاٹنے والی تلوار بن گئی جس کا لوہا بڑا صاف اور مضبوط تھا۔[3]

دعا سے شراب کا سرکہ بن جانا

حضرت خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس ایک آدمی آیا اس کے پاس شراب کی ایک مشک تھی حضرت خالدؓ نے دعا کی اے اللہ! اسے شہد بنا دے، چنانچہ وہ شراب اسی وقت شہد بن گئی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت خالدؓ کے پاس سے ایک آدمی گزرا جس کے پاس شراب کی ایک مشک تھی۔ حضرت خالدؓ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس آدمی نے کہا سرکہ ہے حضرت خالد نے کہا اللہ اسے سرکہ ہی بنا دے۔ لوگوں نے اسے دیکھا تو وہ واقعی سرکہ ہی تھا، حالانکہ اس سے پہلے وہ شراب تھی۔[4] ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت خالدؓ کے پاس سے ایک آدمی گزرا جس کے پاس

۱۔ کما فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۲۳۰) وبشار ضعفہ ابن معین کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۳۲)

۲۔ اخرجہ ابن ابی الدنیا فی کتاب مجابی الدعوۃ و ابن عساکر کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۱۳۲)

۳۔ اخرجہ ابن سعد (ج ۱ ص ۱۸۸)

۴۔ اخرجہ ابن ابی الدنیا باسناد صحیح کذافی الاصابۃ (ج ۱ ص ۴۱۳) قال ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۷ ص ۱۱۴) ولہ طرق

شراب کی مشک تھی۔ حضرت خالدؓ نے اس سے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا شہد ہے حضرت خالدؓ نے دعا کی اے اللہ! اسے سرکہ بنادے وہ آدمی جب اپنے ساتھیوں کے پاس واپس پہنچا تو اس نے کہا میں آپ لوگوں کے پاس ایسی شراب لے کر آیا ہوں کہ اس جیسی شراب عربوں نے کبھی نہیں پی ہوگی پھر اس آدمی نے مشک کھولی تو اس میں سرکہ تھا تو اس نے کہا اللہ کی قسم! اس کو حضرت خالدؓ کی دعا لگی ہے۔

قیدی کا قید سے رہا ہو جانا

حضرت محمد بن اسحٰق کہتے ہیں حضرت مالک اشجعیؓ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا بیٹا عوف قید ہو گیا ہے حضورؐ نے فرمایا اس کے پاس یہ پیغام بھیج دو کہ حضورؐ اسے فرمارہے ہیں کہ وہ لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ کثرت سے پڑھے، چنانچہ قاصد نے جا کر حضرت عوفؓ کو حضورؐ کا پیغام پہنچا دیا حضرت عوفؓ نے لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ خوب کثرت سے پڑھنا شروع کر دیا کافروں نے حضرت عوفؓ کو تانت سے باندھا ہوا تھا ایک دن وہ تانت ٹوٹ کر گر گئی تو حضرت عوفؓ قید سے باہر نکل آئے۔ باہر آ کر انہوں نے دیکھا کہ ان لوگوں کی اونٹنی وہاں موجود ہے حضرت عوفؓ اس پر سوار ہو گئے۔ آگے گئے تو دیکھا کہ ان کافروں کے سارے جانور ایک جگہ جمع ہیں انہوں نے ان جانوروں کو ایک آواز لگائی تو سارے جانور ان کے پیچھے چل پڑے اور انہوں نے اچانک اپنے ماں باپ کے گھر کے دروازے پر جا کر آواز لگائی تو ان کے والد نے کہا رب کعبہ کی قسم! یہ تو عوفؓ ہے۔ ان کی والدہ نے کہا ہائے یہ عوف کیسے ہو سکتا ہے؟ عوف تو تانت کی تکلیف میں گرفتار ہے بہرحال والد اور خادم دوڑ کر دروازے پر گئے تو دیکھا کہ واقعی حضرت عوفؓ موجود ہیں اور سارا میدان اونٹوں سے بھرا ہوا ہے۔ حضرت عوفؓ نے اپنے والد کو اپنا اور اونٹوں کا سارا قصہ سنایا ان کے والد نے جا کر حضورؐ کو یہ سب کچھ بتایا۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا ان اونٹوں کے ساتھ تم جو چاہے کرو (یہ اونٹ تمہارے ہیں اس لئے) اپنے اونٹوں کے ساتھ جو کچھ تم کرتے ہو وہی ان کے ساتھ کرو پھر یہ آیت نازل ہوئی وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (سورت طلاق آیت ۳) ''جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے (مضرتوں سے) نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس (کی اصلاح مہمات) کے لئے کافی ہے۔''[1] ابن جریر کی روایت میں یہ بھی ہے کہ عوف کے والد

---

[1] اخرجہ آدم بن ابی ایاس فی تفسیرہ کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۱۰۵) وقال و محمد بن اسحق لم یدرک مالکا. اھ و اخرجہ ابن ابی حاتم عن محمد بن اسحق نحوہ کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۳۸۰) و اخرجہ ابن جریر فی تفسیرہ (ج ۲۸ ص ۸۹) عن السدی بمعناہ مختصرا ولم یذکر امر الحوقلۃ و اخرجہ ابن جریر ایضا عن سالم بن ابی الجعد مختصرا.

حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنے بیٹے کے قید میں ہونے اور اس کی پریشانی کی شکایت کرتے حضورؐ انہیں صبر کی تلقین فرماتے اور ارشاد فرماتے اللہ تعالیٰ عنقریب اس کے لئے اس پریشانی سے نکلنے کا راستہ بنائیں گے۔

صحابہ کرامؓ کو تکلیفیں پہنچانے کی وجہ سے نافرمانوں پر کیا کیا مصیبتیں آئیں

حضرت عباس بن سہیل بن سعد ساعدیؓ یا حضرت عباس بن سعدؓ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ (حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کے علاقے) حجر کے پاس سے گزرے اور وہاں پڑاؤ ڈالا تو لوگوں نے وہاں کے کنویں سے پانی نکال کر برتنوں میں بھرلیا۔ جب وہاں سے آگے روانہ ہوئے تو حضورؐ نے لوگوں سے فرمایا اس کنویں کا پانی بالکل نہ پیو اور نہ اس سے نماز کے لئے وضو کرے اور اس کے پانی سے جو آٹا گوندھا ہے وہ اونٹوں کو کھلا دو خود اسے بالکل نہ کھاؤ۔ آج رات جو بھی باہر نکلے وہ اپنے ساتھ اپنے کسی ساتھی کو ضرور لے کر جائے اکیلے نہ نکلے۔ تمام لوگوں نے حضورؐ کی تمام باتوں پر عمل کیا، البتہ قبیلہ بنو ساعدہ کے دو آدمی اکیلے باہر نکل گئے، ایک قضائے حاجت کے لئے گیا تھا دوسرا اپنا اونٹ ڈھونڈنے گیا تھا۔ جو قضائے حاجت کے لئے گیا تھا راستہ میں اس کا کسی (جن) نے گلا گھونٹ دیا اور جو اپنا اونٹ ڈھونڈنے گیا تھا اسے آندھی نے اٹھا کر قبیلہ طے کے دو پہاڑوں کے درمیان (یمن میں) جا پھینکا۔ جب حضورؐ کو ان دونوں کے بارے میں بتایا گیا تو آپؐ نے فرمایا ساتھی کے بغیر اکیلے باہر نکلنے سے کیا تم لوگوں کو منع نہیں کیا تھا؟ پھر آپؐ نے اس کے لئے دعا فرمائی جس کا راستہ میں کسی نے گلا گھونٹا وہ ٹھیک ہو گیا دوسرا آدمی تبوک سے حضورؐ کے پاس پہنچا۔[۱] ابن اسحٰق سے زیاد نے جو روایت کی ہے اس میں یہ ہے کہ جب حضور ﷺ مدینہ منورہ واپس پہنچے تو قبیلہ طے والوں نے اس آدمی کو حضورؐ کے پاس بھیجا۔[۲]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت عثمانؓ منبر پر بیان فرما رہے تھے حضرت جہجاہ غفاریؓ نے کھڑے ہو کر حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے لاٹھی لی اور اس زور سے ان کے گھٹنے پر ماری کہ گھٹنا پھٹ گیا اور لاٹھی بھی ٹوٹ گئی۔ ابھی سال بھی نہیں گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جہجاہ کے ہاتھ پر جسم کو کھا جانے والی بیماری لگا دی جس سے ان کا انتقال ہو گیا۔[۳] ابن سکن کی روایت میں ہے کہ

۱؎ اخرجه ابن اسحق بن عبدالله بن ابى بكر بن حزم ۲؎ كذافى البداية (ج ۵ ص ۱۱) واخرج ابونعيم فى الدلائل (ص ۱۹۰) من طريق ابراهيم بن سعد عن ابن اسحق عن الزهرى و يزيد بن رومان و عبدالله ابن ابى بكر و عاصم بن عمر بن قتاده نحوه

۳؎ اخرجه ابونعيم فى الدلائل (ص ۲۱۱) واخرجه الباوردى و ابن السكن عنه بمعناه كما فى الاصابة (ج ۱ ص ۲۵۳) وقال و رويناه فى المحامليات من طريق سليمان بن يسار نحوه و رواه ابن السكن من طريق فليح بن سلمان عن عمة وابيها عمها انهما حضرا عثمان.

حضرت جہجاہ بن سعید غفاریؓ اٹھ کر حضرت عثمانؓ کی طرف گئے اور ان کے ہاتھ سے چھڑی لے لی اور حضرت عثمانؓ کے گھٹنے پر اس زور سے ماری کہ وہ ٹوٹ گئی اس پر لوگوں نے شور مچادیا۔ حضرت عثمانؓ منبر سے اتر کر اپنے گھر تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت غفاریؓ کے گھٹنے میں بیماری پیدا کردی اور سال گزرنے سے پہلے ہی اسی بیماری میں ان کا انتقال ہوگیا۔

حضرت عبدالملک بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مسلمانوں میں سے ایک آدمی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس آیا اور اس نے یہ شعر پڑھے (حضرت سعدؓ بیماری کی وجہ سے اس لڑائی میں شریک نہیں ہوسکے تھے جس پر اس نے یہ اشعار طنزاً پڑھے)

نقاتل حتی ینزل اللّٰہ نصرہ　　　وسعد بباب القادسیۃ معصم

فابنا وقد امت نساء کثیرۃ　　　ونسوۃ سعد لیس فیھن ایم

''ہم تو اس لئے جنگ کر رہے تھے تاکہ اللہ اپنی مدد نازل کردے اور (حضرت) سعد قادسیہ کے دروازے سے چمٹے کھڑے رہے جب ہم واپس آئے تو بہت سی عورتیں بیوہ ہوچکی تھیں لیکن (حضرت) سعد کی بیویوں میں سے کوئی بھی بیوہ نہیں ہوئی۔''

جب حضرت سعدؓ کو ان شعروں کا پتہ چلا تو انہوں نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی اے اللہ! اس کی زبان اور ہاتھ کو مجھ سے تو جس طرح چاہے روک دے، چنانچہ جنگِ قادسیہ کے دن اسے ایک تیر لگا جس سے اس کی زبان بھی کٹ گئی اور ہاتھ بھی کٹ گیا اور وہ قتل بھی ہوگیا۔[1] حضرت قبیصہ بن جابر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہمارے ایک چچازاد بھائی نے جنگِ قادسیہ کے موقع پر (حضرت سعدؓ پر طنز کرنے کے لئے) یہ دو شعر کہے جو گزر گئے، البتہ پہلے شعر میں الفاظ دوسرے ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے اپنی مدد کو کیسے اتارا؟ جب حضرت سعدؓ کو ان اشعار کا پتہ چلا تو انہوں نے فرمایا خدا کرے اس کی زبان اور ہاتھ بیکار ہوجائیں، چنانچہ ایک تیر اس کے منہ پر لگا جس سے وہ گونگا ہوگیا پھر جنگ میں اس کا ہاتھ بھی کٹ گیا۔ اپنا عذر لوگوں کو بتانے کے لئے حضرت سعدؓ نے فرمایا مجھے اٹھا کر دروازے کے پاس لے چلو، چنانچہ لوگ انہیں اٹھا کر باہر لائے پھر انہوں نے اپنی پشت سے کپڑا ہٹایا تو اس پر بہت سے زخم تھے جنہیں دیکھ کر تمام لوگوں کو پورا یقین ہوگیا کہ یہ واقعی معذور تھے اور کوئی بھی انہیں بزدل نہیں سمجھتا تھا۔[2] اپنے بڑوں کی وجہ سے ناراض ہونے کے باب میں (طبرانی والی) حضرت عامر بن سعد کی روایت میں حضرت سعدؓ کا حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیرؓ کو برا بھلا کہنے والے کو بددعا دینا گزر چکا ہے جس میں یہ بھی ہے کہ ایک بختی اونٹنی تیزی سے آئی لوگ اسے دیکھ کر ادھر ادھر ہٹ گئے اس اونٹنی نے اس

۱۔ اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۰۷)　　۲۔ و فی روایۃ یقاتل حتی ینزل اللّٰہ نصرہ وقال وقطعت یدہ وقتل قال الھیثمی (ج ۹ ص ۱۵۴) رواہ الطبرانی باسنادین رجال احدھما ثقات. انتھی

آدمی کو روند ڈالا اور حضرت قیس بن ابی حازم کی روایت میں حضرت سعدؓ کا حضرت علیؓ کو برا بھلا کہنے والے کے لئے بددعا کرنا بھی گزر چکا ہے جس میں یہ بھی ہے کہ ہمارے بکھرنے سے پہلے ہی اللہ کی قدرت ظاہر ہوئی اور اس کی سواری کے پاؤں زمین میں دھنسنے لگے جس سے وہ سر کے بل ان پتھروں پر زور سے گرا جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور اس کا بھیجا باہر نکل آیا اور وہ وہیں مر گیا۔ ابونعیم کی روایت میں ہے کہ حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بھڑکا ہوا اونٹ آیا اور لوگوں کے درمیان میں سے گزرتا ہوا اس آدمی کے پاس پہنچ گیا اور اسے مار کر نیچے گرایا اور پھر اس پر بیٹھ کر اپنے سینے سے اسے زمین پر رگڑتا رہا یہاں تک کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ حضرت سعید بن مسیب کہتے ہیں میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ دوڑتے ہوئے حضرت سعدؓ کے پاس جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے آپ کو دعا کا قبول ہونا مبارک ہو۔[1]

حضرت ابن شوذب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ کو یہ خبر ملی کہ زیاد حجاز مقدس کا بھی والی بننا چاہتا ہے انہیں اس کی بادشاہت میں رہنا پسند نہ آیا تو انہوں نے یہ دعا کی اے اللہ! تو اپنی مخلوق میں سے جس کے بارے میں چاہتا ہے اسے قتل کروا کر اس کے گناہوں کے کفارے کی صورت بنا دیتا ہے (زیاد) ابن سمیہ اپنی موت مرے، قتل نہ ہو، چنانچہ زیاد کے انگوٹھے میں اسی وقت طاعون کی گلٹی نکل آئی اور جمعہ آنے سے پہلے ہی مر گیا۔[2]

حضرت (عبدالجبار) بن وائل یا حضرت علقمہ بن وائل کہتے ہیں جو کچھ وہاں (کربلا میں) ہوا تھا میں اس موقع پر وہاں موجود تھا چنانچہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر پوچھا کیا آپ لوگوں میں حسین (رضی اللہ عنہ) ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں ہیں اس آدمی نے حضرت حسینؓ کو گستاخی کے انداز میں کہا آپ کو جہنم کی بشارت ہو۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا مجھے دو بشارتیں حاصل ہیں ایک تو نہایت مہربان رب وہاں ہوں گے دوسرے وہ نبیؐ وہاں ہوں گے جو سفارش کریں گے اور ان کی سفارش قبول کی جائے گی۔ لوگوں نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں ابن جویرہ یا ابن جویزہ ہوں۔ حضرت حسینؓ نے یہ دعا کی اے اللہ! اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسے جہنم میں ڈال دے، چنانچہ اس کی سواری زور سے بدکی جس سے وہ سواری سے اس طرح نیچے گرا کہ اس کا پاؤں رکاب میں پھنسا رہ گیا اور سواری تیز بھاگتی رہی اور اس کا جسم اور سر زمین پر گھسیٹتا رہا جس سے اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے گرتے رہے۔ اللہ کی قسم! آخر میں صرف اس کی ٹانگ رکاب میں لٹکی رہ گئی۔[3]

حضرت کلبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حسینؓ پانی پی رہے تھے ایک آدمی نے ان کو تیر مارا جس سے ان کے دونوں جبڑے شل ہو گئے تو حضرت حسینؓ نے کہا اللہ تجھے کبھی سیراب نہ

۱۔ عند ابی نعیم فی الدلائل (ص ۲۰۶)   ۲۔ اخرجہ ابن عساکر کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۲۳۱)

۳۔ اخرجہ الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۹۳) وفیہ عطاء بن السائب وھو ثقۃ ولکنہ اختلط

کرے، چنانچہ اس نے پانی پیا لیکن پیاس نہ بجھی آخر اتنا پانی پیا کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا۔[1]

عبیداللہ بن زیاد کا دربان بیان کرتا ہے کہ جب عبیداللہ بن زیاد حضرت حسینؓ کو شہید کر کے آیا تو میں اس کے پیچھے محل میں داخل ہوا میں نے دیکھا کہ محل میں ایک دم آگ بھڑک اٹھی جو اس کے چہرے کی طرف بڑھی اس نے فوراً اپنی آستین چہرے کے سامنے کر دی اور مجھ سے پوچھا تم نے بھی یہ آگ دیکھی ہے میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا اسے چھپا کر رکھنا کسی کو مت بتانا۔[2]

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میری دادی نے مجھے بتایا کہ قبیلہ جعفی کے دو آدمی حضرت حسین بن علیؓ کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھے ان میں سے ایک کی شرمگاہ اتنی لمبی ہوگئی تھی کہ وہ اسے لپیٹا کرتا تھا اور دوسرے کو اتنی زیادہ پیاس لگتی تھی کہ مشک کو منہ لگا کر ساری پی جایا کرتا تھا حضرت سفیان کہتے ہیں میں نے ان دونوں میں سے ایک کا بیٹا دیکھا وہ بالکل پاگل نظر آرہا تھا۔[3] حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت حسینؓ کی قبر پر پاخانہ کرنے کی گستاخی کی تو اس سے اس کے گھر والوں میں پاگل پن، کوڑھ اور خارش کی وجہ سے کھال سفید ہو جانے کی بیماریاں پیدا ہوگئیں اور سارے گھر والے فقیر ہو گئے۔[4]

صحابہ کرامؓ کے قتل ہونے کی وجہ سے پوری دنیا کے نظام میں کیا کیا تبدیلیاں آئیں

حضرت ربیعہ بن لقیط رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جس سال حضرت علی اور حضرت معاویہؓ کی جماعتوں میں جنگ ہوئی اس سال میں حضرت عمرو بن عاصؓ کے ساتھ تھا ان کی جماعت واپس جا رہی تھی راستہ میں تازہ خون کی بارش ہوئی۔ میں برتن بارش میں رکھتا تھا تو وہ تازہ خون سے بھر جاتا تھا لوگ سمجھ گئے کہ لوگوں نے جو ایک دوسرے کا خون بہایا ہے اس کی وجہ سے یہ بارش ہوئی ہے حضرت عمرو بن عاصؓ بیان کے لئے کھڑے ہوئے پہلے اللہ کی شایان شان حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا اگر تم اپنے اور اللہ کے درمیان کا تعلق ٹھیک کر لو گے (ہر حال میں اس کا حکم پورا کرو گے) تو اگر یہ دو پہاڑ بھی آپس میں ٹکرا جائیں گے تو بھی تمہارا کچھ نقصان نہیں ہوگا۔[5]

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عبدالملک نے مجھ سے کہا اگر آپ مجھے یہ بتا دیں کہ

۱۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۹۳) رجاله الی قائله ثقات

۲۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۹۶) وحاجب عبیدالله لم اعرفه وبقیة رجاله ثقات

۳۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۹۷) رجاله الی جدة سفیان ثقات

۴۔ عند الطبرانی ایضا ورجاله رجال الصحیح کما قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۹۷)

۵۔ اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز (ج ۴ ص ۲۹۱) وقال سنده صحیح

حضرت حسینؓ کی شہادت کے دن کونسی نشانی پائی گئی تھی تو پھر آپ واقعی بہت بڑے عالم ہیں میں نے کہا اس دن بیت المقدس میں جو بھی کنکری اٹھائی جاتی اس کے نیچے تازہ خون ملتا عبدالملک نے کہا اس بات کو روایت کرنے میں میں اور آپ دونوں برابر ہیں (مجھے بھی یہ بات معلوم ہے)۔[1]

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جس دن حضرت حسین بن علیؓ کو شہید کیا گیا اس دن شام میں جو بھی پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے خون ہوتا۔[2]

حضرت ام حکیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جس دن حضرت حسینؓ کو شہید کیا گیا اس دن میں کم عمر لڑکی تھی تو کئی دن تک آسمان خون کی طرح سرخ رہا۔[3]

حضرت ابوقبیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت حسین بن علیؓ کو شہید کیا گیا تو اسی وقت سورج کو اتنا زیادہ گرہن لگا کہ عین دوپہر کے وقت ستارے نظر آنے لگے اور ہم لوگ سمجھے کہ قیامت آ گئی ہے۔[4]

صحابہ کرامؓ کے قتل ہونے پر جنات کا نوحہ

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر بن خطابؓ کو شہید کیا گیا تو یمن کے تبالہ پہاڑ پر ایک آواز سنی گئی کہ کسی نے یہ دو شعر پڑھے

لیبک علی الاسلام من کان باکیا ۔۔۔ فقدا وشکوا ھلکی وما قدم العھد

وادبرت الدنیا وادبر خیرھا ۔۔۔ وقد ملھا من کان یوقن بالوعد

''اسلام پر جس نے رونا ہے وہ رو لے کیونکہ سب لوگ ہلاک ہو گئے، حالانکہ ابھی اسلام کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اور دنیا اور دنیا کی خیر نے پیٹھ پھیر لی ہے اور جو آخرت کے وعدوں پر یقین رکھتا ہے اس کا دل دنیا سے اکتا گیا ہے۔''

لوگوں نے ادھر ادھر بہت دیکھا لیکن انہیں پہاڑ پر کوئی بولنے والا نظر نہ آیا (کیونکہ یہ اشعار جن نے پڑھے تھے)۔[5]

۱۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۹۶) رجاله ثقات ۲۔ عند الطبرانی ایضا قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۹۶) رجاله رجال الصحیح ۳۔ عند الطبرانی ایضا قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۹۷) رجاله الی ام حکیم رجال الصحیح ۴۔ عندالطبرانی ایضا قال الهیثمی (ج ۹ ص ۱۹۷) اسناده حسن وقد ضعف ابن کثیر فی البدایة (ج ۸ ص ۲۰۱) تلک الاحادیث کلها سوی الحدیث الاول وجعلها من وضع الشیعة. فالله اعلم ۵۔ اخرجه الحاکم (ج ۳ ص ۹۳) و اخرجه ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۱۰) عن معروف الموصلی قال لما اصیب عمر رضی الله عنه سمعت صوتاالذکر الیتین وهکذا اخرجه الطبرانی عن معروف کما فی المجمع (ج ۹ ص ۷۹)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رات کے وقت کسی کو ان اشعار کے ذریعے حضرت عمرؓ کی وفات کی خبر دیتے ہوئے سنا اور مجھے یقین ہے کہ وہ خبر دینے والا انسان نہیں تھا (بلکہ جن تھا)

جزی اللّٰہ خیرا من امیر وبارکت — یداللّٰہ فی ذاک الادیم الممزق

فمن یمش او یرکب جناحی نعامة — لیدرک ماقدمت بالامس یسبق

قضیت امورا ثم غادرت بعدها — بوائق فی اکمامها لم تفتق

''اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اللہ اپنی قدرت سے اس کھال میں برکت عطا فرمائے جس کو ٹکڑے کر دیا گیا (اے امیر المومنین!) آپ جو کارنامہ سرانجام دے گئے ہیں ان تک پہنچنے کے لئے کوئی تھوڑی محنت کرے یا زیادہ وہ کبھی بھی ان تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ پیچھے رہ جائے گا بہت بڑے کام تو آپ پورے کر گئے لیکن ان کے بعد ایسی مصیبتیں چھوڑ گئے جو ایسی کلیوں میں ہیں جو ابھی پھوٹی نہیں۔''[1]

حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک جن نے حضرت عمرؓ پر نوحہ کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے

علیک سلام من امیر وبارکت

یداللّٰہ فی ذاک الادیم المخرق

''اے امیر المومنین! آپ پر سلامتی ہو اور اللہ اپنی قدرت سے اس کھال میں برکت عطا فرمائے جس کو پھاڑ دیا گیا۔''

قضیت امورا ثم غادرت بعدها — بوائق فی اکمامها لم تفتق

فمن یسع اویرکب جناحی نعامة — لیدرک ماقدمت بالامس یسبق

ان دونوں شعروں کا ترجمہ گزر چکا ہے۔

ابعد قتیل بالمدینة اظلمت

له الارض تهتز العضاه باسوق

''وہ شخصیت جن کے قتل ہونے کی وجہ سے ساری زمین تاریک ہو گئی ہے کیا ان کے قتل ہونے کے بعد کیکر کے درخت اپنے تنوں پر لہلہا رہے ہیں؟'' یعنی نہیں بلکہ یہ درخت بھی ان کی شہادت پر افسردہ ہیں اور انہوں نے لہلہانا چھوڑ دیا ہے۔[2]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضرت عمر بن خطابؓ کے انتقال کے تین دن بعد جنات نے یہ اشعار پڑھ کر ان کی شہادت پر نوحہ کیا اور پھر یہی پچھلے چار شعر دوسری ترتیب سے ذکر کئے اور پھر پانچواں شعر یہ ذکر کیا

---

[1] اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۳۷۴) [2] عند ابن سعد ایضا

فلقاک ربی فی الجنان تحیۃ　　　　ومن کسوۃ الفردوس مالم یمزق

''میرا رب آپ کو جنتوں میں سلام پہنچائے اور آپ کو جنت الفردوس کے ایسے کپڑے پہنائے جو کبھی نہیں پھٹیں گے۔''[1]

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں میں نے جنات کو حضرت حسین بن علیؓ پر نوحہ کرتے ہوئے سنا ہے۔[2]

ایک مرتبہ حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا جب سے حضور ﷺ کا انتقال ہوا ہے میں نے کبھی بھی جن کو کسی کے مرنے پر نوحہ کرتے ہوئے نہیں سنا لیکن آج رات میں نے سنا ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ میرا بیٹا (حضرت حسینؓ) فوت ہو گیا ہے، چنانچہ انہوں نے اپنی باندی سے کہا باہر جا اور پتہ کر کے آ چنانچہ باندی نے آ کر بتایا کہ واقعی حضرت حسینؓ شہید ہو گئے ہیں پھر حضرت ام سلمہؓ نے بتایا کہ ایک جنی یہ شعر پڑھ کر نوحہ کر رہی تھی۔

الایا عین فاحتفلی بجھدی　　　　ومن یبکی علی الشھداء بعدی

علی رھط تقودھم المنایا　　　　الی متجبر فی ملک عبد

''اے آنکھ! غور سے سن اور جو رونے کی کوشش اور محنت کر رہی ہوں اس کا اہتمام کر میں اگر نہیں روؤں گی تو میرے بعد شہداء پر کون روئے گا؟ شہداء کی وہ جماعت جن کو موت کھینچ کر ایسے ظالم اور جابر انسان کے پاس لے گئی (یعنی عبید اللہ بن زیاد) جو کہ ایک غلام یعنی یزید کی بادشاہت میں فوج کا سپہ سالار ہے۔[3]

حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں میں نے جنات کو حضرت حسین بن علیؓ پر نوحہ کرتے ہوئے سنا۔[4]

صحابہ کرامؓ کا حضور ﷺ کو خواب میں دیکھنا

(حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک ایسی جگہ ہوں جہاں بہت سے راستے ہیں پھر سارے راستے ختم ہو گئے اور صرف ایک راستہ رہ گیا میں نے اس پر چلنا شروع کر دیا اور چلتے چلتے ایک پہاڑ پر پہنچ گیا جس کے اوپر حضور ﷺ تشریف فرما تھے اور ان کے پاس حضرت ابو بکرؓ بیٹھے ہوئے تھے اور حضورؐ حضرت عمرؓ کو اشارہ فرما رہے تھے کہ یہاں آ جاؤ۔ یہ خواب دیکھ کر میں نے کہا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون اللہ کی قسم! امیر المومنین (حضرت عمرؓ) کے انتقال کا وقت آ گیا ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں میں نے کہا آپ

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۲۱۰) [2] اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی (ج ۹ ص ۱۹۹) رجالہ رجال الصحیح [3] عند الطبرانی ایضا قال الھیثمی (ج ۹ ص ۱۹۹) وفیہ عمرو بن ثابت بن ھرمز وھو ضعیف. انتھی [4] عند الطبرانی ایضا قال الھیثمی (ج ۹ ص ۱۹۹) رجالہ رجال الصحیح. انتھی.

یہ خواب حضرت عمرؓ کو نہیں لکھ دیتے؟ انہوں نے فرمایا میں خود ان کو ان کی موت کی خبر کیوں دوں؟[1]

حضرت کثیر بن صلت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جس دن حضرت عثمان بن عفانؓ شہید ہوئے اس دن وہ سوئے اور اٹھنے کے بعد فرمایا اگر لوگ یہ نہ کہیں کہ عثمانؓ فتنہ پیدا کرنا چاہتا ہے تو میں آپ لوگوں کو ایک بات بتاؤں ہم نے کہا آپ ہمیں بتادیں ہم وہ بات نہیں کہیں گے جس کا دوسرے لوگوں سے خطرہ ہے۔ انہوں نے فرمایا میں نے ابھی خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا آپؐ نے مجھ سے فرمایا تم اس جمعہ میں ہمارے پاس پہنچ جاؤ گے ابن سعد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ یہی جمعہ کا دن تھا۔[2]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں صبح کے وقت حضرت عثمانؓ نے فرمایا آج رات میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے حضورؐ نے فرمایا اے عثمان! ہمارے پاس افطاری کرنا، چنانچہ اس دن حضرت عثمان نے روزہ رکھا اور اسی دن ان کو شہید کر دیا گیا۔[3]

حضرت عثمان بن عفانؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت مسلم ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمانؓ نے بیس ۲۰ غلام آزاد کیے اور شلوار منگوا کر اسے پہنا اور اسے اچھی طرح باندھ لیا، حالانکہ انہوں نے اس سے پہلے نہ جاہلیت میں شلوار پہنی تھی اور نہ اسلام میں اور فرمایا گزشتہ رات میں نے حضور ﷺ کو اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کو خواب میں دیکھا۔ ان حضرات نے مجھ سے فرمایا صبر کرو کیونکہ تم کل رات ہمارے پاس آ کر افطار کرو گے پھر قرآن شریف منگوایا اور کھول کر اپنے سامنے رکھ لیا، چنانچہ جب وہ شہید ہوئے تو قرآن اسی طرح ان کے سامنے تھا۔[4]

حضرت حسن یا حضرت حسینؓ فرماتے ہیں حضرت علیؓ نے فرمایا خواب میں مجھے میرے محبوب نبی یعنی نبی کریم ﷺ ملے۔ میں نے حضورؐ سے ان کے بعد عراق والوں کی طرف سے پیش آنے والی تکلیفوں کی شکایت کی تو آپؐ نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ عنقریب تمہیں ان سے راحت مل جائے گی، چنانچہ اس کے بعد حضرت علیؓ صرف تین دن ہی زندہ رہے۔[5]

حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے خواب میں نبی کریم

۱؎ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۳۳۲) ۲؎ اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۹۹) قال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه وقال الذهبي صحيح و اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۷۵) عن كثير بن الصلت نحوه و هكذا اخرجه ابويعلى قال الهيثمي (ج ۷ ص ۲۳۲) وفيه ابوعلقمة مولى عبدالرحمن بن عوف ولم اعرفه وبقية رجاله ثقات. انتهى ۳؎ عند الحاكم (ج ۳ ص ۱۰۳) قال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه وقال الذهبي صحيح و اخرجه ابويعلى والبزار نحوه كما في المجمع (ج ۷ ص ۲۳۲) واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۷۴) عن نافع نحوه ۴؎ عند عبدالله و ابی يعلى قال الهيثمي (ج ۷ ص ۲۳۲) ورجاله ثقات وللحديث طرق اخرى ذكرها في المجمع والبداية وغيرهما

۵؎ اخرجه العدني

ﷺ کو دیکھا تو میں نے آپ ؐ سے آپ کی امت کی شکایت کی کہ وہ مجھے جھٹلاتے ہیں اور تکلیف پہنچاتے ہیں پھر میں رونے لگا۔ آپ ؐ نے فرمایا مت روؤ اور ادھر دیکھو میں نے ادھر دیکھا تو مجھے دو آدمی نظر آئے جو بیڑیوں میں بندھے ہوئے تھے۔ (بظاہر یہ حضرت علیؓ کا قاتل ابن ملجم اور اس کا ساتھی ہوگا) اور بڑے بڑے پتھر ان دونوں کے سر پر مارے جا رہے تھے جس سے ان کے سر ریزہ ریزہ ہو جاتے پھر سر ٹھیک ہو جاتے۔ (یوں ہی ان دونوں کو مسلسل عذاب دیا جا رہا تھا) حضرت ابوصالح کہتے ہیں میں اگلے دن اپنے روزانہ کے معمول کے مطابق صبح کے وقت گھر سے حضرت علیؓ کی طرف چلا جب میں قصائیوں کے محلے میں پہنچا تو مجھے کچھ لوگ ملے جنہوں نے بتایا کہ امیر المومنین کو شہید کر دیا گیا ہے۔[1]

حضرت فلفہ جعفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت حسن بن علیؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم ﷺ عرش سے چمٹے ہوئے ہیں اور حضرت ابوبکرؓ حضور کی کمر کو پکڑے ہوئے اور حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کی کمر کو پکڑے ہوئے ہیں اور حضرت عثمانؓ حضرت عمرؓ کی کمر کو پکڑے ہوئے ہیں اور میں نے دیکھا کہ آسمان سے زمین پر خون گر رہا ہے۔ جب حضرت حسنؓ نے یہ خواب سنایا تو وہاں کچھ شیعہ لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے پوچھا کیا آپ نے حضرت علیؓ کو خواب میں نہیں دیکھا؟ حضرت حسنؓ نے فرمایا مجھے سب سے زیادہ تو یہی پسند ہے کہ میں حضرت علیؓ کو حضور کی کمر پکڑے ہوئے دیکھتا لیکن کیا کروں میں نے خواب میں دیکھا ہی وہی ہے جو میں نے آپ لوگوں کو سنایا ہے آگے اور بھی حدیث ہے۔[2]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! میں نے آج رات عجیب خواب دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ہیں اتنے میں حضور ﷺ تشریف لائے اور آ کر عرش کے ایک پائے کے پاس کھڑے ہو گئے پھر حضرت ابوبکرؓ آئے اور آ کر حضور ؐ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے پھر حضرت عمرؓ آئے اور حضرت ابوبکرؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے پھر حضرت عثمانؓ آئے اور انہوں نے ہاتھ سے اشارہ کر کے عرض کیا اے میرے رب! اپنے بندوں سے پوچھیں انہوں نے مجھے کس وجہ سے قتل کیا؟ اس کے بعد آسمان سے زمین کی طرف خون کے دو پرنالے بہنے لگے۔ جب حضرت حسنؓ خواب بیان کر چکے تو کسی نے حضرت علیؓ سے کہا کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ حضرت حسنؓ کیا بیان کر رہے ہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا جو انہوں نے خواب میں دیکھا ہے وہی بیان کر رہے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسنؓ نے فرمایا اس خواب کو دیکھنے کے بعد اب میں کسی جنگ میں شرکت نہیں کروں گا۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت

---

۱ ۔ عند ابی یعلی کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۶۱) ۲ ۔ اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۹۶) رواه الطبرانی فی الاوسط و الکبیر باختصار و اسناده حسن.

حسنؓ نے فرمایا میں نے دیکھا کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت عمرؓ پر اپنا ہاتھ رکھا ہوا تھا میں نے ان حضرات کے پیچھے بہت سا خون دیکھا میں نے پوچھا یہ خون کیا ہے؟ کسی نے جواب میں کہا یہ حضرت عثمانؓ کا خون ہے جس کا وہ اللہ سے مطالبہ کر رہے ہیں۔[1]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں نے دوپہر کے وقت حضورﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور آپؐ پر گرد و غبار پڑا ہوا ہے اور آپؐ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے میں نے پوچھا یہ شیشی کیسی؟ آپؐ نے فرمایا اس میں حسینؓ اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے جسے میں صبح سے جمع کر رہا ہوں پھر ہم نے دیکھا تو واقعی حضرت حسینؓ اسی دن شہید ہوئے تھے۔[2] ابن عبدالبر کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپؐ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے۔

صحابہ کرامؓ کا ایک دوسرے کو خواب میں دیکھنا

حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ فرماتے ہیں میں حضرت عمر بن خطابؓ کا پڑوسی تھا۔ میں نے ان سے بہتر کبھی کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ رات بھر نماز پڑھتے اور دن بھر روزہ رکھتے اور لوگوں کے کاموں میں لگے رہتے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو میں نے اللہ سے دعا کی کہ وہ مجھے خواب میں حضرت عمرؓ کی زیارت کرادے، چنانچہ میں نے انہیں خواب میں دیکھا کہ وہ کندھے پر چادر ڈالے ہوئے مدینہ کے بازار سے آرہے ہیں۔ میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے پوچھا کیا حال ہے؟ فرمایا خیریت ہے پھر میں نے پوچھا آپ نے کیا پایا؟ فرمایا اب حساب سے فارغ ہوا ہوں۔ اگر میں رحم کرنے والے رب کو نہ پاتا تو میرا وقار گر جاتا۔[3]

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ میرے بڑے گہرے دوست تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو میں سال بھر اللہ سے دعا کرتا رہا کہ اللہ تعالیٰ خواب میں حضرت عمرؓ کی زیارت کرادے۔ آخر سال گزرنے کے بعد میں نے انہیں خواب میں دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! آپ کے رب نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے کہا اب میں (حساب سے) فارغ ہوا ہوں اگر میرا رب شفقت اور مہربانی کا معاملہ نہ کرتا تو میری عزت اور وقار سب گر جاتا۔[4]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں نے ایک سال سے دعا کی کہ مجھے خواب میں حضرت عمر بن خطابؓ کی زیارت کرادے، چنانچہ میں نے انہیں خواب میں دیکھا تو میں نے عرض کیا آپ

۱۔ عند ابی یعلی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۹۲) رواه کله ابویعلی باسنادین فی احد هما من لم اعرفه وفی الآخر سفیان بن وکیع وهو ضعیف. انتهی ۲۔ اخرجه الخطیب فی تاریخه (ج ۱ ص ۱۴۲) واخرجه ابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۱ ص ۳۸۱) عن ابن عباس نحوه

۳۔ اخرجه ابونعیم فی الحلیة (ج ۱ ص ۵۴) ۴۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۳۷۵)

کے ساتھ کیا ہوا؟ فرمایا بڑے شفیق اور نہایت مہربان رب سے واسطہ پڑا۔ اگر میرے رب کی رحمت نہ ہوتی تو میری عزت خاک میں مل جاتی۔[1]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں مجھے اس بات کا بہت شوق تھا کہ مجھے کسی طرح یہ پتہ چل جائے کہ مرنے کے بعد حضرت عمرؓ کے ساتھ کیا ہوا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور میں نے خواب میں ایک محل دیکھا میں نے پوچھا یہ کس کا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عمر بن خطابؓ کا ہے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ محل سے باہر تشریف لائے۔ انہوں نے چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ ایسے لگ رہا تھا کہ ابھی غسل کر کے آئے ہوں۔ میں نے پوچھا آپ کے ساتھ کیسا معاملہ ہوا؟ فرمایا اچھا معاملہ ہوا اگر میرا رب بخشنے والا نہ ہوتا تو میری عزت خاک میں مل جاتی پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا آپ لوگوں سے جدا ہوئے مجھے کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟ میں نے کہا بارہ سال۔ فرمایا اب میں حساب سے چھوٹا ہوں۔[2]

حضرت سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ایک انصاری صحابیؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اللہ سے دعا کی کہ مجھے خواب میں حضرت عمرؓ کی زیارت کرا دے میں نے دس سال کے بعد انہیں خواب میں دیکھا کہ پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! آپ کا کیا بنا؟ فرمایا اب میں حساب سے فارغ ہوا ہوں۔ اگر میرے رب کی مہربانی نہ ہوتی تو میں ہلاک ہو جاتا۔[3]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں حج سے واپسی پر میں (مکہ اور مدینہ کے درمیان) سقیا مقام پر سو رہا تھا۔ میں نے خواب میں حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ چلتے ہوئے میرے پاس آئے اور (میری بیوی) حضرت ام کلثوم بنت عقبہؓ میرے پہلو میں سو رہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے آ کر اسے پاؤں سے ہلا کر جگایا پھر وہ پیٹھ پھیر کر چل دیئے۔ لوگ ان کی تلاش میں چل پڑے۔ میں نے اپنے کپڑے منگوا کر پہنے اور میں بھی لوگوں کے ساتھ انہیں ڈھونڈنے لگا اور سب سے پہلے میں ان تک پہنچا لیکن اللہ کی قسم! انہیں ڈھونڈنے میں میں بے حد تھک گیا میں نے کہا اللہ کی قسم! اے امیر المومنین! آپ نے تو لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا۔ جب تک تھک نہ جائے اس وقت تک وہ آپ کو ڈھونڈ نہیں سکتا۔ اللہ کی قسم! جب میں اچھی طرح تھک گیا تب آپ مجھے ملے۔ انہوں نے فرمایا میرے خیال میں میں تو کوئی خاص تیز نہیں چلا (یہاں تک تو خواب ہے اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰنؓ فرماتے ہیں) اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں عبدالرحمٰن کی جان ہے! یہ حضرت عمرؓ کا سب سے آگے نکل جانا ان کے اعمال کی وجہ سے ہے۔[4]

۱۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۳۷۵) ۲۔ اخرجه ابونعيم في الحلية (ج ۱ ص ۵۴)

۳۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۳۷۶) ۴۔ اخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۳۷۶)

حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں حضرت سلمانؓ نے مجھ سے کہا اے میرے بھائی! ہم دونوں میں سے جو پہلے مر جائے وہ اس بات کی کوشش کرے کہ جو ساتھی دنیا میں رہ گیا ہے وہ جانے والا اسے خواب میں نظر آئے۔ میں نے کہا کیا ایسے ہوسکتا ہے؟ حضرت سلمانؓ نے کہا ہاں کیونکہ مومن کی روح آزاد رہتی ہے زمین پر جہاں چاہے چلی جاتی ہے۔ اور کافر کی روح قید میں ہوتی ہے، چنانچہ حضرت سلمان کا پہلے انتقال ہوگیا۔ ایک دن دوپہر کو میں اپنی چارپائی پر سونے کے لیے لیٹا۔ ابھی مجھے ہلکی سی نیند آئی تھی کہ ایک دم خواب میں حضرت سلمانؓ آگئے۔ انہوں نے کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ میں نے کہا اے ابوعبداللہ! السلام علیک ورحمۃ اللہ آپ کو کیسا ٹھکانہ ملا؟ فرمایا بہت عمدہ۔ اور توکل کو لازم پکڑے رہنا کیونکہ توکل بہت عمدہ چیز ہے۔ توکل کو لازم پکڑے رہنا کیونکہ توکل بہت عمدہ چیز ہے۔ توکل کو لازم پکڑے رہنا کیونکہ توکل بہت عمدہ چیز ہے [1] ابونعیم کی روایت میں اس طرح ہے کہ پھر حضرت سلمانؓ کا پہلے انتقال ہوگیا تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے انہیں خواب میں دیکھا ان سے پوچھا اے ابوعبداللہ! آپ کا کیا حال ہے؟ حضرت سلمانؓ نے کہا خیریت ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے پوچھا آپ نے کونسے عمل کو سب سے افضل پایا؟ حضرت سلمانؓ نے فرمایا میں نے توکل کو عجیب چیز پایا۔[2]

حضرت عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں میں نے خواب میں کھال کا خیمہ اور سبز چراگاہ دیکھی اور خیمے کے ارد گرد بکریاں بیٹھی ہوئی تھیں جو جگالی کر رہی تھیں اور مینگنی کی جگہ عجوہ کھجوریں نکل رہی ہیں۔ میں نے پوچھا یہ خیمہ کس کا ہے؟ کسی نے بتایا حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ہے، چنانچہ ہم لوگوں نے کچھ دیر انتظار کیا پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ خیمہ سے باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ سب کچھ ہم کو اللہ نے قرآن کی وجہ سے دیا ہے لیکن اگر تم اس گھاٹی سے پرلی طرف جھانکو تو تمہیں ایسی نعمتیں نظر آئیں گی جنہیں تمہاری آنکھ نے کبھی دیکھا نہیں اور تمہارے کان نے کبھی سنا نہیں اور جن کا خیال بھی تمہارے دل میں نہیں آیا ہوگا۔ یہ نعمتیں اللہ نے حضرت ابوالدرداءؓ کے لیے تیار کی ہیں کیونکہ وہ دونوں ہاتھوں اور سینے سے دنیا کو دھکے دیا کرتے تھے (بڑے زاہد تھے)۔[3]

امام واقدی کے اساتذہ حضرات فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ نے فرمایا میں نے جنگِ احد سے پہلے خواب میں حضرت مبشر بن عبدالمنذرؓ کو دیکھا وہ مجھ سے کہہ رہے ہیں تم چند دنوں میں ہمارے پاس آنے والے ہو۔ میں نے پوچھا آپ کہاں ہیں؟ فرمایا ہم جنت میں ہیں اور جہاں چاہتے ہیں جا کر چر لیتے ہیں۔ میں نے کہا کیا آپ جنگِ بدر کے دن قتل نہیں ہوئے

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۹۳) واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۰۵) عن المغیرۃ بن عبدالرحمن مختصرا [2] واخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۹۳) عن المغیرۃ نحوہ

[3] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۱۰)

تھے؟ فرمایا ہاں قتل تو ہوا تھا لیکن پھر زندہ ہو گیا۔ میں نے جا کر یہ خواب حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تو فرمایا اے ابو جابر! اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تمہیں (جنگِ احد میں) شہادت کا درجہ ملے گا۔[1]

کن اسباب کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی غیبی مدد ہوا کرتی تھی اور وہ کس طرح ان اسباب کے ساتھ چمٹے رہتے تھے اور ان حضرات نے کس طرح اپنی نگاہ مادّی اسباب اور فانی سامان سے ہٹا رکھی تھی

ناگواریوں اور سختیوں کو برداشت کرنا

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ فرماتے ہیں اسلام ناگواریوں اور سختیوں کو لے کر اترا ہے یعنی ناگواریاں اور سختیاں برداشت کرنے سے اسلام کو ترقی ملتی ہے ہم نے سب سے زیادہ بھلائی ناگواری میں پائی، چنانچہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ مکہ سے (ہجرت کر کے بڑی ناگواری کے ساتھ) نکلے لیکن اللہ نے اسی ہجرت کی وجہ سے ہمیں بلندی اور کامیابی عطا فرمائی۔ اسی طرح ہم حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر میں گئے تھے اس وقت ہمارا حال وہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بیان فرمایا ہے۔ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ ○ يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنظُرُونَ ○ وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ (سورت انفال آیت ۵۔ ۷) ترجمہ "اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو گراں سمجھتی تھی (اور) وہ اس مصلحت (کے کام) میں، بعد اس کے کہ اس کا ظہور ہو گیا تھا (اپنے بچاؤ کے لیے) آپ سے (بطور مشورہ) اس طرح جھگڑ رہے تھے کہ گویا کوئی ان کو موت کی طرف ہانکے لیئے جاتا ہے، اور وہ دیکھ رہے ہیں اور تم لوگ اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ تم سے ان دو جماعتوں سے ایک کا وعدہ کرتے تھے کہ وہ تمہارے ہاتھ آ جائے گی اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت (یعنی قافلہ) تمہارے ہاتھ آ جاوے۔" اور مسلح جماعت قریش کی تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سفر میں بھی ہمارے لئے بلندی اور کامیابی رکھ دی (حالانکہ یہ غزوہ ہماری مرضی کے بالکل خلاف ہوا تھا) خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے بھلائی کی بھلائی ناگواری میں پائی۔[2]

حضرت محمد اسحاق بن یسار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کا قصہ ذکر کیا ہے کہ جب

۱۔ اخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۲۰۱)

۲۔ اخرجه البزار قال الهيثمي (ج ۷ ص ۲۷) وفيه عبدالعزيز بن عمران وهو ضعيف

حضرت خالدؓ یمامہ سے فارغ ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں یمامہ یہ خط لکھا حضورﷺ کے خلیفہ اور اللہ کے بندے ابوبکرؓ کی طرف سے حضرت خالد بن ولید کے نام اور ان مہاجرین انصار اور اخلاص کے ساتھ ان کا اتباع کرنے والوں کے نام جو حضرت خالد کے ساتھ ہیں، سلام علیکم۔ میں آپ لوگوں کے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ امابعد! تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اپنے دوست کو عزت دی اور اپنے دشمن کو ذلیل کیا اور تمام گروہوں پر اکیلا ہی غالب آ گیا وہ اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس نے یہ فرمایا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ (سورت نور آیت ۵۵) ترجمہ "(اے مجموعہ امت) تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسا کہ ان سے پہلے (اہل ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو (اللہ تعالیٰ نے) ان کے لئے پسند فرمایا ہے (یعنی اسلام) اس کو ان کے (نفع آخرت کے) لئے قوت دے گا۔" حضرت ابوبکرؓ نے یہ پوری آیت لکھی اس کے بعد لکھا یہ اللہ کا وعدہ ہے جس کے خلاف کبھی نہیں ہوسکتا اور اللہ کا فرمان ایسا ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جہاد فرض کیا ہے اور قرآن میں فرمایا ہے كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ (سورت بقرہ آیت ۲۱۶) ترجمہ "جہاد کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو (طبعًا) گراں (معلوم ہوتا) ہے۔" آیات لکھنے کے بعد لکھا اللہ نے تم سے جو وعدے کئے ہیں وہ سارے اللہ سے پورے کراؤ (جس کی صورت یہ ہے کہ اللہ نے ان وعدوں کے لئے جو شرطیں لگائی ہیں تم وہ شرطیں پوری کرو) اور اللہ نے جو کام تم پر فرض کئے ہیں ان میں اللہ کی اطاعت کرو چاہے اس میں کتنی مشقت اٹھانی پڑے اور کتنی زیادہ مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں اور کتنے دور دور کے سفر کرنے پڑیں اور کتنے مالی اور جانی نقصانات اٹھانے پڑیں کیونکہ اللہ کے اجر عظیم کے مقابلے میں یہ سب کچھ، کچھ بھی نہیں۔ اللہ تم پر رحم کرے تم ہلکے ہو یا بھاری ہر حال میں اللہ کے راستے میں نکلو اور مال و جان لے کر خوب جہاد کرو پھر اس کے متعلق آیات لکھیں پھر لکھا غور سے سنو! میں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو عراق جانے کا حکم دیا ہے اور کہا ہے کہ وہاں جا کر میرے دوسرے حکم کا انتظار کرے، لہٰذا آپ لوگ سب ان کے ساتھ جاؤ اور ان کا ساتھ چھوڑ کر زمین سے مت چمٹو کیونکہ یہ ایسا راستہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ اس آدمی کو بہت بڑا اجر عطا فرماتے ہیں جس کی نیت اچھی ہو اور جسے خیر کے کاموں کا بہت زیادہ شوق ہو۔ جب آپ لوگ عراق پہنچ جاؤ تو میرے حکم کے آنے تک وہیں رہو اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری دنیا اور آخرت کے تمام ضروری کاموں کی کفایت فرمائے والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

وبرکاتہ [1] اور سختیاں تکلیفیں برداشت کرنے کے باب میں، ہجرت کے باب میں، نصرت کے باب میں اور جہاد کے باب وغیرہ میں صحابہؓ کے سختیاں اور تکلیفیں برداشت کرنے کے قصے تفصیل سے گزر چکے ہیں۔

ظاہر کے خلاف اللہ کے حکم کو پورا کرنا

حضرت عتبہ بن عبد سلمیؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا اٹھو اور (ان کافروں سے) جنگ کرو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور۔ ہم بالکل تیار ہیں اور ہم وہ نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ آپ جائیں اور آپ کا رب جائے اور آپ دونوں جنگ کریں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں بلکہ ہم تو یہ عرض کریں گے کہ اے محمدؐ! آپ جائیں اور آپ کا رب جائے، ہم بھی آپ کے ساتھ رہ کر جنگ کریں گے۔ [2] جہاد کے باب میں حضرت مقدادؓ کا اسی جیسا قول گزر چکا ہے جسے ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ وغیرہ نے روایت کیا ہے اور حضرت سعد بن عبادہؓ کا یہ قول بھی جلد اول صفحہ نمبر ۴۴۰ پر گزر چکا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر آپ ہمیں اپنی سواریاں سمندروں میں ڈالنے کا حکم دیں تو ہم ڈال دیں گے اور اگر آپ ہمیں اس بات کا حکم دیں کہ ہم برک الغماد تک اپنی سواریوں پر سفر کریں تو ہم ایسا ضرور کریں گے اور اسی طرح حضرت انسؓ کی روایت سے مسند احمد میں اور حضرت علقمہ بن وقاص لیثیؓ کی روایت سے ابن مردویہ کی کتاب میں حضرت سعد بن معاذؓ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو یہ شرف بخشا اور آپ پر کتاب نازل فرمائی نہ تو میں کبھی اس راستہ پر چلا ہوں اور نہ مجھے اس کا کچھ علم ہے لیکن آپ اگر یمن کے برک الغماد تک جائیں گے تو ہم بھی آپ کے ساتھ ساتھ وہاں تک ضرور جائیں گے اور ہم ان لوگوں کی طرح نہیں ہوں گے جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہہ دیا تھا اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ترجمہ "آپ جائیں اور آپ کا رب بھی جائے آپ دونوں لڑائی کریں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔" بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُتَّبِعُوْنَ ترجمہ "آپ بھی جائیں اور آپ کا رب بھی جائے آپ دونوں لڑائی کریں اور ہم بھی آپ کے ساتھ ساتھ ہیں۔" ہو سکتا ہے کہ آپ تو کسی اور کام کے ارادے سے چلے ہوں اور اب اللہ تعالیٰ کچھ اور کام کروانا چاہتے ہوں یعنی آپ تو قافلہ ابو سفیان کے مقابلے کے ارادے سے چلے تھے لیکن اب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ کافروں کے اس لشکر سے لڑا جائے تو جو اللہ تعالیٰ کروانا چاہتے ہیں آپ اسے دیکھیں اور اسے

---

[1] اخرجہ البیہقی فی سننہ (ج ۹ ص ۱۷۹)

[2] اخرجہ احمد قال الهیثمی (ج ۶ ص ۷۵) رجالہ ثقات

کریں اس لئے اب (ہماری طرف سے آپ کو ہر طرح کا پورا اختیار ہے) آپ جس سے چاہیں تعلقات بنائیں اور جس سے چاہیں تعلقات ختم کردیں اور جس سے چاہیں دشمنی رکھیں اور جس سے چاہیں صلح کرلیں اور ہمارا مال جتنا چاہیں لے لیں، چنانچہ حضرت سعدؓ کے اس جواب پر یہ قرآن نازل ہوا کَمَآ اَخْرَجَکَ رَبُّکَ مِنْۢ بَیْتِکَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَکٰرِھُوْنَ (سورت انفال آیت ۵) ترجمہ "جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کے گھر (اور بستی) سے مصلحت کے ساتھ آپ کو (بدر کی طرف) روانہ کیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو گراں سمجھتی تھی۔" اموی نے اپنی مغازی میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس میں یہ مضمون مزید ہے کہ آپ ہمارا جتنا مال چاہیں لے لیں اور جتنا مال چاہیں ہمیں دے دیں اور جو مال آپ ہم سے لیں گے وہ ہمیں اس سے زیادہ محبوب ہوگا جو آپ ہمارے پاس چھوڑ دیں گے اور آپ جو حکم دیں گے ہمارا معاملہ اس حکم کے تابع ہوگا۔

اللہ پر توکل کرنا اور باطل والوں کو جھوٹا سمجھنا

حضرت عبداللہ بن عوف بن احمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت علی بن ابی طالبؓ انبار شہر سے نہروان والوں کی طرف جانے لگے تو مسافر بن عوف بن احمر نے ان سے کہا اے امیر المومنین! آپ اس گھڑی میں نہ چلیں بلکہ جب دن چڑھے کو تین گھڑیاں گزر جائیں پھر یہاں سے چلیں۔ حضرت علیؓ نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا اگر آپ اس گھڑی میں چلیں گے تو آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو بہت تکلیفیں آئیں گی اور سخت نقصان ہوگا اور اگر آپ اس گھڑی میں سفر شروع کریں جو میں نے بتائی ہے تو آپ کامیاب ہوں گے اور دشمن پر غلبہ پائیں گے اور آپ کو مقصد حاصل ہو جائے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا نہ تو حضرت محمد ﷺ کا کوئی نجومی تھا اور نہ ان کے بعد ہمارے ہاں اب تک کوئی تھا کیا تمہیں معلوم ہے کہ میری اس گھوڑی کے پیٹ میں کیا ہے؟ اس نے کہا اگر میں حساب لگاؤں تو پتہ چلا سکتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا جو تمہاری اس بات کو سچا مانے گا وہ قرآن کو جھٹلانے والا ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ (سورت لقمان آیت ۳۴) "بے شک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحم میں ہے۔" جس چیز کے جاننے کا تم نے دعویٰ کیا ہے اس کے جاننے کا تو حضرت محمد ﷺ نے بھی دعویٰ نہیں کیا تھا اور کیا تم یہ بھی کہتے ہو کہ تم اس گھڑی کو بھی جانتے ہو جس میں سفر شروع کرنے والے کو نقصان ہوگا؟ اس نے کہا ہاں میں جانتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا جو تمہاری اس بات کو سچا مان لے گا اسے تو ناگواریوں اور پریشانیوں کے دور کرنے میں اللہ کی ضرورت نہیں رہے گی اور جو تمہاری اس بات کو مان لے گا وہ تو اپنے رب

اللہ کو چھوڑ کر اپنا ہر کام تمہارے سپرد کر دے گا کیونکہ تم دعویٰ کر رہے ہو کہ تم وہ گھڑی جانتے ہو جس میں سفر شروع کرنے والا ہر شر اور تکلیف سے محفوظ رہے گا لہٰذا اس بات پر جو ایمان لے آئے گا مجھے تو اس کے بارے میں یہی خطرہ ہے کہ وہ اس آدمی کی طرح ہو جائے گا جو اللہ کے علاوہ کسی اور کو اللہ کا مقابل اور ہمسر بنا لے۔ اے اللہ! اچھا اور برا شگون وہی ہے جو تو نے مقدر فرمایا ہے اور خیر وہی ہے جو تو عطا فرمائے اور تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں (اے مسافر! ہم تجھے جھٹلاتے ہیں، لہٰذا ہم تیری مخالفت کریں گے اور ہم اسی گھڑی میں سفر شروع کریں گے جس میں سفر کرنے سے تو منع کر رہا ہے۔ پھر حضرت علیؓ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے لوگو! ان ستاروں کا علم سیکھنے سے بچو، البتہ ستاروں کا صرف اتنا علم سیکھو جس سے خشکی اور سمندر کی تاریکی میں راستہ معلوم ہو سکے۔ نجومی تو کافر کی طرح ہے اور کافر جہنم میں جائے گا۔ (پھر مسافر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا) اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ خبر ملی کہ تو ستاروں کو دیکھ کر ان کے مطابق عمل کرتا ہے تو جب تک تو زندہ رہا اور میں زندہ رہا اس وقت تک میں تجھے قید میں رکھوں گا اور جب تک میری خلافت رہے گی تجھے وظیفہ نہیں دوں گا پھر حضرت علیؓ نے اسی گھڑی میں سفر شروع کیا جس سے مسافر نے منع کیا تھا اور جا کر نہروان والوں پر غلبہ پا کر انہیں قتل کیا پھر فرمایا اگر ہم اس گھڑی میں سفر شروع کرتے جس کا مسافر کہہ رہا تھا اور پھر ہم کامیاب ہوتے اور دشمن پر غالب آتے تو لوگ یہی کہتے کہ نجومی نے جس گھڑی میں سفر شروع کرنے کو کہا تھا اس گھڑی میں حضرت علیؓ نے سفر شروع کیا تھا اس وجہ سے دشمن پر غالب آ گئے۔ حضرت محمد ﷺ کے ہاں کوئی نجومی نہیں تھا اور ان کے بعد ہمارے ہاں بھی کوئی نہیں تھا لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے کسریٰ اور قیصر کے ملکوں پر اور دوسرے ملکوں پر ہمیں فتح فرمائی۔ اے لوگو! اللہ پر توکل کرو اور اسی پر اعتماد کرو کیونکہ اللہ جس کے کام بنائے گا اسے کسی اور کی ضرورت نہیں رہے گی۔[1]

اللہ نے جن اعمال سے عزت دی ہے ان اعمال سے عزت تلاش کرنا

حضرت طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ ہمارے ساتھ ملک شام میں تھے حضرت عمر بن خطابؓ وہاں تشریف لائے تھے حضرت عمرؓ کے ساتھ اور صحابہؓ بھی چل رہے تھے۔ چلتے چلتے راستہ میں پانی کا ایک گھاٹ آ گیا۔ حضرت عمرؓ اپنی اونٹنی پر سوار تھے وہ اونٹنی سے نیچے اترے اور موزے اتار کر اپنے کندھے پر رکھ لئے اور اپنی اونٹنی کی نکیل پکڑ کر اس گھاٹ میں سے گزرنے لگے تو حضرت ابوعبیدہؓ نے عرض کیا اے امیر المومنین! آپ یہ کیا کر رہے ہیں کہ موزے اتار کر کندھے پر رکھ لئے ہیں اور اونٹنی کی نکیل پکڑ کر اس گھاٹ میں سے

۱۔ اخرجه الحارث و الخطيب في كتاب النجوم كذافي الكنز (ج ۵ ص ۲۳۵)

گزرنے لگے ہیں؟ مجھے اس بات سے بالکل خوشی نہیں ہوگی کہ اس شہر والے آپ کو (اس حال میں) دیکھیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اوہو، اے ابوعبیدہ! اگر آپ کے علاوہ کوئی اور یہ بات کہتا تو میں اسے ایسی سخت سزا دیتا جس سے حضرت محمد ﷺ کی ساری امت کو عبرت ہوتی۔ ہم تو سب سے زیادہ ذلیل قوم تھے، اللہ نے ہمیں اسلام کی عزت عطا فرمائی اب جس اسلام کے ذریعے اللہ نے ہمیں عزت عطا فرمائی ہے ہم جب بھی اس کے علاوہ کسی اور چیز سے عزت حاصل کرنا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل کردیں گے۔[1]

حضرت طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمرؓ شام پہنچے تو (شام کے) لشکر حضرت عمرؓ کو ملنے کے لئے آئے اس وقت حضرت عمرؓ نے چادر باندھی ہوئی تھی اور موزے پہنے ہوئے تھے اور پگڑی باندھی ہوئی تھی اور اپنے اونٹ کی نکیل پکڑ کر پانی میں سے گزر رہے تھے تو حضرت عمرؓ سے ایک آدمی نے کہا اے امیر المومنین! (شام کے) لشکر اور شام کے جرنیل آپ سے ملنے کے لئے آئے ہیں اور آپ کا یہ حال ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہمیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ سے عزت دی ہے، لہٰذا ہم اسلام کے علاوہ کسی اور چیز میں عزت تلاش نہیں کر سکتے۔[2]

حضرت طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں عرض کیا اے امیر المومنین! آپ نے تو ایسا کام کردیا ہے جو اس علاقہ والوں کے نزدیک بہت بڑا (یعنی بڑے عیب والا) کام ہے۔ آپ نے اپنے موزے اتار دیئے ہیں اور اپنی سواری (سے نیچے اتر کر) اس کی نکیل پکڑ رکھی ہے اور بے تکلف گھاٹ میں گھس گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا اوہو۔ اے ابوعبیدہ! کاش یہ بات تمہارے علاوہ کوئی اور کہتا تمہاری تعداد لوگوں میں سب سے کم تھی اور تم لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل تھے اللہ نے اسلام کے ذریعہ تمہیں عزت عطا فرمائی تو اب جب بھی تم اسلام کے علاوہ کسی اور چیز میں عزت تلاش کرو گے، اللہ تمہیں ذلیل کردیں گے۔[3]

حضرت قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمرؓ شام تشریف لائے تو وہ اونٹ پر سوار تھے۔ تمام لوگ ان کے استقبال کے لئے باہر آئے لوگوں نے کہا یہاں کے بڑے اور ممتاز لوگ آپ سے ملنے آئیں گے، اس لئے اچھا یہ ہے کہ آپ ترکی گھوڑے پر سوار ہو جائیں حضرت عمرؓ نے فرمایا بالکل نہیں۔ پھر آسمان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا تم لوگ عزت یہاں سے یعنی زمین

۱؎ اخرجہ الحاکم (ج ۱ ص ۶۱) قال الحاکم ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ و وافقہ الذھبی فقال علی شرطھما ۲؎ عند الحاکم ایضا (ج ۱ ص ۶۲)

۳؎ عند الحاکم ایضا (ج ۳ ص ۸۲) و اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۴۷) عن طارق نحوہ و ابن المبارک و ھناد و البیھقی فی شعب الایمان عنہ نحوہ کما فی منتخب الکنز (ج ۴ ص ۴۰۰)

کے سامان سے سمجھتے ہو، حالانکہ عزت تو وہاں سے (یعنی اللہ کے دینے سے) ملتی ہے میرے اونٹ کا راستہ چھوڑ دو۔[1]

حضرت ابو الغالیہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر بن خطابؓ بیت المقدس کے راستہ میں جابیہ شہر میں پہنچے تو وہ ایک خاکی اونٹ پر سوار تھے اور ان کے سر کا وہ حصہ دھوپ میں چمک رہا تھا جہاں سے بال اتر گئے تھے۔ ان کے سر پر نہ ٹوپی تھی اور نہ پگڑی۔ اور رکاب نہ ہونے کی وجہ سے ان کے دونوں پاؤں کجاوے کے دونوں طرف ہل رہے تھے انبجان شہر کی اونی چادر اونٹ پر ڈالی ہوئی تھی جب اونٹ پر سوار ہوتے تو اسے اونٹ پر ڈال لیتے اور جب نیچے اترتے تو اسے بچھونا بنا لیتے اور ان کا تھیلہ ایک دھاری دار چادر تھی جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی جب سوار ہوتے تو اسے تھیلا بنا لیتے اور جب سواری سے اترتے تو اسے تکیہ بنا لیتے اور انہوں نے دھاری دار کھدر کا کرتہ پہنا ہوا تھا جس کا ایک پہلو پھٹا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے پاس قوم کے سردار کو بلا کر لاؤ۔ لوگ وہاں کے پادریوں کے سردار کو بلا کر لائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے اس کرتے کو سی کر دھو دو اور اتنی دیر کے لئے کوئی کپڑا یا کرتہ عاریۃً دے دو وہ پادری کتان کپڑے کا کرتہ لے آیا حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ کونسا کپڑا ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ کتان ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کتان کپڑا کیا ہوتا ہے؟ لوگوں نے اس کپڑے کی تفصیل بتائی۔ حضرت عمرؓ نے اپنا کرتہ اتار کر اسے دیا اس نے اس میں پیوند لگایا اور دھو کر لے آیا حضرت عمرؓ نے ان کا جو کرتہ پہن رکھا تھا وہ اتار کر انہیں دے دیا اور اپنا کرتہ پہن لیا۔ اس پادری نے حضرت عمرؓ سے کہا آپ عربوں کے بادشاہ ہیں ہمارے اس علاقے میں اونٹ کی سواری ٹھیک نہیں (اور نہ آپ کا یہ کرتہ ٹھیک ہے) اس لئے اگر آپ کسی اور اچھے کپڑے کا کرتہ پہن لیں اور ترکی گھوڑے کی سواری کریں اس سے رومیوں کی نگاہ میں آپ کی قدر و منزلت بڑھ جائے گی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم لوگوں کو اللہ نے اسلام کے ذریعے عزت عطا فرمائی ہے لہٰذا اللہ کے (دین کے) علاوہ کسی اور کا ہم سوچ بھی نہیں سکتے اس کے بعد ان کی خدمت میں ایک ترکی گھوڑا لایا گیا اس پر کاٹھی اور کجاوے کے بغیر ہی ایک موٹی چادر ڈال دی گئی وہ اس پر سوار ہوئے (وہ گھوڑا اکڑ کر چلنے لگا تو) حضرت عمرؓ نے فرمایا اسے روکو، اسے روکو (کیونکہ یہ شیطان کی طرح چل رہا ہے) اس سے پہلے میں نے لوگوں کو شیطان پر سوار ہوتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا تھا پھر ان کا اونٹ لایا گیا اور وہ گھوڑے سے اتر کر اسی پر سوار ہو گئے۔[2]

---

[1] عند ابی نعیم ایضا فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۴۷)

[2] اخرجہ ابن ابی الدنیا کذافی البدایۃ (ج ۷ ص ۶۰)

غلبہ وعزت کی حالت میں بھی ذمیوں کی رعایت کرنا

حضرت ابونہیک اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ رحمتہ اللہ علیہما کہتے ہیں ہم ایک لشکر میں حضرت سلمانؓ کے ساتھ تھے ایک آدمی نے سورت مریم پڑھی تو دوسرے آدمی نے حضرت مریم اور ان کے بیٹے (حضرت عیسیٰ) علیہما السلام کو برا بھلا کہا (بظاہر یہ آدمی یہودی ہوگا) ہم نے اسے مار مار کر لہولہان کر دیا۔ جس انسان پر ظلم ہوتا تھا وہ جا کر حضرت سلمانؓ سے شکایت کرتا تھا۔ چنانچہ اس آدمی نے بھی جا کر حضرت سلمانؓ سے شکایت کر دی اس سے پہلے اس نے کبھی ان سے کوئی شکایت نہیں کی تھی۔ حضرت سلمانؓ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم نے اس آدمی کو کیوں مارا ہے؟ ہم نے کہا ہم نے سورت مریم پڑھی تھی اس نے حضرت مریمؑ اور ان کے بیٹے کو برا بھلا کہا۔ انہوں نے فرمایا تم لوگوں نے انہیں سورت مریم کیوں سنائی؟ کیا آپ لوگوں نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا؟ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (سورت انعام آیت ۱۰۸) ترجمہ ''اور دشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہِ جہل حد سے گزر کر اللہ کی شان میں گستاخی کریں گے۔'' اے جماعت عرب! کیا آپ لوگوں کا مذہب سب سے زیادہ برا نہیں تھا؟ آپ لوگوں کا علاقہ سب سے برا نہیں تھا؟ کیا آپ لوگوں کی زندگی سب سے زیادہ بری نہیں تھی؟ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو عزت دی اور آپ لوگوں کو سب کچھ دیا کیا آپ لوگ یہ چاہتے ہو کہ اللہ کی دی ہوئی عزت کی وجہ سے لوگوں کی پکڑ کرتے رہو؟ اللہ کی قسم! یا تو آپ لوگ اس کام سے باز آ جاؤ ورنہ جو کچھ آپ لوگوں کے ہاتھ میں ہے اللہ تعالیٰ اسے تم سے لے کر دوسروں کو دے دیں گے پھر حضرت سلمانؓ ہمیں سکھانے لگے اور فرمایا مغرب اور عشاء کے درمیان نوافل پڑھا کرو کیونکہ ان نوافل میں بہت سا قرآن پڑھ لینے کی وجہ سے تمہارے روز کے قرآن پڑھنے کی مقررہ مقدار میں کمی ہو جائے گی اور اس طرح رات کا شروع کا حصہ بے کار ہونے سے بچ جائے گا کیونکہ جس کا رات کا شروع کا حصہ بے کار گزر جائے گا تو اس کا رات کا آخری حصہ یعنی تہجد کا وقت بھی بیکار گزرے گا۔[1]

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم چھوڑ دیں ان کی بری حالت سے عبرت حاصل کرنا

حضرت جبیر بن نفیرؒ فرماتے ہیں جب قبرص جزیرہ فتح ہوا تو وہاں کے رہنے والے سارے غلام بنا لئے گئے اور انہیں مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا وہ ایک دوسرے کی جدائی پر رو رہے تھے میں نے دیکھا کہ حضرت ابوالدرداءؓ اکیلے بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں میں نے پوچھا اے ابوالدرداء! آج

۱۔ اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۰۱)

تو اللہ نے اسلام اور اہلِ اسلام کو عزت عطا فرمائی ہے تو آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا اے جبیر! تیرا بھلا ہو اس مخلوق نے جب اللہ کے حکم کو چھوڑ دیا تو یہ اللہ کے ہاں کتنی بے قیمت ہوگی۔ پہلے تو یہ زبردست اور غالب قوم تھی اور انہیں بادشاہت حاصل تھی لیکن انہوں نے اللہ کا حکم چھوڑ دیا تو اب ان کا وہ برا حال ہوگیا جو تم دیکھ رہے ہو۔[1] ابن جریر کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ اب تو ان کا وہ برا حال ہوگیا جو تم دیکھ رہے ہو کہ ان پر اللہ نے غلامی مسلط کر دی اور جب کسی قوم پر اللہ غلامی مسلط کر دیں تو سمجھ لو کہ اللہ کو ان کی کوئی ضرورت نہیں (کیونکہ ان کی اللہ کے ہاں کوئی قیمت نہیں رہی)۔[2]

نیت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرنا اور آخرت کو مقصود بنانا

حضرت ابن ابی مریم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس سے گزرے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ اعمال کونسے ہیں جن سے اس امت کے سارے کام ٹھیک رہتے ہیں؟ حضرت معاذؓ نے کہا تین اعمال ہیں اور تینوں نجات دلانے والے ہیں ایک اخلاص اور اخلاص وہ عملِ فطرت ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اور دوسرا عمل نماز ہے اور وہ مذہب کا اہم شعبہ ہے اور تیسرا عمل (امیر کی) اطاعت ہے اور اطاعت ہی بچاؤ کا سامان ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ نے ٹھیک کہا۔ جب حضرت عمرؓ وہاں سے آگے چلے گئے تو حضرت معاذؓ نے اپنے پاس بیٹھنے والوں سے فرمایا غور سے سنو! (اے عمرؓ!) آپ کا زمانہ بعد والوں کے زمانے سے بہتر ہے کیونکہ آپ کے بعد امت میں اختلاف ہو جائے گا (اور سنو) اب یہ حضرت عمرؓ بھی دنیا میں تھوڑا عرصہ ہی رہیں گے۔[3]

حضرت ابوعبیدہ العنبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب مسلمان مدائن فتح کر کے اس میں داخل ہوئے اور مالِ غنیمت جمع کرنے لگے تو ایک آدمی اپنے ساتھ ایک ڈبہ لایا اور لا کر مالِ غنیمت جمع کرنے والے ذمہ دار کو دے دیا۔ اس ذمہ دار کے ساتھیوں نے کہا اس ڈبہ جیسا قیمتی سامان تو ہم نے کبھی دیکھا نہیں (کیونکہ اس میں بادشاہ نے سب سے زیادہ قیمتی ہیرے جواہرات رکھے ہوئے تھے) اور ہمارے پاس جتنا مالِ غنیمت آچکا ہے اس سب کی قیمت اس کے برابر تو کیا اس کے قریب بھی نہیں ہوسکتی۔ پھر ان لوگوں نے لانے والے سے پوچھا کیا آپ نے اس میں سے کچھ لیا ہے؟ اس نے کہا غور سے سنو اللہ کی قسم! اگر اللہ کا ڈر نہ ہوتا تو میں اسے آپ لوگوں کے پاس کبھی نہ لاتا اس جواب سے وہ لوگ سمجھ گئے کہ یہ آدمی بڑی شان والا ہے۔ انہوں نے پوچھا آپ

۱۔ اخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۲۱٦) ۲۔ اخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ۲ ص ۳۱۸) عن جبير نحوه.
۳۔ اخرجه ابن جرير كذا في الكنز (ج ۸ ص ۲۲٦)

کون ہیں؟ فرمایا نہیں اللہ کی قسم! نہیں۔ اپنے بارے میں میں نہ تو آپ لوگوں کو بتاؤں گا کیونکہ آپ لوگ میری تعریف کرنے لگ جائیں گے اور نہ کسی اور کو بتاؤں گا کیونکہ پھر لوگ میری جھوٹی تعریف کرنے لگ جائیں گے بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرتا ہوں اور اس کے ثواب پر راضی ہوں (پھر وہ آدمی چلا گیا) تو ان لوگوں نے ایک آدمی اس کے پیچھے بھیجا۔ وہ آدمی (اس کے پیچھے چلتے چلتے) اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا پھر اس نے اس کے ساتھیوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو وہ حضرت عامر بن عبد قیس رحمۃ اللہ علیہ نکلے۔[1]

حضرت محمد، حضرت طلحہ اور حضرت مہلب وغیرہ حضرات کہتے ہیں (قادسیہ کی جنگ کے موقع پر) حضرت سعدؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! یہ لشکر بڑا امانت دار ہے۔ اگر بدر والوں کو پہلے فضیلت نہ ملی ہوتی تو اللہ کی قسم! میں کہتا اس لشکر کی بھی بدر والوں جیسی فضیلت ہے۔ بہت سی قوموں کو میں نے غور سے دیکھا۔ ان میں مالِ غنیمت جمع کرنے کے بارے میں بہت سی کمزوریاں نظر آئیں لیکن میرے خیال میں اس لشکر والوں میں ایسی کوئی کمزوری نہیں اور نہ میں نے ان کی کسی کمزوری کے بارے میں کسی سے کچھ سنا ہے۔[2]

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! قادسیہ والوں میں سے کسی کے بارے میں ہمیں یہ اطلاع نہیں ملی کہ وہ آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا بھی چاہتا ہو، البتہ ہمیں (ہزاروں کے لشکر میں) صرف تین آدمیوں کے بارے میں شبہ ہوا (کہ شاید یہ دنیا بھی چاہتے ہوں) لیکن تحقیق کرنے پر وہ بھی امانتدار اور بڑے زاہد نکلے۔ وہ تین حضرات یہ ہیں حضرت طلحہ بن خویلد، حضرت عمرو بن معدیکرب اور حضرت قیس بن مکشوح رضی اللہ عنہم۔[3]

حضرت قیس عجلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمرؓ کے پاس کسریٰ کی تلوار، کمر کی پٹی اور زیب وزینت کا سامان لایا گیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا جن لوگوں نے یہ سارا کا سارا مالِ غنیمت یہاں پہنچا دیا ہے وہ واقعی بڑے امانتدار ہیں۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا چونکہ آپ خود پاکدامن ہیں، اس لئے رعایا بھی پاک دامن ہو گئی۔[4]

اللہ تعالیٰ سے قرآن مجید اور اذکار کے ذریعہ مدد چاہنا

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر بن خطابؓ نے دیکھا کہ مصر فتح ہونے میں دیر لگ رہی ہے تو انہوں نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو یہ خط لکھا:

۱۔ اخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ۳ ص ۱۲۸) ۲۔ اخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ۳ ص ۱۲۸) من طريق سيف ۳۔ اخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ۳ ص ۱۲۸)

۴۔ اخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ۳ ص ۱۲۸)

"امابعد! مجھے اس بات پر بہت تعجب ہے کہ مصر کی فتح میں آپ لوگوں کو دیر لگ رہی ہے۔ آپ ان سے کئی سالوں سے لڑ رہے ہیں اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آپ لوگوں نے نئے نئے کام شروع کر دیئے ہیں اور جیسے آپ لوگوں کے دشمن کو دنیا سے محبت ہے ایسے ہی آپ لوگوں کے دلوں میں بھی دنیا کی محبت آ گئی ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کی مدد صرف ان کی سچی نیت کی وجہ ہی سے کرتے ہیں اور میں نے آپ کے پاس چار آدمی بھیجے ہیں اور آپ کو بتا رہا ہوں کہ میرے علم کے مطابق ان میں سے ہر آدمی ہزار آدمیوں کے برابر ہے ہاں دنیا کی محبت جس نے دوسروں کو بدلا ہے وہ ان کو بھی بدل دے تو اور بات ہے۔ جب میرا یہ خط آپ کو ملے تو آپ لوگوں میں بیان کریں اور ان کو دشمن سے لڑنے کے لئے ابھاریں اور ان کو صبر کی اور نیت خالص کرنے کی ترغیب دیں اور ان چاروں کو سب لوگوں سے آگے رکھیں اور لوگوں سے کہیں کہ وہ سب اکٹھے مل کر ایک دم دشمن پر حملہ کریں اور یہ حملہ جمعہ کے دن زوال کے وقت کریں کیونکہ یہ ایسی گھڑی ہے جس میں رحمت نازل ہوتی ہے اور دعا قبول ہوتی ہے اور سب اللہ کے سامنے خوب گڑگڑائیں اور اس سے اپنے دشمن کے خلاف مدد مانگیں۔"

جب یہ خط حضرت عمرو کے پاس پہنچا تو حضرت عمروؓ نے لوگوں کو جمع کر کے یہ خط سنایا پھر ان چار آدمیوں کو بلا کر لوگوں کے آگے کیا اور پھر لوگوں سے کہا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھیں پھر اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے مدد مانگیں، چنانچہ ایسا کرنے سے اللہ نے ان کے لئے مصر فتح کر دیا۔[1]

حضرت عبداللہ بن جعفر اور عیاش بن عباس وغیرہ حضرات کچھ کمی بیشی کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرو بن عاصؓ کو مصر فتح کرنے میں دیر لگی تو انہوں نے مدد طلب کرنے کے لئے حضرت عمر بن خطابؓ کو خط لکھا حضرت عمرؓ نے ان کی مدد کے لئے چار ہزار آدمی بھیجے اور ہر ہزار پر ایک آدمی کو امیر بنایا اور ان کو حضرت عمر بن خطاب نے یہ خط لکھا کہ میں آپ کی مدد کے لئے چار ہزار آدمی بھیج رہا ہوں۔ ہر ہزار پر ایک ایسا آدمی مقرر کیا ہے جو ہزار کے برابر ہے وہ چار حضرات یہ ہیں حضرت زبیر بن عوام، حضرت مقداد بن اسود بن عمرو، حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت مسلمہ بن مخلدؓ اور آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کے ساتھ بارہ ہزار آدمی ہیں اور بارہ ہزار کا لشکر تعداد کی کمی کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو سکتا (کسی گناہ کی وجہ سے ہو سکتا ہے)۔[2]

حضرت عیاض اشعری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں جنگ یرموک میں شریک تھا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے لشکر کے پانچ امیر تھے، حضرت ابوعبیدہ، حضرت یزید بن ابی سفیان حضرت شرحبیل بن حسنہ، حضرت خالد بن ولید اور حضرت عیاضؓ۔ یہ حضرت عیاض دوسرے صاحب ہیں

۱۔ اخرجہ ابن عبدالحکم ۲۔ عند ابن عبدالحکم ایضا کذافی الکنز (ج ۳ ص ۱۵۱)

اس حدیث کے راوی نہیں ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جب جنگ ہو تو آپ لوگوں کے امیر حضرت ابوعبیدہؓ ہوا کریں گے پھر ہم نے حضرت عمرؓ کو مدد طلب کرنے کے لئے خط میں یہ لکھا کہ موت بڑے جوش وخروش سے ہماری طرف بڑھ رہی ہے۔ انہوں نے ہمیں جواب میں یہ لکھا کہ مدد طلب کرنے کے لئے آپ لوگوں کا خط میرے پاس آیا۔ میں آپ لوگوں کو ایسی ذات بتاتا ہوں جس کی مدد بڑی زوردار ہے اور جس کا لشکر ہر جگہ موجود ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، لہٰذا اسی سے مدد مانگو کیونکہ حضرت محمد ﷺ کی جنگِ بدر میں مدد ہوئی حالانکہ ان کی تعداد کم تھی۔[۱] احمد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جب آپ لوگوں کو میرا یہ خط ملے تو آپ لوگ ان سے جنگ کریں اور مجھ سے دوبارہ مدد طلب نہ کریں۔ راوی کہتے ہیں ہم نے ان سے جنگ کی اور انہیں خوب قتل کیا اور انہیں چار فرسخ یعنی بارہ میل تک شکست دی اور ہمیں بہت سا مالِ غنیمت ملا پھر ہم نے مشورہ کیا تو حضرت عیاضؓ نے ہمیں یہ مشورہ دیا کہ ہر مسلمان کے چھڑوانے کے بدلے دس کافر دے دیں۔ راوی کہتے ہیں حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا گھوڑا دوڑانے میں کون مجھ سے بازی لگاتا ہے؟ اس پر ایک نوجوان نے کہا اگر آپ خفا نہ ہوں تو میں۔ چنانچہ یہ نوجوان دوڑ میں حضرت ابوعبیدہؓ سے آگے نکل گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوعبیدہؓ بغیر زین کے گھوڑے پر سوار ہیں اور اس نوجوان کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور ان کے بالوں کی دونوں مینڈھیاں زور زور سے ہل رہی ہیں۔[۲]

حضرت محمد، حضرت طلحہ اور حضرت زیاد رحمۃ اللہ علیہم اپنی اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک نوجوان حضرت سعدؓ کے ساتھ مستقل لگا رکھا تھا جو کہ قاریوں میں سے تھا۔ جب حضرت سعدؓ نماز ظہر پڑھا چکے تو اس نوجوان کو حکم دیا کہ وہ سورت جہاد یعنی سورتِ انفال پڑھے اور تمام مسلمان یہ سورت سیکھے ہوئے تھے، چنانچہ لشکر کا جو حصہ قریب تھا اس نوجوان نے ان کے سامنے وہ سورت جہاد پڑھی پھر وہ سورت لشکر کے ہر دستے میں پڑھی گئی جس سے تمام لوگوں کے دلوں میں ذوق شوق بڑھ گیا اور سب نے اس کے پڑھتے ہی سکون محسوس کیا۔[۳] حضرت مسعود بن خراش کی روایت میں یہ ہے کہ لوگ سورت جہاد سیکھے ہوئے تھے اس لئے حضرت سعد نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ایک دوسرے کے سامنے اسے پڑھیں۔[۴] حضرت ابراہیم بن حارث تیمیؒ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا اور ہمیں حکم دیا کہ ہم صبح اور شام أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا

۱۔ ذکرہ فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۵) فی خلافۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ وسقط عنہ ذکر مخرجہ قلت اخرجہ احمد عن عیاض الاشعری فذکر نحوہ الاانہ قال وقال عمر اذا کان علیکم القتال

۲۔ قال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۱۳) رجالہ رجال الصحیح انتہی وقال ابن کثیر فی تفسیرہ (ج ۱ ص ۴۰۰) وھذا اسناد صحیح وقد اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ و اختارہ الحافظ الضیاء المقدسی فی کتابہ. انتہی

۳۔ اخرجہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۳ ص ۴۷) من طریق سیف

۴۔ حضرت ابن جریر ایضا من طریق سیف عن حلام.

خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا (سورت مومنین آیت ۱۱۵) پڑھا کریں، چنانچہ ہم یہ آیت پڑھتے رہے، جس سے ہم خود صحیح سالم رہے اور ہمیں مالِ غنیمت بھی ملا۔[1]

حضرت محمد، حضرت طلحہ اور حضرت زیاد رحمتہ اللہ علیہم اپنی اپنی سند سے یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ سب لوگ اپنی جگہ ٹھہرے رہیں اور ظہر کی نماز پڑھنے تک کچھ حرکت نہ کریں آپ لوگ جب ظہر پڑھ لیں گے تو میں زور سے اللہ اکبر کہوں گا اس وقت آپ لوگ بھی اللہ اکبر کہیں اور تیاری شروع کر دیں اور آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ زور سے اللہ اکبر کہنا آپ لوگوں سے پہلے کسی کو نہیں دیا گیا اور یہ آپ لوگوں کو مضبوط اور طاقتور بنانے کے لئے دیا گیا ہے پھر جب آپ لوگ دوسری مرتبہ اللہ اکبر سنیں تو آپ لوگ بھی اللہ اکبر کہیں اور اپنی تیاری مکمل کر لیں پھر جب میں تیسری مرتبہ اللہ اکبر کہوں تو آپ لوگ بھی اللہ اکبر کہیں اور آپ لوگوں میں جو گھوڑے سوار ہیں وہ میدانِ جنگ میں اترنے اور دشمن پر حملہ کرنے کے لئے پیدل ساتھیوں کا حوصلہ بڑھائیں پھر جب میں چوتھی مرتبہ اللہ اکبر کہوں تو آپ سب لوگ اکٹھے چل پڑیں اور دشمن میں گھس جائیں اور لا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ پڑھتے رہیں۔"[2]

حضرت محمد، حضرت طلحہ اور حضرت زیادؒ اپنی اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ جب قاری حضرات آیاتِ جہاد کی تلاوت سے فارغ ہو گئے تو حضرت سعدؓ نے زور سے اللہ اکبر کہا اسے سن کر ان کے قریب والوں نے اللہ اکبر کہا اس طرح ایک دوسرے سے سن کر سارے لوگوں نے اللہ اکبر کہا اس سے لوگوں میں حملہ کی تیاری کے لئے حرکت شروع ہو گئی پھر حضرت سعدؓ نے دوبارہ اللہ اکبر کہا تو لوگوں نے تیاری مکمل کر لی پھر انہوں نے تیسری مرتبہ اللہ اکبر کہا تو بہادرانِ لشکر آگے بڑھے اور انہوں نے گھمسان کی لڑائی شروع کر دی۔ آگے اور بھی حدیث ذکر کی ہے۔[3]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کے ذریعہ مدد طلب کرنا

حضرت جعفر بن عبداللہ بن حکم رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت خالد بن ولیدؓ نے جنگِ یرموک کے دن اپنی ٹوپی نہ پائی تو ساتھیوں سے فرمایا اسے تلاش کرو۔ انہوں نے تلاش کیا تو انہیں نہ ملی فرمایا اور تلاش کرو اور تلاش کیا گیا تو مل گئی۔ لوگوں نے دیکھا تو وہ بالکل پرانی ٹوپی تھی حضرت خالدؓ نے فرمایا ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا پھر بال منڈوائے لوگ آپؐ کے بالوں پر جھپٹ پڑے۔ میں نے بھی آگے بڑھ کر آپؐ کی پیشانی کے بال اٹھا لئے اور اس ٹوپی میں رکھ لئے۔ جب میں

۱۔ اخرجه ابونعیم فی المعرفته و ابن منده کذافی الکنز (ج ۲ ص ۳۲۷) قال فی الاصابة (ج ۱ ص ۱۵) لطریق ابن منده لا باس بها

۲۔ اخرجه ابن جریر فی تاریخه (ج ۳ ص ۴۷) من طریق سیف و اخرجه ایضا من طریق سیف عن عمرو بن الریان عن مصعب بن سعد مثله

۳۔ عند ابن جریر ایضا من طریق سیف

کسی لڑائی میں شریک ہوتا ہوں اور یہ ٹوپی میرے پاس ہوتی ہے تو مجھے اللہ کی غیبی نصرت ضرور نصیب ہوتی ہے۔[1]

حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت خالد بن ولیدؓ کی ٹوپی میں حضور ﷺ کے چند بال مبارک رکھے ہوئے تھے۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا جب بھی میرا کسی لشکر سے مقابلہ ہوتا ہے اور یہ ٹوپی میرے سر پر ہوتی ہے تو مجھے فتح ضرور حاصل ہوتی ہے۔[2]

فضیلت والے اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا شوق

حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم نے دن کے شروع میں جنگِ قادسیہ میں لڑائی شروع کی۔ جب ہم واپس آئے تو نماز کا وقت ہو چکا تھا اور مؤذن صاحب زخمی ہو چکے تھے، اس لئے ہر مسلمان یہ چاہنے لگا کہ اذان کی سعادت اسے ہی نصیب ہو اور اتنا تقاضا بڑھا کہ قریب تھا کہ آپس میں تلواروں سے لڑ پڑیں آخر حضرت سعدؓ نے ان میں اذان کے لئے قرعہ اندازی کی اور ایک آدمی کا نام قرعہ میں نکلا اور اس نے اذان دی۔[3]

دنیا کی زیب وزینت کو بے قیمت سمجھنا

حضرت معقل بن یسارؓ حضرت نعمان بن مقرنؓ کی امارت میں اصفہان کے فتح ہونے کے بارے میں لمبی حدیث ذکر کرتے ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت نعمانؓ لشکر لے کر اصفہان کے قریب پہنچے تو ان کے اور اصفہان کے درمیان دریا تھا۔ حضرت نعمانؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو قاصد بنا کر اصفہان بھیجنا چاہا۔ ان دنوں اصفہان میں ذوالحاجبین بادشاہ تھا اس نے آنے والے صحابی کو مرعوب کرنے کے لئے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ کیا میں اپنا دربار فوجی انداز سے سجا کر بیٹھوں یا شاہانہ شان وشوکت سے سجاؤں۔ اس کے ساتھیوں نے شاہانہ شان وشوکت کا مشورہ دیا، چنانچہ اس نے شاہی طریقہ سے اپنا دربار سجایا۔ خود شاہی تخت پر بیٹھا اور سر پر شاہی تاج رکھا اور درباری اس کے گرد دو صفیں بنا کر کھڑے ہوگئے۔ ان لوگوں نے دیباج کے ریشمی کپڑے پہن رکھے تھے ان کے کانوں میں بالیاں اور ہاتھوں میں کنگن تھے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ دربار میں آئے وہ سر جھکائے تیزی سے چل رہے تھے۔ ان کے ہاتھ میں نیزہ اور ڈھال تھی اور لوگ دو صفیں

١ـ اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٩ ص ٣٤٩) رواه الطبراني و ابويعلى بنحوه و رجالهما رجال الصحيح و جعفر سمع من جماعة من الصحابة فلا ادرى سمع من خالد ام لا انتهى واخرجه الحاكم (ج ٣ ص ٢٩٩) عن عبدالحميد بن جعفر عن ابيه مثله قال الذهبي منقطع و اخرجه ابونعيم في الدلائل (ص ١٥٩) عن عبدالحميد بن جعفر عن ابيه مثله ٢ـ ذكره في الكنز (ج ٧ ص ٣١) عن عبدالحميد بن جعفر رواه ابونعيم ٣ـ اخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ٣ ص ٧٠) من طريق سيف عن عبدالله بن شبرمة.

بنائے بادشاہ کے گرد قالین پر کھڑے تھے حضرت مغیرہؓ نیزے پر ٹیک لے کر چل رہے تھے جس سے وہ قالین پھٹ گیا۔ ایسا انہوں نے قصداً کیا تا کہ یہ ان لوگوں کے لئے بدفالی ہو۔ ذوالحاجبین نے ان سے کہا اے جماعتِ عرب! تم لوگ سخت فاقہ اور مشقت میں مبتلا ہو، اس لئے اپنے ملک سے نکل کر ہمارے ہاں آ گئے ہو۔ اگر تم چاہو تو ہم تمہیں غلہ دے دیتے ہیں، اسے لے کر تم اپنے ملک واپس چلے جاؤ پھر حضرت مغیرہؓ نے گفتگو شروع فرمائی۔ پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا ہم عرب لوگ واقعی بہت برے تھے مردار جانور کھایا کرتے تھے اور بڑے کمزور تھے تمام لوگوں کا ہم پر زور چلتا تھا۔ ہمارا کسی پر نہیں چلتا تھا پھر اللہ نے ہم میں ایک رسول بھیجا جو ہمارے شریف خاندان کا تھا جس کا حسب ہم میں سب سے اعلیٰ تھا جس کی بات سب سے زیادہ سچی تھی انہوں نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ یہ جگہ فتح ہو کر ہمیں ملے گی اور اب تک ہم ان کے تمام وعدوں کو سچا پاچکے ہیں اور میں یہاں بڑے شاندار کپڑے اور قیمتی سامان دیکھ رہا ہوں مجھے یقین ہے کہ میرے ساتھی انہیں لئے بغیر یہاں سے نہیں جائیں گے۔ آگے اور بھی حدیث ہے۔[1]

حضرت محمد، حضرت طلحہ، حضرت عمرو اور حضرت زیاد رحمۃ اللہ علیہم اپنی اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعدؓ نے آدمی بھیج کر حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور صحابہ کی ایک جماعت کو بلایا اور فرمایا میں آپ لوگوں کو ان لوگوں (رستم وغیرہ) کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں اس بارے میں آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ ان سب حضرات نے کہا آپ جو حکم فرمائیں گے ہم تابعدار ہیں اور اس پر پکے رہیں گے (یعنی ہم جانے کے لئے تیار ہیں) اور وہاں جا کر جب کوئی ایسا مسئلہ پیش ہوگا جس میں آپ کی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں ہوا ہوگا تو ہم اس چیز کے بارے میں غور کریں گے جو زیادہ مناسب اور لوگوں کے لئے زیادہ مفید ہے اور جو سمجھ میں آئے گا وہ ہم ان لوگوں کو بتائیں گے۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا عقلمند تجربہ کار لوگ ایسے ہی کیا کرتے ہیں اب آپ لوگ جائیں اور جانے کی تیاری کریں۔ حضرت ربعی بن عامرؓ نے کہا عجمی لوگوں کے اپنے طور طریقے اور آداب ہیں۔ جب ہم ان کے پاس جائیں گے تو وہ سمجھیں گے کہ ہم نے ان کا بڑا اہتمام کیا ہے لہٰذا آپ ان کے پاس ایک سے زیادہ آدمی نہ بھیجیں۔ باقی تمام حضرات نے بھی اس بات میں حضرت ربعیؓ کی تائید کی۔ اس کے بعد حضرت ربعیؓ نے کہا آپ سب مجھے بھیج دیں اس پر حضرت سعدؓ نے انہیں بھیجنے کا فیصلہ کر دیا، چنانچہ حضرت ربعیؓ رستم کے لشکر گاہ میں اس سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے۔ پل پر جو سپاہی مقرر تھے انہوں نے حضرت ربعیؓ کو روک لیا اور ان کے آنے کی اطلاع دینے کے لئے آدمی رستم کے پاس بھیجا۔ رستم نے فارس کے بڑے بڑے سرداروں سے مشورہ کیا اور یہ سوال کیا کہ

---

[1] اخرجه الحاكم (ج ٣ ص ٢٩٣) و اخرجه الطبراني عن معقل نحوه بطوله قال الهيثمي (ج ٦ ص ٢١٧) رجاله رجال الصحيح غير علقمة بن عبدالله المزني و هو ثقة.

ہم کیا صرف اپنی تعداد کے زیادہ ہونے پر فخر کریں یا شاہی اور قیمتی سامان دکھا کر عربوں کا بے حیثیت ہونا ظاہر کریں اور اس طرح انہیں مرعوب کریں۔ سب کا اسی پر اتفاق ہوا کہ شاہی اور قیمتی سامان کا مظاہرہ کیا جائے چنانچہ خزانے سے نکال کر انہوں نے زیب و زینت کا سارا سامان سجا ڈالا اور ہر طرف قیمتی گدے، بچھونے اور قالین بچھا دیئے اور خزانے میں کوئی چیز نہ رہنے دی۔ رستم کے لئے سونے کا تخت رکھا گیا اسے بیش قیمت شاندار کپڑے پہنائے گئے اور قیمتی قالین بچھائے گئے اور ایسے تکیے رکھے گئے جو سونے کی تاروں سے بنے ہوئے تھے (حضرت ربعیؓ کو پل کے سپاہیوں نے آگے جانے کی اجازت دے دی تو) حضرت ربعیؓ اپنے گھوڑے پر چل پڑے گھوڑے کے بال زیادہ اور قد چھوٹا تھا۔ ان کے پاس ایک چمکدار تلوار تھی اور اسے پرانے کپڑے میں لپیٹا ہوا تھا اور ان کے نیزے پر چمڑے کے تسمے بندھے ہوئے تھے اور ان کے پاس گائے کی کھال کی بنی ہوئی ڈھال تھی جس پر روٹی کے مانند گول سرخ چمڑا لگا ہوا تھا اور ان کے ساتھ ان کی کمان اور تیر بھی تھے۔ جب اس شاہی دربار کے قریب پہنچے اور سب سے پہلا بچھا ہوا قالین آ گیا تو ان لوگوں نے ان سے کہا کہ نیچے اتر جائیں لیکن یہ اپنے گھوڑے کو اس قالین پر لے گئے۔ جب وہ پوری طرح قالین پر چڑھ گیا تب یہ اس سے نیچے اترے اور پھر دو تکیوں کو لے کر انہیں پھاڑا اور گھوڑے کی لگام کی رسی اس میں سے گزار کر گھوڑے کو اس سے باندھ دیا وہ لوگ انہیں ایسا کرنے سے نہ روک سکے حضرت ربعیؓ دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ یہ لوگ اپنا شاہی ٹھاٹھ باٹھ دکھا کر ہمیں مرعوب کرنا چاہتے ہیں، اس لئے انہوں نے یہ کام قصداً کیا تا کہ ان لوگوں کو پتہ چلے کہ انہوں نے اس سب کچھ سے کوئی اثر نہیں لیا اور انہوں نے زرہ پہنی ہوئی تھی جو حوض کی طرح لمبی چوڑی تھی اور اونٹ کے گدے کو بیچ میں سے کاٹ کر بطور قبا کے اسے پہن رکھا تھا اور سن کی رسی سے اسے درمیان سے باندھ رکھا تھا اور یہ عربوں میں سب سے زیادہ بالوں والے تھے انہوں نے اونٹ کے چمڑے والی لگام سے اپنے بالوں کو باندھا ہوا تھا اور ان کے سر کے بالوں کی چار مینڈھیاں تھیں جو پہاڑی بکرے کے سینگوں کی طرح کھڑی ہوئی تھیں۔ ان لوگوں نے کہا آپ اپنے ہتھیار اتار کر یہاں رکھ دیں۔ انہوں نے کہا میں آپ لوگوں کے پاس خود نہیں آیا ہوں جو میں آپ کے کہنے پر اپنے ہتھیار اتار دوں آپ لوگوں نے مجھے بلایا ہے جیسے میں چاہتا ہوں ویسے مجھے آنے دیتے ہیں، پھر تو ٹھیک ہے ورنہ، میں واپس چلا جاتا ہوں۔ ان لوگوں نے رستم کو بتایا رستم نے کہا اسے ایسے ہی آنے دو وہ ایک ہی تو آدمی ہے ان کے نیزے کے آگے نوکدار تیز پھل لگا ہوا تھا وہ چھوٹے چھوٹے قدم رکھ کر اس نیزے پر ٹیک لگا کر چلنے لگے اور وہ یوں قالینوں اور بچھونوں میں سوراخ کرتے جا رہے تھے اور اس طرح انہوں نے ان کے تمام قالین پھاڑ دیئے اور خراب کر دیئے جب یہ رستم کے قریب پہنچے تو پہرے داروں نے انہیں گھیرے میں لے لیا اور یہ بچھونے

میں نیزہ گاڑ کر خود زمین پر بیٹھ گئے اور ان لوگوں نے کہا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا ہم تمہاری زینت کے اس سامان پر بیٹھنا نہیں چاہتے۔ پھر رستم نے ان سے بات شروع کی اور کہا آپ لوگ ملک عرب سے کیوں آئے ہیں؟ فرمایا اللہ نے ہمیں بھیجا ہے اور وہی ہمیں یہاں اس لئے لے کر آیا ہے تاکہ ہم جسے وہ چاہے اسے بندوں کی عبادت سے نکال کر اللہ کی عبادت کی طرف اور دنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا کی وسعت کی طرف اور ظلم والے ادیان سے نکال کر عدل والے دین اسلام کی طرف لے آئیں۔ اس کے بعد آگے ویسی حدیث ذکر کی ہے جیسے حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں صحابہؓ کے دعوت دینے کے باب میں گزر چکی ہے۔ آگے حدیث میں یہ ہے کہ رستم نے اپنی قوم کے سرداروں سے کہا تمہارا ناس ہو کپڑوں کو مت دیکھو سمجھداری، گفتگو اور سیرت کو دیکھو۔ عرب کے لوگ کپڑے اور کھانے کا خاص اہتمام نہیں کرتے ہاں خاندانی صفات کی بڑی حفاظت کرتے ہیں۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ پھر وہ لوگ حضرت ربعیؓ کے ہتھیاروں پر اعتراض کرنے لگے اور ان کے ہتھیاروں کو معمولی اور گھٹیا بتانے لگے اس پر انہوں نے ان سے کہا تم اپنی جنگی مہارت مجھے دکھاؤ میں اپنی تمہیں دکھاتا ہوں۔ یہ کہہ کر چیتھڑے میں سے اپنی تلوار باہر نکالی تو وہ آگ کے شعلے کی طرح چمک رہی تھی۔ ان لوگوں نے کہا بس کریں اور اسے نیام میں رکھ لیں، چنانچہ انہوں نے اسے نیام میں رکھ لیا پھر حضرت ربعیؓ نے ان کی ڈھال پر تیر مارا تو وہ پھٹ گئی اور ان لوگوں نے حضرت ربعیؓ کی ڈھال پر تیر مارا تو وہ نہ پھٹی بلکہ صحیح سالم رہی پھر فرمایا اے فارس والو! تم لوگوں نے کھانے پینے اور لباس کو بڑا کام بنا رکھا ہے ہم انہیں چھوٹے کام سمجھتے ہیں۔ پھر حضرت ربعیؓ انہیں غور کرنے کے لئے (تین دن کی) مہلت دے کر واپس چلے گئے۔ اگلے دن رستم نے پیغام بھیجا کہ اسی آدمی کو پھر بھیج دیں اس پر حضرت سعدؓ نے حضرت حذیفہ بن محصنؓ کو بھیجا وہ بھی حضرت ربعیؓ کی طرح معمولی کپڑوں میں اور سیدھی سادی حالت میں چلے۔ جب پہلے قالین کے پاس پہنچے تو وہاں والوں نے کہا اب آپ سواری سے نیچے اتر جائیں۔ انہوں نے فرمایا میں تب اترتا اگر میں اپنی ضرورت کے لئے آتا۔ تم جا کر اپنے بادشاہ سے پوچھو کہ میں اس کی ضرورت کی وجہ سے آیا ہوں یا اپنی ضرورت کی وجہ سے۔ اگر وہ کہے میں اپنی ضرورت کی وجہ سے آیا ہوں تو بالکل غلط کہتا ہے میں تمہیں چھوڑ کر واپس چلا جاؤں گا اور اگر وہ کہے میں اس کی ضرورت کی وجہ سے آیا ہوں تو پھر تم لوگوں کے پاس ویسے آؤں گا جیسے چاہوں گا اس پر رستم نے کہا اسے اپنے حال پر چھوڑ دو جیسے آتا ہے آنے دو، چنانچہ حضرت حذیفہؓ وہاں سے آگے چلے اور رستم کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔ رستم اپنے تخت پر بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا نیچے اتر جائیں۔ حضرت حذیفہؓ نے کہا میں نہیں اتروں گا۔ جب انہوں نے اترنے سے انکار کر دیا تو رستم نے ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے آج آپ آئے ہیں ہمارے کل والے ساتھی نہیں آئے؟ حضرت حذیفہؓ نے

کہا ہمارے امیر سختی نرمی ہر حال میں ہمارے درمیان برابری کرنا چاہتے ہیں۔ کل وہ آئے تھے، آج میری باری ہے۔ رستم نے کہا آپ لوگ کیوں آئے ہیں؟ فرمایا اللہ نے ہمیں اپنا دین عطا فرما کر ہم پہ بڑا احسان فرمایا، ہمیں اپنی نشانیاں دکھائیں یہاں تک کہ ہم نے اسے پہچان لیا حالانکہ ہم اس سے پہلے اسے بالکل نہیں جانتے تھے پھر اللہ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تمام لوگوں کو تین باتوں میں سے ایک بات کی دعوت دیں۔ ان باتوں میں سے جسے بھی وہ مان لیں گے اسے ہم قبول کر لیں گے۔ پہلی بات یہ ہے کہ اسلام لے آؤ اگر اسلام لے آؤ گے تو ہم تمہیں چھوڑ کر واپس چلے جائیں گے دوسری بات یہ ہے کہ اگر اسلام نہیں لاتے تو پھر جزیہ ادا کرو اگر جزیہ ادا کرو گے اور تمہیں ضرورت پڑی تو ہم تمہاری دشمن سے حفاظت کریں گے۔ تیسری بات یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں منظور نہ ہوں تو پھر لڑائی اور مقابلہ۔ رستم نے کہا کیا چند دن تک کے لئے صلح ہو سکتی ہے؟ فرمایا ہاں تین دن تک کے لئے ہو سکتی ہے لیکن وہ تین دن کل گزشتہ سے شمار ہوں گے۔ جب رستم نے حضرت حذیفہؓ سے بھی وہی جواب پایا جو حضرت ربعیؓ سے سنا تھا تو اس نے حضرت حذیفہؓ کو واپس کر دیا اور اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا تمہیں میری رائے سمجھ میں کیوں نہیں آ رہی؟ کل ہمارے پاس پہلا آدمی آیا وہ ہم پر غالب آ گیا اور ہمارے قالین پر نہ بیٹھا (بلکہ ہمارے انتظامات چھوڑ کر) ہماری زمین پر بیٹھ گیا اور اس نے اپنا گھوڑا ہماری زینت کے سامان کے اوپر کھڑا کیا اور ہم نے زینت کے لئے جو تکیے رکھے تھے ان کے ساتھ اپنا گھوڑا باندھ دیا اسے اچھی فال لینے کا موقع مل گیا کیونکہ وہ ہماری زمین کو بھی اپنے ساتھیوں کے پاس لے گیا اور زمین میں جو کچھ تھا اسے بھی لے گیا ان تمام باتوں کے باوجود وہ عقلمند بھی بہت تھا۔ آج یہ دوسرا آدمی ہمارے پاس آیا تو یہ آ کر ہمارے سر پر کھڑا ہو گیا یہ بھی اچھی فال لے کر گیا ہے یہ تو ہمیں نکال کر ہماری زمین پر قبضہ کر لے گا (رستم کے ساتھیوں نے رستم کی باتوں کا سخت جواب دیا) اور ان میں بات چیت اتنی بڑھی کہ رستم کو بھی غصہ آ گیا اور اس کے ساتھیوں کو بھی۔ اگلے دن رستم نے پیغام بھیجا کہ ہمارے پاس ایک آدمی بھیجو، چنانچہ مسلمانوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو بھیجا[1] حضرت ابو عثمان نہدیؒ کہتے ہیں جب حضرت مغیرہؓ پل پر پہنچے اور پل پار کر کے فارس والوں کے پاس جانا چاہا تو انہیں پہرے داروں نے روکا اور رستم سے ان کے بارے میں اجازت طلب کی اور انہوں نے صحابہ کرامؓ کو مرعوب کرنے کے لئے جو شاہی انتظامات کر رکھے تھے وہ سارے اسی طرح سے تھے۔ انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی تھی۔ ان لوگوں نے تاج اور قیمتی کپڑے جو کہ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تھے پہنے ہوئے تھے اور تیر پھینکنے سے تیر جتنی دور جاتا ہے اتنی دور تک قالین بچھائے ہوئے تھے ان پر چل کر ہی آدمی ان کے بادشاہ تک پہنچ سکتا تھا۔ بہر حال رستم کے اجازت

[1] اخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ٣ ص ٣٣) من طريق سيف

دینے پر حضرت مغیرہؓ وہاں سے آگے چلے ان کے سر کے بالوں کی چار مینڈھیاں بنی ہوئی تھیں۔ وہ چلتے چلتے جاکر رستم کے ساتھ اس کے تخت اور گدے پر بیٹھ گئے اور اس پر وہ سب لوگ حضرت مغیرہؓ پر جھپٹے اور بڑبڑائے اور جھنجھوڑ کر انہیں تخت سے نیچے اتار دیا۔ حضرت مغیرہؓ نے فرمایا ہمیں تو یہ خبر پہنچی تھی کہ آپ لوگ بڑے سمجھدار ہیں لیکن میں نے آپ لوگوں سے زیادہ بے وقوف قوم کوئی نہیں دیکھی۔ ہم تمام عرب لوگ آپس میں برابر ہیں۔ ہم میں سے کوئی کسی کو اپنا غلام نہیں بناتا ہاں کسی سے جنگ ہو تو پھر اور بات ہے۔ میرا خیال تھا کہ آپ لوگ بھی آپس میں ہماری طرح رہتے ہوں گے اور آپ لوگوں نے جو کچھ کیا اس سے اچھا تو یہ تھا کہ مجھے پہلے ہی بتا دیتے کہ آپ لوگ آپس میں برابر کے نہیں بلکہ ایک دوسرے کے رب ہیں اگر رستم کے ساتھ بیٹھنا آپ لوگوں کے خیال میں ٹھیک نہیں ہے تو آئندہ ہم ایسا نہیں کریں گے۔ آپ لوگوں کے پاس میں خود نہیں آیا ہوں۔ آپ لوگوں نے بلایا تو میں آیا ہوں۔ آج مجھے پتہ چلا کہ تمہارا نظام ڈھیلا پڑ چکا ہے اور تم لوگ مغلوب ہونے والے ہو اور اس طور طریقہ پر اور اس سمجھ پر ملک باقی نہیں رہ سکتا۔ یہ باتیں سن کر عام لوگ کہنے لگے اللہ کی قسم! یہ عربی بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے ان کے چودھری کہنے لگے اللہ کی قسم! اس نے تو ایسی بات کہی ہے کہ ہمارے غلام ہمیں ہمیشہ اس کی طرف کھینچتے رہیں گے۔ اللہ ہمارے پہلوں کو غارت کرے کس قدر احمق تھے کہ ان عربوں کی بات کو معمولی سمجھتے رہے (آج یہ اتنے زوروں پر آگئے ہیں انہیں چاہئے تھا کہ ان عربوں کو شروع میں ہی کچل دیتے) اس کے بعد راوی نے باقی حدیث ذکر کی ہے جس میں رستم کے سوالات اور حضرت مغیرہؓ کے جوابات کا ذکر ہے۔[1]

دشمن کی تعداد اور ان کے سامان کے زیادہ ہونے کی طرف توجہ نہ کرنا

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں میں غزوۂ موتہ میں شریک ہوا۔ جب مشرکین ہمارے قریب پہنچے تو ہمیں بہت زیادہ سامان، ہتھیار، گھوڑے، ریشمی کپڑے اور سونا نظر آیا اور یہ سب کچھ اتنا زیادہ تھا کہ اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا تھا اسے دیکھ کر میری تو آنکھیں چندھیا گئیں مجھے یوں متاثر ہوتا ہوا دیکھ کر حضرت ثابت بن اقرمؓ نے فرمایا اے ابوہریرہ! ایسے نظر آرہا ہے کہ تم بہت زیادہ لشکر دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں! انہوں نے فرمایا تم ہمارے ساتھ غزوۂ بدر میں نہیں تھے تعداد یا سامان کی کثرت کی وجہ سے ہماری مدد نہیں ہوئی تھی۔[2]

---

[1] اخرجه ابن جرير (ج ۴ ص ۱۰۶) من طريق سيف

[2] اخرجه البيهقي من طريق الواقدي كذا في البداية (ج ۴ ص ۲۴۳) وذكره في الاصابة (ج ۱ ص ۱۹۰) عن الواقدي مختصرا على قول ثابت

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو یہ خط لکھا:
''سلام علیک! امابعد! آپ کا خط میرے پاس آیا جس میں آپ نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ رومیوں نے بہت زیادہ لشکر جمع کر لئے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے ساتھ ہماری مدد سامان یا لشکر کی کثرت کی وجہ سے نہیں کی تھی ہم حضورؐ کے ساتھ غزوات میں جایا کرتے تھے اور ہمارے پاس صرف دو گھوڑے ہوتے تھے اور اونٹ بھی ضرورت سے کم ہوتے تھے، اس لئے ان پر باری باری سوار ہوتے تھے اور جنگِ احد کے دن ہم حضورؐ کے ساتھ تھے اور ہمارے پاس صرف ایک گھوڑا تھا جس پر حضورؐ سوار تھے۔ اس بے سروسامانی میں اللہ تعالیٰ مخالفوں کے خلاف ہماری مدد کرتے تھے۔ اے عمرو! آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ کی سب سے زیادہ ماننے والا ہے جو گناہوں اور معاصی سے سب سے زیادہ نفرت کرنے والا ہے، لہٰذا آپ اللہ کی اطاعت کرو اور اپنے ساتھیوں کو اس کی اطاعت کا حکم کرو''۔[1]

حضرت عبادہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضرت خالدؓ سے کہا رومی کتنے زیادہ ہیں اور مسلمان کتنے کم ہیں حضرت خالدؓ نے فرمایا نہیں رومی کتنے کم ہیں اور مسلمان کتنے زیادہ ہیں۔ لشکر کا کم زیادہ ہونا آدمیوں کی تعداد سے نہیں ہوتا بلکہ جس لشکر کو اللہ کی مدد حاصل ہو وہ زیادہ ہے اور جو اللہ کی مدد سے محروم ہو وہ کم ہے (میں عراق سے شام تک کا سفر بڑی تیزی سے کر کے آیا ہوں، اس لئے) زیادہ چلنے کی وجہ سے میرے گھوڑے اشقر کے کھر گھس گئے ہیں اور اس کے کھروں میں درد ہو رہا ہے۔ کاش کہ میرا گھوڑا ٹھیک ہوتا اور ان رومیوں کی تعداد دگنی ہوتی تو پھر مزہ آتا۔[2]

صحابہ کرامؓ کے غالب آنے کے بارے میں دشمنوں نے کیا کہا

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنا دیا اور عرب کے بہت سے لوگ مرتد ہو کر اسلام سے خارج ہو گئے تو حضرت ابوبکرؓ مقابلہ کے لئے مدینہ سے چلے۔ جب بقیع کی طرف ایک پانی پر پہنچے تو انہیں مدینہ کے بارے میں خطرہ محسوس ہوا، اس لئے حضرت ابوبکرؓ مدینہ واپس آ گئے (اور دوسروں کو بھیجنے کا ارادہ کیا) اور حضرت خالد بن ولید بن مغیرہ سیف اللہؓ کو امیر مقرر فرما کر لوگوں کو ان کے ساتھ جانے کی دعوت دی اور حضرت خالدؓ کو حکم دیا کہ وہ قبیلہ مضر کے علاقہ میں جائیں اور وہاں جتنے لوگ مرتد ہو چکے ہیں ان سے جنگ کریں پھر وہاں

۱؎ اخرجه الطيالسي من طريق الواقدي كذافي الكنز (ج ۳ ص ۱۳۵) و اخرجه الطبراني في الاوسط عن عبدالله بن عمرو بن العاص نحوه قال الهيثمي (ج ۶ ص ۱۱۷) وفيه الشاذ كوفي والواقدي وكلاهما ضعيف. انتهى ۲؎ اخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ۲ ص ۵۹۴)

سے یمامہ جا کر مسیلمہ کذاب سے جنگ کریں، چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ وہاں سے لشکر لے کر چلے اور پہلے طلیحہ کذاب اسدی سے جنگ کی اللہ نے طلیحہ کو شکست دی عیینہ بن حصن بن حذیفہ فزاری بھی طلیحہ کذاب کے پیچھے لگ گیا تھا۔ جب طلیحہ نے دیکھا کہ اس کے ساتھیوں کو بہت زیادہ شکست ہو رہی ہے تو اس نے کہا تمہارا ناس ہو کہ ہمیں شکست کیوں ہو جاتی ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم میں سے ہر آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کا ساتھی اس سے پہلے مر جائے اور ہمارا مقابلہ ایسے لوگوں سے ہے جن میں سے ہر آدمی اپنے ساتھی سے پہلے مرنا چاہتا ہے طلیحہ لڑنے میں سخت حملہ آور تھا، چنانچہ اس نے حضرت عکاشہ بن محصن اور حضرت ابن آقرم رضی اللہ عنہما کو شہید کیا جب طلیحہ نے حق کو غالب آتے دیکھا تو پہلے تو پیدل بھاگا پھر بعد میں اسلام لے آیا اور عمرہ کا احرام باندھا اس کے بعد باقی حدیث ذکر کی۔[1]

حضرت عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں مسلمانوں کا ایک لشکر روانہ ہوا میں ان کا امیر تھا چلتے چلتے ہم اسکندریہ پہنچے تو وہاں کے بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ اپنا ایک آدمی میرے پاس بھیجو تاکہ میں اس سے بات کروں اور وہ مجھ سے بات کرے۔ میں نے ساتھیوں سے کہا میں خود ہی اس کے پاس جاؤں گا، چنانچہ میں ترجمان لے کر گیا اس کے پاس آدمی بھی ترجمان تھا۔ ہمارے لئے دو منبر رکھے گئے اس نے پوچھا آپ لوگ کون ہیں؟ میں نے کہا ہم عرب ہیں۔ ہمارے ہاں کانٹے دار درخت اور کیکر ہوتے ہیں (کھیتیاں اور باغات نہیں ہوتے) البتہ ہمارے ہاں بیت اللہ ہے۔ ہمارا علاقہ سب سے زیادہ تنگ تھا اور ہمارے معاشی حالات سب سے زیادہ سخت تھے۔ ہم مردار کھا لیتے تھے اور ایک دوسرے کا مال لوٹ لیتے تھے غرضیکہ ہماری زندگی سب سے زیادہ بری تھی پھر ایک آدمی ہمارے اندر ظاہر ہوا جو ہمارا سب سے بڑا سردار نہیں تھا اور ہم میں سب سے زیادہ مالدار نہیں تھا اس نے کہا میں اللہ کا رسول ہوں وہ ہمیں ان کاموں کا حکم کرتے ہیں جنہیں ہم جانتے نہیں تھے اور جن کاموں پر ہم اور ہمارے آباء و اجداد پڑے ہوئے تھے ان سے ہمیں روکتے تھے ہم نے ان کی مخالفت کی اور انہیں جھٹلایا اور ان کی بات کو رد کر دیا یہاں تک کہ ان کے پاس دوسری قوم کے لوگ آئے اور انہوں نے کہا ہم آپ کی تصدیق کرتے ہیں، آپ پر ایمان لاتے ہیں، آپ کا اتباع کرتے ہیں اور جو آپ سے جنگ کرے گا ہم اس سے جنگ کریں گے وہ ہمیں چھوڑ کر ان کے پاس چلے گئے ہم نے وہاں جا کر ان سے کئی مرتبہ جنگ کی۔ انہوں نے ہمارے بہت سے آدمی قتل کر دیئے اور ہم پر غالب آ گئے پھر وہ آس پاس کے عربوں کی طرف متوجہ ہوئے اور جنگ کر کے ان پر بھی غالب آ گئے اب جو لوگ میرے پیچھے ہیں اگر ان کو آپ لوگوں کی عیش و عشرت کا پتہ چل جائے تو وہ سب آ کر اس عیش و عشرت میں آپ کے شریک

[1] اخرجه البيهقي (ج ٨ ص ١٧٥)

ہو جائیں۔ یہ بات سن کر وہ بادشاہ ہنسا اور اس نے کہا آپ کے رسول نے سچ کہا ہے اور ہمارے پاس ہمارے رسول بھی وہی چیزیں لاتے رہے ہیں جو آپ کے رسول آپ کے پاس لائے ہیں۔ ہم ان رسولوں کی باتوں پر عمل کرتے رہے پھر ہم میں کچھ بادشاہ ظاہر ہوئے جو ان نبیوں کی باتوں کو چھوڑ کر ہمیں اپنی خواہشات پر چلاتے رہے۔ اگر آپ لوگ اپنے نبی کی بات کو مضبوطی سے پکڑے رہیں گے تو جو بھی آپ لوگوں سے لڑے گا آپ لوگ اس پر ضرور غالب آجائیں گے اور جو بھی آپ لوگوں کی طرف ہاتھ بڑھائے گا آپ لوگ اس پر ضرور حاوی ہو جائیں گے۔ پھر جب آپ لوگ اس طرح کریں گے جس طرح ہم نے کیا اور نبیوں کی بات چھوڑ کر ہمارے بادشاہوں کی طرح خواہشات پر عمل کریں گے تو پھر آپ اور ہم برابر ہو جائیں گے یعنی آپ لوگ بھی ہماری طرح اللہ کی مدد سے محروم ہو جائیں گے پھر نہ آپ کی تعداد ہم سے زیادہ ہوگی اور نہ طاقت (لہٰذا ہم آپ پر غالب آئیں گے) حضرت عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں میں نے کبھی کسی ایسے آدمی سے بات نہیں کی جو اس سے زیادہ نصیحت کرنے والا ہو۔[1]

حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ کے صحابہؓ کے سامنے دشمن مقابلہ کے وقت اتنی دیر بھی نہیں ٹھہر پاتا تھا جتنا وقفہ اونٹنی کے دو مرتبہ دودھ نکالنے کے درمیان ہوتا ہے۔ (اونٹنی کے دودھ نکالنے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اس کا دودھ اوپر چڑھا ہوا ہوتا ہے تھنوں میں کم ہوتا ہے۔ پہلے اونٹنی کے بچے کو دودھ پینے کے لئے لایا جاتا ہے وہ دودھ پیتا ہے تو دودھ نیچے اتر آتا ہے بچے کو ہٹا کر آدمی دودھ نکالنے لگتا ہے تو اونٹنی اپنا دودھ اوپر چڑھا لیتی ہے، اس لئے دوبارہ بچہ لایا جاتا ہے وہ پینے لگتا ہے تو دودھ پھر نیچے اتر آتا ہے تو بچے کو ہٹا کر دوبارہ نکالا جاتا ہے۔ اس طرح ایک وقت میں اونٹنی کا سارا دودھ دو دفعہ نکالنے سے حاصل ہوتا ہے تو ان دو دفعہ دودھ نکالنے کا درمیانی وقفہ چند منٹ کا ہوتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ جب اونٹنی کا دودھ نکالتے ہیں اس وقت وہ کھڑی ہوتی ہے تو نکالنے والا ایک ٹانگ پر کھڑا ہوتا ہے اور دوسری ٹانگ اٹھا کر اپنا پاؤں پہلی ٹانگ کے گھٹنے پر رکھ لیتا ہے اور اس دوسری ٹانگ کے گھٹنے اور ران پر برتن رکھ کر اس میں دودھ نکالتا ہے اس طرح نکالنے والا تھک جاتا ہے اور ایک ٹانگ پر کھڑے ہونے کی وجہ سے گرنے والا ہو جاتا ہے تو وہ برتن نیچے رکھ کر اور دونوں ٹانگیں سیدھی زمین پر ٹکا کر کچھ دیر آرام کرتا ہے پھر اس طرح ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر دوبارہ دودھ نکالتا ہے تو یہ آرام کا درمیانی وقفہ یہاں مراد ہے (یہ وقفہ بھی چند منٹ کا ہوتا ہے) روم کا بادشاہ ہرقل انطاکیہ میں قیام پذیر تھا

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٦ ص ٢١٨) وفيه عمرو بن علقمه وهو حسن الحديث وبقية رجاله ثقات انتهى و اخرجه ابويعلي عن علقمه بن وقاص قال قال عمرو بن العاص فذكر نحوه قال الهيثمي (ج ٨ ص ٢٣٨) رجاله رجال الصحيح غير عمرو بن علقمة وهو ثقة. انتهى

جب رومی فوج مسلمانوں سے شکست کھا کر وہاں پہنچی تو اس نے فوج سے کہا تمہارا ناس ہو! تم مجھے ان لوگوں کے بارے میں بتاؤ جو تم سے جنگ کر رہے ہیں کیا یہ تمہارے جیسے انسان نہیں ہیں؟ ان سب جرنیلوں نے کہا ہیں۔ ہرقل نے کہا تمہاری تعداد زیادہ ہے یا ان کی؟ انہوں نے کہا نہیں۔ ہر معرکہ میں ہماری تعداد ان سے کئی گنا زیادہ تھی ہرقل نے کہا پھر کیا بات ہے تمہیں شکست کیوں ہو جاتی ہے؟ اس پر ایک بوڑھے جرنیل نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ رات کو عبادت کرتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں اور معاہدہ کو پورا کرتے ہیں اور نیکی کا حکم کرتے ہیں برائی سے روکتے ہیں اور آپس میں انصاف کرتے ہیں اور اس کے برعکس ہم لوگ شراب پیتے ہیں، زنا کرتے ہیں، ہر حرام کا ارتکاب کرتے ہیں، معاہدہ توڑ دیتے ہیں ایک دوسرے کا مال چھین لیتے ہیں اور ظلم کرتے ہیں اور ان کاموں کا حکم کرتے ہیں جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے اور جن کاموں سے اللہ راضی ہوتا ہے ان سے ہم روکتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ ہرقل نے کہا تم نے مجھ سے سچی بات کہی ہے[1]

یحییٰ بن غسانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی قوم کے دو آدمیوں سے نقل کرتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے اردن کے کنارے پر پڑاؤ ڈالا تو ہم نے آپس میں کہا دمشق کا عنقریب محاصرہ ہونے والا ہے، اس لئے ہم دمشق گئے تاکہ محاصرہ شروع ہونے سے پہلے ہی وہاں سے خرید و فروخت کر لیں، ہم ابھی دمشق میں تھے کہ دمشق کے کمانڈر نے ہمارے پاس بلانے کے لئے قاصد بھیج دیا ہم اس کے پاس گئے اس نے کہا کیا تم دونوں عرب ہو؟ ہم نے کہا جی ہاں! اس نے کہا کیا تمہارا مذہب نصرانیت ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں اس نے کہا ہم دونوں میں سے ایک جا کر ان مسلمانوں کے حالات معلوم کر کے آئے دوسرا اس کے سامان کے پاس ٹھہر جائے چنانچہ ہم دونوں میں سے ایک گیا اور مسلمانوں میں کچھ دیر ٹھہر کر واپس آیا اور اس نے کہا میں ایسے لوگوں کے پاس سے آ رہا ہوں جو دبلے پتلے ہیں، عمدہ اور اصیل گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں، رات کے عبادت گزار اور دن کے شہسوار ہیں، تیر میں پر لگاتے ہیں، اسے تراشتے ہیں، نیزے کو بالکل سیدھا کرتے ہیں، وہ اتنی اونچی آواز سے قرآن پڑھتے ہیں اور اللہ کا ذکر کرتے ہیں کہ اگر آپ ان میں بیٹھ کر اپنے ہم نشین سے کوئی بات کریں تو شور کی وجہ سے آپ کی بات کو سمجھ نہیں سکے گا اس پر دمشق کے کمانڈر نے اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا مسلمانوں کے ان حالات کے معلوم ہو جانے کے بعد اب تم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے[2]

۱۔ اخرجه احمد بن مروان المالکی فی المجالسته کذافی البدایة (ج ۷ ص ۱۵) و اخرجه ابن عساکر (ج ۱ ص ۱۴۳) عن ابن اسحق بنحوه.

۲۔ قال الولید بن مسلم اخبرنی من سمع یحییٰ بن الغسانی یحدث عن رجلین من قومه کذافی البدایة (ج ۷ ص ۱۵) و اخرجه ابن عساکر (ج ۱ ص ۱۴۳) عن یحیی بن یحیی الغسانی بنحوه وفی روایة مشاق بدل عتاق ویقومون القنا بدل یثقفون

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں (جب جنگِ یرموک کے دن) دونوں لشکر ایک دوسرے کے قریب ہو گئے تو) (رومی جرنیل) قبقلار نے جاسوسی کے لئے ایک عربی آدمی بھیجا اور اس سے کہا ان لوگوں میں داخل ہو جاؤ اور ان میں ایک دن اور ایک رات رہو اور پھر آ کر مجھے ان کے حالات بتاؤ۔ حضرت عروہؓ کہتے ہیں مجھے بتایا گیا کہ یہ عربی آدمی قبیلہ قضاعہ کی شاخ تزید بن حیدان میں سے تھا جسے ابن ہزارف کہا جاتا تھا، چنانچہ وہ مسلمانوں میں داخل ہو گیا اور عربی ہونے کی وجہ سے اجنبی معلوم نہیں ہو رہا تھا اور ایک دن ایک رات ان میں رہا پھر قبقلار کے پاس واپس آیا تو قبقلار نے اس سے پوچھا تم نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا یہ لوگ رات کو عبادت کرتے ہیں اور دن گھوڑوں کی پشتوں پر گزارتے ہیں۔ اگر ان کے بادشاہ کا بیٹا چوری کرے تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتے ہیں اور اگر زنا کرے تو اسے بھی سنگسار کر دیتے ہیں۔ یہ اپنے معاشرے میں حق کو قائم کرتے ہیں۔ اس پر قبقلار نے اس سے کہا اگر تم نے مجھ سے سچ کہا ہے تو پھر زمین کے اندر ہو جانا روئے زمین پر رہ کر ان کا مقابلہ کرنے سے بہتر ہے اور میں دل سے چاہتا ہوں کہ اللہ میری اتنی بات مان لے کہ میدان میں مجھے اور ان مسلمانوں کو رہنے دے، خود میدان میں نہ آئے نہ میری مدد کرے اور نہ ان کی (کیونکہ اس طرح میں جیت جاؤں گا اس لئے کہ اس طرح فتح اور شکست کا فیصلہ تعداد اور سامانِ جنگ پر ہوگا اور وہ میرے پاس ان سے بہت زیادہ ہے)۔[1]

حضرت ابن رفیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب رستم نے نجف میں پڑاؤ ڈالا تو اس نے نجف سے ایک جاسوس مسلمانوں میں بھیجا جو قادسیہ جا کر مسلمانوں میں ایسے گھس گیا جیسے کہ ان ہی میں سے گیا تھا اور اب واپس آیا ہے۔ اس نے دیکھا کہ مسلمان ہر نماز کے وقت مسواک کرتے ہیں پھر سب مل کر نماز پڑھتے ہیں اور نماز کے بعد سب اپنی قیام گاہ میں چلے جاتے ہیں۔ پھر اس جاسوس نے واپس آ کر سارے حالات رستم اور اس کے ساتھیوں کو بتائے اور رستم نے بھی اس سے بہت سوالات کئے یہاں تک کہ یہ بھی پوچھا کہ یہ لوگ کیا کھاتے ہیں؟ اس جاسوس نے کہا میں نے مسلمانوں میں صرف ایک رات گزاری ہے اللہ کی قسم! میں نے تو ان میں سے کسی کو کچھ کھاتے نہیں دیکھا، البتہ میں نے انہیں شام کو سوتے وقت اور صبح سے کچھ دیر پہلے کچھ لکڑیاں چوستے ہوئے دیکھا ہے رستم وہاں سے چل کر جب مقام حصن اور مقام عتیق کے درمیان پہنچا تو وہ صبح کی نماز کا وقت تھا حضرت سعدؓ کے مؤذن نے صبح کی اذان دی۔ رستم نے دیکھا کہ اذان سنتے ہی سارے مسلمان حرکت میں آ گئے۔ رستم نے حکم دیا کہ اہلِ فارس میں اعلان کر دیا جائے کہ سب سوار ہو جائیں۔ ساتھیوں نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا تم دیکھ نہیں رہے کہ اعلان ہوتے ہی تمہارا دشمن تم پر حملہ کرنے کے لئے حرکت میں آ گیا ہے؟ اس کے اس جاسوس نے کہا یہ لوگ تو اس

[1] اخرجه ابن جرير في تاريخه (ج ٢ ص ٢١٠)

وقت نماز کے لئے حرکت میں آئے ہیں۔ اس پر رستم نے فارسی زبان میں کہا جس کا ترجمہ یہ ہے آج صبح میں نے ایک غیبی آواز سنی اور وہ عمرؓ ہی کی آواز تھی جو کہ کتوں سے یعنی عربوں سے باتیں کرتا ہے اور انہیں دانائی اور سمجھ سکھاتا ہے۔ جب رستم کے لشکر نے دریا پار کر لیا تو وہ آ کر وہاں ٹھہر گیا اتنے میں حضرت سعدؓ کے مؤذن نے نماز کے لئے اذان دی پھر حضرت سعدؓ نے نماز پڑھائی اور رستم نے کہا عمرؓ نے میرا جگر کھالیا۔[1]

قبیلہ بنو قشیر کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں جب (شاہ روم) ہرقل قسطنطنیہ (جسے آج کل استنبول کہا جاتا ہے) کی طرف روانہ ہوا تو ایک رومی آدمی پیچھے سے آ کر اسے ملا جو کہ مسلمانوں کے ہاں قید تھا اور وہاں سے چھوٹ کر آیا تھا۔ ہرقل نے اس سے کہا مجھے ان مسلمان لوگوں کے بارے میں کچھ بتاؤ۔ اس نے کہا میں ان کے حالات اس طرح تفصیل سے بتاتا ہوں کہ گویا آپ ان کو دیکھ رہے ہیں۔ وہ دن کے شہسوار اور رات کے عبادت گزار ہیں اور اپنے ماتحت ذمیوں سے کھانے کی چیز قیمت دے کر ہی لیتے ہیں۔ جب بھی کسی کے پاس جاتے ہیں تو سلام ضرور کرتے ہیں اور جو ان سے جنگ کرے تو جب تک اس کا کام تمام نہ کرلیں مقابلہ پر ڈٹے رہتے ہیں۔ ہرقل نے کہا اگر تم نے مجھ سے سچ کہا ہے تو وہ لوگ میرے ان قدموں کے نیچے کی زمین کے ضرور مالک بنیں گے۔[2] (ایران کے بادشاہ) یزدجرد نے مدد حاصل کرنے کے لئے چین کے بادشاہ کو خط لکھا۔ شاہِ چین نے خط لانے والے قاصد سے کہا مجھے معلوم ہے کہ جب کسی بادشاہ پر دشمن غالب آ جائے اور وہ دوسرے بادشاہ سے مدد طلب کرے تو اس کا حق ہے کہ وہ دوسرا بادشاہ اس کی مدد کرے لیکن پہلے تم مجھے ان لوگوں کی صفات اور حالات بتاؤ جنہوں نے تمہیں تمہارے ملک سے نکال دیا ہے کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے ان کی تعداد کی کمی اور اپنی تعداد کی کثرت کا ذکر کیا ہے اور میں نے بھی سنا ہے کہ تم لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اس کے باوجود یہ تھوڑی تعداد والے لوگ تم پر غالب آ رہے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تم میں کچھ خرابیاں ہیں اور ان میں کچھ اچھائیاں ہیں۔ قاصد کہتا ہے میں نے شاہِ چین سے کہا آپ ان کے بارے میں مجھ سے جو چاہیں پوچھیں۔ اس نے کہا کیا وہ عہد و پیمان کو پورا کرتے ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں۔ اس نے کہا وہ لوگ جنگ کرنے سے پہلے تمہیں کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا وہ ہمیں تین باتوں میں سے ایک بات کی دعوت دیتے ہیں۔ پہلے تو ہمیں اپنے دین کی طرف دعوت دیتے ہیں اگر ہم اسے قبول کرلیں تو وہ ہمارے ساتھ وہی سلوک کرتے ہیں جو وہ اپنے ساتھ کرتے ہیں پھر وہ ہمیں اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ ہم جزیہ ادا کریں، وہ ہماری حفاظت کریں گے ہم اگر ان دو باتوں کو نہ مانیں تو پھر وہ ہم

۱۔ اخرجہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۳ ص ۴۵)

۲۔ قال ابن جریر ایضا (ج ۳ ص ۹۹) ذکرہ سیف عن ابی الزہراء القشیری

سے جنگ کریں گے پھر اس نے پوچھا وہ اپنے امیروں کی اطاعت کرنے میں کیسے ہیں؟ میں نے کہا وہ اپنے امیر کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والے لوگ ہیں پھر اس نے پوچھا وہ کن چیزوں کو حلال سمجھتے ہیں اور کن چیزوں کر حرام؟ میں نے اسے مسلمانوں کے حلال وحرام کی تفصیل بتائی اس نے پوچھا کیا وہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر لیتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا جب تک یہ لوگ حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہیں کریں گے اس وقت تک یہ ہلاک نہیں ہوں گے۔ مجھے ان کے لباس کے بارے میں بتاؤ؟ میں نے ان کے لباس کی تفصیل بتائی پھر اس نے کہا ان کی سواریوں کے بارے میں بتاؤ؟ میں نے کہا ان کی سواریاں عربی گھوڑے ہیں پھر میں نے عربی گھوڑوں کی صفات ذکر کیں۔ اس نے کہا یہ تو بہت اچھے قلعے ہیں پھر میں نے کہا ان کی سواریاں اونٹ بھی ہیں اور اونٹ کے بیٹھنے اور بوجھ اٹھا کر کھڑے ہونے کا سارا انداز بتایا اس نے کہا یہ تمام باتیں لمبی گردن والے جانور میں ہوا کرتی ہیں (غالباً شاہِ چین نے اونٹ دیکھا نہ ہوگا) پھر اس نے یزدجرد کو جواب میں یہ لکھا کہ میرے پاس اتنا بڑا لشکر ہے کہ اگر میں اسے آپ کی مدد کے لئے بھیجوں تو اس کا پہلا حصہ ایران کے شہر مرو میں ہوگا اور آخری چین میں، لیکن میں اسے نہیں بھیجوں گا اور اسے نہ بھیجنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ آپ کا جو مجھ پر حق ہے میں اسے نہیں جانتا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا جن لوگوں سے مقابلہ ہے آپ کے قاصد نے ان کے تمام حالات مجھے تفصیل سے بتائے ہیں۔ یہ ایسے زبردست لوگ ہیں کہ اگر یہ پہاڑوں سے ٹکرا جائیں تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ اگر یہ اپنی ان صفات پر باقی رہے اور یونہی بڑھتے رہے تو ایک دن مجھے بھی میری سلطنت سے ہٹا دیں گے، اس لئے آپ ان سے صلح کر لیں اور صلح صفائی کے ساتھ ان کے ساتھ رہنے پر راضی ہو جائیں اور جب تک وہ آپ کو نہ چھیڑیں آپ انہیں کچھ نہ کہیں۔[1]

ہم اس کتاب میں جو کچھ لکھنا چاہتے ہیں یہ اس کا آخری مضمون ہے فالحمدللّٰہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللّٰہ ”تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس خیر کی ہدایت نصیب فرمائی۔ اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتے تو ہم از خود ہدایت نہ پا سکتے۔“

اللھم لولا انت ما اھتدینا

ولا تصدقنا ولا صلینا

فانزلن سکینۃ علینا

اذا ارادوا فتنۃ ابینا

اے اللہ! اگر تیری مہربانی شاملِ حال نہ ہوتی تو ہمیں ہدایت نہ ملتی اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔ تو ہم پر اطمینان اور سکینہ نازل فرما جب مشرک لوگ ہم سے فتنہ والا کام کرانا چاہتے ہیں تو

---

[1] ذکرہ ابن جریر ایضا فی تاریخہ (ج ۳ ص ۲۴۹)

ہم انکار کر دیتے ہیں۔

آج بروز بدھ محرم الحرام کے مہینے میں ہجرت نبوی (علی صاحبها الف الف صلاة وتحية) کے تیرہ سو اناسی والے سال میں عبد ضعیف محمد یوسف سلمه الله تعالیٰ عن التلهف والتاسف کے ہاتھوں کتاب "حیاۃ الصحابہ" مکمل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کتاب کی تیسری جلد کی طباعت منگل ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۰ راگست ۱۹۶۵ء کو پوری ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج بروز بدھ ۲۷ شوال ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۹ مارچ ۱۹۹۵ء کو ترجمہ مکمل ہوا۔

محمد احسان الحق

مدرسہ عربیہ رائے ونڈ لاہور۔ پاکستان